صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکیسواں اجلاس)

ہفتہ 24۔جون 1995ء

(شنبہ۔ 24 محرم الحرام 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر، لاہور میں 4 بجے شام منعقد ہوا۔ جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾

سورہ "محمد" آیات 29 تا 33

کیا جن کے دلوں میں بیماری ہے اس گھمنڈ میں ہیں کہ اللہ ان کے پیچھے بیر (دشمنی) ظاہر نہ فرمائیگا۔اور اگر ہم چاہیں تو تمہیں ان کو دکھا دیں کہ تم ان کی صورت سے پہچان لو اور ضرور تم انہیں بات کے اسلوب میں پہچان لو گے اور اللہ تمہارے عمل جانتا ہے۔ اور ضرور ہم تمہیں جانچیں گے یہاں تک کہ دیکھ لیں تمہارے جہاد کرنے والوں اور صابروں کو اور تمہاری خبریں آزما لیں۔بے شک وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ہدایت ان پر ظاہر ہو چکی تھی وہ ہرگز اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں گے اور بہت جلد اللہ ان کا کیا دھرا اکارت کر دے گا۔اے ایمان والوں! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔

وما علینا الا البلاغ o

جناب انعام اللہ خان نیازی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی نیازی صاحب!

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! میں پہلے بھی اس floor پر مختلف طریقوں سے آپ کے توسط سے سرکاری ممبران کی اور حکومت پنجاب کی توجہ بہت ہی اہم مسئلے کی طرف دلا چکا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی ضروری مسئلہ ہے جس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ مسئلہ پنجاب کی طرف سے سندھ میں پولیس کے پانچ ہزار ارکان بھیجنے کی بات ہے۔

جناب سپیکر، نیازی صاحب! اس کا آج کی اس کارروائی سے کیا تعلق ہے؟

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! یہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ میرے خیال میں آج کے اخبارات میں یہ بات واضح طور پر بتائی گئی ہے کہ پنجاب حکومت نے منظوری دے دی ہے اور وہ پنجاب سے پولیس کے دستے کراچی روانہ کرنے والے ہیں۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اس مسئلے کو ایوان میں زیر بحث لایا جائے اور حکومت اپنی پالیسی سے ہمیں آگاہ کرے۔ کیونکہ یہ مسئلہ اتنی خوفناک سازش کے تحت منظم کیا جا رہا ہے کہ پنجاب کو کراچی کے حالات میں ملوث کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر، نیازی صاحب! اس کے لیے آپ باقاعدہ طریقے سے کوئی تحریک لائیے۔ اس طرح بحث کے لیے اجازت نہیں دی جا سکتی۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! میں نے تحریک التوائے کار move کی تھی جو کہ reject کر دی گئی ہے۔

جناب سپیکر، آپ بجٹ کی کارروائی میں اس طرح بحث نہیں کر سکتے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! پھر آپ بتائیں طریقہ کیا ہے؟

جناب سپیکر، میں جب یہاں سے اٹھ کر چلا جاؤں۔ موبل صاحب بیٹھیں تو آپ میرے پاس آئیے۔ اس پر ڈسکس کر لیتے ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، بہت شکریہ۔

جناب سپیکر، جی۔

پوائنٹ آف آرڈر

کلرکوں کی بھوک ہڑتال سے متعلق قرارداد پیش کرنے کے لیے قواعد کی معطلی کی تحریک پیش کرنے کی اجازت نہ دینا

جناب ایس۔ اے۔ حمید : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : فرمایئے۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید : جناب سپیکر! میں نے ایک نہایت ہی اہم قرار داد جو کلرکوں کی ہڑتال کے بارے میں ہے مورخہ 21-6-95 کو جمع کرائی تھی۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ تمام کاروبار زندگی معطل ہو چکا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس قرار داد کو out of turn پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر : آپ نے جو تحریک جمع کرائی تھی اس کے بارے میں آپ کو کیا اطلاع ملی ہے؟

جناب ایس۔ اے۔ حمید : جناب سپیکر! کوئی اطلاع نہیں ملی۔

جناب سپیکر : میں سیکرٹریٹ سے پتا کرتا ہوں۔۔۔۔۔سیکرٹریٹ کی طرف سے بتایا گیا ہے کہ اس کی طرف جواب دیا جا رہا ہے۔

جناب ایس۔ اے حمید : جناب سپیکر! ٹھیک ہے کہ اس کا جواب دیا جا رہا ہے لیکن کلرکس بھوک ہڑتال پر تھے اب انہوں نے کاروبار زندگی معطل کیا ہوا ہے۔ دفتروں کو انہوں نے تالے ڈالے ہوئے ہیں۔ کسی قسم کا کوئی کام نہیں ہو رہا اور یہ اتنی اہم بات ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسے زیر بحث لانے کے لیے کوئی تھوڑا سا وقت دیا جائے۔ ۲۲ لاکھ کلرک ہیں۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر : دیکھیے اس میں تو کوئی تحریک التوائے کار نہیں آ سکتی۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید : جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار نہیں ہے۔ یہ ایک قرارداد ہے جس کے ذریعے رول ۲۰۲ کو معطل کرنے کی درخواست کی گئی ہے۔

جناب سپیکر : نہیں۔ نہیں۔ قرارداد کا باقاعدہ نوٹس آئے گا تب ہی یہ ہو سکے گی۔ تحریک التوائے کار شاید اگلے چند دنوں میں آ جائے۔

جناب ایس۔ اے حمید : جناب سپیکر! یہ قرارداد ہے۔ یہ ایمرجنسی کا مسئلہ ہے۔ اس وقت یہاں پر کوئی آسمانی صحیفے نازل نہیں ہو رہے۔ اس وقت ہماری پوری کلرک برادری تمام کی تمام ہڑتال پر ہے۔

ان کے ساتھ ظلم یہ ہوا ہے کہ ۱۶ گریڈ تک کی تنخواہوں میں صرف بارہ فیصد اضافہ کیا گیا ہے اور ۱۷ گریڈ سے اوپر ۲۱ تا ۲۲ فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ میرے پاس facts and figures ہیں جو ان کے ساتھ ہاتھ ہوا ہے۔ میں یہاں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اس بات کو زیر بحث لا کر ہم کلرکوں کے ساتھ اظہار یک جہتی کرنا چاہتے ہیں اور انہیں بتانا چاہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ جو ظلم ہوا ہے حکومت اس کو ملاحظہ کرنے کو تیار ہے۔

جناب سپیکر، محترم ایس۔ اے۔ حمید صاحب! جو کچھ بھی آپ کرنا چاہتے ہیں وہ طریق کار کے مطابق ہی کر سکتے ہیں اس کے بغیر نہیں کر سکتے۔ آپ پہلے انتظار کریں----

جناب ایس۔ اے۔ حمید: جناب سپیکر! آپ ہاؤس کی رائے لے لیں۔

جناب سپیکر: نہیں۔ میں اس وقت ہاؤس کی رائے نہیں لے رہا۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید: جناب سپیکر! سب سے مقدس یہ ایوان ہے۔ سب سے اعلیٰ یہ ایوان ہے۔ آپ اس کی رائے لے لیں اگر ہاؤس اس بات پر اتفاق نہیں کرتا تو میں بیٹھ جاؤں گا۔

جناب سپیکر: آپ میری بات بھی تو سنیں ناں۔ اس طرح تو ہاؤس نہیں چلے گا۔ آپ نے ایک تحریک پیش کی اس کا جواب آپ کو دیا جا رہا ہے پہلے آپ کو یہ جواب موصول ہو جائے اس پر غور کر لیجیے اس کے بعد دیکھتے ہیں کہ بھئی آگے کیسے چل سکتے ہیں۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید: جناب سپیکر! یہ جو جواب آپ دے رہے ہیں یہ ایک دفتری کارروائی ہے۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کی رولز آف پروسیجر میں پروویژن رکھی گئی ہے اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ جو مسئلہ ایمرجنسی نوعیت کا ہو اور جو ہنگامی نوعیت کا ہو اس کو ہم ہاؤس میں take up کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے رول ۲۰۲ provide ہے۔

جناب سپیکر: یہ کوئی ہنگامی نوعیت کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ معاملہ ایک عرصہ سے چل رہا ہے اور اس کے اوپر negotiations ہو رہی ہیں اس لیے آپ اس کے جواب کا انتظار کیجیے۔ اس کے بعد مجھ سے مل لیجیے۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید: جناب سپیکر! اس پر یہاں بات کرنے کی اجازت دی جائے۔ یہ تو نہیں کہ بات ہی نہ کر سکیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جناب ایس۔ اے۔ حمید صاحب نے قواعد کے تحت ہی آپ سے درخواست کی ہے کہ رولز کو suspend کر کے رول ۲۰۲ کے تحت صرف قرارداد پیش کرنی ہے۔ اس قرارداد کو ہاؤس unanimously accept or reject کر سکتا ہے۔ قرارداد کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ حکومت سے صرف سفارش کرنی ہوتی ہے۔ یہ قرارداد کوئی قانون نہیں بن جاتی---

جناب سپیکر: مجھے پتہ ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! آپ سب کچھ جانتے ہیں۔ آپ ہمیں صرف قرارداد پیش کرنے کی اجازت دے دیں۔

جناب سپیکر: ایک تحریک آئی ہے اس کا جواب سیکرٹریٹ کی طرف سے آپ کو موصول ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں انہوں نے "Yes" کیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ "No" کیا ہو۔ اس کے بعد دیکھ لیں گے۔ وزیر قانون صاحب آپ اس بارے میں کچھ کہنا چاہیں گے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! بات مختصر سی ہے کہ فاضل رکن اسمبلی رول ۲۰۲ کے تحت تحریک move کرنا چاہتے ہیں جبکہ رول ۲۰۲ کے تحت اگر سپیکر اپنی consent نہ دے تو وہ اپنی تحریک move نہیں کر سکتے۔ اس لیے اگر آپ consent نہیں دے رہے تو رول ۲۰۲ کے تحت تحریک move ہی نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر: اس مرحلے پر ابھی یہ بات ہی نہیں آئی کہ میں consent دیتا ہوں۔ یا نہیں دیتا ہوں ابھی تو میں ان سے یہ کہہ رہا ہوں کہ انہوں نے جو تحریک پیش کی ہے اس کا جواب سیکرٹریٹ کی طرف سے انہیں دیا جا رہا ہے۔ وہ اس کا انتظار کر لیں۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! میں ابھی راستے میں تھا اور میں نے انعام اللہ خان نیازی صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر سنا ہے -------

جناب ایس۔ اے۔ حمید: ابھی نیازی صاحب کی بات نہیں ہو رہی۔ ابھی تو کلرکوں کی بات ہو رہی ہے۔

سید ظفر علی شاہ: اسی لیے تو میں نے آپ سے پوچھا تھا لہذا پہلے آپ یہ بات کر لیں۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید، جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ میرے ساتھ راجہ جاوید اخلاص اور راجہ بشارت صاحب ہیں اور ہم نے جو بات لکھی ہے وہ یہ ہے کہ ----------

جناب سپیکر، نہیں۔ نہیں۔

جناب ایس۔ اے حمید، جناب سپیکر! بات تو کرنے دیں۔

جناب سپیکر، میں نے آپ کو بات تو کرنے دی ۔ اب آپ قرارداد پڑھنا چاہتے ہیں۔ میں اس کی اجازت نہیں دے رہا۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید، جناب سپیکر! اس میں' میں نے لکھا کیا ہے۔ میں نے اس میں یہ لکھا ہے کہ اس امر کی سفارش کی جائے -----

جناب سپیکر، میں نے اسے ابھی پیش کرنے کی اجازت نہیں دی۔ آپ اس کو اجازت کے بغیر پیش نہیں کر سکتے۔ آپ میرے ساتھ اس طرح نہ کیجیے۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید، جناب سپیکر! میں پورا متن نہیں پڑھ رہا۔ میں صرف دو لفظ پڑھ کر آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، مجھے پتا ہے۔ سب کو پتا چل گیا ہے کہ آپ کلرکوں کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ اس میں اب شک کی کون سی بات باقی ہے۔ آپ تشریف رکھیے۔ آپ کو جواب مل رہا ہے اس کے بعد دیکھتے ہیں کہ کیا کرنا ہے۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید، جناب سپیکر! یہ کوئی بات نہیں۔

جناب سپیکر، کیوں؟

جناب ایس۔ اے۔ حمید، یہ پورے ملک کا مسئلہ ہے۔ ہماری پوری انتظامی مشینری کا ڈھانچہ گر چکا ہے۔ کسی کا کوئی کام نہیں ہو رہا۔ دفاتر بند ہیں۔ ملک و قوم کا نقصان ہو رہا ہے ہماری productivity بند ہو رہی ہے۔ ہمارے دفاتر بند ہیں۔ یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ ۲۲ لاکھ کلرک ہڑتال پر ہیں اور ان کو سولہ گریڈ تک پانچ فیصد دیا گیا اس کے بعد ۱۷ گریڈ سے لے کر ۲۱ گریڈ تک ۲۴ فیصد دیا گیا۔---

جناب سپیکر، آپ اپنی بحث کی تقاریر میں اس پر بات کیجیے۔

جناب ایس ۔ اے ۔ حمید : نہیں جناب سپیکر! آپ رولز کے تحت ہاؤس کی consent لے لیں۔

جناب سپیکر: نہیں۔ میں اس کی consent نہیں لے رہا۔ اگر میں consent لوں تو پھر اس کے بعد بات ہو گی ناں۔

جناب ایس ۔ اے ۔ حمید: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ آپ ہاؤس کی consent لے لیں۔ یہ پروویژن رکھی گئی ہے ۔

جناب سپیکر: جی۔ رکھی گئی ہے لیکن اس سے پہلے میری consent ضروری ہے ۔ I am not giving my consent

جناب ایس ۔ اے ۔ حمید: جناب سپیکر! ملک پورا بند ہو جائے کیا آپ اس کی اجازت نہیں دیں گے؟

جناب سپیکر: جی مجھے پتا ہے کہ کس حد تک بند ہے اور کس حد تک بند نہیں ہے ۔

جناب ایس ۔ اے ۔ حمید: جناب سپیکر! آپ کو کیسے پتا ہے ۔ پورا ملک بند ہو چکا ہے ۔

جناب سپیکر: آپ کو زیادہ پتا ہے اور مجھے کم پتا ہے ۔

جناب ایس ۔ اے ۔ حمید: جناب سپیکر ۔ یہاں کرسی پر بیٹھ کر تو یہ نہیں کہا جا سکتا۔

جناب سپیکر: اسی کرسی پر بیٹھ کر زیادہ پتہ چلتا ہے ۔

جناب ایس ۔ اے ۔ حمید: یہ بات نہیں ہے ۔

جناب سپیکر: اس کرسی پر بیٹھ کر پتا چلنا بند ہو جاتا ہے؟

جناب ایس ۔ اے ۔ حمید: جناب سوال یہ ہے کہ اب اور کس طریقے سے پورا ملک بند ہو گا۔ اگر ہم کراچی کے مسئلے پر بات کرنا چاہتے ہیں تو آپ کہتے ہیں کہ ہم نے قرارداد بھیج دی۔ کراچی جل رہا ہے وہاں پر بیس آدمی ہر روز مر رہے ہیں۔ آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے قرارداد بھجوا دی ہے ۔ ہمارا اور کوئی کام نہیں بنتا۔ کیا یہاں پر ہم کچھ اور بات نہیں کر سکتے۔ یہ بڑی زیادتی کی بات ہے۔ جب ہم رولز کے تحت بات کرتے ہیں تو آپ ہمیں اس کی بھی اجازت نہیں دیتے ۔

جناب سپیکر: جی میں ہمیشہ اجازت دیتا ہوں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میرے اوپر پابندی ہے کہ میں ہمیشہ اجازت دوں۔ اگر میں اجازت نہیں دیتا تو میرا حکم ماننا بھی آپ پر فرض ہے ۔

جناب محمد ظہیر الدین خان: پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جناب سپیکر کی رولنگ کے بعد اس پر بحث کی کیسے ضرورت پیش آ سکتی ہے؟ آپ نے اس پر اپنی رولنگ دے دی ہے اب یہ بحث کیسے جاری ہے؟

جناب سپیکر: یہ اسی طرح ہے کہ رولز کا احترام کا اور اسمبلی کا حوالہ دیا جاتا ہے لیکن خود ہی نہ اسمبلی کے تقدس کا خیال کیا جاتا ہے نہ سپیکر کی رولنگ کے بعد خاموشی اختیار کی جاتی ہے لیکن بہرحال یہ تو اپنا اپنا رویہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جی شاہ صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر کچھ بات کرنی چاہتا ہوں ۔ ویسے تو میں proceedings کے درمیان میں یہ بات کرنا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے میرے فاضل رکن جناب انعام اللہ نیازی صاحب نے اس طرف اشارہ کیا ہے اور جناب نے فرمایا ہے کہ اس کو proper طریقے سے لے کر آئیں۔ یہ جو پنجاب کنسٹیبلری یا دوسری فورسز بھیجی جا رہی ہیں یا اس بات کا خدشہ ہے کہ ان کو بھیجا جا رہا ہے تو اس سلسلے میں جناب کی consent کی ضرورت ہو گی۔ ویسے میں نے بروقت ایک resolution داخل کیا ہے۔ یہ بے ضرر قسم کا resolution ہے۔ یہ larger interest of the country and larger interest of the province میں یہ کیا گیا ہے۔ چونکہ اس قسم کی دو تین خبریں آئی ہیں ایک پنجاب حکومت کی کابینہ کے حوالے سے آئی ہے اور یہ خبر ہم نے پڑھی ہے کہ پنجاب کیبنٹ میں یہ فیصلہ ہوا ہے کہ پنجاب حکومت، پنجاب کنسٹیبلری کو کراچی نہیں بھیجے گی ۔ آج دو خبریں آئی ہیں جس کے مطابق فیڈرل گورنمنٹ نے یہ کہا ہے اور اس خبر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پنجاب گورنمنٹ کو یہ کہا گیا ہے اور اس پر پریشر ڈالا گیا ہے کہ وہ اپنی فورس وہاں پر بھیجے۔ تو اس سلسلے میں میرا یہ resolution بالکل شارٹ ہے اور یہ صرف تین لائنوں کا ہے ۔ اس resolution کے gist کو جناب بھی پڑھ لیں اور یہ جناب کے چیمبر میں داخل ہو چکا ہے اور وزیر قانون صاحب بھی بے شک پڑھ لیں اور اس پر بے شک unanimous کچھ کر دیں تاکہ کوئی conflict جو نیشن کے overall complexions کو یا صوبوں کو ایسا نظر نہ آئے۔ آپ بے شک اسے پڑھ لیں۔

جناب سپیکر: میں نے نیازی صاحب کو دعوت دی ہے۔ جب موہل صاحب یہاں تشریف رکھیں گے تو میں اپنے چیمبر میں جاؤں گا۔۔۔۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! مجھے نہیں پتا کہ مسئلہ کیا ہو گا؟ میں نے تو resolution table کر دیا ہے۔ وہ اس سیکرٹریٹ میں داخل ہوگیا ہے۔ آپ بیشک وزیر قانون صاحب کو کہیں کہ وہ اس کی کاپی پڑھ لیں پھر جناب کی consent کے مطابق وہ اس پر بات کر لیں۔

جناب سپیکر: چونکہ اسی resolution پر پہلے نیازی صاحب نے بات کی ہے اور میں نے اس پر اپنی رائے دی ہے کہ جب میں اپنے چیمبر میں ہوں گا تو یہ وہاں تشریف لے آئیں۔ یہ آپ کا حق ہے۔ آپ دے دیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! میرا نام بھی اس میں شامل کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: میں نے اسے دیکھا ہے۔ میں اس پر غور کرتا ہوں۔

پنجابی میں اذان دینے اور نماز پڑھنے کی تجویز پر تنقید

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر! قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ۔ قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ کر لیا۔ اس میں اب تحریف نہیں ہو سکتی۔ اسی قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اے نبی ہم نے یہ قرآن عربی میں اتارا ہے۔ ان لوگوں کی زبان میں اتارا ہے تاکہ ان کو سمجھنے میں آسانی ہو"۔ بحیثیت مسلمان میں سنجیدگی سے بات کر رہا ہوں۔ کسی پر طنز یا مخالفت مقصود نہیں۔ میرا حسن ظن ہے کہ میرے دوست، میرے بھائی جناب رشید بھٹی صاحب نے اس دن جوش خطابت میں یا اپنی پنجابی زبان کے والہانہ عقیدت کے طور پر کہا کہ نماز بھی پنجابی میں پڑھنی چاہیے اور اذان بھی پنجابی میں دینا چاہیے۔ یہ خالصتاً مذہبی مسئلہ ہے۔ یہاں تو چھوٹی چھوٹی بات پر فوراً کفر کے فتوے لگ جاتے ہیں۔ لیکن میں حسن ظن رکھتے ہوئے آپ کے توسط سے یہی گزارش کروں گا کہ کم از کم اپنے ان دو فقروں کو وہ واپس لے لیں۔ کیونکہ اس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ آج میں ایک بات اور بھی کر دوں۔ واقعی آج مجھے یہ احساس ہوا کہ جس طرح ایک مثل مشہور ہے کہ "چراغ تلے اندھیرا"۔ وہی بات ہے کہ رشید بھٹی صاحب کا جو حلقہ انتخاب ہے وہ، وہ ہے کہ جس میں مکہ شریف اور مدینہ شریف کے بعد سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ اور وہ ان کے حلقہ میں ہے۔ جہاں سے پوری دنیا کے لوگوں کو اسلام کی تبلیغ عربی اور قرآن پاک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ لیکن میرے بھائی کو اس کا کوئی پتا نہیں ہے۔ اس لیے میں گزارش کروں گا کہ یہ بھی تبلیغی جماعت کا ایک چلہ لگائیں تاکہ پھر انہیں پتا ہو کہ کیا پنجابی میں اذان دی جا سکتی ہے یا

نہیں۔

جناب سپیکر، محترم رشید بھٹی صاحب!

جناب عبد الرشید بھٹی، جناب سپیکر! بد قسمتی ایہہ وے کہ میری کوئی ادھے گھنٹے دی تقریر سی جیہڑی دو منٹ دی گل سی اوس نو چھاپیا گیا اور اپنی مرضی دیاں سرخیاں بنا کے چھاپیا گیا۔ میں اپنے آپ نوں سمجھناں واں کہ میں اک صحیح اور سچا مسلمان آں۔ اور میں اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ دے رسول اتے مکمل ایمان رکھناں واں۔ اور میں کوئی ایسی گل نئیں کیتی کہ جیس دی بنیاد اتے کسے وی مسلمان بھرانوں تکلیف پہنچے۔ میں نظام تعلیم تے گل کر رہیا ساں اور اوس دے وچ ای میں ایہہ گل کیتی کہ اللہ تعالیٰ نے جنیاں الہامی کتاباں اتاریاں اوہ جتھے جتھے اتریاں اونہاں لوکاں دیا مادری زباناں وچ اتریاں۔ یعنی مادری زبان نال اللہ تعالیٰ نوں وی محبت سی۔ یا تے اللہ تعالیٰ اکو زبان وچ ساریاں کتاباں اتار دیندا۔ لیکن اوس نے ایس طرح نہ کیتا بلکہ لوکاں دی اپنی اپنی جیہڑی وی ماں بولی زبان ہے گی سی اوس دے وچ کتاباں اتاریاں۔ میرا مقصد ہرگز ایہہ نئیں ہے گا کہ میں عربی دے خلاف آں یا توبہ نعوذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دی زبان نوں میں برا سمجھناں واں۔ نئیں ہرگز نئیں۔ میں تے صرف ایہہ گزارش کیتی سی کہ تعلیم وی اور مذہبی تعلیم وی اگر سانوں اپنی مادری زبان وچ دتی جائے تے اسیں زیادہ بہتر سمجھ سکنے آں اور سمجھ کے اوہندے اتے زیادہ بہتر عمل کر سکنے آں۔ اگر میں سمجھناں واں کہ میرے کسے مسلمان بھرانوں یا میرے کسے مولوی دوست نوں تکلیف پہنچی اسے تے میں معذرت خواہ واں۔ میرا ہرگز ایسا مقصد نئیں سی۔ میرا مقصد تے ایہہ سی کہ اسیں سچے مسلمان تد ہی بن سکنے آں کہ کلام پاک نوں اچھے طریقے نال سمجھیے۔ اور سمجھ کے اوہندے اتے عمل کریے۔

جناب سپیکر، بجا ہے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب والا! انھوں نے فرمایا ہے کہ کسی مولانا صاحب کو تکلیف پہنچی ہے۔ یہ بات نہیں ہے۔ قرآن کسی عالم دین پر نہیں اترا۔ بلکہ قرآن، عربی، اذان اور فرائض شریعہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا ہے۔ میں ان کی خدمت میں ایک شعر عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ یہ اپنی غلطی کا اقرار فرمالیں۔ اخبارات نے غلط بات نہیں لکھی۔ آپ اپنی گفتگو کو repeat کروالیں۔ انھوں نے جو یہ الفاظ کہے تھے اور اس پر ہم نے جو کچھ کہا اور احتجاج کیا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

کہہ رہا تھا شور دریا سے سمندر سے سکوت
جتنا جس کا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

انھیں یہ کہیے کہ یہ ایمان کا معاملہ ہے۔ ان کی ذات کا معاملہ بھی ہے اور یہ معاملہ ان کی ذات کے سر پر جا رہا ہے۔ اور ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ یہ بات حزب اختلاف کی طرف سے ہو یا حزب اقتدار کی طرف سے جب اسلامی احکامات کا تمسخر اڑایا جائے گا تو دینی جماعتوں والے ہم حضرات یہاں موجود ہیں ہم ان کا مکمل طور پر دفاع کریں گے۔ اور ہم ان سے یہ توقع کرتے ہیں کہ اپنی غلطی کا اس ہاؤس میں اعتراف فرما کر اللہ سے معافی مانگیں۔ انسان سے معافی نہ مانگیں۔ جس خالق نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اور اس قرآن اور اذان کے متعلق کہا۔ جیسا کہ مجھ سے قبل میرے فاضل دوست خاکوانی صاحب نے ارشاد فرمایا۔ میرے خیال میں ان کو لمبی چوڑی جرح کے بعد فوری طور پر اللہ سے معافی مانگ لینی چاہیے تھی۔ ویسے بھی یہ آئینی مسئلہ ہے۔ آئین کے آرٹیکل 62,63 بالکل واضح ہے کہ اگر کوئی ممبر اسمبلی قرآن و سنت کے احکامات کے متعلق کوئی ایسی بات کرتا ہے تو اس کی رکنیت معطل متصور ہوتی ہے۔ اور پھر جس کی رکنیت معطل متصور ہو اس کے خلاف قانونی طور پر غداری کا پرچہ درج کیا جاتا ہے۔ تو میں ان سے یہ عرض کروں گا کہ خدارا یہ اپنے اوپر رحم کریں۔ اپنی پارٹی کے اوپر بھی رحم کریں۔ مسلمانوں کے اوپر بھی رحم کریں۔ 1947کی تاریخ میں اس پاکستان کے اندر سیاسی اختلافات ہوتے رہے' مذہبی اختلافات ہوتے رہے۔ مختلف طبقات ایک دوسرے کے خلاف ہوتے رہے۔ لیکن اذان' قرآن اور عربی کے متعلق کسی شخص نے اشارتاً کنائتاً زبان نہیں کھولی۔

جناب سپیکر، مولانا' یہ آپ کا خیال ہے۔ یہ انھوں نے اس دن کوئی نئی بات نہیں کی تھی۔ اسی ملک میں مسعود کھدر پوش صاحب ساری زندگی یہ بات کرتے رہے۔ ون یونٹ کے وقت وہ محکمہ اوقاف کے سیکرٹری تھے۔ جب سارا پاکستان ون یونٹ کی حالت میں تھا۔ جو آج پاکستان کہلاتا ہے اور بار ہا انھوں نے اس بات کی تلقین کی۔ ان کے ایک جیتے کارکن تھے۔ وہ ایک بہت بڑا بورڈ کندھے پہ اٹھا کر شاہی مسجد میں جایا کرتے تھے۔ لاہور کے تمام مسلمان گواہ ہیں کہ یہ باتیں ہوتی رہیں۔ یہ نظریات لوگوں نے پیش کیے اور یہاں تک ہوا۔ میں اس کا ثبوت دیتا ہوں کہ ایک مرتبہ محکمہ اوقاف نے تمام علمائے کرام کو بلایا۔ کہ آپ کہتے ہیں کہ آپ نماز کرائیں' وہ کہتے نہیں آپ کرائیں۔ جب دو چار مولوی صاحبان اور بزرگوں میں ازراہ احترام یہ اختلاف ہو رہا تھا۔ تو مسعود صاحب آگے خود کھڑے ہو گئے۔

انھوں نے جماعت کرانی شروع کر دی ۔ اور ساری جماعت پنجابی میں کرائی ۔تمام علماء نے ان کے پیچھے نماز پڑھی ۔ بعد میں سب نے کہا کہ تم نے کیا کر دیا لیکن کسی نے بات نہیں کرنی کہ ہم نے نماز پڑھی تھی ۔ میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ باتیں نئی ہیں۔ اور کسی نے کبھی نہیں کی تھیں ۔ یہ باتیں لوگوں نے کی ہوئی ہیں۔ (شوروغوغا) میری بات سنیں ۔ میری بات سنیے ۔ آپ تشریف رکھیں ۔ میں آپ کو حقائق بتا رہا ہوں ۔ میری مسعود سے خود بحث ہوئی ۔ اور مجھے یہ شرف ہے کہ میری بحث کے بعد مسعود صاحب جب تک زندہ رہے دوبارہ انھوں نے بات نہیں کی ۔ میں نے انھیں کیا مثال دی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ اگر لوگ یہ نماز اپنی زبان میں پڑھیں تو اس سے ان پر بڑا اثر پڑے گا۔ میں نے ان سے کہا کہ میرا ملک ' آپ کا ملک ' ہمارا ملک جیسا بھی ہے میں دنیا پھرا ہوں ۔ میں آج بھی سمجھتا ہوں کہ جتنی محبت اسلام سے ' اللہ تعالیٰ سے ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے لوگ کرتے ہیں ان ملکوں کے لوگ بھی نہیں کرتے ۔ آپ کوئی ناراض نہ ہو جایے گا جہاں عربی زبان بولی جاتی ہے ۔ جن کی زبان میں قرآن موجود ہے ' جن کی زبان میں نماز پڑھی جاتی ہے ۔ اگر صرف اسی بات کا فرق پڑتا تو سب سے پہلے عربی بولنے والوں پر بہت اثر ہو جانا چاہیے تھا ۔ سب سے اچھے اور پکے مسلمان تو ان کو ہونا چاہیے تھا اور حالت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 13 سال تک عربی میں لوگوں کو تلقین کی ' قران کریم سنایا ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو فصیح ترینوں میں سے فصیح تر ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لوگوں کو ' عربوں کو عربی میں بتایا اور کتنے لوگ سمجھے ؟ 13 سال کے بعد جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہجرت کر رہے تھے اور موت تعاقب کر رہی تھی ' غاروں میں چھپ چھپ کر ' ایک ساتھی کو ساتھ لے کر ' ایک کو اپنی چارپائی پر سلا کر گئے تھے تو ان عربوں پر کتنا اثر ہوا تھا اس لیے کہ وہ عربی میں تلقین کرتے تھے ۔ میں نے کہا کہ یہ بات جو آپ کر رہے ہیں یہ صحیح نہیں ہے ۔ قرآن ہمیشہ کے لیے ہے ' قرآن نے تا قیامت رہنا ہے ' تمام قوموں ' جہانوں ' زمانوں ' مکانوں کے لیے ہے ۔ اس میں زیر زبر کا فرق نہیں آنا چاہیے ۔ اس کو ایسا ہی رہنا چاہیے ۔ اذان کو ایسے ہی رہنا چاہیے ' نماز کو ایسے ہی رہنا چاہیے ۔ اس کے بغیر کبھی یہ بات نہیں بن سکتی ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں صرف آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ مسائل لوگوں نے اٹھائے ہیں لیکن اللہ کے فضل و کرم سے آپ جیسے دوستوں کی مہربانی سے یہ بات ہمیشہ اسی طرف طے ہوئی کہ قرآن کریم میں آج تک زیر زبر کا فرق نہیں آیا ۔ اور جیسے ابھی آپ نے ذکر کیا ۔ اللہ نے خود اس کی قسم کھائی " وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ "

ہم خود اس کی یقیناً حفاظت کرنے والے ہیں ۔ اگر لوگ اس طرح کرتے جو کہ انجیل کے ساتھ ہوا ' جو توریت کے ساتھ ہوا ' زبور کے ساتھ ہوا جس میں تحریف ہو گئی تو آج یہ قرآن بھی خدانخواستہ محفوظ نہ ہوتا لیکن اللہ نے اس کو محفوظ کیا ہے ۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بات میں نے آپ کو ہی نہیں سنائی ' میں نے انھیں بھی سنائی ہے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان تصورات کو صحیح جگہ پر رکھنا چاہیے ۔ آج تو ہم قرآن پر کتنے عمل کرنے والے ہیں ؟ کل آنے والی نسلوں کو اسی قرآن کی ضرورت ہے ۔ اس کا معلوم نہیں کس نے وارث بننا ہے ۔ دنیا میں ' کائنات میں معلوم نہیں کہاں کہاں زندگی ہے ' اللہ رب العالمین جہانوں کا مالک ہے ۔ رحمۃ اللعالمین نبی کریم ذکرالعالمین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ نصیحت سارے جہانوں کے لیے ہے تو اس لیے اس قرآن میں ایک ذرہ برابر بھی تبدیلی کسی مسلمان کے لیے گوارا نہیں ہوسکتی ۔ یہ صحیح جگہ ہے اور اسی پر رہنا چاہیے ۔ البتہ جس وجہ سے میں نے انھیں بات کرنے کی اجازت دی وہ صرف اتنی تھی کہ ایک وقت تھا کہ تمام علماء کی طرف سے ترجمے کی بھی مخالفت ہوتی تھی پھر بہت سالوں کے بعد ترجمے ہونے شروع ہوئے ' فارسی میں ترجمہ ہوا ' شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے ہوئے اس کے بعد پنجابی میں بھی ترجمے موجود ہیں ۔ تو سمجھنے کی خاطر جیسے آپ نے بھی خود کہا تھا کہ آج بھی ہماری مسجدوں میں لوگ پنجابی میں بھی ترجمہ کر کے بتاتے ہیں ۔ تو یہ ایسی بات نہیں ہے ترجمے کی حد تک آپ بچوں کو بتایے کہ اللہ اکبر کا کیا مطلب ہے ۔ آپ اللہ بڑا ہے کہنے کی بجائے اللہ وڈا ہے کہنا چاہتے ہو تو وہ بھی بتایے۔ جس لہجے میں چاہیں بتائیں لیکن وہ الفاظ جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیے اور پسند فرمائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم تک پہنچا دیے ان میں کبھی ' کسی صورت ذرہ برابر تبدیلی کا سوچنا بھی غلط ہے ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

صاحب زادہ محمد فضل کریم، جناب سپیکر ! آپ نے بڑے خوب صورت انداز میں ہمارے دلائل کے بعد بڑے عالمانہ ' فاضلانہ اور حقائق پر مبنی خیالات کا اظہار فرمایا۔ جیسا کہ آپ نے مسعود کھدر پوش صاحب سے عرض کیا اور انھوں نے توبہ کر لی ۔ اسی طرح ہم آپ سے یہ گزارش کرتے ہیں کہ آپ ان سے بھی یہ عرض کریں کہ اگر انھوں نے یہ الفاظ کہے ہیں تو اس پر اللہ کے ہاں توبہ کرنے سے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

جناب سپیکر، میں اپنے بھائی محترم عبدالرشید بھٹی صاحب سے نہ صرف گزارش کرتا ہوں بلکہ ہاتھ جوڑ

کر گزارش کرتا ہوں کہ وہ اس معاملے میں یہ بات تسلیم کریں کہ قرآن پاک ، نماز یہ سب اسی طرح ہونی چاہیے البتہ بچوں کو ، لوگوں کو تعلیم دینے کے لیے ان کے مطالب پنجابی میں بھی لوگوں کو بتانے چاہیے۔ جی بھٹی صاحب اب آپ فرمایے۔

جناب عبدالرشید بھٹی، جناب میں تے اگے وی گزارش کر چکیا آں کہ ٹھیک اے ۔ تہاڈی ایہناں عالمانہ گلاں توں بعد میں سمجھنا واں کہ جیویں تسیں فرمایا اے ایویں ای ہونا چاہی دا اے ۔ اور میں اپنے الفاظ واپس لینا واں۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی ۔ یہ آپ کی بڑائی ہے ۔ اللہ آپ کو اس کا اجر دے گا۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر، جی فرمایے۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر ! میں اپنے علم کے لیے آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں یہ نہیں کہ میں اس بحث میں شریک ہونا چاہتا ہوں ۔ just for the sake of knowledge کہ آج کل یہ جو امریکہ ، انگلینڈ ، افریقہ کی طرف جن لوگوں کو مسلمان کیا جا رہا ہے ان کو انگلش میں ہی قرآن پاک اور نماز وغیرہ بتائی جا رہی ہے ۔ پھر کیا وہ مسلمان نہیں ہو رہے ؟

جناب سپیکر، بتانے کی حد تک ٹھیک ہے لیکن جب انھیں نماز سکھائی جائے گی تو وہ نماز عربی ہی میں پڑھیں گے۔ انھیں یہ اجازت نہیں دی جاتی کہ وہ نماز انگریزی میں پڑھیں ۔ اسلام کی تعلیمات انھیں انگریزی میں بتائی جاتی ہیں لیکن وہ بھی عربی ہی میں پڑھیں گے ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر، جی باشی خان صاحب ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا ! وصی ظفر صاحب نے بالکل درست فرمایا کہ وہاں پر قرآن پاک اور نماز انگلش میں سکھائی جا رہی ہے لیکن وہ صرف قادیانی کر رہے ہیں ۔ جو صحیح مسلمان ہیں اور نبی آخرالزماں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ماننے والے ہیں وہ اس بات پر یقین نہیں رکھتے ۔ صرف جو مرزائی یا قادیانی ہیں وہ یہ طریقہ اختیار کر رہے ہیں ۔

چودھری تنویر خان، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر: جی چودھری تنویر صاحب۔

چودھری تنویر خان: جناب سپیکر! میں آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ جس طرح میرے بھائی وصی ظفر صاحب نے یہ فرمایا کہ وہاں پر انگلش میں قرآن پاک پڑھایا جا رہا ہے۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ وصی ظفر صاحب کو حج کے لیے بیکاک بھیج دیں۔

جناب سپیکر: چودھری تنویر خان صاحب نے جو تجویز دی ہے میرا خیال ہے کہ وصی ظفر صاحب تو اس کو قبول کریں گے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جی مجھے خرچہ دے کر بھیج دیں۔

میاں عمران مسعود: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: عمران مسعود صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

میاں عمران مسعود: شکریہ جناب سپیکر۔ جناب والا! last sitting میں، میں نے ایک پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا بلکہ پوائنٹ آف آرڈر کے تحت ایک request میں نے آپ سے کی تھی جو آپ نے منظور فرمائی تھی۔ جناب والا! مجھے ابھی گجرات جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے جن کونسلرز کے بارے میں یہاں ذکر کیا تھا کہ ہمارے گجرات بلدیہ کے 11 کونسلرز جن کا تعلق مسلم لیگ سے ہے۔ جناب والا! اس وقت they are behind the bars ان کو تھانے میں بند کر دیا گیا ہے۔ وہاں نہ تو انھیں بجلی مہیا کی جا رہی ہے، نہ ان سے ملاقات کی اجازت دی جا رہی اور نہ ہی ان کو کھانے کے لیے کچھ مل رہا ہے۔ جناب والا! میں نے اس لیے یہ پوائنٹ اٹھایا تھا کہ یہ پورے پنجاب میں ایک بہت بڑی confusion تھی کہ جب لوکل باڈیز کے بارے میں ہائی کورٹ کا آرڈر آیا کہ وہ بحال ہو گئی ہیں تو بہت سارے چیئرمین اپنے کونسلرز کے ساتھ وہاں پر قبضہ لینے کے لیے گئے۔ اور اسی confusion کے تحت ہی ہمارے بلدیہ گجرات کے کونسلرز صاحبان بھی وہاں قبضہ لینے کے لیے گئے۔ وہاں پر انھوں نے اسے ڈی سی (جی) سے ملنے کی کوشش کی لیکن ان پر ڈکیتی اور چوری کے مقدمات درج کر دیے گئے ہیں اور نہ تو انھیں قبل از گرفتاری ضمانت کی اجازت دی گئی۔ اور پھر ان کا جسمانی ریمانڈ بھی لے لیا گیا ہے۔ آئندہ ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے اس کا ہمیں بالکل کچھ علم نہیں ہے۔ last time میں نے آپ کے توسط سے وزیر قانون صاحب سے درخواست کی تھی کہ براہ مہربانی اس سارے مسئلے کو سنجیدگی سے لیں۔ اور ایک confusion کے تحت ان پر ایک عجیب قسم کا جو یہ مقدمہ درج

کر دیا گیا ہے جس کے plaintiff اے ڈی سی (جی) گجرات ' یعنی ایڈمنسٹریٹر بلدیہ ہی ہیں۔ جناب والا! یہ سب کچھ ایک confusion کے تحت ہوا۔

جناب سپیکر، کیا last time جب آپ نے یہ بات کی تھی تو وزیر قانون صاحب اس وقت موجود تھے ؟

میاں عمران مسعود، جی ہاں وہ موجود تھے۔

جناب سپیکر، انھوں نے کچھ وعدہ کیا تھا؟

میاں عمران مسعود، جی انھوں نے کہا تھا کہ صحیح صورت حال next sitting میں بتاؤں گا۔

جناب سپیکر، وزیر قانون صاحب آپ اس پر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر ! عمران مسعود صاحب اپنی بات تو بھول گئے ہیں۔ آپ نے انھیں ارشاد فرمایا تھا کہ اس کے بعد مجھے مل لیں۔ میں نے اسی وقت محکمے کو ان کے نام کے بارے میں ہدایات دی تھیں کیونکہ انھوں نے کہا تھا کہ میرا نام بھی پرچے میں موجود ہے اور میرے خلاف بھی کارروائی ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر، عمران مسعود صاحب کیا آپ وزیر قانون صاحب سے ملے تھے ؟

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر! میں نے یہ کہا تھا کہ 11 کونسلرز کے ساتھ میرا نام بھی شامل کیا گیا ہے۔ اور کونسلرز تو ابھی they are behind the bars۔ ان کو ایک confusion کے تحت پکڑا گیا ہے ' ان کے خلاف مقدمہ درج ہوا ہے۔

جناب سپیکر، آپ وزیر قانون سے کیوں نہیں مل لیتے ؟ کوئی حرج نہیں آپ مل لیں آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

میاں عمران مسعود، آپ حکم فرما دیں میں مل لوں گا۔

جناب سپیکر، میں انھیں عرض کر رہا ہوں۔ آپ ملیں اور اس معاملے کو resolve کریں۔

میاں عمران مسعود، شکریہ۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر، اب شاہد ریاض ستی صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ یہ تختیوں کے بارے میں تھی اور خیال

تھا کہ وزیر بلدیات آئیں گے تو وہ جواب دیں گے۔ اب اس وقت تک کے لیے اسے pending کرتے ہیں۔

میاں معراج دین، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر، جی فرمایئے۔

میاں معراج دین، جناب والا! میرے حلقہ میں ریلوے کا ایک بہت بڑا نالہ چل رہا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے لاء منسٹر صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ نالہ پرسوں سے ٹوٹا ہوا ہے اور تین آبادیاں عثمانہ آباد، سانسی کوارٹر اور اس کے ساتھ ملحقہ ساری آبادی پانی میں ڈوب چکی ہے۔ میں کل سے ریلوے والوں سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور آج صبح بھی کوشش کی ہے تو ریلوے والے کہتے ہیں کہ ہم بے بس ہیں ----

جناب سپیکر، میاں صاحب یہاں کی جو صورت حال ہے اس سے اندازہ کرتے ہوئے مجھے لگتا ہے کہ آپ کے لاء منسٹر صاحب سے بہت اچھے تعلقات ہیں۔ اکثر و بیشتر آپ ان کے کہنے پر اپنی تحریکیں واپس لے لیتے ہیں۔ تو آپ ان سے براہ راست بات کیوں نہیں کرتے۔ وہ آپ کی ساری شکایات دور کر دیں گے۔

میاں معراج دین، جناب والا! جب آپ ان کو کہہ دیتے ہیں تو پھر کام ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر، میں کہہ دیتا ہوں۔

میاں معراج دین، جناب والا! میں ایک اور بات عرض کر دوں کہ ----

جناب سپیکر، جی فرمایئے۔

میاں معراج دین، کہ انھوں نے میری موجودگی میں ایل ڈی اے کے ڈائرکٹر جنرل کو ٹیلی فون کیا لیکن ابھی تک اس پر عمل نہیں ہوا۔

جناب سپیکر، نہیں۔ انشاء اللہ یہ دوبارہ کر دیں گے۔ آپ فکر نہ کریں۔ جناب ایس اے حمید صاحب کی محکمہ تعلیم کے متعلق ایک تحریک استحقاق ہے۔ جناب ایس اے حمید صاحب

قلیل المہلت سوال کے جواب میں تاخیر

جناب ایس اے حمید، شکریہ جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور

فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے ۔ معاملہ یہ ہے کہ قلیل المدت سوال دریافت کرنا اراکین اسمبلی کا ایک بنیادی حق ہے اور وزراء ان کے جوابات دینے کے پابند ہیں ۔ میں نے بھی مورخہ 18 اپریل 1995ء کو محکمہ تعلیم سے متعلق ایک قلیل المدت سوال کا نوٹس دیا تھا مگر قریباً تین ماہ کا عرصہ گزرنے کے باوجود محکمہ تعلیم نے کوئی جواب نہیں دیا ۔حالانکہ اس سلسلے میں اسمبلی سیکرٹریٹ کی طرف سے محکمہ مذکور کو یاد دہانی کے مراسلے بھی جاری کیے گئے مگر محکمہ تعلیم نے اس طرف توجہ دینی گوارا نہیں کی ۔ محکمہ تعلیم اور اس کے محترم وزیر صاحب نے میرے قلیل المدت سوال کے نوٹس کو قریباً تین ماہ سے روکا ہوا ہے اور جان بوجھ کر میرے سوال سے متعلق اسمبلی سیکرٹریٹ کے مراسلوں کا جواب نہیں دیا ۔ جس سے میرے دیے گئے سوال کی قلیل المدت کی اہمیت ختم ہو کر رہ گئی ہے اور میرے قلیل المدت سوال کا جواب نہ دے کر نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے ۔ لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے ۔

جناب سپیکر ، جی شارٹ سٹیٹمنٹ۔

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر! گوجرانوالہ ڈویژن چھ زونوں پر مشتمل ہے اور ایک کروڑ کی آبادی کا یہ ڈویژن کسی قسم کی بھی یونیورسٹی سے محروم ہے ۔ وہاں پر نہ کوئی میڈیکل کالج ہے نہ زرعی کالج ہے اور نہ ہی کسی قسم کا انجینئرنگ کا شعبہ ہے ۔ پچھلے دنوں اخبارات میں یہ خبر چھپی کہ فیصل آباد اور ساہیوال وغیرہ میں یونیورسٹیاں قائم کی جا رہی ہیں اور اس کے بعد جب وزیر اعلیٰ گوجرانوالہ تشریف لے گئے تو وہاں پر شہریوں اور اراکین اسمبلی کے مطالبے پر انھوں نے کہا کہ گوجرانوالہ ڈویژن میں بھی ایک یونیورسٹی قائم کی جائے گی اور حکومت اس کے بارے میں غور و فکر کر رہی ہے ۔ میں نے اسی بارے میں 18 اپریل کو اسمبلی سیکرٹریٹ میں یہ سوال ارسال کیا کہ کیا واقعی حکومت گوجرانوالہ میں یونیورسٹی قائم کرنے میں serious ہے اور اگر ہے تو کب تک اس کے ابتدائی انتظامات مکمل ہو جائیں گے ۔ لیکن جناب والا! 18 اپریل کا سوال تھا لیکن ابھی تک اس کا جواب مجھے نہیں ملا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر موصوف کو اس کا جواب ہاں یا ناں میں دینا چاہیے تھا لیکن یہ ایک وتیرہ چلا آ رہا ہے کہ عام طور پر ہم جو normal سوال کرتے ہیں تو ان کے جوابات 6 ماہ بعد اور 8 ماہ بعد ہاؤس میں آتے ہیں اور جب اکثر سوالات آتے ہیں تو ان کی افادیت ختم ہو چکی ہوتی ہے ۔ لیکن

قلیل المدت سوال کا معنی ہی یہی ہے کہ جن کے متعلق سوال کرنے والے کو بھی یہ پتا ہوتا ہے کہ اگر یہ لیٹ ہو گئے تو اس کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ اگر اس کا جواب وقت پر نہ دیا جائے تو پھر اس کی کوئی کوشش باقی نہیں رہتی۔ جناب والا! میں نے اس وجہ سے یہ تحریک استحقاق دی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرا استحقاق تھا جسے وزیر تعلیم نے مجروح کیا ہے لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر، طریقہ یہ ہے کہ جو قلیل المہلت سوال دیا جاتا ہے اس کے بارے میں متعلقہ وزیر کو اسمبلی کی طرف سے لکھا جاتا ہے کہ وہ اس سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں یا نہیں دینا چاہتے۔ اسمبلی کی طرف سے وزیر موصوف کو لکھا گیا لیکن انھوں نے کئی ماہ گزر جانے کے باوجود اس کا جواب نہیں دیا اور اس کا reminder بھی گیا ہے۔ اس کے باوجود جواب نہیں دیا گیا میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس پر ضرور توجہ دینی چاہیے میں وزیر تعلیم کو ایک موقع دینا چاہتا ہوں کہ وزیر موصوف تشریف لے آئیں تو ان کے سامنے بھی بات ہو جائے لیکن میں معاملے کی سنگینی اور اہمیت کا اقرار کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس پر سنجیدگی سے بات ہونی چاہیے۔ وزیر موصوف کو ایک موقع دیتے ہیں میرا خیال ہے کہ وہ کل یا پرسوں ضرور آئیں گے۔ تو اس موقع پر ان سے وضاحت کروا لیتے ہیں۔

وزیر صنعت (چودھری محمد افضل سندھو)، جناب والا! وزیر بلدیات بیمار ہیں اور اسلام آباد کے ہسپتال میں داخل ہیں۔

جناب سپیکر، وزیر تعلیم کی بات ہو رہی ہے۔

MINISTER FOR INDUSTRIES: Sorry Sir

جناب سپیکر، جی وزیر تعلیم تشریف لے آئیں تو ذرا ان سے ایک دفعہ بات کر لیں ورنہ اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا پوائنٹ بڑا valid ہے پھر اس کے بعد اسے دیکھ لیں گے۔

جناب ایس اے حمید، شکریہ جناب والا!

جناب سپیکر، اب میں آپ سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگرچہ ایوان میں بجٹ پر مسلسل بحث ہوتی رہی ہے اور بہت سے دوستوں نے اس میں بڑا گراں قدر حصہ لیا ہے۔ آج بحث کا آخری دن ہے اور آج ہی بحث کو wind up بھی ہونا ہے۔ لاء منسٹر صاحب تو نہیں میرا خیال ہے کہ فنانس منسٹر صاحب تشریف لائیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب بھی کوئی بات کرنا چاہیں بہر حال یہ آپ

ہمیں بتا دیجیے گا کہ wind up کے لیے صرف فنانس منسٹر آئیں گے یا ان کے بعد وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی تقریر کرنی ہے جو بھی ہے بہرحال اس کے لیے آخر میں آدھ گھنٹہ wind up کی تقاریر کے لیے بھی رکھنا ہے۔ یعنی اب ہمارے پاس 8.30 تک وقت ہے تو اسی وقت میں ان تمام دوستوں نے بات کرنی ہے جو آج تک اس بحث میں حصہ نہیں لے سکے۔ اس لیے اپوزیشن کی طرف سے جو لسٹ میرے پاس آئی ہے حکومت کی طرف سے بھی ایک مختصر سی لسٹ آئی ہے۔ آخر میں جا کر دوست کہتے ہیں کہ جی میں رہ گیا میں رہ گیا۔ ایک تو میں چاہتا ہوں کہ آج تقریروں کا وقت 15 منٹ کی بجائے 10 منٹ کر دیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو صاحبان تقریر کرنا چاہتے ہیں وہ اب اپنے نام دے دیں اس کے بعد جو نام آئیں گے پھر ان کو accommodate کرنا مشکل ہو جائے گا۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر، جی۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ آپ ہمیں سارا سال اس بجٹ تقریر کے لیے ٹالتے رہتے ہیں کہ آپ یہ بات بجٹ تقریر میں کر لینا۔ سارا سال ہم جو زیادتیاں اور ظلم سہتے ہیں جو یک طرفہ ٹریفک چلتی ہے جہاں قانون نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی وہ سب ہم برداشت کرتے ہیں۔ تو آپ بجٹ کے لیے ہمیں ٹالتے رہتے ہیں۔ تو میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمارا ایسا استحصال نہ کریں کہ ہم بول بھی نہ سکیں اور آپ 15 منٹ کی بجائے 10 منٹ کر رہے ہیں۔ جناب والا! ہم تو 10/15 منٹ میں ایک دن کے ظلم بھی نہیں گنوا سکیں گے چہ جائیکہ پورے سال کے گنوا دیں۔ ہم تو وہاں رہتے ہیں جہاں بادشاہ سلامت رہتے ہیں۔ اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمیں ٹائم دیا جائے خواہ آپ اس میں ایک دن بڑھائیں جیسا بھی کریں۔ لیکن ہمیں موقع دیا جائے۔

جناب سپیکر، نہیں اب دن تو نہیں بڑھ سکتا۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب والا! 2/2 کروڑ روپیہ تو لگا دیتے ہیں لیکن اجلاس کو بڑھانا نہیں چاہتے۔ خواہ اس کے لیے آپ ایک دن بڑھائیں جیسا بھی کریں....

جناب سپیکر، نہیں دن تو اب نہیں بڑھ سکتے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، دو دو اڑھائی کروڑ آپ renovation پر خرچ کر دیتے ہیں لیکن اجلاس کا وقت نہیں بڑھاتے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آپ یکم کو اجلاس بلاتے اور پورا مہینہ بجٹ پر بحث

سنتے ۔ لہٰذا اب ہماری یہ گزارش ہے کہ ہمیں وقت دیا جائے ۔

جناب محمد ظہیر الدین خان : جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ اپوزیشن بنچوں کی طرف سے جتنے اسماء گرامی پہنچ چکے ہیں ان کا وقت مقرر نہ کیا جائے وہ جب تک بولنا چاہیں انہیں بولنے دیا جائے اور اس کے باوجود اگر ان کے پاس مقرر موجود ہوں تو اجلاس کا وقت بڑھا دیا جائے تاکہ ہمارے اپوزیشن کے دوستوں کو کوئی شکوہ نہ رہ جائے ۔ میرے خیال میں ان کے مقرر پہلے ہی ختم ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر : دیکھ لیں گے۔ اللہ بہتر کرے گا۔ مولانا صاحب!

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری : جناب والا! یہ جو آپ نے کھدر پوش والی بات کی ہے ' علماء نے نماز پڑھی اور انہوں نے پنجابی میں نماز پڑھائی اور مولویوں نے یہ بھی کہا کہ اس کو disclose نہ کیا جائے اس کا کوئی ثبوت ہے یا آپ نے مولویوں کو بدنام کرنے کے لیے آپ نے اپنی طرف سے بات کی ہے؟ ۔ یہ آپ ثابت کریں۔

جناب سپیکر : مولویوں کو کون بدنام کر سکتا ہے ' بدنام کرنے کا کام تو مولویوں نے خود سنبھالا ہوا ہے۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری : جناب والا! مولویوں نے نماز پڑھی آپ اس بات کا ثبوت دے سکتے ہیں آپ کے پاس اس کا کوئی ٹھوس ثبوت ہے؟ اگر کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے جھوٹ بولا ہے ۔

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیں ۔ یہ شرف اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کو دیا ہے ۔ اور مجھے اس نعمت سے محروم رکھا ہے ۔

چودھری محمد ریاض : جناب والا! آپ یہ کہیں کہ اس نماز میں یہ شامل نہیں تھے ۔

جناب سپیکر : یہ ابھی بچے تھے .....اور اب بھی ہیں ۔ شاہ صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے تھے ۔

سید ظفر علی شاہ : جناب والا! آپ کی اجازت سے عرض کروں گا کہ میرا ریزولیوشن وزیر قانون تک پہنچ چکا ہے۔ چھوٹا سا دو تین لائنوں کا ریزولیوشن ہے اور دو منٹ کا مسئلہ ہے میں چاہتا ہوں کہ اگر یہ پہلے ٹیک اپ ہو جائے تو زیادہ بہتر ہوگا ۔ وفاقی حکومت سے اس بات کی سفارش کرنی ہے کہ وہ اپنے

فیصلے پر نظر ثانی کرے اور وہ اپنے یہ احکام واپس لے کہ .....

جناب سپیکر ، بہرحال اس پر تو میں نے ابھی فیصلہ کرنا ہے ۔ آپ تشریف رکھیں ابھی میں آپ کو جاتا ہوں ۔ درخواست ہائے رخصت تھیں انہیں پہلے لے لیں ان سے ذرا فارغ ہو جائیں ۔

للہ مہر لال بھیل ، جناب والا! پرسوں مجھے بجٹ پر بات کرنے کا موقع ملا تھا ۔ مجھے اس بات کا بہت ہی افسوس ہوا کہ پریس والوں نے ہماری خبر تک نہیں لگائی ۔ ہم سال میں ایک دفعہ بجٹ کے موقع پر بولتے ہیں ۔ میں نے ۱۴ آئٹم پیش کیں لیکن کسی ایک آئٹم کو بھی پریس میں جگہ نہیں دی ۔ ہمارے ووٹروں کا دھیان بھی اسمبلی کی طرف ہوتا ہے کہ ہمارے نمائندے بھی کچھ بولتے ہیں یا نہیں ۔ لیکن جب ہم بولتے ہیں تو ووٹروں تک ہماری آواز نہیں پہنچتی ۔ ہم بھی عوام کے نمائندے ہیں ہم بھی اس ایوان کے رکن ہیں اور اگر ایک اخبار جنگ نے کچھ خبر لگائی ہے تو انہوں نے بھی میرا نام غلط لکھ دیا ہے ۔ میرا نام تک صحیح نہیں لکھا جاتا برائے مہربانی اس کی تصحیح کروائی جائے ۔

جناب سپیکر ، بہت اچھا ۔ آپ تشریف رکھیں ۔

للہ مہر لال بھیل ، جناب والا! آپ کو تو یہ بھی معلوم ہے کہ ہم پورے پنتیس اضلاع سے ووٹ لیتے ہیں میں ۳۵ اضلاع کا نمائندہ ہوں لیکن اس کے باوجود ہماری آواز کو دبا دیا جاتا ہے ۔ ہاؤس تو دبائے پریس والے بھی ہم پر مہربانی نہیں کرتے ۔

جناب سپیکر ، للہ مہر لال بھیل ان کا نام ہے۔

للہ مہر لال بھیل ، جناب والا! میں خود ہی وضاحت کر دیتا ہوں للہ مہر لال بھیل ۔ وہ کبھی بھیڑ لکھ دیتے ہیں اور کبھی جھیل لکھ دیتے ہیں

جناب سپیکر ، للہ مہر لال بھیل صاحب ۔ ہماری اقلیت کے نمائندہ ہیں ، میں پریس سے خاص طور پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب کبھی للہ مہر لال بھیل صاحب .....(قطع کلامیاں) ..... دیکھیں میری بات پر آپ نہ ایسے کیجیے ان کے ساتھ آپ مذاق کیجیے میری بات سنجیدگی سے سنیے ۔

جب وہ اپنے حلقہ نیابت کی ہندو اقلیت کی نمائندگی کر رہے ہوں تو از راہ کرم ان کی گفتگو کو مناسب کوریج دی جایا کرے ۔ اور اگر دوستوں کے پاس ان کے نوٹس موجود ہوں تو ان کی تقریر کو دوبارہ کوریج دے دیں ۔ جناب مولانا عبدالرزاق صاحب

حاجی عبدالرزاق، جناب والا! آپ نے ابھی فرمایا تھا کہ مولوی اپنی بدنامی کا خود سبب ہیں ' آپ اس کی وضاحت فرمائیں گے ؟ اس سے آپ کی مراد کیا ہے ؟

جناب سپیکر ، میں آپ کی بات سمجھا نہیں ۔

حاجی عبدالرزاق، جناب والا! ابھی سعید احمد شرقپوری نے کہا تھا کہ آپ نے جو بات کی ہے کہ مولویوں نے کھدر پوش کے پیچھے ناز پڑھی ہے یہ بات آپ نے مولویوں کو بدنام کرنے کے لیے کی ہے ۔ آپ نے اس کے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ مولوی اپنی بدنامی کا خود سبب ہیں ۔ میں اس کی وضاحت چاہتا ہوں کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے ؟

جناب سپیکر ، مولانا یہ آپ کی داڑھی میں تنکا خواہ مخواہ کیوں آ گیا ہے ؟ میں نے کسی کو بد نام نہیں کیا میں تو مولوی صاحبان کا علماء کرام کا احترام کرتا ہوں ۔ میں تو ان سے سیکھنے والا ہوں ۔ میں نے تو ہمیشہ بزرگوں کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے ۔ چار لفظ انہی سے سیکھے ہیں ۔ میں تو آپ حضرات کی عزت کرتا ہوں آپ کیوں خواہ مخواہ اپنے آپ کو بدنام کرتے ہیں ۔

حاجی عبدالرزاق، جناب سپیکر! آپ نے یہ بات کی ہے اور میں باہر لابی میں تھا میں نے اپنے کانوں سے یہ بات سنی ہے اور سن کر اندر آیا ہوں۔

جناب سپیکر ، کیا سنا ہے آپ نے۔

حاجی عبدالرزاق، کہ مولوی اپنی بدنامی کا خود سبب بنے ہیں ....

جناب سپیکر ، تو معاف کیجیے گا یہ لمبی بحث ہو جائے گی کہ کون کس کو بدنام کرتا ہے .....

حاجی عبدالرزاق ، جناب والا! بطور سپیکر آپ کو یہ بات نہیں کرنی چاہیے تھی ۔

جناب سپیکر ، میں یہ بات کہتا ہوں کہ میں علماء کرام کا احترام کرنے والا ہوں اور میں نے اپنی زندگی میں جو چند لفظ ' چند خیالات ' چند اچھی باتیں سیکھی ہیں وہ علماء کرام سے سیکھی ہیں' دانشوروں سے سیکھی ہیں ۔ میں انہیں عزت دینے والا ہوں ' میں انہیں بدنام کرنے والا نہیں ہوں۔ چلیے۔

حاجی عبدالرزاق ، شکریہ۔

جناب سپیکر ، وزیر قانون صاحب آپ کوئی تحریک پیش کرنا چاہتے تھے ؟

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! میرے فاضل دوست للہ جی نے

اپنے پوائنٹ آف آرڈر پر یہ کہا کہ ہمیں سال میں ایک بار بولنے کا موقع ملتا ہے ۔ جناب میرے علم کے مطابق اس ہاؤس میں ہر ممبر کو اپنی صوابدید کے مطابق کھلم کھلا بولنے کی اجازت ہے ۔ اگر ان پر کسی نے پابندی لگائی ہے تو اس ہاؤس کو بتا دیں تاکہ مل جل کر ہم ان پر سے پابندی اٹھوا دیں ۔

جناب سپیکر ، نہیں کسی نے کوئی پابندی نہیں لگائی اور نہ ان پر کوئی پابندی ہے ۔ ویسے وہ موقع کا فائدہ ہی ایک دفعہ اٹھاتے ہیں ۔ آپ کی طرح نہیں ہیں کہ روز ہی موقع سے فائدہ اٹھائیں ۔ جناب وزیر قانون

منگل 27 جون 1995ء کو غیرسرکاری کارروائی کی بجائے سرکاری کارروائی کے انجام کے لیے قواعد کی معطلی

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب والا! آپ کی اجازت سے میں یہ تحریک پیش کرنا چاہتا ہوں

جناب سپیکر ، فرمایئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ

قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف کے درمیان اتفاق رائے کے مطابق متعلقہ رولز کو معطل کر کے مورخہ ۲۷ جون ۱۹۹۵ء کے دن کو غیرسرکاری کارروائی کی بجائے سرکاری کارروائی بشمول فنانس بل پر کارروائی کے لیے مقرر کیا جائے ۔

جناب سپیکر ، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ

قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف کے درمیان اتفاق رائے کے مطابق متعلقہ رولز کو معطل کر کے مورخہ ۲۷ جون ۱۹۹۵ء کے دن کو غیرسرکاری کارروائی کی بجائے سرکاری کارروائی بشمول فنانس بل پر کارروائی کے لیے مقرر کیا جائے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

میزانیہ بابت سال 96-1995ء پر بحث

جناب سپیکر، جو لسٹ میرے پاس آئی ہے اس میں اپوزیشن کی طرف سے آج میاں محمد سردار خان بحث کا آغاز کریں گے۔ جی ۔یہاں لکھا نہیں ہے لیکن میں کہنے کو تو کہہ دیتا ہوں کہ میاں محمد سردار

خان وٹو۔

میاں محمد سردار خان وٹو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! بجٹ 96-1995ء پر معزز اراکین نے یہاں پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ بعض اراکین نے اپنے اپنے علاقوں کے مسائل discuss کیے ہیں۔ جناب والا! میں بھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ تحصیل منچن آباد کے عوام آج جن مشکلات سے دوچار ہیں۔ میں سب سے پہلے تو تحصیل منچن آباد کے اس علاقے کا ذکر کرنا چاہوں گا جو کہ پاک بھارت بارڈر پر ہے اس سے آگے ہندوستان کا علاقہ شروع ہوجاتا ہے۔ اپنے اس علاقے میں جب میں کھڑا ہو کر ہندوستان کے علاقے کی طرف دیکھتا ہوں ۔ تو یقین کریں کہ وہاں پر ہرے بھرے کھیت ہیں اور بارڈر کے پاس جتنے بھی گاؤں ہیں ان میں بلند و بالا پانی کی ٹینکیاں نظر آتی ہیں۔ اس کے علاوہ بعض جگہوں پر پاکستان اور ہندوستان کا علاقہ کافی قریب ہوجاتا ہے۔ وہاں سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مشینری کا شور اور وہاں پر جو آمد و رفت ہوتی ہے یوں لگتا ہے کہ وہاں پر سڑکوں کے جال بچھے ہوئے ہیں۔ لیکن دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ جب میں اپنے علاقے کی طرف نظر دوڑاتا ہوں تو یقین کیجئے کہ وہاں کے بسنے والے لوگ پینے کے پانی کی ایک بوند کو بھی ترستے ہیں۔ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں کتنے دکھ کی بات ہے کہ پاکستان میں ایسے علاقے بھی ہیں وہاں کے لوگ پینے کے پانی کو ترستے ہیں۔ اور ہزاروں ایکڑ رقبہ محض اس لیے بنجر پڑا ہوا ہے کہ وہاں پر فصلوں کے لیے پانی نہیں ہے۔ جناب والا! کچھ سال پہلے وہاں پر عوامی نہر کا ایک منصوبہ شروع کروایا گیا تھا۔ جو کہ آج تک مکمل نہیں ہوا۔ میں آپ کے توسط سے حکومت سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ اس عوامی نہر کے منصوبے کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ تاکہ وہاں کے بسنے والے بھی ہماری طرح خوشحال ہوسکیں۔ جناب والا! یہ تو اس علاقے کی حالات زار ہے کہ جہاں پر پینے کے لیے پانی نہیں ہے۔ اللہ کرے کہ آپ وہاں پر اسی دور میں تشریف لے جائیں۔ اور آپ اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ آج بھی وہاں پر بہاولنگر کے علاقے سے ہفتے میں ایک یا دو بار ٹرین کے ذریعے پانی لایا جاتا ہے۔ جس کے انتظار میں وہاں پر بچے اور خواتین ہوتے ہیں۔ کہ پانی آنے کا تو وہ اپنے مختلف برتنوں میں بھر کے اپنے گھروں میں لے کر جائیں گے۔ جناب والا! اس وقت تو باہر بھی شام ہو گئی ہو گی۔ ہم جب تپتی دھوپ میں اس ائر کنڈیشن ہال میں بیٹھ کر اپنے پیارے صوبے کے مسائل کو discuss کر رہے ہوتے ہیں اور ان مسائل کے حل تلاش کر رہے ہوتے ہیں۔ تو یقین کیجئے جناب والا! اس علاقے میں

لوگ روسٹ ہو رہے ہوتے ہیں۔ یہ تو وہاں پر حال ہے کیونکہ وہ علاقہ بجلی سے محروم ہے۔ اس کے علاوہ وہاں پر پینے کو پانی نہیں ملتا۔ سڑکوں کی تو آپ بات ہی کیا کرتے ہیں سڑک نام کی وہاں پر کوئی چیز نہیں ہے۔ اور اگر کسی بیمار کو ہسپتال میں لے کر جانا ہو تو بس پھر اس کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ راستے میں ہی دم توڑ جائے اور وہ اپنی اس منزل پر، اس ہسپتال میں نہ پہنچ سکے۔ جناب والا! یہ علاقہ یہاں سے کوئی اتنا دور دراز نہیں ہے جہاں اس وقت ہم موجود ہیں یہاں سے وہ صرف ساڑھے تین گھنٹے کی ڈرائیو پر ہے۔ بلکہ میں کچھ یوں کہوں گا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور احمد وٹو صاحب کا حلقہ جہاں سے ختم ہوتا ہے تو وہاں سے میرا حلقہ تحصیل منچن آباد شروع ہوجاتا ہے۔ مجھے اس سے کوئی اعتراض نہیں ہے کہ میاں منظور احمد وٹو صاحب اپنے حلقے میں ریسٹ ہاؤس بنوا رہے ہیں، سرکٹ ہاؤس جو کہ ڈویژن لیول پر بنتا ہے وہ بھی وہاں پر بن رہا ہے۔ سڑکوں کے جال بچھائے جاچکے ہیں۔ میرا خیال نہیں کہ وہاں پر کوئی ایسا گاؤں ہوگا جہاں پر بجلی نہ ہوگی۔ وہاں پر کالج بن رہے ہیں، ہسپتال بھی ہیں، سکول بھی ہیں، مختصر یہ ہے کہ وہ وہاں پر اربوں روپے فنڈز لے گئے ہیں۔ مجھے اس سے کوئی غم نہیں ہے۔ وہ بھی پاکستان کا ہی علاقہ ہے جہاں پر جناب وزیر اعلیٰ صاحب یہ سارے اخراجات کر رہے ہیں اور ڈویلپمنٹس کروا رہے ہیں۔ مجھے اس سے کوئی غم نہیں ہے۔ وہ میرے ملک کا ایک حصہ ہے۔ لیکن جناب والا! میں حکومت پنجاب سے یہ ضرور کہوں گا کہ خدارا تحصیل منچن آباد کو بھی پاکستان کا ہی حصہ سمجھیں۔ میں نے تو پہلے بھی جناب سپیکر! آپ سے استدعا کی تھی کہ آپ وہاں تحصیل منچن آباد میں تشریف لے چلیں۔ آئے دن آپ کو غیر ممالک کے دورے پڑتے رہتے ہیں۔ آپ باہر تشریف لے جاتے رہتے ہیں۔ جناب والا! میں آپ کی توجہ کا طلب گار ہوں۔

جناب سپیکر، جی میں ہمہ تن گوش ہوں۔

میاں محمد سردار خان وٹو، آپ ماشاء اللہ ایک دانشور ہیں۔ اور آپ قوم کی ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہیں اسی جذبے کو دیکھتے ہوئے میں آپ سے یہ عرض کر رہا ہوں کہ آپ امریکہ بھی تشریف لے جاتے ہیں، یورپ بھی جاتے ہیں اور دیگر ممالک میں بھی جاتے ہیں۔ یہ تو محض ساڑھے تین یا چار گھنٹے کی ڈرائیو ہے آپ وہاں پر تشریف لے ہی آئیں۔ اگر آپ کے وہاں پر جانے سے یہ مسائل حل ہوجاتے ہیں تو اس سے اچھی اور کیا بات ہوگی۔ جناب والا! میں آپ سے دوبارہ عرض کروں گا کہ آپ چلیں اور دیکھیں کہ وہاں پر ہم لوگوں کے ساتھ جو زیادتیاں اور ظلم ہو رہے ہیں یہ تو ایک ڈویلپمنٹ کی بات ہے۔ پونے

دو سال ہوگئے ہیں اس اسمبلی کو بنے ہوئے آج تک مجھے فنڈز نہیں ملے ' ترقیاتی منصوبے نہیں ملے۔ آج رانا آفتاب احمد خان صاحب نے مجھے فرمایا ہے کہ میرے فنڈز انہوں نے release کر دیے ہیں۔ لیکن دکھ کی بات یہ ہے کہ جو 94-1993ء کے جو فنڈز تھے مجھے تو وہ بھی نہیں دیے گئے۔ اس کے بعد 95-1994ء کا وقت آیا تو صرف وعدہ ہی کیا گیا۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی اس ہاؤس میں کھڑے ہو کر وعدہ کیا تھا لیکن جناب والا! میں جس دفتر میں بھی گیا ہوں مجھے یہی کہا گیا۔ کہ آپ کی تحصیل منچن آباد کے ترقیاتی منصوبوں کے جو فنڈز ہیں وہ صرف اور صرف میاں منظور وٹو صاحب کی وجہ سے آپ کو نہیں مل رہے۔ میں جس دفتر میں بھی گیا ہوں ' جہاں پر بھی گیا ہوں مجھے یہی کہا گیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ وہ آج صوبے کے چیف ایگزیکٹو ہیں لیکن میں ان سے یہ ضرور کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات سے ڈریں ۔ وہ وحدہ لا شریک ہے۔ جس کے ہاتھ میں پوری کائنات ہے۔ وہ پاک ذات پوری کائنات کی مالک ہے۔ اور وہ یہ دن اپنے بندوں میں پھیرتا رہتا ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ اگر آج وہ حکمران ہیں تو ان کو چاہیے کہ وہ رحم دل حکمران بنیں۔ اور اللہ کے غضب سے ڈریں۔ جناب والا! اس کے بعد میں صحت کے محکمہ کے بارے میں گزارش کروں گا کہ صحت کے محکمے کے بارے میں تحصیل منچن آباد میں جو کردار ادا ہو رہا ہے میں پہلے بھی اس کے بارے میں آپ سے اپنے خدشات اور جو بھی اس وقت واقعات تھے میں ان کا اظہار کر چکا ہوں ۔ آج بھی وہ حالات ویسے کے ویسے ہیں۔ وہاں پر ڈاکٹر حضرات ' میکلوڈ گنج کا ہسپتال' رورل ہیلتھ سنٹر میں چودھری محمد سرور نامی ایک ڈاکٹر ہے میں حلفاً کہتا ہوں کہ وہ دن کو بھی شراب کے نشے میں رہتا ہے۔ جناب والا! یہ اس کا ذاتی فعل ہوگا مگر اس نے یہ کام کرنا ہے تو چھپ کر کرے۔ میرا تو یہ بھی دعویٰ ہے کہ جو بھی مریض وہاں پر جاتے ہیں' ان کے ساتھ جو ان کے ورثاء جاتے ہیں جو خواتین ان کی تیمارداری کے لیے جاتی ہیں' واللہ باللہ' ان کی عزتیں اس عملے' ان ڈاکٹرز سے نہ پہلے محفوظ تھیں اور نہ ہی آج ہیں۔ میں نے یہ بات پہلے کہی تھی اس کے بعد وہ ڈاکٹر اور عملہ میرے ساتھ پرسنل ہوگیا تھا۔ میں نے اکرام ربانی صاحب سے پھر request کی ہے' کیونکہ انھوں نے مجھے کہا تھا کہ میں in writing ان کو دوں۔ میں نے in writing ان کو دیا۔ لیکن اس کا نوٹس حکومت پنجاب نے نہ لیا۔ چند روز پہلے میں نے پھر ان سے request کی ہے۔ لیکن نتیجہ صفر۔ جناب سپیکر! اس کے علاوہ وہاں پر ماسوائے یہ کہ جھوٹے مقدمے تو پولیس بنائے اور ان کی تصدیق جھوٹے نتیجے دے کر اس طرح کے ڈاکٹر صاحبان کریں اور وہ کسی قسم کی خدمت وہ ڈاکٹر اس علاقے کی نہیں کر رہے۔

رہا مسئلہ تعلیم کا۔ جناب سپیکر! تعلیم کے بارے میں آپ کو عرض کر دوں کہ تحصیل منچن آباد میں ـــ سر! اگر آپ میری طرف دیکھیں گے ناں' تو مجھے یہ پتا لگے گا کہ آپ واقعی میری بات غور سے سن رہے ہیں۔ ـــ ہم لوگ بہت دکھ سے بھرے ہوئے ہیں۔ جناب سپیکر! This is true. تحصیل منچن آباد کے حالات صوبے میں اپنی ہی نوعیت کے ہیں۔ وہاں پر محکمہ تعلیم کا یہ عالم ہے' میں مختصراً آپ کو بتاؤں گا کہ ہیڈی ٹیچرز کو آج بھی بلیک میل کر کے ان کے ٹرانسفرز ہوتے ہیں۔ ان کی عزتوں کے ساتھ کھیلا جاتا ہے۔ اور جناب سپیکر! اگر میاں منظور وٹو صاحب کو یہ علم نہیں تو میں ان کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں' ان سے میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ سب گھناؤنا کھیل ان کے حکم کے مطابق ہی ہو رہا ہے' کیونکہ انھوں کے ہی وہاں کارندے ہیں جن کو اپنی طاقت اور اپنا اقتدار سونپ دیا ہے۔ اور وہ ان کی طاقت اور ان کے اقتدار کی اتھارٹی کا اس طریقے سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس طریقے سے وہاں پر ناجائز عمل ہوتا ہے۔ جناب سپیکر! ہم لوگ جو اس معزز ایوان میں منتخب ہو کر آتے ہیں' میں اپنی بات اگر کروں تو میں اس طرح گزارش کرتا ہوں کہ تعلیم ایک بنیادی حق ہے' تمام پاکستانیوں کا' تمام شہریوں کا۔ اور میرے نزدیک انسانیت کا ایک اعلیٰ درجہ ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انسانیت کے اس اعلیٰ درجے کی پاکستان میں دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔ آپ لاہور یا لاہور جیسے بڑے شہروں میں اگر تعلیم کا معیار دیکھیں گے تو وہ اور ہو گا' اگر دیہی علاقوں میں چلے جائیں گے تو اس کا معیار نہایت ہی گرا ہوا اور بہت ہی مختلف ہو گا۔ جناب سپیکر! یہ حکومت کا فرض ہے کہ سب سے پہلے تو وہ تعلیم کا معیار یکساں کرے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اپنے ذمے تو حکومت کچھ لیتی نہیں ہے۔ جو کچھ بھی ذمہ دار ٹھہراتی ہے تو وہ عوام کو ٹھہرا دیتی ہے۔ عوام پر یہ لازم کر دیا گیا کہ تعلیم ان کے لیے حاصل کرنا لازمی ہے' یا اپنے بچوں کو وہ ضرور تعلیم دلوائیں' ورنہ حکومت اس چیز کا نوٹس لے گی اور ان کو مختلف سزائیں دے گی۔ جناب سپیکر! اللہ کرے کہ پاکستان میں وہ دن آئے جب پاکستان کا ہر شہری پڑھا لکھا ہو۔ میری یہ دعا بھی ہے اور خواہش بھی ہے۔ لیکن جناب سپیکر! میں یہ ضرور کہوں گا کہ اپنی اس پالیسی میں جو کہ حکومت پنجاب نے تعلیم لازمی قرار دی ہے اس میں یہ ضرور شامل کریں کہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے تمام اخراجات حکومت پنجاب ہی اٹھائے گی۔ جناب سپیکر! قوانین بنائے جاتے ہیں۔ لوگوں کی بہتری کے لیے' ان کی سہولتوں کے لیے قوانین بنتے ہیں۔ نہ کہ ایک ڈکٹیٹر کی طرح حکم صادر فرما دیا جاتا ہے کہ آپ نے یوں ہی کرنا ہے۔ اس کے بعد جناب سپیکر ـــ

جناب سپیکر، آپ ذرا اب وائنڈ اپ کیجیے۔ یہ آپ ہی کا وقت ہے۔ میں تو حاضر ہوں۔

میاں محمد سردار خان وٹو، ٹھیک ہے جناب۔ میں وائنڈ اپ بہت جلدی کر دیتا ہوں۔ تھوڑی سی گزارش ہے ' لاء اینڈ آرڈر کے بارے میں۔ لاء کا وہاں یہ مسئلہ ہے جناب سپیکر! کہ لاء نام کی کوئی چڑیا اگر کسی سے پوچھیں تو وہاں پر کسی کو کچھ نہیں پتا۔ باقی رہا مسئلہ آرڈر کا' تو ماسوائے میاں منظور وٹو کے آرڈر کے اور وہاں پر کوئی کسی کا نہ حکم چلتا ہے' نہ ہی کوئی قانون کی کتاب وہاں پر کھولی جاتی ہے۔ پاکستان ۱۹۴۷ء میں آزاد ہوا۔ لیکن میں یہ لکھ کر دینے کے لیے تیار ہوں کہ تحصیل منچن آباد کا علاقہ جس دن سے میاں منظور وٹو صاحب وزیر اعلیٰ بنے ہیں اس دن سے وہاں کے عوام کی آزادی ان سے چھین لی گئی ہے۔ جناب سپیکر! ذہنوں پر وہاں پہرے لگے ہوئے ہیں۔ سچ کوئی بولتا ہے تو وہاں پر اس کی کوئی سنتا نہیں ہے۔ پولیس کی کارکردگی کا یہ عالم ہے کہ انتظامیہ اپنی نگرانی میں زمین داروں کے ساتھ کچھ اس طرح کا سلوک کر رہی ہے کہ پچھلے دنوں حاجی فلک شیر نامی ایک زمین دار نے اپنی زمین پر چنے کی کاشت کی ہوئی تھی' گندم کی کاشت کی ہوئی تھی۔ جب یہ فصل پک گئی تو پولیس کی نگرانی میں' انتظامیہ کی نگرانی میں اس کی فصل کوئی اور شخص کاٹ گیا اور اس پر زناء کا مقدمہ دے کر اس کو حراست میں لے لیا گیا۔

(شیم' شیم)

جناب سپیکر! اگر آپ تحصیل منچن آباد کی پولیس کا ریکارڈ چیک کریں گے تو اسی اسی سالہ اور پچاسی پچاسی سالہ بزرگوں پر زناء کے پرچے درج ہوئے ہوئے ہیں ' جھوٹے۔ وہ بےچارے خود جب اپنی ضمانتوں کے لیے عدالتوں میں جاتے تھے تو ججوں کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے تھے کہ جناب محترم جج! کیا ہم اس لائق ہیں کہ ہم زناء کر سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ وہ اپنے بیانات دیتے تھے کورٹس میں' تب جا کر ان کی ضمانتیں confirm ہوتی تھیں۔ پچھلے دنوں کی بات میں آپ کو عرض کروں جناب سپیکر! کہ حاجی تاج الدین محمود چشتی گھرانے کے فرزند ہیں' زمین دار ہیں ہمارے علاقے کے دن کے وقت ان کی گاڑی روک کے ان کی فیملی کو ان کی گاڑی سے نیچے اتار لیا گیا۔ ان کی گاڑی ان سے چھین لی۔ چھین کر ایک دور دراز علاقے میں ڈاکوؤں نے وہ گاڑی کھڑی کر کے خود ہی پولیس کو اطلاع دی اور پولیس اور انتظامیہ کے ساتھ مل کر وہ گاڑی سپرد داری پہ خود ہی لے کر چلے گئے۔ جناب سپیکر! اب آپ سے میری یہ گزارش ہے کہ وہاں پر کون شریف آدمی محفوظ ہیں' عزت کے لحاظ سے۔ یا اس کی جائیداد

محفوظ ہے۔ خدارا' میری اس تقریر کو صرف تقریر ہی نہ لیا جائے۔ اس کا کچھ حل بھی سوچیں۔ اگر آپ اس اسمبلی کے' اس معزز ایوان کے سپیکر ہیں تو اس میں میں بھی شامل ہوں۔ جو میں نے گزارشات کی ہیں آپ اس کی جانچ پڑتال تو کروائیں۔ دیکھیں تو سہی کہ میں کتنا سچا ہوں یا کتنا جھوٹا ہوں۔ میں نے ان پونے دو سالوں میں' ۱۹۹۳ء کے بعد یہاں میں نے جو دیکھا ہے وہ یہی کہ آپ نے حکم دیا۔ حزب اختلاف کی طرف سے معزز ممبر اٹھا۔ اس نے تقریر کی اور وہ بیٹھ گیا۔ اس کے جواب میں حزب اقتدار کی طرف سے ممبر اٹھے' انھوں تقاریر کیں اور وہ بیٹھ گئے۔ حل کیا ہوا؟ جناب سپیکر! ہمارا یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟ اس عرصے میں جتنا عرصہ اس اسمبلی کو بنے ہوئے ہوا ہے' میرے علاقے میں تو حالات بگڑتے چلے گئے ہیں۔ دیکھیں' جناب سپیکر! میں بڑائی سے نہیں کہہ رہا۔ میں نہایت ہی عاجزی سے کہہ رہا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس ذات پاک نے اپنے حبیب کے صدقے مجھے پچیس ہزار ووٹوں کی lead سے یہاں اس ایوان میں پہنچایا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں اگر اپنے علاقے کے لیے کچھ بھی نہ کر سکوں تو میرا یہاں آنے کا فائدہ کیا ہے؟ کیا میاں منظور وٹو صاحب کی میرے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی ہے؟ قطعاً نہیں۔ اگر میرے ان کے ساتھ سیاسی اختلافات ہیں تو وہ سیاسی حد تک رہیں۔ اس معزز ایوان میں اگر میرے کوئی حقوق ہیں' تو جناب سپیکر! وہ مجھے دیے جائیں۔ مجھ سے بھیک کیوں منگواتے ہیں؟ میرا حق بنتا ہے وہ۔ اگر وہ نہیں دیتے تو کیا آپ سٹینڈ لے سکتے ہیں؟ میرا آپ سے سوال ہے جناب سپیکر! یہ آپ تو دانش ور ہیں۔ کس کے دانش ور ہیں؟ میرے نہیں ہیں کیا؟ معزز ایوان پورے کے ہیں۔

جناب سپیکر، آپ کی بڑی مہربانی۔ آپ ایسا کیجیے' کبھی آ کے مجھے ملیے۔

میاں محمد سردار خان وٹو، شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر، میں دعوت خطاب دیتا ہوں جناب ریاض فتیانہ وزیر تعلیم کو۔

(نعرہ ہائے تحسین)

وزیر تعلیم (جناب ریاض فتیانہ)، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

جناب سپیکر! اس سال جو بجٹ پیش کیا گیا ہے جس پر آج بحث ہو رہی ہے' پہلی مرتبہ تعلیم کے میدان میں جتنا بجٹ اس سال پیش کیا گیا ہے اس کی مثال پنجاب کی پوری تاریخ میں

نہیں ملتی۔ اس سال کل بہتر ـــ

سید ظفر علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی فرمایئے۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! محترم وزیر تعلیم صاحب نے تعلیم کے حوالے سے اپنی تقریر شروع کی ہے۔ اگر وہ تقریر نہ کرتے تو شاید مجھے بھی یاد نہ آتا۔ وہ ۹۵-۱۹۹۴ء میں یعنی پچھلے بجٹ میں بھی تعلیم کے شعبے میں کافی رقم رکھی گئی تھی اور یہ commitment بھی دی گئی تھی کہ ۴۳ ہزار کے قریب ملازمین کو ہم بھرتی کریں گے۔ تو میں جناب کی وساطت سے وزیر تعلیم سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ جو ۹۵-۱۹۹۴ء کا بجٹ تھا جس میں ۴۳ ہزار کے قریب اسامیاں بقول اخبارات کی خبر کے جو انھوں نے بھر دی تھیں اور جس پر عدالت عالیہ لاہور نے ان کی تمام appointments کو set aside کردیا۔ یہ کہتے ہوئے کہ یہ رولز کے مطابق نہیں ہیں۔ اس میں کرپشن ہوئی ہے۔ bribery ہوئی ہے۔ کیا آیا اس کے فیصلے کے خلاف وہ آگے سپریم کورٹ میں گئے ہیں یا وہ ۴۳ ہزار اسامیاں اور فنڈ رکھے گئے تھے ابھی وہ ملازمین in fact ہیں؟

جناب سپیکر: جی ہاں، میرا خیال ہے کہ وہ اپنی تقریر میں اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ جی!

وزیر تعلیم: شکریہ جناب سپیکر!

میاں عبدالستار: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی فرمایئے میاں صاحب!

میاں عبدالستار: جناب سپیکر! ظاہر ہے کہ وزیر تعلیم بجٹ تقریر کرنے والے ہیں۔ چونکہ انھوں نے start تعلیم سے لیا ہے تو ظاہرہ بات ہے کہ یہ تعلیم کے سلسلے میں گورنمنٹ کی پالیسی بھی واضح کریں گے۔ تو میری یہ گزارش ہوگی کہ اگر محترم فتیانہ صاحب اپنی یہ تقریر تمام تقاریر ختم ہونے کے بعد اور فاضل وزیر خزانہ سے پہلے کریں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ تاکہ وہ جو بات ہم کرنا چاہتے ہیں اپنے مسائل کی بات کرنا چاہتے ہیں اس کا جواب بھی دے سکیں۔ میرا خیال ہے یہ زیادہ بہتر بات ہوگی کہ فتیانہ صاحب اس وقت بات کریں۔

جناب سپیکر: آپ دراصل بہانے بہانے سے انھیں آج اسمبلی میں زیادہ دیر بٹھانا چاہتے ہیں۔ لیکن

وہ بڑی آسانی سے اس وقت جا کر پھر دو گھنٹے کے بعد آ سکتے ہیں۔

ملک محمد عباس خان کھو کھر، جناب والا! اسمبلی میں بیٹھنا ان کا فرض ہے۔

جناب سپیکر ، آپ ابھی بولنا چاہیں گے یا بعد میں بولنا چاہیں گے ؟

وزیر تعلیم ، جناب والا ! میرا خیال کہ ابھی بہتر ہے ۔

جناب سپیکر ، ابھی بہتر ہے ۔ جی بولیے ۔

ملک محمد عباس خان کھو کھر، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میاں صاحب نے جو گزارش کی ہے میں بھی وہی کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے بھی اس بارے کچھ گزارشات کرنی ہیں ۔ ان کے جو میرٹ ہیں۔ ان کی جو تعیناتیاں ہیں وہ ہم بھی ان کے نوٹس میں لانا چاہیں گے تو شاید یہ ان کا جواب دے سکیں۔ تو بہتر یہی تھا کہ ہم لوگوں کی تقاریر کے بعد یہ تقریر کرتے۔

جناب سپیکر ، کوئی بات نہیں ۔ وہ سنتے رہیں گے ۔

ملک محمد عباس کھو کھر ، جناب والا! سنتے تو سارے پہلے ہی ہیں لیکن جواب نہیں دیتے ۔

جناب سپیکر ، آپ فکر نہ کیجیے ۔ انھیں بات کرنے کا موقع دیجیے ۔

رانا محمد اقبال خان، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر، جی رانا صاحب !

رانا محمد اقبال خان، جناب والا! تمام دوستوں کو خدشہ یہ ہے کہ جناب وزیر تعلیم صاحب تقریر فرما کر فوری طور پر یہاں سے کھسک جائیں گے ۔

جناب سپیکر ، نہیں نہیں ۔

رانا محمد اقبال خان، جناب والا! آپ ان کو پابند کر دیجیے ۔

جناب سپیکر ، نہیں نہیں ۔ آپ فکر نہ کریں ۔ دیکھیے آپ کتنے مقبول ہیں ۔ دوست اتنا زیادہ چاہتے ہیں کہ آپ یہاں ان کے سامنے بیٹھے رہا کریں ۔اور یہ آپ کو دیکھتے رہا کریں ۔

وزیر تعلیم ، جناب والا ! اصل میں اپوزیشن کے ساتھ میرے بڑے اچھے مراسم ہیں ۔ یہ ان کی محبت کا اظہار ہے جو وہ کر رہے ہیں ۔

جناب سپیکر ۔ جی ہاں یقیناً ۔

وزیر تعلیم ۔ جناب والا! اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں تو میں بعد میں تقریر کرلوں گا۔ جیسے آپ کا حکم ہو۔

جناب سپیکر ۔ بہتر ہے ۔ اگر ان کی یہ خواہش ہے تو آپ بعد میں تقریر کر لیجیے گا۔ اب میں دعوت خطاب میاں عبدالستار صاحب کو دیتا ہوں ۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! میرا ایک ریزولیوشن دو لائنوں کا تھا جسے میں پڑھنا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر ۔ جی ۔ میں نے آپ کا ریزولیوشن دیکھا ہے ۔ میں معافی چاہتا ہوں میں اس پر consent نہیں دے رہا۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر ! آپ کی consent کے بارے میں میں نے سن لیا ہے۔ میں نے شروع میں یہ عرض کیا تھا کہ یہ ایک بے ضرر قسم کا ریزولیوشن ہے۔ جس پر آپ کی consent صرف اتنی چاہیے تھی ' آپ کی consent سے اس نے پاس یا فیل نہیں ہونا تھا ۔ صرف یہ کہ رول معطل کر کے اس کو پیش کرنے کی اجازت دی جائے ۔

جناب سپیکر ۔ جی میں اس کی consent نہیں دے رہا۔

سید ظفر علی شاہ ۔ جناب سپیکر ! پھر میں اس مسئلے پر قائد حزب اختلاف سے consult کر لوں ۔

جناب سپیکر ۔ جی ضرور آپس میں مشورہ کیجیے ۔ جناب میاں عبالستار صاحب ۔

میاں عبدالستار ۔ شکریہ جناب سپیکر! آپ نے مجھے ۹۶-۱۹۹۵ء کے بجٹ پر اپنے خیالات کرنے کا موقع دیا ہے ۔ اور آج جب کہ میں بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہا ہوں ' مجھے اپنی کم مائیگی کا احساس ہے ۔ اور میں سوچ رہا ہوں کہ ۹۶-۱۹۹۵ء کے بجٹ پر اظہار خیال کیا کروں ' اس لیے کہ محترم وزیرخزانہ پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ یہ پنجاب کے آٹھ کروڑ عوام کی خوشحالی کا بجٹ ہے ۔ اور جناب سپیکر ! یہ بجٹ جو میں نے دیکھا ہے اس میں پنجاب کی آٹھ کروڑ عوام کی خوشحالی کا دور دور تک کوئی نشان نہیں ملتا ۔ اور یہ پنجاب کی بدحالی کا بجٹ ہے ۔ پنجاب کے غریب عوام کے قتل کا بجٹ ہے ۔ اور اس میں پنجاب کے عوام کی آرزوؤں اور خواہشات کا قتل کیا گیا ہے ۔ جناب سپیکر ! یہ جو بجٹ تیار کیا گیا ہے یہ بیوروکریسی کا بجٹ ہے ۔ اور میں یہاں پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جس دن پنجاب کا بجٹ پیش کیا گیا

اس سے دو روز پہلے کابینہ کی میٹنگ ہوئی اور اس کابینہ کی میٹنگ میں اس بجٹ
اور میں یہ بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ جو بجٹ پیش کیا گیا دو روز پہلے کابینہ
کو اس کی تجاویز کے بارے میں بھی پتا نہیں تھا کہ اس کی کیا reciepts ہیں ۔
expenditures ہیں اور اس بجٹ پر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ سارے کا سارا بجٹ بیورو ے
تیار کیا اور بیوروکریسی نے تیار کرنے کے بعد حکومت کے سامنے صرف ایسے رکھا جیسے حکومت ایک
signing machine کے طور پر کام کر رہی ہے ۔ میری یہ گزارش ہے کہ ہونا یہ چاہیے کہ کوئی بھی
بجٹ پیش کرنے سے پہلے پنجاب اسمبلی کا pre-budget اجلاس ہونا چاہیے ۔ جس میں تمام کے
تمام اراکین اپنی اپنی تجاویز اور اپنے اپنے حلقے کے مسائل بتائیں اور ان تجاویز کی روشنی میں بجٹ
تجاویز تیار کی جانی چاہییں ۔ اور وہ بجٹ تجاویز جب تیار ہوں تو انھیں سٹینڈنگ کمیٹیوں کے سپرد
کرنا چاہیے ۔ اور وہ سٹینڈنگ کمیٹیاں اپنے اپنے محکموں کے بجٹ کے بارے میں غور کریں ۔اور ان
سٹینڈنگ کمیٹیوں کو کٹوتی اور بڑھاوتی کا اختیار ہونا چاہیے اور وہ جو بجٹ ہو گا جناب سپیکر ! اگر پیش
کیا جائے گا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ واقعی وہ پنجاب کی عوام کا بجٹ ہو گا واقعی پنجاب کے اراکین
اسمبلی ' نمائندے جو یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں ان کی صحیح نمائندگی ہو گی ۔ لیکن ایسی صورت میں جو بجٹ
اس وقت ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے صریحاً صاف طور پر یہ بیورو کریسی کا بجٹ ہے ۔ جناب سپیکر !
میں ایک بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پنجاب حکومت کی طرف سے جو بجٹ پیش کیا گیا اس سے ایک روز
پہلے وفاقی حکومت نے بجٹ پیش کیا۔ اور مجھے یہ بات کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ ۱۹ ارب
روپے کے ٹیکس وفاقی حکومت نے لگائے۔ اور جناب سپیکر ! یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ اس ملک میں
لوگوں کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ لوگوں کے پاس پہننے کے لیے کچھ نہیں ہے ۔لوگوں
کے پاس مکان کا کرایہ دینے کے لیے کوئی پیسہ نہیں ہے ۔ اور ان پر اتنے ٹیکس لگا دیے گئے ہیں۔ اور
محترمہ بے نظیر نے جناب سپیکر! کہا کہ یہ جو بجٹ نافذ کیا گیا ہے یہ بجٹ عوام کے مسائل حل
کرے گا اور جو بڑھتی ہوئی اشیاء کی قیمتیں ہیں ان کو کم کرے گا ۔تو میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اس
میں یہ بھی کہا گیا کہ جو واپڈا پانی ' بجلی' سیمنٹ اور پٹرول کے ٹیکسز ہیں ' ان پر ٹیکس لگانے کا جو
اختیار ہے یہ کارپوریشن کو ہو گا ۔ اور کتنے دکھ کی بات ہے کہ بارہ ارب روپے کے ٹیکس لگا دیے گئے اور
اس کے بعد باقی اختیارات جو ہیں ' جو necessities ہیں جو سہولیات انسانی زندگی کے لیے essentials
ہیں ان پر ٹیکس لگانے کے لیے کارپوریشنوں کو بھی جو اختیار دیا گیا یہ بالکل جناب سپیکر ! ایسے ہی

ہے وفاقی حکومت کے لیے جیسے کہ پنجابی میں کہتے ہیں کہ "چوپڑیاں تے نالے دو دو"۔ جناب سپیکر! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ لوگ مہنگائی کا ماتم کر رہے تھے اور کلرک سڑکوں پر نکلے ہوئے تھے۔ کلرک کئی مہینوں سے اپنے مطالبات کے حق میں مہنگائی کے خلاف اپنی تنخواہیں بڑھانے کے لیے سڑکوں پر نکلے ہوئے تھے اور جناب سپیکر! کتنے افسوس کی بات ہے کہ ان کے مسائل کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ اور ہوا یہ کہ انھیں اسلام آباد کی سڑکوں پر مارا پیٹا گیا اور اس کے لیے پنجاب پولیس کو استعمال کیا گیا۔ میں یہاں پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ کلرکوں کے بارے میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ صرف یہ بات کہوں گا کہ---

توہین ہے درویش کا اس شہر میں جینا
ہو فاقہ کشی نام جہاں مہر و رضا کا

جناب سپیکر! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ کلرکوں کے ساتھ پنجاب پولیس کی طرف سے وفاقی حکومت کے حکم پر جو کیا گیا ایسا ہی آج کراچی میں بھی ہو رہا ہے۔ میں یہاں پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کراچی کے حالات موجودہ حکومت سے ٹھیک نہیں ہوتے تو انھیں فی الفور resign کر دینا چاہیے۔ انھیں فی الفور گھر چلے جانا چاہیے۔ نہ کہ یہ کہ وہاں کے مسائل کو حل کرنے کے لیے، وہاں پر لوگوں کو دبانے کے لیے، وہاں پر لوگوں پر ظلم کرنے کے لیے پنجاب پولیس کو بھیجا جائے۔ آپ کو 1971ء کا وقت یاد ہو گا اس وقت ممبر صوبائی اسمبلی تھے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ اس وقت بھی مغربی پاکستان سے پولیس بھیجی گئی تھی۔ اس وقت بھی مغربی پاکستان سے Parallel Military Forces کو بھیجا گیا تھا اور اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ پنجابیوں پر یہ الزام عائد ہوا کہ پنجابیوں نے وہاں پر ظلم کیا ہے۔ آج کے حوالے سے میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جو کراچی کی صورتحال ہے وہاں پر خدا کے لیے، خدا کے لیے پنجاب پولیس کو جانے سے روکا جائے۔

جناب سپیکر! کراچی کی جو اس وقت حالت ہے اس کے بارے میں تو میں اس کے بعد عرض کروں گا۔ میں یہاں پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ میں نے ابھی مہنگائی کی بات کی کہ وفاقی حکومت نے بیشمار ٹیکسز لگائے لیکن جو مہنگائی الاؤنس دیا گیا وہ صرف 7% ہے۔ مہنگائی کے اتنے بڑے اژدھے کے سامنے 7% مہنگائی الاؤنس دینا کسی صورت میں بھی انصاف کے مطابق نہیں ہے۔ میں آپ سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ آپ ہمیشہ پنجاب کے حقوق کے علمبردار رہے ہیں۔ آپ نے پنجاب کا مقدمہ لڑا۔ آپ نے ہمیشہ پنجاب کے حقوق کی بات کی۔ تو میں یہ آپ سے آپ

کی وساطت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے حقوق کے آپ چیمپئن بنیں اور خدا کے لیے یہ بات کریں کہ پنجاب کو divisible pool سے جو حصہ ملنا چاہیے تھا وہ بہت کم دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ یہاں پر اس وقت حال یہ ہے کہ جو پنجاب کا بجٹ پیش کیا گیا ہے اس میں بہت بڑی رقم 1350 کروڑ ڈویلپمنٹ پروگرام کے لیے رکھی گئی ہے اور اس میں فارم سے مارکیٹ روڈ تک کے لیے جو پیسے رکھے گئے ہیں وہ 105 کروڑ روپے ہیں۔ اس میں سے 79.59 کروڑ on going schemes کے لیے اور 28 41 نئی سکیموں کے لیے ہیں۔ یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ سب سے زیادہ رقم اوکاڑہ میں فارم سے مارکیٹ روڈ کے لیے 521 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ پھر اگر آپ بجٹ کو اٹھا کر دیکھیں تو بہاولنگر کے لیے 87 253 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ مجھے ایسے لگتا ہے کہ جیسے یہ بجٹ صرف اوکاڑہ کی ڈویلپمنٹ کا بجٹ ہے اور میں یہاں پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جو موجودہ وزیر اعلیٰ ہیں انھیں اوکاڑہ سے تو اس دفعہ نمائندگی نہیں ملی' وہ وہاں سے ہار گئے اور وہاں سے نکل کر وہ تاندلیاں والا چلے گئے۔ لیکن تاندلیاں والا کے لیے انھوں نے کچھ نہیں کیا اور وہ اب بہاولنگر کے لیے ڈویلپمنٹ کا کام کر رہے ہیں۔ میں یہاں پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اگلے الیکشن میں وزیر اعلیٰ محترم بہاولنگر سے ایم۔ این۔ اے کا الیکشن لڑنے والے ہیں۔ میں یہاں پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اوکاڑہ کو جو جائز ڈویلپمنٹ ہے وہ ضرور دی جانی چاہیے۔ لیکن باقی شہروں کا' باقی ضلعوں کا ڈویلپمنٹ فنڈ کاٹ کر صرف اوکاڑہ کے لیے رکھ دینا یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔

جناب سپیکر! رورل واٹر سپلائی کے لیے 225 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ اس میں سے on going schemes کے لیے 14 کروڑ 22 لاکھ اور نئی سکیموں کے لیے 82 کروڑ 79 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ پھر یہ جو 82 کروڑ 79 لاکھ روپے کی رقم ہے یہ ساری کی ساری un-approved ہے۔ اگر یہ رقم approve نہ ہوئی اور یہ تمام کی تمام رقم خرچ ہو گئی تو اس کا ذمہ دار کون ہو گا؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے گھپلے اس بجٹ میں عام دکھائی دیتے ہیں اور اس میں بھی رورل واٹر سپلائی کے لیے 592 لاکھ روپے جو ہیں یہ اوکاڑہ کے لیے رکھے گئے ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ یہاں سے یہ رقم کاٹ کر وہ ضلعے' وہ دیہاتی علاقے جہاں پر کہ لوگوں کے پاس پینے کے لیے پانی نہیں ہے' جن دیہاتوں میں گندے پانی کا نکاس نہیں ہے' یہ پیسے اس ضلع سے کاٹ کر دوسرے اضلاع میں دیے جانے چاہئیں۔ ملک عباس صاحب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ان کا تعلق بھی اوکاڑہ سے ہے لیکن میرا خیال ہے کہ وہ اس بات کو برا نہیں منائیں گے اس لیے کہ یہ انصاف پر مبنی بات ہے کہ ڈویلپمنٹ کی رقم کی تقسیم جو ہے

یہ برابر ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر! اربن واٹر سپلائی پر 2030 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں جو کہ on going schemes کے لیے بھی ہیں اور نئی سکیموں کے لیے بھی ہیں۔ میں یہاں پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ واسا جو ہے یہ اربن ڈویلپمنٹ میں آتا ہے۔ گو اس فنڈ میں اس کے لیے پیسے نہیں ہیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر : پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔ جناب سپیکر! میاں عبدالستار صاحب نے مجھ سے متعلق ایک بات کی ہے کہ میں بھی اوکاڑہ سے تعلق رکھتا ہوں اور وہاں بہت زیادہ فنڈز لگ رہے ہیں۔

جناب سپیکر : آپ کو انھوں نے خواہ مخواہ provoke کیا ہے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر : مجھے خوشی بھی ہے۔ لیکن سب سے زیادہ جو مجھے خوشی ہے وہ یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بجٹ کے اجلاس جو ہیں وہ وساوے والے میں ہوا کریں گے اور یہ سب کچھ وساوے والا میں ہی لگ رہا ہے اور وہاں دارالخلافہ کا انتظام ہو رہا ہے۔ آئندہ لاہور کی بجائے وہاں کیپیٹل ہو گا۔ وہاں کی عوام کو کم فائدہ اور وساوے کو زیادہ ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر : بہت شکریہ۔

میاں عبدالستار : جناب سپیکر! میں اپنے بھائی ملک عباس صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ یہ جو میں نے اوکاڑہ کی بات کہی یہ دراصل وساوے والا اور دیپالپور میں سارے پیسے لگ رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں واسا کی بات کر رہا تھا کہ واسا وہ ادارہ ہے جو کہ لاہور میں واٹر اینڈ سینیٹیشن ایجنسی کا کام کرتا ہے اور ہم نے یہ ایل۔ ڈی۔ اے کی صورت میں، ٹیپا کی صورت میں، واسا کی صورت میں سفید ہاتھی پال رکھے ہیں۔ یہ کوئی کام نہیں کرتے۔ یہ لاہور کا سب سے زیادہ فنڈ کھا جاتے ہیں۔ افسران جو ہیں یہ مل کر سارے کا سارا پیسہ خورد برد کر جاتے ہیں۔ سڑکیں ایک بارش کے بعد ٹوٹ جاتی ہیں۔ لاہور کی نالیاں جو ہیں وہ ٹوٹی ہوئی ہیں۔ ڈرینج سسٹم سارے کا سارا تباہ ہو چکا ہے اور ذرا سی بارش ہو تو پانی کئی کئی دنوں تک سڑکوں پر کھڑا رہتا ہے۔ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جو واسا کا معاملہ ہے ان کے گٹروں کے مین ہول کھلے ہوتے ہیں اور یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ مصری شاہ میں ابھی چند ہی روز پہلے ایک نوجوان ڈاکٹر جو اپنی ماں اور اپنی بہنوں کی امیدوں کا سہارا تھا، ان کی نیک خواہشات کا سہارا تھا، وہ بیچارہ سکوٹر پر جا رہا تھا کہ پانی کے گٹر میں گر کر مر گیا۔ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اور پھر چند ہی روز پہلے فیروز پور روڈ پر ایک چھوٹا سا بچہ جو دن کو سکول میں پڑھتا تھا اور رات کو

بیچارہ جا کر کام کرتا تھا۔ وہ کام سے فارغ ہو کر گزر رہا تھا' اندھیرا تھا' سٹریٹ لائٹ نہیں تھی' وہ بیچارہ مین ہول میں گر گیا۔ وہ چیخیں مارتا رہا لیکن کوئی اس کو بچانے کے لیے وہاں پر نہ پہنچا اور وہ مر گیا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ یہ واسا میں جو کچھ زیادتیاں ہو رہی ہیں' واسا میں جو گھپلے ہو رہے ہیں اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اور میں اس کا ذمہ دار directly وزیر اعلیٰ پنجاب کو ٹھہراتا ہوں جو اس کا چیئرمین ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس بجٹ میں ۷۷۰ لاکھ روپے ایل۔ ڈی۔ اے کے لیے رکھے گئے ہیں جناب سپیکر! یہ صرف اور صرف on going schemes کے لیے ہیں نئی سکیمز کے لیے کوئی نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پورے کے پورے پنجاب کے بجٹ میں لاہور کی ڈویلپمنٹ کی نئی سکیموں کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں رکھا گیا۔ جناب سپیکر! آپ کا تعلق لاہور سے ہے آپ لاہور سے تعلق رکھنے والے ممبر صوبائی اسمبلی ہیں اور مجھے افسوس ہے کہ آپ بھی اس میں کچھ نہیں کر سکے on going schemes کے لیے ۷۷۰ لاکھ رکھے گئے ہیں اور نئی سکیموں کے لیے ٹیڈی پیسہ نہیں رکھا گیا۔

جناب سپیکر، میاں صاحب۔ وائنڈ اپ کیجیے۔

میاں عبدالستار: جناب سپیکر! لاہور میں ۲۳ ٹیوب ویل ۹۴-۱۹۹۳ء، ۹۵-۱۹۹۴ء اور ۹۶-۱۹۹۵ء کے لیے رکھے گئے ہیں اور اس کے لیے اس سال ۱۲۰ لاکھ روپے رکھے ہیں اور میرا تعلق اندرون شہر سے ہے جہاں کی میں یہاں نمائندگی کر رہا ہوں اس کے لیے ٹیوب ویل کے لیے کوئی پیسہ نہیں رکھا گیا۔ جناب سپیکر! آپ جانتے ہیں کہ اندرون شہر ایک تاریخی شہر ہے کئی بار یہ آباد ہوا کئی بار یہ اجڑا مگر خدا کے فضل و کرم سے آج یہ قائم ہے وہاں پر بادشاہی مسجد ہے وہاں پر شاہی قلعہ ہے وہاں پر شہری عام ہیں وہاں پر جناب سپیکر! بڑی بڑی تاریخی عمارتیں ہیں لیکن وہاں کی جناب سپیکر! گلیاں ٹوٹی ہوئی ہیں وہاں کی سڑکیں ٹوٹی ہوئی ہیں وہاں پر پینے کو پانی نہیں ملتا لوگ بلکتے پھرتے ہیں۔ جناب سپیکر! دس محرم کو وہاں پر بھی کربلا تھی وہاں پر پینے کے لیے پانی نہیں تھا لوگوں نے اگر جلوس نکالا تو ان پر لاٹھی چارج کیا گیا ان کے خلاف مقدمے بنائے گئے ان کے خلاف شکایتیں کی گئیں۔ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں ابھی تعلیم کی بات ہو رہی تھی ۔ جناب والا! میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ میرے حلقے میں نواز شریف کالج ہے ۔ جس وقت ہمارے قائد نواز شریف کی حکومت تھی اس وقت اس کالج کی ہم نے renovation شروع کی اور بہت ہی خوبصورت انداز میں وہ کالج

اندرون شہر میں بچیوں کے لیے بن رہا تھا تاکہ وہاں کی بچیاں وہاں پر ہی تعلیم حاصل کر سکیں۔ جناب سپیکر! اس کا صرف نصف حصہ ابھی تعمیر ہوا ہے اور وہاں پر ڈویلپمنٹ فنڈ موجود تھا اور یہ اس نواز شریف کالج کو بنانے کے لیے تھا وہ وزیر اعلیٰ کے حکم کے ساتھ ہی واپس لے لیا گیا۔ وہاں پر گندا نالہ جو کہ سر کولر ڈرینج کہلاتا ہے اس کو نیا بنانے کے لیے فنڈ رکھے گئے تھے وہ فنڈز بھی واپس لے لیے گئے ہیں اور جناب سپیکر! وہاں پر لڑکیوں کے لیے ایک شیشہ موتی سکول ہے جہاں پر تیرہ سو بچیاں پڑھتی ہیں وہ سکول جناب سپیکر! گر چکا ہے اب وہاں پر اس سکول کی ایک اینٹ تک نہیں اور بچیاں سکول کے قریب ہی استانیوں کے پاس جا کر ان کے گھروں میں پڑھتی ہیں اور ہم بلک رہے ہیں بار بار چیخ رہے ہیں کہ خدا کے لیے ان بچیوں کے لیے اس سکول کی نئی تعمیر شروع کی جائے لیکن اس کے لیے کوئی فنڈ نہیں رکھا گیا۔۔۔۔

جناب سپیکر، میاں صاحب۔ آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا بہت بہت شکریہ۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! میں صرف دو منٹ میں ختم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، نہیں میاں صاحب۔ آپ کو پہلے ہی وقت زیادہ دے دیا گیا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، (پوائنٹ آف آرڈر)۔ جناب مجھے احساس ہے کہ آپ ایک مسئلے پر اپنی رولنگ دے چکے ہیں لیکن اس امید سے کہ آپ میری ایک پرخلوص درخواست پر مہربانی فرماتے ہوئے آپ ہمیں اجازت دیں گے ہمارے چار ارکان اسمبلی نے سید ظفر علی شاہ صاحب جناب ایس۔ اے۔ حمید صاحب منشاء اللہ بٹ صاحب اور عمران مسعود صاحب نے پنجاب پولیس کے بارے میں ایک قرارداد پیش کرنے کی آپ سے درخواست کی تھی جناب والا! میں اس کی اہمیت بتانا چاہتا ہوں کہ ۷۰ اور ۸۰ کا منظر آپ کے اور ہمارے سامنے ہے اب وہی صورتحال پیدا کی جا رہی ہے وہاں پر بھی پنجابی ہی بدنام ہوا تھا لہذا براہ مہربانی اس قرارداد کو پیش کرنے کی اجازت دے دی جائے اس بارے میں ہاؤس کی سفارش لے لی جائے یہ ہاؤس صرف مرکزی حکومت کو سفارش کر رہا ہے آپ براہ مہربانی اپنی رولنگ پر نظر ثانی فرمائیں۔

جناب سپیکر، میں نے بڑے ہی غور و فکر سے فیصلہ کیا میں نے اپنا فیصلہ بتایا I am very sorry. میں اس کی consent نہیں لے رہا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! پھر ہم مجبور ہیں کہ ہم آپ کے اس فیصلے پر علامتی واک

آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن کے ارکان ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ حسین جہانیاں گردیزی صاحب اور جناب ریاض فتیانہ صاحب اپوزیشن کو محبت اور پیار کے ساتھ منا کر جلد از جلد واپس لائیں۔

(اس مرحلہ پر حسین جہانیاں گردیزی صاحب اور جناب ریاض فتیانہ صاحب اپوزیشن کو منانے کے لیے ایوان سے باہر تشریف لے گئے)۔

جناب سپیکر، ہم کیا ان کا اور انتظار کریں یا ادھر سے کوئی تقریر کروا دیں۔ ریاض کاٹھیا صاحب کیا آپ تقریر کرنا چاہتے ہیں۔

حاجی ریاض حسین کاٹھیا، جناب والا! اپوزیشن کے اراکین ایوان میں تشریف لے آئیں۔

جناب سپیکر، آپ اپوزیشن کو سنانا چاہتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن کے ارکان ایوان میں تشریف لے آئے)۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر ----

جناب سپیکر، آپ تو اپنی تقریر ختم کر چکے ہیں۔

میاں عبدالستار، آپ کی مہربانی مجھے صرف دو منٹ اور دے دیں۔

جناب سپیکر، نہیں۔

میاں عبدالستار، جناب والا! میں وائنڈ اپ ہی کر رہا تھا۔

جناب سپیکر، نہیں میں معذرت خواہ ہوں۔ آپ تشریف رکھیں ---- میں سید تابش الوری صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں

سید تابش الوری، جناب سپیکر! مجھ سے پہلے چودھری ریاض صاحب بات کرنا چاہتے تھے۔ فاضل ممبر نے درخواست کی ہے کہ وہ جانا چاہتے ہیں تو ان کو بولنے کا موقع دے دیں۔

جناب سپیکر، آپ شروع کریں۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر!

آپ کہتے ہیں گلستاں میں بہار آئی ہے
ہم تو اب بھی وہی تاریک خزاں دیکھتے ہیں
آپ دیکھتے ہیں نئی روشنیاں پھیلی ہیں
ہم افق تابہ افق تیرگیاں دیکھتے ہیں
آپ کہتے ہیں نئے دور کا آغاز ہوا
سایہ افگن وہی دیرینہ فسوں ہے اب بھی
آپ کہتے ہیں کہ رنگ چمنستاں بدلا
دامن گل پہ نمایاں وہی خوں اب بھی

جناب سپیکر! آزاد قوم کی حیثیت سے بجٹ کو قومی امنگوں جذبوں اور ولولوں اور ملی تقاضوں کا عکاس ہونا چاہیے ۔ اس میں زندگی کے ہر شعبے کو فعال نظر آنا چاہیے ۔ ہر آدمی کو آگے بڑھنے کی نوید ملنی چاہیے ۔ ہر صوبے کے ہر علاقہ کا ارتقائی عمل چھلکنا اور جھلکنا چاہیے لیکن یہ تبھی ہوتا ہے جب حکمرانوں میں گہری سوچ ' مسائل اور وسائل کا ذاتی ادراک ' ترقی کے اہداف ' عملی خاکہ اور اہل اور ایماندار ٹیم میسر ہو ۔ موجودہ حکمران سمت اور منزل سے بے بہرہ ایڈہاک ازم کی بیساکھی پر چل رہے ہیں۔ عوام کے مسائل کی بجائے انھیں اپنے مفادات میں غیر معمولی دلچسپی ہے ۔ غربت و جہالت سے جنگ کی بجائے وہ اپنے گروہی اقتدار کی جنگ لڑ رہے ہیں بدعنوانی ' رشوت ' لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے ۔ میونسپلٹیاں لٹ رہی ہیں ' میونسپل کارپوریشنیں لٹ رہی ہیں ' ڈویلپمنٹ اتھارٹیز لٹ رہی ہیں ' محکمے لٹ رہے ہیں ۔ خزانے کا خزانہ لٹ رہا ہے ۔

گمراہی جن کا مقدر ' رہزنی جن کا طریق
منزلیں آئیں تو میر کارواں مانے گئے

حضرات محترم ہمارے لیے یہ لمحہ ندامت و عبرت ہے کہ آزادی کے 48 سال بعد بھی ہمارے سامنے نئے بجٹ کی شکل میں افرنگی عہد کا چربہ موجود ہے ۔ ہمارے حکمرانوں ' غریبوں ' کسانوں ' مزدوروں ' طالب علموں کے ہمدرد حکمرانوں نے نئے صوبائی بجٹ میں عوام کے لیے کوئی خوشخبری نہیں رکھی۔ کوئی نئی پالیسی نہیں دی۔ کوئی نیا انقلابی لائحہ عمل پیش نہیں کیا۔ نئے بجٹ میں بنیادی انسانی ضرورتوں اور سہولتوں کی فراہمی روز مرہ استعمال کی اشیاء کی سستے داموں فراہمی ' بیروزگاری کے خاتمے ' جان و مال کے تحفظ انصاف کی دستیابی اور معیار زندگی میں اضافے کا کوئی انقلابی پروگرام موجود

نہیں ہے ۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ گزشتہ دوسال کے عرصہ میں موجودہ حکومت نے عام آدمی کی بہتری اور بھلائی کوئی ایک خصوصی کارنامہ بھی انجام نہیں دیا۔سب جانتے ہیں کہ ان کے پاس محض خواب ہیں تعبیریں نہیں۔ محض تصور ہے حقیقت نہیں۔ محض نعرے ہیں پروگرام نہیں۔ محض باتیں ہیں عمل نہیں۔

ریزولیوشن کی جمہوری شے مگر اس کا اثر غائب
پلیٹوں کی صدا سنتا ہوں اور کھانا نہیں آتا

جناب سپیکر! میں نوشتہ دیوار صاف صاف پڑھ رہا ہوں۔ واقعات و حالات کے پس منظر و پیش منظر میں موجودہ حکمرانوں کو اقتدار میں لانے والی نادیدہ قوتیں تک بیزار ہو گئی ہیں ۔ ملکی حالت سے مایوس عوام کی بپھری ہوئی اکثریت کھلم کھلا عدم اعتماد کا اظہار کر چکی ہے ۔ قوم کے تمام طبقہ تاجر و صنعت کار ' عام دکاندار و ریڑھی فروش تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق حکومت کے مقابلے میں صف آراء نظر آتا ہے ۔ اقتدار کے کوچ کا بگل بجنے والا ہے ۔ موجودہ مخلوط حکومت کا آشیانہ جو مجبوری اورمصلحت کی شاخ نازک پر بنا ہے گرنے ہی والا ہے ۔ اور سیاسی منافقت اور گروہی تضادات کی ہانڈی چوراہے میں پھوٹنے والی ہے۔

اب تاج اچھالے جائیں گے اب تخت گرائے جائیں گے
پھر اٹھ پڑے گی خلق خدا پھر راج کرے گی خلق خدا

جناب سپیکر! حکومت نے اپنی بداعمالیوں ' ناکام پالیسیوں اور اقتدار سے غلطشار سے توجہ ہٹانے کے لیے میاں محمد نواز شریف اور ان کے ساتھیوں کے خلاف حال ہی میں بغاوت کا ایک جھوٹا مقدمہ درج کیا ہے ۔ لیکن ہم ایسے مقدموں سے ڈرنے بھاگنے ' جھکنے یا بکنے والے نہیں ۔ ہم ڈٹ کر مقابلہ کریں گے ۔ اور جب پوری قوم مقدمہ بغاوت پر طورخم سے لے کر کراچی تک حکومت کے خلاف بغاوت کرے گی تو حکمرانوں کو بھاگنے کی جگہ نہیں ملے گی ۔پناہ لینے کے لیے جگہ نہیں ملے گی ۔ مقدمے چلیں گے تو پھر بغاوت کامقدمہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم پر بھی چلانا پڑے گا جنھوں نے سپریم کورٹ کے ڈیکلیرڈ غاصب جنرل یحییٰ خان کے ساتھی اور جانشین چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے کردار ادا کیا۔ اور جنرل یحییٰ خان وہ تھا کہ جس کو سپریم کورٹ نے ڈیکلیئر کیا کہ اس نے 1962ء کا آئین توڑ کر غداری نہیں کی بلکہ ملک توڑ کر غداری کا کالا ٹیکہ پوری قوم کے ماتھے پر لگا دیا۔ مقدمہ بغاوت پھر بینظیر بھٹو صاحبہ پر بھی چلانا پڑے گا کہ جنھوں نے سابق صدر غلام اسحاق خان سے سازش کر کے ایک ایسی

جمہوری اور نمائندہ حکومت کو ختم کرایا جس کے پاس انتخابی منڈیٹ تھا۔ جس کے پاس وفاق کے دونوں ایوانوں اور صوبائی چاروں ایوانوں میں واضح اکثریت تھی اور جس کے حق میں سپریم کورٹ کا واضح اور دو ٹوک فیصلہ تھا۔

بات نکلی ہے تو کہنے دو ہمیں بندہ نواز
جب یہ عالم ہو تو پھر صبر کہاں ہوتا ہے
برق گرتی ہے تو ہوتا ہے چمن شعلہ فشاں
آگ لگتی ہے تو کچھ دیر دھواں ہوتا ہے

جناب سپیکر ! مقدمہ بغاوت کی طرح وفاقی حکومت پنجاب کی حکومت کو ایک اور خوفناک امتحان میں مبتلا کرنا چاہتی ہے۔ ----

جناب سپیکر، تابش الوری صاحب وقت آپ کے پاس بھی پندرہ منٹ ہی ہے۔ جس میں سے دس منٹ گزر چکے ہیں۔

سید تابش الوری، جناب والا ! میں آپ سے درخواست کروں گا کہ میں پنجاب کے حوالے سے بے حد اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے ہمیشہ مجھے شفقت سے سنا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ جس طرح خود پنجاب کا مقدمہ پیش کرنے کا شرف رکھتے ہیں مجھے بھی کم از کم آپ کے سامنے پنجاب کا مقدمہ پیش کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ -----

جناب سپیکر، تابش الوری صاحب آپ کتاب لکھیے میں چھپوا دوں گا۔

سید تابش الوری، جناب والا ! اس کے بعد یہ بھی کروں گا کیونکہ آپ بھی ایسا ہی کر چکے ہیں۔ جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ وفاقی حکومت پنجاب کی حکومت کو ایک اور خوفناک امتحان میں ڈال رہی ہے اس نے ہدایت کی ہے کہ کراچی کے مظلوم و محروم عوام کو کچلنے کے لیے پنجاب پولیس بھیجی جائے۔ صوبائی حکومت ابھی تک پس و پیش میں ہے لیکن اتفاق رائے ' public opinion موجود ہے کہ کسی صورت میں بھی پنجابی پولیس کو سندھ میں نہیں بھیجا جانا چاہیے کیونکہ اگر اسے بھیج دیا گیا تو علاقائی اور لسانی عصبیت کی ایک ایسی نئی آگ بھڑکے گی جسے کوئی نہیں بجھا سکے گا۔ سندھ حکومت نے پہلے ہی بدنیتی سے کراچی شہر میں اکثر پولیس تھانوں پر پنجابی پولیس اہلکار متعین کر رکھے ہیں۔ تاکہ پنجابیوں کو مہاجروں سے لڑایا جائے ' ان کے درمیان نفرتیں ابھریں اور گولی اور گالی

پنجابی کا مقدر بنا دی جائے۔ جناب والا ! آرمی اور رینجرز ایک تربیت یافتہ force ہیں ! اگر وہ وہاں کامیاب نہیں ہو سکتیں تو پنجاب کی پولیس وہاں کیسے کامیابیاں حاصل کر سکتی ہے ؟ مقصد صرف پنجاب کو بدنام کرنا ہے ' مقصد صرف پنجاب کو رسواء کرنا ہے اس لیے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ انگریزوں نے بھی پنجابیوں سے مکے پر گولیاں چلوائیں تھیں اور تاریخ آج تک ہمارے ماتھے سے یہ داغ نہیں مٹا سکی ۔ مشرقی پاکستان کے آخری لمحوں میں بھی پنجاب ہی سے پولیس بھیجی گئی تھی اور وہاں نفرت کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا ۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج موجودہ حکومت اس تاریخ کو دہرانا چاہتی ہے لیکن اب اہل پنجاب ' پنجاب کو رسواء اور.....

جناب تاج محمد خان زادہ: جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر: جی خان زادہ صاحب ۔

جناب تاج محمد خان زادہ : جناب والا Sir, I am sorry to disturb his speech. پنجابیوں نے مکے کے اوپر کبھی گولی نہیں چلائی ۔ پنجابیوں نے نیوی میں غدر کیا اور ترکی کے خلاف لڑنے سے انکار کیا ۔ یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ پنجابیوں نے مکے کے اوپر گولیاں چلائیں ۔ یہ بالکل جھوٹ ہے ۔

جناب سپیکر: میں آپ کی تائید کرتا ہوں ۔

سید تابش الوری: جناب سپیکر ! یہ تاریخ کا حصہ ہے یہاں اس بحث کی ضرورت نہیں ہے ۔ ---- اس میں سکھ رجمنٹ تھی جس نے یہ کارنامہ انجام دیا.....

جناب سپیکر: یہ افواہوں کا حصہ ہے ' یہ غلط فہمیوں کا حصہ ہے ۔

سید تابش الوری: یہ سکھ رجمنٹ تھی جس نے یہ کارنامہ انجام دیا تھا ۔ پنجابی مسلمان نہیں بلکہ پنجاب کی سکھ رجمنٹ تھی جس نے یہ کارنامہ انجام دیا ۔ میں پنجاب کی بات کر رہا ہوں ۔ پنجاب میں سکھ بھی رہتے ہیں ' پنجاب میں ہندو بھی رہتے ہیں .....

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز ۔ آرڈر پلیز ۔ میری بات سنیے ۔ پنجابی مسلمان مر سکتا ہے لیکن خانہ کعبہ پر گولی نہیں چلا سکتا ۔

جناب تاج محمد خان زادہ: آپ کیسی باتیں کرتے ہیں یہ واقعے کی بات نہیں ہے یہ اسلام کی بات

ہے۔

جناب سپیکر، پنجابی مسلمان مر سکتا ہے لیکن خانہ کعبہ پر گولی نہیں چلا سکتا۔

سید تابش الوری، جناب والا ! میں نے مسلمان کی بات نہیں کی میں نے کہا ہے کہ سکھ رجمنٹ نے گولی چلائی ۔ میں نے مسلمان کی بات نہیں کی ہے میں نے پنجاب کی بات کی ہے آپ میرے لفظوں پر غور کریں ۔ آپ ایسے ہی ایک غلط بحث میں پڑ گئے ہیں ۔ یہ تاریخ کی بات ہے اسے کوئی نہیں جھٹلا سکتا ۔ جناب سپیکر ! میں کہنا چاہتا ہوں کہ اب اہل پنجاب یہ تاریخ نہیں دہرانے دیں گے اور پنجاب کو رسوا، اور ملک کو دو لخت کرنے کی کوئی سازش کامیاب نہیں ہونے دی جائے گی ۔ میاں نواز شریف کی قیادت میں ہم نے عہد کیا ہے کہ ملک توڑنے والوں کے ہاتھ توڑ دیں گے لیکن ملک نہیں توڑنے دیں گے ۔ جناب والا ! صوبے کے سیاسی اور انتظامی تناظر میں اس تمہیدی اظہار کے بعد اب سالانہ بجٹ کے بعض اہم پہلوؤں پر ایک طائرانہ سی نظر ڈالتا چلوں اور بجٹ کے آئینے میں وہ تصویریں دکھاتا چلوں جو وزیر خزانہ نے آپ سے ، ہم سے اور عوام سے چھپائی ہیں ۔ جناب والا ! وزیر خزانہ نے ماضی کی کارکردگی کے جائزے کی ضرورت پر تو زور دیا مگر اس کا جائزہ پیش نہیں کیا۔ اب ان کی جگہ میں احتساب کرتے ہوئے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس صوبے میں محصولات اور ٹیکسوں کی وصولی میں موجودہ سال حکومت زبردست ناکام رہی ہے ۔ خود حکومت کے white paper نے اعتراف کیا ہے کہ direct ٹیکسوں کا ہدف 135 کروڑ 21 لاکھ تھا جو پورا نہ ہو سکا ۔ اور اس مد میں سوا دو کروڑ روپے کم وصول ہوئے ۔ اسی طرح سے indirect ٹیکسوں کے ہدف میں خوفناک کمی آ گئی ہے ۔ وصولی کا تخمینہ 477 کروڑ 75 لاکھ تھا جبکہ وصولی صرف 406 کروڑ 75 لاکھ ہوئی ہے یعنی 71 کروڑ روپے کم ۔ اسے انتظامیہ کی نااہلی کہیے یا حکومت کی غلط منصوبہ بندی دونوں صورتیں ناقابل رشک ہیں ۔ جناب سپیکر ! میں درخواست کروں گا کہ وزراء اس اہم معاملے میں توجہ دیں اور درخواستوں کو اٹھا رکھیں ۔ کیونکہ یہ پورے پنجاب کا اجتماعی مسئلہ ہے میں ان کی اور تمام ارکان کی خصوصی توجہ چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر، آرڈر پلیز ۔ آرڈر پلیز ۔ براہ کرم توجہ فرمایے۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر ! ایک طرف ہم انتظامیہ پر ------

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر ! میں آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں اور اپنی تقریر کو وہیں سے جوڑتا ہوں جہاں

میں خاموش ہوا تھا۔ جناب والا ! ہم دیکھ رہے ہیں کہ پنجاب میں General Administration پر اخراجات بے تحاشا بڑھائے جا رہے ہیں لیکن ان کی کارکردگی بڑھنے کی بجائے الٹا گرتی جا رہی ہے۔ اگر وصولی کا نظام بہتر ہوتا ' اگر ایڈمنسٹریشن سخت ہوتی تو 72 کروڑ روپے کی کمی ہمارے محصولات میں نہ ہوتی۔ اور حکومت کو 70 کروڑ کے نئے ٹیکس نہ لگانے پڑتے۔ جناب سپیکر ! وزیر خزانہ نے دعویٰ کیا ہے کہ نئے بجٹ میں 251 کروڑ روپے کی بچت ہو گی۔ میں حیران ہوں کہ اگر صرف دو مدوں میں اس سال 73 کروڑ کی کمی ہوئی تو آئندہ سال کے اہداف فرشتے پورے کریں گے ؟ اور جب تخمینے مفروضوں کی بنیاد پر ہوں گے اور آمدنی ہی پوری نہیں ہو گی تو بچت کہاں سے ہو گی ؟ جناب سپیکر ! 1994-95ء کے بجٹ میں ترقیاتی بجٹ 12 سو کروڑ کا تھا۔ میری اطلاع کے مطابق اپریل 1995ء تک صرف 565 کروڑ روپے خرچ ہو چکے تھے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ 12 سو کروڑ کے بجٹ میں سے اپریل تک صرف 565 کروڑ روپے خرچ ہو چکے تھے۔ دو ماہ کے مختصر عرصے میں بقیہ 700 کروڑ روپے کیسے خرچ ہوئے ' کتنی رقم خورد برد ہوئی ؟ کیسے منصوبوں کو لوٹا یا لوٹایا گیا ؟ اس کا اندازہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ جناب سپیکر ! صوبے کے ترقیاتی بجٹ اور تعمیر پنجاب پروگرام ایک فریب اور فراڈ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑی بڑی رقوم بجٹ میں دکھا دی جاتی ہیں جناب سپیکر! صوبے کا ترقیاتی بجٹ اور تعمیر پنجاب پروگرام ایک فریب اور فراڈ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑی بڑی رقوم بجٹ میں دکھا دی جاتی ہیں۔ اسمبلی اور عوام کو بے وقوف بنا دیا جاتا ہے۔ لیکن سال کے آخر میں یا تو رقم surrender ہو جاتی ہے یا اسے اونے پونے خورد برد کر دیا جاتا ہے اس لیے نتیجتاً عوام کو محرومیوں سے بدستور دوچار رہنا پڑتا ہے۔ نئے سال کے لیے پھر ترقیاتی فریب دیا جا رہا ہے ' ترقیاتی بجٹ کا حجم 1350 کروڑ روپے بتایا گیا ہے۔ جبکہ اس کے لیے وسائل صرف 1016 کروڑ روپے کے ہیں۔ یہ میں وائٹ پیپر کی باتیں کر رہا ہوں یہ میں اپنی طرف سے باتیں نہیں کر رہا۔ آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ پنجاب کس سٹیج پر کھڑا ہوا ہے۔ ہمارے پاس صرف 1016 کروڑ روپے کے وسائل ہیں اس طرح بجٹ کی منظوری کے وقت ہی 334 کروڑ کا short fall آج موجود ہے۔ جو کسی طرح سے پورا نہیں ہو گا۔ جناب والا! ترقیاتی بجٹ کا ذکر ہو رہا ہے تو میں ایک اور خوفناک حقیقت کا اظہار کرتا چلوں۔ پنجاب جو کبھی امیر اور ترقی یافتہ صوبہ تھا اب تیزی کے ساتھ ایک غریب اور پسماندہ صوبے میں تبدیل ہو رہا ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ نئے سال کے لیے ملک کے سب سے بڑے صوبے پنجاب میں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تابش صاحب! آپ کے بیس منٹ ہوگئے ہیں۔

سید تابش الوری: جی مجھے اجازت دیجیے۔ آپ مجھے appreciate کریں گے۔ میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ عرض کروں گا۔ میں اس میں بھی اختصار کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مسئلہ یہ ہے کہ آپ اور کتنا وقت لیں گے؟

سید تابش الوری: صرف دس منٹ میں اپنی بات کو ختم کردوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دس نہیں ۔ بیس منٹ تو پہلے ہی ہوگئے ہیں۔ اور بھی بہت سے فاضل اراکین ہیں ۔ آپ پانچ منٹ میں کوشش کریں کیونکہ بیس منٹ پہلے ہوگئے ہیں۔(مداخلتیں-----)

سید تابش الوری: ذرا ہاؤس کو in order کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: I call the House to order ۔ آپ بیس منٹ لے چکے ہیں میں آپ کو پانچ منٹ اور دیتا ہوں۔

سید تابش الوری: سر دیکھئے میں کوئی سیاسی تقریر نہیں کر رہا ہوں۔ بجٹ پر ہمارے دوست بہت کم محنت کرتے ہیں۔ میں آپ سے توجہ چاہتا ہوں۔ جناب والا! میں آپ کے توسط سے بتانا چاہتا ہوں کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ نئے سال کے لیے ملک کے سب سے بڑے صوبے پنجاب کا ترقیاتی بجٹ 1016 کروڑ اور سندھ کا ترقیاتی بجٹ 1439 کروڑ روپے ہے۔ سندھ کا ترقیاتی بجٹ یعنی پنجاب سے 423 کروڑ روپے زیادہ ہے ۔ سندھ پنجاب کے مقابلے میں ایک چھوٹا صوبہ ہے لیکن وہاں ترقی کی رفتار اتنی تیز ہے کہ وہ پاکستان کے سب سے بڑے صوبے سے آگے نکل گیا ہے۔ پھر سندھ ہی سے نہیں ۔ ترقیاتی رفتار میں اب ہم بلوچستان اور سرحد سے بھی پیچھے چلے گئے ہیں۔ ترقیاتی رفتار ' آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ سرحد میں فی کس ترقیاتی رقم کی شرح 365 روپے ' سندھ میں 689 روپے ' بلوچستان میں 743 روپے اور پنجاب میں صرف 142 روپے فی کس ترقی ہو رہی ہے۔ جناب والا! آپ کے توسط سے میں فاضل اراکین سے کہنا چاہوں گا کہ اس صورت حال پر خدا کے لیے غور کیجئے۔ کہ پنجاب کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے۔ اس کے وسائل اور محدود اور مفلوج ہو رہے ہیں۔وہ پسماندگی اور غربت کے غار کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وہ معاشی طور پر بتدریج دیوالیہ ہو رہا ہے اور خود وزیرخزانہ اعتراف کر رہے ہیں کہ پنجاب کی جس خوشحالی کا چرچا تھا اب وہ حقیقت ایک خواب بن گئی ہے۔ جناب والا!

صوبائی بجٹ کا دامن مجموعی طور پر چونکا دینے والے فلاحی منصوبوں یا عام آدمی کے لیے مراعات اور سہولیات سے یکسر خالی ہے۔ اس میں قابل قدر پہلو ہیں ان کا ذکر کیا جانا چاہئے۔ موجودہ مالی سال کے مقابلے میں اگلے سال تعلیمی اخراجات میں 24% اضافہ اور دس کروڑ روپے کی بچت سے پرائمری سکولوں میں ضروری تدریسی سامان کی فراہمی بلاشبہ ایک اچھی پیش رفت ہے۔ اسی طرح سے زرعی ضروریات و مشکلات کے لیے زرعی کمشن کا قیام اور دیہات میں مرکز کی سطح پر one window operation سے کھاد اور بیج کی فراہمی بھی یقیناً ایک قابل قدر کام ہے۔ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں غیر منطقی اضافے کے لیے جو رقم مخصوص کی گئی ہے اور ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی بہبود اور پنشن کے لیے 145 کروڑ کی جو رقم رکھی گئی ہے وہ اگرچہ قطعاً ناکافی ہے ' ان کی ضروریات کے برعکس ہے لیکن کم از کم ان کی اشک شوئی تو ہوتی جائے گی۔ ترقیاتی اداروں کے لیے زیادہ گرانٹ اور بارانی علاقوں کے لیے سمال ڈیمز بھی اچھی سکیموں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن بجٹ میں ایک بات پھر محسوس کی جارہی ہے کہ بہاولپور اور دوسرے پسماندہ علاقے بدستور نظر انداز کیے جارہے ہیں۔ ان علاقوں میں محرومیاں اور حق تلفیاں نئے خوف ناک نعروں اور تحریکوں کی صورت میں جنم لے رہی ہیں وقت آگیا ہے کہ ان پسماندہ علاقوں کے مجبور اور مقہور عوام کے ہم جستی ترقی کے لیے ترجیحی بنیاد پر مؤثر اور فوری اقدامات کیے جائیں۔ اور انہیں خصوصی گرانٹ کے طور پر ایک خطیر رقم دی جائے۔ ورنہ محرومیوں کے دشت سے ایسی آندھی اٹھے گی جو سب کو اڑا کر لے جائے گی۔ جناب والا! وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر میں ایک سنگین غلط بیانی کرتے ہوئے پنجاب کے عوام کو یہ فریب دلانا خوش خبری دی گئی ہے کہ وفاق نے پنجاب کو اس کے حصے سے زیادہ 6 ارب 81 کروڑ روپے کی رقم زیادہ دی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں حصہ سے زیادہ رقم نہیں ملی۔ جناب والا! یہ بہت اہم نقطہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی کریں۔ اب پچیس منٹ ہوگئے ہیں۔ چودھری محمد ریاض ----

سید تابش الوری: جناب آخری بات کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں ایک منٹ دیتا ہوں۔

سید تابش الوری: جناب والا! میں فرد جرم عائد کر رہا ہوں کہ موجودہ حکومت وفاق سے پنجاب کے استحقاق اور ضروریات کے مطابق مالی حقوق اور گرانٹ حاصل کرنے میں ناکام رہی ہے۔ اور اس نے اپنے اقتدار کی قربان گاہ پر پنجاب کے مفادات کو قربان کردیا ہے۔ میں الزام لگاتا ہوں کہ وفاقی حکومت

نے گندم کی اضافی قیمت سے متعلق پنجاب کا تقریباً 152 کروڑ روپے کا کلیم ابھی تک ادا نہیں کیا۔ جس کی ادائیگی کا فیصد دو سال پہلے ہوچکا ہے۔ میں الزام لگاتا ہوں کہ وفاق نے سندھ کو نئے سال کے لیے بھی پسماندہ علاقوں کی خاطر اس کے حصے کے علاوہ اڑھائی سو ارب روپے کی خصوصی گرانٹ دی ہے۔ جبکہ پنجاب کو ایک پیسے کی خصوصی گرانٹ بھی نہیں ملی ہے۔ میں الزام لگاتا ہوں کہ بلوچستان کا اڑھائی ارب روپے کی رائلٹی بڑھانے کا مطالبہ وفاق نے مان لیا ہے۔ لیکن پنجاب کی گندم، کپاس، چاول اور ٹیکسٹائل کی مصنوعات پر رائلٹی اور منافع کا مطالبہ ابھی تک تسلیم نہیں کروایا جاسکا۔ جناب والا! پنجاب کی ان حق تلفیوں پر حکمرانوں کی خاموشی اب قومی جرم بنتی جارہی ہے یہ صوبائی عصبیت کا نہیں صوبائی خودمختاری اور صوبائی حقوق کا مسئلہ ہے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں نیشنل فنانس کمشن جس کے ایوارڈ کی مدت 1995ء میں ختم ہو رہی ہے اسے دوبارہ نئے سرے سے تشکیل دیا جائے۔ اور فوج کی نگرانی میں نئی مردم شماری کرکے نیا مالی ایوارڈ دیا جائے جس میں پنجاب کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب چودھری محمد ریاض۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اس سے پہلے کہ چودھری ریاض صاحب تقریر شروع کریں میں ہاؤس کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ ابھی تک تین فاضل اراکین نے تقاریر کی ہیں۔ تیرہ فاضل اراکین حزب اختلاف کی طرف سے اور چار ٹریژری بنچز کی طرف سے رہ گئے ہیں جنھوں نے تقریر کرنی ہے۔ یعنی سترہ نام میرے سامنے ہیں۔ پندرہ منٹ کے حساب سے اگر چلیں تو سوا چار گھنٹے لگیں گے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ گیارہ بجے تک چلیں گے۔ پھر اس پر وائنڈ اپ تقریر بھی ہونی ہے۔

چودھری محمد ریاض: جناب سپیکر! میری تقریر کے بعد حساب کتاب کرنا۔ فی الحال کام کو چلنے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، میرا مقصد ہے آپ پندرہ منٹ کے اندر تو رہیں۔

چودھری محمد ریاض: انشاء اللہ جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس سے exceed نہ کریں۔ جی، خان زادہ صاحب۔

جناب تاج محمد خان زادہ: The burning issue is about the sending of police and armed forces to Karachi دیکھیے، پنجاب کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی یہ نہیں چاہتا۔ لیکن فرنٹیئر کے پٹھانوں کو فیڈرل گورنمنٹ کے حکم پر رینجرز کو بھیج کر وہاں پر پٹھانوں کو بھی مروا رہے ہیں اور پنجابیوں کو بھی مروا رہے ہیں۔ اور خواہ مخواہ مہاجروں سے ہماری بے اتفاقی کر رہے ہیں۔

براہ مہربانی میں کہوں گا کہ فیڈرل گورنمنٹ اپنا حکم پنجاب پر نہ چلائے اور زور دے۔ پنجاب کے جیالوں کو وہاں پر مرنے اور مارنے کے لیے نہ بھیجے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔جناب چودھری محمد ریاض۔

جناب تاج محمد خان زادہ، اور پٹھانوں کو واپس لائیں۔انھوں نے پریس کانفرنس کی ہے کہ یہاں سے جو پٹھان گئے ہیں ان لوگوں کو مارنے کے لیے' وہ ہماری مرضی کے خلاف ہے۔ اور فیڈرل گورنمنٹ نے بھیجے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جی' چودھری محمد ریاض۔

چودھری محمد ریاض (پی پی۔۱۰' راولپنڈی)، اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بولنے کا موقع عطا کیا۔ جناب وزیر خزانہ صاحب نے جس خوب صورتی سے اعداد و شمار کا ہیر پھیر پیش کیا ہے میں انھیں اور ان کے کزن مخدوم شہاب الدین کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! بجٹ کے آغاز پر وزیر موصوف نے فرمایا کہ مسائل کا انبار ہمیں وراثت میں دیا گیا ہے۔ جناب والا! یہ بات قطعی طور پر غلط ہے۔ ہماری حکومت نے ہمارے قائد میاں محمد نواز شریف نے اس حکومت کو مسائل نہیں' بلکہ وسائل دیے تھے۔ میرے قائد نے ان کو موٹر وے کے منصوبے' وزیر اعلیٰ پبلک ٹرانسپورٹ سکیم' کاشت کار کو قرضے کی سہولت' بیج کی سہولت' ریلویز کے لیے کئی نئی لائنیں بچھانے کے منصوبہ جات' خود انحصاری' خود اعتمادی' خود کفالت کی پالیسیاں دی تھیں۔ جناب والا! غلام حیدر وائیں صاحب نے ایجوکیشن فاؤنڈیشن' ہیلتھ فاؤنڈیشن بنائے تھے۔ میں آج اس حکومت سے پوچھتا ہوں کہ انھوں نے اپنے دو سالہ دور میں ایجوکیشن فاؤنڈیشن اور ہیلتھ فاؤنڈیشن کے through کتنا روپیہ پنجاب میں تقسیم کیا ہے؟ جناب والا! ہمارے وقت میں صنعتیں لگ رہی تھیں' دیواریں بن رہی تھیں' چھتیں ڈالی جا رہی تھیں اور اس سے بڑھ کر جناب میاں محمد نواز شریف نے کاسۂ گدائی کو توڑ دیا تھا اور دفن کر دیا تھا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

پوری قوم کو بھیک مانگنے سے نجات دلائی تھی۔ مگر آج پھر اس حکومت میں کاسۂ گدائی لے کر دنیا کے کونے کونے میں جا کر پاکستانی قوم کو پھر بھیک مانگنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ہماری حکومت نے تعلیم' صحت اور لیبر کی پالیسیاں دیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ انھوں نے آج تک کتنی پالیسیاں دی ہیں؟

کیا انھوں نے کوئی آج تک لیبر پالیسی دی ہے؟ کوئی ایجوکیشن پالیسی دی ہے؟ جناب والا! ان کے وزیر خزانہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے اوور ڈرافٹ کم کیا۔ جناب والا! میں نے پہلے بھی کہا کہ یہ الفاظ کا ہیر پھیر ہے۔ انھوں نے پنجاب کے ترقیاتی فنڈز کو روک لیا۔ ایجوکیشن کے اوپر خرچہ نہ کر کے اوور ڈرافٹ کو کم show کیا ہے۔ میں یہاں ایک بات کروں گا کہ ان دو سالوں میں لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ بہت خراب رہا۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہر طرف بینک ڈکیتیاں ہو رہی ہیں۔ یہ اس لیے ہو رہا ہے کہ ہماری پولیس کا نظام ٹھیک نہیں۔ پولیس سے ٹھیک کام نہیں لیا جا رہا۔ جناب صدر محترم' وزیر اعظم' وزیر اعلیٰ یا وزراء صاحبان جب اپنے ٹور پر نکلتے ہیں' صدر محترم جب ایئر پورٹ سے گورنر ہاؤس یا کسی اور فنکشن پر جاتے ہیں تو صبح سے شام تک ایک سپاہی دس پندرہ سیر کی بندوق جب اپنے کندھے پر اٹھائے سارا دن دھوپ میں سڑک کے کنارے کھڑا رہے گا تو وہ بینک ڈکیتیاں روکے گا یا ان کو سلوٹ مارتا رہے گا؟ اگر ان لوگوں کو پروٹوکول لینا مقصود ہے تو میں ان سے گزارش کروں گا کہ اپنے لیے ایک الگ پروٹوکول پولیس بنالیں۔ پولیس کو صرف لاء اینڈ آرڈر کے لیے ہی رکھیں۔

جناب سپیکر! موجودہ حکومت کی وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ نے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کو اپنا خدا سمجھا۔ نہ عوام کا خیال کیا نہ ملک کا خیال کیا۔ صرف اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے عوام کو بھول کر امریکہ کی غلامی کو قبول کیا۔ آج کے حکم رانوں کے بزرگوں نے انگریز کے حکم پر اپنی پوری قوم کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا تھا۔ جس طرح ان کے آبا و اجداد انگریزوں کے کتے اور گھوڑوں کو نہلاتے تھے اور ان کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ آج کے حکم ران بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے حکم پر اپنے عوام پر ظلم اور مہنگائی کا تیر اور مہنگائی کی تلوار چلاتے ہیں۔ بجٹ بناتے وقت' جس طرح میرے بھائی رشید بھٹی نے کہا تھا کہ کسی ایم این اے اور ایم پی اے سے نہیں پوچھتے۔ اس کے سامنے بجٹ نہیں لاتے۔ میں کہتا ہوں یہ بجٹ بنانے کے لیے' جب پاکستان میں بجٹ کی تیاری ہوتی ہے تو مئی میں' اپریل میں گورے فرانس اور امریکہ سے آ کر اس کو ڈکٹیشن دیتے ہیں۔ جناب والا! آج کی حکومت کا ایک نعرہ روٹی' کپڑا اور مکان ہے۔ یہ صرف غریب کا نام اقتدار کی کرسی پر پہنچنے کے لیے لیتے ہیں۔ یہ غریب کو اقتدار کی کرسی پر پہنچنے کے لیے سیڑھی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ جب یہ اقتدار پر پہنچ جاتے ہیں تو غریب کی غربت کو ختم کرنے کی بجائے ایسے منصوبے بناتے ہیں کہ جس میں غریب ختم ہو جائے' اس کی زندگی ختم ہو جائے۔ آج آپ دیکھیں کہ ہر مکتبۂ فکر کے لوگ پریشان ہیں۔ سفید پوش کا گزارا مشکل ہے۔ غریب کا جینا مشکل ہے۔ ہر حکومت

کے خلاف کلرک اور ہر کلتبہ فکر کے لوگ جلوس نکال رہے ہیں۔

جناب والا! میں پنجاب کے بجٹ کی طرف ایک اشارہ کرتا ہوں۔ ایک طرف تو اعلیٰ سکول بنائے جا رہے ہیں۔ فرنیچر دیا جا رہا ہے۔ مگر وہ صرف ڈیرہ غازی خان اور اوکاڑہ میں۔ دیہی علاقوں میں آج بھی بچوں کے پاس بیٹھنے کے لیے ٹاٹ نہیں ہیں۔ میرے حلقہ انتخاب میں بچوں کے بیٹھنے کے لیے سکول کی چھتیں نہیں ہیں۔ درختوں کے نیچے بیٹھ کر آج بھی بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اور آج بھی میرے علاقے میں جانور اور انسان ایک ہی جگہ سے پانی پیتے ہیں۔ مگر بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ دیہی علاقوں کے ہسپتالوں میں ڈاکٹر نہیں۔ سکولوں اور کالجوں میں استاد نہیں۔ مگر اوکاڑہ اور ڈیرہ غازی خان اور لاہور میں جہاں ایک پوسٹ ہے وہاں پر چار چار اور پانچ پانچ ٹیچر اور ڈاکٹر لگے ہوئے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ حکمران کہتے ہیں ہمیں خزانہ خالی ملا۔ میں ان سے پوچھتا ہوں' اگر انھیں یہ خزانہ خالی ملا تھا تو پھر یہ جہاز اور گورنر ہاؤس میں لفٹیں اور وزیر اعلیٰ صاحب اپنے گھر پر لاکھوں روپے کہاں سے لگا رہے ہیں؟ لاکھوں اور کروڑوں روپے خرچ کیے جا رہے ہیں۔ جناب والا! میں آپ سے پوچھتا ہوں' آپ نے گورنر ہاؤس بڑے عرصے سے دیکھا ہوا ہے۔ کیا وہاں پر کسی لفٹ کی ضرورت ہے؟ جناب سپیکر! وہاں پر سب سے زیادہ جو سیڑھیاں ہیں وہ دس اور بارہ ہیں۔ جناب والا! آج ان کی ٹانگیں اتنی نازک ہو گئی ہیں کہ یہ دس اور بارہ سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتے۔ یہ وہ دن بھول گئے ہیں جب یہ صبح اور شام بھینسوں کو چرایا کرتے تھے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! غریب کے پیسے کو اس طرح تباہ و برباد نہ کریں۔ جو وزیر اعلیٰ اور دوسرے حضرات سے پیسہ بچتا ہے اس کے بعد ہمارے وزراء صاحبان دونوں ہاتھ سے لوٹتے ہیں اور میریٹ ہوٹل میں جا کر وہ عیاشتوں پر بل خرچ کر دیتے ہیں۔ پھر جو پیسہ صوبے کے لوگوں سے بچتا ہے مرکز میں ایک مرد اول نے لوٹ مار کا بازار گرم کیا ہوا ہے۔ وہ گدھے' گھوڑے' اونٹ خرید رہا ہے۔ یہ غریب کا مذاق نہیں تو کیا ہے۔ آج بات دس percent نہیں' بات اس سے بھی آگے نکل کر کہیں تیس پینتیس percent پر چلی گئی ہے۔ مخدوم شہاب صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے کوئی ٹیکس نہیں لگایا۔ یہ no tax بجٹ ہے۔ جناب سپیکر! یہ پہلا بجٹ نہیں ہے۔ اس کے بعد اور بھی کئی بجٹ آئیں گے۔ کئی منی بجٹ آئیں گے۔ جس طرح تابش الوری صاحب نے باتیں کی ہیں وہ بڑی ٹھوس باتیں کی ہیں۔ حکومت کو اس پر بھی غور کرنا چاہیے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ صوبہ سرحد کو تو رائلٹی دیتے ہیں' بلوچستان کو رائلٹی دیتے

ہیں اور دینی بھی چاہیے ۔ہم اس کے خلاف نہیں مگر پنجاب کو بھی کپاس ' گندم اور چاول کی رائلٹی ضرور دیں ۔ پنجاب کا یہ حق ہے ۔ اور یہ میں کہوں گا اورمرکزی حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ پورا ایوان اس بات کی سفارش کرتا ہے کہ کالا باغ ڈیم بنا کر پنجاب کو بھی رائلٹی دی جائے ۔ لگتا ہے کہ یہ حکومت ملک کی دشمن حکومتی ہے ۔ اس کی ایسی پالیسیاں ہیں کہ یہ پتا لگتا ہے کہ کسی دشمن ملک کے لوگ یہاں حکومت کررہے ہیں ۔ میں یہاں آپ کو صرف دو مثالیں دوں گا ۔ آئل اینڈ گیس کے جو چیئرمین تھے ان کو اسی حکومت نے ۱۹۸۹ء میں appoint کیا تھا ۔ یہ وہ شخص جس نے امریکہ میں سے آئل اینڈ گیس میں پی ایچ ڈی کیا ۔ اس نے وہاں پوری دنیا میں ناپ کیا ۔ اوراس حکومت نے اسے وہاں appoint کیا ۔ اس وقت آئل اینڈ گیس کی آمدنی صرف ۶ کروڑ روپیہ تھی ۔ اور آج اس کی آمدن ۳ ارب روپیہ ہوئی ۔ وہ شخص ایک دیانتدارشخص تھا ۔ اس حکومت کے لوگوں نے جب اس سے حصہ مانگا ۔ اس سے مال بٹورنے کی کوشش کی تو اس نے انکار کیا تو اس کو وہاں سے اٹھا کر انھوں نے او ایس ڈی لگا دیا ۔ اور ایسے شخص کو وہاں چیئرمین آئل اینڈ گیس لگایا جس کے خلاف اس وقت ۳ ۳ مدمات ہیں ۔ ان کی انکوائی ہو رہی ہے اور وہ سرعام یہ بات کہتا ہے کہ مجھے ان لوگوں کی پشت پناہی حاصل ہے کہ اگر مجھ پر ۳۴ کی بجائے ۷۰ بھی مقدمے بنے تو میں انشاء اللہ اس محکمے کو ختم کروں گا ۔میں یہاں کھڑے ہو کر ایک اور پیشین گوئی کرتا ہوں کہ جناب والا ! پنجاب بینک جو پنجاب کا ایک ادارہ ہے ۔ جس کا شیئر ۱۷۵ روپے میں بکتا تھا آج ۲۳ روپے میں بک رہا ہے ۔ یہ ایک سازش کے تحت ہو رہا ہے ۔ کہ پنجاب بینک کو بھی مہران بینک کی طرح خوار کرکے اسے بھی بند کردیاجائے ۔ جناب والا ! آخر میں میں ایک اہم کیس کی طرف آتا ہوں ۔ جو آج کل اخبارات کی زینت بنا ہوا ہے ۔ وہ ہے بغاوت کا کیس ۔ انھوں نے بغاوت کا کیس میاں نواز شریف اور اس کے محبان وطن دوستوں پر بنایا ہے ۔ جناب والا ! آج میرے دوست اختر رسول صاحب یہاں موجودنہیں ۔(قطع کلامی) جناب والا ! کہتے ہیں کہ نام لینے چاہییں۔ میں بتا دیتا ہوں کہ راجہ جاوید اخلاص صاحب ' راجہ بشارت صاحب ' عمران مسعود صاحب ' چودھری اختر رسول صاحب ' ہم سارے لوگ عوام میں سے منتخب ہو کر آئے ہیں ۔ اور تقریباً تین تین ' چار چار مرتبہ منتخب ہوئے ہیں ۔ اختر رسول صاحب یہاں موجود نہیں ہیں میں ان کے حق میں یہ بات کروں گا کہ کون نہیں جانتا کہ اختر رسول صاحب نے کیا کارنامہ سرانجام دیا تھا ۔ اس نے پاکستان کانام دنیا میں روشن کیا تھا ۔ وہ ورلڈ چیمپئن ہیں اور اس پر بھی غداری کا مقدمہ بنادیا ۔ یہ چھوٹی سی بات ہے ۔ آپ کی حکومت نے یعنی موجودہ حکومت نے میاں نواز شریف پر بغاوت کا مقدمہ

بنایا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے ۱۹۹۳ء میں دوتہائی مجارٹی ہوتے ہوئے ' سپریم کورٹ کا فیصلہ ہوتے ہوئے جمہوریت اور ملک کی خاطر اپنے اقتدار کو ٹھوکر لگا دی تھی ۔اس کو آپ غدار کہتے ہیں ۔ آج بھی وہ شخص پوری قوم کا واحد لیڈر ہے ۔اس نے ۱۹۹۳ء کے الیکشن میں آج کی موجودہ حکومت سے زیادہ ووٹ لے کر آج بھی ملک و ملت کی خاطر وہ اپوزیشن میں بیٹھا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ ! wind up کریں ۔

چودھری محمد ریاض ، جناب والا! ابھی تو سات منٹ ہوئے ہیں ۔ اور آٹھ منٹ میرے بقایا ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہ نہ ۔ آٹھ منٹ تو نہیں ہیں ۔

چودھری محمد ریاض ، جناب والا ! ابھی تو دو تین باتیں کرنی ہیں ۔مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں وہ عرض کرسکوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کا ایک منٹ رہتا ہے ۔

چودھری محمد ریاض ، جناب والا ! مجھ پر بغاوت کا مقدمہ بنایا گیا ۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں علاقہ پٹھوار تحصیل گوجر خان سے تعلق رکھتا ہوں ۔علاقہ پٹھوار کے لوگ سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ آپ ان کی مرہون منت راتوں کو آرام سے سوتے ہیں ۔ وہ سرحدوں پر جاگتے ہیں اور پاکستان کی عوام آرام کی نیند سوتی ہے ۔ میرا وہ علاقہ ہے جس میں سے کئی نشان جرأت ہیں ۔ اور تحصیل گوجر خان واحد پورے پاکستان کی تحصیل ہے جس میں دو نشان حیدر ہیں ۔ہمیں ناز ہے کیپٹن سرور شہید نشان حیدر پر اور سوار محمد حسین نشان حیدر پر۔ جناب والا ! مجھ کو عوام نے چار دفعہ ایم پی اے اور ایک دفعہ ایم این اے منتخب کیا ہے۔ وہ غداروں کو منتخب نہیں کرتی ۔ ہم غداروں کو مارنے والے ہیں ۔ اور غداروں نے اس ملک کے اندر سزائے موت پائی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ریاض صاحب ! پورے پندرہ منٹ ہوگئے ہیں ۔ ایک منٹ میں wind up کریں۔

چودھری محمد ریاض، جناب سپیکر ! میں کہتا ہوں کہ غدار وہ ہیں جن کے دادا نے جونا گڑھ کو گنوایا ۔ جس کے باپ نے مشرقی پاکستان کو گنوایا ۔ آج اس کی بیٹی کراچی کو قتل کررہی ہے ۔اور اس سے بڑھ کر وہ پنجاب اور مہاجر کو لڑا رہی ہے ۔ ہماری پولیس بھیجنے کا پروگرام صرف اس لیے ہے کہ پنجابی کو مہاجر سے لڑایا جائے ۔ اور مہاجر کو آج چوہا کہا جارہا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ شکریہ چودھری صاحب !

چودھری محمد ریاض ، جناب سپیکر! مہاجر غدار نہیں ۔ مہاجر محبان وطن ہیں ۔ جنہوں نے پاکستان کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرکے پاکستان کو بنایا تھا۔ جناب والا! غدار وہ ہیں ' وہ وزیر اعظم اور غلام اسحاق خان غدار ہے ۔ جس نے قومی اسمبلی کو توڑا ۔ وزیراعلیٰ اور گورنر پنجاب غدار ہیں جنہوں نے صوبائی اسمبلی کو ہائی کورٹ کے فیصلے کے بعد دو منٹ کے بعد پھر توڑ دیا ۔ جناب والا! مجھے صرف ایک منٹ دے دیں۔ جناب والا! وزیر اعظم بےنظیر صاحبہ گوجر خان تشریف لائیں۔ میں نے جو قومی اسمبلی کی سیٹ چھوڑی تھی اس پر ضمنی انتخاب ہورہے تھے ۔ وہاں پرگوجر خان کو ضلع بنانے کا اعلان ہوا ۔ کیڈٹ کالج بنانے کا اعلان ہوا ۔ اور گورنمنٹ کالج سرورشہید نشان حیدر کی نئی عمارت بنانے کا اعلان ہوا ۔ وہ کام آج تک نہیں ہوا ۔ مگر بےنظیر صاحبہ ' میاں نواز شریف نے جو سونی گیس گوجر خان کو دی تھی اس پر تختی لگانے کے لیے تشریف لائیں۔ اور وہاں پر کہا کہ میں گوجر خان سے انتقام لوں گی ۔ میں ضرور انتقام لوں گی اس لیے کہ انھوں نے آج تک ہمیں قومی اسمبلی میں اور صوبائی اسمبلی میں سیٹ نہیں دی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ ۔ جناب غلام عباس صاحب !

چودھری محمد ریاض، جناب والا! اگر محترمہ کو انتقام لینا ہے تو مجھ سے انتقام لیں ۔ میرے علاقے سے انتقام نہ لیں ۔ شکریہ ' خدا حافظ !

ایک معزز رکن (حزب اقتدار) ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! میری گزارش ہے کہ آواز کے ساتھ ساتھ یہ سر پر چھری بھی پہن لیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ہاں ٹھیک ہے ۔ جناب غلام عباس !

جناب غلام عباس، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔محترم جناب سپیکر ! میں انتہائی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا ۔ آج زیر بحث موضوع پنجاب حکومت کا صوبائی بجٹ اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کے اندر موجود سیاسی ہیجان ہے جس کے اوپر تمام مقررین اپنی اپنی رائے اور استدلال کا اظہار کررہے ہی۔ جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج جو کراچی کا مسئلہ ہے وہ ہماری قومی زندگی کا ایک اہم مسئلہ ہے ۔ مگر کراچی کے مسئلے کو اگر آج ہی کے مسئلے کے حوالے سے دیکھا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ تاریخ اور حقائق کے ساتھ ناانصافی ہو گی ۔ کراچی کا مسئلہ ۱۹۷۹ء میں شروع ہوا جناب سپیکر ! جب

محترم الطاف حسین کے اوپر ایک مقدمہ درج کیا گیا۔ یہ مقدمہ ۷۹ ۔ ۱۰ ۔ ۲ کو درج ہوا۔ جس میں الطاف حسین پر یہ جرم عائد کیا گیا کہ انھوں نے ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے پاکستان کے پرچم کو اتارا، نذر آتش کیا اور حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے اوپر پتھراؤ کیا گیا۔ اس مقدمے کی نقل میں آپ کے اس معزز ایوان اور عدالت میں پیش کرتا ہوں کہ یہ وہ مقدمہ ہے جس کے تحت الطاف حسین کو 9 ماہ قید اور 5 کوڑوں کی سزا دی گئی۔ پھر یہ حکومت اس وقت کی حکومت ہے جس حکومت میں پاکستان پیپلز پارٹی قطعی طور پر شریک نہیں تھی۔ اس حکومت میں محترم جنرل ضیاء الحق کے ساتھی اور دوسرے رفقائے کار موجود تھے مگر الطاف حسین کو 5 کوڑوں کی سزا بھی ہوئی اور 9 ماہ قید بھی اس کو کاٹنا پڑی۔ اس کے بعد میں محترم میاں نواز شریف صاحب کے ان بیانات کی طرف آؤں گا جو انھوں نے الطاف حسین صاحب کے بارے میں دیے۔ 27-12-92 کو میاں نواز شریف صاحب نے بیان دیا کہ حکومت ایم ۔ کیو ۔ ایم کی سرپرستی نہیں کرتی۔ مجبوراً حیدر آباد ہیڈ کوارٹر میں ہمیں یہ آپریشن کرنا پڑا ہے، یہ میجر جنرل نصیر صاحب کا بیان ہے۔ پھر 31-1-93 کو میاں صاحب کا یہ بیان ہے کہ وفاقی حکومت نے الطاف حسین کے خلاف مقدمات واپس لینے سے انکار کر دیا۔ پھر 10-2-93 کو حکومت سندھ نے الطاف حسین اور دیگر کے خلاف 11 مقدمات دہشت گردی درج کیے۔ 12-3-93 کو وفاقی تحقیقاتی ٹیم نے ایم۔ کیو۔ ایم کے سابق قائد الطاف حسین کی وصیت وفاقی حکومت کو پیش کی جس میں الطاف حسین نے کارکنوں سے کہا کہ میری موت کا بدلا میاں نواز شریف سے لیا جائے۔ پھر 20-6-92 کو میاں نواز شریف نے لندن میں سرمایہ کاری سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایم۔ کیو۔ ایم پر کسی دوسرے کو ترجیح ہم نہیں دیں گے۔ یہ وہ contradictory statements ہیں جو کہ ہمارے محترم قائد حزب اختلاف صاحب کی طرف سے مختلف ادوار میں ہوتی رہیں۔

جناب والا! یہ یہاں پر ہی ختم نہیں ہے بلکہ آپ کے گوش گزار کروں گا کہ 31 مئی اور یکم جون 1992ء کو سندھ میں فوجی ایکشن کے خلاف ایم۔ کیو۔ ایم نے وزراء سمیت سندھ اسمبلی سے واک آؤٹ کیا اور 30-1-92 کو ایم۔ کیو۔ ایم حقیقی کے عامر خان، سردار سرور خان اور نعیم اختر نے ایک پریس کانفرنس میں انکشاف کیا کہ الطاف حسین سندھو دیش بنانا چاہتے ہیں۔ پھر اس کے بعد 2-6-92 کو اور پھر اس کے بعد کی دوسری تمام تحریریں میں آپ کے حضور پیش کروں گا کہ میاں نواز شریف کی حکومت میں الطاف حسین کے خلاف 302 کا مقدمہ درج ہوا۔ یہ اس وقت کے اخبارات ہیں جو کہ میں آج یہاں آپ کے حضور پیش کر رہا ہوں۔ پھر 16-11-92 کو ایم۔ کیو۔ ایم کی قیادت زیر زمین چلی گئی

اور الطاف حسین کو وطن واپسی سے منع کر دیا گیا۔ الطاف حسین کی چھاؤنیاں اور وائٹ ہاؤس جہاں خون کا کھیل کھیلا جاتا تھا وہ پکڑے گئے۔ مارچ سیلوں کی دیواروں پر خون کے چھینٹے، چھت پر لٹکتی ہوئی رسیاں اور زنجیریں اور ناخن کھینچنے والے جمہور میاں نواز شریف صاحب کی حکومت میں برآمد کیے گئے۔ ہماری حکومت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ وہ سلسلہ ہے جو کہ ایم۔ کیو۔ ایم کا چل رہا تھا۔۔۔

جناب تاج محمد خانزادہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ۔ خانزادہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

جناب تاج محمد خانزادہ: جناب والا! آپ تو بڑے قانونی آدمی ہیں۔ یہ الطاف کا پنجاب کے بجٹ سے کیا تعلق ہے؟ (قہقہے) یہ الطاف اور نواز شریف کا مقدمہ تو نہیں ہے۔ یہ تو پنجاب کا بجٹ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خانزادہ صاحب، بات آپ کی جائز ہے۔ لیکن یہاں ایسے ہی ہوتا ہے کہ بجٹ کے دو جملے پڑھ کر آگے شروع کرتے ہیں۔ انھوں نے direct شروع کر دیا۔ فرق اتنا ہے۔ جی۔

جناب غلام عباس: جناب سپیکر! میں اپنے معزز اراکین کی طرف آ رہا ہوں کیونکہ کراچی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے اوپر حکومت اور اپوزیشن کو consensus کرنا چاہیے۔ میں اس حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ میں کوئی اپوزیشن کی مخالفت کی بات نہیں کر رہا۔ یہ میاں نواز شریف صاحب کے دور حکومت میں 1-11-92 کو ایم۔ کیو۔ ایم کے چھ بڑے رہنماؤں کی گرفتاری پر 32 لاکھ روپیہ انعام رکھا گیا۔ اس میں عمران فاروق، سلیم شہزاد، جاوید لنگڑا اور دوسرے رہنما ہیں۔ یہ تصویروں کے ساتھ ان ہی کے دور حکومت میں یہ انعام رکھا گیا اور پھر میاں نواز شریف صاحب کا ایک ببانگ دہل بیان جو کہ 31-1-93 کو نوائے وقت کراچی میں شائع ہوا کہ وفاقی حکومت نے الطاف حسین کے خلاف مقدمات واپس لینے سے انکار کر دیا۔ تو یہ ہے اور پھر میاں صاحب کے دور حکومت میں، میں اس دور حکومت میں جا رہا ہوں جو کہ میاں نواز شریف صاحب کا دور حکومت ہے کہ بھارت نے جی۔ ایم سید کے ذریعے ایم۔ کیو۔ ایم کو مالی امداد دی۔ یہ اشفاق چیف جو ہے اس نے اس کے اوپر ایک سٹیٹمنٹ دی۔

جناب والا! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کراچی ایک قومی مسئلہ ہے۔ کراچی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے اوپر حکومت اور اپوزیشن دونوں کا consensus ہونا چاہیے۔ کراچی کا مسئلہ کسی فرد واحد کا مسئلہ نہیں ہے۔ کراچی کا مسئلہ پاکستانی قوم کا مسئلہ ہے۔ ہمارے ملک کا مسئلہ ہے۔ ہمارے ملک کے مستقبل کا مسئلہ ہے۔ ہمارے ملک کی روشنیوں کا مسئلہ ہے۔ ہمارے ملک کی معیشت کا مسئلہ ہے۔

ہمارے ملک کی سیاست کا مسئلہ ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کے اوپر ایک ایسا consensus ہونا چاہیے کہ پاکستان کو بچانے کے لیے consensus ہونا چاہیے۔ پاکستان کو ترقی کے راستوں کے اوپر لے جانے کے لیے consensus ہونا چاہیے اور محترم قائد حزب اختلاف کا یہ بیان کہ میں کراچی کے ایشو کے اوپر پیپلز پارٹی کو اس کانفرنس میں شامل نہیں کروں گا' میں سمجھتا ہوں کہ اس سے میاں صاحب کے ان جذبات میں شک کی گنجائش موجود رہتی ہے کہ انھیں یہ بات نہیں کہنی چاہیے بلکہ اگر کراچی کے مسئلے کو حل کرنا ہے---

چودھری محمد ریاض : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : چودھری ریاض صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

چودھری محمد ریاض : جناب والا ! میں چودھری غلام عباس صاحب کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جب میاں نواز شریف صاحب نے یہ آفر دی تھی تو اس وقت محترمہ نے یہ کہا تھا کہ آپ وزیر اعلیٰ سندھ سے بات کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : چودھری صاحب' یہ بات نہیں۔

چودھری محمد ریاض : جناب والا ! تھوڑی سی یہاں یہ بات بھی ہونی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں۔ آپ کی تقریر ہوئی ہے۔ آپ نے جو بھی بات کی ہے کسی نے interrupt نہیں کیا۔ مہربانی۔ جی

جناب غلام عباس : جناب سپیکر! میں کسی ایسی controversy میں نہیں جانا چاہتا کہ جس سے ہمارے دوستوں کے جذبات کو کوئی ایسی ٹھیس پہنچے ورنہ یہاں شہید بھٹو پر غداری کی بات ہوئی۔ یہاں محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ پر غداری کی بات ہوئی۔ اگر ان باتوں میں چلا جاؤں تو پھر مجھے یہ بھی یاد ہے کہ 1973ء کا آئین کس نے توڑا تھا اور 1973ء کے آئین کو توڑنے والوں کے ہاتھ کے اوپر بیعت کس نے کی تھی اور کس کے دور حکومت میں مارشل لاء عدالتیں سجائی گئیں اور سیاسی کارکنوں کے ساتھ کیا کیا سلوک ہوئے اور اسمبلیاں کہاں کہاں ٹوٹیں۔

جناب والا ! یہ پاکستان کی اڑتالیس سالہ بھیانک تاریخ کا حصہ ہے۔ میں اس کو قطعی طور پر سنہری تاریخ نہیں کہتا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ اس ملک میں ایک ایسے دھارے پر چل پڑی ہے کہ جہاں صرف اور صرف بیوروکریسی لوٹ رہی ہے۔ سیاستدان بدنام ہو رہے ہیں اور اس ملک میں جو

کچھ ہو رہا ہے اس کی طرف اصل میں سیاستدان نہیں چل رہے کہ اس ملک میں یہ ہو رہا ہے کہ ایک حکومت آتی ہے اور اس حکومت کا ماسک میرے ملک کی بیورو کریسی اپنے چہرے پر سجاتی ہے۔

سید ظفر علی شاہ ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، سید ظفر علی شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔ جی

سید ظفر علی شاہ ، جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے عرض کروں گا کہ یہ ابھی ابھی مجھے ایک دعوت نامہ ملا ہے جس پر مجھے یہ پوائنٹ آف آرڈر پیش کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ یہ ایک دعوت نامہ ملا ہے اور اخبارات میں بھی یہ بات آئی تھی کہ 24 سے لے کر 29 تک پنجاب گورنمنٹ کے تمام منسٹر ممبران اسمبلی کو کھانے پر مدعو کریں گے۔

ایک آواز ، اچھی بات ہے۔ بہت اچھی بات ہے لیکن میں صرف پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ یہ تمام منسٹر حضرات جو 24 سے لے کر 29 تک کھانا دیں گے اور مجھے یہ ایک دعوت نامہ جو کہ مہر صاحب کی طرف سے ملا ہے ' تو صرف پوچھنے والی بات یہ ہے کہ آیا یہ اپنے اپنے محکموں کے بجٹ سے کھانا دیا جا رہا ہے یا وہ اپنی طاقت سے دیں گے۔ تا کہ ہم فیصلہ کر سکیں کہ کیا کرنا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میرا خیال ہے کہ کھر صاحب اس پر بات کریں گے۔

ملک عبدالرحمٰن کھر (وزیر سمال انڈسٹریز)، چونکہ جناب سپیکر! یہ ہمارے بارے میں ہے ۔ جناب والا! پہلے بھی سارے وزراء صاحبان اپنی جیب سے یہ کھانا دیتے ہیں اور اب بھی یہ اپنی ہی جیب سے ہو گا شاہ صاحب کو یہ خطرہ غلط ہے ۔

چودھری محمد ریاض ، (پوائنٹ آف آرڈر) ۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے جناب ملک صاحب سے یہ پوچھوں گا کہ ابھی چند دن ہوئے کہ اسلام آباد میری میریٹ میں بھی ایک بل دیا گیا تھا کیا وہ بھی اپنی جیب سے تھا یا محکمہ خوراک کی طرف سے دیا گیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، This is no point of order. شاہ صاحب کی تو relevant بات تھی ان کو دعوت نامہ ملا تھا اس لیے انہوں نے یہ پوچھا تھا۔۔۔۔ جی غلام عباس صاحب ۔

جناب غلام عباس، جناب والا! میرے خیال میں شاہ کی بات بالکل درست ہے ۔ کھانے کا بل جس

وزیر نے دینا ہے وہ اپنی جیب سے دے ۔ اور امید ہے کہ وہ اپنی جیبوں سے ہی دیں گے ۔

جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ میرا ملک پچھلے ۴۸ سالوں سے مختلف حوالوں سے لوٹا جا رہا ہے اس ملک میں ۸۸ ارب روپیہ رشوت کی نظر ہو رہا ہے جناب والا! فنڈز کا ۸۸ ۔ ارب روپیہ leakage ہو رہا ہے ۔ جناب والا! ہماری حکومت کو یہ بھی کوشش کرنی چاہیے کہ کمشن کا ریٹ جو پچھلے چالیس سال سے ترقیاتی منصوبوں کے اوپر لگا ہوا ہے دس فیصد بیس فیصد اور اب تو یہ بڑھ کر ۲۵ فیصد ہو گیا ہے اس کو روکا جائے تاکہ نئے ٹیکسز لگانے کی ضرورت پیش نہ آئے ۔

رانا محمد اقبال خان ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اصل میں یہ چاہتے ہیں کہ یہ تقریر نہ کر سکیں ۔ یہ ایک strategy ہوتی ہے ۔ جی رانا صاحب ۔

رانا محمد اقبال خان، جناب سپیکر! ہمارے بھائی جناب غلام عباس صاحب ہمیشہ ہی اچھی بات کرتے ہیں اور کرپشن کے خلاف جہاد بھی کرتے ہیں۔ جناب والا! وہ یہ جو بات فرما رہے تھے کہ وزراء صاحبان اپنی جیبوں سے ہی کھانے کا بل دیں گے ۔ جناب سپیکر! میرے بھائی کو تو اس بات کا بڑی اچھی طرح پتہ ہے کہ پچھلے انہوں نے ایک غریب طالبعلم کے لیے ---------

جناب ڈپٹی سپیکر ، This is not point of order. جی غلام عباس صاحب ۔ --- دیکھیں ناں ایسی باتیں نہ کریں ان کو تقریر کرنے دیں وقت بچے گا ۔ آپ نے تو اپنی تقریر کر لی ہے مجھے فکر ہے یہ فاضل اراکین رہ جائیں گے ۔ جی۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی،(پوائنٹ آف آرڈر)۔ جناب والا! میں معقول بات کروں گا وہ میرے بھائی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ relevant بات کریں ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، ٹھیک ہے جناب والا! میں relevant بات کروں گا۔

جناب والا! میں ان کی دل سے قدر کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ واقعی وہ سنجیدگی کے ساتھ کرپشن کے خلاف ایک جہاد کر رہے ہیں ۔ انہوں نے بھی یہ کہا کہ ۸۸ ۔ ارب روپیہ اس ملک میں رشوت کی نظر ہو جاتا ہے۔ میں ان کی بات کو بڑھاتے ہوئے کہتا ہوں کہ انہوں نے ایک مشن قائم کر رکھا ہے اور یہ انٹی کرپشن کمیٹیوں کے ذریعے رشوت کے خلاف جہاد کر رہے ہیں ۔ ایک بات آپ نے

کہی ایک بات میں نے اپنی تقریر میں کہی کہ کرپشن اس وقت اس حد تک پھیل چکی ہے کہ ہمارا عدالتی نظام بھی اس کے آگے بے بس ہو چکا ہے ۔ میں اپنے الفاظ کی روشنی میں اور آپ کے الفاظ کی روشنی میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ غلام عباس کی سربراہی میں یہاں اس ہاؤس کی ایک کمیٹی بنائیں جس میں مجھے بھی اور باقی دوستوں کو بھی شامل کیا جائے جو کم از کم ان لوگوں کے خلاف جہاد کرے جو انصاف کے نام پر غریب لوگوں کو لوٹ رہے ہیں اور جو انصاف کے نام پر انصاف کا قتل کر رہے ہیں۔ یہ میں آپ سے عرض کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بادشاہ میر خان آفریدی صاحب کی یہ بات بڑی غور طلب ہے ۔ ہم سب لوگ اسی بات کو بار بار دہراتے ہیں کہ ملک میں کرپشن ہے سب ادارے کافی حد تک کرپٹ ہو گئے ہیں چند ایک اشخاص کے علاوہ اکثریت کرپٹ ہے یہ واقعی ایک نہایت اہم مسئلہ ہے میں اس کو under consideration رکھتا ہوں اور مناسب وقت پر میں اس کا فیصلہ کروں گا۔ مہربانی شکریہ۔ جی غلام عباس صاحب۔

جناب غلام عباس: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے معزز رکن اسمبلی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے اعتماد کا اظہار کیا ہے ۔ جناب سپیکر! یقیناً" یہ سب سے اہم مسئلہ ہے جو آج پوری قوم کو درپیش ہے۔ جناب والا! ۸۸ ۔ ارب روپیہ کوئی چھوٹی رقم نہیں ہے ۔ ۸۸ ۔ ارب روپیہ اگر ایک سال میں بچا لیا جائے تو میرے خیال میں پاکستان کے تمام تعلیمی ادارے جو آج ہمارے دیہاتوں میں ہیں مگر ان کی چار دیواریاں نہیں ہیں جن کی چھتیں نہیں ہیں ان کے تمام مسئلے حل ہو سکتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ تمام پنجاب اسمبلی کو اس کے اوپر بھی consensus کر کے جہاد سمجھ کر اس جنگ کو لڑنا چاہیے کہ ہم کسی بھی شخص کو ایک پیسہ نہ رشوت لینے دیں گے نہ دینے دیں گے تاکہ ہم اپنے ملک کو اس سب سے بڑی لعنت سے بچا سکیں۔------

ایک فاضل رکن: جناب سپیکر ۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا آپ اپنی سیٹ پر کھڑے ہیں کیونکہ اب ہمیں اس قدر تو نہیں کرنا چاہیے کہ تمام رولز ہی توڑ دیں۔ کچھ لوگ درمیان میں سے گزر جاتے ہیں اور بھی کافی کچھ ہوتا ہے ۔ میری ایک بات ابھی قائم ہے کہ اپنی سیٹ پر سے بولا جاتا ہے۔

چودھری اعجاز احمد: جناب سپیکر! غلام عباس Aunti کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔۔(قہقہہ)

جناب سپیکر! sorry ۔ انٹی ۔ کرپشن کمیٹی۔ جناب سپیکر! میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پچھلے دو سال انہوں نے صرف اخباری بیان ہی دیا ہے یا کسی کیس میں کسی کو سزا بھی دی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اعجاز صاحب یہ relevant point of order نہیں ہے۔ مہربانی۔ جی غلام عباس صاحب۔ آپ اپنی تقریر جاری کریں۔

جناب امان اللہ خان: (پوائنٹ آف آرڈر) ۔ جناب سپیکر! اس ایوان میں میرے ایک دوست نے aunti بولا ہے اس پر تمام لوگوں نے بڑی خوشی محسوس کی ہے اور لوگوں نے اسے طنزاً" یہاں پر دہرایا ہے تو جناب سپیکر! میری عرض ہے کہ جس کے تین بچے ہو جائیں اس کو aunti کہہ لینے میں کیا حرج ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جو کراس ٹاک ہوتی ہے وہ کارروائی کا حصہ نہیں بنتی نہ اس کو پریس والے شائع کرتے ہیں اگر یہ دوست کرتے ہیں تو وہ غلط کرتے ہیں میں ان کا کوئی بندوبست نہیں کر سکتا سچی بات ہے چونکہ وہ کارروائی تو حصہ نہیں ہوتی------- جی غلام عباس صاحب۔

جناب غلام عباس: جناب سپیکر! اپوزیشن کے دوستوں نے شاید آج پوائنٹ آف آرڈر دے رکھا ہے۔

جناب والا! میں اصل میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ ہم سیاسی کارکن آپس میں اس طریقے سے دست و گریبان ہیں کہ ہمیں حقیقت میں وہ لوگ نظر نہیں آ رہے جو اس ملک کو صحیح معنوں میں لوٹ رہے ہیں یہاں کی جو کرپٹ بیوروکریسی ہے وہ ہر دو سال تین سال یا چار سال کے بعد کسی ایک سیاسی جماعت کا ماسک اپنے چہرہ پر سجا لیتی ہے اور ان کی تمام تر برائیاں رشوتوں اور غلاظتیں اس سیاسی جماعت کے ماسک کے اوپر پڑتی ہیں اور جب وہ ماسک گندا ہو جاتا ہے تو اس کو اتار کر اسے پھینک کر دوسرا ماسک اپنے چہرے پر سجا لیا جاتا ہے لیکن جناب والا! ہم قطعی طور پر یہ نہیں سمجھ پا رہے ہم ان کی سازشوں میں مبتلا ہیں یہ ہمیں کمال مہارت کے ساتھ استعمال کر رہے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے خلاف باتیں کریں۔ کبھی کسی جگہ کسی نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ اس شہر میں سب سے زیادہ ڈکیتیاں ہو رہی ہیں تو اس شہر کے ایس۔ایس۔پی کو گھر بھیج دیا جائے ۔ اس شہر میں ضلع کونسل کا پیسہ چوری ہو رہا ہے چونگی کا پیسہ چوری ہو رہا ہے مگر جناب والا! کیا کچھ نہیں کیا جا رہا۔ بیورو کریسی نے لاکھوں کروڑوں روپے کی جائیداد بنا رکھی ہیں مگر کسی نے یہ جرأت نہیں کی کہ بتایا جائے کہ کتنے کمشنروں

کے پاس کتنے گھر ہیں سیکرٹریز کے پاس کتنے گھر ہیں کتنے افسران کے پاس کتنی گاڑیاں ہیں میں یہ endorse نہیں کرتا کہ سیاستدانوں کو بھی یہ حرکت کرنی چاہیے مگر آپ یہ دیکھیں کہ کس طریقے سے بچکانے میں آ کے ہم ایک دوسرے بھائی کو ساتھیوں کو بدنام کرنے پر اتر آتے ہیں مگر آج کے ہاؤس میں میں ایک تجویز رکھوں گا کہ تمام سرکاری افسران جن کی entitlement ہے ان سے ایک گاڑی کے علاوہ باقی تمام گاڑیاں واپس لینے کے احکامات صادر فرمائے جائیں اور تمام لوگوں سے اور تمام افسران سے رہائشی کوٹھیاں جو کہ انھوں نے ناجائز طور پر رکھی ہوئی ہیں ان کی ایک کوٹھی کی entitlement ہے ۔ میں جانتا ہوں کہ کئی ایسے افسران ہیں جو کہ پنجاب میں ملازم تھے مگر پنجاب سے کئی سالوں سے لاہور سے باہر اسلام آباد ' بہاولپور ' سرگودھا تبدیل ہو کر جا چکے ہیں مگر جی او آر میں ان کے پاس کوٹھیاں ہیں اور ان پر قابض ہیں اور ہمارے وزراء جیسے کہ کل بھی سرور خان صاحب کا بیان چھپا تھا کھر صاحب بھی اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر آہ کر رہے ہیں کہ کس کو درد دل بتائیں کہ ان کو ایک ایک گھر بھی نصیب نہیں ہے ۔ مگر جب یہ حکومت جائے گی ' جب بھی جائے گی ۔ آخر آنے والی حکومت نے جانا ہوتا ہے ۔ تو سب سے زیادہ بدنام وزراء ہوں گے ۔ کوئی بندہ یہ نہیں کہے گا کہ چیف سیکرٹری نے یہاں قصور میں شکار گاہیں تعمیر کر لیں ہیں ۔ کوئی نہیں کہے گا کہ کسی ڈی آئی جی نے' کسی سیکرٹری نے دو کروڑ روپے اپنی کوٹھی پہ لگائے ہیں ۔ سب یہی دیکھیں گے کہ فلاں ایم پی اے نے دو پلاٹ لیے ہیں ۔ فلاں منسٹر نے دو کوٹھیاں بنائی ہیں۔ جناب والا! آج کے اجلاس میں میں آپ کی وساطت سے میں یہ تجویز بھی پیش کروں گا کہ جہاں سیاستدانوں کو گوشوارے جمع کرانے کے لیے کہا گیا ہے وہاں بیوروکریٹس کو بھی گوشوارے جمع کرانے کے احکامات صادر فرمائے جائیں کہ وہ بھی اپنے گوشوارے پیش کریں۔ اور آج اپنی قوم کو بتائیں کہ انھوں نے کروڑوں روپے کی جائیدادیں اپنی حلال کی کمائی سے کیسے بنا لیں۔ کیسے ایک ایس ایس پی ' ڈی آئی جی ہوم سیکرٹری' چیف سیکرٹری' سیکرٹری نے دس کروڑ ' بیس کروڑ پچاس کروڑ روپے کی جائیدادیں اور ملیں اور یہ سب کچھ بنا لیا۔ جناب والا! اصل بات یہ ہے کہ جن کی طرف ہم لوگوں کو آنا ہو گا ۔ اصل مجرموں کو قوم کے سامنے بے نقاب کرنا چاہیے ۔ عوام کی عدالت میں لے جانا چاہیے ۔ کون ہیں جو کہ سیاستدانوں کو ہمیشہ جنگ میں مبتلا رکھتے ہیں ' کون ہیں جو کہ سیاسی جماعتوں کو بدنام کرتے ہیں۔ کون ہیں جو کہ سیاسی اداروں کو de-stabalise کرتے ہیں۔ کون ہیں جو سیاسی اداروں کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ اور پھر آج ہمارے ایسے نادان دوست بھی ہیں جو کہ newly elected democratic Government

کے بارے میں ' علیحدگی کے بارے میں باتیں کرتے ہیں ۔ ایسی باتیں سیاستدانوں کو زیب نہیں دیتیں کہ وہ تیسری قوت کے انتظار کی باتیں کریں اور تیسری قوت کو بلانے کی باتیں کریں۔ جناب والا! ہم ایک برادری ہیں ۔ آپ نے کبھی یہ نہیں دیکھا ہو گا کہ ایک کرپٹ بیوروکریٹ' بیوروکریٹ کو برا کہتا ہے ۔ 88 ارب روپیہ کوئی معمولی رقم نہیں ہے ۔ اگر ہسپتالوں میں دوائیاں چوری ہو رہی ہیں تو یہ دوائیاں اکرام ربانی صاحب نہیں کر رہے ۔ یہ دوائیاں بھی بیوروکریسی کے آلہ کار ایجنٹ کر رہے ہیں۔ آج کیا ہو رہا ہے ۔ آج ہم کہتے ہیں کہ ہم اپنا علاج کروانے کے لیے لندن چلے جائیں ' امریکہ میں چلے جائیں اور میری قوم کے بے بس اور لاچار لوگ ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر آپریشن تھیٹر کے باہر مر جاتے ہیں ' دم توڑ جاتے ہیں ' غریب کو اسپرو کی ٹکیہ نہیں ملتی ۔ اور افسران لندن 'امریکہ' یورپ ' نیویارک چلے جاتے ہیں ۔ جناب والا! یہ ایک بڑا واضح مسئلہ ہے کہ اس ملک میں ایک طرف حکمران طبقہ ہے ' ایک طرف اشرافیہ ہے ایک طرف بندر بانٹ ہے ۔ دوسری طرف غریب آدمی روٹی کے لیے ترس رہا ہے ۔ ایک طرف بڑے بڑے آکسیجن کالجز ہیں ' ایک طرف پبلک سکولز ہیں ' ایک طرف کریسینٹ ہے ۔ اتنے اتنے بڑے ادارے امراء کے لیے ہیں ۔ مجھے یہ تو بتایا جائے کہ میرے ملک کے غریبوں کے لیے کیا ہے ۔ مجھے یہ تو بتایا جائے کہ اس ملک کے ستر فیصد کسانوں کے بچوں کے لیے کیا ہے ۔ خدا کی قسم جب میں اپنے حلقے میں جاتا ہوں تو مجھے شرم آتی ہے کہ شہر کا رخ کروں ۔ بچیاں اپنے سکولوں میں نہیں پہنچتیں ۔ بچیوں کے سکولوں تک میں لیٹرینیں نہیں ہیں۔ بچیوں کے سکولوں کی چار دیواریاں نہیں ہیں۔ بچوں کے سکول موسم کی زد میں آتے ہیں تو بند ہو جاتے ہیں۔ کبھی کسی چودھری کے ڈیرے پہ کلاس لگتی ہے ' کبھی کسی چودھری کے ڈیرے پہ کلاس لگتی ہے ۔ جناب والا! یہ ملک کا حال ہے ۔ اس لیے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ پاکستان بنایا تھا کہ چند لٹیرے میرے ملک کو گھیرے' میرے ملک کو لوٹتے رہیں۔ اور اس ملک کی 90 فیصد آبادی بلکتی رہے سسکتی رہے ' چلاتی رہے ' ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتی رہے نہ اس کے لیے تعلیم ہو ' نہ اس کے لیے روزگار ہو نہ اس کے لیے ملازمت ہو ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! یہ ملک اس لیے نہیں بنا ہے ۔ آج وہ ماں جو اپنی گود میں ایک نوخیز کلی کو لے کر سرحد کو عبور کر کے پاکستان میں داخل ہوئی تو اس کے ذہن میں یہ نعرہ گونج رہا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ ۔ لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ نہیں کوئی معبود خدا کے سوا اور ہم نے اس دھرتی پر کتنے معبود بنائے ہیں۔ کتنے لوگوں کو ہم نے خدا بنایا ہے ۔ کتنے خداؤں کے آگے سجدہ ریز

ہوتے ہیں۔ کہاں کہاں ہم اپنے اصول توڑتے ہیں ' کہاں کہاں ہم لوٹے بنتے ہیں ' کہاں کہاں ہم ووٹوں کو بیچتے ہیں' کہاں کہاں ہم عوام کی قسمت کو بیچتے ہیں ۔ جناب والا! یہ تمام باتیں ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے ۔ آج کے مہذب ایوان میں میں آپ کی وساطت سے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میرے ملک کا تمام نظام تباہی کے دہانے پر ہے ۔ نہ عدالتیں بچی ہیں ' نہ تھانے بچے ہیں ' نہ مسجدیں بچی ہیں ' نہ آئین بچا ہے' اس ملک میں کچھ نہیں بچا ۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور یہ کوئی آج کی بات نہیں ہے ۔ یہ تسلسل ہے پچھلے پورے چالیس سال کا اور چالیس سال کے اندر پورے ملک کا پورا ڈھانچہ تباہی سے دوچار ہو چکا ہے ۔ خدا کے لیے ایسے beneficiaries of the system میں آپ سے کہوں گا کہ وہ تمام لوگ جو کہ اس سسٹم کے beneficiaries ہیں خدا کے لیے اس سسٹم کو بچا لو۔ یہ نظام بچنے والا نہیں ہے ۔ یہ نظام تباہی کی طرف جا چکا ہے ۔ یہاں پر لوگ بلک رہے ہیں ' مر رہے ہیں ۔ کراچی کا مسئلہ صرف سیاسی مسئلہ نہیں ہے ۔ یہ محرومیوں کا مسئلہ ہے کہ کراچی کے اندر آج بھی 33 فیصد آبادی بجلی سے محروم ہے ' 38 فیصد آبادی واٹر پائپ سے محروم ہے ۔ جناب والا! ہم سب لوگوں کو مل کے اس ملک کو ' قائد اعظم کے ملک کو ' ہمارے ملک کو ' مسلمانوں کے ملک کو آگے لے کر جانا ہو گا اور اس کے ساتھ ہی منشاء صاحب میری طرف دیکھ رہے ہیں کہ میں یہ بھی کہوں گا کہ یہ بجٹ دوسرے شہروں کے لیے بنایا گیا۔ خدا کے لیے اقبال کے شہر کو بھی کچھ دے دو ۔ (نعرہ ہائے تحسین) اس کے پاس کچھ نہیں ہے ۔ میں خراج تحسین پیش کروں گا کہ آپ نے چار ارب روپے کا بجٹ جو تعلیم کے لیے رکھا ہے ۔ یہ ایک اچھی بات ہے ۔ مگر بہت اچھا ہوتا اگر آپ صوابدیدی بجٹ تعلیم اور ہیلتھ کی مد میں دے دیتے ۔ کیونکہ میرے نزدیک صوابدید کا لفظ anti democratic ہے ۔ صوابدید کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسا اختیار جس کے اوپر منتخب اسمبلی کا کوئی اختیار نہ ہو ۔ جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ صوابدیدی بجٹ بھی صحت اور تعلیم کی مد میں دے دیا جائے کیونکہ تعلیم اور صحت کے شعبے میں انقلابی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب آپ وانیڈ اپ کر دیں۔ ٹائم کافی زیادہ ہو چکا ہے ۔

خواجہ ریاض محمود : جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ میری تقریر کا وقت بھی ان کو دے دیا جائے ۔ میں ان کے لیے اپنا ٹائم وقف کرتا ہوں۔

جناب غلام عباس : جناب سپیکر! ستم ظریفی کی بات ہے کہ 1965ء میں انڈونیشیا میں معیار تعلیم

دس فیصد تھا ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، میں اپنے دوست چودھری غلام عباس کی تقر
کرنا چاہتا تھا ۔ لیکن انھوں نے اپنی تقریر میں ایک انتہائی اہم بات کا ذکر کیا ۔ جناب والا! اس ملک میں آج ہیروئن فروشوں کے لیے دوائیں مقرر کی جا چکی ہیں ۔ ہیروئن وہ شخص پیتا ہے جو اس کا عادی ہوتا ہے لیکن جعلی دوائیاں ہر غریب کے بچے کو کھانی پڑتی ہیں ۔ میں آج چودھری غلام عباس کی وساطت سے آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اس صوبے میں یہ قانون بنا دیں کہ جو ڈرگ سٹور یا جو صنعکار جعلی دوائی بیچے گا اس کو بھی موت کی سزا دی جائے گی ۔ شکریہ!

جناب ڈپٹی سپیکر، اب آپ وائینڈ آپ کریں ۔ وقت کافی ہو چکا ہے ۔

جناب غلام عباس : جناب سپیکر! میرے خیال میں ابھی میرا وقت نہیں ہوا ۔ آپ نے تابش الوری صاحب کو آدھا گھنٹہ دیا تھا ۔ میں نے ٹائم نوٹ فرمایا تھا ۔ آپ نے بھی یہ نوٹ فرمایا تھا کہ تیس منٹ ہوئے تھے ۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں بات کرتا ہوں ۔ جہاں اختلافی بات ہو گی آپ بیشک بٹھا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ دو منٹ اور لے لیں۔

جناب غلام عباس : جناب سپیکر! میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انڈونیشیا میں 1965ء میں معیار تعلیم دس فیصد تھا ۔ اور آج انڈونیشیا میں 90 فیصد ہے ۔ اور انڈونیشیا وہ ملک ہے جو ہم سے ایک سال بعد آزاد ہوا۔ اس لیے میں محترم وزیر تعلیم سے یہ کہوں گا کہ آپ کی یہ پالیسی بہت اچھی ہے کہ تعلیم لازمی قرار دی جائے مگر لازمی تعلیم کے لیے بھی بندوبست کیا جائے ۔ تاکہ ہر بچہ وہاں تک پہنچے ۔ ایک اور بڑی evil جو کہ ہماری سوسائٹی میں ہے وہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کا قاتلانہ نظام ہے ۔ اس کے اوپر بھی قدغن لگنی چاہیے ۔ اس کی فیسوں کے اوپر بھی پابندی ہونی چاہیے ۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ جس تعلیمی ادارے کا جو دل میں آئے وہ فیس لے ' 2 ہزار فیس لے ' 3 ہزار فیس لے ' 5 ہزار فیس لے ۔ جناب والا اس طریقے سے ہم غریب بچوں کو تعلیم سے محروم کر رہے ہیں'۔ اور میں وزیر تعلیم سے یہ بھی کہوں گا کہ اور زیادہ تعلیمی ادارے کھولے جائیں صوابدیدی فنڈز لے کر تمام تعلیمی اداروں پر لگا دیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے ۔ ایک پائی کا اعتراض نہیں ہو گا ۔ آپ نئے کالجز کھولیں ' آپ نئے سکولز کھولیں جو کہ ہماری قوم اور ملک کی سب سے اہم ضرورت ہے ۔ اور میری ایک

اور تجویز ہے کہ ہمارے تمام تعلیمی ادارے جن کی اتنی اتنی بڑی بلڈ نگز ہیں جو کہ صبح کے وقت تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد تمام کے تمام تعلیمی ادارے سنسان ہو جاتے ہیں ان تمام تعلیمی اداروں میں double shift کا بندوبست کیا جائے کیونکہ ہمارے پاس اتنے فنڈز تو نہیں ہیں کہ ہم نئی بلڈ نگز بنائیں ۔ اس لیے پنجاب یونیورسٹی ' زرعی یونیورسٹی اور تمام کالجز کے اندر فوری طور پر اس سال سے double shift کا بندوبست کیا جائے تا کہ ہنگامی بنیادوں پر ' جنگی بنیادوں پر ہم اپنی تعلیم کو بہتر کر سکیں ۔ -----

جناب ڈپٹی سپیکر، اب آپ wind up کریں۔

جناب غلام عباس، جناب والا ! ایک بات کرنے کے بعد میں اجازت چاہوں گا ۔ میری گزارش یہ ہے کہ ہم نے نئے taxes لگائے ہیں ۔ یہ بات تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ taxes آپ کی ضرورت ہیں مگر آپ یہ دیکھیں کہ وہ آبادیاں جہاں بڑے بڑے لوگ رہتے ہیں ۔ آپ لاہور کے اندر ہی دیکھ لیں دور نہ جائیں یہاں PCSIR پر کوئی ٹیکس نہیں ہے ' کینال ویو پر کوئی ٹیکس نہیں ہے ' الفا پر کوئی ٹیکس نہیں ہے ' Tech پر کوئی ٹیکس نہیں ہے ' علی گارڈن پر کوئی ٹیکس نہیں ہے ' جوڈیشل کالونی پر کوئی ٹیکس نہیں ہے۔ جناب یہ وہ کالونیاں ہیں جو کہ بڑے بڑے افسروں کی ہیں ۔ یہاں پر ایک ایک گھر چالیس چالیس ' پچاس پچاس ہزار روپے کرائے پر دیا گیا ہے ۔ اس سے بڑی اور دلیل نہیں ہوسکتی کہ بیورو کریسی نے آپ کا گریبان پکڑا ہوا ہے کہ جہاں ان کو اپنی جیب سے ٹیکس دینا پڑتا ہے وہاں ٹیکس لگتا نہیں ہے اور جہاں غریبوں کی ہنڈی اترتی ہے وہاں چھوٹے چھوٹے محلوں میں ' گلیوں میں ' ٹاؤنز میں ٹیکس لگا دیے گئے ہیں ۔ میری تجویز ہے کہ لاہور کی چونگی جو کہ مولانا شوکت علی جوہر صاحب کے کارنر پر رکھی گئی ہے اس کو ان کالونیز سے باہر لے جایا جائے ۔ ہر سال یہ تجویز آتی ہے کہ چونگی کو باہر لے جایا جائے تا کہ یہاں سے کروڑوں کا ٹیکس آئے لیکن کبھی بھی چونگی کو باہر لے جانے کی کوشش نہیں کی گئی ۔ میں آپ کی وساطت سے موجودہ حکومت سے گزارش کروں گا کہ ان تمام کالونیز جن سے کروڑوں کا ٹیکس بنتا ہے کو بھی ٹیکس کی حدود میں شامل کر کے اسی بجٹ میں ان کے اوپر بھی ٹیکس لگایا جائے ورنہ غریبوں کا ٹیکس بھی معاف کیا جائے ۔ دوسری بات میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ نے پڑھا ہو گا کہ میں نے ایک دفعہ یہ معاملہ اٹھایا تھا کہ جناب ریس ہو رہی ہے ۔ ریس کے اوپر آج سے بیس سال پہلے دو کروڑ سے زائد ٹیکس حکومت پنجاب وصول کرتی تھی ۔

مگر بھٹو صاحب نے ریس کو بند کیا۔ پھر اس ریس کو ضیاء الحق مرحوم نے دوبارہ شروع کیا اس ریس کو شروع تو آپ نے کر دیا۔ ٹھیک ہے اگر مجبوری ہے ' اگر آپ اسے entertainment کہتے ہیں تو پھر اگر اس وقت اس پر دو کروڑ روپے کا ٹیکس تھا تو آج دس کروڑ ٹیکس آ سکتا ہے۔ یا تو اس جوئے خانے کو بند کرایا جائے اور اگر آپ اس کو entertainment کہتے تو پھر بڑے بڑے افسروں کی جیبوں میں جو پچھلے بیس سال سے پانچ پانچ لاکھ روپے ' دس دس لاکھ روپے ' بیس بیس لاکھ روپے مہینہ مسلسل جا رہے ہیں ان کو بند کر کے غریب قوم کے لیے ٹیکس اکٹھا کیا جائے اور میرے ملک کے لوگوں تک وہ ٹیکس پہنچا دیا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب ہاؤس نماز مغرب کے لیے 25 منٹ تک adjourn کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلے پر ہاؤس نماز مغرب کے وقفے کے لیے 25 منٹ تک adjourn کر دیا گیا)

(ایوان کی کارروائی نماز مغرب کے بعد ، بج کر ۴۰ منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر دوبارہ شروع ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب صاحبزادہ محمد فضل کریم! تشریف رکھتے ہیں؟ نہیں ہیں۔ تو اگلے سپیکر کو بلا لیتے ہیں۔ جناب میاں فضل حق صاحب!

میاں فضل حق، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بولنے کے لیے کہا۔ اس وقت ایوان میں نہ تو وزیر خزانہ ہیں ' نہ وزیر تعلیم ہیں۔اور مجھے ایک دو وزیر صاحبان بالکل آخر میں نظر آ رہے ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔ میری request ہو گی کہ وہ آگے تشریف لے آئیں تو شاید کوئی مسئلہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جو وزراء صاحبان ہیں وہ اگلی سیٹوں پر آجائیں تاکہ ہمارا ' ہاؤس کا بھرم قائم رہے۔ عبدالرحمٰن کھر صاحب ' نذیر اترا صاحب ' مقصود لغاری صاحب ' زاہد محمود مزاری صاحب یہ اگلی سیٹوں پر تشریف لائیں۔ کیوں کہ اس سے آپ ہاؤس کی زینت کو دوبالا کریں گے۔ مہربانی۔جی میاں صاحب!

میاں فضل حق ، جناب والا! دونوں اطراف سے تقاریر ہوئیں۔ گورنمنٹ بنچوں کی طرف سے بجٹ کی سپورٹ میں بھی کہا گیا۔ اپوزیشن کی طرف سے بجٹ کے اوپر تنقید کی گئی۔ بہت سے دوستوں نے تعمیری تنقید بھی کی ۔ نماز کے وقفے سے پہلے غلام عباس صاحب نے جو تقریر کی اس کو

appreciate بھی کیا گیا ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ بہت ساری باتیں انھوں نے کیں ۔ اور اس میں بیوروکریسی کا بڑا ذکر آیا ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بیوروکریسی جو اس صوبے اور اس ملک کے اندر جو نظام چلاتی ہے اس کو سمجھنے کے لیے اس کو پرکھنے کے لیے ۔اس کو دیکھنے کے لیے بھی تو کوئی نظر ہونی چاہیے ۔ تو یہ محسوس کیاجاتا ہے کہ جو ہمارے ایم پی اے اور ایم این اے حضرات ہیں وہ شاید اس قابل نہیں ہیں کہ وہ اس کو سمجھ سکیں یا اس پر کوئی تنقید کر سکیں ۔ غلام عباس صاحب نے تنقید تو بیوروکریسی پر بہت کی لیکن ان کی طرف سے کوئی ایسی suggestion نہیں آئی کہ اس کا حل کیا ہے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہمارے ممبران کو جب بجٹ کی موٹی موٹی کتابیں دی جاتی ہیں ۔ اور ایک وائٹ پیپر بھی ساتھ دیا جاتا ہے ۔ جس میں بجٹ کا brief ہوتا ہے ۔ شاید میرا خیال ہے کہ اس کو بھی وہ study نہیں کر سکتے ۔ تو اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے ایم پی اے اور ایم این اے حضرات کو گورنمنٹ کی مشینری کو جس طرح چلتی ہے اس کو سمجھنا چاہیے ۔ اور اس کے اندر جب بیوروکریٹ بنتے ہیں تو اس سے پہلے ان کو ٹریننگ دی جاتی ہے ۔تو یہ ہمارے ایم پی اے اور ایم این اے حضرات کی بھی ٹریننگ ہونی چاہیے ۔ان کو بھی پتا لگنا چاہیے کہ گورنمنٹ کی مشینری کس طرح چلتی ہے ۔ یہ بیورو کریٹ کیسے کام کرتے ہیں ۔ تبھی تو ہم ان کے loopholes ان کی کمزوریوں کو جانچیں گے ۔ اس کے بغیر تو ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو ہم سمجھ سکیں ۔ اورمیں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اب بڑی اہم اور ضروری ہے ۔ ایک ممبر کی طرف سے suggestion آئی کہ ہماری جو ہاؤس کمیٹیاں ہیں بجٹ سے پہلے ہر اس محکمے کا جو بجٹ بنتا ہے وہ ان کو refer ہو ۔ اس میں وہ discussion کریں۔ اس میں ان کو guide lines ملیں تاکہ وہ اس کو سمجھیں اور اس کے اندر جو اچھی suggestions ہیں جس کے متعلق ہم ہاؤس میں کھڑے ہو کر بات کرتے ہیں اس کے اوپر وہ بات کریں ۔ اس کو سمجھیں اور پھر suggestions دیں ۔ اور وہ جو suggestions ہیں وہ بجٹ میں incorporate ہونی چاہییں ۔ بیورو کریسی کی متعلق عرض کروں گا کہ بیورو کریٹس کے متعلق انگلش کا ایک مقولہ ہے کہ bureaucrats are the only people in world who can say absolutely nothing and they mean it. اب اس سے آپ کیا مقصد لیتے ہیں ؟ تو میرا خیال ہے کہ صاف ظاہر ہے ۔ تو میں بجٹ کے متعلق جو بات کرنا چاہتا ہوں اس پر میں facts and figures پر تھوڑی سی بات کروں گا ۔ کہ یہ ۷۲۰۷ کروڑ روپے کا بجٹ پیش کیا گیا ہے ۔ اور اس کے اندر revenue expenditure نکال کر surplus جو ہے ۳۵۸۰۸۰ کروڑ ہے ۔اس کے بعد باقی نکال کر تو

next surplus جو ہمارے پاس بچا ہے وہ اس وقت ۲۵۰،۹۵ کروڑ ہے ۔ اب جناب والا! میں اس مسئلے میں جو بات کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس بجٹ کے اندر جو shor fall ہے اس کو اگر آپ غور سے دیکھیں تو ۲۳۲ کروڑ روپے ہیں ۔ یا ۲۵۰ روپے کرلیں اور اس کے بعد اگر ہم اس کو آگے چل کر دیکھتے ہیں تو اگر ہمارے پاس ۲۱۰ کروڑ روپے کے قریب رہ جاتا ہے جو کہ adjustment ہے تو ہمارے پاس صرف surplus ۱۸ کروڑ روپیہ بچتا ہے ۔ یہ facts and figures کی جو jugglary پیش کی گئی ہے آپ اس کو اگر دیکھیں تو آپ کو جو ہمارے منسٹر فنانس ہیں انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ موجودہ حکومت نے ایک طویل عرصے کے بعد خود انحصاری اور کفالت کی پالیسی پر عملدرآمد کرتے ہوئے رواں سال کے بجٹ میں ۲۵۰ کروڑ کی بچت کا تخمینہ لگایا ہے ۔ اور ہماری جو پالیسی ہے اس کے مطابق یہ جو ۲۷۱ کروڑ ہے اسے ہم ڈویلپمنٹ کے بجٹ میں لے کر جائیں گے ۔ اب آپ کا جتنا ڈویلپمنٹ کا یا اے ڈی پی کا جو بجٹ ہے جس پر آپ اپنی ڈویلپمنٹ depend کررہے ہیں ۔وہ تو صرف ۱۸ کروڑ روپیہ رہ گیا ہے ۔ تو جو پالیسیاں آپ نے بنائی ہیں اس کے مطابق میں سمجھتا ہوں کہ اس پر عمل درآمد کسی صورت میں بھی نہیں ہوسکتا ۔ اب جناب اگر آپ بجٹ کے revenue expenditure کو دیکھیں تو اس کے اندر گورنمنٹ نے جو break up دیا ہے General Administration پر اس بجٹ کا ۴۹ فیصد ہے یعنی ۹۶-۱۹۹۵ء کے اندر ۔ اور اگر ۹۴-۱۹۹۳ء کو لیا جائے تو دو سال اس حکومت کے اندر یہ ڈبل ہوگیا ہے ۔ یعنی کہ ۱۹۹۳ء میں یہ ۵۰۸ کروڑ روپے تھا جو کہ اب ۱۹۹۵ء میں ۱۰۵۰ کروڑ روپیہ ہے ۔ پچھلے سال سے یہ ۴۹ فیصد increase کرگیا اور ۹۴-۱۹۹۳ء سے سو فیصد increase کر گیا ہے ۔ اب اگر آپ اجازت دیں گے تو میں اس General Administration پر تھوڑی سی بات کروں گا ۔وہ یہ ہے کہ اس میں ایک بڑی interesting figure آرہی ہے ۔ کہ Divisional and District Administration کے لیے جو بجٹ تھا وہ ۹۵-۱۹۹۴ء میں ۴ ارب ۸۱ کروڑ ۳۳ ہزار ایک سو اسی تھا ۔ جو ۹۶-۱۹۹۵ء میں ۴ ارب ۲۵ کروڑ ۹۰ ہزار ہوگیا ۔ اور اس کی اگر آپ break up دیکھیں تو ایک جگہ انھوں نے صفحہ ۳۶ پر دیا ہے کہ ٹرانسپورٹ میں کمشنر کو lump sum ۵ کروڑ روپیہ دیا گیا ہے ۔ کہ جناب یہ جیپ خریدیں گے ۔ کوئی ۱۳۲ اے سی ریذیڈنٹس مجسٹریٹ کے لیے خریدیں گے ۔اس کی maintenance کے لیے ۵ لاکھ روپے انھوں نے اور رکھے ہیں ۔ پولیس کی مد کو جناب والا! اگر دیکھا جائے تو وہاں صفحہ ۳۹۰ کے اوپر ' جناب والا! یہ غورطلب بات ہے جو میں آپ سے کرنا چاہ رہا ہوں کہ lump sum provision for the strengthing of the district police ۲۵

کروڑ روپے ۔ کوئی حساب نہیں ہے ۔ کچھ نہیں بتایا گیا کہ District Administration کو چلانے کے لیے یہ ۲۵ کروڑ روپیہ کس واسطے رکھا ہے کوئی پلان نہیں ہے just a block allocation of lumpsum of 25 crores اسی طرح lumpsum provision for the strengthening of special branch یہ ہم لوگوں کے لیے ہوتی ہے۔ ایم۔ پی۔ اے اور ایم۔ این۔ ایز کو رام کرنے کے لیے 3 کروڑ روپیہ۔ lumpsum provision for strengthening of border military police ڈیڑھ کروڑ روپیہ ۔ پھر lumpsum provision for strengthening of Baluch Levy D G Khan ایک کروڑ روپیہ۔ اسی طرح lumpsum provision for strengthening of police training institute ڈھائی کروڑ روپیہ۔ یہ ٹوٹل 33 کروڑ روپیہ ہے جو کہ اس مد میں رکھا گیا ہے جس کے متعلق کوئی پروگرام نہیں ہے۔ کچھ نہیں بتایا گیا کہ گورنمنٹ اس کو کس طرح خرچ کرنا چاہتی ہے اور اس کا کیا خرچہ ہو گا۔ کون اس کو look after کرے گا۔ یہ ان کی صوابدید پر رکھا گیا ہے۔ جیسے غلام عباس صاحب نے کہا کہ صوابدیدی فنڈ ختم کر دو۔ تو اب میں نے اس چیز کا تھوڑا سا نقشہ آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔

جناب والا! اس کے بعد اب ہم ڈویلپمنٹ بجٹ کی طرف آ جائیں۔ اس کے اندر جو بتایا گیا ہے۔ expenditure جو ہے وہ 1402.93 اور resources جو ہے وہ 1016 ہے۔ تو short fall وہی 232.95 آئی۔ اس کو ہم کیسے پورا کر رہے ہیں جو کہ بجٹ ہمارے پاس surplus تھا اور بجٹ surplus کا میں نے بتایا کہ اس کو minus کر کے 18 کروڑ ہمارے پاس رہ گیا۔ تو اپنے اے۔ ڈی۔ پی کے اندر ہم اس کو کیسے شامل کریں گے؟ وہ اے۔ ڈی۔ پی کا جو پروگرام ہے اس کو ہم کیسے چلائیں گے؟ تو وہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ نے جو اے۔ ڈی۔ پی کا پروگرام بنایا ہے' اس کا break up کیا ہے؟ یہ غور طلب بات ہے۔ اس پہ آپ غور کریں۔ افسوس ہے کہ فنانس منسٹر یہاں موجود ہوتے تو میں ان کو بتاتا کہ مجھے اس بات کا جواب دیں۔ صرف اس بات کے اوپر کہ جو بجٹ آپ نے 1016 رکھا ہے اس کا پنجاب گورنمنٹ کا break up 495 ہے۔ پھر اس 495 کے آگے break up کیا ہے؟

revenue surplus 251 crore additional tax 75 crore, 5% economy cut on current expensive 495 crore تو 251 کروڑ تو آپ کے پاس موجود ہی نہیں ہے۔ وہ آپ اپنا annual development programme کیسے چلائیں گے؟ وہ آپ کہاں سے فنڈ پورا کریں گے۔ یہ چیز تو موجود ہی نہیں ہے تو پھر آپ اس پر بات کیسے کریں گے' اس سسٹم کو کیسے چلائیں گے؟

جناب والا! ایک چیز جو دیکھنے میں بڑی حیران کن آئی ہے اور گورنمنٹ کی جو کارکردگی ہے اس کے متعلق میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ 95-1994ء کا جو ڈویلپمنٹ بجٹ ہے وہ 1256 کروڑ کہا گیا اور اپریل 1995ء تک صرف 565 کروڑ استعمال ہوا ہے اور جو باقی بیلنس ہے یہ دو مہینے میں اس کا کیا استعمال کریں گے؟ اس کو کس طریقے سے استعمال کریں گے اور اس کا جو پیسوں کا زیاں ہو گا اس کے متعلق کسی کو کوئی انفرمیشن نہیں ہے؟ ہمارے فنانس سیکرٹری صاحب بھی یہاں موجود نہیں ہیں۔ لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تعمیر پروگرام کی بڑی خوبصورت کتاب ہمیں پیش کی گئی اور اس کے اندر جو پلان دیا گیا۔ میرا خیال ہے کہ مجھ سے پہلے بہت سے دوستوں نے یہ بھی بات کی کہ چیف منسٹر صاحب کے حلقے کے اندر بہت پیسہ خرچ ہوا ہے۔ میں اس کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کو تھوڑی سی figures اور دینا چاہتا ہوں کہ ان کے حلقے میں تو جو خرچ ہونا تھا وہ تو اپنی جگہ ہوا۔ لیکن تین ایسے حلقے ہیں کہ جن کے اندر آپ یہ سن کر پریشان ہو جائیں گے کہ کس طریقے سے چیف منسٹر کے حلقے میں 94-1993ء سے اب تک 103 کروڑ روپے کی سکیمیں منظور ہوئیں۔ یعنی ایک ارب روپے کی سکیمیں منظور ہوئیں اور اس میں سے ابھی تک جو انھوں نے وصول کر لیا ہے، جو ان کے ہاں استعمال ہو چکا ہے وہ تقریباً 30 کروڑ روپیہ ہے۔ اب ایک حلقہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کا آتا ہے۔ اب یہ میرا خیال ہے کہ شاید ایجوکیشن منسٹر صاحب کا ہو گا۔ وہ مسکرا بھی رہے ہیں۔ اب ان کے حلقے کے اندر ابھی تک 38 کروڑ روپے کی سکیمیں دی گئی ہیں۔ بہاولنگر ایک حلقہ ہے۔ میں ایسے ہی اس کو دیکھ رہا تھا۔ تو بہاولنگر کے اندر 16 کروڑ 18 لاکھ کی سکیمیں ہیں۔ ڈی۔ جی۔ خان کے اندر 21 کروڑ روپیہ تھا۔ کرنل لغاری صاحب تشریف فرما نہیں ہیں۔ ڈی۔ جی۔ خان کے اندر 21 کروڑ روپیہ اور یہ ٹوٹل 2 ارب 22 کروڑ روپیہ بنتا ہے جو صرف ان چار حلقوں میں دیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میرے خیال میں بہاولنگر کے ایک حلقے میں نہیں ہو گا بلکہ سارے ضلع میں ہو گا۔

میاں فضل حق : جی اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ عرض کر دوں۔ جناب! وہ جو کتاب ہے اس کو میں نے دیکھا ہے۔ وہ بہاولنگر کا حلقہ exactly کس کا بنتا ہے یہ آپ اگر مجھے guide کر دیں تو میں شاید اس پر کوئی comment کر سکوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : یہی بتایا ہے ناں کہ وہ سارے ضلع بہاولنگر کی آپ نے سکیمیں جمع کی ہوں

گی۔

میاں فضل حق: نہیں جناب ۔ بہاولنگر کی اور بھی سکیمیں اس کے اندر بہت ہیں۔ جناب والا! یہ تو ایک چیز آ گئی۔ اب آپ دیکھیں کہ ایک بلڈنگ ہے جو ڈویلپمنٹ کے پروگرام میں شامل ہوتی ہے۔ یعنی کہ جو گورنمنٹ بلڈنگز ہیں وہ آپ کہتے ہیں کہ ہم ڈویلپمنٹ کے پروگرام سے ان کو handle کریں گے۔ اب اس کے لیے انھوں نے جو حالات پیدا کیے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ یہ کیا حالات ہیں' ڈویلپمنٹ کیسے ہو رہی ہے؟ جو گورنمنٹ کی بلڈنگز ڈویلپمنٹ کے کام کے لیے بنتی ہیں' عوام کے لیے وہ استعمال کی جاتی ہیں۔ میں حضور انور اس طرف آ رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب آپ کے پندرہ منٹ تو ہو گئے ہیں۔

میاں فضل حق: جناب! مجھے صرف پانچ منٹ دیں۔ میں اس پر تھوڑے سے facts بیان کر کے ختم کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ پانچ منٹ نہیں۔ دیکھیں ناں کیسے کریں گے۔ ابھی بڑے دوست اور اچھے دوست اور بڑے قابل دوست ڈاکٹر شفیق جیسے بیٹھے ہوئے ہیں۔

میاں فضل حق: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ یہاں گورنر ہاؤس کی پرچیز کے لیے 2 لاکھ 98 ہزار روپیہ خرچ کیا گیا۔ گورنر ہاؤس کے اندر 57 لاکھ روپے کی لفٹ کی ایک پروویژن۔ یہ گورنر ہاؤس کے اندر جناب کیا problem ہے؟ مجھے اس کی سمجھ نہیں آئی کہ وہاں لفٹ کی کیوں ضرورت پڑ گئی؟ انگریزوں نے گورنر ہاؤس بنایا۔ وہاں کھر صاحب بھی رہے۔ وہاں امیر محمد خان صاحب بھی رہے اور جناب جیلانی صاحب بھی رہے۔ بڑے بڑے رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ نوجوان تھے۔ کوئی بوڑھا بھی گورنر آ سکتا ہے اور پھر بوڑھے گورنر کے لیے سیڑھیوں پر چڑھنا دشوار ہوتا ہے۔

میاں فضل حق: جناب! جیلانی صاحب تو نوجوان نہیں تھے۔ اچھا جناب! Construction of Civil rest house within two miles of vicinity of Havaily Lakha Town Tehsil 26- لاکھ روپیہ۔ پھر Renovation, addition, alteration and approvement of 2-Club Road, Lahore. 33- لاکھ روپیہ۔ اس کے بعد 56 لاکھ روپیہ 7۔ کلب روڈ کی renovation کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح ڈویلپمنٹ آف گورنر ہاؤس کی سٹیٹ وغیرہ۔ تو یہ ساری چیزیں میں نے آپ کو

بتائی ہیں۔ یہ ہمارے اس بجٹ سے متعلق ہے۔ میں اس کو wind up کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ذرا جلدی کیجیے۔

میاں فضل حق: جناب والا! مجھے صرف دو منٹ دیجیے تاکہ میں اس مسئلے میں آپ کو ذرا clear کر دوں۔

جناب والا! لاہور کے لیے اس بجٹ کے اندر ایل۔ ڈی۔ اے کے لیے صرف 7 کروڑ 70 لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے اور وہ کس کام کے لیے؟ فیروز پور روڈ کے under pass جو بنا رہے ہیں اس کے لیے اور اس کا حال کیا ہے؟ وہ میں عرض کر دیتا ہوں۔ اس کا حال یہ ہے کہ ایک ٹھیکہ میسرز ایس۔ اے۔ بلڈرز کو ساڑھے چار کروڑ روپے کے اندر ٹینڈر منظور ہوا اور اس کو کینسل کر کے ایل۔ ڈی۔ اے کے محکمے نے فہیم حیدر کمپنی کو ساڑھے سات کروڑ میں دیا۔ اس کے بعد اگر آپ اس کو بجٹ میں دیکھیں تو 2 کروڑ روپیہ اس کو ایڈوانس دے دیا گیا ہے جبکہ اس کے وہاں موجود میٹریل صرف 30 لاکھ کا تھا۔ یہ تو حال کر رہے ہیں۔ اب میں صرف اپنے حلقے کی بات کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہ۔ میاں صاحب، بیس منٹ ہو گئے ہیں۔

میاں فضل حق: ایک منٹ مجھے دیجیے۔ صرف اپنے حلقے کی بات کروں گا۔ ماڈل ٹاؤن کا مسئلہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ بیس منٹ ہو گئے ہیں۔ پھر دوسرے سپیکر رہ جائیں گے۔ اگر 12 بجے تک بھی ہم چلیں تو تب بھی پورے نہیں ہوں گے۔

میاں فضل حق: جناب والا! بس آخری بات کر رہا ہوں۔ ماڈل ٹاؤن اس لاہور شہر کا ایک ایسا حلقہ ہے جس کو کہ خوبصورت ترین حلقہ اور علاقہ کہا جاتا ہے۔ 1982ء سے وہاں مارشل لاء کے regulation کے تحت ایک ایڈمنسٹریٹر مقرر ہے اور پچھلے سال جب میری بجٹ تقریر تھی تو چیف منسٹر صاحب یہاں بیٹھے ہوئے تھے اور میں ان کے نوٹس میں یہ بات لایا تھا کہ ہمیں اس چیز سے چھٹکارا حاصل کرنے دیں۔ وہاں ایک ماڈل ٹاؤن کوآپریٹو سوسائٹی ہے جو اس نظام کو چلاتی تھی لیکن جناب وہاں آج ایڈمنسٹریٹر مقرر ہے اور وزیر اعلیٰ نے ہمیں یہ بیان دیا تھا کہ میں اس مسئلے پر غور کر کے اس کو sort out کروں گا۔ وہاں ہمارے کمشنر صاحب جو ہیں وہ اس کے ایڈمنسٹریٹر ہیں تو وہاں بجلی کے ریٹس، وہاں سیوریج کے ریٹس، وہاں جو ان کی مرضی آتی ہے وہ اس کو handle کر رہے ہیں اور اگر یہ اس طرح continue کرے گا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہاں کے لوگ مزید نقصان برداشت نہیں کر سکیں گے۔ بہت بہت

شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ میاں صاحب۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! غالباً" چیف منسٹر صاحب تشریف لا چکے ہیں ۔ میں آپ سے ایک چھوٹی سی بات پوچھنا چاہتا ہوں ۔ آپ نے جو آج پریس کانفرنس کی ہے جس میں آپ نے کہا ہے کہ میں *******-----

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں ۔ نہیں ۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، ******* جناب والا ۔ آپ نے جو بیان دیا ہے کیا اس کا اسمبلی سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ *******

جناب ڈپٹی سپیکر، میں اس بات کو کارروائی سے حذف کرتا ہوں ۔ مہربانی جو بات ہے یہ کل اخبار میں آجائے گی۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب والا! کیا آج کی لسٹ میں میرا نام بھی ہے

جناب ڈپٹی سپیکر، جی ہے مگر ابھی کچھ دور ہے ۔ اگر ساتھی اجازت دیں تو میں کر سکتا ہوں ورنہ مجھے جو لسٹ قائد حزب اختلاف نے دی ہے اس کے مطابق تو ابھی کچھ اور حضرات ہیں۔ میرے پاس جو لسٹ ہے اس کے مطابق میں نام پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔ صاحبزادہ فضل کریم صاحب' راجہ سلطان عظمت حیات ' ملک سلیم اقبال' ڈاکٹر محمد شفیق' ملک محمد عباس خان کھوکھر' چودھری محمد سرور' محمد مظفر علی خان حاجی غلام صابر انصاری' محمد افضل ساہی' مسٹر محمد انور سعید اور چودھری احمد یار گوندل ۔ اور جو گورنمنٹ سائڈ کے میرے پاس نام ہیں وہ یہ ہیں چودھری محمد اسلم جناب ریاض کاٹھیا اور جناب ریاض فتیانہ صاحب ۔ اب ریاض فتیانہ صاحب تقریر کرنا چاہتے ہیں اور گورنمنٹ سائڈ کے دوسرے حضرات چودھری اسلم اور ریاض کاٹھیا بعد میں اپنی تقاریر کر لیں ۔ میرے خیال میں پہلے جناب ریاض فتیانہ کو وقت دے دیں کیونکہ پہلے بھی انہوں نے کہا تھا۔ جی ریاض فتیانہ صاحب ۔

وزیر تعلیم، جناب سپیکر---

جناب انعام اللہ خان نیازی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! وزیر تعلیم صاحب اس وقت اپنے

****(بحکم جناب ڈپٹی سپیکر کارروائی سے حذف کر دیے گئے)

خیالات کا اظہار کر رہے ہیں ۔ ہم نے تعلیم کے مسئلے پر اپنی اپنی تقاریر میں کافی باتیں کی ہیں میں آپ کے توسط سے ان کی خدمت میں ایک چھوٹی سی گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہمارے علاقوں پر فروغ تعلیم کا کوئی بادل جائے گا یا نہیں جائے گا یہ میں ان سے پوچھنا چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ ---- جی فتیانہ صاحب

خواجہ ریاض محمود : پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر! آپ نے پرسوں یہ بات فرمائی تھی ۔ میں باہر گیلری میں سن رہا تھا کہ خواجہ صاحب بار بار اٹھ کر تقریر شروع کر دیتے ہیں ۔ آپ کی اطلاع کے لیے میں عرض کرتا ہوں کہ میں کوئی گونگا پہلوان تو نہیں ہوں لوگوں نے مجھے اپنے مسائل کے بارے میں بولنے کے لیے یہاں بھیجا ہے اور میں پھر بھی آپ کی کرسی کے احترام میں پہلے بھی ایک گھنٹہ منہ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہا کہ بھئی میرے منہ سے کوئی بات نہ نکل جائے لیکن اب میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں پر دوست بار بار پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھ رہے ہیں۔ جناب والا! میں آپ سے صرف یہی کہنا چاہتا ہوں کہ جناب آپ نے پرسوں جو رولنگ دی تھی ماشاء اللہ آپ نے ہمارے خلاف بڑی تیز طرار گفتگو کی میں اس کو چھیڑنا نہیں چاہتا کیونکہ پھر تلخی پیدا ہو جائے گی ----

جناب ڈپٹی سپیکر ، مہربانی آپ کی ۔

خواجہ ریاض محمود : جناب والا! یہ تو میری بات کا ایک حصہ ہے ۔ دوسرا حصہ میرا یہ ہے کہ غلام عباس صاحب نے آج اس ایوان میں بڑی تیز و تند تقریر کی ہے اور جناب والا! المیہ یہ ہے کہ وہ حکومت کے مشیر ہیں اور حکومت کے مشیر ہوتے ہوئے جس طرح انہوں نے پنجاب بجٹ کے پرخچے اڑائے ہیں یہ بھی اس ہاؤس کی ایک تاریخ ہے -----

جناب ڈپٹی سپیکر ، خواجہ صاحب شکریہ ۔ مہربانی --

خواجہ ریاض محمود ، اور کسی شاعر نے کہا

حادثے کتنے تمہاری بے رخی پر ہو گئے
ساری دنیا کے لیے ہم اجنبی سے ہو گئے
کچھ تمہارے گیسوؤں کی برہمی نے کر دیے
کچھ اندھیرے میرے گھر میں روشنی سے ہو گئے
بندہ پرور کھل گیا ہے آستانوں کا بھرم
مرحلے کچھ طے میری آوارگی سے ہو گئے

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر تو بنتا نہیں لیکن خواجہ ریاض محمود صاحب چونکہ اپنی بات زبردستی کر جاتے ہیں اب اس میں کیا کیا جا سکتا ہے۔ مہربانی جی۔

جناب عثمان ابراہیم، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! وزیر تعلیم صاحب ابھی اپنے خیالات کا اظہار فرمانے لگے ہیں تو میں ہاؤس کی روایات کا ذکر کرنے لگا ہوں کہ جب کٹ موشن کا موقع ہوتا ہے تو متعلقہ وزیر عموماً اپنے محکمے کو defend کرتا ہے۔ بجٹ کے دوران متعلقہ وزیر صرف باتیں سنتا ہے اور اس کے بعد جب کٹ موشنز ہوتی ہیں تو اس کے جواب میں متعلقہ وزیر کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے محکمے کی پالیسی بتائے اور کٹ موشن کے دوران جب ممبران کی طرف سے اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں تو وہ ہاؤس میں ان کا جواب دیتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ I agree. عثمان ابراہیم صاحب کی بات جائز ہے چونکہ اب وقت بہت ہی کم ہے میں وزیر موصوف کی خدمت میں کہوں گا کہ یہ درست ہے کہ جب تعلیم پر کٹ موشنز آئیں گی تو اس وقت ان کو وائنڈ اپ آپ ہی نے کرنا ہے تو اس لیے اگر آپ مناسب سمجھیں یہ وقت بہت کم ہے آپ اس وقت بھی کر سکتے ہیں۔

راجہ ریاض احمد، آپ ان کو پانچ منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ ان کی تقریر تو بہرحال آدھ گھنٹے کی تو ہونی چاہیے۔

وزیر تعلیم، جناب والا ---

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کو کٹ موشن پر تو وقت ملے گا۔ بہرحال یہ آپ کی sweet will ہے کیونکہ otherwise یہ دوست رہ جائیں گے اور یہ پھر شور ڈالیں گے۔

وزیر تعلیم، مجھے اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بھی خواہش یہی ہے۔

وزیر تعلیم، آپ اگر یہی مناسب سمجھتے ہیں تو میں تقریر نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بھی خواہش یہی ہے کیونکہ یہ فاضل اراکین رہ جاتے ہیں اس لیے آپ کی مہربانی جی۔ چودھری محمد اسلم۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! یہ تو بہت زیادتی ہے کہ آپ نے پی۔ ایس۔ ایف کے

سٹوڈنٹ کو تو بولنے کا موقع دیا مگر آپ نے ایم ۔ ایس ۔ ایف کے سٹوڈنٹ کو بیٹھا دیا۔ جناب والا! یہ کتنی زیادتی کی بات ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ بھی تو سٹوڈنٹ لیڈر تھے آپ کو تو موقع مل گیا۔ جی چودھری محمد اسلم۔

میاں محمد ثاقب خورشید ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آپ نے فتیانہ صاحب کو بہت اچھی طرح knock out کیا ہے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں ۔ نہیں ۔ یہ knock out نہیں ہے۔ وہ میرے برخوردار ہیں۔ نہایت حسین و جمیل ہیں۔

دیکھیے میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ پیپلز پارٹی میری بنیادی جماعت ہے اس میں کون سا ایسا تصور ہے جو آپ کہتے ہیں وہ کوئی ایسی جماعت نہیں ہے ۔ میں نے آنکھ اسی پارٹی میں کھولی ہے میری رگ رگ میں اس کا منشور ہے آپ اس کو کہتے ہیں کہ یہ بات ہے اس وقت میں مسلم لیگ جونیجو میں ہوں اگر مسلم لیگ جونیجو اور پی ۔ ڈی ۔ ایف کا یہ اتحاد رہتا ہے تو میں مسلم لیگ جونیجو کے ساتھ ہوں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، *****

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ ماحول کو خراب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں اس بات کو کارروائی سے expunge کرتا ہوں ۔ جناب چودھری محمد اسلم صاحب۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، *****

جناب ڈپٹی سپیکر ، Thus is very bad . آپ سپیکر کو یہ کہہ رہے ہیں ۔ میں یہ الفاظ حذف کرتا ہوں اور آئندہ کے لیے میں آپ کو بڑے ادب سے کہتا ہوں کہ کم از کم منظور موہل کے لیے ایسے الفاظ آپ باہر کہیں، مگر جب وہ اس کرسی پر بیٹھا ہو تو اس کرسی کا خیال کریں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، یہاں بیٹھ کر میں دوسرے کو تو کہہ سکتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وہ آپ کریں ۔ No cross talk please like this. ۔ میں آپ کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ ہاؤس سب کا ہے یہ سب فاضل اراکین کا ہے اور جو سپیکر ہے ----

****(بحکم جناب ڈپٹی سپیکر کارروائی سے حذف کر دیے گئے)

جناب محمود اختر گھمن: جناب سپیکر! مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے فاضل اراکین اپنی گفتگو کے دوران آداب سپیکر ملحوظ خاطر نہیں رکھتے جو نہایت ضروری ہے۔ نیازی صاحب سے میری درخواست ہے کہ یہ اپنی تمام غیر ذمہ دارانہ حرکتیں چھوڑ دیں اور خدا کے لیے ایوان کے تقدس کو بحال رکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی چودھری محمد اسلم۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب سپیکر! نکتہ ذاتی وضاحت۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب کارروائی چلنے دیں۔ کیونکہ یہ جو پندرہ سو فاضل اراکین رہتے ہیں مجھے ان کی فکر ہے۔ آپ مہربانی کریں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! ذاتی نکتہ وضاحت پر بات کرنی چاہتا ہوں۔ گھمن صاحب نے میرے بارے میں یہ کہا ہے کہ میں شاید غلط بیانی سے کام لیتا ہوں۔ جناب والا! بات یہ کرنے والی ہے۔ جب لوٹا ان کی جھولی میں گر رہا ہو تو وہ بات نہیں کرنی چاہیے۔ جب لوٹا کہیں اور جا رہا ہو تو پھر یہ شور مچائیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ جتنا احترام اسمبلی کا لوگوں کے دلوں میں ہے جتنا احترام اسمبلی کا اسمبلی میں ہو رہا ہے۔ اس کی مثالیں تاریخ میں سیاہ حروف میں لکھی جائیں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ! چودھری محمد اسلم صاحب، تقریر شروع کیجیے۔

چودھری محمد اسلم: میں نہایت ادب سے گزارش کروں گا کہ ہمارے اپوزیشن کے بھائی چار بجے سے تقریریں کر رہے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق بات بھی کرتے ہیں۔ ہماری طرف سے ان کو روکا نہیں جاتا۔ لیکن جب بھی کوئی دوست اس طرف سے بات کرنی شروع کرتے ہیں تو پھر پوائنٹ آف آرڈر پہ پوائنٹ آف آرڈر شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ اچھی روایت نہیں ہے۔ جناب سپیکر! موجودہ بجٹ کو میں جارج برنارڈ شا کے ایک واقعے سے مثال دوں گا۔ ایک شخص جارج برنارڈ شا کو بار بار یہ خط لکھتا کہ آپ کی تحریریں مجھے پسند نہیں ہیں۔ وہ بڑی تنقید کرتا۔ بڑی سخت تنقید جس طرح ہمارے فاضل دوست بجٹ پر کر رہے ہیں۔ اس کے جواب میں جارج برنارڈ شا نے اس کو یہ لکھا کہ آپ کی بات مجھے تو پسند ہے لیکن اس میں میں کیا کروں کہ عوام میری تحریروں کو بہت پسند کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! اس بجٹ کی بھی یہی پوزیشن ہے کہ موجودہ بجٹ پیش ہوئے کافی دن گزر چکے ہیں اور عوام کے کسی طبقہ نے بجٹ کی ہیئت پر کوئی ایسا رد عمل ظاہر نہیں کیا کہ جس سے یہ ظاہر ہو کہ اس بجٹ میں صوبے کے

مفاد کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا۔ جناب سپیکر! اس حکومت نے گزشتہ دو سالوں میں جتنے بھی اقدامات کیے ان پہ اس صوبے کے عوام نے بلکہ اپوزیشن سے بھی ہمارے بھائیوں نے سراہا ہے ۔ اور جن کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے ۔ مثلاً یہ اس مقدس ہاؤس یا اس حکومت کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ اس صوبے میں نہایت شدید قسم کی مذہبی منافرت جو قتل و غارت کی شکل اختیار کر چکی تھی ایسے مضبوط اور دور اندیش اقدامات کیے کہ وہ سلسلہ ناپاک قسم کا ختم ہو گیا۔ جناب والا ' اس صوبے میں پچھلی حکومتوں کے وقت سے سینہ زور لوگوں کی وجہ سے یا ویسے لاقانونیت کے رجحانات کی وجہ سے شہروں میں سڑکوں پر ناجائز تجاوزات پر بہت زیادہ ایسی رکاوٹیں بن چکی تھیں کہ جن کی اس حکمت نے کسی کی رو رعایت کیے بغیر کوئی اپنا ہو یا بے گانہ ہو ' ان تجاوزات کو ہٹایا ہے ۔ جناب سپیکر! اسی طرح اس حکومت نے اس صوبہ کے ایسے لوگوں کو جن کے پاس مکان تھے لیکن ان کے نیچے جو زمین تھی وہ اس کے مالک نہیں تھے ۔ ہزاروں لوگوں کو اس حکومت نے مالکانہ حقوق دیے ہیں ۔ جناب والا! اسی ہاؤس میں دیواروں پر فحش نعرے اور معاشرے میں سوسائٹی میں نفرت پھیلانے والے نعرے لکھے جاتے تھے ' ان کو ختم کرنے کے لیے اس ہاؤس نے اور اس حکومت نے نہایت دلیری سے اور نہایت جرأت سے قدم اٹھایا ہے ۔ جناب والا! ہم ان اقدامات کی وجہ سے یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ موجودہ حکومت اس صوبے کے مسائل حل کرنے کے لیے کس قدر مخلص ہے اور کس قدر اس کا عزم مضبوط ہے ۔ جناب والا! موجودہ بجٹ کی ہیئت کو دیکھیں ۔ تمام سیکٹرز کے اندر رقوم کو اس طریقے سے تقسیم کیا گیا ہے کہ عمومی اخراجات یا ترقی اخراجات یا سماجی شعبے کے اندر رقوم ضرورت کے مطابق ہر شعبہ میں پچھلے سالوں کے بجٹ کی نسبت نہایت زیادہ رکھی گئی ہیں۔ اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکومت ان شاء اللہ اس سال بھی اور آئندہ سالوں میں بھی جس قسم کے خدشات کا ذکر میرے دوستوں نے کیا۔ خواہ کسی دوست نے بھی بات کی ' بات یہاں پر ختم ہوئی کہ اس کے حلقہ میں پینے کے پانی کا مسئلہ ہے یا مواصلات کا مسئلہ ہے یا سکولوں کا مسئلہ ہے ' یا امن عامہ کا مسئلہ ہے ۔ میرے دوستوں کو اس طرف توجہ دینی چاہیے کہ موجودہ حکومت نے بجٹ کو جس انداز سے رکھا ہے انشاء اللہ ان کے بیشتر مطالبات وہ نہایت اچھے طریقے سے پورے ہوں گے ۔ اور ان کو ایسے خدشات کا اظہار نہیں کرنا چاہیے جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ اسمبلی عوام کے مسائل کا ادراک نہیں رکھتی ۔ میں اپوزیشن کے دوستوں سے یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ گو انھوں نے بجٹ پر تنقید کی ہے لیکن اس میں کسی میرے دوست کی بات میں وزن نہیں تھا اور کو بڑی مشکلات پیش آ رہی تھیں کہ مخالفت برائے مخالفت کے لیے کبھی سندھ کا حوالہ دیا

جاتا ہے ، کبھی بغاوت کے مقدمات کا رونا رویا جاتا ہے ۔ کبھی بہت abstract قسم کی بات کی جاتی ہے۔

رانا محمد اقبال خان، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ میاں صاحب بجٹ پر تقریر فرما رہے ہیں ۔ ان کے علم میں میں یہ بات لانا چاہتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، علم میں بات نہیں لائی جا سکتی ۔ اگر کسی رول کے مطابق بات ہے تو کہیں۔ یہ نہیں ہے کہ یہ بات کیوں کہی گئی ہے ۔ ایسی باتوں پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا ۔ شکریہ!

چودھری محمد اسلم ، اگر بغور دیکھیں تو موجودہ بجٹ میں وزیر خزانہ نے اور ان کے رفقاء نے اور کابینہ نے اور قائد ایوان نے بہت محنت کی ہے کہ اس بجٹ سے صوبہ میں مالی ڈسپلن پیدا ہو ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ نہایت ہی اچھی بات ہے ۔ لیکن مالی ڈسپلن کے ساتھ ساتھ یہاں پہ سیاسی ڈسپلن اور سماجی ڈسپلن کی ضرورت ہے ۔ اور سیاسی ڈسپلن اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب ہمارے اپوزیشن میں بیٹھنے والے بھائی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس نہ کریں۔ میرے بھائیوں نے یہ وتیرہ بنا لیا ہے کہ شاید ان کا فرض منصبی مخالفت برائے مخالفت ہے ۔ سیاست کو غیر مستحکم کرنا ہے ، جمہورت کو غیر مستحکم کرنا ہے ۔ میرے دوستو! میں آپ کی خدمت میں یہ اپیل کروں گا کہ اس سے نہ صوبہ کے عوام کی خدمت ہو گی نہ پاکستان کی خدمت ہو گی اور نہ وہ اہداف پورے ہوں گے جن کے لیے آپ کو یہاں بھیجا گیا ہے ۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ صوبہ مضبوط ہو ، صوبہ خوشحال ہو تو آپ کو چاہیے کہ آپ حکومت کے ساتھ ہاتھ ملائیں۔ آپ حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ اس لیے نہیں کہ آپ ہماری کوئی بات مانیں ۔ آپ صحت مند تنقید پیش کریں ۔ میں یہ بھی کہوں گا کہ جو مسائل میرے اپوزیشن کے دوستوں نے پیش کیے ہیں ان پر حکومت کو بھی غور کرنا چاہیے ۔ کیونکہ یہ ہمارے بھائی عوام کے نمائندے ہیں۔ وہ عوام پاکستان کے شہری ہیں۔ ان کے حقوق ہیں ۔ اگر میرے اپوزیشن کے بھائی کے حلقے میں کوئی ایسے مسائل ہیں تو موجودہ حکومت کو ان مسائل پر پوری توجہ دینی چاہیے ۔ یہ ان کا حق بنتا ہے ۔۔ ایک اسمبلی میں ایک سال میں الف منتخب ہوتا ہے ۔ وہ ایک پارٹی سے ہوتا ہے ۔ دوسرے سال "ب" منتخب ہو جاتا ہے وہ دوسری پارٹی سے تعلق رکھتا ہے ۔ عوام کا اس میں قصور نہیں۔ عوام نے اپنا حق استعمال کیا جو کہ انھیں آئین پاکستان نے دیا ہے ۔ اور یہ حق استعمال کرتے ہوئے انھوں نے ووٹ دیے ۔ میرے بھائیوں کے جو یہ خدشات ہیں، جب کوئی

صاحب تقریر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ میرے حلقے میں اس لیے انتقام لیا جا رہا ہے کہ میں میاں نواز شریف صاحب کا ساتھی ہوں' میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات قطعی غلط ہے ۔ ہم نے پچھلی حکومتیں بھی دیکھی ہیں لیکن یہ پہلی حکومت ہے کہ جس نے اپوزیشن کے معزز اراکین کو بھی فنڈز مہیا کیے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ موجودہ وزیراعلیٰ اور موجودہ حکومت کا credit ہے اور جو یہ فنڈز دیے گئے ہیں یہ ان کو ملنے چاہییں تھے کیونکہ یہ ان کا حق ہے ' یہ کوئی خیرات نہیں۔ لیکن میرے دوستوں کو حکومت کے اس کارنامے کو realise بھی کرنا چاہیے کہ حکومت نے ان کے حلقوں کو بھی مساوی فنڈز دیے ہیں۔

میاں فضل حق، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میاں فضل حق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

میاں فضل حق، جناب سپیکر ! محترم دوست نے جو ابھی بات کی ہے صرف میں اس کی درستی کے لیے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ 95-1994ء کا جو بجٹ ہمیں ملنا چاہیے تھا وہ ہمیں 13 جون کو ملا ہے ۔ اس سے پہلے تو ہمیں فنڈز ملے ہی نہیں اور پھر جس طریقے سے یہ بجٹ ہمیں دیا گیا ہے اگر ان کو بتایا جائے تو شاید یہ پریشان ہو جائیں گے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

چودھری محمد اسلم، جناب سپیکر ! میں عرض کر رہا تھا کہ میں اس کو ایک اچھی روایت سمجھتا ہوں اور ہم لوگ اس پر خوش ہیں کہ اپوزیشن کے اراکین کو فنڈز دیے گئے ۔ آپ کو اگر اس سے زیادہ فنڈز بھی ملیں تو پھر بھی ہم خوشی کا اظہار کریں گے کیونکہ آپ ہمارے بھائی ہیں اور آپ کے عوام بھی ہمارے بھائی ہیں لیکن میں ساتھ ہی یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک جمہوریت کے استحکام کا تعلق ہے وہ ہماری مشترکہ ذمہ داری ہے۔ آپ کا صرف یہ کام نہیں ہے کہ آپ یہاں صرف مختلف حوالوں سے بلا جواز تنقید کرتے رہیں ' یہاں پر ایم کیو ایم کی بات ہوئی ' دوسری باتیں بھی ہوئیں' میں کہتا ہوں کہ آپ دیکھیں کہ یہ جو خباثت ہیں' کہاں سے پیدا ہوئی ہیں کہ بعض لوگوں نے محض اپنے اقتدار کی خاطر 1992ء میں اس ملک کے ساتھ آگ اور خون سے کھیلنا چاہا اور اب بھی وہی صورت ہے کہ اسمبلیوں میں اکثریت نہ ہونے کی وجہ سے اور عوام کے پاس کوئی پروگرام نہ لے جانے کی وجہ سے یہ لوگ پھر اسی آگ اور خون سے کھیلنا چاہتے ہیں اور مختلف قسم کے تعصبات خواہ وہ لسانی ہیں ' خواہ وہ

کسی قسم کے بھی ہیں ان کو ہوا دینا چاہتے ہیں ۔ مجھے افسوس ہے کہ ہمارے بعض بھائی یہاں پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں 1985ء سے اسمبلی میں بیٹھا ہوا ہوں ' کوئی کہتا ہے کہ میں 1988ء سے بیٹھا ہوا ہوں۔ تو آپ اتنے سالوں سے اسمبلی میں بیٹھے ہیں اور پھر آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ میرے حلقے میں یہ کام نہیں ہوا ' وہ کام نہیں ہوا آخر آٹھ سال آپ اسمبلی میں رہے تو پھر آپ نے ان آٹھ سالوں میں کیا کیا؟ جن حلقوں سے ہم آئے ہیں وہاں آپ نے ان آٹھ دس سالوں میں ایک پیسے کا ترقیاتی کام نہیں کیا۔ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ ہمارے حلقوں میں جا کر دیکھیں جہاں پر آٹھ آٹھ ' دس دس سال آپ کی پارٹی کی حکومت رہی ہے وہاں پر development کا کوئی کام نہیں ہوا ۔ نہ کوئی نیا سکول بنا ' نہ کوئی سڑک بنی ' نہ ہسپتال بنا ' نہ کوئی پانی کی سکیم بنی ' نہری نظام ' ٹیوب ویل اور اسی طرح دوسرے development کے تمام کے تمام کام تشنۂ تکمیل رہے ۔ اور آج آپ کے اس چھوڑے ہوئے ملبے ' کام کو ان شاء اللہ ہم کر رہے ہیں ۔ آپ ہمارے حلقوں میں جا کر دیکھ سکتے ہیں کہ آپ کے جو چھوڑے ہوئے کام تھے ہم ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچا رہے ہیں ۔ اس لیے میں اپنے دوستوں سے نہایت ادب سے یہ گزارش کروں گا کہ ہمارے معاشرے میں مسائل بے شمار ہیں ' ختم نہیں ہوئے ان کو ختم کرنے کے لیے آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں ۔ ابھی اس معاشرے میں بہت سی خباثت ہیں جن پر ہم نے قابو پانا ہے ۔ اور پاکستان ' پنجاب اور اس عوام کی طرف جو ہماری ذمہ داریاں ہیں ان کو ہم نے پورا کرنا ہے ۔ آئیے میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں ۔ ہم آپ کے ساتھ تعاون کریں گے ۔ شکریہ ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ چودھری صاحب ۔ ابھی ہمارے پاس کافی فاضل اراکین ہیں اگر آپ اجازت دیں تو پندرہ کی بجائے دس منٹ کا وقت رکھ لیں ۔ کیونکہ پندرہ پندرہ منٹ دینے سے پورے نہیں ہوں گے ۔

(ہاؤس کی طرف دس دس منٹ کا وقت دینے کی منظوری دی گئی)

ٹھیک ہے' آئندہ سے ہم دس منٹ کا پیمانہ رکھتے ہیں سوائے کسی خاص مقرر کے ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی خاکوانی صاحب ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر ! ہمارے بزرگ ساتھی چودھری اسلم صاحب تقریر فرما

رہے تھے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ ان کی تقریر کے دوران میں interrupt کروں لیکن اب میں جناب والا! سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہمیں بطور ممبر اسمبلی اور political student کے یہ بتایا گیا کہ سپیکر غیر جانبدار ہوتا ہے ' سپیکر کسی پارٹی کا نہیں ہوتا لیکن آج آپ نے سپیکر کی کرسی پر بیٹھ کر یہ فرمایا کہ میری رگ رگ میں پیپلز پارٹی بسی ہوئی ہے ' میرے ذہن میں پیپلز پارٹی سوار ہے ۔ جناب والا! تو پھر میں پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ پہلے تو آپ مجھے یہ فرما دیجیے کہ آپ کی رگ رگ میں ' آپ کے جسم کے گوشے گوشے میں جب پیپلز پارٹی رچی بسی ہوئی ہے تو پھر آپ کے جسم کے کون سے حصے میں جونیجو لیگ شامل ہو گئی اور پھر 1988ء میں۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تشریف رکھیں ۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہو گیا ہے ۔ اب میں اس پر بات کرتا ہوں ۔ میں نے گزارش یہ کی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ آپ پیپلز پارٹی کی طرف جا رہے ہیں ۔ میں آپ کو یہ بتا دوں ۔۔۔

چودھری محمود اختر گھمن، جناب سپیکر ! کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا تو نہیں مجھے آپ سے اتفاق ہے۔ لیکن میں ان کی خواہش پوری کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا لیکن وہ شرارت کے لیے یہ بات کر رہے ہیں لیکن میں ان کی شرارت سے خوف زدہ نہیں ہوں ۔ تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سپیکر جو ہوتا ہے وہ اس کرسی پر سپیکر ہے ۔ جو مکمل سپیکر ہوتا ہے اس کا اپنی پارٹی سے بھی اس دوران جب تک سپیکر ہوتا ہے الحاق ختم ہو جاتا ہے ' وہ باہر ' کسی جگہ پر بھی اس کی affihation پارٹی کے ساتھ نہیں رہتیں۔ لیکن جو ڈپٹی سپیکر ہے یا پینل کے جو چیئر مین ہوتے ہیں وہ یہاں پر جب سپیکر نہ ہو تو وہ سپیکر کے فرائض سر انجام دیتے ہیں۔ وہ اس وقت وہاں پر independent ہوتے ہیں ۔ ان کا تعلق خواہ کسی بھی پارٹی سے ہو وہ کسی کی طرفداری نہیں کرتے وہ اس کرسی کے تقدس کے لیے غیر جانبدارانہ فیصلہ کرتے ہیں۔ چونکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ یہ کیوں ہے ؟ میں نے یہ بتایا تھا کہ میں 1970ء میں بھی پیپلز پارٹی کے منشور اور قائد عوام کی قیادت سے متاثر ہو کر پیپلز پارٹی میں آیا۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے اگر میں یہاں بیان کرنا شروع کر دوں تو مناسب نہیں ہو گا۔ اب ہم آگے چلتے ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا ! آپ بیان کریں ہم سننا چاہیں گے۔ یہ لمبی کہانی ہم سننا چاہیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نیازی صاحب! جب سپیکر بول رہا ہو تو اس کو interrupt نہیں کیا کرتے۔

اگلے مقرر راجہ سلطان عظمت حیات صاحب ہیں۔ جی راجہ صاحب۔

راجہ سلطان عظمت حیات: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کی بہت مہربانی کہ آپ نے مجھے بجٹ پر تقریر کرنے کا موقع دیا۔ اور یہ ہمارا حق بھی ہے۔ جناب والا! میں بجٹ پر بات کرنے سے پہلے ملک کی تاریخ پر بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جناب سپیکر! 1947ء میں پاکستان بنا۔ اس وقت حضرت قائداعظم نے پاکستان بنایا۔ وہ جذبہ اگر ہم کنٹرول کر لیتے تو شاید آج پاکستان بھی تائیوان اور چین جیسے ملکوں کی صف میں شامل ہوتا لیکن ان کی بے وقت موت کی وجہ سے پاکستان کو وہ جذبہ نہ مل سکا۔ پھر 1962ء میں ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوا۔ پھر 1965ء کی جنگ شروع ہوئی اس جنگ کے محرکات یہ تھے کہ پاکستان اس جنگ کا متحمل نہیں تھا وہ جنگ ایک سازش تھی، ایک سازش کے تحت لڑی گئی جس سے پاکستان کو بے پناہ نقصان ہوا۔ جناب والا! اس کے بعد ملک کو استحکام حاصل نہ ہوا 1971ء میں ایک سازش کے تحت مشرقی پاکستان کو علیحدہ کیا گیا۔ ہم نے اپنے ایک حصہ کو، اپنے بنگالی بھائیوں کو غدار کہہ کر، ان پر فوج اور پولیس کی چڑھائی کر کے ان کو مجبور کیا کہ وہ ہمارا ساتھ چھوڑ دیں۔ انہوں نے اسی فوج، پولیس اور رینجر کا مقابلہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بھائی نے بھائی کا قتل کیا اور پاکستان کا آدھا حصہ ملک سے علیحدہ ہو گیا۔ جناب والا! شیخ مجیب الرحمان majority party سے تعلق رکھتے تھے ان کا حکومت کرنے کا حق بنتا تھا۔ اگر ہم ان کو دعوت دیتے تو میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان آج نہ ٹوٹتا۔ لیکن اس وقت جناب ذوالفقار علی بھٹو نے کہا، "ادھر تم ادھر ہم"۔ یہ تھے تاریخی عوامل۔ آج پھر وہی تاریخ اس پاکستان میں دہرائی جا رہی ہے۔ آج باتیں ہو رہی ہیں کہ کراچی پر پنجاب سے پولیس جائے گی، سرحد سے جائے گی، رینجرز جائیں گے۔ جناب والا! مشرقی پاکستان کا تجربہ میرا خیال ہے کہ ہم سب کے لیے کافی ہے۔ ہمیں اپنے کراچی کے بھائیوں سے گفت و شنید کے ساتھ اس مسئلے کو حل کرنا چاہئے۔ پاکستان کی فوج اور پولیس پہلے ہی مشرقی پاکستان میں بہت بدنام ہو گئی ہے۔ جناب والا! کراچی وہ شہر ہے جس کے لیے روس سپر پاور ان گرم پانیوں تک پہنچنے کے لیے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسئ صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

جناب سپیکر، جی راجہ صاحب۔۔۔

راجہ سلطان عظمت حیات، جناب! کراچی کو بچانے کے لیے ہمارا قائد میاں محمد نواز شریف اس وقت ہر پارٹی کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! آپ اس اسمبلی کے سپیکر ہیں' اور اس اسمبلی کے custodian ہیں ۔ میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ جب موسمی اثرات تبدیل ہوتے ہیں تو کئی چیزوں کے پر نکل آتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت آپ کے ڈپٹی سپیکر کے پر نکل آئے ہیں ۔ اور وہ اڑنے کی تیاری میں ہیں۔ آپ بھی ان سے تھوڑا سا رابطہ کرلیں۔

جناب سپیکر، نہیں نہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، کیونکہ انہوں نے آج ہی پریس کانفرنس کی ہے کہ وہ اڑنے کی تیاری میں ہیں۔ اور جونیجو لیگ چھوڑ کر وہ پیپلز پارٹی میں جارہے ہیں۔ اور ** ہونے کا مکمل ثبوت دے رہے ہیں۔ تو جناب والا! آپ سپیکر ہیں ' آپ کو خیال رکھنا چاہیے۔

جناب سپیکر، ایسے نہیں ۔ یہ جو ** کا لفظ ڈپٹی سپیکر صاحب کے لیے استعمال ہوا ہے اس کو حذف کر دیا جائے۔ جی راجہ عظمت حیات صاحب۔

راجہ سلطان عظمت حیات، جناب والا! کراچی کو بچانے کے لیے ہمارے قائد میاں محمد نواز شریف صاحب (سابقہ وزیر اعظم پاکستان) ہر پارٹی کے پاس جا رہے ہیں۔ ہمارا قائد تو کراچی کو بچانے کے لیے اتنی کوششوں میں ہے ۔ لیکن جناب والا! افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دوسری طرف سے پیپلز پارٹی پولیس اور رینجرز کے ذریعے سے کراچی میں بھی دوبارہ وہ تجربہ دہرانا چاہتی ہے جو مشرقی پاکستان میں دہرایا گیا۔ جناب والا! میں محمد نواز شریف ' چودھری شجاعت حسین اور میاں محمد اظہر غدار ہیں اور ان پر اگر غداری کا مقدمہ چلایا جاتا ہے تو پھر جناب آپ ہی مجھے بتائیں کہ محب وطن کون ہو گا؟ جناب والا! ہمیں اپنی یہ روش بدلنی پڑے گی۔ ہم نے ایک بڑی آبادی والے حصے مشرقی پاکستان کو (ہم شاید پانچ کروڑ تھے اور وہ چھ کروڑ تھے) غدار کہہ کر اپنے سے الگ کردیا۔ وہ چھ کروڑ کی آبادی والے غدار تھے اور ہم محب وطن۔

راجہ ریاض احمد، پوائنٹ آف آرڈر سر ۔ کیا یہ بجٹ پر تقریر ہو رہی ہے؟

*****بحکم جناب سپیکر کارروائی سے حذف کر دیا گیا۔

جناب سپیکر: راجہ سلطان صاحب! آپ کے پاس دس منٹ ہیں۔ تھوڑا سا حق نمک اپنے حلقے کا بھی ادا کیجئے۔

راجہ سلطان عظمت حیات: جی بالکل' میں اب اسی طرف آ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: مہربانی۔

راجہ سلطان عظمت حیات: جناب والا! ہمارے علاقے کے لوگوں کی رقم کواپریٹو سکینڈل میں بہت زیادہ ضائع ہو گئی ہے۔ اور یہ وزیر اعلیٰ کا تیس کروڑ کا جہاز ضروری نہیں تھا۔ اگر یہی پیسہ کواپریٹو متاثرین کو دیا جاتا تو میں سمجھتا ہوں کہ ان غریبوں کے' ان بیوگان کے گھر بھی بس جاتے۔

جناب والا! میرے حلقے کے مسائل بے پناہ ہیں۔ 1977ء میں اس وقت کے صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق صاحب نے کیڈٹ کالج کا چکوال میں اعلان کیا تھا۔ چوا سیدن شاہ میں عوام نے بارہ سو کینال زمین کیڈٹ کالج کے لیے مفت فراہم کی۔ جناب والا! وہ کروڑوں روپے کی زمین ہے۔ اور اس کے بارے میں feasibilty رپورٹ بھی بنی تھی۔ کہ پنجاب میں اگر کیڈٹ کالج کے لیے کوئی جگہ سب سے اچھی ہے تو وہ چوا سیدن شاہ ہے۔ جناب سمجھ نہیں کہ وہ جگہ تو وہیں رہی لیکن کیڈٹ کالج اوکاڑہ اور ڈیرہ غازی خاں میں چلا گیا۔ فوجی علاقہ ہے' بھرتیاں وہاں سے ہوتی ہیں' عرصہ دراز سے وہ فوجی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جناب والا! وہاں پر کیڈٹ کالج کا حق ہمیں دیا جائے۔ جناب' ہمارا علاقہ پہاڑی ہے ۔ پانی کے بے پناہ مسائل ہیں ۔ آپ جو سکیمیں پانی کے لیے میدانی علاقوں میں دیتے ہیں جہاں پر پانی میٹھا ہوتا ہے ۔ خاص طور پر بڑے دیہاتوں میں ' ان لوگوں کا گزارہ تو نلکے سے ہو جاتا ہے وہاں پانی مل جاتا ہے۔ لیکن پہاڑی علاقوں میں واٹر سپلائی سکیم کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا۔ میں آپ کو ایک گاؤں کی مثال دوں گا۔ ہمارے علاقے میں ایک گاؤں ہے وہاں کے لوگ خاص طور پر گرمیوں کے موسم میں عورتیں اور مرد سروں پر گھڑے رکھ کر چار پانچ میل سے پانی لاتے ہیں۔ کیونکہ ان کا پانی کا کوئی ذریعہ ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ میدانی علاقوں کی واٹر سپلائی سکیمیں بنانے کی بجائے پہاڑی علاقوں میں واٹر سپلائی سکیمیں بنائی جائیں۔ جناب والا! تعلیم بڑی اہم ضرورت ہوتی ہے۔ چوا سیدن شاہ سب ڈویژن میں ایک ڈگری کالج ہے وہ بھی ایک پرائیویٹ ادارے نے کنال کے مقام پر بنایا تھا۔ آپ حیران ہوں گے کہ وہ صرف دو لیکچرار ہیں۔ دس پندرہ اساتذہ لیکچرارز کی اسامیاں ہیں لیکن وہاں پر دو ہیں۔ ایک پرنسپل اور دوسرا وائس پرنسپل۔ جناب والا! وہاں پر کالج کے اساتذہ کی اسامیاں پوری کی

جائیں۔ چوا سیدن شاہ سب ڈویژن میں لڑکیوں کے ہائی سکول کے سوا کوئی کالج نہیں ہے ۔ درخواست ہے کہ وہاں پر ڈگری کالج بھی مہیا کیا جائے۔ جناب والا! پی پی 17 بہت بڑا حلقہ ہے وہ ساٹھ ستر میل کے area میں ہے اور وہاں پر مختلف تہذیبیں ہیں۔ میری اس سلسلے میں گزارش ہوگی کہ اس کو یعنی ونہار کے اہم مقام خوشحال کلاں کو تحصیل کا درجہ دیا جائے۔ اور ڈومن کے مرکز کو تحصیل کا درجہ دیا جائے۔

جناب سپیکر: اب وائنڈ اپ کیجیے۔

راجہ سلطان عظمت حیات: جناب والا میری یہی گزارشات تھیں کہ اس علاقے کو فنڈز سے نوازا جائے ۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی بہت شکریہ۔

راجہ سلطان عظمت حیات: جناب والا! لاء اینڈ آرڈر پر میں تھوڑی سی گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ پوزیشن یہ ہے کہ پنڈ دادنخاں سے جلال پور شریف روڈ ' یہ اس وقت کے گورنر پنجاب (مرحوم) کی واحد سڑک تھی ۔ جو ان کے ضلع میں سے گزرتی تھی۔ میں نے بات کی تھی کہ وہاں پر پانچ فیکٹریاں ہیں ۔ ایک سیمنٹ فیکٹری ڈنڈوت ' ایک آئی سی آئی فیکٹری نمک اور غریب وال سیمنٹ فیکٹری ہے ۔ وہاں پر پوزیشن یہ ہے کہ رات آٹھ بجے کے بعد دو سو کے قریب ٹرک روزانہ پولیس سکواڈ کے بغیر نہیں گزر سکتے۔ بیس میل کا ایریا ہے اور پانچ چوکیاں ہیں۔ جناب والا! ٹرک نہیں گزر سکتے تو وہاں پرائیویٹ گاڑی کا تو رات کو گزرنے کا تصور ہی نہیں۔ اگر ڈاکے ہیں اور ڈاکو ہیں تو پولیس ان کا محاسبہ کرے۔ بجائے اس کے کہ دو سو ٹرک بیس میل کا سفر ایک رات میں نہیں کر سکتا۔ جناب' قانون کی پوزیشن یہ ہے۔

جناب سپیکر: مہربانی' شکریہ۔ جناب ریاض کاٹھیا۔

خواجہ ریاض محمود: جناب سپیکر صاحب! پرسوں سے موبل صاحب نے میرا اسپیکر بند کرا دیا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: آپ کی باری آئے گی تو کھول دیا جائے گا۔ آپ کو لاؤڈ سپیکر کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کے کمرے میں لاؤڈ سپیکر لگا ہوا ہے۔

خواجہ ریاض محمود: یہ ٹھیک لگا ہوا ہے۔ جناب' یہ ٹھیک تو ہونا چاہیے ناں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ فکر نہ کریں۔ جناب ریاض کاٹھیا۔

حاجی ریاض حسین کاٹھیا(پی پی۔ ۱۸۲' ساہیوال)،بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں پنجابی میں تقریر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، اجازت ہے۔

حاجی ریاض حسین کاٹھیا، جناب سپیکر! جدوں وی کوئی حکومت بجٹ بناندی اے اوہ ایس گل دا خیال رکھدی ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، وقت تھوڑا ہے' جانے دیجیے۔

جناب ارشد عمران سلہری، کل بھی پنجابی اور دوسری زبانوں میں دوستوں نے اظہار خیال کرنے کا موقع چاہا تو آپ نے انھیں اجازت دی۔ جناب سپیکر! کیا آپ کے پاس یہاں پر کوئی ایسے آپریٹرز ہیں جو کہ پنجابی زبان کو نوٹ کر سکیں۔ ان کے لیے تکلیف ہے۔ یا تو پھر ــــ

جناب سپیکر، شارٹ ہینڈ جو ہے وہ صوتی زبان ہوتی ہے۔ اس میں جو بھی آواز ہے ایک حد تک وہ نوٹ ہو سکتی ہے۔ پھر ہمارے پاس ریکارڈ ہے۔ پھر اس سے ہم ریکارڈ کا حصہ بنا لیتے ہیں۔ جی۔

حاجی ریاض حسین کاٹھیا، جناب سپیکر! جدوں وی کوئی حکومت بجٹ بناندی اے اوہ ایس گل دا خیال رکھدی اے کہ بجٹ ایہو جیا بنایا جاوے جہڑا عوام دے ہر طبقے واسطے قابل قبول ہووے۔ ایس دے علاوہ کم از کم بجٹ وچ ٹیکس لائے جان تے زیادہ توں زیادہ ترقیاتی کماں وچ پیسے رکھے جاون۔ جناب' ساڈے اس سال دے ۹۶-۱۹۹۵ء دے بجٹ وچ وی کم توں کم ٹیکس لائے گئے نیں تے زیادہ توں زیادہ ترقیاتی کماں وچ پیسے رکھے گئے نیں۔ جناب سپیکر! ساڈی حکومت نے تعلیم دے اتے خصوصی توجہ دتی اے تے فروغ تعلیم واسطے زیادہ توں زیادہ پیسے رکھے نیں۔ ایس سال تقریباً چوی فی صد پچھلے سال توں زیادہ رقم رکھی گئی اے۔ ایس توں علاوہ ترقیاتی کماں وچ وی پچھلے سال توں تقریباً ۱۲،۵ فی صد زیادہ پیسے رکھے نیں۔ جناب سپیکر! ایس توں علاوہ صحت دے وچ وی پچھلے سال توں تقریباً چھ فی صد زیادہ پیسے رکھے گئے نیں۔ جناب سپیکر! پنجاب وچ کافی سارے مسائل ہن جے اگر تن مسئلیاں تے کنٹرول کیتا جاوے تے ساڈا دور اک سنہری دور ثابت ہووے گا۔ نمبر۱' مہنگائی۔ نمبر۲' امن و امان۔

نمبر ۲' بے روزگاری۔

پہلے میں تہانوں مہنگائی دے متعلق عرض کرنا واں۔ جناب سپیکر! ۱۹۹۳ء دے الیکشن نے ایہہ ثابت کر دتا اے کہ دیہات دے غریب لوکاں کساناں تے مزدوراں تے وڈیریاں نے ساڈی پی ڈی ایف دے امیدواراں نوں کامیاب کیتا اے تے ساڈی پی ڈی ایف دیہات وچ کامیاب ہوئی اے۔ تے شہر دے تاجر پیشہ لوکاں تے صنعت کاراں مسلم لیگ نواز گروپ نوں کامیاب کیتا اے۔ اسیں ہن ویکھیے کہ مہنگائی نوں کرن والا کہڑا طبقہ اے۔ جناب سپیکر! دیہات دا کسان تے مزدور ملک واسطے نمبر اک خوراک پیدا کردا اے تے نمبر دو' اوہ صنعتاں واسطے خام مال پیدا کردا اے۔ جناب سپیکر! زمیندار جدوں چھ مہینے دی دن رات دی محنت توں بعد اوس دی جنس اوہ دے گھر آندی اے تے جہڑے تاجر لوک نیں' ساڈی فصل اچھی ہو جائے پہلے تاں اوہنوں لین واسطے ای تیار نئیں ہوندے۔ اگر اوہ لیناں وی چاہن تے معمولی قیمت نال زمیندار توں جنس لے لیندے نیں۔ ایس توں بعد جس ویلے اوہ ای جنس اینھاں تاجر پیشہ لوکاں کول جاندی اے تے اوہنوں ذخیرہ اندوزی کر کے تے مصنوعی قلت کر کے اوہ اوس دی منہ منگی قیمت وصول کردے نیں۔ میری اج سارے ہاؤس نوں ایہہ اپیل اے کہ مہنگائی نوں ختم کرنا چاہو تے اج بل پاس کرئیے کہ جہڑا ذخیرہ اندوز اے اوہدی سزا موت ہووے گی تا کہ مہنگائی ختم ہو سکے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اوس توں بعد امن و امان دا مسئلہ اے۔ ساڈے کئی بیلیاں نے تقریراں کیتیاں نیں تے اوہدے وچ آکھیا اے کہ امن و امان ٹھیک اے۔ لیکن میں آہناں کہ امن و امان صحیح نئیں۔دن دہاڑے ڈاکے' راہزنیاں ہوندیاں رہندیاں نیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

میری ایہدے وچ تجویز اے کہ جدوں وی کوئی پولیس مقابلہ ہندا اے تے کوئی ڈاکو مارے جاندے نیں تے ساڈے اپوزیشن دے بیلی ایہہ کہندے نیں کہ مصنوعی پولس مقابلہ ہونیا اے۔ تے بجائے پولیس نوں لینے دے دینے پے جاندے نیں' بلکہ انھاندے اتے پرچے ہو جاندے نیں۔ جناب! میری ایہہ عرض اے کہ کوئی پولس مقابلے وچ ڈاکو ماریا جاندا اے تے ڈاکو تے شر پسند دے نال جتنا وی سلوک کیتا جاوے اتنا ای تھوڑا اے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

تے سانوں بجائے اس دے کہ پولیس دے اتے تنقید کرنے سانوں انھاندی حوصلہ افزائی کرنی چاہی دی اے۔ تسیں ایہہ سوچو کہ پولیس ویکھدی رہوے کہ جدوں تک ڈاکو انھاندے کوئی اک دو بندے نہ مار لون اوس توں بعد اوہ کچھ نہ کرن۔ جناب سپیکر! ایس توں علاوہ ساڈی پولیس دی نفری نوں وی زیادہ کرنا چاہی دا اے تا کہ امن و امان نوں ٹھیک کیتا جاوے۔

جناب سپیکر! ایس توں بعد ــــ

جناب سپیکر، بے روزگاری۔ مہنگائی ہو گئی۔ امن و امان بھی ہو گیا۔ بے روزگاری رہ گئی ہے۔

حاجی ریاض حسین کاٹھیا، ہاں جی۔ جناب سپیکر! بے روزگاری ختم کرن واسطے وی ساڈی حکومت نے پچھلے سال تقریباً بتالی ہزار کجھ اٹھ سو اسامیاں پیدا کیتیاں سن۔ تے ایس سال وی تقریباً دس ہزار تے تن سو نویاں اسامیاں ہون گیاں۔ اللہ تعالیٰ دے فضل و کرم نال ساڈی بے روزگاری وی ختم ہو جاوے گی۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ایس توں بعد جدوں وی بجٹ بنداا اے تے ساری دنیا تے اخباراں وچ آندا اے کہ زرعی ٹیکس لایا جاوے۔ میں ایس دے حق وچ آں کہ زرعی ٹیکس لانا چاہی دا اے۔ لیکن ایس دے وچ ایہہ گل اے کہ جہڑے زمینداراں نال ــــ

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی بادشاہ خان صاحب۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب سپیکر! میرے فاضل دوست سانس بھی لے لیں گے اور مجھے ایک ضروری بات یاد آ گئی ہے۔ انھوں نے اپنی تقریر میں یہ کہا کہ پولیس مقابلوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ جناب والا! اگر آپ ان کی حوصلہ افزائی کریں گے تو آج جناب غلام عباس صاحب اور اس سے پہلے میں نے بیورو کریسی کے خلاف تقریر کی تھی، ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں ہمیں بھی یہ پولیس مقابلے میں نہ مروا دیں۔

جناب سپیکر، نہیں، نہیں۔ فکر نہ کریں آپ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، تو ان کی حوصلہ افزائی مت کیجیے۔

جناب سپیکر، کوئی ہاتھ تو لگا کے دیکھے آپ کو۔ جی، رانا صاحب۔

رانا محمد اقبال خان، میرے خیال میں آج سب سے زیادہ خطرہ موہل صاحب کو ہے۔ کیونکہ انھوں نے ایسی بات کر دی ہے۔ تو اس کا بھی کوئی تدارک کیا جائے۔

جناب سپیکر، آپ فکر نہ کریں۔ دعائے خیر کریں آپ۔ دعائے خیر کریں سب کے لیے۔ جی۔

حاجی ریاض حسین کاٹھیا، جناب سپیکر! میرا آکھن دا مقصد ایہہ سی کہ زرعی ٹیکس لگناں چاہی دا اے لیکن زمینداراں نال جہڑی ناانصافی تے زیادتی ہوندی اے پہلے اوس دا ازالہ کیتا جاوے۔ جناب سپیکر! کوئی ساڈے زمیندار طبقہ کم از کم زرعی قرضہ لوون تے انھاندی حد ہوندی اے کہ دس ہزار توں لے کے ٹریکٹر دا تن لکھ تک ہوندا اے۔ لیکن جدوں اک زمیندار قرضہ لیندا اے تے اوس دے اتے سانوں ۱۴ فی صد سود پیندا اے۔ جس وقت ایہہ صنعت کار کروڑاں تے اربال روپے دے قرضے لیندے نیں تے انھاندے اتے صرف تن فی صد یا زیادہ توں زیادہ اٹھ فی صد ہوندا اے۔ ایہہ فرق کیوں اے؟ ایہہ فرق مٹایا جاوے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

ایس توں علاوہ جدوں کوئی غریب کسان دی فصل خراب ہو جاندی اے تے اوس نوں وصولی کرن واسطے انھاں نوں حوالاتاں وچ بند کر دتا جاندا اے، جہڑی کہ معمولی اک ہوندی اے۔ لیکن ایہ جہڑے شہراں دے وچ رہن والے ہین ایہہ اربال روپے ہضم کر جاندے ہین تے ڈکار وی نئیں ماردے۔ انہاں نوں پچھن والا ای کوئی نئیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر ، جی پوائنٹ آف آرڈر آگیا ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، جناب والا! انھوں نے ہماری طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ شہروں میں رہنے والے ۔ تو کیا یہ سارے جنگل میں رہتے ہیں ؟ ان میں سے بھی کافی لوگ شہروں میں رہتے ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی جی ۔ ان کا خیال ہے کہ شہروں سے آپ لوگ منتخب ہو کر آئے ہیں اور یہ دیہات سے منتخب ہو کر آئے ہیں ۔ جی !

وقت تو صورتحال یہ ہے کہ جناب ! اگر آج کا دن خیریت سے گزر جائے تو وہ غنیمت ہے ۔ اور اس کے اوپر کراچی کی صورت حال پر ایک بہت ہی اچھا شعر کہا گیا ہے ۔ جوکہ اس وقت پورے پاکستان پر محیط آتا ہے کہ ---------- آج کا دن بھی عیش سے گزرا

سر سے پا تک بدن سلامت

کچھ معلوم نہیں ہے کہ ہمارے شہری شام تک خیریت سے ----

جناب ارشد عمران سلہری : پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر : میں اجلاس کا وقت ایک گھنٹے کے لیے بڑھاتا ہوں ۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر ! میں آپ کی توجہ اسی طرف دلانا چاہتا تھا ۔

جناب سپیکر، مہربانی جی ۔ میں نے آپ کا اشارہ سمجھ لیا تھا ۔ اگرچہ میں اتنا عقلمند نہیں ہوں ۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب سپیکر ! میں یہ عرض کررہا تھا کہ ایک بہت خوبصورت شعر ہے کہ----

آج کا دن بھی عیش سے گزارا

سر سے پا تک بدن سلامت

صورت حال یہ ہے کہ صبح جو شہری بھی نکلتا ہے جو شخص بھی باہر آتا ہے ۔ یہ پتا نہیں کہ شام کو خیریت سے گھر پہنچے گا یا نہیں ۔ کوئی گھر محفوظ نہیں، کوئی سڑک محفوظ نہیں، کوئی گلی محفوظ نہیں اور اس کی تمام تر ذمہ داری حکومت وقت پر عائد ہوتی ہے ۔ میں دو باتوں کی طرف توجہ دلاؤں گا۔ ہمارے محترم وزیر اعلیٰ نے آتے ہی دو چیزیں خاص کر دیہاتیوں کو تحفہ دینا چاہا تھا اس کا بار بار وہ اعلان کرتے رہے ۔ کہ میں پانی کی چوری کو ختم کردوں گا ۔ اور ٹیل تک پانی لے کر جاؤں گا ۔ لیکن اس کا سدباب نہ کرسکے ۔ انھوں نے کہا کہ میں مویشیوں کی چوری، چونکہ وہ راوی کے قریب رہتے ہیں اور راوی والے معاملات کو بہتر طور پر جانتے ہیں ۔ اور جتنے بھی ہمارے مویشی چوری ہوتے ہیں وہاں جاتے ہیں ۔ اور اس کے expert ہوں گے وہ جانتے ہوں گے ۔ انھوں نے کہا کہ یہ ہم کریں گے ۔ لیکن ذرہ بھر فرق نہیں پڑا ۔ اور اس کے بعد ڈکیتوں میں، چوریوں میں اور بدمعاشی میں جتنا اضافہ ہوا ہے اس دور کے اندر اس کی پہلے نظیر نہیں ملتی ۔ اور جناب والا! بے روزگاری کا جو عالم ہے وہ آپ کے سامنے ہے ۔ نئی صنعتیں نہیں لگ رہیں ۔ بلکہ جو صنعتیں پہلے سے موجود ہیں وہ بند ہو رہی ہیں ۔ اور اس کے سبب جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ اور وہ بھی ایک ہماری لاقانونیت کا سبب ہے ۔

اس وقت جو سب سے بڑا مسئلہ ہے وہ ہماری ذات ہے ۔ ہم ممبران اسمبلی۔ ہم اراکین سینیٹ ۔اراکین قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی ' ابھی میرے ایک بھائی غلام عباس صاحب نے بڑی دردمندی کے ساتھ ' بڑی دل سوزی اور جذبات سے بھری ہوئی تقریر کی۔ انھوں نے بیوروکریسی کو خوب لتاڑا ۔ بیوروکریسی کو لتاڑنا چاہیے ۔ کیوں کہ ان کے کرتوت ہیں۔ لیکن دیکھنے والی بات یہ ہے کہ ہم اس بیوروکریسی سے کام لینے والے ہیں ۔ ہم مالک ہیں۔ اگر مالک چور ہوگا تو نوکر اس سے بڑھ کر چور ہوں گے ۔ لیڈرشپ کے اندر دو چیزیں ہونی چاہییں ۔ پہلی شرط صلاحیت ہے ۔ اور دیانت ہے ۔ جب ہمارا وزیر بے ایمان ہوگا یا ہمارے ممبران حضرات غلط سفارشیں کریں گے تو ہمیں بیورو کریسی سے اس بات کی توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ وہ صحیح کام کرے گی ۔ جو گورنمنٹ سرونٹ ہے وہ گورنمنٹ سرونٹ ہے ۔ اس نے آج کام لینے کے لیے ہمیں use کرنا ہے ۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ آپ اضلاع کی لسٹیں لے لیجیے۔ آپ ڈپٹی کمشنر صاحبان کی لسٹیں لے لیجیے ۔آپ کمشنر صاحبان کی لسٹیں لے لیجیے ۔ ڈی آئی جی صاحبان کی لسٹیں لے لیجیے ۔ وہاں پر جو کرپٹ آفیسرز تعینات کیے گئے ہیں وہ کس نے کیے ۔ کس نے کروائے ہیں۔ اور کیوں کرائے گئے ۔ اور ایمان دار افسروں کو کھڈے لین لگایا ہے۔ ان کی آپ فہرستیں دیکھ سکتے ہیں ۔ اس وقت سب سے بڑی جو اصلاح کرنے والی بات ہے ' اگر ہم ملک کو بچانا چاہتے ہیں ' صوبے کو بچانا چاہتے ہیں ' آئندہ نسلوں کو بچانا چاہتے ہیں ۔ تو جیسے یہاں بات چھڑی ہمیں احتساب کے عمل کو آگے بڑھانا ہوگا۔ جناب والا! میں یہ آپ سے گزارش کروں گا کہ یہاں پر ہاؤس کی ایک کمیٹی ہونی چاہیے ۔ اور اس کے اندر پنجاب کا ہر شہری کسی بھی اعلیٰ آفیسر کے اور ممبر کے خلاف درخواست دے سکے ۔ اور پھر اس کی رسید بھی ہونی چاہیے کہ اس کے اندر کیا ہے ۔ اور اسکے بعد اس کا فیصلہ ہونا چاہیے ۔ یہ نہیں کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر کسی اعلیٰ شخصیت پر کا الزام لگا دے اور وہ بات اخباروں تک اڑے اور چند دن ہنسی مذاق بن کر وہ بات ختم ہوجائے۔ بلکہ اس کی تہہ تک پہنچنا چاہیے کہ آیا کون کرپٹ ہے ۔ہمارے ہمسایہ ملک ایران کے اندر یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی ممبر منتخب ہوکر ہاؤس میں آجائے تو وہاں ایک ایک ممبر کی سکروٹنی ہوتی ہے اور اگر یہ ثابت ہوجائے کہ وہ چور ہے ' قاتل ہے ' ڈاکو ہے ۔ ہیروئن فروش ہے تو نہ صرف اسے سزا دلوائی جاتی ہے بلکہ اس کی ممبرشپ ختم ہو جاتی ہے ۔ ہمارے ہاں الٹا رواج ہے ۔ کہ ہمارے ہاں جتنے قاتل' چور اور ڈاکو جیلوں میں بند ہوتے ہیں' جب حکومت آتی ہے تو ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور پھر جب وہ ممبران اسمبلی بن جاتے ہیں تو وہ معززین میں شمار ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلا احتساب ہمیں اپنا کرنا ہوگا۔ اگر سوار مضبوط ہو

. - - -

تیل کا حصہ ملتا ہے' لیکن ہمارے human resources سے پیدا کردہ گندم ' کپاس اور چاول جس کے اوپر ہمارا کسان ' ہمارا مزدور محنت کرتا ہے ان لوگوں کو کچھ حصہ نہیں ملتا۔ اس کے اندر ہمیں حصہ ملنا چاہیے اور سب سے بڑا ظلم جو اس وقت پنجاب کے ساتھ ہونے والا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں کا پانی جو کہ ہمارے زمینداروں کے لیے خون کی حیثیت رکھتا ہے' جس طرح ہماری رگوں میں خون دوڑتا ہے اس طرح اگر ہمارے کھالوں کے اندر پانی نہیں ہوتا تو ہماری زمینیں بنجر ہو جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ بہت بڑا دھوکہ ہونے والا ہے۔ آئی۔ ایم۔ ایف اور ورلڈ بینک کے کہنے پر ہمارے پانی کو بیچا جا رہا ہے۔ ٹھیکیداری سسٹم لایا جا رہا ہے اور اس کے اندر یہ کیا جا رہا ہے کہ ہمارا پانی ایکویٹی کی بنیاد پر مہیا ہوگا۔ جو زیادہ بولی لگائے گا وہ پانی خرید لے گا۔ بڑے زمیندار چھوٹے زمینداروں سے جینے کا حق چھین لیں گے اور یہ تجربہ پائلٹ پروجیکٹ کے طور پر لوئر باری دوآب کے اوپر منظور ہو چکا ہے۔ اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ وفاق پاکستان کے ساتھ تصادم نہ ہو۔

جناب سپیکر ، ڈاکٹر صاحب 'بڑی مہربانی۔ بہت بہت شکریہ۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، جناب والا! آخر میں 'میں اپنے فیصل آباد کے سلسلہ میں یہ عرض کروں گا کہ فیصل آباد شیخوپورہ روڈ اس وقت قتل گاہ بن چکی ہے۔ ہر روز وہاں پر ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں اور کئی بار یہ کہا گیا ہے کہ فیصل آباد شیخوپورہ روڈ کو ڈبل کیا جائے گا۔ از راہ کرم اس کو ڈبل کیا جائے۔ ہمارے ہاں فیصل آباد کے اندر ٹیکسٹائل انڈسٹری بند پڑی ہے۔ اس کو رواں کرنے کے لیے اس کی کمیٹی بننی چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ کھڈیاں والا کو sub Tehsil کا درجہ دیا جائے۔ ہمارے ہاں زرعی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ریٹائر ہو رہے ہیں۔ وہاں پر میرٹ پر کسی استاد کی تعیناتی کی جائے۔ نہ کہ 20 نمبر یا 25 نمبر سے کسی کو اٹھا کر ایسے طور پر کسی کو مسلط کیا جائے۔ میڈیکل کالج میں گزشتہ ڈیڑھ سال سے پرنسپل نہیں ہے۔ وہاں پر پرنسپل کی تعیناتی ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر ، بڑی مہربانی۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، اور آخر میں جناب گزارش یہ ہے کہ یہ جو مقدمہ ہے اس کو بند کیا جائے اور اگر یہ کھلے گا تو پھر بات بہت آگے تک جائے گی۔ نواز شریف تو غدار نہیں ہے لیکن جو لوگ

[illegible] ہیں کہ ہمارا سال [illegible] پیدا اسٹائے ہیں کہ جب بجٹ پر تقریر اسے گی تو آپ ان چیزوں کو پوائنٹ آؤٹ کرنا۔ ہم سارا سال سے ظلم ' زیادتیاں سہہ رہے ہیں۔ ہمارے ہاں جو کچھ ہو رہا ہے وہ میرا خیال ہے کہ کہیں چنگیز خان کے دور میں بھی نہیں ہوا ہوگا۔ لیکن اب ہم پانچ دس منٹ میں کیا بجٹ پر بولیں گے؟ کیا اپنی تکلیف یا دکھ آپ کو بتائیں گے یا کس حالت میں ہم اپنے علاقے کے حالات آپ کے روبرو پیش کر سکیں گے؟

جناب سپیکر ، آپ نے پہلے بھی یہ شکایت کی تھی اور آج بھی کر رہے ہیں۔ اگر آپ واقعی اتنے سنجیدہ ہوتے تو پانچ دن سے یہ بحث جاری ہے۔ یہاں پہلے دن ' دوسرے دن کافی کافی وقت لوگوں کو ملتا رہا۔ آپ زیادہ وقت لے سکتے تھے۔ آپ نے پانچویں دن آخر میں جا کر اپنا نام دیا ہے۔ آپ پہلے دن بات کر لیتے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر ، جناب سپیکر ! میری یہ بھی گزارش سن لیں۔ میں نے جب کھوسہ صاحب کو اپنا نام دیا تھا تو انھوں نے آج کے دن کے لیے مجھے بتایا تھا کہ چار پانچ سپیکر ہیں اور اس دن آپ کو ٹائم زیادہ مل جائے گا۔ لہذا آپ اس دن میں اپنا نام دے دیں۔ میں نے تو اپنا نام شروع میں دیا تھا۔ لیکن اب یہ باتیں کرتے ہیں کہ پہلے دن میں دے دیتے۔

جناب سپیکر! بجٹ کے بارے میں تو میں یہی کہوں گا کہ پہلے بھی کافی اس پر بحث ہو گئی ہے اور اب گزارش یہ ہے کہ یہ بجٹ جو ہے یہ تو الفاظوں کا الٹ پلٹ ہے اور غلط figures کا ہیر پھیر ہے اور غلط figures میں انھوں نے سارا یہ چکر چلایا ہے۔ یہ بیوروکریسی کا تیار کردہ ہے جس کو تمام لوگوں نے تسلیم کیا ہے۔ اپوزیشن اور صاحب اقتدار والوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ یہ بیوروکریسی کا تیار کردہ بجٹ ہے۔ اس بجٹ میں جو کچھ کیا گیا ہے اور اس کو آگے کس طرح استعمال کیا جانا ہے۔ یہ بھی بیورو کریسی نے ہی کرنا ہے اور ہمارے لوگوں کی بیجا خوشامد کے لیے جو کچھ ان سے کیا جا سکتا ہوگا وہ کریں گے۔ لہذا اس بجٹ کے figures پر ہمارے لیڈر آف دی اپوزیشن پہلے کافی روشنی ڈال چکے ہیں کہ یہ تمام غلط figures کا ایک بجٹ ہے۔ لہذا میں گزارش یہ کروں گا کہ اگر میں زیادہ محکموں کے بارے میں تفصیل میں گیا تو میری وہ ساری چیزیں رہ جائیں گی۔

تو میں گزارش یہ کرتا ہوں کہ محکمہ تعلیم میں 1994-95ء کے مالی سال میں 1670 کروڑ

چودھری محمد منیر ازہر ، جناب والا! اگر وہ میرا سچ بول رہے ہیں تو وہ یہ ہم کریں۔

جناب سپیکر ، وہ بصیر پورے کی بات کرتے ہیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر ، میں بات اوکاڑہ کی نہیں کر رہا۔ میں تو بصیر پور کی بات کر رہا ہوں۔

گا تو سواری کہیں بھاگ کر نہیں جائے گی۔ ہم بیوروکریسی پر تبھی قابو پا سکتے ہیں کہ اگر ہم خود ایماندار ہوں۔ اس کے لیے ہمیں اپنے آپ پر ایمانداری کا لبادہ نہیں اوڑھنا ہو گا بلکہ ایمانداری کی راہ کو اپنانا ہو گا۔

جناب والا! ہمارے تین کام ہیں۔ پہلا مرحلہ حکومت سازی کا ہوتا ہے۔ دوسرا قانون سازی کا ہے۔ تیسرا ہم نے محاسبہ کرنا ہوتا ہے۔ حکومت سازی ہم نہیں کرتے۔ گزشتہ دس سال سے ' میں گواہ ہوں کہ ہماری حکومت سازی جی۔ ایچ۔ کیو میں ہوتی ہے۔ ہماری حکومت سازی ہمارے ممبران نہیں کرتے۔ اس کے بعد جہاں تک قانون سازی کا عمل ہے وہ ہم نے انتظامیہ کو سونپ رکھا ہے کہ وہ آرڈیننسز کے ذریعے سے قانون سازی کر سکیں۔ پھر جہاں تک محاسبے کا عمل ہے تو اس کا تو ورق ہی پھٹا ہوا ہے۔ یہ تمام کام ہماری عدلیہ کر رہی ہے اور انھوں نے یہ اپنا رول سنبھال رکھا ہے۔ تو ہمیں اپنے فرائض سنبھالنے ہوں گے اور اسمبلیوں کی کمیٹیوں کو مضبوط کرنا ہو گا۔ ہماری جو سٹینڈنگ کمیٹیز ہیں ان کو ختم کر کے ہاؤس کمیٹیز بنائی ہوں گی اور وہ ہمارے وزراء کرام نہیں چاہتے کیونکہ اس طرح سے جو ہمارے ممبرز ہیں ان کا عمل دخل ان کے محکموں میں بڑھ جائے گا۔

جناب سپیکر ، آپ کے پاس دو منٹ اور ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، جناب والا! ہمارا ممبر بننے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ آپ سپیکر بنیں یا وٹو صاحب وزیر اعلیٰ بنیں اور ہم ممبر بن کر ' وی۔ آئی۔ پی بن کر گھومتے رہیں۔ بلکہ ہمارا مقصد عوام کی مشکلات کو حل کرنا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم نیک نیتی سے اپنی اصلاح کریں۔

یہاں بجٹ کے سلسلے میں ' میں یہ عرض کروں گا کہ نئے ٹیکس لگائے گئے اور شراب' جوئے اور اسی طرح سے بھنگ ' افیون سے 14 کروڑ روپے گورنمنٹ اکٹھے کرتی ہے۔ پھر 70 کروڑ روپے کا آپ نے نئے ٹیکسوں کا تحفہ دیا ہے۔ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر ہماری حکومت فرض شناسی کے ساتھ پنجاب کی نمائندگی کرتی۔ واپڈا والوں کی سفارش پر ہمارے 2 ارب روپے کاٹ لیے گئے اور ایسے وزیر پانی و بجلی کی موجودگی میں کاٹ لیے گئے جو کہ اپنے آپ کو پنجاب کا شیر کہتا ہے اور ابھی وہ پنجاب کا گورنر بننے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ تو میں یہ کہوں گا کہ ہمارے وزیر خزانہ کو آنکھیں کھولنی چاہئیں۔ وزیر

اس ملک کے ساتھ غداری کے مرتکب ہوئے ہیں تو وہ بات بہت آگے تک بڑھے گی۔

جناب سپیکر ، مہربانی ۔ شکریہ۔ جی آپ پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، شکریہ جناب سپیکر! میں ڈاکٹر شفیق صاحب کے علم میں اضافہ کرتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ کاش انھوں نے annual development programme پڑھا ہوتا کہ فیصل آباد شیخوپورہ روڈ پی۔ ڈی۔ ڈبلیو میں منظور ہو چکی ہے۔ اس کے فنڈ مختص ہو چکے ہیں۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ یہ اس کو پڑھ لیں اور پھر اس پر کل بات کریں۔

جناب سپیکر ، بڑی مہربانی۔ بہت اچھی خبر ہے۔ جناب ملک محمد عباس کھوکھر صاحب۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، جی ضروری ہے؟

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، جی ضروری ہے۔ جناب والا! میرے ہم شہری ' میرے محترم دوست ' میرے فیصل آباد کے فاضل ممبر اور وزیر نے مجھے جس بات کی نشاندھی کی ہے میں اس پر شکر گزار ہوں اور ساتھ ہی میں یہ بھی عرض کروں گا کہ یہ کیسے وزیر ہیں کہ جن کے محکمہ پی اینڈ ڈی کا سارا بجٹ اس انداز میں بن رہا ہے کہ پروجیکٹس ابھی approve نہیں ہیں اور وہ on going بھی ہو گئے ہیں۔ ہمیں وہاں پڑھنے کی بھی دشواری آتی ہے۔ اس کا بھی یہ آئندہ جو بجٹ پیش کریں اس کے اندر کوئی سدباب ہونا چاہیے کہ on going بھی ہے' un approved بھی ہے اور اس کے آگے پیسے بھی رکھے گئے ہیں۔

جناب سپیکر ، اچھی بات ہے۔ آپ تشریف رکھیے۔ مُو شگافیوں کی بجائے اگر دوست احباب ایک خیال کریں کہ اپنی constituency ' اپنے علاقے پہ بات کریں۔ بین الاقوامی ' پھر اس کے بعد قومی ' پھر اس کے بعد صوبائی اور اس کے بعد آخر میں اپنی constituency کی باری لانے کی بجائے اگر الٹا شروع کر دیں تو شاید زیادہ بہتر طریقے سے وہ اپنی constituency کا حق ادا کریں گے۔ بہرحال آپ مرضی کے مالک ہیں اور ملک محمد عباس کھوکھر صاحب کو دعوت خطاب دی جاتی ہے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر ، جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا نہیں کروں گا جو

روپے تھے جبکہ 96-1995ء کے لیے 2072 روپے کی رقم تجویز کی گئی ہے۔ یہ اضافہ 24% بنتا ہے۔ جب تک اس رقم کا استعمال نہ کیا جائے ' ہدف پورے نہ کیے جائیں تو اس کے بارے میں ' میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ ہمارا ضلع اوکاڑہ جو ہے جو اس بارے میں بدنام ہے کہ یہاں اربوں روپیہ لگا ہے۔ اسی محکمہ تعلیم کو ہی آپ لے لیں۔ یہ کس طرح لگائے گئے ہیں اور کس طرح وہاں لگے ہیں۔ مثلاً میں گزارش کرتا ہوں کہ وہاں ہمارے دو تین شہروں میں بچیوں کے کالج جو پہلے سے منظور تھے ' ان کے فنڈز بھی پہلے تھے۔ مثلاً میاں صاحب کی constituency میں بصیر پور ہے جہاں سے یہ پہلے منتخب ہوتے رہے ہیں اور سپیکر پنجاب اسمبلی بنتے رہے ہیں۔ وہاں بصیر پور میں بچیوں کے کالج کے لیے شہر سے ڈھائی میل باہر ایک اس زمیندار کی زمین لی گئی جو کہ ان کا پروردہ ہے۔ جن کے وہاں پہلے چھپر تھے۔ کچے کوٹھے تھے۔ ان کی زمین جو ہزاروں روپے ایکڑ میں بکتی تھی وہ لاکھوں میں لی گئی۔ 5 لاکھ روپے ایکڑ کی وہاں آج تک قیمت ہی نہیں ہے اور پھر ڈھائی میل شہر سے دور ہے۔ اس سے کہیں سستی زمین شہر کے قریب ملتی تھی لیکن وہ نہیں لی گئی ۔ اڑھائی میل دور زمین لے کر پانچ لاکھ فی ایکڑ کے حساب سے ان کو دیا گیا اور اس پانچ لاکھ میں سے کس نے کیا لیا یہ ایک لمبی داستان ہے میں اس پر کوئی گزارش نہیں کرنا چاہتا لیکن میں یہی کہتا ہوں کہ اسی طرح ہمارے تمام محکموں میں رقمیں لگائی گئی ہیں۔ میں نے اپنے ضلع دیپالپور میں اور اپنے حلقہ نیابت میں کالج منظور کروایا اور اس وقت اس کے لیے فنڈز بھی مختص ہو چکے تھے اب وہ کالج شہر کے اندر چل رہا ہے اس کے لیے جگہ بھی ہے لیکن اس کے لیے بھی ان کے کسی اپنے ----

چودھری محمد منیر ازہر، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرے فاضل ممبر نے ابھی ابھی فرمایا ہے کہ وہ زمین شہر سے اڑھائی میل کے فاصلے پر پانچ لاکھ فی ایکڑ کے حساب سے لی گئی حالانکہ وہ اوکاڑہ شہر کے ساتھ یہ زمین لیتے تو کم میں مل جاتی۔ ان کو پانچ لاکھ روپے فی ایکڑ میں یہ زمین ان کو زیادہ مہنگی لگتی ہے۔ جناب والا! میں آپ کے توسط سے ان کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ اگر اوکاڑہ شہر کے قریب اراضی پانچ لاکھ سے کم میں ملتی ہے تو میں اپنی زمین بیچ کر اپنی گرہ سے وہ زمین لے کر ان اداروں کو دینے کے لیے تیار ہوں میرے بھائی مجھے وہ زمین دلوانے کے لیے تیار ہو جائیں۔

نے کوئی نوٹس لیا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جب یہ وائنڈ اپ کرنے لگتے ہیں تو یہ بڑے آرام سے کہتے ہیں کہ جی اب ہم پولیس کو فرشتہ بنا دیں گے ہم انصاف لوگوں کے دروازوں پر پہنچا ئیں گے مگر ہوتا اس کے الٹ۔ یہ اپنے جاہ و جلال کو قائم رکھنے کے لیے اور اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے اس پولیس کو نوکروں کی طرح استعمال کرتے ہیں ہمارے ضلع میں یہی کچھ ہو

فیصدی کٹ لگ جاتا ہے تو جناب والا! چالیس فیصد تو میاں صاحب کے حواریوں کی جیبوں میں گیا نا۔ باقی جو ساٹھ فیصد رہ گیا یہ کہاں لگتا ہے رامے صاحب میں آپ سے گزارش کروں وقت کے بارے میں آپ تھوڑی سے مہربانی کریں۔ مجھے تھوڑا وقت دیں۔

جناب سپیکر : آپ بھی ذرا الزام لگانے میں مہربانی کریں۔

ملک غلام عباس خان کھوکھر : جناب والا! میں الزام نہیں لگاؤں گا۔ جناب سپیکر! میں تو یہ گزارش کرتا ہوں کہ جب میں ایک فلم کی داستان سناؤں گا تو اس میں ظالم کا نام لازمی آئے گا اس لیے میں گزارش کرتا ہوں کہ آپ اپنا کلیجہ تھام کر میری بات سنیں۔ میں آپ کو ایسے ایسے واقعات بتاؤں گا کہ آپ دنگ رہ جائیں گے۔ میں گزارش کر رہا ہوں کہ یہ کچھ تو وہاں ہوتا ہے۔

جناب والا! مغلیہ خاندان کے بارے میں تو آپ جانتے ہیں کہ جناب جب شاہی قلعے میں سواری جایا کرتی تھی تو وہ وہاں کھڑے ہوتے تھے کہ با ادب با ملاحظہ جہاں پناہ تشریف لا رہے ہیں اور دو چار یہ کہتے تھے اور ہاتھی کی سواری گزر جاتی تھی۔ ہمارے بادشاہ موجودہ جب اپنے ضلعے میں جاتے ہیں وہاں سارا ضلع با ادب با ملاحظہ ہوشیار ہوتا ہے اور یہ ہفتے میں دو دن وہاں گزارتے ہیں اور جب یہ وہاں جاتے ہیں تو اس وقت تمام پولیس ان کی ڈیوٹی پر ہوتی ہے تمام سویلین ان کی ڈیوٹی پر ہوتے ہیں اور تمام محکمہ مال والے اور انتظامیہ والے ان کی ڈیوٹی پر ہوتے ہیں۔ جناب سپیکر! اگر وہاں قتل ہو جائے تو کوئی رپورٹ نہیں لکھتا ڈکیتی ہو جائے کوئی پرواہ نہیں کرتا۔

چودھری محمد منیر اظہر : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ملک عباس صاحب میرے بھائی ہیں یہ اتنے خوبصورت انسان ہیں اگر یہ ذاتیات پر بات نہ کریں تو ان کا حسن دوبالا ہو جائے۔ آپ انہیں تاکید فرمائیں کہ یہ ذاتیات سے ذرا ہٹ کر پنجاب کی بات کریں۔ مہربانی۔

جناب سپیکر : ملک صاحب۔ آپ بھی کوشش کیجیے ------

ملک محمد عباس خان کھوکھر : میں اپنے بھائی صاحب سے یہی گزارش کر سکتا ہوں کہ چند دن کے لیے میرے ساتھ حلقہ تبدیل کر لیں یا آپ کر لیں یا یہ کر لیں اور جو زیادتیاں ہم برداشت کر رہے ہیں یہ برداشت کر لیں اگر یہ سچے ہوئے تو میں مان جاؤں گا ----

جناب سپیکر : آپ بھی کوشش کیجیے اور ذاتیات پر سے نکل آئیے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر : جناب والا! میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جب میاں صاحب وہاں جاتے

ہیں آپ ذرا غور سے سنیے۔ میاں منظور احمد وٹو صاحب ہمارے وزیر اعلیٰ ہیں ان کا ہیلی کوپٹر وہاں جاتا ہے پیڈ بنتا ہے وہاں رامے صاحب ایک دن میں آٹھ آٹھ جگہ ہیلی کوپٹر اترا ہے ایک میل پر اترا ہے پھر وہ وہاں سے ہی اڑ کر دوسرے میل پر اترا ہے۔ میں گزارش یہ کرتا ہوں کہ یہاں سے کاروں کا ایک بیڑہ جاتا ہے اور میاں صاحب کو ہیلی کوپٹر کے پیڈ سے لیتے ہیں وہ گاؤں میں لے جاتے ہیں پھر وہ واپس لاتے ہیں پھر وہ بٹھا دیتے ہیں اور پھر وہ ہیلی کوپٹر ایک ایک دن میں کوئی آٹھ آٹھ جگہوں پر اترتا ہے آپ اس کا خرچہ دیکھ لیں کتنا ہے اس کے ایک دفعہ اترنے اور ایک دفعہ چڑھنے کا کتنا خرچہ ہے۔ جناب والا! یہ غریب عوام کے غریب نمائندے ہیں۔ میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ یہ پہلے ان کو بتائیں کہ پہلے یہ اپنے گریبان میں منہ ڈالیں۔ پہلے ان کو کنٹرول کریں۔ اس کے بعد جناب والا! میں آپ سے یہ گزارش کروں گا۔۔۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر، میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اب آپ اپنی تقریر کو واٹنڈ اپ کریں۔

دیکھیے میں نے طے کیا تھا کہ میں ساڑھے نو بجے وزیر خزانہ صاحب کو سپیچ کے لیے بلاؤں گا اور ابھی میرے پاس تین چار اور نام ہیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر : تو پھر میری ایک داستان سن لیں۔ آپ بھی سن لیں اور میرے صحافی بھائی بھی سن لیں ۔ اس کے بعد میں باقی باتیں کروں گا لیکن میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ میری تحصیل میں ایک ایسا وقوعہ ہوا ہے جس کے بارے میں آپ سن کر دنگ رہ جائیں گے کہ میاں صاحب کے کچھ حواری عید سے پہلے شام کو بیٹھے شراب پی رہے تھے اور ان کے نوکر نے آ کر ان کو کہہ دیا کہ فلاں ہماری بستی کے پاس سے گزر رہا ہے اور اس کو پہلے ہم نے منع کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تو جناب انھوں نے کچھ نہ سوچا اور فوری کہا کہ اس کو جرأت کیسے ہوئی۔ دس پندرہ نو کر اسی طرح شراب پیے ہوئے گئے ۔ ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر اس کا گھر تھا ۔ وہاں سے اس کی والدہ کو پکڑا ۔ اس کو الف ننگا کیا ۔ ڈیڑھ میل چلا کر لائے ۔ رامے صاحب ' میں کون کون سی داستانیں آپ کو بتاؤں۔ ہمیں نائم نہیں دیتے ۔ میں کل آپ کے خلاف یہاں بھوک ہڑتال کروں گا ۔ کہ ہمارا نائم اتنا تنگ کیوں کرتے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ اس کو الف ننگی ڈیڑھ میل چلا کر ڈیرے پر لایا گیا۔ اگر اس میں ذرا شک ہو تو جو سزا آپ تجویز کریں میں قبول کروں گا۔ اسے ڈیڑھ میل تک چلا کر لایا گیا۔ اس پر تشدد کیا گیا۔ وہ میری زبان زیب ہی نہیں دیتی۔ میں گزارش یہ کرنی چاہتا ہوں کہ دو دن کے بعد

next surplus جو ہمارے پاس بچا ہے وہ اس وقت ۲۵۰،۹۵ کروڑ ہے ۔ اب جناب والا! میں اس مسئلے میں جو بات کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس بجٹ کے اندر جو shor fall ہے اس کو اگر آپ غور سے دیکھیں تو ۲۳۲ کروڑ روپے ہیں ۔ یا ۲۵۰ روپے کرلیں اور اس کے بعد اگر ہم اس کو آگے چل کر دیکھتے ہیں تو اگر ہمارے پاس ۲۱۰ کروڑ روپے کے قریب رہ جاتا ہے جو کہ adjustment ہے تو ہمارے پاس صرف surplus ۱۸ کروڑ روپیہ بچتا ہے ۔ یہ facts and figures کی جو jugglary پیش کی گئی ہے آپ اس کو اگر دیکھیں تو آپ کو جو ہمارے منسٹر فنانس ہیں انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ موجودہ حکومت نے ایک طویل عرصے کے بعد خود انحصاری اور کفالت کی پالیسی پر عملدرآمد کرتے ہوئے رواں سال کے بجٹ میں ۲۵۰ کروڑ کی بچت کا تخمینہ لگایا ہے ۔ اور ہماری جو پالیسی ہے اس کے مطابق یہ جو ۲۷۱ کروڑ ہے اسے ہم ڈویلپمنٹ کے بجٹ میں لے کر جائیں گے ۔ اب آپ کا جتنا ڈویلپمنٹ کا یا اے ڈی پی کا جو بجٹ ہے جس پر آپ اپنی ڈویلپمنٹ depend کررہے ہیں ۔وہ تو صرف ۱۸ کروڑ روپیہ رہ گیا ہے ۔ تو جو پالیسیاں آپ نے بنائی ہیں اس کے مطابق میں سمجھتا ہوں کہ اس پر عمل درآمد کسی صورت میں بھی نہیں ہوسکتا ۔ اب جناب اگر آپ بجٹ کے revenue expenditure کو دیکھیں تو اس کے اندر گورنمنٹ نے جو break up دیا ہے ' General Administration پر اس بجٹ کا ۴۹ فیصد ہے یعنی ۹۶-۱۹۹۵ء کے اندر ۔ اور اگر ۹۴-۱۹۹۳ء کو لیا جائے تو دو سال اس حکومت کے اندر یہ ڈبل ہوگیا ہے ۔ یعنی کہ ۱۹۹۳ء میں یہ ۵۰۸ کروڑ روپے تھا جو کہ اب ۱۹۹۵ء میں ۱۰۵۰ کروڑ روپیہ ہے ۔ پچھلے سال سے یہ ۴۹ فیصد increase کرگیا اور ۹۴-۱۹۹۳ء سے سو فیصد increase کر گیا ہے ۔ اب اگر آپ اجازت دیں گے تو میں اس General Administration پر تھوڑی سی بات کروں گا ۔وہ یہ ہے کہ اس میں ایک بڑی interesting figure آرہی ہے ۔ کہ Divisional and District Administration کے لیے جو بجٹ تھا وہ ۹۵-۱۹۹۴ء میں ۴ ارب ۸۱ کروڑ ۳۳ ہزار ایک سو اسی تھا ۔ جو ۹۶-۱۹۹۵ء میں ۴ ارب ۲۵ کروڑ ۹۰ ہزار ہوگیا ۔ اور اس کی اگر آپ break up دیکھیں تو ایک جگہ انھوں نے صفحہ ۳۶ پر دیا ہے کہ ٹرانسپورٹ میں کمشنر کو lump sum ۵ کروڑ روپیہ دیا گیا ہے ۔ کہ جناب یہ جیپ خریدیں گے ۔ کوئی ۱۳۲ اے سی ریذیڈنٹس مجسٹریٹ کے لیے خریدیں گے ۔اس کی maintenance کے لیے ۵ لاکھ روپے انھوں نے اور رکھے ہیں ۔ پولیس کی مد کو جناب والا! اگر دیکھا جائے تو وہاں صفحہ ۳۹۰ کے اوپر ' جناب والا! یہ غور طلب بات ہے جو میں آپ سے کرنا چاہ رہا ہوں کہ lump sum provision for the strengthing of the district police ۲۵

کروڑ روپے ۔ کوئی حساب نہیں ہے ۔ کچھ نہیں بتایا گیا کہ District Administration کو چلانے کے لیے یہ ۲۵ کروڑ روپیہ کس واسطے رکھا ہے کوئی پلان نہیں ہے just a block allocation of lumpsum of 25 crores اسی طرح lumpsum provision for the strengthening of special branch یہ ہم لوگوں کے لیے ہوتی ہے۔ ایم۔ پی۔ اے اور ایم۔ این۔ ایز کو رام کرنے کے لیے 3 کروڑ روپیہ۔ lumpsum provision for strengthening of border military police ڈیڑھ کروڑ روپیہ ۔ پھر lumpsum provision for strengthening of Baluch Levy D.G Khan ایک کروڑ روپیہ ۔ اسی طرح lumpsum provision for strengthening of police training institute ڈھائی کروڑ روپیہ۔ یہ ٹوٹل 33 کروڑ روپیہ ہے جو کہ اس مد میں رکھا گیا ہے جس کے متعلق کوئی پروگرام نہیں ہے۔ کچھ نہیں بتایا گیا کہ گورنمنٹ اس کو کس طرح خرچ کرنا چاہتی ہے اور اس کا کیا خرچہ ہو گا۔ کون اس کو look after کرے گا۔ یہ ان کی صوابدید پر رکھا گیا ہے۔ جیسے غلام عباس صاحب نے کہا کہ صوابدیدی فنڈ ختم کر دو۔ تو اب میں نے اس چیز کا تھوڑا سا نقشہ آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔

جناب والا! اس کے بعد اب ہم ڈویلپمنٹ بجٹ کی طرف آ جائیں۔ اس کے اندر جو بتایا گیا ہے۔ expenditure جو ہے وہ 1402 93 اور resources جو ہے وہ 1016 ہے۔ تو short fall وہی 232.95 آئی۔ اس کو ہم کیسے پورا کر رہے ہیں جو کہ بجٹ ہمارے پاس surplus تھا اور بجٹ surplus کا میں نے بتایا کہ اس کو minus کر کے 18 کروڑ ہمارے پاس رہ گیا۔ تو اپنے اے۔ ڈی۔ پی کے اندر ہم اس کو کیسے شامل کریں گے؟ وہ اے۔ ڈی۔ پی کا جو پروگرام ہے اس کو ہم کیسے چلائیں گے؟ تو وہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ نے جو اے۔ ڈی۔ پی کا پروگرام بنایا ہے' اس کا break up کیا ہے؟ یہ غور طلب بات ہے۔ اس پہ آپ غور کریں۔ افسوس ہے کہ فنانس منسٹر یہاں موجود ہوتے تو میں ان کو بتاتا کہ مجھے اس بات کا جواب دیں۔ صرف اس بات کے اوپر کہ جو بجٹ آپ نے 1016 رکھا ہے اس کا پنجاب گورنمنٹ کا break up 495 ہے۔ پھر اس 495 کے آگے break up کیا ہے؟

revenue surplus 251 crore.additional tax 75 crore, 5% economy cut on current expensive 495 crore تو 251 کروڑ تو آپ کے پاس موجود ہی نہیں ہے۔ وہ آپ اپنا annual development programme کیسے چلائیں گے؟ وہ آپ کہاں سے فنڈ پورا کریں گے۔ یہ چیز تو موجود ہی نہیں ہے تو پھر آپ اس پر بات کیسے کریں گے' اس سسٹم کو کیسے چلائیں گے؟

جناب والا! ایک چیز جو دیکھنے میں بڑی حیران کن آئی ہے اور گورنمنٹ کی جو کارکردگی ہے اس کے متعلق میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ 95-1994ء کا جو ڈویلپمنٹ بجٹ ہے وہ 1256 کروڑ کہا گیا اور اپریل 1995ء تک صرف 565 کروڑ استعمال ہوا ہے اور جو باقی بیلنس ہے یہ دو مہینے میں اس کا کیا استعمال کریں گے؟ اس کو کس طریقے سے استعمال کریں گے اور اس کا جو پیسوں کا زیاں ہو گا اس کے متعلق کسی کو کوئی انفرمیشن نہیں ہے؟ ہمارے فنانس سیکرٹری صاحب بھی یہاں موجود نہیں ہیں۔ لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تعمیر پروگرام کی بڑی خوبصورت کتاب ہمیں پیش کی گئی اور اس کے اندر جو پلان دیا گیا۔ میرا خیال ہے کہ مجھ سے پہلے بہت سے دوستوں نے یہ بھی بات کی کہ چیف منسٹر صاحب کے حلقے کے اندر بہت پیسہ خرچ ہوا ہے۔ میں اس کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کو تھوڑی سی figures اور دینا چاہتا ہوں کہ ان کے حلقے میں تو جو خرچ ہونا تھا وہ تو اپنی جگہ ہوا۔ لیکن تین ایسے حلقے ہیں کہ جن کے اندر آپ یہ سن کر پریشان ہو جائیں گے کہ کس طریقے سے چیف منسٹر کے حلقے میں 94-1993ء سے اب تک 103 کروڑ روپے کی سکیمیں منظور ہوئیں۔ یعنی ایک ارب روپے کی سکیمیں منظور ہوئیں اور اس میں سے ابھی تک جو انھوں نے وصول کر لیا ہے، جو ان کے ہاں استعمال ہو چکا ہے وہ تقریباً 30 کروڑ روپیہ ہے۔ اب ایک حلقہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کا آتا ہے۔ اب یہ میرا خیال ہے کہ شاید ایجوکیشن منسٹر صاحب کا ہو گا۔ وہ مسکرا بھی رہے ہیں۔ اب ان کے حلقے کے اندر ابھی تک 38 کروڑ روپے کی سکیمیں دی گئی ہیں۔ بہاولنگر ایک حلقہ ہے۔ میں ایسے ہی اس کو دیکھ رہا تھا۔ تو بہاولنگر کے اندر 16 کروڑ 18 لاکھ کی سکیمیں ہیں۔ ڈی۔ جی۔ خان کے اندر 21 کروڑ روپیہ تھا۔ کرنل لغاری صاحب تشریف فرما نہیں ہیں۔ ڈی۔ جی۔ خان کے اندر 21 کروڑ روپیہ اور یہ ٹوٹل 2 ارب 22 کروڑ روپیہ بنتا ہے جو صرف ان چار حلقوں میں دیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں بہاولنگر کے ایک حلقے میں نہیں ہو گا بلکہ سارے ضلع میں ہو گا۔

میاں فضل حق: جی اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ عرض کر دوں۔ جناب! وہ جو کتاب ہے اس کو میں نے دیکھا ہے۔ وہ بہاولنگر کا حلقہ exactly کس کا بنتا ہے یہ آپ اگر مجھے guide کر دیں تو میں شاید اس پر کوئی comment کر سکوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہی بتایا ہے ناں کہ وہ سارے ضلع بہاولنگر کی آپ نے سکیمیں جمع کی ہوں

گی۔

میاں فضل حق: نہیں جناب ۔ بہاولنگر کی اور بھی سکیمیں اس کے اندر بہت ہیں۔ جناب والا! یہ تو ایک چیز آ گئی۔ اب آپ دیکھیں کہ ایک بلڈنگ ہے جو ڈویلپمنٹ کے پروگرام میں شامل ہوتی ہے۔ یعنی کہ جو گورنمنٹ بلڈنگز ہیں وہ آپ کہتے ہیں کہ ہم ڈویلپمنٹ کے پروگرام سے ان کو handle کریں گے۔ اب اس کے لیے انھوں نے جو حالات پیدا کیے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ یہ کیا حالات ہیں' ڈویلپمنٹ کیسے ہو رہی ہے؟ جو گورنمنٹ کی بلڈنگز ڈویلپمنٹ کے کام کے لیے بنتی ہیں ' عوام کے لیے وہ استعمال کی جاتی ہیں۔ میں حضور انور اس طرف آ رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب آپ کے پندرہ منٹ تو ہو گئے ہیں۔

میاں فضل حق: جناب ! مجھے صرف پانچ منٹ دیں۔ میں اس پر تھوڑے سے facts بیان کر کے ختم کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ پانچ منٹ نہیں۔ دیکھیں ناں کیسے کریں گے۔ ابھی بڑے دوست اور اچھے دوست اور بڑے قابل دوست ڈاکٹر شفیق جیسے بیٹھے ہوئے ہیں۔

میاں فضل حق: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ یہاں گورنر ہاؤس کی پرچیز کے لیے 2 لاکھ 98 ہزار روپیہ خرچ کیا گیا۔ گورنر ہاؤس کے اندر 57 لاکھ روپے کی لفٹ کی ایک پروویژن۔ یہ گورنر ہاؤس کے اندر جناب کیا problem ہے؟ مجھے اس کی سمجھ نہیں آئی کہ وہاں لفٹ کی کیوں ضرورت پڑ گئی؟ انگریزوں نے گورنر ہاؤس بنایا۔ وہاں کھر صاحب بھی رہے۔ وہاں امیر محمد خان صاحب بھی رہے اور جناب جیلانی صاحب بھی رہے۔ بڑے بڑے رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ نوجوان تھے۔ کوئی بوڑھا بھی گورنر آ سکتا ہے اور پھر بوڑھے گورنر کے لیے سیڑھیوں پر چڑھنا دشوار ہوتا ہے۔

میاں فضل حق: جناب! جیلانی صاحب تو نوجوان نہیں تھے۔ اچھا جناب ! Construction of Civil rest house within two miles of vicinity of Havaily Lakha Town Tehsil. 26- لاکھ Renovation, addition, alteration and approvement of 2-Club Road, پھر روپیہ- Lahore. 33- لاکھ روپیہ ۔ اس کے بعد 56 لاکھ روپیہ 7۔ کلب روڈ کی renovation کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح ڈویلپمنٹ آف گورنر ہاؤس کی سنیٹ وغیرہ۔ تو یہ ساری چیزیں میں نے آپ کو

بتائی ہیں۔ یہ ہمارے اس بجٹ سے متعلق ہے۔ میں اس کو wind up کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ذرا جلدی کیجیے۔

میاں فضل حق: جناب والا! مجھے صرف دو منٹ دیجیے تاکہ میں اس مسئلے میں آپ کو ذرا clear کر دوں۔

جناب والا! لاہور کے لیے اس بجٹ کے اندر ایل۔ ڈی۔ اے کے لیے صرف 7 کروڑ 70 لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے اور وہ کس کام کے لیے؟ فیروز پور روڈ کے under pass جو بنا رہے ہیں اس کے لیے اور اس کا حال کیا ہے؟ وہ میں عرض کر دیتا ہوں۔ اس کا حال یہ ہے کہ ایک ٹھیکہ میسرز ایس۔ اے۔ بلڈرز کو ساڑھے چار کروڑ روپے کے اندر مینڈیٹ منظور ہوا اور اس کو کینسل کر کے ایل۔ ڈی۔ اے کے محکمے نے نسیم حیدر کمپنی کو ساڑھے سات کروڑ میں دیا۔ اس کے بعد اگر آپ اس کو بجٹ میں دیکھیں تو 2 کروڑ روپیہ اس کو ایڈوانس دے دیا گیا ہے جبکہ اس کے وہاں موجود میٹریل صرف 30 لاکھ کا تھا۔ یہ تو حال کر رہے ہیں۔ اب میں صرف اپنے حلقے کی بات کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہ۔ میاں صاحب، بیس منٹ ہو گئے ہیں۔

میاں فضل حق: ایک منٹ مجھے دیجیے۔ صرف اپنے حلقے کی بات کروں گا۔ ماڈل ٹاؤن کا مسئلہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ بیس منٹ ہو گئے ہیں۔ پھر دوسرے سپیکر رہ جائیں گے۔ اگر 12 بجے تک بھی ہم چلیں تو تب بھی پورے نہیں ہوں گے۔

میاں فضل حق: جناب والا! بس آخری بات کر رہا ہوں۔ ماڈل ٹاؤن اس لاہور شہر کا ایک ایسا حلقہ ہے جس کو کہ خوبصورت ترین حلقہ اور علاقہ کہا جاتا ہے۔ 1982ء سے وہاں مارشل لاء کے regulation کے تحت ایک ایڈمنسٹریٹر مقرر ہے اور پچھلے سال جب میری بجٹ تقریر تھی تو چیف منسٹر صاحب یہاں بیٹھے ہوئے تھے اور میں ان کے نوٹس میں یہ بات لایا تھا کہ ہمیں اس چیز سے چھٹکارا حاصل کرنے دیں۔ وہاں ایک ماڈل ٹاؤن کوآپریٹو سوسائٹی ہے جو اس نظام کو چلاتی تھی لیکن جناب وہاں آج ایڈمنسٹریٹر مقرر ہے اور وزیر اعلیٰ نے ہمیں یہ بیان دیا تھا کہ میں اس مسئلے پر غور کر کے اس کو sort out کروں گا۔ وہاں ہمارے کمشنر صاحب جو ہیں وہ اس کے ایڈمنسٹریٹر ہیں تو وہاں بجلی کے ریٹس، وہاں سیوریج کے ریٹس، وہاں جو ان کی مرضی آتی ہے وہ اس کو handle کر رہے ہیں اور اگر یہ اس طرح continue کرے گا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہاں کے لوگ مزید نقصان برداشت نہیں کر سکیں گے۔ بہت بہت

شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ میاں صاحب۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! غالباً" چیف منسٹر صاحب تشریف لا چکے ہیں ۔ میں آپ سے ایک چھوٹی سی بات پوچھنا چاہتا ہوں ۔ آپ نے جو آج پریس کانفرنس کی ہے جس میں آپ نے کہا ہے کہ میں *******-----

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں ۔ نہیں ۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: ****** جناب والا ۔ آپ نے جو بیان دیا ہے کیا اس کا اسمبلی سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ *******

جناب ڈپٹی سپیکر: میں اس بات کو کارروائی سے حذف کرتا ہوں ۔ مہربانی جو بات ہے یہ کل اخبار میں آجائے گی ۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر: جناب والا! کیا آج کی لسٹ میں میرا نام بھی ہے

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ہے مگر ابھی کچھ دور ہے ۔ اگر ساتھی اجازت دیں تو میں کر سکتا ہوں ورنہ مجھے جو لسٹ قائد حزب اختلاف نے دی ہے اس کے مطابق تو ابھی کچھ اور حضرات ہیں۔ میرے پاس جو لسٹ ہے اس کے مطابق میں نام پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔ صاحبزادہ فضل کریم صاحب' راجہ سلطان عظمت حیات ' ملک سلیم اقبال' ڈاکٹر محمد شفیق' ملک محمد عباس خان کھوکھر' چودھری محمد سرور' محمد مظفر علی خان حاجی غلام صابر انصاری' محمد افضل ساہی' مسٹر محمد انور سعید اور چودھری احمد یار گوندل ۔ اور جو گورنمنٹ سائڈ کے میرے پاس نام ہیں وہ یہ ہیں چودھری محمد اسلم جناب ریاض کاٹھیا اور جناب ریاض فتیانہ صاحب ۔ اب ریاض فتیانہ صاحب تقریر کرنا چاہتے ہیں اور گورنمنٹ سائڈ کے دوسرے حضرات چودھری اسلم اور ریاض کاٹھیا بعد میں اپنی تقاریر کر لیں ۔ میرے خیال میں پہلے جناب ریاض فتیانہ کو وقت دے دیں کیونکہ پہلے بھی انہوں نے کہا تھا۔ جی ریاض فتیانہ صاحب ۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر۔۔۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! وزیر تعلیم صاحب اس وقت اپنے

****(بحکم جناب ڈپٹی سپیکر کارروائی سے حذف کر دیے گئے)

خیالات کا اظہار کر رہے ہیں ۔ ہم نے تعلیم کے مسئلے پر اپنی اپنی تقاریر میں کافی باتیں کی ہیں میں آپ کے توسط سے ان کی خدمت میں ایک چھوٹی سی گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہمارے علاقوں پر فروغ تعلیم کا کوئی بادل جائے گا یا نہیں جائے گا یہ میں ان سے پوچھنا چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ ---- جی فتیانہ صاحب

خواجہ ریاض محمود ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر! آپ نے پرسوں یہ بات فرمائی تھی ۔ میں باہر گیلری میں سن رہا تھا کہ خواجہ صاحب بار بار اٹھ کر تقریر شروع کر دیتے ہیں ۔ آپ کی اطلاع کے لیے میں عرض کرتا ہوں کہ میں کوئی گونگا پہلوان تو نہیں ہوں لوگوں نے مجھے اپنے مسائل کے بارے میں بولنے کے لیے یہاں بھیجا ہے اور میں پھر بھی آپ کی کرسی کے احترام میں پہلے بھی ایک گھنٹہ منہ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہا کہ بھئی میرے منہ سے کوئی بات نہ نکل جائے لیکن اب میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں پر دوست بار بار پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھ رہے ہیں۔ جناب والا! میں آپ سے صرف یہی کہنا چاہتا ہوں کہ جناب آپ نے پرسوں جو رولنگ دی تھی ماشاء اللہ آپ نے ہمارے خلاف بڑی تیز طرار گفتگو کی میں اس کو چھیڑنا نہیں چاہتا کیونکہ پھر تلخی پیدا ہو جائے گی ----

جناب ڈپٹی سپیکر ، مہربانی آپ کی ۔

خواجہ ریاض محمود ، جناب والا! یہ تو میری بات کا ایک حصہ ہے ۔ دوسرا حصہ میرا یہ ہے کہ غلام عباس صاحب نے آج اس ایوان میں بڑی تیز و تند تقریر کی ہے اور جناب والا! المیہ یہ ہے کہ وہ حکومت کے مشیر ہیں اور حکومت کے مشیر ہوتے ہوئے جس طرح انہوں نے پنجاب بجٹ کے پرخچے اڑائے ہیں یہ بھی اس ہاؤس کی ایک تاریخ ہے -----

جناب ڈپٹی سپیکر ، خواجہ صاحب شکریہ ۔ مہربانی ۔۔

خواجہ ریاض محمود ، اور کسی شاعر نے کہا

حادثے کتنے تمہاری بے رخی پر ہو گئے
ساری دنیا کے لیے ہم اجنبی سے ہو گئے
کچھ تمہارے گیسوؤں کی برہمی نے کر دیے
کچھ اندھیرے میرے گھر میں روشنی سے ہو گئے
بندہ پرور کھل گیا ہے آستانوں کا بھرم
مرحلے کچھ طے میری آوارگی سے ہو گئے

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر تو بنتا نہیں لیکن خواجہ ریاض محمود صاحب چونکہ اپنی بات زبردستی کر جاتے ہیں اب اس میں کیا کیا جا سکتا ہے۔ مہربانی جی۔

جناب عثمان ابراہیم، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! وزیر تعلیم صاحب ابھی اپنے خیالات کا اظہار فرمانے لگے ہیں تو میں ہاؤس کی روایات کا ذکر کرنے لگا ہوں کہ جب کٹ موشن کا موقع ہوتا ہے تو متعلقہ وزیر عموماً اپنے محکمے کو defend کرتا ہے۔ بحث کے دوران متعلقہ وزیر صرف باتیں سنتا ہے اور اس کے بعد جب کٹ موشنز ہوتی ہیں تو اس کے جواب میں متعلقہ وزیر کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے محکمے کی پالیسی بتائے اور کٹ موشن کے دوران جب ممبران کی طرف سے اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں تو وہ ہاؤس میں ان کا جواب دیتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ I agree. عثمان ابراہیم صاحب کی بات جائز ہے چونکہ اب وقت بہت ہی کم ہے میں وزیر موصوف کی خدمت میں کہوں گا کہ یہ درست ہے کہ جب تعلیم پر کٹ موشنز آئیں گی تو اس وقت ان کو وائنڈ اپ آپ ہی نے کرنا ہے تو اس لیے اگر آپ مناسب سمجھیں یہ وقت بہت کم ہے آپ اس وقت بھی کر سکتے ہیں۔

راجہ ریاض احمد، آپ ان کو پانچ منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ ان کی تقریر تو بہرحال آدھ گھنٹے کی تو ہونی چاہیے۔

وزیر تعلیم، جناب والا ---

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کو کٹ موشن پر تو وقت ملے گا۔ بہرحال یہ آپ کی sweet will ہے کیونکہ otherwise یہ دوست رہ جائیں گے اور یہ پھر شور ڈالیں گے۔

وزیر تعلیم، مجھے اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بھی خواہش یہی ہے۔

وزیر تعلیم، آپ اگر یہی مناسب سمجھتے ہیں تو میں تقریر نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بھی خواہش یہی ہے کیونکہ یہ فاضل اراکین رہ جاتے ہیں اس لیے آپ کی مہربانی جی۔ چودھری محمد اسلم۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! یہ تو بہت زیادتی ہے کہ آپ نے پی۔ ایس۔ ایف کے

سٹوڈنٹ کو تو بولنے کا موقع دیا مگر آپ نے ایم ۔ ایس ۔ ایف کے سٹوڈنٹ کو بیٹھا دیا۔ جناب والا! یہ کتنی زیادتی کی بات ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ بھی تو سٹوڈنٹ لیڈر تھے آپ کو تو موقع مل گیا۔ جی چودھری محمد اسلم ۔

میاں محمد ثاقب خورشید، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آپ نے فتیانہ صاحب کو بہت اچھی طرح knock out کیا ہے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں ۔ نہیں ۔ یہ knock out نہیں ہے۔ وہ میرے برخوردار ہیں۔ نہایت حسین و جمیل ہیں ۔

دیکھیے میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ پیپلز پارٹی میری بنیادی جماعت ہے اس میں کون سا ایسا تصور ہے جو آپ کہتے ہیں وہ کوئی ایسی جماعت نہیں ہے ۔ میں نے آنکھ اسی پارٹی میں کھولی ہے میری رگ رگ میں اس کا منشور ہے آپ اس کو کہتے ہیں کہ یہ بات ہے اس وقت میں مسلم لیگ جونیجو میں ہوں اگر مسلم لیگ جونیجو اور پی ۔ ڈی ۔ ایف کا یہ اتحاد رہتا ہے تو میں مسلم لیگ جونیجو کے ساتھ ہوں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، *****

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ ماحول کو خراب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں اس بات کو کارروائی سے expunge کرتا ہوں ۔ جناب چودھری محمد اسلم صاحب۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، *****

جناب ڈپٹی سپیکر ، This is very bad . ۔ آپ سپیکر کو یہ کہہ رہے ہیں ۔ میں یہ الفاظ حذف کرتا ہوں اور آئندہ کے لیے میں آپ کو بڑے ادب سے کہتا ہوں کہ کم از کم منظور موہل کے لیے ایسے الفاظ آپ باہر کہیں، مگر جب وہ اس کرسی پر بیٹھا ہو تو اس کرسی کا خیال کریں ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، یہاں بیٹھ کر میں دوسرے کو تو کہہ سکتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وہ آپ کریں ۔ No cross talk please like this. ۔ میں آپ کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ ہاؤس سب کا ہے یہ سب فاضل اراکین کا ہے اور جو سپیکر ہے ----

****(بحکم جناب ڈپٹی سپیکر کارروائی سے حذف کر دیے گئے)

جناب محمود اختر گھمن: جناب سپیکر! مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے فاضل اراکین اپنی گفتگو کے دوران آداب سپیکر ملحوظ خاطر نہیں رکھتے جو نہایت ضروری ہے۔ نیازی صاحب سے میری درخواست ہے کہ یہ اپنی تمام غیر ذمہ دارانہ حرکتیں چھوڑ دیں اور خدا کے لیے ایوان کے تقدس کو بحال رکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی چودھری محمد اسلم۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب سپیکر! نکتہ ذاتی وضاحت۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب کارروائی چلنے دیں۔ کیونکہ یہ جو پندرہ سو فاضل اراکین رہتے ہیں مجھے ان کی فکر ہے۔ آپ مہربانی کریں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! ذاتی نکتہ وضاحت پر بات کرنی چاہتا ہوں۔ گھمن صاحب نے میرے بارے میں یہ کہا ہے کہ میں شاید غلط بیانی سے کام لیتا ہوں۔ جناب والا! بات یہ کرنے والی ہے۔ جب لوٹا ان کی جھولی میں گر رہا ہو تو وہ بات نہیں کرنی چاہیے۔ جب لوٹا کہیں اور جا رہا ہو تو پھر یہ شور مچائیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ جتنا احترام اسمبلی کا لوگوں کے دلوں میں ہے جتنا احترام اسمبلی کا اسمبلی میں ہو رہا ہے۔ اس کی مثالیں تاریخ میں سیاہ حروف میں لکھی جائیں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ! چودھری محمد اسلم صاحب، تقریر شروع کیجیے۔

چودھری محمد اسلم: میں نہایت ادب سے گزارش کروں گا کہ ہمارے اپوزیشن کے بھائی چار بجے سے تقریریں کر رہے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق بات بھی کرتے ہیں۔ ہماری طرف سے ان کو روکا نہیں جاتا۔ لیکن جب بھی کوئی دوست اس طرف سے بات کرنی شروع کرتے ہیں تو پھر پوائنٹ آف آرڈر پہ پوائنٹ آف آرڈر شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ اچھی روایت نہیں ہے۔ جناب سپیکر! موجودہ بجٹ کو میں جارج برنارڈ شا کے ایک واقعے سے مثال دوں گا۔ ایک شخص جارج برنارڈ شا کو بار بار یہ خط لکھتا کہ آپ کی تحریریں مجھے پسند نہیں ہیں۔ وہ بڑی تنقید کرتا۔ بڑی سخت تنقید جس طرح ہمارے فاضل دوست بجٹ پر کر رہے ہیں۔ اس کے جواب میں جارج برنارڈ شا نے اس کو یہ لکھا کہ آپ کی بات مجھے تو پسند ہے لیکن اس میں میں کیا کروں کہ عوام میری تحریروں کو بہت پسند کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! اس بجٹ کی بھی یہی پوزیشن ہے کہ موجودہ بجٹ پیش ہوئے کافی دن گزر چکے ہیں اور عوام کے کسی طبقہ نے بجٹ کی ہیئت پر کوئی ایسا رد عمل ظاہر نہیں کیا کہ جس سے یہ ظاہر ہو کہ اس بجٹ میں صوبے کے

مفاد کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا۔ جناب سپیکر! اس حکومت نے گزشتہ دو سالوں میں جتنے بھی اقدامات کیے ان پہ اس صوبے کے عوام نے بلکہ اپوزیشن سے بھی ہمارے بھائیوں نے سراہا ہے ۔ اور جن کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے ۔ مثلاً یہ اس مقدس ہاؤس یا اس حکومت کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ اس صوبے میں نہایت شدید قسم کی مذہبی منافرت جو قتل و غارت کی شکل اختیار کر چکی تھی ایسے مضبوط اور دور اندیش اقدامات کیے کہ وہ سلسلہ ناپاک قسم کا ختم ہو گیا۔ جناب والا ' اس صوبے میں پچھلی حکومتوں کے وقت سے سینہ زور لوگوں کی وجہ سے یا ویسے لاقانونیت کے رجحانات کی وجہ سے شہروں میں سڑکوں پر ناجائز تجاوزات پر بہت زیادہ ایسی رکاوٹیں بن چکی تھیں کہ جن کی اس حکمت نے کسی کی رو رعایت کیے بغیر کوئی اپنا ہو یا بے گانہ ہو ' ان تجاوزات کو ہٹایا ہے ۔ جناب سپیکر! اسی طرح اس حکومت نے اس صوبہ کے ایسے لوگوں کو جن کے پاس مکان تھے لیکن ان کے نیچے جو زمین تھی وہ اس کے مالک نہیں تھے ۔ ہزاروں لوگوں کو اس حکومت نے مالکانہ حقوق دیے ہیں ۔ جناب والا! اسی ہاؤس میں دیواروں پر فحش نعرے اور معاشرے میں سوسائٹی میں نفرت پھیلانے والے نعرے لکھے جاتے تھے ' ان کو ختم کرنے کے لیے اس ہاؤس نے اور اس حکومت نے نہایت دلیری سے اور نہایت جرأت سے قدم اٹھایا ہے ۔ جناب والا! ہم ان اقدامات کی وجہ سے یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ موجودہ حکومت اس صوبے کے مسائل حل کرنے کے لیے کس قدر مخلص ہے اور کس قدر اس کا عزم مضبوط ہے ۔ جناب والا! موجودہ بجٹ کی ہیئت کو دیکھیں ۔ تمام سیکٹرز کے اندر رقوم کو اس طریقے سے تقسیم کیا گیا ہے کہ عمومی اخراجات یا ترقی اخراجات یا سماجی شعبے کے اندر رقوم ضرورت کے مطابق ہر شعبہ میں پچھلے سالوں کے بجٹ کی نسبت نہایت زیادہ رکھی گئی ہیں۔ اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکومت ان شاء اللہ اس سال بھی اور آئندہ سالوں میں بھی جس قسم کے خدشات کا ذکر میرے دوستوں نے کیا۔ خواہ کسی دوست نے بھی بات کی ' بات یہاں پر ختم ہوئی کہ اس کے حلقہ میں پینے کے پانی کا مسئلہ ہے یا مواصلات کا مسئلہ ہے یا سکولوں کا مسئلہ ہے ' یا امن عامہ کا مسئلہ ہے ۔ میرے دوستوں کو اس طرف توجہ دینی چاہیے کہ موجودہ حکومت نے بجٹ کو جس انداز سے رکھا ہے انشاء اللہ ان کے بیشتر مطالبات وہ نہایت اچھے طریقے سے پورے ہوں گے ۔ اور ان کو ایسے خدشات کا اظہار نہیں کرنا چاہیے جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ اسمبلی عوام کے مسائل کا ادراک نہیں رکھتی ۔ میں اپوزیشن کے دوستوں سے یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ گو انھوں نے بجٹ پر تنقید کی ہے لیکن اس میں کسی میرے دوست کی بات میں وزن نہیں تھا اور کو بڑی مشکلات پیش آ رہی تھیں کہ مخالفت برائے مخالفت کے لیے کبھی سندھ کا حوالہ دیا

جاتا ہے ' کبھی بغاوت کے مقدمات کا رونا رویا جاتا ہے ۔ کبھی بہت abstract قسم کی بات کی جاتی ہے۔

رانا محمد اقبال خان: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ میاں صاحب بجٹ پر تقریر فرما رہے ہیں ۔ ان کے علم میں میں یہ بات لانا چاہتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، علم میں بات نہیں لائی جا سکتی ۔ اگر کسی رول کے مطابق بات ہے تو کہیں۔ یہ نہیں ہے کہ یہ بات کیوں کہی گئی ہے ۔ ایسی باتوں پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ شکریہ!

چودھری محمد اسلم : اگر بغور دیکھیں تو موجودہ بجٹ میں وزیر خزانہ نے اور ان کے رفقاء نے اور کابینہ نے اور قائد ایوان نے بہت محنت کی ہے کہ اس بجٹ سے صوبہ میں مالی ڈسپلن پیدا ہو ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ نہایت ہی اچھی بات ہے ۔ لیکن مالی ڈسپلن کے ساتھ ساتھ یہاں پہ سیاسی ڈسپلن اور سماجی ڈسپلن کی ضرورت ہے ۔ اور سیاسی ڈسپلن اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب ہمارے اپوزیشن میں بیٹھنے والے بھائی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس نہ کریں۔ میرے بھائیوں نے یہ وتیرہ بنا لیا ہے کہ شاید ان کا فرض منصبی مخالفت برائے مخالفت ہے ۔ سیاست کو غیر مستحکم کرنا ہے ' جمہوریت کو غیر مستحکم کرنا ہے ۔ میرے دوستو! میں آپ کی خدمت میں یہ اپیل کروں گا کہ اس سے نہ صوبہ کے عوام کی خدمت ہو گی نہ پاکستان کی خدمت ہو گی اور نہ وہ اہداف پورے ہوں گے جن کے لیے آپ کو یہاں بھیجا گیا ہے ۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ صوبہ مضبوط ہو ' صوبہ خوشحال ہو تو آپ کو چاہیے کہ آپ حکومت کے ساتھ ہاتھ ملائیں۔ آپ حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ اس لیے نہیں کہ آپ ہماری کوئی بات مانیں ۔ آپ صحت مند تنقید پیش کریں ۔ میں یہ بھی کہوں گا کہ جو مسائل میرے اپوزیشن کے دوستوں نے پیش کیے ہیں ان پہ حکومت کو بھی غور کرنا چاہیے ۔ کیونکہ یہ ہمارے بھائی عوام کے نمائندے ہیں۔ وہ عوام پاکستان کے شہری ہیں۔ ان کے حقوق ہیں ۔ اگر میرے اپوزیشن کے بھائی کے حلقے میں کوئی ایسے مسائل ہیں تو موجودہ حکومت کو ان مسائل پر پوری توجہ دینی چاہیے ۔ یہ ان کا حق بنتا ہے ۔ ایک اسمبلی میں ایک سال میں الف منتخب ہوتا ہے ۔ وہ ایک پارٹی سے ہوتا ہے ۔ دوسرے سال "ب" منتخب ہو جاتا ہے وہ دوسری پارٹی سے تعلق رکھتا ہے ۔ عوام کا اس میں قصور نہیں۔ عوام نے اپنا حق استعمال کیا جو کہ انھیں آئین پاکستان نے دیا ہے ۔ اور یہ حق استعمال کرتے ہوئے انھوں نے ووٹ دیے ۔ میرے بھائیوں کے جو یہ خدشات ہیں' جب کوئی

صاحب تقریرکرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ میرے حلقے میں اس لیے انتقام لیا جا رہا ہے کہ میں میاں نواز شریف صاحب کا ساتھی ہوں' میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات قطعی غلط ہے ۔ ہم نے پچھلی حکومتیں بھی دیکھی ہیں لیکن یہ پہلی حکومت ہے کہ جس نے اپوزیشن کے معزز اراکین کو بھی فنڈز مہیا کیے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ موجودہ وزیراعلیٰ اور موجودہ حکومت کا credit ہے اور جو یہ فنڈز دیے گئے ہیں یہ ان کو ملنے چاہییں تھے کیونکہ یہ ان کا حق ہے ' یہ کوئی خیرات نہیں۔ لیکن میرے دوستوں کو حکومت کے اس کارنامے کو realise بھی کرنا چاہیے کہ حکومت نے ان کے حلقوں کو بھی مساوی فنڈز دیے ہیں۔

میاں فضل حق، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میاں فضل حق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

میاں فضل حق، جناب سپیکر ! محترم دوست نے جو ابھی بات کی ہے صرف میں اس کی درستی کے لیے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ 1994-95ء کا جو بجٹ ہمیں ملنا چاہیے تھا وہ ہمیں 13 جون کو ملا ہے ۔ اس سے پہلے تو ہمیں فنڈز ملے ہی نہیں اور پھر جس طریقے سے یہ بجٹ ہمیں دیا گیا ہے اگر ان کو بتایا جائے تو شاید یہ پریشان ہو جائیں گے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

چودھری محمد اسلم، جناب سپیکر ! میں عرض کر رہا تھا کہ میں اس کو ایک اچھی روایت سمجھتا ہوں اور ہم لوگ اس پر خوش ہیں کہ اپوزیشن کے اراکین کو فنڈز دیے گئے ۔ آپ کو اگر اس سے زیادہ فنڈز بھی ملیں تو پھر بھی ہم خوشی کا اظہار کریں گے کیونکہ آپ ہمارے بھائی ہیں اور آپ کے عوام بھی ہمارے بھائی ہیں لیکن میں ساتھ ہی یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک جمہوریت کے استحکام کا تعلق ہے وہ ہماری مشترکہ ذمہ داری ہے۔ آپ کا صرف یہ کام نہیں ہے کہ آپ یہاں صرف مختلف حوالوں سے بلاجواز تنقید کرتے رہیں ' یہاں پر ایم کیو ایم کی بات ہوئی ' دوسری باتیں بھی ہوئیں' میں کہتا ہوں کہ آپ دیکھیں کہ یہ جو خباثت ہیں' کہاں سے پیدا ہوئی ہیں کہ بعض لوگوں نے محض اپنے اقتدار کی خاطر 1992ء میں اس ملک کے ساتھ آگ اور خون سے کھیلنا چاہا اور اب بھی وہی صورت ہے کہ اسمبلیوں میں اکثریت نہ ہونے کی وجہ سے اور عوام کے پاس کوئی پروگرام نہ لے جانے کی وجہ سے یہ لوگ پھر اسی آگ اور خون سے کھیلنا چاہتے ہیں اور مختلف قسم کے تعصبات خواہ وہ لسانی ہیں ' خواہ وہ

کسی قسم کے بھی ہیں ان کو ہوا دینا چاہتے ہیں ۔ مجھے افسوس ہے کہ ہمارے بعض بھائی یہاں پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں 1985ء سے اسمبلی میں بیٹھا ہوا ہوں ' کوئی کہتا ہے کہ میں 1988ء سے بیٹھا ہوا ہوں۔ تو آپ اتنے سالوں سے اسمبلی میں بیٹھے ہیں اور پھر آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ میرے حلقے میں یہ کام نہیں ہوا ' وہ کام نہیں ہوا آخر آٹھ سال آپ اسمبلی میں رہے تو پھر آپ نے ان آٹھ سالوں میں کیا کیا؟ جن حلقوں سے ہم آئے ہیں وہاں آپ نے ان آٹھ دس سالوں میں ایک پیسے کا ترقیاتی کام نہیں کیا ۔ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ ہمارے حلقوں میں جا کر دیکھیں جہاں پر آٹھ آٹھ ' دس دس سال آپ کی پارٹی کی حکومت رہی ہے وہاں پر development کا کوئی کام نہیں ہوا ۔ نہ کوئی نیا سکول بنا ' نہ کوئی سڑک بنی ' نہ ہسپتال بنا ' نہ کوئی پانی کی سکیم بنی ' نہری نظام ' ٹیوب ویل اور اسی طرح دوسرے development کے تمام کے تمام کام تشنہ تکمیل رہے ۔ اور آج آپ کے اس چھوڑے ہوئے ملبے ' کام کو ان شاء اللہ ہم کر رہے ہیں ۔ آپ ہمارے حلقوں میں جا کر دیکھ سکتے ہیں کہ آپ کے جو چھوڑے ہوئے کام تھے ہم ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچا رہے ہیں ۔ اس لیے میں اپنے دوستوں سے نہایت ادب سے یہ گزارش کروں گا کہ ہمارے معاشرے میں مسائل بے شمار ہیں ' ختم نہیں ہوئے ان کو ختم کرنے کے لیے آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں ۔ ابھی اس معاشرے میں بہت سی خباثت ہیں جن پر ہم نے قابو پانا ہے ۔ اور پاکستان ' پنجاب اور اس عوام کی طرف جو ہماری ذمہ داریاں ہیں ان کو ہم نے پورا کرنا ہے ۔ آئیے میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں ۔ ہم آپ کے ساتھ تعاون کریں گے ۔ شکریہ ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ چودھری صاحب ۔ ابھی ہمارے پاس کافی فاضل اراکین ہیں اگر آپ اجازت دیں تو پندرہ کی بجائے دس منٹ کا وقت رکھ لیں ۔ کیونکہ پندرہ پندرہ منٹ دینے سے پورے نہیں ہوں گے ۔

(ہاؤس کی طرف دس دس منٹ کا وقت دینے کی منظوری دی گئی)

ٹھیک ہے' آئندہ سے ہم دس منٹ کا پیمانہ رکھتے ہیں سوائے کسی خاص مقرر کے ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی خاکوانی صاحب ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر ! ہمارے بزرگ ساتھی چودھری اسلم صاحب تقریر فرما

رہے تھے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ ان کی تقریر کے دوران میں interrupt کروں لیکن اب میں جناب والا! سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہمیں بطور ممبر اسمبلی اور political student کے یہ بتایا گیا کہ سپیکر غیر جانبدار ہوتا ہے ' سپیکر کسی پارٹی کا نہیں ہوتا لیکن آج آپ نے سپیکر کی کرسی پر بیٹھ کر یہ فرمایا کہ میری رگ رگ میں پیپلز پارٹی بسی ہوئی ہے ' میرے ذہن میں پیپلز پارٹی سوار ہے ۔ جناب والا! تو پھر میں پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ پہلے تو آپ مجھے یہ فرما دیجیے کہ آپ کی رگ رگ میں ' آپ کے جسم کے گوشے گوشے میں جب پیپلز پارٹی رچی بسی ہوئی ہے تو پھر آپ کے جسم کے کون سے حصے میں جونیجو لیگ شامل ہو گئی اور پھر 1988ء میں--

جناب ڈپٹی سپیکر، تشریف رکھیں ۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہو گیا ہے ۔ اب میں اس پر بات کرتا ہوں ۔ میں نے گزارش یہ کی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ آپ پیپلز پارٹی کی طرف جا رہے ہیں ۔ میں آپ کو یہ بتا دوں ---

چودھری محمود اختر گھمن، جناب سپیکر ! کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا تو نہیں مجھے آپ سے اتفاق ہے۔ لیکن میں ان کی خواہش پوری کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا لیکن وہ شرارت کے لیے یہ بات کر رہے ہیں لیکن میں ان کی شرارت سے خوف زدہ نہیں ہوں ۔ تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سپیکر جو ہوتا ہے وہ اس کرسی پر سپیکر ہے ۔ جو مکمل سپیکر ہوتا ہے اس کا اپنی پارٹی سے بھی اس دوران جب تک سپیکر ہوتا ہے الحاق ختم ہو جاتا ہے ' وہ باہر ' کسی جگہ پر بھی اس کی affiliation پارٹی کے ساتھ نہیں رہتیں۔ لیکن جو ڈپٹی سپیکر ہے یا پینل کے جو چیئرمین ہوتے ہیں وہ یہاں پر جب سپیکر نہ ہو تو وہ سپیکر کے فرائض سر انجام دیتے ہیں۔ وہ اس وقت وہاں پر independent ہوتے ہیں ۔ ان کا تعلق خواہ کسی بھی پارٹی سے ہو وہ کسی کی طرفداری نہیں کرتے وہ اس کرسی کے تقدس کے لیے غیر جانبدارانہ فیصلہ کرتے ہیں۔ چونکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ یہ کیوں ہے ؟ میں نے یہ بتایا تھا کہ میں 1970ء میں بھی پیپلز پارٹی کے منشور اور قائد عوام کی قیادت سے متاثر ہو کر پیپلز پارٹی میں آیا۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے اگر میں یہاں بیان کرنا شروع کر دوں تو مناسب نہیں ہو گا۔ اب ہم آگے چلتے ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا ! آپ بیان کریں ہم سننا چاہیں گے ۔ یہ لمبی کہانی ہم سننا چاہیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نیازی صاحب! جب سپیکر بول رہا ہو تو اس کو interrupt نہیں کیا کرتے۔ اگلے مقرر راجہ سلطان عظمت حیات صاحب ہیں۔ جی راجہ صاحب۔

راجہ سلطان عظمت حیات، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر ! آپ کی بہت مہربانی کہ آپ نے مجھے بجٹ پر تقریر کرنے کا موقع دیا۔ اور یہ ہمارا حق بھی ہے۔ جناب والا ! میں بجٹ پر بات کرنے سے پہلے ملک کی تاریخ پر بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جناب سپیکر ! 1947ء میں پاکستان بنا۔ اس وقت حضرت قائداعظم نے پاکستان بنایا۔ وہ جذبہ اگر ہم کنٹرول کر لیتے تو شاید آج پاکستان بھی تائیوان اور چین جیسے ملکوں کی صف میں شامل ہوتا لیکن ان کی بے وقت موت کی وجہ سے پاکستان کو وہ جذبہ نہ مل سکا۔ پھر 1962ء میں ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوا۔ پھر 1965ء کی جنگ شروع ہوئی اس جنگ کے محرکات یہ تھے کہ پاکستان اس جنگ کا متحمل نہیں تھا وہ جنگ ایک سازش تھی ' ایک سازش کے تحت لڑی گئی جس سے پاکستان کو بے پناہ نقصان ہوا۔ جناب والا ' اس کے بعد ملک کو استحکام حاصل نہ ہوا 1971ء میں ایک سازش کے تحت مشرقی پاکستان کو علیحدہ کیا گیا۔ ہم نے اپنے ایک حصہ کو ' اپنے بنگالی بھائیوں کو غدار کہہ کر ' ان پر فوج اور پولیس کی چڑھائی کر کے ان کو مجبور کیا کہ وہ ہمارا ساتھ چھوڑ دیں۔ انہوں نے اسی فوج ' پولیس اور رینجر کا مقابلہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بھائی نے بھائی کا قتل کیا اور پاکستان کا آدھا حصہ ملک سے علیحدہ ہو گیا۔ جناب والا! شیخ مجیب الرحمان majority party سے تعلق رکھتے تھے ان کا حکومت کرنے کا حق بنتا تھا۔ اگر ہم ان کو دعوت دیتے تو میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان آج نہ ٹوٹتا۔ لیکن اس وقت جناب ذوالفقار علی بھٹو نے کہا ' "ادھر تم ادھر ہم" ۔ یہ تھے تاریخی عوامل۔ آج پھر وہی تاریخ اس پاکستان میں دہرائی جا رہی ہے۔ آج باتیں ہو رہی ہیں کہ کراچی پر پنجاب سے پولیس جائے گی ' سرحد سے جائے گی ' رینجرز جائیں گے۔ جناب والا! مشرقی پاکستان کا تجربہ میرا خیال ہے کہ ہم سب کے لیے کافی ہے۔ ہمیں اپنے کراچی کے بھائیوں سے گفت و شنید کے ساتھ اس مسئلے کو حل کرنا چاہئے۔ پاکستان کی فوج اور پولیس پہلے ہی مشرقی پاکستان میں بہت بدنام ہو گئی ہے۔ جناب والا! کراچی وہ شہر ہے جس کے لیے روس سپرپاور ان گرم پانیوں تک پہنچنے کے لیے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسیٔ صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

جناب سپیکر، جی راجہ صاحب۔۔۔

راجہ سلطان عظمت حیات، جناب! کراچی کو بچانے کے لیے ہمارا قائد میاں محمد نواز شریف اس وقت ہر پارٹی کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! آپ اس اسمبلی کے سپیکر ہیں' اور اس اسمبلی کے custodian ہیں ۔ میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ جب موسمی اثرات تبدیل ہوتے ہیں تو کئی چیزوں کے پر نکل آتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت آپ کے ڈپٹی سپیکر کے پر نکل آئے ہیں ۔ اور وہ اڑنے کی تیاری میں ہیں۔ آپ بھی ان سے تھوڑا سا رابطہ کرلیں۔

جناب سپیکر، نہیں نہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، کیونکہ انہوں نے آج ہی پریس کانفرنس کی ہے کہ وہ اڑنے کی تیاری میں ہیں۔ اور جونیجو لیگ چھوڑ کر وہ پیپلز پارٹی میں جارہے ہیں۔ اور ** ہونے کا مکمل ثبوت دے رہے ہیں۔ تو جناب والا! آپ سپیکر ہیں' آپ کو خیال رکھنا چاہیے۔

جناب سپیکر، ایسے نہیں ۔ یہ جو ** کا لفظ ڈپٹی سپیکر صاحب کے لیے استعمال ہوا ہے اس کو حذف کر دیا جائے۔ جی راجہ عظمت حیات صاحب۔

راجہ سلطان عظمت حیات، جناب والا! کراچی کو بچانے کے لیے ہمارے قائد میاں محمد نواز شریف صاحب (سابق وزیر اعظم پاکستان) ہر پارٹی کے پاس جا رہے ہیں۔ ہمارا قائد تو کراچی کو بچانے کے لیے اتنی کوششوں میں ہے ۔ لیکن جناب والا! افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دوسری طرف سے پیپلز پارٹی پولیس اور رینجرز کے ذریعے سے کراچی میں بھی دوبارہ وہ تجربہ دہرانا چاہتی ہے جو مشرقی پاکستان میں دہرایا گیا۔ جناب والا! میں محمد نواز شریف ' چودھری شجاعت حسین اور میاں محمد اظہر غدار ہیں اور ان پر اگر غداری کا مقدمہ چلایا جاتا ہے تو پھر جناب آپ ہی مجھے بتائیں کہ محب وطن کون ہو گا؟ جناب والا! ہمیں اپنی یہ روش بدلنی پڑے گی۔ ہم نے ایک بڑی آبادی والے حصے مشرقی پاکستان کو (ہم شاید پانچ کروڑ تھے اور وہ چھ کروڑ تھے) غدار کہہ کر اپنے سے الگ کردیا۔ وہ چھ کروڑ کی آبادی والے غدار تھے اور ہم محب وطن۔

راجہ ریاض احمد، پوائنٹ آف آرڈر سر ۔ کیا یہ بجٹ پر تقریر ہو رہی ہے؟

*****بحکم جناب سپیکر کارروائی سے حذف کر دیا گیا۔

جناب سپیکر: راجہ سلطان صاحب! آپ کے پاس دس منٹ ہیں۔ تھوڑا سا حق تک اپنے حلقے کا بھی ادا کیجئے۔

راجہ سلطان عظمت حیات: جی بالکل' میں اب اسی طرف آ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: مہربانی۔

راجہ سلطان عظمت حیات: جناب والا! ہمارے علاقے کے لوگوں کی رقم کواپریٹو سکینڈل میں بہت زیادہ ضائع ہو گئی ہے۔ اور یہ وزیر اعلیٰ کا تیس کروڑ کا جہاز ضروری نہیں تھا۔ اگر یہی پیسہ کواپریٹو متاثرین کو دیا جاتا تو میں سمجھتا ہوں کہ ان غریبوں کے 'ان بیوگان کے گھر بھی بس جاتے۔

جناب والا! میرے حلقے کے مسائل بے پناہ ہیں۔ 1977ء میں اس وقت کے صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق صاحب نے کیڈٹ کالج کا چکوال میں اعلان کیا تھا۔ چوا سیدن شاہ میں عوام نے بارہ سو کینال زمین کیڈٹ کالج کے لیے مفت فراہم کی۔ جناب والا! وہ کروڑوں روپے کی زمین ہے۔ اور اس کے بارے میں feasibilty رپورٹ بھی بنی تھی۔ کہ پنجاب میں اگر کیڈٹ کالج کے لیے کوئی جگہ سب سے اچھی ہے تو وہ چوا سیدن شاہ ہے۔ جناب سمجھ نہیں کہ وہ جگہ تو وہیں رہی لیکن کیڈٹ کالج اوکاڑہ اور ڈیرہ غازی خاں میں چلا گیا۔ فوجی علاقہ ہے 'بھرتیاں وہاں سے ہوتی ہیں' عرصہ دراز سے وہ فوجی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جناب والا! وہاں پر کیڈٹ کالج کا حق ہمیں دیا جائے۔ جناب' ہمارا علاقہ پہاڑی ہے ۔ پانی کے بے پناہ مسائل ہیں ۔ آپ جو سکیمیں پانی کے لیے میدانی علاقوں میں دیتے ہیں جہاں پر پانی میٹھا ہوتا ہے ۔ خاص طور پر بڑے دیہاتوں میں ' ان لوگوں کا گزارہ تو نلکے سے ہو جاتا ہے وہاں پانی مل جاتا ہے۔ لیکن پہاڑی علاقوں میں واٹر سپلائی سکیم کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا۔ میں آپ کو ایک گاؤں کی مثال دوں گا۔ ہمارے علاقے میں ایک گاؤں ہے وہاں کے لوگ خاص طور پر گرمیوں کے موسم میں عورتیں اور مرد سروں پر گھڑے رکھ کر چار پانچ میل سے پانی لاتے ہیں۔ کیونکہ ان کا پانی کا کوئی ذریعہ ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ میدانی علاقوں کی واٹر سپلائی سکیمیں بنانے کی بجائے پہاڑی علاقوں میں واٹر سپلائی سکیمیں بنائی جائیں۔ جناب والا! تعلیم بڑی اہم ضرورت ہوتی ہے۔ چوا سیدن شاہ سب ڈویژن میں ایک ڈگری کالج ہے وہ بھی ایک پرائیویٹ ادارے نے کنال کے مقام پر بنایا تھا۔ آپ حیران ہوں گے کہ وہ صرف دو لیکچرار ہیں۔ دس پندرہ اساتذہ لیکچرارز کی اسامیاں ہیں لیکن وہاں پر دو ہیں۔ ایک پرنسپل اور دوسرا وائس پرنسپل۔ جناب والا! وہاں پر کالج کے اساتذہ کی اسامیاں پوری کی

جائیں۔ چوا سیدن شاہ سب ڈویژن میں لڑکیوں کے ہائی سکول کے سوا کوئی کالج نہیں ہے۔ درخواست ہے کہ وہاں پر ڈگری کالج بھی مہیا کیا جائے۔ جناب والا! پی پی 17 بہت بڑا حلقہ ہے وہ ساٹھ ستر میل کے area میں ہے اور وہاں پر مختلف تہذیبیں ہیں۔ میری اس سلسلے میں گزارش ہوگی کہ اس کو یعنی ونہار کے اہم مقام خوشحال کلاں کو تحصیل کا درجہ دیا جائے۔ اور ڈومن کے مرکز کو تحصیل کا درجہ دیا جائے۔

جناب سپیکر، اب وائنڈ اپ کیجیے۔

راجہ سلطان عظمت حیات، جناب والا میری یہی گزارشات تھیں کہ اس علاقے کو فنڈز سے نوازا جائے۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی بہت شکریہ۔

راجہ سلطان عظمت حیات، جناب والا! لاء اینڈ آرڈر پر میں تھوڑی سی گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ پوزیشن یہ ہے کہ پنڈ دادنخاں سے جلال پور شریف روڈ' یہ اس وقت کے گورنر پنجاب (مرحوم) کی واحد سڑک تھی۔ جو ان کے ضلع میں سے گزرتی تھی۔ میں نے بات کی تھی کہ وہاں پر پانچ فیکٹریاں ہیں۔ ایک سیمنٹ فیکٹری ڈنڈوت 'ایک آئی سی آئی فیکٹری نمک اور غریب وال سیمنٹ فیکٹری ہے۔ وہاں پر پوزیشن یہ ہے کہ رات آٹھ بجے کے بعد دو سو کے قریب ٹرک روزانہ پولیس سکواڈ کے بغیر نہیں گزر سکتے۔ بیس میل کا ایریا ہے اور پانچ چوکیاں ہیں۔ جناب والا! ٹرک نہیں گزر سکتے تو وہاں پرائیویٹ گاڑی کا تو رات کو گزرنے کا تصور ہی نہیں۔ اگر ڈاکے ہیں اور ڈاکو ہیں تو پولیس ان کا محاسبہ کرے۔ بجائے اس کے کہ دو سو ٹرک بیس میل کا سفر ایک رات میں نہیں کر سکتا۔ جناب' قانون کی پوزیشن یہ ہے۔

جناب سپیکر، مہربانی' شکریہ۔ جناب ریاض کاٹھیا۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر صاحب! پرسوں سے موبل صاحب نے میرا اسپیکر بند کرا دیا ہوا ہے۔

جناب سپیکر، آپ کی باری آئے گی تو کھول دیا جائے گا۔ آپ کو لاؤڈ سپیکر کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کے کمرے میں لاؤڈ سپیکر لگا ہوا ہے۔

خواجہ ریاض محمود، یہ ٹھیک لگا ہوا ہے۔ جناب' یہ ٹھیک تو ہونا چاہیے ناں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ فکر نہ کریں۔ جناب ریاض کاٹھیا۔

حاجی ریاض حسین کاٹھیا(پی پی۔ ۱۸۲' ساہیوال)،بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں پنجابی میں تقریر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، اجازت ہے۔

حاجی ریاض حسین کاٹھیا، جناب سپیکر! جدوں وی کوئی حکومت بجٹ بناندی اے اوہ ایس گل دا خیال رکھدی ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، وقت تھوڑا ہے' جانے دیجیے۔

جناب ارشد عمران سلہری، کل بھی پنجابی اور دوسری زبانوں میں دوستوں نے اظہار خیال کرنے کا موقع چاہا تو آپ نے انھیں اجازت دی۔ جناب سپیکر! کیا آپ کے پاس یہاں پر کوئی ایسے آپریٹرز ہیں جو کہ پنجابی زبان کو نوٹ کر سکیں۔ ان کے لیے تکلیف ہے۔ یا تو پھر ـــ

جناب سپیکر، شارٹ ہینڈ جو ہے وہ صوتی زبان ہوتی ہے۔ اس میں جو بھی آواز ہے ایک حد تک وہ نوٹ ہو سکتی ہے۔ پھر ہمارے پاس ریکارڈ ہے۔ پھر اس سے ہم ریکارڈ کا حصہ بنا لیتے ہیں۔ جی۔

حاجی ریاض حسین کاٹھیا، جناب سپیکر! جدوں وی کوئی حکومت بجٹ بناندی اے اوہ ایس گل دا خیال رکھدی اے کہ بجٹ ایہو جیہا بنائیا جاوے جہڑا عوام دے ہر طبقے واسطے قابل قبول ہووے۔ ایس دے علاوہ کم از کم بجٹ وچ ٹیکس لائے جان تے زیادہ توں زیادہ ترقیاتی کماں وچ پیسے رکھے جاون۔ جناب' ساڈے اس سال دے ۹۶۔۱۹۹۵ء دے بجٹ وچ وی کم توں کم ٹیکس لائے گئے نیں تے زیادہ توں زیادہ ترقیاتی کماں وچ پیسے رکھے گئے نیں۔ جناب سپیکر! ساڈی حکومت نے تعلیم دے اتے خصوصی توجہ دتی اے تے فروغ تعلیم واسطے زیادہ توں زیادہ پیسے رکھے نیں۔ ایس سال تقریباً چوی فی صد پچھلے سال توں زیادہ رقم رکھی گئی اے۔ ایس توں علاوہ ترقیاتی کماں وچ وی پچھلے سال توں تقریباً ۱۲.۵ فی صد زیادہ پیسے رکھے نیں۔ جناب سپیکر! ایس توں علاوہ صحت دے وچ وی پچھلے سال توں تقریباً چھ فی صد زیادہ پیسے رکھے گئے نیں۔ جناب سپیکر! پنجاب وچ کافی سارے مسائل ہن جے اگر تن مسئلیاں تے کنٹرول کیتا جاوے تے ساڈا دور اک سنہری دور ثابت ہووے گا۔ نمبر۱' مہنگائی۔ نمبر۲' امن و امان۔

نمبر ۳' بے روزگاری۔

پہلے میں تہانوں مہنگائی دے متعلق عرض کرنا واں۔ جناب سپیکر! ۱۹۹۳ء دے الیکشن نے ایہہ ثابت کر دتا اے کہ دیہات دے غریب لوکاں کساناں تے مزدوراں تے وڈیریاں نے ساڈی پی ڈی ایف دے امیدواراں نوں کامیاب کیتا اے تے ساڈی پی ڈی ایف دیہات وچ کامیاب ہوئی اے۔ تے شہر دے تاجر پیشہ لوکاں تے صنعت کاراں مسلم لیگ نواز گروپ نوں کامیاب کیتا اے۔ اسیں ہن ویکھیے کہ مہنگائی نوں کرن والا کہڑا طبقہ اے۔ جناب سپیکر! دیہات دا کسان تے مزدور ملک واسطے نمبر اک خوراک پیدا کردا اے تے نمبر دو' اوہ صنعتاں واسطے خام مال پیدا کردا اے۔ جناب سپیکر! زمیندار جدوں چھ مہینے دی دن رات دی محنت توں بعد اوس دی جنس اوہ دے گھر آندی اے تے جہڑے تاجر لوک نیں' ساڈی فصل اچھی ہو جانے پہلے تاں اوہنوں لین واسطے ای تیار نئیں ہوندے۔ اگر اوہ لیناں وی چاہن تے معمولی قیمت نال زمیندار توں جنس لے لیندے نیں۔ ایس توں بعد جس ویلے اوہ ای جنس اینھاں تاجر پیشہ لوکاں کول جاندی اے تے اوہنوں ذخیرہ اندوزی کر کے تے مصنوعی قلت کر کے اوہ اوس دی منہ منگی قیمت وصول کردے نیں۔ میری اج سارے ہاؤس نوں ایہہ اپیل اے کہ مہنگائی نوں ختم کرنا چاہو تے اج بل پاس کرنیے کہ جہڑا ذخیرہ اندوز اے اوہدی سزا موت ہووے گی تا کہ مہنگائی ختم ہو سکے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اوس توں بعد امن و امان دا مسئلہ اے۔ ساڈے کئی بیلیاں نے تقریراں کیتیاں نیں تے اوہدے وچ آکھیا اے کہ امن و امان ٹھیک اے۔ لیکن میں آہناں کہ امن و امان صحیح نئیں۔دن دہاڑے ڈاکے' راہزنیاں ہوندیاں رہندیاں نیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

میری ایہدے وچ تجویز اے کہ جدوں وی کوئی پولیس مقابلہ ہندا اے تے کوئی ڈاکو مارے جاندے نیں تے ساڈے اپوزیشن دے بیلی ایہہ کہندے نیں کہ مصنوعی پولس مقابلہ ہوئیا اے۔ تے بجائے پولیس نوں لینے دے دینے پے جاندے نیں' بلکہ انھاندے اتے پرچے ہو جاندے نیں۔ جناب! میری ایہہ عرض اے کہ کوئی پولس مقابلے وچ ڈاکو ماریا جاندا اے تے ڈاکو تے شر پسند دے نال جتنا وی سلوک کیتا جاوے اتنا ای تھوڑا اے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

تے سانوں بجائے اس دے کہ پولیس دے اتے تنقید کرئیے سانوں انھاندی حوصلہ افزائی کرنی چاہی دی اے۔ تسیں ایہہ سوچو کہ پولیس ویکھدی رہوے کہ جدوں تک ڈاکو انھاندے کوئی اک دو بندے نہ مار لون اوس توں بعد اوہ کچھ نہ کرن۔جناب سپیکر! ایس توں علاوہ ساڈی پولیس دی نفری نوں وی زیادہ کرنا چاہی دا اے تا کہ امن و امان نوں ٹھیک کیتا جاوے۔

جناب سپیکر! ایس توں بعد ـــــ

جناب سپیکر: بے روزگاری۔مہنگائی ہو گئی۔ امن و امان بھی ہو گیا۔ بے روزگاری رہ گئی ہے۔

حاجی ریاض حسین کاٹھیا: ہاں جی۔ جناب سپیکر! بے روزگاری ختم کرن واسطے وی ساڈی حکومت نے پچھلے سال تقریباً بتالی ہزار کجھ اٹھ سو اسامیاں پیدا کیتیاں سن۔ تے ایس سال وی تقریباً دس ہزار تے تن سو نویاں اسامیاں ہون گیاں۔ اللہ تعالیٰ دے فضل و کرم نال ساڈی بےروزگاری وی ختم ہو جاوے گی۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ایس توں بعد جدوں وی بجٹ بندا اے تے ساری دنیا تے اخباراں وچ آندا اے کہ زرعی ٹیکس لایا جاوے۔ میں ایس دے حق وچ آں کہ زرعی ٹیکس لانا چاہی دا اے۔ لیکن ایس دے وچ ایہہ گل اے کہ جڑے زمینداراں نال ـــــ

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی' بادشاہ خان صاحب۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب سپیکر! میرے فاضل دوست سانس بھی لے لیں گے اور مجھے ایک ضروری بات یاد آ گئی ہے۔ انھوں نے اپنی تقریر میں یہ کہا کہ پولیس مقابلوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ جناب والا! اگر آپ ان کی حوصلہ افزائی کریں گے تو آج جناب غلام عباس صاحب اور اس سے پہلے میں نے بیورو کریسی کے خلاف تقریر کی تھی' ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں ہمیں بھی یہ پولیس مقابلے میں نہ مروا دیں۔

جناب سپیکر: نہیں' نہیں۔ فکر نہ کریں آپ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: تو ان کی حوصلہ افزائی مت کیجیے۔

جناب سپیکر: کوئی ہاتھ تو لگا کے دیکھے آپ کو۔ جی' رانا صاحب۔

رانا محمد اقبال خان: میرے خیال میں آج سب سے زیادہ خطرہ موہل صاحب کو ہے۔ کیونکہ انھوں نے ایسی بات کر دی ہے۔ تو اس کا بھی کوئی تدارک کیا جائے۔

جناب سپیکر: آپ فکر نہ کریں۔ دعائے خیر کریں آپ۔ دعائے خیر کریں سب کے لیے۔ جی۔

حاجی ریاض حسین کاٹھیا: جناب سپیکر! میرا آکھن دا مقصد ایہہ سی کہ زرعی ٹیکس لگناں چاہی دا اے لیکن زمینداراں نال جہڑی ناانصافی تے زیادتی ہوندی اے پہلے اوس دا ازالہ کیتا جاوے۔ جناب سپیکر! کوئی ساڈے زمیندار طبقہ کم از کم زرعی قرضہ لوون تے انھاندی حد ہوندی اے کہ دس ہزار توں لے کے ٹریکٹر دا تن لکھ تک ہوندا اے۔ لیکن جدوں اک زمیندار قرضہ لیندا اے تے اوس دے اتے سانوں ۴۰ فی صد سود پیندا اے۔ جس وقت ایہہ صنعت کار کروڑاں تے اربان روپے دے قرضے لیندے نیں تے انھاندے اتے صرف تن فی صد یا زیادہ توں زیادہ اٹھ فی صد ہوندا اے۔ ایہہ فرق کیوں اے؟ ایہہ فرق مٹایا جاوے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

ایس توں علاوہ جدوں کوئی غریب کسان دی فصل خراب ہو جاندی اے تے اوس نوں وصولی کرن واسطے انھاں نوں حوالاتاں وچ بند کر دتا جاندا اے' جہڑی کہ معمولی اک ہوندی اے۔ لیکن ایہ جہڑے شہراں دے وچ رہن والے ہین ایہہ اربان روپے ہضم کر جاندے ہین تے ڈکار وی نئیں مار دے۔ انہاں نوں پچھن والا ای کوئی نئیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی پوائنٹ آف آرڈر آ گیا ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! انھوں نے ہماری طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ شہروں میں رہنے والے۔ تو کیا یہ سارے جنگل میں رہتے ہیں؟ ان میں سے بھی کافی لوگ شہروں میں رہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی جی۔ ان کا خیال ہے کہ شہروں سے آپ لوگ منتخب ہو کر آئے ہیں اور یہ دیہات سے منتخب ہو کر آئے ہیں۔ جی!

حاجی ریاض حسین کاٹھیا ، جناب! ساڈی حکومت جہڑے لٹیرے نیں اونہاں دے اتے پرچے درج کردے نیں تے اونہاں نوں سیاسی انتقام دا نال دتا جاندا اے ۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب سپیکر ! ایس توں علاوہ میں ایہ عرض کراں گا کہ ایہ بدقسمتی اے کہ اسیں ساڈے پاکستان دے وچ کوئی شخص وی ٹیکس دیون واسطے تیار نئیں۔ حیلے بہانے دے نال ایہناں دے انجھ تاں سال بہ سال نویں کارخانے لگدے جاندے نیں ۔ نویں ٹیکسٹائل ملاں لگیاں جاندیاں نیں۔ لیکن جس ویلے ٹیکس دا موقعہ آؤندا اے اوہ سارے اپنے فائدے کی خاطر تے کم دا نقصان ظاہر کرکے ٹیکس کوئی نئیں دیندا۔

جناب سپیکر ، جناب کی بڑی مہربانی ۔ وقت ہو گیا ہے ۔ تسیں بہت اچھی تقریر کیتی اے ۔ ماشاء اللہ ! جی ہن تسیں تشریف رکھو ۔

حاجی ریاض حسین کاٹھیا ، جناب والا! اک منٹ ہور دے دیو ۔

جناب سپیکر ، دو منٹ دیے جاتے ہیں ۔

حاجی ریاض حسین کاٹھیا ، جناب ! تاہنج الوری ورگے وی ادھا ادھا گھنٹا لے جاندے نیں ' تے مینوں منگ نوں دو منٹ وی تسیں صحیح نئیں دیندے نیں ۔ (قہقہہ) جناب سپیکر ! میں اپنا ذاتی مسئلہ جناب نوں دسناں چاہناں ۔ ساڈے ہڑپے دے وچ اک ہڑپہ ٹیکسٹائل مل سی ۔ چیمڑی تقریباً پنجاب دی سب توں وڈی بلکہ پاکستان دی سب توں وڈی مل ہے سی ۔ جس وقت نواز شریف دا دور آیا۔ اوتھاں اک ایم پی اے سیٹھ یوسف جھنگ دے نے جنھوں اونہاں پونیاں دے وچ اوہ مل وچ دتی ۔ اوس توں بعد اوس سیٹھ یوسف وی کسے ہور نوں فروخت کر دتا ۔ تے ایس وقت اوہ مل بند پئی اے ۔ بلکہ مزدوراں دا کوئی دس پندراں لکھ روپیہ جیہڑا اونہاں دے حصے دی مزدوری اے اوہ وی نئیں دتی تے مل بند پئی اے ۔ میری تہاڈے اگے ایہہ التجا اے کہ تسیں ایس دی انکوائری کراؤ تے ایس مل نوں دوبارہ چلاؤ ۔ ایس توں علاوہ میں پچھلی دفعہ وی تہانوں ہڑپے دے متعلق کیہا سی کہ ایہ اک تاریخی شہر اے ۔ لیکن کسے وی اوس دے اتے دھیان نئیں دتا ۔ موہنجودڑو واسطے تساں بہت کچھ کیتیا اے ۔ ایس واسطے کہ اوہ لاڑکانہ دے وچ اے تے ایہہ ضلع ساہیوال دے وچ اے ۔ ایندے اتے وی کوئی توجہ دینی چاہی دے اے۔

جناب سپیکر ، جی ضرور ۔ضرور۔ ضرور۔ ایہہ تسیں ہڑپے والی بڑی چنگی گل کیتی اے ۔ ایہدے سلسلے وچ کسے ویلے تسیں آ کے ذرا میرے نال گل کرناں۔ اسیں دونوں مل کے کچھ کوشش کراں

گے ۔ بڑی مہربانی تسیں بڑی سوہنی تقریر کیتی اے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، خاکوانی صاحب! بڑے بندے رہ گئے نیں ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، جناب ! تھوڑی دیر دے واسطے اجازت دے دیو ۔

جناب سپیکر ، جی فرماؤ !

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر ! میرے چاچے ریاض کاٹھیے نیں بڑی سوہنی تقریر کیتی اے سائیں میرا۔ تے میں انہاں دی ایس تجویز دے نال اتفاق کرداں ہاں کہ جیہڑے ذخیرہ اندوز نے اونہاں نو پھانسی ملنی چاہی دی اے ۔ سائیں میرا ! اج اک نواں ذخیرہ اندوز پیدا ہویا اے ۔ سود ممبراں دے نال اوہ ذخیرہ کردا پیا اے ۔ تے اوہ ایس ایوان دے وچ مہنگائی پیدا کرناں چاہندا اے ۔ سائیں میرا ایس توں پہلے کہ ایہہ پورا ایوان لٹیا جاوے اوس ذخیرہ اندوزنوں پھانسی دی سزا دتی جاوے۔

جناب سپیکر ، اللہ مہربانی کرے ۔ یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ۔ اسے میں rule out کرتا ہوں۔ جناب ملک سلیم اقبال صاحب ! (معزز رکن تشریف فرما نہیں تھے) جناب ڈاکٹر محمد شفیق صاحب!

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، جناب سپیکر ! اس سال پنجاب کا بجٹ بے سمت ' بے ہدف اور بے فیض ہے ۔ عوام الناس اس بات کی توقع کررہے تھے کہ یہ امن عامہ کے مسئلے کو حل کرنے کی نوید لائے گا ۔ بے روزگاری کو دور کرنے کی امید دے گا ۔ زراعت جو کہ خزاں زدہ ہے اس میں بہار کی آمد کا پتا دے گا ۔ صنعت جو کہ اجڑ رہی ہے ۔ اس کی بحالی کا کوئی سامان ہوگا اور زوال پذیر ہمارا جو شعبہ تعلیم ہے اس کی طرف خاطر خواہ توجہ دی جائے اور عوامی فلاح وبہبود کو اجاگر کیا جائے گا ۔ لیکن حضور والا ! کسی کی طرف ایسی توجہ نہیں دی گئی کہ جس سے کہ کوئی مسئلہ حل ہوتا ہوا نظر آئے ۔ امن عامہ جیسے کہ تمام دوستوں نے کہا ہے کہ ہمارا سرفہرست مسئلہ ہے اور حکومت کا بنیادی مقصد ہی امن عامہ کا قیام ہوتا ہے ۔ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں یہ پتا چلتا ہے کہ صدیوں سے حکومتیں ہر دور میں چاہ بھی بنواتی تھیں ۔ مدرسے بھی بنواتی تھیں ۔ سڑکیں بھی بنا کرتی تھیں ۔ لیکن سرفہرست جو اس کا کام ہوتا تھا وہ یہی ہوتا تھا کہ شہری آرام کی نیند سوسکیں ۔ اور اس مملکت کے اندر کارواں نہ لٹے اور اس حکمران کو اچھا حکمران کہا گیا ہے جس نے امن عامہ اپنے وقت کے شہریوں کو دیا ۔ اور اس

وقت تو صورتحال یہ ہے کہ جناب ! اگر آج کا دن خیریت سے گزر جائے تو وہ غنیمت ہے ۔ اور اس کے اوپر کراچی کی صورت حال پر ایک بہت ہی اچھا شعر کہا گیا ہے ۔ جو کہ اس وقت پورے پاکستان پر محیط آتا ہے کہ ---------- آج کا دن بھی عیش سے گزرا

سر سے پا تک بدن سلامت

کچھ معلوم نہیں ہے کہ ہمارے شہری شام تک خیریت سے ----

جناب ارشد عمران سلہری : پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر : میں اجلاس کا وقت ایک گھنٹے کے لیے بڑھاتا ہوں ۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر ! میں آپ کی توجہ اسی طرف دلانا چاہتا تھا ۔

جناب سپیکر، مہربانی جی ۔ میں نے آپ کا اشارہ سمجھ لیا تھا ۔ اگرچہ میں اتنا عقلمند نہیں ہوں ۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب سپیکر ! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ایک بہت خوبصورت شعر ہے کہ----

آج کا دن بھی عیش سے گزرا

سر سے پا تک بدن سلامت

صورت حال یہ ہے کہ صبح جو شہری بھی نکلتا ہے جو شخص بھی باہر آتا ہے ۔ یہ پتا نہیں کہ شام کو خیریت سے گھر پہنچے گا یا نہیں ۔ کوئی گھر محفوظ نہیں، کوئی سڑک محفوظ نہیں، کوئی گلی محفوظ نہیں اور اس کی تمام تر ذمہ داری حکومت وقت پر عائد ہوتی ہے ۔ میں دو باتوں کی طرف توجہ دلاؤں گا۔ ہمارے محترم وزیر اعلیٰ نے آتے ہی دو چیزیں خاص کر دیہاتیوں کو تحفہ دینا چاہا تھا اس کا بار بار وہ اعلان کرتے رہے ۔ کہ میں پانی کی چوری کو ختم کردوں گا ۔ اور ٹیل تک پانی لے کر جاؤں گا ۔ لیکن اس کا سدباب نہ کرسکے ۔ انھوں نے کہا کہ میں مویشیوں کی چوری، چونکہ وہ راوی کے قریب رہتے ہیں اور راوی والے معاملات کو بہتر طور پر جانتے ہیں ۔ اور جتنے بھی ہمارے مویشی چوری ہوتے ہیں وہاں جاتے ہیں ۔ اور اس کے expert ہوں گے وہ جانتے ہوں گے ۔ انھوں نے کہا کہ یہ ہم کریں گے ۔ لیکن ذرہ بھر فرق نہیں پڑا ۔ اور اس کے بعد ڈکیتیوں میں، چوریوں میں اور بدمعاشی میں جتنا اضافہ ہوا ہے اس دور کے اندر اس کی پہلے نظیر نہیں ملتی ۔ اور جناب والا! بے روزگاری کا جو عالم ہے وہ آپ کے سامنے ہے ۔ نئی صنعتیں نہیں لگ رہیں ۔ بلکہ جو صنعتیں پہلے سے موجود ہیں وہ بند ہو رہی ہیں ۔ اور اس کے سبب جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ اور وہ بھی ایک ہماری لاقانونیت کا سبب ہے ۔

اس وقت جو سب سے بڑا مسئلہ ہے وہ ہماری ذات ہے ۔ ہم ممبران اسمبلی۔ ہم اراکین سینیٹ ۔اراکین قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی ' ابھی میرے ایک بھائی غلام عباس صاحب نے بڑی دردمندی کے ساتھ ' بڑی دل سوزی اور جذبات سے بھری ہوئی تقریر کی۔ انھوں نے بیوروکریسی کو خوب لتاڑا ۔ بیوروکریسی کو لتاڑنا چاہیے ۔ کیوں کہ ان کے کرتوت ہیں۔ لیکن دیکھنے والی بات یہ ہے کہ ہم اس بیوروکریسی سے کام لینے والے ہیں ۔ ہم مالک ہیں۔ اگر مالک چور ہوگا تو نوکر اس سے بڑھ کر چور ہوں گے ۔ لیڈرشپ کے اندر دو چیزیں ہونی چاہییں ۔ پہلی شرط صلاحیت ہے ۔ اور دیانت ہے ۔ جب ہمارا وزیر بے ایمان ہوگا یا ہمارے ممبران حضرات غلط سفارشیں کریں گے تو ہمیں بیورو کریسی سے اس بات کی توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ وہ صحیح کام کرے گی ۔ جو گورنمنٹ سرونٹ ہے وہ گورنمنٹ سرونٹ ہے ۔ اس نے آج کام لینے کے لیے ہمیں use کرنا ہے ۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ آپ اضلاع کی لسٹیں لے لیجیے۔ آپ ڈپٹی کمشنر صاحبان کی لسٹیں لے لیجیے ۔آپ کمشنر صاحبان کی لسٹیں لے لیجیے ۔ ڈی آئی جی صاحبان کی لسٹیں لے لیجیے ۔ وہاں پر جو کرپٹ آفیسرز تعینات کیے گئے ہیں وہ کس نے کیے ۔ کس نے کروائے ہیں۔ اور کیوں کرائے گئے ۔ اور ایمان دار افسروں کو کھڈے لین لگایا ہے۔ ان کی آپ فہرستیں دیکھ سکتے ہیں ۔ اس وقت سب سے بڑی جو اصلاح کرنے والی بات ہے ' اگر ہم ملک کو بچانا چاہتے ہیں ' صوبے کو بچانا چاہتے ہیں ' آئندہ نسلوں کو بچانا چاہتے ہیں ۔ تو جیسے یہاں بات چھڑی ہمیں احتساب کے عمل کو آگے بڑھانا ہوگا۔ جناب والا! میں یہ آپ سے گزارش کروں گا کہ یہاں پر ہاؤس کی ایک کمیٹی ہونی چاہیے ۔ اوراس کے اندر پنجاب کا ہر شہری کسی بھی اعلیٰ آفیسر کے اور ممبر کے خلاف درخواست دے سکے ۔ اور پھر اس کی رسید بھی ہونی چاہیے کہ اس کے اندر کیا ہے ۔ اور اسکے بعد اس کا فیصلہ ہونا چاہیے ۔ یہ نہیں کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر کسی اعلیٰ شخصیت پر کا الزام لگا دے اور وہ بات اخباروں تک اڑے اور چند دن ہنسی مذاق بن کر وہ بات ختم ہوجائے۔ بلکہ اس کی تہہ تک پہنچنا چاہیے کہ آیا کون کرپٹ ہے ۔ہمارے ہمسایہ ملک ایران کے اندر یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی ممبر منتخب ہوکر ہاؤس میں آبھی جائے تو وہاں ایک ایک ممبر کی سکروٹنی ہوتی ہے اور اگر یہ ثابت ہوجائے کہ وہ چور ہے ' قاتل ہے ' ڈاکو ہے ۔ ہیروئن فروش ہے تو نہ صرف اسے سزا دلوائی جاتی ہے بلکہ اس کی ممبرشپ ختم ہو جاتی ہے ۔ ہمارے ہاں الٹا رواج ہے ۔ کہ ہمارے ہاں جتنے قاتل' چور اور ڈاکو جیلوں میں بند ہوتے ہیں' جب حکومت آتی ہے تو ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور پھر جب وہ ممبران اسمبلی بن جاتے ہیں تو وہ معززین میں شمار ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلا احتساب ہمیں اپنا کرنا ہوگا۔ اگر سوار مضبوط ہو

گا تو سواری کہیں بھاگ کر نہیں جائے گی۔ ہم بیوروکریسی پر تبھی قابو پا سکتے ہیں کہ اگر ہم خود ایماندار ہوں۔ اس کے لیے ہمیں اپنے آپ پر ایمانداری کا لبادہ نہیں اوڑھنا ہو گا بلکہ ایمانداری کی راہ کو اپنانا ہو گا۔

جناب والا! ہمارے تین کام ہیں۔ پہلا مرحلہ حکومت سازی کا ہوتا ہے۔ دوسرا قانون سازی کا ہے۔ تیسرا ہم نے محاسبہ کرنا ہوتا ہے۔ حکومت سازی ہم نہیں کرتے۔ گزشتہ دس سال سے، میں گواہ ہوں کہ ہماری حکومت سازی جی۔ ایچ۔ کیو میں ہوتی ہے۔ ہماری حکومت سازی ہمارے ممبران نہیں کرتے۔ اس کے بعد جہاں تک قانون سازی کا عمل ہے وہ ہم نے انتظامیہ کو سونپ رکھا ہے کہ وہ آرڈیننسز کے ذریعے سے قانون سازی کر سکیں۔ پھر جہاں تک محاسبے کا عمل ہے تو اس کا تو ورق ہی پھٹا ہوا ہے۔ یہ تمام کام ہماری عدلیہ کر رہی ہے اور انھوں نے یہ اپنا رول سنبھال رکھا ہے۔ تو ہمیں اپنے فرائض سنبھالنے ہوں گے اور اسمبلیوں کی کمیٹیوں کو مضبوط کرنا ہو گا۔ ہماری جو سٹینڈنگ کمیٹیز ہیں ان کو ختم کر کے ہاؤس کمیٹیز بنانی ہوں گی اور وہ ہمارے وزراء کرام نہیں چاہتے کیونکہ اس طرح سے جو ہمارے ممبرز ہیں ان کا عمل دخل ان کے محکموں میں بڑھ جائے گا۔

جناب سپیکر، آپ کے پاس دو منٹ اور ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب والا! ہمارا ممبر بننے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ آپ سپیکر بنیں یا وہ صاحب وزیر اعلیٰ بنیں اور ہم ممبر بن کر 'وی۔ آئی۔ پی بن کر گھومتے رہیں۔ بلکہ ہمارا مقصد عوام کی مشکلات کو حل کرنا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم نیک نیتی سے اپنی اصلاح کریں۔

یہاں بجٹ کے سلسلے میں، میں یہ عرض کروں گا کہ نئے ٹیکس لگائے گئے اور شراب، جوئے اور اسی طرح سے بھنگ، افیون سے 14 کروڑ روپے گورنمنٹ اکٹھے کرتی ہے۔ پھر 70 کروڑ روپے کا آپ نے نئے ٹیکسوں کا تحفہ دیا ہے۔ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر ہماری حکومت فرض شناسی کے ساتھ پنجاب کی نمائندگی کرتی۔ واپڈا والوں کی سفارش پر ہمارے 2 ارب روپے کاٹ لیے گئے اور ایسے وزیر پانی و بجلی کی موجودگی میں کاٹ لیے گئے جو کہ اپنے آپ کو پنجاب کا شیر کہتا ہے اور ابھی وہ پنجاب کا گورنر بننے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ تو میں یہ کہوں گا کہ ہمارے وزیر خزانہ کو آنکھیں کھولنی چاہئیں۔ وزیر اعلیٰ کو تھوڑی سی اپنے اندر طاقت لانی چاہیے اور وہاں پر اپنے حقوق کا دفاع کرنا چاہیے اور کم از کم وہ حقوق جو کہ آئین نے ہمیں دیے ہیں اور divisible pool کے اندر موجود ہیں، جن کی گارنٹی موجود

ہے کم از کم وہ ہمیں ملنے چاہئیں۔

جناب والا! سرحد کو بجلی کی رائلٹی ملتی ہے۔ بلوچستان کو گیس کی رائلٹی ملتی ہے' سندھ کو تیل کا حصہ ملتا ہے' لیکن ہمارے human resources سے پیدا کردہ گندم ' کپاس اور چاول جس کے اوپر ہمارا کسان ' ہمارا مزدور محنت کرتا ہے ان لوگوں کو کچھ حصہ نہیں ملتا۔ اس کے اندر ہمیں حصہ ملنا چاہیے اور سب سے بڑا ظلم جو اس وقت پنجاب کے ساتھ ہونے والا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں کا پانی جو کہ ہمارے زمینداروں کے لیے خون کی حیثیت رکھتا ہے' جس طرح ہماری رگوں میں خون دوڑتا ہے اس طرح اگر ہمارے کھالوں کے اندر پانی نہیں ہوتا تو ہماری زمینیں بنجر ہو جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ بہت بڑا دھوکہ ہونے والا ہے۔ آئی۔ ایم۔ ایف اور ورلڈ بینک کے کہنے پر ہمارے پانی کو بیچا جا رہا ہے۔ ٹھیکیداری سسٹم لایا جا رہا ہے اور اس کے اندر یہ کیا جا رہا ہے کہ ہمارا پانی ایکویٹی کی بنیاد پر مہیا ہو گا۔ جو زیادہ بولی لگائے گا وہ پانی خرید لے گا۔ بڑے زمیندار چھوٹے زمینداروں سے جینے کا حق چھین لیں گے اور یہ تجربہ پائلٹ پروجیکٹ کے طور پر لوئر باری دوآب کے اوپر منظور ہو چکا ہے۔ اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ وفاق پاکستان کے ساتھ تصادم نہ ہو۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب 'بڑی مہربانی۔ بہت بہت شکریہ۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : جناب والا! آخر میں 'میں اپنے فیصل آباد کے سلسلہ میں یہ عرض کروں گا کہ فیصل آباد شیخوپورہ روڈ اس وقت قتل گاہ بن چکی ہے۔ ہر روز وہاں پر ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں اور کئی بار یہ کہا گیا ہے کہ فیصل آباد شیخوپورہ روڈ کو ڈبل کیا جائے گا۔ از راہ کرم اس کو ڈبل کیا جائے۔ ہمارے ہاں فیصل آباد کے اندر ٹیکسٹائل انڈسٹری بند پڑی ہے۔ اس کو رواں کرنے کے لیے اس کی کمیٹی بننی چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ کھڈیاں والا کو sub Tehsil کا درجہ دیا جائے۔ ہمارے ہاں زرعی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ریٹائر ہو رہے ہیں۔ وہاں پر میرٹ پر کسی استاد کی تعیناتی کی جائے۔ نہ کہ 20نمبر یا 25 نمبر سے کسی کو اٹھا کر ایسے طور پر کسی کو مسلط کیا جائے۔ میڈیکل کالج میں گزشتہ ڈیڑھ سال سے پرنسپل نہیں ہے۔ وہاں پر پرنسپل کی تعیناتی ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر : بڑی مہربانی۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : اور آخر میں جناب گزارش یہ ہے کہ یہ جو مقدمہ ہے اس کو بند کیا جائے اور اگر یہ کھلے گا تو پھر بات بہت آگے تک جائے گی۔ نواز شریف تو غدار نہیں ہے لیکن جو لوگ

اس ملک کے ساتھ غداری کے مرتکب ہوئے ہیں تو وہ بات بہت آگے تک بڑھے گی۔

جناب سپیکر ، مہربانی ۔ شکریہ۔ جی آپ پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، شکریہ جناب سپیکر! میں ڈاکٹر شفیق صاحب کے علم میں اضافہ کرتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ کاش انھوں نے annual development programme پڑھا ہوتا کہ فیصل آباد شیخوپورہ روڈ پی۔ ڈی۔ ڈبلیو میں منظور ہو چکی ہے۔ اس کے فنڈ مختص ہو چکے ہیں۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ یہ اس کو پڑھ لیں اور پھر اس پر کل بات کریں۔

جناب سپیکر ، بڑی مہربانی۔ بہت اچھی خبر ہے۔ جناب ملک محمد عباس کھوکھر صاحب۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، جی ضروری ہے؟

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، جی ضروری ہے۔ جناب والا! میرے ہم شہری ' میرے محترم دوست ' میرے فیصل آباد کے فاضل ممبر اور وزیر نے مجھے جس بات کی نشاندھی کی ہے میں اس پر شکر گزار ہوں اور ساتھ ہی میں یہ بھی عرض کروں گا کہ یہ کیسے وزیر ہیں کہ جن کے محکمہ پی اینڈ ڈی کا سارا بجٹ اس انداز میں بن رہا ہے کہ پروجیکٹس ابھی approve نہیں ہیں اور وہ on going بھی ہو گئے ہیں۔ ہمیں وہاں پڑھنے کی بھی دشواری آتی ہے۔ اس کا بھی یہ آئندہ جو بجٹ پیش کریں اس کے اندر کوئی سدباب ہونا چاہیے کہ on going بھی ہے' un approved بھی ہے اور اس کے آگے پیسے بھی رکھے گئے ہیں۔

جناب سپیکر ، اچھی بات ہے۔ آپ تشریف رکھیے۔ مؤشگافیوں کی بجائے اگر دوست احباب ایک خیال کریں کہ اپنی constituency ' اپنے علاقے پہ بات کریں۔ بین الاقوامی ' پھر اس کے بعد قومی ' پھر اس کے بعد صوبائی اور اس کے بعد آخر میں اپنی constituency کی باری لانے کی بجائے اگر الٹا شروع کر دیں تو شاید زیادہ بہتر طریقے سے وہ اپنی constituency کا حق ادا کریں گے۔ بہرحال آپ مرضی کے مالک ہیں اور ملک محمد عباس کھوکھر صاحب کو دعوت خطاب دی جاتی ہے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر ، جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا نہیں کروں گا جو روایتی شکریہ ادا کیا جاتا ہے کیونکہ آپ ہمارے حقوق کے کسٹوڈین ہیں اور آپ ہمارے حقوق کے

کسٹوڈین نہیں رہے بلکہ استحصال کرتے ہیں اور سپیکر صاحب! یہ حقیقت ہے کہ بجٹ پر جو تقریریں ہوتی ہیں یہ سال بعد ہوتی ہیں اور آپ ہمیں سارا سال یہی پیغام سناتے ہیں کہ جب بجٹ پر تقریر آئے گی تو آپ ان چیزوں کو پوائنٹ آؤٹ کرنا۔ ہم سارا سال سے ظلم، زیادتیاں سہہ رہے ہیں۔ ہمارے ہاں جو کچھ ہو رہا ہے وہ میرا خیال ہے کہ کہیں چنگیز خان کے دور میں بھی نہیں ہوا ہو گا۔ لیکن اب ہم پانچ دس منٹ میں کیا بجٹ پر بولیں گے؟ کیا اپنی تکلیف یا دکھ آپ کو بتائیں گے یا کس حالت میں ہم اپنے علاقے کے حالات آپ کے روبرو پیش کر سکیں گے؟

جناب سپیکر: آپ نے پہلے بھی یہ شکایت کی تھی اور آج بھی کر رہے ہیں۔ اگر آپ واقعی اتنے سنجیدہ ہوتے تو پانچ دن سے یہ بحث جاری ہے۔ یہاں پہلے دن، دوسرے دن کافی کافی وقت لوگوں کو ملتا رہا۔ آپ زیادہ وقت لے سکتے تھے۔ آپ نے پانچویں دن آخر میں جا کر اپنا نام دیا ہے۔ آپ پہلے دن بات کر لیتے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر: جناب سپیکر! میری یہ بھی گزارش سن لیں۔ میں نے جب کھوسہ صاحب کو اپنا نام دیا تھا تو انھوں نے آج کے دن کے لیے مجھے بتایا تھا کہ چار پانچ سپیکر ہیں اور اس دن آپ کو ٹائم زیادہ مل جائے گا۔ لہذا آپ اس دن میں اپنا نام دے دیں۔ میں نے تو اپنا نام شروع میں دیا تھا۔ لیکن اب یہ باتیں کرتے ہیں کہ پہلے دن میں دے دیتے۔

جناب سپیکر! بجٹ کے بارے میں تو میں یہی کہوں گا کہ پہلے بھی کافی اس پر بحث ہو گئی ہے اور اب گزارش یہ ہے کہ یہ بجٹ جو ہے یہ تو الفاظوں کا الٹ پلٹ ہے اور غلط figures کا ہیر پھیر ہے اور غلط figures میں انھوں نے سارا یہ چکر چلایا ہے۔ یہ بیوروکریسی کا تیار کردہ ہے جس کو تمام لوگوں نے تسلیم کیا ہے۔ اپوزیشن اور صاحب اقتدار والوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ یہ بیوروکریسی کا تیار کردہ بجٹ ہے۔ اس بجٹ میں جو کچھ کیا گیا ہے اور اس کو آگے کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بھی بیوروکریسی نے ہی کرنا ہے اور ہمارے لوگوں کی بجا خوشامد کے لیے جو کچھ ان سے کیا جا سکتا ہو گا وہ کریں گے۔ لہذا اس بجٹ کے figures پر ہمارے لیڈر آف دی اپوزیشن پہلے کافی روشنی ڈال چکے ہیں کہ یہ تمام غلط figures کا ایک بجٹ ہے۔ لہذا میں گزارش یہ کروں گا کہ اگر میں زیادہ محکموں کے بارے میں تفصیل میں گیا تو میری وہ ساری چیزیں رہ جائیں گی۔

تو میں گزارش یہ کرتا ہوں کہ محکمہ تعلیم میں 1994-95ء کے مالی سال میں 1670 کروڑ

روپے تھے جبکہ 96-1995ء کے لیے 2072 روپے کی رقم تجویز کی گئی ہے۔ یہ اضافہ 24% بنتا ہے۔ جب تک اس رقم کا استعمال نہ کیا جائے ' ہدف پورے نہ کیے جائیں تو اس کے بارے میں ' میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ ہمارا ضلع اوکاڑہ جو ہے جو اس بارے میں بدنام ہے کہ یہاں اربوں روپیہ لگا ہے۔ اسی محکمہ تعلیم کو ہی آپ لے لیں۔ یہ کس طرح لگائے گئے ہیں اور کس طرح وہاں لگے ہیں۔ مثلاً میں گزارش کرتا ہوں کہ وہاں ہمارے دو تین شہروں میں بچیوں کے کالج جو پہلے سے منظور تھے ' ان کے فنڈز بھی پہلے تھے۔ مثلاً میاں صاحب کی constituency میں بصیر پور ہے جہاں سے یہ پہلے منتخب ہوتے رہے ہیں اور سپیکر پنجاب اسمبلی بنتے رہے ہیں۔ وہاں بصیر پور میں بچیوں کے کالج کے لیے شہر سے ڈھائی میل باہر ایک اس زمیندار کی زمین لی گئی جو کہ ان کا پروردہ ہے۔ جن کے وہاں پہلے چھپر تھے۔ کچے کوٹھے تھے۔ ان کی زمین جو ہزاروں روپے ایکڑ میں بکتی تھی وہ لاکھوں میں لی گئی۔ 5 لاکھ روپے ایکڑ کی وہاں آج تک قیمت ہی نہیں ہے اور پھر ڈھائی میل شہر سے دور ہے۔ اس سے کہیں سستی زمین شہر کے قریب ملتی تھی لیکن وہ نہیں لی گئی ۔ اڑھائی میل دور زمین لے کر پانچ لاکھ فی ایکڑ کے حساب سے ان کو دیا گیا اور اس پانچ لاکھ میں سے کس نے کیا لیا یہ ایک لمبی داستان ہے میں اس پر کوئی گزارش نہیں کرنا چاہتا لیکن میں یہی کہتا ہوں کہ اسی طرح ہمارے تمام محکموں میں قمیں لگائی گئی ہیں۔ میں نے اپنے ضلع دیپالپور میں اور اپنے حلقہ نیابت میں کالج منظور کروایا اور اس وقت اس کے لیے فنڈز بھی مختص ہو چکے تھے اب وہ کالج شہر کے اندر چل رہا ہے اس کے لیے جگہ بھی ہے لیکن اس کے لیے بھی ان کے کسی اپنے ----

چودھری محمد منیر ازہر، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرے فاضل ممبر نے ابھی ابھی فرمایا ہے کہ وہ زمین شہر سے اڑھائی میل کے فاصلے پر پانچ لاکھ فی ایکڑ کے حساب سے لی گئی حالانکہ وہ اوکاڑہ شہر کے ساتھ یہ زمین لیتے تو کم میں مل جاتی۔ ان کو پانچ لاکھ روپے فی ایکڑ میں یہ زمین ان کو زیادہ مہنگی لگتی ہے۔ جناب والا! میں آپ کے توسط سے ان کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ اگر اوکاڑہ شہر کے قریب اراضی پانچ لاکھ سے کم میں ملتی ہے تو میں اپنی زمین بیچ کر اپنی گرہ سے وہ زمین لے کر ان اداروں کو دینے کے لیے تیار ہوں میرے بھائی مجھے وہ زمین دلوانے کے لیے تیار ہو جائیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، میں صحافی حضرات سے بھی گزارش کروں گا کہ یہ ذرا نوٹ کرلیں اور ان کے نمبر ٹانک دیں ۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ میرے ہمسایہ ہیں میں ان سے گزارش یہ کرنا چاہتا

ہوں کہ یہ پہلے سن لیں کہ میں نے بات کہاں کی' کی ہے۔ میں نے بصیر پور کی بات کی ہے۔

چودھری محمد منیر ازہر، جناب والا! اگر وہ میرا چیلنج قبول کرتے ہیں تو وہ یہ تسلیم کریں۔

جناب سپیکر، وہ بصیر پورے کی بات کرتے ہیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، میں بات اوکاڑہ کی نہیں کر رہا۔ میں تو بصیر پور کی بات کر رہا ہوں۔

چودھری محمد منیر ازہر، میں بصیر پور میں بھی لینے کو تیار ہوں۔ آئیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، آجائیے۔ میں آپ کو اتنے ریٹ پر زمین دلوا دوں گا۔

چودھری محمد منیر ازہر، چل۔ آج ہی شام۔

جناب سپیکر، چلیے۔ ٹھیک ہے۔ یہ سودے بازی باہر کیجیے ناں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب والا! میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ ایک کمیٹی بنائیں جس میں آپ بھی ہوں یہ بھی ہوں اور چلیں وہ کالج بھی دیکھیں اور اس کالج کی زمین سے آگے ایک بنگلہ بنا ہوا ہے اس کو بھی دیکھیں اور جو ان پیسوں سے وہاں کوٹھی بنی ہے اور جو وہاں پر ان ہی پیسوں سے باغ لگے ہیں ان کو بھی آپ دیکھیں۔ میں اپنے بھائی کو دعوت دیتا ہوں اور میں ان کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔

جناب سپیکر، آگے چلیے آپ۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب والا! میں گزارش کرتا ہوں کہ دیپالپور میں شہر کے اندر زمین ہے وہاں کالج چل رہا ہے وہ کالج بن سکتا ہے لیکن میاں صاحب کے کئی حواری جن کی شہر کے ساتھ ساتھ زمینیں ہیں وہ تیار ہیں کہ ہماری زمینیں خریدی جائیں جن کی زمین کی قیمت ایک لاکھ فی ایکڑ ہے ان کی زمین سات لاکھ یا آٹھ لاکھ میں خریدی جائے چنانچہ ایک مہربان کا نمبر نکلا تو دوسرا ناراض ہونے لگا تو میاں صاحب نے کہا کہ نہیں تمہیں میں بائی۔پاس دے دیتا ہوں میں تمہارے رقبے میں سے بائی۔پاس گزار دیتا ہوں جس کی ضرورت نہیں ہے اس سے تمہاری زمین کی قیمت بڑھ جائے گی یہ کالج کی زمین ان سے لے لیتا ہوں اس طرح جناب ہمارے ہاں بجٹ تقسیم کیے جا رہے ہیں۔

راجے صاحب میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ لاء اینڈ آرڈر پر جب بھی کبھی ہم بولتے ہیں کیا کسی نے کبھی کوئی نوٹس لیا ہے کتنی ہی سنگین واردات ہم پوائنٹ آؤٹ کریں کیا کبھی کسی

نے کوئی نوٹس لیا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جب یہ وائنڈ اپ کرنے لگتے ہیں تو یہ بڑے آرام سے کہتے ہیں کہ جی اب ہم پولیس کو فرشتہ بنا دیں گے ہم انصاف لوگوں کے دروازوں پر پہنچائیں گے مگر ہوتا اس کے الٹ۔ یہ اپنے جاہ و جلال کو قائم رکھنے کے لیے اور اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے اس پولیس کو نوکروں کی طرح استعمال کرتے ہیں ہمارے ضلع میں یہی کچھ ہو رہا ہے اور وہ لوگ جو کسی چیز کی نمائندگی نہیں کرتے وہ وہاں راج کر رہے ہیں وہاں کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں ان کمیٹیوں کے کون ممبر ہیں وہ لوگ ہیں جو کوئی بی۔ ڈی ممبر ہارا ہوا ہے کوئی میونسپل کمیٹی کا ہارا ہوا ہے کوئی کسی چیز کا ہارا ہوا ہے۔ رامے صاحب وہاں پر لاء اینڈ آرڈر نام کی کوئی چیز نہیں۔ وہ وہاں پر سارا دن کیا کرتے ہیں وہ سارا دن آرڈرز چلاتے ہیں۔ جناب والا! میں وثوق سے آپ کو کہتا ہوں کہ میرے حلقے کے تھانوں میں درج ہونے والے تمام مقدمات ظلم کی ایک داستان ہے یہ سب جھوٹے ہیں۔ لوگوں کو پکڑ کر حوالاتوں میں بند کر دیا جاتا ہے اور پھر حوالاتوں میں سے نکال کر ان پر ان کے حواریوں کے پاس بیٹھا کر تشدد کیا جاتا ہے اور جھوٹے مقدمے درج کیے جاتے ہیں۔ میرے ہاں وہاں قتل کا ایک مقدمہ درج ہوا رامے صاحب اس مقدمے میں پندرہ لاکھ رشوت لی جا چکی ہے اور وہ مقدمہ آج تک un-trace ہے۔ اسی طرح قتل کا مقدمہ جھوٹے آدمیوں پر دے کر ان سے ڈیڑھ لاکھ لیا ان پر اتنا تشدد کیا وہ وہ نوجوان آج اپنی زندگی سے عاجز ہے اور وہ کام بھی نہیں کر سکتا۔ اس طرح کے تشدد کے واقعات اگر میں آپ کو گنوانے لگوں تو رامے صاحب آپ حیران رہ جائیں گے۔ جناب والا! میں یہی عرض کروں گا کہ جب حکمران حق سچ کی بات سننا بند کر دیں اور وہ اپنے جاہ و جلال کو قائم رکھنے کے لیے تمام ذرائع استعمال کریں تو اس وقت رامے صاحب قانون قدرت ہے کہ یہ ظلم بڑھتا ہے جب یہ لوگ ظلم کی پروا نہ کریں تو ظلم بڑھتا ہے اور جب ظلم بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ان کا وہ دور آنے والا ہے ان ظالموں کا دور ختم ہونے والا ہے وہاں پر کیا کیا ہو رہا ہے یہ میں جانتا ہوں۔

جناب والا! میرے بھائی جناب غلام عباس صاحب نے ابھی کہا تھا کہ اتنے ارب روپیہ وہاں لگایا گیا جناب میں عرض کرتا ہوں کہ یہ روپیہ جو ہماری تحصیل میں لگایا گیا وہ کسی بھی نمائندے کی تجویز پر نہیں لگایا گیا کسی کو اعتماد میں نہیں لیا گیا وہ میاں صاحب نے اپنے گھر کے لیے اپنے حواریوں کو خوش کرنے کے لیے ان جگہوں پر لگایا ہے نمبر ایک تو میں یہ بتا دوں کہ وہ منصوبے ہیں ان پر بیس فیصد تو پہلے ہی کٹ لگ جاتا ہے۔ باقی جو اسی فیصد بچتا ہے اس میں سے پھر دوبارہ بیس

فیصدی کٹ لگ جاتا ہے تو جناب والا! چالیس فیصد تو میاں صاحب کے حواریوں کی جیبوں میں گیا نا۔ باقی جو ساٹھ فیصد رہ گیا یہ کہاں لگتا ہے رامے صاحب میں آپ سے گزارش کروں وقت کے بارے میں آپ تھوڑی سے مہربانی کریں۔ مجھے تھوڑا وقت دیں۔

جناب سپیکر: آپ بھی ذرا الزام لگانے میں مہربانی کریں۔

ملک غلام عباس خان کھوکھر، جناب والا! میں الزام نہیں لگاؤں گا۔ جناب سپیکر! میں تو یہ گزارش کرتا ہوں کہ جب میں ایک ظلم کی داستان سناؤں گا تو اس میں ظالم کا نام لازمی آئے گا اس لیے میں گزارش کرتا ہوں کہ آپ اپنا کلیجہ تھام کر میری بات سنیں۔ میں آپ کو ایسے ایسے واقعات بتاؤں گا کہ آپ دنگ رہ جائیں گے۔ میں گزارش کر رہا ہوں کہ یہ کچھ تو وہاں ہوتا ہے۔

جناب والا! مغلیہ خاندان کے بارے میں تو آپ جانتے ہیں کہ جناب جب شاہی قلعے میں سواری جایا کرتی تھی تو وہ وہاں کھڑے ہوتے تھے کہ با ادب با ملاحظہ جہاں پناہ تشریف لا رہے ہیں اور دو چار یہ کہتے تھے اور ہاتھی کی سواری گزر جاتی تھی۔ ہمارے بادشاہ موجودہ جب اپنے ضلعے میں جاتے ہیں وہاں سارا ضلع با ادب با ملاحظہ ہوشیار ہوتا ہے اور یہ ہفتے میں دو دن وہاں گزارتے ہیں اور جب یہ وہاں جاتے ہیں تو اس وقت تمام پولیس ان کی ڈیوٹی پر ہوتی ہے تمام سویلین ان کی ڈیوٹی پر ہوتے ہیں اور تمام محکمہ مال والے اور انتظامیہ والے ان کی ڈیوٹی پر ہوتے ہیں۔ جناب سپیکر! اگر وہاں قتل ہو جائے تو کوئی رپورٹ نہیں لکھتا ڈکیتی ہو جائے کوئی پرواہ نہیں کرتا۔

چودھری محمد منیر اظہر، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ملک عباس صاحب میرے بھائی ہیں یہ اتنے خوبصورت انسان ہیں اگر یہ ذاتیات پر بات نہ کریں تو ان کا حسن دوبالا ہو جائے۔ آپ انہیں تاکید فرمائیں کہ یہ ذاتیات سے ذرا ہٹ کر پنجاب کی بات کریں۔ مہربانی۔

جناب سپیکر، ملک صاحب۔ آپ بھی کوشش کیجیے ------

ملک محمد عباس خان کھوکھر، میں اپنے بھائی صاحب سے یہی گزارش کر سکتا ہوں کہ چند دن کے لیے میرے ساتھ حلقہ تبدیل کر لیں یا آپ کر لیں یا یہ کر لیں اور جو زیادتیاں ہم برداشت کر رہے ہیں یہ برداشت کر لیں اگر یہ سچے ہوئے تو میں مان جاؤں گا----

جناب سپیکر، آپ بھی کوشش کیجیے اور ذاتیات پر سے نکل آئیے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب والا! میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جب میاں صاحب وہاں جاتے

ہیں آپ ذرا غور سے سنیے۔ میاں منظور احمد وٹو صاحب ہمارے وزیر اعلیٰ ہیں ان کا ہیلی کوپٹر وہاں جاتا ہے پیڈ بنتا ہے وہاں رامے صاحب ایک دن میں آٹھ آٹھ جگہ ہیلی کوپٹر اترا ہے ایک میل پر اترا ہے پھر وہ وہاں سے ہی اڑ کر دوسرے میل پر اترا ہے۔ میں گزارش یہ کرتا ہوں کہ یہاں سے کاروں کا ایک بیڑہ جاتا ہے اور میاں صاحب کو ہیلی کوپٹر کے پیڈ سے لیتے ہیں وہ گاؤں میں لے جاتے ہیں پھر وہ واپس لاتے ہیں پھر وہ بیٹھا دیتے ہیں اور پھر وہ ہیلی کوپٹر ایک ایک دن میں کوئی آٹھ آٹھ جگہوں پر اترتا ہے آپ اس کا خرچہ دیکھ لیں کتنا ہے اس کے ایک دفعہ اترنے اور ایک دفعہ چڑھنے کا کتنا خرچہ ہے۔ جناب والا! یہ غریب عوام کے غریب نمائندے ہیں۔ میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ یہ پہلے ان کو بتائیں کہ پہلے یہ اپنے گریبان میں منہ ڈالیں۔ پہلے ان کو کنٹرول کریں۔ اس کے بعد جناب والا! میں آپ سے یہ گزارش کروں گا۔۔۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر، میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اب آپ اپنی تقریر کو وائنڈ اپ کریں۔

دیکھیے میں نے طے کیا تھا کہ میں ساڑھے نو بجے وزیر خزانہ صاحب کو سپیچ کے لیے بلاؤں گا اور ابھی میرے پاس تین چار اور نام ہیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، تو پھر میری ایک داستان سن لیں۔ آپ بھی سن لیں اور میرے صحافی بھائی بھی سن لیں۔ اس کے بعد میں باقی باتیں کروں گا لیکن میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ میری تحصیل میں ایک ایسا وقوعہ ہوا ہے جس کے بارے میں آپ سن کر دنگ رہ جائیں گے کہ میاں صاحب کے کچھ حواری عید سے پہلے شام کو بیٹھے شراب پی رہے تھے اور ان کے نوکر نے آ کر ان کو کہہ دیا کہ فلاں ہماری بستی کے پاس سے گزر رہا ہے اور اس کو پہلے ہم نے منع کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو جناب انھوں نے کچھ نہ سوچا اور فوری کہا کہ اس کو جرأت کیسے ہوئی۔ دس پندرہ نو کر اسی طرح شراب پیے ہوئے گئے۔ ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر اس کا گھر تھا۔ وہاں سے اس کی والدہ کو پکڑا۔ اس کو الف ننگا کیا۔ ڈیڑھ میل چلا کر لائے۔ رامے صاحب، میں کون کون سی داستانیں آپ کو بتاؤں۔ ہمیں نام نہیں دیتے۔ میں کل آپ کے خلاف یہاں بھوک ہڑتال کروں گا۔ کہ ہمارا نام اتنا تنگ کیوں کرتے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ اس کو الف ننگی ڈیڑھ میل چلا کر ڈیرے پر لایا گیا۔ اگر اس میں ذرا شک ہو تو جو سزا آپ تجویز کریں میں قبول کروں گا۔ اسے ڈیڑھ میل تک چلا کر لایا گیا۔ اس پر تشدد کیا گیا۔ وہ میری زبان زیب ہی نہیں دیتی۔ میں گزارش یہ کرنی چاہتا ہوں کہ دو دن کے بعد

بڑی مشکل سے پرچہ درج ہوا۔ لاء منسٹر تو نہیں بیٹھے لیکن میرے لاء گریجوایٹ بھائی ضرور بیٹھے ہوں گے۔ یہاں آفیسرز لابی میں قانون کو جاننے والے لوگ بیٹھے ہیں تو پرچہ 354-A اور 365 کے تحت درج ہوا۔ جناب والا! وہ ایس پی صاحب کے سامنے پیش ہوئے۔ ایس پی نے تفتیشی کو بلایا۔ تفتیشی نے کہا کہ معاملہ صحیح ہے۔

وزیر تعلیم: فاضل رکن بجٹ پر تقریر کر رہے ہیں یا کسی اور بات پر کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: لاء اینڈ آرڈر پر یہ تقریر کر رہے ہیں۔

وزیر تعلیم: اگر کوئی ایسا واقعہ اوکاڑہ میں ہوا تھا تو یہ اس کے بارے میں تحریک التوائے کار لاتے۔ جیسے یہ پوری سٹوری سنا رہے ہیں۔ اخبارات میں ہم اسے پڑھتے۔ یہ خود ساختہ باتیں اسمبلی میں کر کے ایوان کی خدمت نہیں کی جا رہی۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر: میں نے سچی بات کی تو فتیانہ صاحب کے ہوش اڑ جائیں گے۔ میں کسی کی ذات پر حملہ نہیں کر رہا۔ یہ وقوعہ ہوا ہے۔ آگے پولیس کا کردار دیکھیں۔ جس کے لیے آپ نے اتنے پیسے رکھے ہیں۔ میں گزارش کر رہا ہوں کہ پولیس کیا کر رہی ہے۔

سید ظفر علی شاہ، پوائنٹ آف آرڈر: فاضل رکن نے حقائق بتاتے ہوئے کہا جسے دوسری طرف کے بنچوں والے الزام بھی کہہ سکتے ہیں۔ الزام بھی اور علاقہ بھی ایسا ہے جس کا براہ راست تعلق قائد ایوان سے ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب سے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آیا یہ معاملہ درست ہے یا غلط ہے۔ کیا فاضل ممبر فلور پر ایک وزیر اعلیٰ کے بارے میں غلط بیانی کر رہے ہیں۔ کیا صوبے کا چیف ایگزیکٹو اس حد تک چلا گیا ہے کہ وہاں پر حالات اس طرح کے ہو گئے ہیں۔ ایک ہاؤس کمیٹی بنا دی جائے جو خاص طور پر اس مسئلے کے بارے میں آپ کو رپورٹ پیش کر دے۔

جناب سپیکر: اسی لیے فتیانہ صاحب نے کہا تھا کہ اگر یہ معاملہ اتنا سنگین تھا کہ اس سے پہلے کئی مواقع تھے۔ اس پر تحریک پیش کر سکتے تھے۔ کسی اور صورت سے پیش کر سکتے تھے تاکہ یہ معاملہ زیر بحث آ جاتا۔ آج یہ اتنا زیادہ اصرار کر رہے ہیں۔ اس پر بات کرنے کے کئی اور بہتر طریقے موجود تھے۔ پھر بھی میں نے انھیں موقع دیا ہے۔ وہ لاء اینڈ آرڈر پر بات کر رہے ہیں۔ پولیس کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ لیکن وہ ذاتیات سے گریز کریں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر! ڈیڑھ دو ہفتے سے تقریریں ہو رہی ہیں۔ ہوتی رہیں گی۔ ہم

بجٹ کا comma, fulstop تو تبدیل نہیں کر سکتے ۔ اور ہمیں اپنی مصلحتوں سے باہر آنا ہو گا ۔ اور منافقانہ رویہ چھوڑنا ہو گا ۔ اور غلام عباس صاحب نے جو تقریر کی ہے وہ فضول ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لیے شرمساری کا باعث ہے ۔ اگر ہم احتساب کا آغاز اپنی ذات سے نہیں کر سکتے ۔ یہاں احتساب کمیٹی بنایئے۔ کل انعام اللہ نیازی صاحب نے آپ پر الزام لگایا ' کیچڑ اچھلا ' آپ نے اپنے بیانات دیے ۔ آج وزیر اعلیٰ پر کیچڑ اچھالا جا رہا ہے ۔ اس کا واحد حل یہ ہے کہ یہاں پر ایک احتساب کمیٹی بنائی جائے تاکہ اس مسئلے کا ایک مستقل حل ہو ۔ کل کو کسی اور پر کیچڑ اچھلے گا ۔ آج سے اس کا آغاز کریں۔ تو میں یہ سمجھوں گا کہ ہم نے جو لاکھوں روپیہ بجٹ سیشن پر خرچ کیا ہے اس سے کچھ حاصل ہو گا۔ ورنہ کوئی فائدہ نہیں ۔

جناب سپیکر: اسمبلیوں کے بہت سے فائدے ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب والا! یہ خود فریبی ہے ' عوامی فریبی ہے ' خدا فریبی ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر: جناب والا! اس کے بعد وہ کیس رجسٹر ہوا۔ مدعی ایس پی کے پاس پیش ہوئے ۔ اب میری بات سنیں ۔ مجھے پتا ہے کہ آپ نے مجھے ٹائم نہیں دینا۔ میں نے بہت کچھ کہنا تھا ۔ پھر ہم یہ اقدام احتجاجاً کریں جب بھی ہم سے ہوا۔ میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ پھر اس کا پرچہ درج ہوا۔ پھر اس کے بیٹے اور والد اور ان کے عزیزوں کے خلاف چوری کا جھوٹا پرچہ دے دیا گیا۔ ایک آدمی تیار کیا گیا ۔ اگر یہ بات غلط ہو تو سزا میں لوں گا ۔ اس سے کہا گیا کہ تو یہ کہہ کہ میں نے فلاں فلاں آدمی کے ساتھ مل کر چوری کی تھی اور ٹی وی چوری کیا تھا جو یہ لے گئے ہیں اور دیتے نہیں ہیں۔ تین ہزار روپیہ اس کو دیا گیا۔ جب تیار کر کے تفتیشی کے پاس لے گئے ۔ اس نے پوچھا کہ سناؤ کیا معاملہ ہے۔ اس نے کہا کہ انھوں نے مجھے تین ہزار روپیہ دیا ہے اور مجھے تیار کیا ہے کہ یہ بیان دینا ہے۔

جناب سپیکر: اتنی تفصیلات میں نہ جایئے۔ آپ مہربانی سے جو آپ کی بنیادی باتیں ہیں وہ کریں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر: جناب والا! میں آپ سے پوچھتا ہوں ۔

جناب سپیکر: مجھے افسوس ہے کہ آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے ۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، ابھی تو میری تقریر کا وقت بھی ختم نہیں ہوا۔ صرف ایک منٹ دے دیں۔

حاجی محمد اسمٰعیل، جناب والا! میں ان سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، پہلے آپ اپنی سیٹ پر آیے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، میں اب آپ سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ اب میں کونسے وارث شاہ کو بلاؤں' میں کونسے دانشور کو بلاؤں' میں کس صحافی کے پاس جاؤں کہ وہ ہماری بات سنے۔ جناب سپیکر! اتنا سنگین وقوعہ ہے اور اس جیسے اور بھی کئی وقوعے ہیں۔ میں آپ کو کون کون سا بتاؤں۔ میں آپ کے پاس اپنی تحریک استحقاق لے کر آیا کہ میرے عزیز کو انھوں نے غلط پکڑا۔ میری تذلیل کرنے کے لیے پکڑا۔ اس کو آپ نے رول آؤٹ کر دیا۔ لوگوں نے میرا مذاق اڑایا۔ اس کے بعد جو ظلم ہوئے میں اس ایس پی کی طرف کبھی گیا تک نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس آئیں۔ میں یہی کہتا ہوں کہ کوئی دروازہ دکھائیں۔ وہاں کے نمائندے ہم ہیں۔ ایم پی اے میں ہوں' ایم این اے راؤ قیصر ہے۔ ایم این اے میاں یسٰین ہے' پیر سجاد حید رہے۔ نمائندے ہم ہیں۔

حاجی محمد اسمٰعیل، جناب والا! میں اس پوائنٹ پر کھڑا ہوا کہ میرے فاضل دوست نے پولیس کی جو ظالمانہ روداد سنائی ہے۔ میرے علم میں یہ بات آئی کہ ان کا تعلق پولیس سے رہا ہے۔ کہیں اللہ تعالیٰ کے کرنے کی وہ بات تو نہیں کہ وہ اپنے دور میں ظلم کرتے رہے اور آج یہ ان کی سزا بھگت رہے ہیں۔

جناب سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب والا! میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ اپنا کوئی عزیز لائیں' اپنا بھائی لائیں یا اپنا باپ لائیں کہ جس کے ساتھ میں نے کوئی ظلم یا زیادتی کی ہو۔ میں نے انصاف بیچا ہے تو پھر یہ بات کریں۔

جناب سپیکر، آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ میں چودھری محمد سرور صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔ چودھری محمد سرور تشریف نہیں رکھتے تھے جناب محمد مظفر علی خان۔

جناب محمد مظفر علی خان، شکریہ جناب سپیکر! آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں اس بجٹ پر بات کر سکوں۔ ایک ہفتہ ہونے کو آیا ہے۔ بجٹ پر تقاریر ہو رہی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ وزیر خزانہ

جس کو ہم نے یہ تقاریر سنانی ہیں وہ کہاں ہیں۔

جناب سپیکر: وہ اپنے چیمبر میں بیٹھے آپ کی تقریریں سن رہے ہیں۔

جناب محمد مظفر علی خان: چلیں آپ کہتے ہیں تو ہم مان لیتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ پنجاب کا بجٹ ہے یا بیورو کریسی نے اپنی خوشی کے لیے بنایا ہے۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ ہم نے تعلیم کے لیے پیسہ رکھا ہے۔ اس کے فروغ کے لیے ہم کام کریں گے۔ لیکن جناب سپیکر! میں اپنے حلقے کی بات کروں گا۔ ہمارے علاقے دیہی ہیں۔ یقین کریں کہ وہاں پر جو سکول بنے ہیں نہ وہاں پر ٹیچرز ہیں، نہ وہاں پر کوئی جاتا ہے، نہ وہاں پر کوئی توجہ دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: مظفر صاحب اگر آپ پریس کی مدد کے لیے اپنے علاقے کی ذرا وضاحت کر دیں کہ آپ کا کون سا علاقہ ہے۔

جناب محمد مظفر علی خان: جناب والا! میرا تعلق گڑھ مہاراجہ، پی پی۔ 69 ضلع جھنگ سے ہے۔ جناب سپیکر! ہم نے کئی بار وہاں ایجوکیشن کے ڈی۔ ای۔ اوز سے بات کی وہ کہتے ہیں کہ ان سکولز میں سٹاف موجود ہے جبکہ وہاں پر سٹاف حاضر نہیں ہے۔ ہم نے کہا کہ آپ آئیں، ان کو چیک کریں، دیکھیں لیکن کبھی کوئی نہیں گیا۔ اس کے علاوہ ہم نے اپنے پچھلے دور جب کہ ہم حکومتی بنچز پر بیٹھتے تھے میں نے وہاں پر سکولز بنوائے۔ احمد پور سیال میں، میں نے لڑکیوں کے لیے ہائی سیکنڈری سکول بنوایا جس کی عمارت مکمل ہو چکی ہے۔ بار بار کہنے کے باوجود وہاں پر کوئی سٹاف نہیں بھیجا گیا۔ اسی طرح ہم نے ہسپتالوں کے لیے کوشش کی۔ وہاں دیہی علاقے ہیں اور چھ چھ، سات سات میل تک کوئی ہسپتال نہیں ہے۔ لوگوں کو تکلیف ہے۔ گڑھ موڑ پر میں نے BHU بنوایا جو کہ دس لاکھ روپے کی لاگت سے بنا۔ میں نے وزیر صحت سے کئی دفعہ بات کی کہ جناب مہربانی کریں فقط اس بات کی سزا نہ دیں کہ یہ BHU ایک مسلم لیگ کے ایم پی اے نے بنوایا ہے۔ یہ عوام کا پیسہ ہے، قوم کا پیسہ ہے آپ مہربانی کریں اور وہاں پر سٹاف بھیجیں۔ 1992ء سے وہ ہسپتال مکمل ہے لیکن آج تک وہاں پر کوئی سٹاف نہیں بھیجا گیا اور وہ بلڈنگ تباہ ہو رہی ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ مہربانی کر کے حکومت کو یہ سفارش کریں کہ اس BHU میں سٹاف بھیجے۔ جناب والا! میرا تعلق ایک کسان گھرانے سے ہے اور اس ملک کی بیشتر آبادی کسانوں کی ہے۔ حکومت نے بڑے وعدے

کیے کہ ہم کسانوں کے لیے کام کریں گے لیکن ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کیا مشکلات ہیں ۔ جناب سپیکر ! میں ایک اہم بات آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں امید ہے کہ آپ اس میں میری مدد بھی فرمائیں گے ۔ ہیڈ تریموں جس کے ذریعے ہمارے علاقوں کی آبپاشی ہوتی ہے ۔ یہ 1940ء میں بنا تھا ۔ جو نہر رنگ پور کینال ہمیں فیڈ کرتی ہے علاقے کے حساب سے اس کا چالیس فی صد ہمیں پانی دیا گیا ۔ کیونکہ اس وقت آبادی کم تھی اور اس وقت یہ پانی کی مقدار درست تھی لیکن اب ماشاء اللہ وہ علاقے زرخیز ہیں اور وہ علاقے اب سو فی صد آباد ہیں لیکن پانی وہی 40 فی صد ہے جو کہ بہت کم اور ناکافی ہے ۔ میری آپ سے گزارش ہے ---- پہلے وزیر آبپاشی یہاں تشریف رکھتے تھے تو مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ وہ بھی بنیادی طور پر ایک کسان ہیں اور میری اس تکلیف پر وہ توجہ دیں گے لیکن اب وہ نہیں ہیں لہٰذا آپ کے ذریعے ہی میں نے یہ بات حکومت تک پہنچانی ہے کہ یہ ایک ہمارا بڑا اہم اور genuine مسئلہ ہے۔ جناب والا ! پیراج کو بنے ہوئے پچاس سال ہو چکے ہیں لیکن پانی وہی ہے جو آج سے پچاس سال پہلے تھا ۔ مہربانی کریں یہ ہمارا بڑا جائز مسئلہ ہے ۔ زرخیز علاقہ ہے اور پانی کی انتہائی قلت ہے ۔ جناب سپیکر ! کہا جاتا ہے کہ بڑی ترقی ہو رہی ہے ' یہ ہو رہا ہے ' وہ ہو رہا ہے لیکن 1992ء کے بعد سیلاب کی وجہ سے ہمارے علاقے کی جو سڑکیں تباہ ہوئی تھیں وہ ویسے کی ویسے ہی پڑی ہیں ۔ سیلاب سے پہلے گڑھ مہاراجہ اور جھنگ کا فاصلہ باآسانی پچاس منٹ یا ایک گھنٹے میں طے ہو جاتا تھا ۔ آپ مہربانی کریں میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ آئیں اور ہمارے وہ علاقے دیکھیں جہاں اب کم از کم اڑھائی تین گھنٹے لگتے ہیں اس پچاس میل کے سفر کرنے میں ۔ اور پھر ماشاء اللہ وہاں دونوں ایم این اے حضرات پیپلز پارٹی کے ہیں ۔ فیصل صالح حیات اور نذیر سلطان کا حلقہ ہے۔ چلیں ہمارے اوپر رحم مت کریں انھیں ایم این ایز کو وہ فنڈز دے دیں اور وہ یہ سڑکیں بنوائیں تاکہ لوگوں کی تکالیف حل ہو سکیں ۔ ہماری سکیمیں جو اس وقت ہم نے دی تھیں ' انھیں P&D نے بھی منظور کیا ہوا تھا اور ان پر کام شروع ہونے والا تھا لیکن اب وہ ختم کر دی گئی ہیں ۔ جناب والا ! یہ کوئی ہماری ذات کے لیے نہیں ہے ۔ ہم تو عوام کے لیے ہی کوشش کرتے ہیں ۔ کپوری تا کنڈل کھوکھراں کی سڑک کی ایک سکیم تھی جو موجودہ حکومت نے ختم کر دی ہے ۔ بے شک یہ اپنے طور پر تحقیق کر لیں اور اگر واقعی یہ سڑک اس علاقے کی ضرورت ہو تو مہربانی کر دیں اور ہماری یہ سکیم جاری کریں ۔ جناب سپیکر ! میرے علاقے میں پولیس کی انتقامی کارروائیاں اس انتہا کو پہنچ چکی ہیں کہ بیان نہیں کر سکتا ۔ وہاں پر ایم این اے کے حکم پر لوگوں کے خلاف بے گناہ پرچے ہو رہے ہیں ۔ چودھری مختیار وہاں کے ایڈووکیٹ ہیں ان کے خلاف کار

چوری کا پرچہ دیا گیا ہے ۔ اور ڈی ایس پی صاحب کہتے ہیں کہ تم ایم این اے کے پاس چلے جاؤ تو یہ پرچہ پھر ختم ہو گا ۔ جناب والا ! یہ کہاں کا انصاف ہے ؟ سابقہ چیئرمین ٹاؤن کمیٹی ان کا جائیداد کا جھگڑا ہے ۔ کمشنر فیصل آباد کی عدالت کا ان کے پاس stay ہے لیکن پولیس کہتی ہے کہ تم ہٹ جاؤ ہم stay وغیرہ کو نہیں مانتے ۔ ہمیں ایم این اے کا حکم ہے ۔ جناب سپیکر ! یہ اندھیر نگری ہے ۔ ٹھیک ہے کہ میرے الفاظ بہت بڑی بڑی تقریروں جیسے نہیں ہیں لیکن دل کی جو ایک آواز ہے ' جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ یہ باتیں میں آپ تک پہنچاؤں اور یہ میرا فرض بنتا تھا لہٰذا میں نے اپنی گزارشات آپ تک پہنچا دی ہیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، مہربانی۔ حاجی غلام صابر انصاری ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر، خاکوانی صاحب میں درخواست کروں گا کہ آپ رہنے دیجیے ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب میں ایک بڑے اہم نکتہ کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں ۔ جناب سپیکر! زراعت سے منسلک افراد کی تین قسمیں ہیں۔ نمبر 1 کاشت کار ' نمبر 2 زمیندار ' نمبر 3 جاگیر دار ۔ وزیر آبپاشی جناب مقصود لغاری صاحب جاگیر دار ہیں۔ میں اپنے بھائی جناب مظفر علی خان سیال صاحب سے کہوں گا ۔۔۔۔ انھوں نے انھیں کسان بنا دیا ہے وہ کسان نہیں ہیں بلکہ ریکارڈ کی درستگی فرمالیں وہ جاگیر دار ہیں۔

جناب سپیکر، اب بڑے بڑے زمیندار بھی ٹریکٹروں سے خود کاشت کرتے ہیں اس لیے کوئی ایک نئی category بن گئی ہے ۔ چلیے حاجی غلام صابر انصاری صاحب ۔

حاجی غلام صابر انصاری، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر ! مجھ سے پہلے بجٹ پر دونوں طرف سے بہت سی تقاریر ہوئیں اور میں نے سنیں ۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ موجودہ حکومت نے ہمارے مزدوروں کے لیے کچھ نہیں کیا جو کہ آج کل بے روزگار ہیں کیونکہ اوپر سے اتنے ٹیکس آ گئے ہیں کہ مہنگائی پچاس فی صد بڑھ گئی ہے اور ہمارے مزدور دن بدن بے روزگار ہو رہے ہیں ۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ آج سے دو سال پہلے فیکٹریاں چل رہی تھیں ' ملیں چل رہی تھیں آج تمام ملیں اس حکومت کی ناقص پالیسیوں کی وجہ سے بند ہو رہی ہیں اور جو تھوڑی بہت چل رہی تھی وہ بھی کراچی کے حالات کی وجہ سے بند ہو رہی ہیں۔ جناب والا! جو سرکاری ملازم ہوتے ہیں ان کو تو سرکار تنخواہیں دے دیتی

ہے لیکن جو میرے پیارے مزدور daily wages پر کام کرتے ہیں ان کو مالکان کہتے ہیں کہ کراچی کے حالات خراب ہیں ۔ ہمارا مال باہر نہیں جاتا ۔ جب ہمارا مال باہر جائے گا تو پھر ہم آپ کو پیسے دیں گے ۔ تو جناب یہ غریب کہاں جائیں ؟ جب ہمارے پیارے لیڈر میاں نواز شریف صاحب کہتے ہیں کہ کراچی کے حالات صحیح کیے جائیں تو ادھر سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ دہشت گرد ہیں ۔ اگر وہ دہشت گرد ہیں تو باقی تمام ملک کا کیا گناہ ہے؟ کراچی ایک ایسا شہر ہے جہاں باہر سے چیزیں آئیں گی اور ادھر سے جو چیزیں باہر جانی ہوں گی وہ کراچی کے راستے ہی جائیں گی۔ آج کل آپ گرد و نواح میں جا کر دیکھیں ، قصور ، فیصل آباد ، گوجرانوالہ ، ملتان میں daily wages والے مزدوروں کو تنخواہیں نہیں مل رہیں ۔ ان سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر کراچی کے حالات سدھریں گے ، ہمارا مال باہر جائے گا تب ہمیں بینک سے پیسے ملیں گے اور تب ہم آپ کو مزدوریاں دیں گے ۔ جناب والا ! تعلیم کو دیکھ لیں ، میرا تعلق قصور سے ہے ۔ جناب والا ! دیہات میں تو سرکاری سکول ہیں جہاں سستی تعلیم غریب لوگوں کو مہیا ہو جاتی ہے لیکن قصور شہر کے سکولز میونسپلٹی چلاتی ہے ۔ سکولوں میں فیسیں اتنی زیادہ ہیں کہ کوئی غریب آدمی اپنے بچوں کو نہیں پڑھا سکتا ۔ میری تجویز یہ ہے کہ شہر قصور جتنے میں پرائمری سکول ہیں انھیں پنجاب کا محکمہ تعلیم take over کر لے تاکہ جیسے دیہاتوں میں تعلیم دی جاتی ہے ویسے ہی شہر قصور کے سکولوں میں دی جائے ۔ جناب والا ! ہم نے اپنے دور میں قصور میں واٹر سپلائی سکیم دی ۔ دو سال سے ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں ہمارے قصور سے اس بات کی دشمنی لی جا رہی ہے کہ یہاں کے لوگوں نے ان کو ہرایا ہے ۔ اب یہاں پر ان ٹیوب ویلوں کے کنکشن نہیں دیے جا رہے حالانکہ کنکشنز پر کوئی زیادہ خرچ نہیں آتا بلکہ معمولی خرچ آتا ہے ۔ ان ٹیوب ویلوں کو بجلی نہیں مہیا کی جا رہی تاکہ ہمارے شہر کے لوگوں کو پینے کا پانی مہیا نہ ہو سکے ۔ رامے صاحب آپ جا کر ہمارے قصور کی حالت دیکھ لیں۔ کہ سڑکوں کا کیا حال ہے۔ میرے جو فنڈز آتے تھے وہ بھی اس دفعہ نہیں ملے۔ ورنہ ہم بھی کچھ نہ کچھ نالیاں اور سڑکیں بنا دیتے ۔ یہ ہمارے ساتھ انتقامی کارروائی کی جا رہی ہے۔ ہمارے قصور کے عوام پاکستانی ہیں ، پنجابی ہیں ، ان کا حق بنتا ہے کہ ان کے ہاں بھی ڈویلپمنٹ ہوں جب وہ اتنا بڑا ٹیکس دیتے ہیں پھر ان کو اس کا کیا صلہ ملتا ہے۔ اور رامے صاحب جیسے کہ آپ کی حکومت نے مالکانہ حقوق دیئے ہیں۔نواز شریف کی حکومت نے بھی کچی آبادیوں کو مالکانہ حقوق دیے تھے۔ اور آج دیہاتوں میں جو بھی علاقے ہیں آبادی دیہہ کو مالکانہ حقوق دیے گئے ہیں۔ میرے شہر میں بھی جو علاقے پہلے دیہہ

میں ہوتے تھے۔ آج وہ میونسپل کمیٹی میں ہیں۔ وہاں دخیل کاری کے ناتے لوگوں نے دو دو چار مرلے کے مکان بنا لیے۔ اب وہ جب بھی چھوٹی صنعتیں لگانے کے لیے قرضہ لینے کے لیے جاتے ہیں تو ان کو کہا جاتا ہے کہ آپ تو اس کے مالک ہی نہیں ہیں۔ آیا ان کو مالکانہ حقوق نہیں دیئے جا سکتے تھے؟ میری تجویز ہے کہ ان کو بھی مالکانہ حقوق دیے جائیں۔ ایسے اور بھی شہروں میں اور بھی بہت غریب لوگ ہوں گے جن کے پاس دخیل کاری کے تحت پانچ یا دس مرلے کا رقبہ ہے وہاں انہوں نے اپنے بال بچوں کے لیے مکان بنائے ہوئے ہیں۔ ان کو بھی مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔

MR SPEAKER: Please wind up.

حاجی غلام صابر انصاری: ابھی تو صرف پانچ منٹ ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی نہیں بس اب پانچ منٹ سے ہی گزارا کیجیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دس بجے رات تک وزیر خزانہ کو لازماً دعوت خطاب دے دینی چاہیے۔

حاجی غلام صابر انصاری: محکمہ تعلیم میں اتنے پرائیویٹ سکول کھلے ہیں کہ آپ کو بھی پتا ہے ہمارے تمام نمائندگان کو پتا ہے۔ وہاں ہمارے محکمہ تعلیم کو کنٹرول کرنا چاہئے۔ وہاں پر جو بھی استاد لگتے ہیں وہاں پر جو استانیاں لگتی ہیں ان کو حکومت کے حساب سے تنخواہیں نہیں دی جاتیں۔ ان کو دوچار سو روپیہ دے کر پورے پیسوں پر دستخط کروا لیے جاتے ہیں کہ یہ گورنمنٹ نے آپ کی تنخواہ مقرر کی ہے۔ ہماری حکومت کو یہ چیک کرنا چاہئے کہ ان کو تنخواہیں صحیح مل رہی ہیں یا نہیں۔ جو سکول اساتذہ کو صحیح تنخواہیں نہیں دے رہا ان کو بند کر دینا چاہئے۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی آپ کی بہت شکریہ۔ محمد افضل ساہی۔

حاجی غلام صابر انصاری: اب ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں آئیں۔ اس میں یہ ہے کہ وہاں پر کوئی دوائی نہیں ملتی، کسی مریض کو ڈیل نہیں کیا جاتا۔ وہاں پر صرف پیسے لے کر result ملتے ہیں۔ میں آپ کو ابھی کل کا ہی واقعہ بتاتا ہوں۔ ایک عورت پر تیزاب ڈال دیا گیا۔ وہ result لینے کے لیے گئے۔ تو بغیر پیسوں کے ان کو result نہیں ملا۔ اور ہمارے سردار محمد حسین کے حلقے میں دو آدمیوں کی آنکھیں نکال دی گئیں۔ وہ بھی کل ہسپتال میں پہنچے۔ ان کو result نہیں دیا گیا۔ وہ غریب آدمی تھا۔ آنکھیں نکالنے والے کا result نہیں دیا جاتا۔ ہماری حکومت یہ تک تو کر رہی ہے کوئی کنٹرول نہیں

ہے۔

جناب سپیکر: مہربانی۔ جناب محمد افضل ساہی۔

جناب محمد افضل ساہی: شکریہ جناب والا! آپ نے مجھے اس بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔ پچھلے دس دنوں سے اس بجٹ پر بحث ہو رہی ہے۔ ماشاء اللہ اپوزیشن کے ارکان نے بڑی محنت اور تیاری کے ساتھ بجٹ پر بحث میں حصہ لیا۔ انہوں نے کافی حد تک اس بجٹ میں جو نقائص تھے، جو خامیاں تھیں جو پیچیدگیاں تھیں ان کی نشاندہی کی ہے۔ میں بار بار ان ہی باتوں کو دہرانا نہیں چاہتا۔ میں جناب گزارشات ترقیاتی بجٹ 96-1995ء کے حوالے سے کرنا چاہوں گا۔ ترقیاتی سکیموں کے لیے ترقیاتی فنڈز جو رکھے گئے ہیں وہ 1016 کروڑ 29 لاکھ 80 ہزار ہیں۔ اور جو صوابدیدی فنڈ وزیر اعلیٰ کا ہے وہ 277 کروڑ روپے ہے۔ جناب والا! یہ جو تعمیر پنجاب پروگرام ہے اس کو میں نے بڑی تفصیل سے پڑھا ہے۔ مجھے نہ تو اس بجٹ کی کوئی سمت کا اندازہ ہوا ہے اور نہ ہی اس کے فلسفے کا علم ہوا ہے کہ یہ کن لائنوں پر بجٹ تیار کیا گیا ہے۔ جناب والا! جہاں تک میں تھوڑا بہت سمجھ سکا ہوں کہ اس بجٹ کی سمت ضلع اوکاڑہ کی تحصیل دیپالپور ہے۔ میں ضلع فیصل آباد کا رہائشی ہوں اور آپ کو بھی شاید ضلع فیصل آباد جانے کا کبھی اتفاق ہوا ہو۔ یقیناً ہوا ہوگا۔ کیونکہ آپ اس صوبے کے وزیر اعلیٰ رہے ہیں اور اس کے بعد آپ اپوزیشن میں بھی رہے ہیں۔ جناب والا! ضلع فیصل آباد جو پرانا شہر ہے اس کے آٹھ بازار ہیں۔ اور اس کے سنٹر میں ایک چیز جس کا نام گھنٹا گھر ہے۔ یقیناً وہ آپ نے بھی دیکھا ہوگا۔ یہ جو 96-1995ء کا ترقیاتی بجٹ ہے۔ ضلع اوکاڑہ کی تحصیل دیپالپور اس بجٹ کا گھنٹہ گھر بنی ہوئی ہے۔ کسی بھی مد کو دیکھ لیں، کسی بھی محکمے کو دیکھ لیں جدھر بھی ورق پلٹیں آگے ضلع اوکاڑہ نظر آئے گا۔ اور اس کی تحصیل دیپالپور نمایاں نظر آئے گی۔ یہ جو 277 کروڑ روپے وزیراعلیٰ کی صوابدید پر ہیں۔ اس میں تو اپوزیشن کو ایک پائی کی امید نہیں ہے۔ نہ پچھلے بجٹ میں کوئی پائی ملی ہے نہ اس میں ملنے کی کوئی امید ہے۔ جناب والا! جس بجٹ میں کوئی امید تھی 1016 کروڑ 29 لاکھ 80 ہزار کا جو بجٹ ہے یہ تعمیر پنجاب پروگرام میں ایک ایک سکیم کے آگے اس رقم کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ حکومت کے علم میں تھا کہ اپوزیشن نے ان سکیموں کو بڑی اچھی طرح پڑھ کے پھر اس پر بحث کرنی ہے۔ جناب والا! اس بجٹ کا جو حشر نشر کیا گیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے میں آپ کے گوش گزار بھی کروں گا۔ لیکن جو صوابدیدی فنڈ ہے جس کا کسی کو پتا ہی نہیں کہ کدھر جائے گا۔ اس کا کیا ہونا

ہے اور کیا نہیں ہونا۔ اس میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اپوزیشن کو ایک پائی بھی ملے۔ جناب والا! میں یہ book پڑھ کے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ کیا ہی بہتر ہوتا کہ اگر اس book کا نام تعمیر پنجاب پروگرام کی بجائے تعمیر تحصیل دیپالپور رکھ دیا جاتا۔ جناب والا! اب میں نشاندہی کروں گا کہ یہ جو تعمیر پنجاب پروگرام ہے اس میں چند ایک محکموں کے بارے میں ذکر کروں گا۔

جناب سپیکر، آپ کے پاس دو منٹ ہیں۔

جناب محمد افضل ساہی، جناب والا! پہلی مد فارم ٹو مارکیٹ روڈ کی ہے۔ فارم ٹو مارکیٹ روڈ میں صفحہ 15 سے 25 تک ۔ جناب والا! سیریل نمبر ایک تا 83 تک 83 سڑکیں ہیں جو صرف ضلع اوکاڑہ کو دی گئی ہیں۔ ضلع اوکاڑہ بھی بلکہ برائے نام ہے یہ تحصیل دیپالپور کو دی گئی ہیں۔ پنجاب کے جتنے بھی اضلاع ہیں تقریباً 95% اضلاع جو ہیں ان کی آبادی ضلع اوکاڑہ سے زائد ہے۔ بلکہ کئی اضلاع ایسے ہیں کہ ان کی ایک ایک تحصیل کی آبادی بھی ضلع اوکاڑہ سے زائد ہے۔ لیکن اس بجٹ میں 531 کلو میٹر سڑک جو اس مد میں دی گئی ہے وہ اس تحصیل کو دی گئی ہے۔ اور دو سڑکوں کا انہوں نے لمبائی نہیں بتائی، اس پر جو تخمینہ لاگت ہے وہ 482.60 لاکھ روپے ہے ۔ اور آگے چل کر اسی book میں صفحہ 154 to 155 میں یہ سات سڑکیں ہیں۔ سات میں سے پانچ سڑکوں کی لمبائی 69 کلو میٹر ہے۔ اس میں دو کی لمبائی نہیں بتائی گئی ۔ اس پر جو تخمینہ لاگت بتایا گیا ہے وہ 690.16 لاکھ روپے ۔ گویا کل سڑک جو بنتی ہے وہ 600 کلو میٹر بنتی ہے۔ چار سڑکیں جن کی لمبائی نہیں بتائی ان کا تخمینہ لاگت 1172.78 لاکھ روپے۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ جو دوست دس دن سے یہ کہہ رہے ہیں کہ بجٹ بڑا متوازی ہے۔ بجٹ بڑا اچھا ہے یہ ہے وہ ہے وغیرہ ۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ متوازی بجٹ ہے تو اس میں جو تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ کو سڑک دی گئی ہے ۔ ضلع اوکاڑہ سے اگر شروع کریں تو یہ پشاور تک پہنچتی ہے اور اگر خدانخواستہ تھوڑی سی غیر متوازی ہوجاتی تو یہ پشاور سے وایا دیپالپور ، کراچی اور گوادر تک پہنچ جاتی۔

جناب سپیکر، آپ کا بہت بہت شکریہ ۔

جناب محمد افضل ساہی، جناب والا! صرف ایک منٹ بس ۔

جناب سپیکر، نہیں نہیں بس ۔ بہت ہو گئی ۔ بڑی مہربانی ۔ آپ کا وقت ہو گیا۔ وقت بالکل نہیں ہے میں معافی چاہتا ہوں۔

جناب محمد افضل ساہی : شکریہ جناب۔

جناب سپیکر: جناب شیخ محمد انور سعید صاحب۔ آپ تو ہمیشہ مختصر بات ہی کرتے ہیں۔

شیخ محمد انور سعید: جی ہاں۔ میں مختصر ہی کروں گا کیونکہ ٹائم ہی ایسا دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی بسم اللہ۔

شیخ محمد انور سعید: جناب والا! آپ کا شکریہ۔ کہ آپ نے مجھے بھی آخری لمحات میں موقع فراہم کردیا۔ یہ آخری لمحات پتا نہیں حکومت کے بھی ہوں۔ جناب سپیکر! بجٹ پر بہت سے فاضل اراکین نے اظہار خیال کیا۔ حزب اقتدار کی طرف سے بھی تعریفی کلمات کہے گئے اور حزب اختلاف کی طرف سے ان خامیوں کی نشان دہی کی گئی جس سے یہ بجٹ عوام کی خواہشات اور امنگوں پر پورا نہیں اترتا۔ جناب سپیکر! یہ بجٹ بنتا ہے امیروں کے لیے' جاگیرداروں کے لیے' بڑے بڑے صنعت کاروں کے لیے' وڈیروں کے لیے' وزیروں کے لیے' مشیروں کے لیے اور بیورو کریٹس کے لیے۔ جناب سپیکر! غریب عوام کے لیے' مزدوروں اور کسانوں کے لیے تو بجٹ بنتا ہی نہیں' بلکہ بجٹ ان پر گرتا ہے جو ان کی مشکلات میں اور اضافہ کرتا ہے۔ اندھیروں میں مزید اضافہ کرتا ہے۔ بجٹ کا محیط تو بڑا ہو جاتا ہے لیکن غریب کی روٹی کا محیط کم ہو جاتا ہے' محدود ہو جاتا ہے' چھوٹا ہو جاتا ہے۔ ان کی دالوں میں پانی کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ بجٹ سے حکم رانوں کی آنکھوں میں تو بے پناہ چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن غریب کی آنکھوں کے گرد حلقے مزید گہرے ہو جاتے ہیں۔ آنکھوں کی روشنی مدھم پڑ جاتی ہے۔ یہ ہے آپ کا بجٹ غریب عوام کے لیے جو دو وقت کی روٹی عزت سے کما کر کھانا چاہتا ہے۔ جناب سپیکر! یہ کیسے کہتے ہیں کہ ٹیکسوں کا بوجھ غریب عوام پر نہیں پڑتا' یا نہیں پڑے گا؟ ٹیکس دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک direct ٹیکس اور ایک indirect ٹیکس۔ جناب سپیکر! اگر آپ اس بجٹ کی حقیقت کو دیکھیں تو اس میں پچھتر فی صد ٹیکس indirect ہے۔ اور indirect ٹیکس وہ ہوتا ہے جو غریبوں پر لگا کرتا ہے۔ اور direct ٹیکس وہ ہوتا ہے جو امیروں پر لگا کرتا ہے۔ تو یہ کس طرح کہتے ہیں کہ یہ ٹیکس غریبوں کے لیے ہے؟ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میں جو کہہ رہا ہوں کہ یہ بجٹ امیروں کے لیے ہے تو یہ درست ہے۔ جناب سپیکر! اس بجٹ سے براہ راست غریب عوام متاثر ہوتے ہیں۔ اور مہنگائی کا رجحان بڑھتا ہے جو غریبوں کے لیے حقیقتاً مشکلات پیدا کرتا ہے۔ جناب سپیکر! ایک طرف تو غریب کو دو وقت کی روٹی نہیں ملتی اور دوسری طرف حکم رانوں کی رہائشوں پر کروڑوں روپے کا بجٹ رکھا جاتا ہے۔ جناب

سپیکر! میں اگر تھوڑا سا اس طریقے سے کہوں کہ آپ کے بجٹ کا حجم جو بہتر سو کروڑ کے لگ بھگ ہے' ۹۶-۱۹۹۵ء کا اور اس میں پچھتر کروڑ روپے کے ٹیکس لگائے گئے ہیں جن سے براہ راست غریب عوام متاثر ہوتے ہیں۔ اور یہ پچھتر کروڑ ٹیکس لگانے کی وجہ نہ تو کوئی بتائی گئی ہے اور نہ ہی سمجھ میں آتی ہے۔ جب کہ دو سو پچاس کروڑ روپے کا فاضل بجٹ دکھایا گیا ہے۔

جناب سپیکر: وائنڈ اپ کیجیے۔

شیخ محمد انور سعید: جناب سپیکر! بس' کر رہا ہوں۔ اس میں تھوڑے سے نکرز میں آپ کو بتانا چاہوں گا کہ جنرل ایڈمنسٹریشن پر انھوں نے جو ۹۶-۱۹۹۵ء کی رقم رکھی ہے وہ دس سو پچاس کروڑ روپے ہے اور ۹۴-۱۹۹۳ء کی رقم پانچ سو آٹھ کروڑ روپے ہے۔ جس سے تقریباً یہ انچاس اور پچاس فی صد رقم اس سے زیادہ رکھی گئی ہے جب کہ صحت کا محکمہ لیں' تعلیم کا محکمہ لیں' اور دیگر محکمے لیں جو انتہائی ضروریات کے حامل ہیں اس میں کسی میں اتنے فی صد رقم کا اضافہ نہیں کیا گیا۔ جناب سپیکر! آپ امن و عامہ کو لیں' اس میں چھ سو تین کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ اور جو سوشل سروسز کی ہے' اس میں چھبیس سو پینتالیس کروڑ جو صرف تیس فی صد بنتا ہے اور امن عامہ کا صرف نو فی صد بنتا ہے۔ اور امن و عامہ کا حال آپ کے سامنے ہے۔

جناب سپیکر! دوسرے صوبوں کے ساتھ بہت سے دوستوں نے تھوڑا سا موازنہ کیا ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ میں آپ کو صرف نکرز سے بتانا چاہوں گا کہ پنجاب کے لیے جو بہتر سو سات کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے اور سندھ کے لیے پچاس سو بیس کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے جب کہ ترقیاتی بجٹ پنجاب کا دس سو سولہ اور سندھ کا چودہ سو انتالیس ہے۔ جناب سپیکر! یہ پنجاب کے ساڑھے سات کروڑ عوام کے لیے ایک سو گیارہ روپے فی کس کے حساب سے بنتا ہے۔ اگر آپ اس کا روزانہ لیں گے تو یہ پچیس فی کس بھی نہیں آتا۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ چودھری احمد یار گوندل صاحب۔

شیخ محمد انور سعید: میں ابھی تقریر کی طرف تو آیا ہی نہیں۔

جناب سپیکر: وہ آپ کی مرضی ہے۔ میں نے تو آپ کو بتا دیا تھا۔ میں معافی چاہتا ہوں۔

شیخ محمد انور سعید: ہم نے اپنے حق سے بہت کم لیا ہے۔ اگر اس کے اعداد و شمار پیش کیے جائیں تو گھنٹوں چاہییں اور آپ ایک منٹ دینے کے لیے تیار نہیں۔

جناب سپیکر: بہت وقت ہو گیا ہے۔ دیکھیے' آپ خود سوچیے۔

شیخ محمد انور سعید: جناب سپیکر! میں آخر میں یہ کہوں گا کہ جس طریقے سے اپوزیشن کی طرف سے نشان دہی کی گئی ہے۔ غلام عباس صاحب نے بڑے خوبصورت الفاظ میں کہی تھی۔ آخر میں ان سے میں ایک بات کہوں گا' جو جذبات انھوں نے ایوان میں پیش کیے ہیں' اگر اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو اس کا ایک طریق کار وضع کریں اور وہ ہے صرف فیملی پلاننگ۔ اس سے میری مراد وہ فیملی پلاننگ نہیں ہے ' accountability ہے۔ جب تک آپ accountability نہیں کریں گے' آپ بیورو کریسی کے خلاف شور مچاتے رہیں' حکم رانوں کے خلاف شور مچاتے رہیں۔ کچھ نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر: راناصاحب۔

رانا سہیل احمد خان: یہ کراچی والی فیملی پلاننگ کی تو کوئی بات نہیں کر رہے جو وہاں شروع کیا ہوا ہے۔ سر' اس بات سے ہم ڈر گئے ہیں۔ اس کو clear کیا جائے۔

جناب سپیکر: محترم محمد انور سعید صاحب! بہت بہت شکریہ۔ میں اجلاس کا وقت آدھے گھنٹے کے لیے بڑھاتا ہوں۔ اور اب جناب محترم وزیر خزانہ مخدوم الطاف احمد کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

وزیر خزانہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ()

جناب سپیکر! کافی وقت گزر چکا ہے۔ مجھے ممبر حضرات معزز ایوان کے اراکین کی discomfort کا بھی احساس ہے۔ تو میں واقعی چیدہ چیدہ important قسم کے اعتراضات بجٹ کے بارے میں کیے گئے ہیں' میں اپنی بات وہیں تک محدود رکھوں گا اور کوشش کروں گا کہ اس کو مختصر سے وقت میں مکمل کروں۔

جناب والا! سب سے پہلے تو میں یہ بات کروں گا جو یہاں بار بار کی گئی ہے اور ہمیشہ یہ کہا بھی جاتا ہے' پہلا موقع نہیں ہے کہ یہ بیورو کریسی کا بنایا ہوا بجٹ ہے۔ جناب والا! حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا کوئی ملک ہو' کیسا ہی نظام حکومت ہو چاہے پارلیمانی نظام حکومت ہو' چاہے صدارتی نظام حکومت ہو' چاہے امریکہ ہو' چاہے جمہوریہ کی ماں برطانیہ ہو' چاہے کوئی اور ترقی یافتہ ملک ہو۔ کتنا ہی جمہوری اور عوامی ملک کیوں نہ ہو' بجٹ کا بنیادی طور پر تانا بانا ہمیشہ بیورو کریسی ہی بنایا کرتی ہے۔ ہاں' البتہ یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ جہاں سیاسی حکومت ہوتی ہے تو وہ اپنی ترجیحات کے مطابق' اپنی ضروریات کے

مطابق' اپنے علاقے کے عوام کی ضروریات اور ان کی خواہشات کے مطابق اپنی ترجیحات کا تعین کرتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت کی سیاسی حکومت اس بجٹ کی نوک پلک اپنی ضروریات کے مطابق درست کرتی ہے۔ یہ صرف پنجاب ہی مجرم نہیں ہے پوری دنیا میں یہی رواج ہے کہ اس بجٹ کا اصل تانا بانا ہمیشہ بیورو کریسی ہی بنایا کرتی ہے ۔ جناب والا! اس بجٹ کے بارے میں جو یہاں پیش کیا گیا ۹۶-۱۹۹۵ء کا اس میں سب سے بڑا اور پہلا اعتراض جو میرے بھائیوں نے کیا کہ اسے ایک اعداد وشمار کا ہیر پھیر قرار دیا۔ اور یہ کہا گیا کہ یہ ایک خسارے کا بجٹ ہے ۔ اور فاضل بجٹ نہیں ہے ۔ تو میں اپنے بھائیوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ 'معزز ایوان کو بتانا چاہتا ہوں ۔ کہ اصل بجٹ ہمیشہ current بجٹ ہوتا ہے ۔ ADP اس بجٹ کا حصہ ہوتا ہے ۔ ترقیاتی بجٹ اس بجٹ کا ایک حصہ ہوتا ہے ۔ اگر آپ کا غیر ترقیاتی بجٹ فاضل نہیں ہوگا تو اس میں سے پیسے نکال کر ڈویلپمنٹ کی سائڈ پر نہیں ڈال سکیں گے ۔ میں اپنے بھائیوں کو 'اس معزز ایوان کو پچھلے سال کے بجٹ کی طرف لے جاتا ہوں ۔ کہ پچھلے بجٹ میں بھی ہم نے اڑھائی ارب روپے کا منافع دکھایا تھا۔ وہ بھی ہم نے اڑھائی ارب روپے کا فاضل بجٹ پیش کیا تھا ۔ جو ٹیکنیکی آج بھی وہ جاری ہے ۔ ۳۰ جون کو جاکر ختم ہوگا ۔ اور جہاں ہم نے وہ اڑھائی ارب روپے رکھے تھے وہ ہم نے اپنے غیرترقیاتی بجٹ میں سے نکال کر ترقیاتی بجٹ میں رکھے تھے ۔ اور ریکارڈ اس بات کا شاہد اورگواہ ہے کہ اڑھائی ارب '۲۵۰ کروڑ روپے کی بجائے ہم نے اس میں منجملہ ۲۷۱ کروڑ روپے ' یوں کہیے کہ ۲۱ کروڑ روپے جو زیادہ ہم نے reflect کیے تھے اڑھائی ارب روپے سےتو ۲۱ کروڑ روپے ہم نے زیادہ اس پرخرچ کیے ۔ ہمارے پاس پیسے تھے تو ہم نے خرچ کیے ۔ اگر نہ ہوتے تو ہم ڈویلپمنٹ پر وہ خرچ نہ کرسکتے ۔تو جناب والا! یہ اڑھائی ارب روپے پچھلے سال کے بجٹ میں فاضل تھے ۔ اس سال ہم اڑھائی ارب روپے کی بجائے ۴۹۴ کروڑ روپے اپنی جیب میں سے اپنے ڈویلپمنٹ پروگرام میں ڈال رہے ہیں ۔ جناب والا ! اگر اعداد وشمار کا ہیر پھیر ہے تو اس ۴۹۴ کو میں ۴۹۵ بھی کہہ سکتا تھا۔ اس ۴۹۴ کو میں ۵۲۰ بھی کہہ سکتا تھا۔ کوئی اور نگر بھی کہہ سکتا تھا ۔ میں نے یہی کہا ہے کہ ۴۹۴ کروڑ روپے ہم اپنی جیب میں سے نکال کر ہم اپنے غیر ترقیاتی بجٹ میں سے نکال کر اس کو ہم ترقیاتی بجٹ میں ڈالیں گے ۔ جیسے ہم نے پچھلے سال ثابت کیا ہے کہ اڑھائی ارب روپے کی بجائے ہم نے ۲۷۱ روپے اس میں ڈالے تھے ۔ تو میری بات کو تسلیم کر لینا چاہیے ۔ کہ میں جو بات کررہا ہوں وہ حقیقت پر مبنی ہے ۔ جناب والا ! دوسرا جو میرے معزز اراکین بھائیوں نے یہاں پر مسئلہ اٹھایا ' اعتراض کیا وہ یہ تھا کہ اگر یہ بجٹ فاضل ہے تو اس پر

ہم مزید ٹیکس کیوں لگا رہے ہیں؟ جناب والا! آئین پاکستان کی روح کے مطابق ہر پانچ سال کے بعد ایک مالیاتی ایوارڈ آتا ہے۔ جس میں چاروں صوبے اور وفاقی حکومت شرکت کرتی ہے۔ یہ ایک وفاقی ضرورت ہے۔ یہ ایک آئینی ضرورت ہے۔ آئین میں یہ درج ہے۔ ہر پانچ سال کے بعد یہ آتا ہے۔ اور اسے نیشنل فنانس کمشن کہا جاتا ہے۔ یہ صوبے اور وفاقی حکومت کے درمیان اقتصادی معاملات کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ آخری NFC ایوارڈ جو اس وقت بھی implement ہو رہا ہے وہ ۱۹۹۱ء میں آیا تھا۔ وہ ہماری حکومت نہیں تھی۔ وہ میرے بھائیوں کی حکومت تھی۔ اس ایوارڈ کے تحت ہر صوبہ پابند ہے۔ کہ ہر سال ہم نے اپنی آمدنی میں اضافہ کرنے کے لیے ۸ فیصد سے زیادہ کم از کم ۸ فیصد ٹیکس ضرور بڑھانے ہیں۔ جناب والا! میں آج اس ہاؤس کے فلور پر دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ ۱۹۹۱ء میں اس وقت کی حکومت نے NFC کا ایوارڈ negotiate کیا تھا۔ انھوں نے پنجاب کے مفادات کے ساتھ غداری کی تھی۔ جس ایوارڈ کے تحت میرے ذاتی اندازے کے مطابق ہر سال پنجاب کو دوسروں کی قیمت پر پانچ ارب روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ نقصان ہر پانچ سال کے بعد آئے گا۔ اب یہ اگلے سال ۱۹۹۶ء میں آئے گا۔ تو اس وقت تک ہم کم از کم ۲۵ ارب روپے سے محروم ہو چکے ہوں گے۔ تو جناب والا! یہ NFC ایوارڈ کے تحت ہم پر ضروری ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم نے ۸ فیصد ٹیکس لگانے ہیں۔ یہ ایوارڈ میں نے negotiate نہیں کیا۔ دوسری بات ٹیکس لگانے کی یہ ہے کہ موجودہ حکومت نے، وفاقی حکومت نے ہر صوبے کے ساتھ یہ وعدہ کیا ہے کہ آپ اپنی جتنی آمدنی بڑھائیں گے اتنے پیسے ہم آپ کو matching grant کی صورت میں ادا کریں گے۔ ہم آپ کو امداد کے طور پر دیں گے۔ جناب! ٹیکس لگانے کی وجہ یہ ہے اور میں دعوے کے ساتھ یہ کہہ رہا ہوں کہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے وہ فاضل ہے۔ اس ٹیکس میں سے جو بھی پیسے ہوں گے وہ ڈویلپمنٹ سکیموں پر خرچ ہوں گے۔ ڈویلپمنٹ کی سائڈ پر خرچ ہو گا اور عوام کی بھلائی کے لیے خرچ ہو گا۔ اس کو ہم نے non-development budget میں ڈال کر ضائع تو نہیں کرنا۔ کیونکہ ہمارے پاس پیسے تو ویسے فاضل ہیں۔ ہم تو ۴۹۴ کروڑ روپے ادھر سے ادھر shift کر رہے ہیں۔ تو یہ ٹیکس اپنے non-development budget میں لے جانے کی کوئی تک نہیں بنتی۔ یہ عوام کے مفاد میں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس سارے بجٹ پر ہم نے ۵ فیصد کٹوتی بھی لگا دی ہے۔ اب اس ۵ فیصد کٹوتی سے جو بچت ہو گی یہ بھی ہم ڈویلپمنٹ بجٹ میں ٹرانسفر کریں گے تاکہ اس سے عوامی فلاح کے منصوبے مکمل کیے جائیں۔ جناب والا! یہاں میرے بھائیوں نے تیسرا جو اہم نکتہ اٹھایا، اعتراض کیا اس

بجٹ پر وہ یہ تھا کہ ہم نے اپنے اخراجات ۱۸ فیصد بڑھا دیے ہیں ۔ جناب والا! یہ اسی NFC ایوارڈ کے تحت ہم ۱۴ فیصد سے اوپر ٹیکس ، اپنا خرچہ نہیں بڑھا سکتے ۔ لیکن چند ناگزیر وجوہات کی بنیاد پر ہمیں ایسا کرنا پڑتا ہے ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے سال سرکاری ملازمین کی تنخواہ میں وفاقی حکومت نے ۳۵ فیصد کا اضافہ کیا تھا ۔ اسی اضافے کا اور اس فیصلہ کا ہر صوبہ پابند ہوتا ہے ۔ اس مرتبہ انھوں نے سات فیصد مزید اضافہ کیا ہے ۔ جناب والا! یہ ۳۵ فیصد جو اضافہ ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال پیش کرتا ہوں ۔ اگر ہر سرکاری ملازم کی تنخواہ میں ایک روپے کا اضافہ کر دیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ ایک روپے کے اضافے سرکاری ملازم کو کچھ فرق نہیں پڑے گا ۔ حکومت پنجاب کو ایک کروڑ روپے مہینہ اضافی خرچ پڑ جائے گا۔ لیکن جناب والا! اس کو اگر ہم ۳۵ فیصد پر calculate کریں تو یہ اخراجات ساڑھے پانچ ارب روپے تک پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ اس وقت پنجاب حکومت کے ملازمین کی تعداد قریباً ساڑھے آٹھ لاکھ ہے ۔ تو اس کو ۳۵ فیصد پر اگر ہم calculate کریں تو یہ ساڑھے پانچ ارب روپے کے اضافی اخراجات ہمیں کرنے پڑ گئے ۔ جس پر ہمیں کوئی اختیار نہیں تھا یہ وفاقی حکومت کا فیصلہ تھا ۔ اور financial rules and discipline کے تحت ہر صوبہ اس پر عمل درآمد کرنے کا پابند ہوتا ہے ۔ تو یہ چودہ کی بجائے اٹھارہ فیصد تک بڑھ جانے کی سب سے بڑی وجہ اور واحد وجہ ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی پنشن اور تنخواہوں میں ۳۵ فیصد پچھلے سال اور سات فیصد اس سال کا جو اضافہ ہے یہ اس کی وجہ سے increase ہوئی ہے ۔ میرے بھائی عمران سلہری صاحب نے اچھی تقریر کی تھی۔ انھوں نے اپنی تقریر کو صرف بجٹ تک محدود کیا تھا۔ میں نے ان کی اس کوشش کو اس وقت بھی سراہا تھا۔ آج بھی سراہتا ہوں۔ لیکن انھیں تھوڑی سی غلط فہمی ہو گئی۔ انھوں نے ہم پہ ایک الزام یہ لگایا کہ ہمیں وفاقی حکومت سے اپنا حصہ 64 ارب روپے ملنا تھا لیکن ہم 60 ارب روپے لے کر آ گئے ہیں۔

جناب والا ! وفاقی حکومت سے ہم دو طرح کے پیسے لیتے ہیں۔ ایک وہ ہے جو federal divisible pool سے ہمیں ملتے ہیں۔ ایک وہ ہے جو straight transfer کے تحت ہمیں ملتے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو straight transfer اور divisible pool کا جو break up ہے وہ میں ہاؤس کے سامنے پڑھ دیتا ہوں۔

جناب والا ! federal divisible pool جو ہوتا ہے اس میں export duty on cotton. income tax,sales tax,excise duty on tobacco,excise duty on sugar یہ پانچ ٹیکسز ہیں

جو federal divisible pool کے تحت چاروں صوبے وفاقی حکومت کے ساتھ مل کر share کرتے ہیں۔ دوسری طرف straight transfers ہیں اس میں excise duty on natural gas,royality on natural gas,development surcharge on natural gas,electricity profits,royality on crude oil ۔ تو میرے بھائی عمران سلہری صاحب نے ان دونوں کو ملا کے پڑھا ہے اور انھوں نے جو حصہ calculate کیا ہے وہ 112 ارب روپے پہ calculate کیا ہے۔ جو straight transfers کی رقم 10 ارب ہے اس میں سے ہمیں ایک ارب روپے سے کچھ زیادہ ملتا ہے۔ باقی جو پنجاب کی آبادی کا تناسب ہے 57.88 % اس کے تناسب سے اگر ہم calculate کریں گے تو 102 ارب روپے پہ ہمیں calculate کرنا پڑتا ہے۔ تو اس پہ ہمارا جو پنجاب کا اصل حصہ بنتا ہے وہ 54 ارب روپے بنتا ہے لیکن وفاقی حکومت نے اور خصوصی طور پر وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے مہربانی کرتے ہوئے 54 ارب روپے کی بجائے 60 ارب روپے دیے ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

یہ میرے بھائی نے calculation میں تھوڑی سی غلطی کی ہے۔ ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ جو ہمارے صوبائی محصولات ہیں ان میں کمی ہوئی ہے۔

جناب والا! ہم نے صوبائی آمدنی کا 11 ارب روپے کا target fix کیا تھا۔ اس میں سے ہم نے10 ارب روپے اکٹھے کیے۔ ایک ارب روپیہ ہم اکٹھا نہیں کر سکے۔ اگر اس کو ہماری performance کی بنیاد بنایا جائے تب بھی ہم نے اپنا 91% target achieve کیا ہے۔ جو این۔ ایف۔ سی ایوارڈ کے تحت target بنتا تھا وہ بھی ہم نے پورا کیا ہے۔ لیکن چونکہ جائیداد کے کاروبار میں مندا رہا ہے تو سٹیمپ ڈیوٹی سے جہاں ہمیں پیسے وصول ہوتے تھے اس میں کافی حد تک کمی رہی ہے۔ لوگوں نے مندے کی وجہ سے سٹیمپ پیپر ہی نہیں خریدا' زبردستی تو ہم نہیں بیچ سکتے تھے۔ ایک ارب روپے کا short fall ضرور آیا' میں وہ تسلیم کرتا ہوں۔ اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ economics کی basis ہے۔ عوام اپنا پیسہ سوچ سمجھ کر invest کرتے ہیں۔ اگر وہ ٹیکسز ہم اکٹھا نہیں کر سکے جس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بہرحال ہم نے این۔ ایف۔ سی کا جو target تھا وہ achieve کر لیا اور ہم اپنے 91% target پر پورا اترے ہیں۔

جناب والا! یہاں کافی سارے میرے معزز بھائیوں نے زرعی ٹیکس کے نفاذ کے حق میں بھی تقریریں کی ہیں اور اس کی مخالفت میں بھی تقریریں کی ہیں۔ پنجاب کابینہ نے اس مسئلے پر کافی

سارا غور و خوض کیا ہے اور وزیر مال کی سربراہی میں کابینہ کی ایک سب کمیٹی مقرر کر دی گئی ہے۔ وہ اس پر مزید غور و خوض کرنے کے بعد ایک حتمی رپورٹ پیش کر دے گی۔ میں اس معزز ایوان کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ جہاں تک زرعی ٹیکس کے نفاذ کا تعلق ہے حکومت پنجاب وہی کچھ کرے گی جو صوبے کے بہترین مفاد میں ہو گا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! یہاں لیڈر آف دی اپوزیشن نے ہم پر یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ ہم امانتوں کے امین نہیں۔ ہم لوگوں کی امانتوں کے محافظ نہیں اور انھوں نے جی۔ پی۔ فنڈ اور بنیولنٹ فنڈ کا حوالہ دیا تھا کہ ہم وہ کھا جاتے ہیں۔ ہر سرکاری ملازم کو اس بات کا علم ہے کہ ہر مہینے اس کی تنخواہ میں سے کچھ حصہ کاٹ کر جی۔ پی۔ فنڈ اور بنیولنٹ فنڈ میں شامل کیا جاتا ہے اور حکومت اس پر 20% منافع بھی ادا کرتی ہے۔ اس کا طریق کار یہ ہے کہ دوران ملازمت اگر کسی سرکاری ملازم کو پیسے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ کچھ پیسہ مانگ لیتا ہے یا جب ریٹائر ہوتا ہے تو اس وقت یہ سارے جی۔ پی۔ فنڈ بھی اور بنیولنٹ فنڈ بھی وہ کلیم کرتا ہے اور حکومت اس کو دے دیتی ہے۔ جس رفتار سے پیسہ جمع ہوتا ہے اس رفتار سے خرچ نہیں ہوتا۔ خرچ کچھ کم ہوتا ہے۔ یہ ریکارڈ کی بات ہے اور آج دعوے کے ساتھ یہاں کہہ رہا ہوں کہ ہم سے آنے والی جتنی پہلی حکومتیں تھیں وہ اس بات پہ امانتوں میں خیانت کرتی رہی ہیں۔ پہلی مرتبہ ہے کہ ہم نے اسے بجٹ میں reflect کیا ہے۔ سرکاری ملازم کے فنڈز کا ہم نے تحفظ کیا ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

ہم نے اس میں سے ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرنا۔ جو کچھ ہوتا رہا ہے ہم سے پہلے والی حکومتیں کرتی رہی ہیں۔ ہم نے نہ پہلے کیا ہے اور نہ اب کرنے کا کوئی ارادہ ہے۔ اسی لیے یہ جو ایک constitutional document ہے جسے آپ annual budgetory statement کہتے ہیں اس میں یہ بات reflect کی گئی ہے۔ آئین کے مطابق وہ document بنتا ہے۔ ہم نے اس کو آئینی طور پر پورا کیا ہے۔ ہم اس بات سے انحراف نہیں کر سکتے۔ ہم کوئی چور ڈاکو نہیں ہیں۔ چوری ڈاکہ پچھلے دور میں ہوتا ہو گا۔ اس دور میں ہم واقعی امانتوں کے محافظ بھی ہیں' امین بھی ہیں۔ انشاء اللہ امانت کا پورا پورا دفاع کریں گے۔

جناب والا! یہاں ہم پہ ایک طرح سے یہ بھی الزام لگایا گیا کہ وفاقی حکومت ہم سے دھوکہ

کرتی ہے اور وہیں پہ جہاں سے ہمیں پیسے ملتے ہیں وہیں پہ وہ ہمارا پیسہ کاٹ لیتے ہیں اور واپڈا کو دے دیا جاتا ہے۔ وہ واقعی کاٹتے ہیں۔ 31 کروڑ روپیہ at source ہر مہینے پنجاب کا کٹتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ صوبہ پنجاب میں چند محکموں کے علاوہ سب سے بڑے اگر نادہندگان ہیں جس کی سزا حکومت پنجاب کو دی جا رہی ہے تو وہ اس صوبے کے بلدیاتی ادارے ہیں جو پچھلے دور کی دھاندلیوں میں اتنے مصروف رہے ہیں۔ انھوں نے اتنا لوٹا ہے کہ اپنے بجلی کے بل ادا نہیں کیے اور اس کی قیمت ہم دے رہے ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

یہ ان کے پینڈنگ بل ہیں جن کی سزا حکومت پنجاب کو مل رہی ہے۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: بہت ضروری ہے؟

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جی بہت ضروری ہے۔ جناب سپیکر! اسی مسئلے کے متعلق میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے پوچھنا چاہوں گا کہ یہ 31 کروڑ روپے انھوں نے خود مانا ہے کہ کٹ رہا ہے۔ کیا وہ accounts reconciled ہیں یا unreconciled ہیں آیا صرف یہ واپڈا کے کہنے پر کاٹ لیے جاتے ہیں یا ویسے ہی کاٹ لیے جاتے ہیں؟

وزیر خزانہ: جناب والا! اگر یہ میری بات تھوڑے سے صبر کے ساتھ سن لیتے تو ان کو یہ تکلیف نہ ہوتی کیونکہ میں ایک سچی بات کر رہا ہوں انھیں شاید کوئی تکلیف ہوئی ہے اور یہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے ہیں۔

جناب والا! یہ ہمارے لیے ایک عذاب سا بنا ہوا ہے کہ گزشتہ 31 مئی کی تاریخ کو این۔ ای۔ سی کی میٹنگ جس کو پرائم منسٹر چیئر کرتا ہے وہاں پر ہم نے احتجاج کیا کہ یہ ہمارے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔ حکومت پنجاب کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے یہ بلدیاتی اداروں کی لوٹ مار ہے اس کی وجہ سے یہ ہمیں سزا دی جا رہی ہے کمال شفقت فرماتے ہوئے وزیر اعظم نے واپڈا کو حکم دیا ہے کہ صوبوں کے ساتھ بیٹھ کر ان کے ساتھ اپنے اکاؤنٹ reconcile کریں جن کی بات وہ کر رہے ہیں۔

نعرہ ہائے تحسین۔

واپڈا ہمارے ساتھ بیٹھ کر افہام و تفہیم کے ساتھ حسابات طے کرے کہ واقعی ہم نے کتنا دینا ہے تو

جناب والا! یہ بھی ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے احتجاج پر ہماری بات مانی گئی اور واپڈا کو مجبور کیا گیا ہے کہ وہ ہر صوبے کے ساتھ بیٹھ کر حساب کتاب چیک کریں گے اور reconcile کریں گے۔

سید تابش الوری، (پوائنٹ آف آرڈر) ۔ جناب سپیکر! وزیر موصوف غلط بیانی کر رہے ہیں۔ وفاقی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ واپڈا ایک خود مختار ادارہ ہے اس لیے اسے بجلی کے نرخ بڑھانے کا اختیار ہے اور وفاق نے وہ اختیار استعمال نہیں کیا۔جناب سپیکر! وہ ایک خود مختار ادارہ ہے تو پنجاب حکومت کی جو رقم ہے وہ at source کس طرح سے کاٹتا ہے ایک خود مختار ادارے کو اپنے process کے ذریعے یہ کاٹنا چاہیے۔ وفاق پنجاب کا یہ حق سلب کر رہا ہے یہی ہمارا الزام ہے اور یہ اس کی مہربانی قرار دے رہے ہیں جناب والا! یہ آئینی طور پر غلط ہے۔ ہمارا مطالبہ یہ ہونا چاہیے ہمارا بجلی کا جو 9 فیصد منافع ہے وہ وفاق ہمیں نہیں دے رہا اور at source ہمارے اربوں روپے وہ کاٹ رہا ہے ۔

جناب سپیکر، تشریف رکھیے ۔۔۔ جی وزیر خزانہ صاحب ۔

وزیر خزانہ ، جناب والا! یہاں ایک ادارہ ہے جس کو ہم بینک آف پنجاب کہتے ہیں یہ مخصوص مقاصد کے لیے بنایا گیا تھا اس کی کیا بات ہے۔ اس میں غریبوں کے پیسے بھی ہیں حکومت پنجاب کے assets بھی ہیں۔ حکومت پنجاب کے محکموں کے پیسے بھی وہاں ہیں۔ جسے ہم بینک کہتے رہے ہیں ہمارے آنے سے پہلے اس کی اصل پوزیشن آپ خود سمجھ سکتے ہیں کیونکہ آپ اس وقت ایک بہتر پوزیشن میں ہیں کیونکہ وہاں کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کے پینل میں آپ کا اسم گرامی بھی ہے اور آپ بھی وہاں کے ممبر ہیں آپ یہ ریکارڈ سے چیک کر سکتے ہیں کہ ہمارے آنے سے پہلے بینک آف پنجاب کی حیثیت ایک کوآپریٹیو کارپوریشن یا فنانس کارپوریشن سے زیادہ بڑھ کر نہیں تھی اگر خدا نخواستہ معمولی سا بھی کوئی نقصان ہو جاتا تو سارے کا سارا بینک زمین پر آ جاتا اور حکومت پنجاب اس پوزیشن میں نہیں تھی کہ وہ لوگوں کے پیسے ادا کر سکے۔ جناب والا! یہ اس حکومت پنجاب کی achievement ہے کہ ہم نے شور مچا کر اور احتجاج کر کے زبردستی اس کو سٹیٹ بینک آف پاکستان کی تحویل میں دلوایا ہے اور اسے شیڈول بینک کروایا ہے تاکہ اس میں مزید کسی قسم کی دھاندلی نہ ہو سکے اس میں مزید کوئی گڑبڑ نہ ہو سکے اور لوگوں کا اور حکومت پنجاب کا پیسہ محفوظ ہو سکے ۔

جناب والا! یہاں financial discipline پر کافی کچھ کہا گیا ہے تو آپ ذرا غور سے پچھلے دس بارہ سال کے ضمنی بجٹ اٹھا کر دیکھ لیں وہاں سے ہی آپ کو پتا چل جائے گا کہ ہم نے اس مرتبہ کتنا چھوٹا ضمنی بجٹ پیش کیا ہے ۔ یہ چھوٹا ضمنی بجٹ پیش کرنے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک جو ہمارے ساتھ وفاقی حکومت نے مہربانی کر دی ۔ دوسری اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے اخراجات کو مکمل کنٹرول میں رکھا ہے اگر ہم financial discipline impose نہ کرتے اس کا نفاذ نہ کرتے اس پر عمل نہ کرتے تو اتنا چھوٹا ضمنی بجٹ پیش نہ ہوتا یہ کئی ارب روپے پر محیط ہوتا آپ پچھلے دس بارہ سال کے بجٹ اٹھا کر دیکھ لیں سب سے چھوٹا ضمنی بجٹ وہ ہے جو موجودہ حکومت نے اس سال پیش کیا ہے ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! این ۔ ایف ۔ سی کے بارے میں' میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ایک ایسا اچھا چھوٹا سا سیاسی advantage حاصل کرنے کے لیے کیسے بے دریغ پنجاب کے مفادات کا سودا کیا گیا ۔ میں آپ کو اندازے کے مطابق پہلے بتا چکا ہوں کہ ہم کتنا نقصان اٹھا رہے ہیں جناب والا! نیا این۔ ایف ۔ سی award ۱۹۹۶ء میں آئے گا ۔ میں اس معزز ایوان کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس مرتبہ پنجاب کا مقدمہ انشاء اللہ بڑی تندہی اور بہادری سے لڑا جائے گا ایک ایک انچ کا دفاع کریں گے ایک ایک پیسے کا دفاع کریں گے پنجاب کا مالی مفاد کسی بھی صورت قربان نہیں کریں گے ۔

(نعرہ ہائے تحسین)۔

آخر میں' میں یہ عرض کروں گا کہ میرے کافی سارے بھائیوں نے .....

جناب انعام اللہ خان نیازی : (پوائنٹ آف آرڈر) ۔ جناب سپیکر! ہمارے محترم وزیر خزانہ صاحب بڑے دعوے سے اور بھرپور assurance سے بات کر رہے ہیں کہ ہم ایک ایک پیسے کا دفاع کریں گے حالانکہ سابقہ ریکارڈ یہ بتاتا ہے کہ وزیرخزانہ صاحب روکتے رہے اور جہاز آ گیا پیسے pay ہو گئے مگر یہ اس کی حفاظت نہ کر سکے جو انہوں نے فلور پر بیان دیا تھا کہ یہ جہاز نہیں خریدا جائے گا تو جناب والا آگے ہم کیا امید رکھیں گے؟ اور وزیر خزانہ آگے ہمارے تحفظ کی کیا ضمانت دیتے ہیں؟

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیے ۔ --- جی جناب وزیر خزانہ! میں اجلاس کا وقت دس منٹ اور بڑھاتا ہوں ۔

وزیر خزانہ : جناب والا! یہاں پر بہت سے بھائیوں نے اپنے اپنے علاقائی مسائل بھی بیان کئے تو فرداً فرداً ان کا ذکر کرنا یہاں ممکن نہ ہو گا۔ انہوں نے مختلف محکموں کے بارے میں اپنے مسائل کا ذکر کیا تھا تو میں اس معزز ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ جتنے بھی وزراء ہیں اور جتنے بھی محکمے ہیں ان سب سے مل کر انشاء اللہ ایک ایسا لائحہ عمل اختیار کیا جائے گا کہ ان کے علاقائی مسائل کا بھی حل تلاش کیا جائے۔ جناب والا.....

جناب سپیکر : جناب وزیر خزانہ! ایک بات میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اجلاس میں پانچ دن سے بحث ہو رہی ہے بہت سے اراکین کو یہ شکایت رہی ہے کہ شاید جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں انہیں صرف در و دیوار سن رہے ہیں اور حکومت شاید نہیں سن رہی۔ میں نے انہیں بارہا یقین دلایا ہے کہ آپ کم از کم ضرور سن رہے ہیں اور محکمے سے تعلق رکھنے والے افسران بالا میں سے بھی کوئی نہ کوئی ضرور یہاں بیٹھا رہا ہے۔ میں خاص طور پر آپ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس تاثر کو دور کرنے کے لیے جو بھی اجلاس کی کارروائی ہوئی ہے ازراہ کرم اس سب کو آپ بغور دیکھیں اور ہر رکن نے اپنے علاقے اور اپنے صوبے کے سلسلے میں جو بھی گزارشات کی ہیں ان کو محبت پیار توجہ اور سنجیدگی کے ساتھ دیکھتے ہوئے ان کا جو حل اور تدارک کیا جا سکتا ہے وہ ضرور کیجیے۔

وزیر خزانہ : مہربانی۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر! اگر پانچ دن تک میں یہ باتیں نہ سنتا تو اس بارے میں یہاں ان کا ذکر بھی نہ کرتا۔ میں نے تذکرہ اسی لیے کیا ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو یقین دلا سکوں کہ جو کچھ یہ اپنے علاقائی مسائل کے سلسلے میں محسوس کرتے ہیں اور جناب والا میں سنجیدگی سے یہ بات کر رہا ہوں کہ ہر محکمے کے ساتھ ہم ایک ایسا co-ordinated plan بنائیں گے کہ ان کے مسائل وہاں پر ہی حل ہو سکیں اور آئندہ یہ نئے مسئلے لے کر یہاں تشریف لائیں اور پرانے مسئلوں کا یہاں ذکر بھی نہ ہو میری ذاتی کوشش بھی یہی ہو گی۔ میں ایک ایک معزز رکن اسمبلی کا احترام کرتا ہوں اگر ان کو تکلیف پہنچتی ہے تو مجھے واقعی تکلیف پہنچتی ہے اور ان کو تکلیف اس وقت پہنچتی ہے جب ان کے علاقے کے عوام کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اس صوبے کے اصل مالک اور اس ملک کے اصل مالک عوام ہیں اور جب عوام کو تکلیف ہو گی تو جو ان کے صحیح ہمدرد اور صحیح نمائندے ہیں وہ ضرور تکلیف سے بلبلا اٹھیں گے۔ ان کی تکلیف کا واقعی مجھے احساس ہے۔ میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ ان کے مقامی مسائل ہم پوری

توجہ کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ جناب سپیکر! میں آپ کا اور معزز ایوان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری معروضات کو انتہائی صبر کے ساتھ سنا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، اب اجلاس کل صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی مورخہ ۲۵ جون ۱۹۹۵ء تک کے لیے ملتوی کر دی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکیسواں اجلاس

اتوار، 25۔ جون 1995ء

(یک شنبہ، 25۔ محرم الحرام 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس، اسمبلی چیمبر، لاہور میں صبح 9 بجے منعقد ہوا۔ جناب ڈپٹی سپیکر، میاں منظور احمد موہل کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

قُلْ سِيْرُوْا
فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾
وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾
وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ
عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٧٢﴾
وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا
يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا
يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ
كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٥﴾

سورہ النمل آیات 69 تا 75

تم فرماؤ زمین میں چل کر دیکھو کیسا ہوا انجام مجرموں کا اور تم ان پر غم نہ کھاؤ اور ان کے مکر سے دل تنگ نہ ہو۔ اور کہتے ہیں کب آئے گا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔ تم فرماؤ قریب ہے کہ تمہارے پیچھے آلگی ہو بعض وہ چیز جس کی تم جلدی مچا رہے ہو اور بے شک تیرا رب فضل والا ہے آدمیوں پر لیکن اکثر آدمی حق نہیں مانتے۔ اور بے شک تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں چھپی ہے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور جتنے غیب ہیں آسمانوں اور زمین کے سب ایک جتانے والی کتاب میں ہیں۔

وما علینا الا البلاغ٥

جناب ڈپٹی سپیکر، اب ہم تحریک استحقاق لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 3 جناب شاہد ریاض ستی کی ہے۔ یہ ہاؤس میں پیش ہو گئی تھی۔ اس پر شارٹ سٹیٹمنٹ دے دی گئی تھی۔ شاہد ریاض ستی صاحب تشریف رکھتے ہیں؟ لاء منسٹر صاحب! کیا تحریک استحقاق نمبر 3 کے بارے میں آپ کے نوٹس میں ہے؟ mover اس وقت تک نہیں آئے۔ اس پر کیا فیصلہ ہوا تھا' کیا یہ pending ہوئی تھی؟

وزیر قانون، جی۔ pending ہوئی تھی۔ اگر آج اس کے محرک آرہے ہیں تو انتظار کر لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سیکرٹری صاحب نے بتایا ہے کہ جب تک لوکل گورنمنٹ کا منسٹر نہ آئے اس وقت تک یہ pending رکھی جائے۔ لہٰذا یہ pending رکھی جاتی ہے۔ اگلی تحریک استحقاق جناب ایس اے حمید صاحب کی ہے۔ یہ بھی move ہو گئی تھی۔ اس پر شارٹ سٹیٹمنٹ بھی آ گئی تھی۔ محرک صاحب بھی تشریف نہیں رکھتے۔ تو تحریک استحقاق کے بارے میں ہم نے یہ طے کیا ہوا تھا کہ محرک کو لازمی ہونا چاہیے۔ یہ ایک ایسی عام بات نہیں ہے۔ یہ move ہو چکی تھی۔ یہ بھی pending تھی۔ اس وقت mover بھی تشریف نہیں رکھتے۔ اور نہ وزیر تعلیم صاحب ہیں۔ اس کو بھی ہم pending رکھتے ہیں۔ تو اب ہم درخواست ہائے رخصت اگر کوئی ہیں تو وہ لیتے ہیں۔

بریگیڈیر (ریٹائرڈ) ذوالفقار احمد ڈھلوں، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ذوالفقار احمد ڈھلوں صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

BRIG (RETD) ZULFIQAR AHMAD DHILLUN: Sir, this morning when I was coming to the Assembly I was waiting at the traffic signal at Charing Cross. I saw a flag car way-pass violating the signal and I was for a while shocked and I thought if the important people continue to violate the law of this country like this it would never be respected. I shocked to discover when I caught up it was the Speaker of the Assembly. Thank you Sir, I protest.

جناب ڈپٹی سپیکر، جی اب Leave Applications لی جاتی ہیں۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب ڈپٹی سپیکر، اب اراکین اسمبلی کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔ جی سیکرٹری اسمبلی۔

جناب محمد اکبر شاہ

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد اکبر شاہ، رکن صوبائی اسمبلی پنجاب کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ:

میں بوجہ بیماری 22 جون 1995ء کو اسمبلی کے اجلاس میں حاضر نہ ہوسکا رخصت منظور کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور کی گئی)

سردار محمد نواز خان

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست سردار محمد نواز خان رکن صوبائی اسمبلی پنجاب کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ:

میں 12 جون 1995ء کو ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہو گیا تھا آج کل میوہسپتال میں زیر علاج ہوں۔ لہذا بجٹ اجلاس میں شرکت کرنے سے قاصر ہوں۔ رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور کی گئی)

جناب شوکت داؤد

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب شوکت داؤد، رکن صوبائی اسمبلی پنجاب کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ:

میں والد صاحب کے علاج کے سلسلے میں برطانیہ جا رہا ہوں 24 جون 1995ء کے اسمبلی اجلاس میں حاضر نہ ہو سکوں گا۔ لہذا 24 تا اختتام اجلاس رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور کی گئی)

حاجی غلام حیدر خان کھچی

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست حاجی غلام حیدر خان کھچی، رکن صوبائی اسمبلی پنجاب کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ،

I was not feeling well and could not attend session of the Assembly on 14th, 15th, 18th and 19th June, 1995. Leave may be granted.

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ۔

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور کی گئی)

چودھری اختر رسول

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب اختر رسول رکن، صوبائی اسمبلی بذریعہ رانا محمد اقبال رکن، صوبائی اسمبلی پنجاب موصول ہوئی کہ۔

Mr. Akhtar Rasool, MPA has directed me to request that as he is out of the country and will not be able to attend the Assembly session from 14 June, 1995. Till his return leave may be granted.

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور کی گئی)

سردار امجد حمید خان دستی

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست سردار امجد حمید خان دستی رکن، صوبائی اسمبلی پنجاب کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ،

I could not attend the Punjab Assembly meetings held on 21st and 22nd June, 1995 due to the death of my aunt. Kindly excuse my

absence for these days

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور کی گئی)

جناب خالد اقبال رندھاوا

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب خالد اقبال رندھاوا رکن صوبائی اسمبلی پنجاب کی طرف سے موصول ہوئی ہے کہ،

I am proceeding abroad and will not be available for the current budget session from 25th June, 1995 onwards. Kindly grant me leave for the above mentioned duration.

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور کی گئی)

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون! اب آپ تحریک التوائے کار لینا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون، جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ اگر آپ تحریک التوائے کار لینا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ معزز ممبران اپوزیشن، تحریک التوائے کار لے لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اچھا ٹھیک ہے۔ تحریک التوائے کار لے لیتے ہیں۔ نمبر 1 تحریک التوائے کار جناب سید سجاد حیدر کرمانی اور جناب ملک محمد عباس کھوکھر کی طرف سے ہے۔ تو ملک محمد عباس کھوکھر تشریف رکھتے ہیں وہ اس کو پڑھیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 1 کی کاپی ان کو دے دیں۔

راجہ جاوید اخلاص، جناب سپیکر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی راجہ جاوید اخلاص۔

راجہ جاوید اخلاص، جناب سپیکر! میں نے کل ایک تحریک استحقاق سیکرٹریٹ میں جمع کروائی تھی۔ اس کے بارے میں پتا کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ سپیکر صاحب کے پاس زیر غور ہے۔ اُس کے بعد ہم لے لیں گے۔ جی ملک صاحب۔

رینالہ خورد میں واٹر پمپنگ سٹیشن کی بجلی کاٹنے سے انسانوں، مویشیوں اور فصلوں کی پانی سے محرومی

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میرے حلقہ انتخاب پی پی 157 رینالہ خورد میں آب پاشی کا نظام لوئر باری دوآب کنال پمپنگ سٹیشن کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ لوگوں اور مویشیوں کے لیے پانی پینے کا واحد ذریعہ بھی یہی پمپ ہے۔ کیونکہ زیر زمین پانی اتنا کڑوا اور کھارا ہے کہ نہ تو اسے کوئی جان دار پی سکتا ہے اور نہ ہی اس کے ذریعہ کھیتی باڑی ہوسکتی ہے۔ ابھی حال ہی میں ایس ڈی او واپڈا سب ڈویژن رینالہ خورد کی طرف سے ایکسیئن کینال ایل بی ڈی سی بلوکی ڈویژن اور ڈپٹی کمشنر اوکاڑہ کو ایک ٹیلی گرام کے ذریعے یہ حکم دیا گیا ہے کہ متذکرہ علاقے میں قائم پمپنگ اسٹیشن کا کنکشن 28-5-95 کے بعد بوجہ عدم ادائیگی بل کاٹ دیا جائے گا۔ اس تار کی ایک نقل مجھے بھی ارسال کی گئی ہے جس کا نمبر 2744-49 مورخہ 21-5-95 ہے جو مجھے مورخہ 2-6-95 کی شام کو موصول ہوئی ہے۔ اس پمپنگ سٹیشن سے قریباً پچاس ہزار ایکڑ رقبہ زیر کاشت ہوتا ہے اور ہزاروں افراد اپنے اور اپنے مویشیوں کے پینے کے لیے پانی بھی حاصل کرتے ہیں۔ اگر یہ کنکشن کاٹ دیا گیا تو فصل خریف تباہ و برباد ہو جائے گی اور جان داروں کے لیے یہ علاقہ کربلا بن کر رہ جائے گا۔ اس سے صوبے بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار محض کنکشن کاٹنے کے بارے میں جو نوٹس جاری کیا گیا اس کی بنیاد پر پیش کر دی گئی ہے اور مذکورہ نوٹس میں یہ تھا کہ بوجہ عدم ادائیگی بل پمپنگ سٹیشن کا جو کنکشن ہے وہ کاٹ دیا جائے گا۔

جناب سپیکر! ایک تو یہ recent occurrence کا معاملہ نہیں ہے اور دوسرا یہ صوبائی سطح کا بھی نہیں ہے کہ جس کے حوالے سے یہ سمجھا جائے کہ جیسے پورا صوبہ اس کنکشن کے کاٹے جانے کی وجہ سے متاثر ہو رہا ہے۔ اب محکمہ واپڈا جو ہے، جب بل متعلقہ ادا نہیں ہوتا تو اس نے اپنا نظام چلانے کے لیے کسی نہ کسی طریقے سے، اس بجلی کے ذریعے یا کنکشن کے ذریعے، پانی کے ذریعے جو لوگ مفادات اٹھا رہے ہوتے ہیں، جن کے ذمہ بل کی ادائیگی واجب ہوتی ہے ان سے انھوں نے بل وصول کرنا ہوتا ہے اور اس کے لیے یہ نوٹس جاری کرنے کا ایک سرکاری عمل ہے۔ البتہ متعلقہ علاقے کے عوام کی پریشانیوں کا محکمے نے احساس کیا اور واپڈا کے افسران سے محکمے نے مسلسل رابطہ رکھا اور یہ نوٹس جاری ہونے کے باوجود اس وقت تک محکمہ آبپاشی نے مذکورہ پمپنگ کنکشن کا جو کنکشن ہے وہ محکمہ واپڈا کو کاٹنے نہیں دیا اور ابھی تک مذکورہ سارے لفٹ پمپ بدستور چل رہے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے یہ جو تحریک التوائے کار ہے یہ قابل پذیرائی نہیں ہے اور رول 67 کے زمرے میں نہیں آتی۔

سید سجاد حیدر کرمانی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اگر تو وزیر قانون admissibility کے question پر چاہتے ہیں کہ اسے rule out کر دیا جائے تو I would request you to give me the floor اور اگر یہ چیلنج کرتے ہیں تو اس کا جواب میں دے سکتا ہوں۔ یہ میرے حلقہ کے متعلق ہے۔ یہ خود تیار ہو کر آئے نہیں ہیں۔ ان کے پاس کچھ اعداد و شمار ہیں جو بالکل بے بنیاد ہیں۔ admissibility کے question پر اگر آتے ہیں تو میں ان کو face کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اگر یہ چیلنج کرتے ہیں تو اس بناء پر میں تیار ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو یہ admissibility پر ہی انھوں نے بات کی ہے کہ یہ رول 67 کے زمرے میں نہیں آتی۔

سید سجاد حیدر کرمانی: جناب والا! اس کی ایک requirement ہے وہ یہ ہے کہ It should be a matter of recent occurrence یہ حال ہی میں اس اجلاس کے دوران ہی صورتحال پیش آئی ہے۔

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ گزشتہ تین دن سے وہاں پانی بند ہے۔ میں اس حلقہ انتخاب سے منتخب ہوا ہوں۔ ان کے facts درست نہیں ہیں۔ میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ اس کے متعلق ہاؤس کی ایک کمیٹی بنا دی جائے۔ دوسرا یہ واپڈا کا سہارا لے رہے ہیں۔ جیسے ہم انفرادی حیثیت سے صارفین ہیں اسی طرح محکمہ انہار نے بھی واپڈا سے کنکشن لیا ہوا ہے۔ ادائیگی محکمہ انہار کے ذمہ ہے، محکمہ انہار defaulter ہے۔ آپ ذرا تصور تو کر لیجیے، صورتحال یہ ہے کہ زیر زمین پانی کھارا ہے۔ جانوروں کو بھی وہاں سے سیراب کیا جاتا ہے۔ انسان بھی آب نوشی کے لیے نہر کا پانی استعمال کرتے ہیں۔ وہاں حقیقت یہ ہے کہ ایک کربلا برپا ہو گئی ہوئی ہے اور وزیر موصوف جن کا اس تحریک سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ حکومت کا تمام بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ وزیر آبپاشی موجود نہیں ہیں اگر وہ ہوتے تو ہم ان سے یہ پوچھتے کہ آپ یہ بتا دیجیے گا کہ یہ ذمہ داری آپ کے محکمہ انہار کی ہے یا وزیر قانون کی؟ وزیر قانون اس سلسلے میں بالکل نابلد ہیں۔ ان کو حقائق کا بھی علم نہیں ہے۔ میں انتہائی دکھ سے کہتا ہوں کہ جو کچھ ان کو دے دیا جاتا ہے یہ اسے پڑھ کر یہاں ہمارے اوپر پھینک دیتے ہیں۔ اس کی admissibility پر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ It is a matter of recent occurrence. It relate essentially to the provincial government. آپ خود ہی انصاف کر دیجیے گا۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! اگر کسی سرکاری محکمے نے بل ادا کرنا ہو اور بل ادا نہ ہوا ہو تو اس صورت میں محکمہ واپڈا پر کوئی ایسی پابندی نہیں ہے کہ وہ بجلی کا کنکشن نہیں کاٹیں گے۔ محکمہ آبپاشی نے جب بل نہیں دیا تو محکمہ واپڈا نے جو نوٹس جاری کیا ہے وہ نوٹس خلاف ضابطہ نہیں ہے، باضابطہ ہے۔ البتہ علاقے کے عوام کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے محکمہ آبپاشی نے بل ادا نہ ہونے کے باوجود مذکورہ پمپنگ سٹیشن کا ابھی تک کنکشن نہیں کاٹنے دیا اور وہ نہیں کاٹا گیا۔ جہاں تک اس کے recent occurrence کا تعلق ہے تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ recent occurrence کا اس لیے نہیں ہے کہ گزشتہ سیشن سے پہلے بھی اسی قسم کی تحریک التوائے کار جو ہے وہ اسمبلی سیکرٹریٹ میں جمع کروائی گئی تھی۔

جناب سپیکر! پھر کوئی ایسا ایشو جو رول 67 کے مطابق پورے صوبے کے عوام کو متاثر کرتا ہو اس کے حوالے سے تحریک التوائے کار قابل پذیرائی ہوا کرتی ہے۔ یہ ایک مخصوص علاقے کا معاملہ ہے جس کے حوالے سے ابھی کنکشن کاٹا نہیں گیا۔ یہ مفروضے پر مبنی

ہے۔ کنکشن کاٹا نہیں گیا اور جس صورتحال کے پیدا ہونے کا خدشہ ظاہر کیا گیا ہے وہ صورتحال وقوع پذیر نہیں ہوئی اور جب کوئی معاملہ وقوع پذیر نہیں ہوا تو اس صورت میں یہ تحریک التوائے کار قابل پذیرائی نہیں ہے۔

سید سجاد حیدر کرمانی، پوائنٹ آف آرڈر ۔ Sir, this is an expression of total ignorance.

جناب والا! صورتحال یہ ہے کہ اگر کنکشن نہ بھی کاٹا جائے تو فرسٹ پمپنگ سٹیشن جس کو ای پلاٹ کہا جاتا ہے وہاں پر پمپ کو operate ہی واپڈا کر رہا ہے ۔ اگر وہ disconnect بھی نہیں کرتے تو پمپ تو ان کے کنٹرول میں ہے اگر ان کے صاحبان اقتدار ان کو یہ کہہ دیتے کہ آپ نے ان پمپس کو operate نہیں کرنا تو محکمہ نہر اس کا کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ جناب والا! آپ اس بات کی تصدیق کر لیجیے میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ اس کے لیے ہاؤس کی ایک کمیٹی بنا دیں۔

جہاں تک یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ صوبے کا معاملہ نہیں ہے۔ اس بارے میں میں یہ عرض کرتا ہوں -----

جناب ڈپٹی سپیکر، کرمانی صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں بنتا ہے۔

SYED SAJJAD HAIDER KIRMANI: Sir, this is a mis-statement. Sir, it is total mis-statement

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ اس کے محرک بھی ہیں آپ اس پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں۔

سید سجاد حیدر کرمانی، جناب والا! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ facts نہیں ہیں ۔ میں تو آپ سے اس مسئلے پر اپنا پوائنٹ آف آرڈر raise کر رہا ہوں کہ It is a mis-statement of facts

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون اور محرک کی گفتگو سننے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ معاملہ recent occurrence کا اس لیے نہیں ہے کہ پچھلے سیشن میں بھی یہ مسئلہ جوں کا توں تھا اور دوسرے یہ روزمرہ کی ایڈمنسٹریشن کا مسئلہ ہے یہ رول 67 کے تابع آتا نہیں ہے اس لیے میں اس کو rule out کرتا ہوں۔

اگلی تحریک التوائے کار جناب ایس۔ اے حمید صاحب کی ہے ---- جی حمید صاحب۔

(فاضل رکن ایوان میں موجود نہ تھے)

اس کو میں dispose of تصور کروں گا کیونکہ محرک تشریف نہیں رکھتے --- اگلی تحریک التوائے کار

میاں فضل حق صاحب کی ہے۔ جی میاں صاحب۔

ایل ڈی اے کی جانب سے فیروز پور روڈ انڈر پاس کی تعمیر کے ٹھیکے کی غیر قانونی منتقلی

میاں فضل حق، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روز نامہ "فرنٹیئر پوسٹ لاہور" مورخہ 7-6-1995 کی اشاعت میں یہ خبر چھپی ہے کہ لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے اصول و ضوابط کو پس پشت ڈالتے ہوئے فیروز پور روڈ انڈر پاس کا ٹھیکہ میسرز فہیم حیدر (پرائیویٹ) لمیٹڈ کو دے دیا ہے جس سے خزانہ عامرہ کو 30 ملین روپے کا دانستہ نقصان پہنچا دیا گیا ہے دراصل یہ ٹھیکہ میسرز ایس۔ اے۔ بلڈرز کو دیا گیا تھا مگر ایل۔ ڈی۔ اے کے اہلکاروں کی ملی بھگت سے یہ ٹھیکہ فہیم حیدر لمیٹڈ کے نام منتقل کر دیا گیا ہے اور ایل۔ ڈی۔ اے نے متذکرہ فرم کو کام شروع کرنے کے لیے دو کروڑ روپے کی پہلی قسط بھی ادا کر دی ہے جبکہ قواعد کے مطابق پہلی ادائیگی کمپنی کے سازو سامان کی مالیت کے برابر ہوتی ہے۔ جبکہ اس کمپنی کا سازو سامان قریباً" 20 لاکھ روپے کا تھا اس کمپنی نے تمام ریٹ بازاری قیمت سے بھی بہت زیادہ دیے ہیں۔ اس خبر سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون، فاضل محرک بھی ایسے ہی سمجھ رہے تھے جیسے یہ ٹھیکہ میسرز ایس۔ اے۔ حمید کو دے دیا گیا ہے اور مجھے بھی لگتا ایسے ہی تھا کہ یہ ٹھیکہ میسرز ایس۔ اے۔ حمید کو دے دیا گیا ہے اور میں حیران تھا کہ فضل حق صاحب کو کیوں اعتراض ہے کہ اگر ایس۔ اے حمید صاحب کو ٹھیکہ ملا۔ اب مجھے صورتحال کا پتہ چلا کہ اصل میں ایس۔ اے بلڈرز کو یہ ٹھیکہ دیا گیا ہے جس کی بنا پر اس تحریک التوا کی وجہ پیدا ہوئی ہے۔ جناب سپیکر! ایک تو یہ تحریک التوائے کار جو ہے ------

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرے فاضل وزیر قانون صاحب اس بات کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ یہ معاملہ اتنا سنجیدہ ہے کہ پرائم منسٹر نے اس کی تحقیقات کے لیے ایف۔ آئی۔ اے سے رجوع کیا ہے کہ وہ اس کی تحقیقات کرے۔ اس فرم کو کام شروع ہونے سے پہلے

148 لاکھ روپے ادا کیے گئے ہیں اور 3 کروڑ اور 42 لاکھ روپیہ اسی فرم کو ------

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ یہی مسئلہ زیر بحث ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! اس میں مذاق اڑانے کی بات نہیں ہے قوم کے پیسے کھائے جا رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، فاضل محرک موجود ہیں۔ آپ تو باہر سے آئے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، میں ساری بات سن رہا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہی مسئلہ زیر بحث ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، اور میرے پاس اس کے متعلق محرک سے زیادہ تفصیلات ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی شکریہ ------ جی وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! مذکورہ تحریک التوائے کار لاہور شہر کے اندر ایک سڑک کے ایک مخصوص پارٹ کے اوپر انڈر پاس تعمیر کیے جانے کے بارے میں ہے اور یہ جس انڈر پاس کے ٹھیکے کو صحیح یا غلط طریقے سے دیے جانے کے بارے میں الزام لگایا گیا ہے اس کے بارے میں میری یہ گزارش ہے کہ مختلف projects کے جو ٹھیکے نیلامی کے ذریعے متعلقہ محکمے کرتے ہیں ان میں اگر کہیں کوئی غلطی پائی جائے اور اگر کسی فرم کو کوئی غلط قسم کی favour دی جائے یا پروسیجر کے مطابق مذکورہ محکمے کے اہلکار افسران فیصلہ کرنے میں کسی کو کوئی favour کرتے ہیں اور غلط طریقے سے ٹھیکہ accept کرتے ہیں اس کے بارے میں قانونی طریقہ کار موجود ہے جس کے مطابق جو لوگ suffer کریں یا اس معاملے میں جس کسی کو کوئی grievance ہو تو قانون اور ضابطے کے مطابقان کے لیے فورمز موجود ہیں اس لیے میں نہیں سمجھتا کہ ٹیکنیکلی یہ تحریک التوائے کار رول 67 کے زمرے میں آتی ہے۔ پھر یہ تحریک التوائے کار ایک اخبار "فرنٹیئر پوسٹ" کے حوالے سے ایک اخباری خبر پر منحصر ہے اور اس میں ٹھیکے کو دیے جانے یا کرنے کے معاملات کے بارے میں بھی کوئی تاریخ یا کوئی دوسرا سلسلہ موجود نہیں ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ recent occurrence کا معاملہ بھی نہیں ہے یہ ایک اخباری خبر پر منحصر ہے یہ رول 67 کے تحت قابل پذیرائی نہیں ہے۔

میاں فضل حق، جناب سپیکر! مجھے انتہائی افسوس ہے۔ وزیر قانون صاحب نے جو ایک فقرہ رٹا ہوا ہے

کہ ٹیکنیکلی یہ نہیں بنتی ہے اور خبر اخبار کی ہے۔ میں نے کل بجٹ تقریر میں بھی اسی بات پر emphasis کیا تھا کہ کیا یہی فرم ہے جس نے اوکاڑہ کے اندر ان کا کمپلیکس بنایا تھا۔ کیا یہ وہی فرم ہے جس نے ماڈل ٹاؤن کے اندر چیف منسٹر کی کوٹھی بنائی ہے جناب والا! ایک تو بات یہ ہے۔

جناب والا! دوسری بات یہ فورم کے بارے میں فرماتے ہیں۔ یہ کس فورم کی بات کر رہے ہیں یہ کون سے فورم کی بات کر رہے ہیں کہ ہم وہاں جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے بتایا جائے کہ میسرز ایس۔ اے بلڈرز کا جو ٹینڈر منظور کیا گیا تھا اسے کیوں کینسل کیا گیا۔ جناب والا! 4 کروڑ اور 30 لاکھ کا ٹینڈر ہوا۔ اس کے بعد second highest کو 7 کروڑ اور 70 لاکھ میں دیا گیا اور اس کے اندر سب سے important بات یہ ہے کہ انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اس کا ٹینڈر کیوں کینسل کیا گیا اور دوسری بات یہ کہ اس کا Call Deposit دس لاکھ روپے کا تھا وہ واپس کیا گیا اور ایس۔ اے بلڈرز نے ان کو in writing یہ commitment دی تھی۔ جناب والا! دیکھیں یہ پوائنٹ ہے کہ اس نے کہا تھا کہ میں یہ دونوں انڈر پاس مال روڈ والا اور یہ میں 7 کروڑ اور 70 لاکھ کے اندر بنا دوں گا کہاں یہ 7 کروڑ اور 70 لاکھ کے اندر صرف فیروزپور والا انڈر پاس بنوا رہے ہیں اور کہاں اس پارٹی نے کیا۔ جناب والا! جہاں تک رہا اخبار کی خبر کا تعلق ـــــ

جناب ڈپٹی سپیکر، میاں صاحب! میں بات کرتا ہوں۔ وزیر قانون صاحب نے چونکہ اپنی طرف سے legal aspects کے بارے میں statement دی ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ نہایت اہمیت کا ہے اور ہاؤسنگ منسٹر نہیں ہیں۔ میں ان کی آمد تک اس کو مؤخر کرتا ہوں۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر، جیسے آپ نے فرمایا ہے کہ وزیر ہاؤسنگ نہیں ہیں۔ میں نے اپنی گنہگار آنکھوں سے ان کو گیلری میں تین دفعہ دیکھا ہے۔ انھوں نے اتنی زحمت گوارا نہیں کی۔ آپ ان کے انتظار میں رہیں گے۔ اور یہ بجٹ اجلاس ختم ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انشاء اللہ تعالیٰ کل اس پر بات ہو گی۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 4 رانا سلطان عظمت حیات!

کھیوڑہ، جلال پور شریف روڈ پر غیر ضروری پولیس چوکیوں سے عوام کو پریشانی

رانا سلطان عظمت حیات، جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایکاہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی

جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ تحصیل پنڈ دادنخان کے علاقہ کھیوڑہ میں ڈنڈوت سیمنٹ فیکٹری، نیشنل سیمنٹ فیکٹری، غریب وال سیمنٹ فیکٹری اور چوا سیدن شاہ کے علاقہ سے کوئلہ، لائم سٹون، جپسم اور دیگر بے شمار معدنیات نکلتی ہیں اور ان معدنیت کو لے کر روزانہ پانچ سو کے قریب ٹرک کھیوڑہ جلالپور شریف روڈ پر روانہ ہوتے ہیں۔ رات کے وقت آٹھ بجے کے بعد ہر 20 میل کے بعد پولیس چوکیاں ہیں ہر چوکی پر جب تک 100 ٹرک اکٹھے نہ ہو جائیں انہیں آگے نہیں جانے دیا جاتا اس طرح 20 میل کا فاصلہ قریباً 12 گھنٹے میں طے ہوتا ہے ان چوکیوں کے قیام کا ظاہری طور پر کوئی مقصد نظر نہیں آتا۔ ان چوکیوں کی وجہ سے پرائیویٹ گاڑیوں کے لیے انتہائی دشواریاں پیدا ہو چکی ہیں بعض اوقات تو ان علاقوں میں امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے حکومت کے اس غلط اقدام کی وجہ سے عوام میں شدید ردعمل پایا جاتا ہے۔ اس سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، فاضل رکن اسمبلی نے اپنی تحریک التوائے کار میں یہ تسلیم کیا ہے کہ مذکورہ پولیس چوکیاں پرائیویٹ گاڑیوں کے مالکان کو اس سلسلے میں تنگ نہیں کرتیں اور نہ ہی انھیں پریشان کرتے ہیں اصل صورت حال یہ ہے کہ 1994ء کے اوائل میں تھانہ ڈھڈیار تحصیل پنڈ دادنخان سے لے کر براستہ تھانہ پنڈ دادنخان اور کھیوڑہ اور تھانہ جلال پور شریف سے رسول سے ایسی گاڑیاں، ٹرک جو قیمتی اشیاء لے کر جاتے ہیں اور مائنز جن کا ذکر فاضل محرک نے اپنی تحریک میں بھی کیا ہے کہ نیشنل سیمنٹ فیکٹری، غریب وال سیمنٹ فیکٹری اور اس کے علاوہ کوئلہ، لائم سٹون، جپسم اور دیگر بیشمار معدنیات لے کر ٹرک پنجاب کے دوسرے علاقوں کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ جناب سپیکر! پنڈ دادنخان سے لے کر کھیوڑہ اور رسول ہیڈورکس کے راستے میں 1994ء کے اوائل میں ان ٹرکوں کو لوٹنے کے کچھ ایسے واقعات ہوئے اور مسلسل اتنے زیادہ واقعات رونما ہونے شروع ہو گئے کہ جس کی وجہ سے ان ٹرکوں کو بحفاظت مصروف علاقوں تک پہنچانے کے لیے ضلع جہلم پولیس نے پولیس چوکیاں قائم کیں۔ اور ان چوکیوں کے قائم ہونے کے بعد وہاں پر آٹھ آٹھ دس دس کی شکل میں جب ٹرک اکٹھے ہو جاتے تھے تو انہیں convoy کی شکل میں رسول ہیڈ ورکس تک پہنچانے کا اہتمام کیا گیا۔ اور جب وہاں پر کبھی ایسی صورت حال اتفاق سے پیدا ہو گئی ہو ورنہ دس بارہ پندرہ ٹرک سے زیادہ ایک جگہ اکٹھے کر کے convoy بنانے کی جان بوجھ کر کوشش نہیں کی گئی اور یہ عمل جو پولیس

چوکیوں کے قیام کے ذریعے اور ان ٹرکوں کو convoy کی شکل میں چلانے کے ذریعے یہ صورت حال پیدا کی گئی یہ ڈاکوؤں سے یا امن عامہ کو خراب کرنے والے عناصر سے ان ٹرکوں کو بچانے کے لیے کی گئی۔ مفاد عامہ میں یہ کارروائی کی گئی اور اس کے بعد اس وقت تک صورت حال یہ ہے کہ پولیس کے اس اقدام کی وجہ سے اور چوکیاں قائم کرنے کی وجہ سے اور ان ٹرکوں کو بحفاظت آگے پہنچانے کی کوششوں کی وجہ سے اس ڈیڑھ سال کے عرصہ کے دوران اکا دکا کوئی واقعہ ہوا ہو گا ورنہ اتنے طویل فاصلے کے اندر اس قسم کی کوئی صورت حال موجود نہیں ہے۔ جو اوائل 1994ء میں تھی۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ چوکیاں قائم کرنا عوام کے مفاد میں تھا اور ان چوکیوں پر جو پولیس عملہ موجود ہے وہ پرائیویٹ گاڑیوں کو قطعی طور پر پریشان نہیں کرتا۔ جیسے فاضل رکن نے اپنی تحریک میں یہ تسلیم بھی کیا ہے۔ البتہ اگر کچھ لوگ پرائیویٹ گاڑیاں کبھی اس convoy کے ساتھ رات کے اندھیرے میں اپنے آپ کو بحفاظت لے جانے کے لیے شامل کرلیں تو اس سے پولیس والے ان کو نہیں روکتے بلکہ اس سلسلے میں پولیس کا ان کو بھی اسسٹ کرنا ذمہ داری ہے۔ اس لیے فاضل رکن اسمبلی کی خدمت میں بھی آپ کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جتنی کارروائی کی گئی ہے یہ مفاد عامہ میں کی گئی ہے۔ اور حفاظت فراہم کرنے کے نکتہ نگاہ سے کی گئی ہے۔ اگر گاڑیاں اکٹھے ہونے کی وجہ سے کسی وقت کسی مسافر گاڑی کو کوئی شکایت پیدا ہوتی ہے تو ہم انتظامیہ کو یہ ہدایت کریں گے کہ اس سلسلے میں مزید عملاً عوام کی سہولت کے لیے کوشش کریں کہ جس سے ایسی صورت حال پیدا نہ ہو کہ جس سے رکاوٹ ہو۔ اور فاضل رکن کی اس خواہش کا بھی خیال کیا جائے گا کہ ایسی صورت حال نہ پیدا ہونے دی جائے۔ اس سلسلہ میں انتظامیہ کو مزید ہدایات جاری کر دی جائیں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب عظمت حیات صاحب!

رانا سلطان عظمت حیات، جناب والا! میں جو بات کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ پانچ فیکٹریوں کے تقریباً پانچ سو ٹرک ان چوکیوں کی وجہ سے اپنے مقامات تک نہیں پہنچ سکتے۔ بارہ گھنٹے انھیں یہ چوکیاں کراس کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ بجائے ان چوکیوں کو قائم کرنے کے اگر وہاں کوئی مجرم اور ڈاکو ہیں تو پولیس بیس میل کے ایریا میں یا صرف اتنے ایریا میں کارروائی کر کے مجرمان کو پکڑے تاکہ ان ٹرکوں اور لوگوں کو پریشان کرے۔ جہاں تک وزیر صاحب کا کہنا ہے کہ کسی طریقہ سے پرائیویٹ گاڑیوں کو تنگ نہیں کرتے۔ میں گزارش کروں گا کہ میرا وہاں آنے جانے کا

روٹ وہی ہے ۔ چوکیوں پر متعین عملہ کا رویہ ممبر صوبائی اسمبلی کے ساتھ بھی ہتک آمیز ہے ۔ میرا ڈرائیور کہتا ہے کہ یہ ممبر صوبائی اسمبلی جا رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ لائن میں جائیں گے ۔ یہ کہتے ہیں کہ پرائیویٹ گاڑیوں کو تنگ نہیں کیا جاتا ۔ رات آٹھ نو بجے کے قریب جب میرا ڈرائیور اور میں ڈھڈیالہ موڑ جا رہے تھے۔ تو پولیس مین نے گاڑی کو روکا ۔ ڈرائیور نے کہا کہ ممبر صوبائی اسمبلی جا رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ اسمبلی کے ممبر ہوں یا کسی اور کے گاڑی ادھر جا کر کھڑی کریں۔ جناب والا ! ایک طریقہ تو یہ تھا کہ میرا ڈرائیور اور نوکر ان کے ساتھ جھڑپ لیتے لیکن یہ قانون کے خلاف بات تھی اور نہ ہی میں ایک سپاہی کے خلاف جانا چاہتا تھا ۔ اس لیے کہ ان کو تو سکھایا ہی یہی گیا ہے۔ لہٰذا میں اسمبلی میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ جناب پرائیویٹ لوگوں کا رات کو سفر کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی شریف آدمی نہیں جا سکتا۔ جناب والا ! یہ امن و امان کا مسئلہ ہے ' فیکٹریوں کے مال کا مسئلہ ہے۔ پانچ سو ٹرکوں والے ساری رات جاگ کر گزارتے ہیں۔ یہ اس سڑک کو clear کریں نہ کہ صرف چوکیاں قائم کرتے رہیں۔ پولیس گشت کرے اور اگر مجرم آتے ہیں تو اس علاقے کو مجرموں سے پاک کرنے کے لیے پولیس کوئی کارروائی کرے۔ میرا مطالبہ ہے کہ ان چوکیوں کو ختم کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، فاضل رکن ہمارے نہایت ہی محترم دوست ہیں اور انھوں نے کبھی اسمبلی میں کوئی ایسی غیر ضروری بات یا پوائنٹ آف آرڈر نہیں اٹھا ۔ میں ان کی اس statement کے بعد وزیر قانون کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ آپ متعلقہ ذمہ داران کو سختی سے ہدایت کریں ۔ خصوصاً جب کوئی معزز ایم پی اے دوست ادھر سے گزرے تو ان کے لیے وہاں trouble create نہ کی جائے ۔ اسی طرح اگر وہ واقعی لوٹ کھسوٹ کرتے ہیں ' لوگوں کو تکلیف دیتے ہیں ' وہاں پر بغیر کسی وجہ سے ٹریفک کو روکتے ہیں تو آپ اس کا نوٹس لیں ۔

اس observation کے بعد میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک التوائے کار کے زمرے میں نہیں آتی اس لیے میں اسے rule out کرتا ہوں اور یہ disposed of تصور ہو گی ۔

میاں عمران مسعود، جناب والا ! میری بھی ایک تحریک تھی -----

جناب ڈپٹی سپیکر، اب وقت ختم ہو گیا ہے۔ اس کو ہم کل لے لیں گے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، محمد اقبال خان خاکوانی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر ! آپ نے ابھی اپنی observation میں فرمایا کہ چونکہ راجہ سلطان عظمت حیات خان کبھی پوائنٹ آف آرڈر نہیں اٹھاتے ، کبھی کسی بحث میں حصہ نہیں لیتے لہٰذا وہ آپ کی نظر میں زیادہ محترم ہیں۔ جناب سپیکر ! آپ کی اس observation سے یہ بات سامنے آئی کہ جو رکن خاموشی کا مظاہرہ کرے یا کم بولے اس کی عزت اور تکریم زیادہ ہے۔ تو جناب والا! میں آپ کی خدمت میں بھی گزارش کروں گا کہ اس ہاؤس کے اندر آپ سے متعلقہ ایک مسئلہ اٹھایا گیا اور آپ نے اس کی سنگینی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پر پھر معذرت بھی کی ۔ آپ نے اس مسئلے پر معذرت بھی کی میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد وہ مسئلہ دفن ہو جانا چاہیے تھا لیکن کل پھر آپ نے پریس کانفرنس میں فرمایا کہ " میں نواز شریف کو لیڈر ہی نہیں سمجھتا' اسے سیاست کی الف ب نہیں آتی " جناب والا !۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تشریف رکھیں ۔ This is no point of order جو ہاؤس سے باہر کی observation یا بات ہوتی ہے اس پر ہاؤس کے اندر اس طرح سے پوائنٹ آف آرڈر نہیں کیا جا سکتا ۔ آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کا پہلا حصہ میں treat کرتا ہوں جو آپ نے راجہ سلطان عظمت حیات صاحب کے بارے میں کہا ہے۔ باہر جو بھی بات ہوا کرے گی کیا آپ اس کو ہاؤس میں لے آیا کریں گے؟ یہ ہاؤس بڑا محترم ہے۔ یہاں پر آپ نے پنجاب کے لیے کام کرنا ہے۔ اب میں پریس کانفرنس کے بارے میں یہاں وضاحت کرنا شروع کر دوں تو یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے ۔ آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کے پہلے حصے کے بارے میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے وہ اس sense میں بات کی ہے کہ عظمت حیات صاحب کی میں قدر اس لیے کرتا ہوں ------ باقی دوستوں کی بھی قدر کرتا ہوں لیکن راجہ صاحب غیر ضروری طور پر 'خواہ مخواہ proceedings میں کوئی interruption نہیں پیدا کرتے۔ آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے لیکن جو ایسا کرتے ہیں ہم ان کی بھی بات کرتے ہیں۔ میں نے راجہ صاحب کے لیے خاص طور پر بات کی ہے کہ انھوں نے کبھی ایسی ویسی بات نہیں کی ۔

جناب محمد بشارت راجہ، جناب والا ! آپ کی observation درست تھی اور یہ ہمارے بھائی راجہ عظمت حیات صاحب کے لیے ایک compliment تھا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ ۔ اب ہم اپنا ہاؤس کا بزنس لیتے ہیں ---

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی ارشد عمران سلہری صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! کل وزیر خزانہ صاحب نے بجٹ speech کو wind up کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ میں ان کا مشکور ہوں جس میں مجھے انھوں نے بجٹ speech پر appreciation دی۔ جناب والا! اپنی تقریر میں وزیر خزانہ صاحب نے ایک جگہ پر یہ فرمایا کہ یہاں پر میں نے divisible pool کا ذکر کیا تھا اس حوالے سے وزیر خزانہ نے یہ فرمایا کہ میں نے calculations غلط کی ہیں --------

جناب ڈپٹی سپیکر، ارشد عمران سلہری صاحب مسئلہ یہ ہے کہ آپ نے ایک تقریر کی انھوں نے wind up کیا۔ آپ کے بارے میں انھوں نے اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ اب اگر آپ یہ کہیں کہ انھوں نے یہ کہا ہے' وہ کہا ہے یہ ٹھیک نہیں ہے' وہ ٹھیک نہیں ہے۔ اب یہ پنڈورا بکس نہیں کھولا جا سکتا۔ اس طرح تو ہر فاضل رکن کہے گا کہ جناب انھوں نے یہ بات میری مرضی کے مطابق نہیں کی' اصل میں یہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ مہربانی کر کے آپ اپنا وہ تاثر جو بجٹ تقریر میں قائم ہوا ہے اسے برقرار رکھیں۔ اگر آپ کی بات سنی جائے تو پھر باقی تمام فاضل اراکین کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ بھی کہیں کہ جناب آپ نے یہ بات کیوں کی ہے' یہ ایسے نہیں تھی ایسے ہونی چاہیے۔ مہربانی کر کے آپ تشریف رکھیں۔

مطالبات زر بابت سال 96-1995ء پر بحث اور رائے شماری

جناب ڈپٹی سپیکر، اب ہم گوشوارہ میزانیہ بابت سال 96-1995ء کے مطالبات زر کو زیر غور لاتے ہیں۔ ان مطالبات زر کی کل تعداد 43 ہے۔ جن میں سے 15 مطالبات زر میں تخفیف کی تحریکیں موصول ہوئی ہیں۔ ان میں سے جن 8 مطالبات زر میں تخفیف کی تحاریک پر حزب اقتدار اور حزب اختلاف میں اتفاق ہوا ہے ان کی ترتیب حسب ذیل ہے:

(1) مطالبہ زر نمبر 10' نظم و نسق عامہ
(2) مطالبہ زر نمبر 13' پولیس
(3) مطالبہ زر نمبر 16' صحت
(4) مطالبہ زر نمبر 18' زراعت
(5) مطالبہ زر نمبر 15' تعلیم

(6) مطالبہ زر نمبر 12 ' جیل

(7) مطالبہ زر نمبر 9 ' آبپاشی

(8) مطالبہ زر نمبر 22 ' صنعت

لہٰذا ہم اب ان مطالبات زر کو پہلے نپٹائیں گے ۔ وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر 10 پیش کریں ۔

مطالبہ زر نمبر 10

وزیر خزانہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب سپیکر ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

ایک رقم جو 5 ارب 13 کروڑ 21 لاکھ 27 ہزار 3 سو 90 روپے سے متجاوز نہ ہو ' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1996ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ نظم و نسق عامہ برداشت کرنا پڑیں گے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ :-

ایک رقم جو 5 ارب 13 کروڑ 21 لاکھ 27 ہزار 3 سو 90 روپے سے متجاوز نہ ہو ' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1996ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخرجات کے طور پر بسلسلہ نظم و نسق عامہ برداشت کرنا پڑیں گے ۔

SYED TABISH ALWARI: I oppose

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر 10 میں تخفیف کی ایک تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے ہے :-

سید تابش الوری ' جناب بادشاہ میر خان آفریدی ' جناب عبداللہ شیخ ' ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ' میاں عمران مسعود ' جناب ارشد عمران سلہری ' جناب شاہد ریاض ستی ' چودھری عبدالحمید ' چودھری محمد اقبال ' جناب محمد منشاء اللہ بٹ ' جناب امتیاز احمد ' پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری ' سید محمد عارف حسین بخاری ' سردار حسن اختر موکل ' سید ظفر علی شاہ ' میاں عبدالستار ' جناب ایس اے حمید ' جناب عبدالرؤف مغل ' میاں معراج دین ' چودھری محمد ریاض ' رانا محمد اقبال خان ' راجہ جاوید اخلاص ' میاں محمد ثاقب خورشید ' جناب تاج محمد خان زادہ ' جناب محمد افضل ساہی ' جناب انعام اللہ خان نیازی ' ملک محمد عباس

کھو کھر اور شیخ محمد انور ۔ اب سید تابش الوری صاحب اپنی تخفیف کی تحریک پیش کریں ۔

سید تابش الوری : جناب سپیکر! میں تحریک تخفیف زر پیش کرتا ہوں کہ 5 ارب 13 کروڑ 21 لاکھ 27 ہزار 3 سو 90 روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 10 نظم و نسق عامہ کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ہاں تو ایک رکن کی طرف سے پیش کردہ تخفیف زر کی تحریک تمام محرکین کی طرف سے پیش کردہ متصور ہو گی جس پر سب کو تقریر کا حق حاصل ہو گا ۔ تو یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ 5 ارب 13 کروڑ 21 لاکھ 27 ہزار 3 سو 90 روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 10 نظم و نسق عامہ کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے ۔

Minister for law: I oppose it Sir.

جناب ڈپٹی سپیکر : اب میں اس تحریک کے تمام محرکین کو اس کے حق میں تقریر کرنے کی اجازت دیتا ہوں ۔حزب اختلاف کی طرف سے لسٹ آئی ہے کہ اس تحریک پر مندرجہ ذیل فاضل اراکین بحث میں حصہ لیں گے۔ میں ان سب کے نام بتا دینا چاہتا ہوں تا کہ وہ اپنی باری پر تیار رہیں۔ سید تابش الوری ' بادشاہ میر خان آفریدی ' عبید اللہ شیخ ' سید ظفر علی شاہ ' ارشد عمران سلہری یہ پانچ فاضل اراکین اس تحریک پر تقاریر کریں گے۔ تو پہلے سید تابش الوری۔

وزیر اوقاف: انہاں نوں دو دو منٹ دیو جی ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ اب ان کا مسئلہ ہے۔ اگر وقت کم لیں گے تو بحث میں زیادہ بات آ جائے گی ۔ جی تابش الوری صاحب ۔

سید تابش الوری : جناب سپیکر !

نت نئے واہم میں نئے خطرات اچھا ہو گا کہ اب برا ہو گا ۔
بے یقینی کی کوئی حد ہی نہیں ہر کوئی پوچھتا ہے کیا ہو گا

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

(آوازیں نئے سپیکر آئے ہیں شعر دوبارہ ہو جائے)

سید تابش الوری : ذرا انتقال اقتدار ہو لے تو پھر میں عرض کروں۔ جناب سپیکر!

نت نئے واہم میں نئے خطرات اچھا ہو گا کہ اب برا ہو گا
بے یقینی کی کوئی حد ہی نہیں ہر کوئی پوچھتا ہے کیا ہو گا

جناب سپیکر! نظم و نسق عامہ کے موضوع پر عام بحث میں حصہ لیتے ہوئے مجھے کراچی کی خوفناک اور الم ناک صورت حال کا ذکر کرنا ہے جس کے نتیجے میں اب خود صوبہ پنجاب اس کا نظم و نسق عامہ اور امن و امان کی صورت حال متاثر ہونے لگی ہے۔ کراچی میں اس وقت بغاوت کی سی کیفیت ہے۔ بد امنی کا آتش فشاں پھٹا ہوا ہے۔ راکٹ اور میزائل استعمال ہو رہے ہیں اور انسانی آبادی ہی نہیں ادارے انجمنیں تنظیمیں اور نوائے وقت اور نیشن جیسے صحافتی ادارے بھی حملوں کی زد میں آ گئے ہیں۔ کراچی میں اس وقت ہلاکتوں کی اوسط بوسنیا سے زیادہ ہے۔ پنجاب اس صورت حال پر خاموش تماشائی نہیں بن سکتا کیونکہ کراچی ملک کا دماغ ہے۔ کراچی ملک کا دروازہ ہے۔ کراچی حساس تجارتی اور اعصابی مرکز ہے اور جب مرکز متاثر ہوتا ہے تو پورا ملک متاثر اور مفلوج ہونے لگتا ہے۔ جناب والا! بڑھتی ہوئی بد امنی کے باعث نہ صرف کراچی کی صنعت و تجارت مفلوج اور محدود ہو گئی ہے بلکہ کراچی پورٹ ائرپورٹ اور نقل و حمل کا نظام درہم برہم ہوتا جا رہا ہے۔ نتیجے کے طور پر پنجاب میں متعدد اشیائے صرف کی کمی واقع ہو گئی ہے۔ گندم اور کھاد کی ٹرانسپورٹ میں رکاوٹیں محسوس کی جا رہی ہیں۔ درآمد و برآمد کے پنجاب کے اہداف بری طرح متاثر ہو رہے ہیں۔ روز مرہ کے استعمال کی چیزوں کی قیمتیں آسمانوں کو چھو رہی ہیں اور پورے پنجاب کے طول و عرض میں آٹے اور گھی کے لیے یوٹیلٹی سٹورز کے باہر انسانوں کی لمبی قطاریں ہماری رسوائی کا اشتہار بن گئی ہیں۔ جناب والا! وفاقی اور صوبائی بجٹ کے دو گنا عذاب کے نتیجے میں مہنگائی کا نیا طوفان غریبوں، محنت کشوں اور سفید پوشوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ ایک طرف پنجاب کے نظم و نسق عامہ اور امن عامہ کی صورت حال ہمارے لیے لمحہ فکریہ بنی ہوئی ہے۔ دوسری طرف ہمارے صوبائی وزیر قانون یہ بیان دے چکے ہیں کہ کراچی کے تخریب کار پنجاب کا رخ کر رہے ہیں اور حال ہی میں وفاقی وزیر داخلہ نے یہ انکشاف کر کے پنجاب کی عوام کو دہلا دیا ہے کہ اب پنجاب میں بھی دہشت گرد داخل ہو گئے ہیں۔ لیکن اس خوفناک صورت حال کے باوجود امن عامہ کی صورت حال کو بہتر بنانے کی بجائے صوبائی حکومت مجرموں اور تخریب کاروں کے تعاقب کی بجائے بدستور سیاسی مخالفین کے تعاقب میں لگی ہوئی ہے۔ چودھری شجاعت حسین، چودھری پرویز الٰہی، میاں عباس شریف، اور حمزہ شریف ضمانتوں پر ابھی رہا ہوئے اور ہمارے دوسرے اراکین اسمبلی کی بھی ایک بڑی تعداد ضمانتوں پر رہا کی گئی۔ شیخ رشید کو ایک جھوٹے مقدمے میں سات سال کی قید کی

سزا دے کر اذیت ناک لمحوں سے دوچار کیا گیا ہے اور چار میڈیکل بورڈز کی سفارشات کے باوجود انھیں ہسپتال میں داخل کرنے کی اجازت نہیں دی جا رہی ۔ اس طرح سے قومی اسمبلی کے اراکین حاجی محمد یونا اور طاہر رشید معذور ہونے کے خطرے سے دو چار ہیں لیکن ہماری حکومت ان کے علاج معالجے کے سلسلے میں اندھی اور بہری بنی ہوئی ہے اور یہ حکومت جو وائلڈ لائف کے لیے اقدامات کا اعلان کرتی ہے جو درندوں اور جنگلی جانوروں کی حفاظت کا اعلان کرتی ہے وہ انسانوں کے علاج کے لیے سہولتیں فراہم کرنے سے قاصر ہے ۔ جناب والا! یہ شرمناک صورت حال ہے جس کا اراکین اسمبلی کو جائزہ لینا ہو گا اور یہ دیکھنا ہو گا کہ پنجاب کو کس طرف لے جایا جا رہا ہے ۔ جناب سپیکر! انتقامی کارروائیوں سے ابھی شاید حکمرانوں کا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوا ۔ اسی لیے ہم سن رہے ہیں کہ اب میاں نواز شریف ' میاں شہباز شریف ' اور بیگم کلثوم نواز کی گرفتاری کے لیے نئے جال بنے جا رہے ہیں ' نئی سازشیں کی جا رہی ہیں لیکن ہم خبردار کرتے ہیں کہ اگر ایسا ہوا تو صیاد خود اپنے دام میں آ جائے گا' صبر کے بندھن ٹوٹ جائیں گے اور عوام کے غیض و غضب کا ایسا سیلاب امڈے گا جو حکمرانوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا۔ جناب سپیکر .....

جناب سپیکر : جناب سید تابش الوری صاحب اس کٹ موشن سے ان ساری باتوں کا کیا تعلق ہے ؟

سید تابش الوری ، جناب والا! جنرل ایڈمنسٹریشن کی over all حکمت عملی اور کارکردگی پر میں اظہار خیال کر رہا ہوں اور یہ جنرل ایڈمنسٹریشن ہی کا ایک حصہ ہے کہ پنجاب میں اس وقت لاقانونیت کا راج ہے اور سیاسی انتقام کی بھٹی بھڑکا دی گئی ہے۔ یہی جنرل ایڈمنسٹریشن ہے؛ یہی امن عامہ کی صورت حال ہے ؛ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ جنرل ایڈمنسٹریشن اپنے فرائض ادا کرنے میں ناکام ہو گئی ہے ...

جناب سپیکر: حقائق پر بات کریں ' خدشات کے حوالے سے بات نہ کریں ۔

سید تابش الوری: جناب والا! یہ خدشات نہیں ہیں میاں نواز شریف پر 139 مقدمات قائم ہو چکے ہیں۔ اس لیے میں خدشات کی بات نہیں کر رہا ہوں اور اب وزیر داخلہ نے کہا ہے کہ انہیں بغاوت کے مقدمہ میں اور دوسرے مقدمات میں گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ جناب والا! یہ مفروضات کی بات نہیں ہے میں وزیر داخلہ کے حوالے سے بیان دے رہا ہوں اور اگر وزیر داخلہ مفروضات پر باتیں کرتے ہیں تو اس کا جواب وہی دے سکتے ہیں ۔

جناب والا ! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پولیس اور انتظامیہ کو جماعتی اور سیاسی مقاصد کے لیے

استعمال کرنے کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔ گزشتہ سال کے مقابلے میں اس سال قتل اغواء، ڈاکہ زنی، دہشت گردی اور خواتین کی بے حرمتی کے سنگین جرائم میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ اور جان و مال کے تحفظ کا احساس دم توڑتا جا رہا ہے، پتھروں کے عہد میں بھی انسان غاروں میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے تھے لیکن پنجاب میں اس جدید عہد میں انسان اپنے گھروں میں بھی محفوظ نہیں رہا۔

راستے بند کیے دیتے ہو ویرانوں کے
ڈھیر لگ جائیں گے بستی میں گریبانوں کے۔

جناب سپیکر! میں عرض یہ کرنا چاہ رہا ہوں کہ پنجاب اپنی بد حالی کے باوجود اپنے مالی بحران کے باوجود جنرل ایڈمنسٹریشن کے لیے اس سال سالانہ ۱۰ ارب ۵۹ کروڑ ۷۹ لاکھ روپے کی رقم مخصوص کر رہا ہے۔ اور امن و امان کے لیے ۶ ارب ۲ کروڑ ۵۴ لاکھ روپے کی رقم مختص کر رہا ہے۔ جناب والا! جنرل ایڈمنسٹریشن پر پچھلے سال ۷ ارب ۵ کروڑ ۶۸ لاکھ روپے خرچ کیے گئے تھے لیکن اس سال نئے مالی سال میں ۳ ارب ۴۴ کروڑ ۱۱ لاکھ روپے کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ جناب والا! ایک طرف وزیر خزانہ نے اعتراف کیا ہے کہ اس سال ہمارے محصولات میں ایک ارب روپے کی توقع سے کمی آئی ہے اور دوسری طرف انتظامیہ کی اس نااہلی پر اس غفلت پر اس سستی پر انعام کے طور پر انہیں ۳ ارب ۴۴ کروڑ کی مراعات اور انعامات سے نوازا جا رہا ہے۔ جناب والا! خیال یہ تھا کہ اخراجات بڑھنے سے نظم و نسق کا معیار اور پولیس کا اعتبار بڑھے گا مگر ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ معیار و اعتبار تو نہیں بڑھا البتہ سرقے کے ساتھ جرائم بد امنی، رشوت اور نا انصافی کی رفتار تیزی سے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ آج اخبار کے ایک حالیہ سروے کے مطابق رشوت کے سلسلے میں پولیس پہلی پوزیشن پر آئی ہے اور محکمہ مال دوسری پوزیشن پر آیا ہے۔ جناب والا! آپ دیکھ رہے ہیں کہ حکمرانوں کی کمزوری، نااہلی اور بد دیانتی کی رازدار انتظامیہ اب قانون قواعد اور دستور سے بھی بالاتر ہوتی جا رہی ہے۔ مالی نظم و نسق ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ دفتروں میں لوٹ کھسوٹ جاری ہے۔ مالی بے قاعدگیوں کے نتیجے میں اربوں روپوں کی خورد برد اور غبن ہو رہا ہے۔ سرخ فیتے کا راج ہے۔ رشوت اور سفارش کے بغیر کسی دفتر میں کسی کام کا کوئی تصور موجود نہیں رہا۔

پی پی پی اور چھ لیگ کے درمیان اقتدار کی کشمکش نے رہا سہا انتظامی بھرم و وقار اور اعتماد ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس خلفشار کے نتیجے میں پیپلز پارٹی اور چھ لیگ نے دو متوازی صوبائی حکومتیں قائم کر رکھی ہیں۔ انتظامیہ بے بس ہے وہ بے یقینی کے عالم میں

دیکھتی ہے، تقسیم بھی ہے اور پریشان بھی۔ وہ چٹھہ لیگ کا حکم مانے یا پیپلز پارٹی کا، وزیر اعلیٰ کا حکم مانے یا وزیر کا، مشیر کا حکم مانے یا پارلیمانی سیکرٹری کا۔

ایمان مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

جناب سپیکر! حکومت اور انتظامیہ کا بنیادی کام ہر سطح پر ہر شعبے میں انصاف کی فرمانروائی قائم کرنا ہے لیکن بھرتی سے لے کر تعیناتی تک اور ترقی سے لے کر تبادلوں تک میرٹ ختم کر دیا گیا ہے۔ عدلیہ انصاف طلبی اور حق رسی کا آخری ادارہ ہوتی ہے۔ مگر جب جج ہی انصاف اور میرٹ کی بنیاد پر مقرر نہیں کیے جائیں گے تو ان سے انصاف کی کیا توقع کی جا سکے گی۔ سپریم کورٹ کے حکم کے باوجود ابھی تک پوری طرح عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ نہیں کیا جا سکا، بلکہ ججوں کی بھرتی سیاسی اور جماعتی بنیاد پر کی جا رہی ہے جس سے عدلیہ سیاست اور سیاسی جماعتوں سے وابستہ ہو کر رہ جائے گی۔ جناب والا ماتحت عدلیہ میں ایک اور شب خون مارنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں، ماتحت عدالت ایک اور خطرے کی زد میں ہے۔ ہماری اطلاع کے مطابق اب ایڈیشنل سیشن ججوں کی بھرتی کے قواعد میں تبدیلی کی جا رہی ہے۔ جس کے مطابق ۵۰ فیصد ایڈیشنل سیشن جج وکلاء میں سے ۲۵ فیصد ڈی ایم جی گروپ میں سے اور صرف ۲۵ فیصد سول ججوں میں سے لیے جائیں گے۔ اگر ایسا ہو گیا تو سول ججوں کی ترقی کے مواقع محدود اور ختم ہو کر رہ جائیں گے۔ ان کا مستقبل تاریک ہو جائے گا اور مایوسی اور بیزاری کے عالم میں وہ مالی ترغیبات کا شکار ہونے لگیں گے۔ جناب والا! حکومت بھرتی کے قواعد میں یہ تبدیلی عدالت عالیہ کے حکم کے باوجود بھی کر رہی ہے۔ جس کے تحت عدالت عالیہ نے حکومت سے کہا تھا کہ گورنر کے نوٹیفکیشن مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۷۸ء کے مطابق دو تہائی سیشن جج سول ججوں میں سے اور ایک تہائی جج وکلاء میں سے لیے جائیں لیکن صوبائی حکومت نے اس حکم پر عمل درآمد نہیں کیا۔ بلکہ عدالت کی نافرمانی کرتے ہوئے بھرتی کا سارا نظام ہی بدلنے کا فیصلہ کر لیا ہے جو عدلیہ کی کھلی توہین اور مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ جناب سپیکر! موجودہ حکمران جو جمہوریت .....

جناب سپیکر، تابش صاحب آپ اور کتنا وقت لینا چاہتے ہیں؟ ۲۸ سپیکر اس کٹ موشن پر بولنا چاہتے ہیں۔

سید تابش الوری، نہیں جناب پانچ سپیکر ہیں۔ ہم نے یہ طے کر لیا ہے کہ پانچ سپیکر ہوں گے۔ ہم نے اپنی لسٹ curtail کر دی ہے۔ لہٰذا ہم نے اسی اعتبار سے وقت کو تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا

ہے۔

جناب سپیکر: چلیے۔

سید تابش الوری: جناب سپیکر! موجودہ حکمران جو جمہوریت اور بنیادی انسانی حقوق کے چیمپین بنتے ہیں۔ آخر ملک اور صوبے کو کس طرف لے جارہے ہیں۔ مقننہ اور عدلیہ بالا تر ادارے ہیں لیکن مقننہ کی توہین ہو رہی ہے عدالت کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ سپیکر قومی اسمبلی اور چیئرمین سینیٹ کی رولنگز کو ماننے سے انکار کر دیا گیا ہے۔ عدالت عالیہ کے احکامات سے کھلی روگردانی ہو رہی ہے۔ حال ہی میں عدالت عالیہ نے موجودہ حکومت کے ہزاروں بھرتیوں کے آرڈر کالعدم قرار دے دیے ہیں لیکن اس کے باوجود اس پر عمل نہیں کیا جا رہا۔ ایسی صورت میں کیا ان اداروں پر اعتماد باقی رہے گا۔ کیا یہ جمہوری نظام چلے گا؟ کیا یہ ملک اور صوبہ مستحکم طور پر ترقی کر سکے گا؟ جناب والا! ہمیں یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ انجام سے بے نیاز حکمران ناقابل یقین شاہ خرچیوں اور مالی خرمستیوں میں مبتلا ہیں۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ شہری بدامنی اور مالی بحران سے جان کنی میں مبتلا پنجاب میں 30 کروڑ روپے کے بوئنگ جہاز کے بعد اب وزیر اعلیٰ پنجاب کے لیے حال ہی میں اڑھائی کروڑ روپے کی دو انتہائی پر آسائش مرسڈیز کاریں خریدی جارہی ہیں جبکہ وزیر اعلیٰ کے پاس 65 قیمتی کاروں کا فلیٹ پہلے سے موجود ہے۔ 65 کاریں پہلے سے ان کے پاس موجود ہیں۔ اس کے باوجود اڑھائی کروڑ روپے کی دو نئی لگژری مرسڈیز خریدنے پر ہمارے صوبائی خزانے کو لٹایا جارہا ہے۔ جناب والا! یہی نہیں آپ یقین کریں گے کہ 3 کروڑ 6 لاکھ کی وزیر اعلیٰ کی صوابدیدی گرانٹ میں سے ڈیڑھ کروڑ روپے وزیر اعلیٰ کے گھر کی آرائش اور دفتر کی زیبائش پر خرچ کر دیے گئے ہیں۔ جناب والا! آج ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس صورت حال میں ہم صوبے کی مالی indiscipline اور مالی اور اقتصادی بدحالی کو کیسے دور کر سکتے ہیں۔ جب تک ہم ان شاہ خرچیوں، ان اللے تللوں اور غیر ترقیاتی اخراجات کو بے رحمی سے ختم نہیں کریں گے، جب تک ہم ان صوابدیدی اختیارات کو سلب نہیں کریں گے اس وقت تک جنرل ایڈمنسٹریشن اور صوبے کا مالی نظام اور انتظامی ڈھانچہ کسی طور پر بھی ٹھیک نہیں کیا جاسکتا۔ نئے حالات کے تحت ضرورت ہے کہ business of administration کے rules of business میں انقلابی تبدیلیاں لائی جائیں تاکہ انتظامیہ حکومت کے احکامات اور حکمت عملی کے مطابق کام کر سکے۔ انتظامیہ اور پولیس کو سیاسی دباؤ سے آزاد رکھا جائے اور سیاسی اغراض کے لیے ہرگز استعمال نہ ہونے دیا جائے۔ دیانت دار اور قابل

سرکاری ملازمین کو تحفظ ' ترقی اور انعام دیا جائے۔ اور بد دیانت اور نا اہلوں کی تنزلی کی جائے اور دیگر disciplinary سزائیں دی جائیں۔ پولیس کے حالات کار بہتر بنائے جائیں ' انہیں بہتر تربیت دی جائے' انہیں بہتر اور جدید اسلحہ فراہم کیا جائے۔ پولیس فورس کو تھانوں سے زیادہ پیٹرولنگ پر مامور کیا جائے۔ پولیس جو کہ وزراء اور وزرائے اعلیٰ کی حفاظت پر مامور کردی گئی ہے اسے عوام کی حفاظت کے لیے پیٹرولنگ پر مامور کیا جائے۔ اور سینئر افسران کو پیٹرولنگ کا نگران بنایا جائے۔ آئی جی پولیس ہر ماہ کم از کم سات اضلاع کا دورہ کریں اور کچہریاں لگائیں۔ ڈی آئی جی اور ایس پی ہر ماہ کم از کم پندرہ تھانوں کا معائنہ کریں اور لوگوں کی شکایات کا ازالہ کریں۔ پولیس اور عدلیہ کو جلد مقدمات نمٹانے کے لیے ایک شیڈول دیا جائے۔ تاکہ دادا مقدمہ کرے اور پوتا فیصلہ سنے کی روایت ختم کی جا سکے۔ ایس ایچ او اور ایس پی کو کرائم کنٹرول کا براہ راست ذمہ دار قرار دیا جائے' خفیہ ایجنسیوں کو انتظامیہ اور پولیس کار کردگی کی خفیہ رپورٹنگ پر مامور کیا جائے تاکہ ہم اس صوبے کی بگڑتی ہوئی انتظامی ' سیاسی ' مالی اور اقتصادی صورت حال کی اصلاح کرسکیں۔ جناب والا! میں خبر دار کرتا ہوں کہ وقت تیزی سے گزرتا جارہا ہے اگر ہم نے فوری ' موثر اور ہنگامی بنیادوں پر ترجیحی اقدامات نہ کیے تو یاد رکھیے پنجاب دوسرے صوبوں سے انتظامی ' اقتصادی ' زرعی اور صنعتی اعتبار سے بہت پیچھے چلا جائے گا۔ ہم پہلے ہی دوسرے صوبوں سے ترقیاتی میدان میں پسماندگی کا شکار ہیں۔ ہم غربت کی زندگی میں پنجاب اس وقت نقطہ آخر پر آیا ہوا ہے۔ اور میں نے جیسا کہ کہا کہ بلوچستان ' سرحد اور سندھ سے ہماری فی کس ترقیاتی رقم کم خرچ کی جارہی ہے۔ میں آپ کے توسط سے جناب وزیر اعلیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ اقتدار آنی جانی شے ہے وہ اس صوبے کے مقدر کو سنوارنے کے لیے ایسے اقدامات کریں جو ان کو تاریخ میں کسی طور پر یاد رکھنے کے قابل بنا دیں۔ جناب والا! ہم آج بری طرح سے خلفشار' انتشار اور سیاسی عدم استحکام کا شکار ہیں ' میں آپ کے توسط سے ان ارکان اسمبلی سے حکمران پارٹی کے اراکین سے کہتا ہوں کہ وہ روزانہ بیورو کریسی کی مذمت کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم سے مشورہ نہیں کیا گیا۔ یہ بجٹ ان کے مشورے اور منظوری کے لیے پیش کیا گیا ہے اگر آپ اصول اور ضمیر کے مطابق کوئی فیصلے کرنا چاہتے ہیں ' پنجاب کی قسمت بدلنا چاہتے ہیں' تو میں آپ کو حزب اختلاف کی طرف سے تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔ آپ آج ہی ہاؤس میں ایک کمیٹی بنایے جس میں دونوں طرف کے اراکین شامل ہوں وہ اس بجٹ کے تمام اچھے اور برے پہلوؤں کا جائزہ لے کر کل ہی سفارشات پیش کریں۔ جو غلط taxation کی گئی ہے ان کو ختم

کروایا جائے' جو صوابدیدی اختیارات کے تحت بلاک الیو کیشنز کی گئی ہیں ان کا خاتمہ کروائیں۔ آیئے ہم آپ کے ساتھ ہیں زبانی باتوں سے نہیں عمل سے فیصلہ کرنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صوبے کے اختیارات دیے ہیں' آپ خود مختار ادارہ ہیں ' آپ خود جج ہیں' آپ کو فیصلے کا اختیار دیا گیا ہے لیکن اگر کوئی جج خود اپنے ساتھ انصاف نہیں کرسکتا تو وہ کسی اور کے ساتھ کیا انصاف کرے گا۔ آیئے انصاف کے لیے مل بیٹھئے' آیئے پنجاب کی تقدیر بنانے کے لیے مشترکہ جدو جہد کیجیے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین-----) لیکن اگر آپ نے یہی روش اختیار کی تو ہم آخری مرحلے تک' زندگی کے آخری سانس تک صوبے کی اصلاح کے لیے صوبے کی ترقی کے لیے عوام کی تقدیریں جگانے کے لیے اور اس صوبے میں معاشی اور صنعتی انقلاب لانے کے لیے آخری دم تک جدو جہد کریں گے۔ شکریہ (نعرہ ہائے تحسین-----)

جناب سپیکر، جناب بادشاہ میر خان آفریدی۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا اور آج میری خوش قسمتی ہے کہ CM صاحب یہاں پر موجود ہیں۔ اور شاید میں آج سے پہلے جو باتیں کرتا رہا میری باتیں ان تک نہ پہنچی ہوں۔ لیکن آج وہ میرے سامنے بیٹھے ہیں اور میں کوشش کروں گا کہ اپنے دلی جذبات' اپنے دل کی وہ باتیں جو میں پہلے اس ہاؤس میں کرتا رہا آج براہ راست CM تک پہنچا سکوں۔ جنرل ایڈمنسٹریشن کے لیے مختص رقم جو 10 ارب اور کچھ کروڑ روپے پر مشتمل ہے۔ یہ اس رقم سے 50% تقریباً زیادہ ہے۔ جو پچھلے سال جنرل ایڈمنسٹریشن کے لیے رکھی گئی تھی ان لوگوں کے لیے رکھی گئی رقم ہے کہ جو اس صوبے کے غریب عوام کے ٹیکسوں کو اپنی عیاشیوں اور الوں تللوں پر خرچ کرتے ہیں۔ یہ رقم اس چیف سیکرٹری کے لیے رکھی گئی ہے کہ جس نے قصور میں ایک بہت بڑی شکار گاہ بنا رکھی ہے جو شاید سی ایم کے پاس بھی نہ ہو۔ یہ رقم ان لوگوں کے لیے رکھی گئی ہے کہ جو لاہور میں پوسٹنگ ہو تب بھی پندرہ کنال کے بنگلے میں رہتے ہیں۔ لاہور چھوڑ کے بلوچستان چلے جائیں وہاں بھی رہائش لیتے ہیں۔ اور لاہور میں بھی رہائش رکھتے ہیں۔ لیکن جب وزیر اعلیٰ ۱۹۹۳ء میں اسمبلی توڑتے ہیں تو اپنی پولیس کو باشی خان کے پیچھے بھیج دیتے ہیں کہ جو 18X18 کا کمرہ ان کے زیر تصرف ہے اس کو فوراً خالی کرایا جائے۔ ایک منتخب نمائندہ جو تقریباً چار لاکھ لوگوں کی نمائندگی کرتا ہے اس کو اتنا حق بھی نہیں دیا جاتا کہ اسمبلی ٹوٹنے کے بعد کم از کم چوبیس

یا بہتر گھنٹے اس کو مہلت دی جائے۔ لیکن یہ مگرمچھ جو پاکستان کے وسائل کو بے دردی کے ساتھ لوٹ رہے ہیں۔ یہ مگرمچھ جو پنجاب کے غریب عوام کے ٹیکسوں کی کمائی پر عیاشیاں کر رہے ہیں اپنے محل تعمیر کر رہے ہیں' اپنے بنگلے تعمیر کر رہے ہیں' اپنی سیر گاہیں اور شکار گاہیں تعمیر کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود ان کو سرکاری ذرائع پر تصرف کا پورا پورا حق دیا جاتا ہے چاہے ان کی پنجاب سے تبدیلی ہو جائے۔ وہ اسلام آباد میں بیٹھے ہوں' یا کراچی میں بیٹھے ہوں' یا سندھ میں بیٹھے ہوں' یا بلوچستان میں بیٹھے ہوں۔ لیکن جی او آر کا بنگلہ ان کی وراثت ہو جاتی ہے' ان کے نام منتقل ہو جاتا ہے کہ جب تک وہ چاہیں اس پر عیش کرتے رہیں۔ یہاں سی ایم ہاؤس کے اخراجات کا ذکر کیا گیا۔ سی ایم ہاؤس کے اخراجات میں پچاس فی صد اضافہ کیا گیا۔ جب کہ عملے میں کوئی خاص اضافہ نہیں۔ دو چار خاکروبوں کے' دو چار peons کے' باقی عملہ وہی ہے۔ لیکن سی ایم ہاؤس کے اخراجات میں پچاس فی صد اضافہ کر دیا گیا۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ انتظامی اخراجات میں اضافہ کیوں کرتے ہیں؟ آپ جائیے' لاہور کی ہسٹری اٹھا کر دیکھیے' راولپنڈی کی ہسٹری اٹھا کر دیکھیے' کسی بھی بڑے شہر کی ہسٹری اٹھا کر دیکھیے۔ ایس ایچ اوز تھانے نیلامی میں خریدتے ہیں۔ ایک ایک تھانے کے لیے وہ بولی دیتے ہیں۔ لاہور کا ایک ایک تھانہ چار چار لاکھ ماہانہ پر نیلام ہوتا ہے۔ آپ ان سے کہیں کہ ہم آپ کو تنخواہ نہیں دیں گے۔ آپ کو اچھی پوسٹنگ دیں گے۔ یہ اس تنخواہ سے دس گناہ تنخواہ قومی خزانے میں جمع کرانے کو تیار ہوں گے۔ لیکن یہ لوگ اپنی مرضی کے تھانے لیں گے۔ ہمارے علاقے میں' میرے ڈویژن میں ایک چیک پوسٹ ہے۔ ضلع اٹک کے اختتام پر ایک چیک پوسٹ قائم کی گئی ہے۔ دو طرفہ چیک پوسٹ ہے۔ فرنٹیئر سے آنے والی گاڑیوں کو بھی چیک کیا جاتا ہے اور جو پنجاب سے گاڑیاں فرنٹیئر جاتی ہیں ان کو بھی چیک کیا جاتا ہے۔ جو فرنٹیئر سے لوگ آتے ہیں ان کو چیک کرنے کا ایک جواز بنتا ہے۔ یہ ایک عام تاثر ہے کہ فرنٹیئر کے قبائلی علاقوں سے اسلحہ اور منشیات سمگل ہو کر جو دو تین چار ضلع چیک پوسٹیں کراس کرنے کے بعد جب پنجاب میں داخل ہوتی ہیں تو پھر پنجاب پولیس کا جو پہلا ڈاکہ ہوتا ہے وہ اٹک چیک پوسٹ پر ہوتا ہے۔ وہ اس حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ اُدھر سے آنے والوں کے لیے اٹک چیک پوسٹ اس لیے ضروری ہے کہ پنجاب کے بالکل دروازے پر واقع ہے۔ لیکن جو چیک پوسٹ انھوں نے پنجاب سے نکلنے والوں کے لیے بنائی ہے اس چیک پوسٹ کا کوئی کام نہیں۔ وہ صرف آٹے کے ان ٹرکوں کو روکتی ہے جو آٹا لے کر فرنٹیئر جاتے ہیں۔ اور ایک ایک ٹرک سے تین تین ہزار رشوت لی جاتی ہے۔ اس میں ڈی سی کا بھی حصہ ہے' اس میں کمشنر کا بھی حصہ ہے' اس میں ایس

ایس پی کا بھی حصہ ہے۔ یہاں خان زادہ تاج محمد بیٹھے ہیں تصدیق کریں گے کہ اس چیک پوسٹ کی روزانہ collection پانچ لاکھ سے لے کر سات لاکھ روپے کی ہے۔ جو اسی بیوروکریسی میں تقسیم ہوتی ہے۔ یہی لوگ جو ہمارے بجٹ کا major حصہ کھا جاتے ہیں۔ یہ وہاں بھی collection میں ملوث ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کہتے ہیں کہ پولیس کو امن عامہ کے لیے رکھا گیا ہے۔ آج جناب وزیر اعلیٰ صاحب! سپیکر صاحب کی وساطت سے آپ سے گزارش کرتا ہوں، میں نے کال اٹینشن نوٹس بھی دیا تھا، اسے فنی بنیادوں پر رد کر دیا گیا۔ راولپنڈی میں آج سے دو ہفتے قبل ایک قتل ہوا۔ اس کا نام عارف محمود بٹ تھا۔ میرا وہ دوست بھی تھا میرا وہ بھائی بھی تھا۔ اس کو قبضہ گروپ نے قتل کیا۔ راولپنڈی کا اے ڈی سی پی کے رشتے کے بہنوئی نے وہ قتل کروایا۔ وہاں وہ بیلف کے ذریعے قبضہ لینے گئے۔ ان لوگوں نے مزاحمت نہیں کی کہ بیلف قانونی طور پر وہاں قبضہ لینے آیا تھا۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ پینتیس چالیس پولیس والوں کی موجودگی میں وہاں پینتیس چالیس مسلح افراد بھی موجود تھے جنھوں نے فائرنگ کر کے عارف محمود بٹ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پولیس کا کام ہے امن قائم رکھنا۔ اگر پینتیس چالیس پولیس والوں کی موجودگی میں پھر بھی حملہ آور یا غیر قانونی کام کرنے والے لوگ ایک شریف آدمی کو موت کے گھاٹ اتارتے ہیں تو کیا وزیر اعلیٰ صاحب! آپ نے ان پینتیس چالیس پولیس وردیوں پر ہاتھ ڈالا؟ آپ نے ان کے خلاف کیا کارروائی کی؟ آج قاتل دندناتے پھر رہے ہیں۔ اپنی مرضی کی وہ تفتیش کروا رہے ہیں۔ ہم چار ایم این اے اور ایم پی اے رات بھر تھانے میں موجود رہے۔ ایک بجے تک وہاں بیٹھے رہے۔ لیکن ہماری ایف آئی آر درج نہیں کی گئی۔ ہمارا کیا گناہ تھا؟ ہم اس علاقے کے نمائندے تھے۔ ہمارا ایک رفیق قتل ہوا تھا۔ میں نہیں رو رہا تھا، پیپلز پارٹی والے بھی اس کے لیے رو رہے تھے۔ وہاں مسلم لیگ (ج) والے بھی اس کے لیے رو رہے تھے۔ تقریباً اخبارات اٹھا کر دیکھیے، پینتیس سے لے کر چالیس ہزار افراد اس کے جنازے میں شریک ہوئے۔ وہ ایک شریف آدمی تھا۔ کاروباری آدمی تھا۔ لیکن اس کو قبضہ گروپ نے قتل کر دیا اور پولیس کی موجودگی میں قتل کیا اور پولیس کی اہلیت دیکھیے کہ فائرنگ ہونے کے بعد کوئی شخص موقع سے گرفتار نہیں ہوتا۔ بعد میں ان افراد کو تھانے میں پیش کیا جاتا ہے۔ اپنی مرضی سے، منی بھگت کر کے پولیس کے ساتھ رات ایک بجے ایف آئی آر درج کی جاتی ہے۔ یہاں راجہ بشارت صاحب اس بات کے گواہ بیٹھے ہیں، چودھری تنویر خان صاحب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ رات کو ایک بجے ایف آئی آر درج کی جاتی ہے۔ جب کہ سوا پانچ بجے کا واقعہ ہے۔ پولیس اتنے تساہل سے کام کیوں لیتی ہے؟ کیوں اتنا تساہل

کرتی ہے پولیس؟ اور میری information کے مطابق جب تک پولیس کا حمد آور پارٹی کے ساتھ دس لاکھ روپے میں سودا نہیں ہو گیا تھا۔ اس وقت تک ایف آئی آر نہیں کاٹی گئی تھی۔ دس لاکھ روپے لے کر پولیس نے وہ ایف آئی آر کاٹی جس میں آج مجھے خدشہ ہے کہ وہ double murder جس میں ایک عارف محمود بٹ قتل ہوا اور ایک راہگیر قتل ہوا۔ وہ راہگیر جانے وقوعہ سے دو سو گز دور اپنے دفتر میں بیٹھا اپنے بچوں کے لیے رزق پیدا کر رہا تھا۔ رزق حلال کما رہا تھا۔ ایک گولی اس کو اس کے دفتر میں جا کر لگی۔ اور آج تک اس مقتول کا نام استغاثہ میں شامل نہیں کیا گیا۔ کیا وہ انسان نہیں تھا؟ عارف محمود بٹ تو ایک پارٹی تھی۔ جس سے قبضہ لینے کے لیے وہ لوگ گئے تھے۔ لیکن وہ شخص کسی کی طرف نہیں تھا۔ وہ اپنا رزق حلال پیدا کر رہا تھا۔ اس کو دفتر میں گولی لگی۔ گولی جب چلتی ہے تو وہ نہیں دیکھتی کہ میں کس کے سینے میں لگ رہی ہوں۔ حضور' یہاں آج تھوڑی دیر پہلے ایل ڈی اے کا ذکر چلا۔ یہاں فیروز پور روڈ پر ایک under pass بنا۔ فیروز پور روڈ پر ایک انڈر پاس بنایا جا رہا ہے۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! بات یہ ہے کہ آج ہے کٹ موشنز کا دن۔ میں آپ کی وساطت سے فاضل اراکین کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں' قاعدہ۔۱۱۶ کی اے' بی' سی تین پالیسیز ہیں۔ ایک تو ہے جب وہاں ایک روپیہ کٹ کیا جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے: 'Disapproval of the Policy یعنی اس کو کہتے ہیں: 'Disapproval of Policy Cut. یہ اب Disapproval of Policy Cut پر بات ہو رہی ہے۔ پھر آگے ایک ہوتا ہے Economy Cut۔ اور جب سو روپیہ انھوں نے mention کیا ہو تو Token Cut۔ چونکہ زیر بحث مسئلہ ایک روپے کا ہے۔ اب جناب والا! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں جو میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے' وہ یہ ہے کہ میرے فاضل رکن اپنا دائرہ اختیار باہر بڑھا رہے ہیں جو انھوں نے point raise کیا ہے کہ ہم نے بات پر بحث کرنی ہے۔ جناب والا!

"That the amount of the demand be reduced to Re 1 00 representing the disapproval of the policy underlying the demand .. What is underlying the demand?

اب میں بتاؤں گا کہ underlying the demand کیا ہے۔

Such a motion shall be known as disapproval of policy cut

اب جناب والا! اس کی وضاحت ہے:

A member giving notice of such a motion shall indicate in precise terms the particulars of the policy confined to the specific point which he proposes to discuss.

یعنی ان کو پوائنٹ بتانا چاہیے اس پالیسی کا کہ میں اس میں یہ discuss کرنا چاہتا ہوں۔ آپ پھر پڑھیں،

A member giving notice of such a motion shall indicate in precise terms the particulars of the policy which he proposes to discuss.

آگے کیا ہے جناب والا یہ تو اس کو بتانا پڑے گا،

The discussion shall be confined to the specific point or points mentioned in the notice and it shall be open to members to advocate an alternative policy.

یہ اسی پر بحث کریں گے یا اپنا متبادل بتائیں گے کہ ہم اس پر یہ متبادل اپنی رائے رکھتے ہیں۔ اب انھوں نے کیا پوائنٹ دیا ہے؟ پوائنٹ یہ دیا ہے اور یہ نمبر ۱۰ مطالبہ ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ مطالبہ میں مضمر حکمت عملی۔ یہ لفظ vague term ہے۔ مضمر حکمت عملی آ نہیں سکتی۔ particular term جانی پڑے گی۔ کون سا پوائنٹ ہے جس پر ہم بات کرنا چاہتے ہیں۔ مضمر حکمت عملی ایک vague term ہے۔ آگے انھوں نے بتایا ہے۔ کیا بتایا ہے؟ وزراء، معاونین خصوصی، مشیران، پارلیمانی سیکرٹریوں کی فوج پر اٹھنے والے غیر ضروری اخراجات کو زیر بحث لایا جا سکے۔ تو جناب والا! یہ اس میں وزراء کا، معاونین کا اس پر جو خرچ ہو رہا ہے وہ صرف بحث میں لا سکتے ہیں۔ اب یہ ایل ڈی اے کی طرف جا رہے ہیں اور باقی vide term کر دی ہے۔ یہ قطعاً غلط ہے۔ ان کے سامنے general discussion میں field وسیع ہے۔ اس پر بات کر سکتے ہیں۔ لیکن یہاں تو جناب والا! ہر پالیسی پر ان کو precise term میں وہ اپنا point یا points بتانے ہوں گے کہ ہم اس پر بحث کرتے ہیں۔ تو لہٰذا آگے بھی بہت سے مسئلے آنے ہیں اس لیے میں نے یہ پوائنٹ اٹھایا ہے۔ آپ پھر دیکھیں

" A member giving a notice of such a motion shall indicate in precise terms the particulars of the policy which he proposes to discuss."

میاں فضل حق، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوسکتا۔ انھیں بات کرنے دیں ۔

میاں منظور احمد موہل، میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں ۔ جناب والا! میں آپ سے گزارش کرتا ہوں اور فاضل اراکین کے لیے بھی کہ وہ بالکل بولیں لیکن اس پر بولیں جو انھوں نے اپنی پالیسی میں اپنے پوائنٹ رکھے ہوئے ہیں ۔ اس سے باہر نہ جائیں ۔ یہ جناب والا! میری استدعا ہے ۔

جناب سپیکر، آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے ۔ جی میاں فضل حق صاحب!

میاں فضل حق، جناب والا! جب یہ مسئلہ زیر بحث آنا تھا اور جب یہ پوائنٹ شروع ہوا تو موہل صاحب وہاں تشریف فرما تھے ۔ مجھے ایسے لگ رہا ہے کہ جس پوائنٹ کی یہ وضاحت کررہے ہیں تو کیا یہ future کے لاءمنسٹر بننے کی تیاری کررہے ہیں؟ جس طریقے سے انھوں نے یہ بات کی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت اس نکتے کو اٹھانے کا کیا مقصد ہے؟ عام بحث کے اندر ہمیں اجازت نہیں دی گئی اور ہمیں restrict کیا گیا دس سے پندرہ منٹ میں ۔

جناب سپیکر ، میاں صاحب! پوائنٹ آف آرڈر کسی بھی مرحلے پر اٹھایا جا سکتا ہے ۔ آپ تشریف رکھیے ۔

سید تابش الوری ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، جی آپ فرمائیے ۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہورہی ہے کہ ڈپٹی سپیکر، سپیکر کو پڑھا رہا ہے۔ جبکہ جو قاعدہ ہے بڑا واضح ہے ۔ اس میں خود بھی انھوں نے اسے دہرایا ہے ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس پر اگر غور فرما لیتے تو انھیں اس تفصیل کی ضرورت نہ رہتی ۔ اس تحریک سے اسمبلی کے روبرو یہ بات پیش کرنی مقصود ہوگی کہ مطالبہ مذکور کے تحت کارفرما حکمت عملی مسترد کی جائے ۔ اب کارفرما حکمت عملی جنرل ایڈمنسٹریشن کی ہم discuss کررہے ہیں ۔ اس کی ناکامیوں کو بیان کررہے ہیں ۔ اس کی مثالیں دے رہے ہیں۔ اور ہم یہ بتا رہے ہیں کہ اسے کیسے بہتر بنایا جا سکتا ہے ۔ یہ جناب والا! ایک وسیع علامتی تحریک ہے جس میں پوری پالیسی زیر بحث آ سکتی ہے ۔ کہیں نہیں لکھا کہ یہ ایک خاص کسی نکتے پر اظہار خیال ہو گا۔ یہ کہیں نہیں لکھا ہوا ۔

جناب سپیکر ، لکھا ہوا ہے ...precise terms the particulars of the policy -

سید تابش الوری، جناب والا! اس میں لکھا ہے کہ لازم ہو گا کہ وہ اس حکمت عملی کے خاص نکات --

جناب سپیکر ، جی ہاں -

سید تابش الوری ، جناب ! ایک نکتہ نہیں ' خاص نکات بیان کرے جن کو وہ زیر بحث لاناچاہتا ہو -

جناب والا ! ہم وہ نکات بیان کررہے ہیں کہ جنرل ایڈمنسٹریشن کے تحت law and order کی یہ situation ہو گئی ہے - رشوت اتنی ہوگئی ہے - بدامنی اتنی پھیل رہی ہے کہ جو محکمے ہیں وہ اپنے اختیار سے باہر کردار ادا کر رہے ہیں - یہ ساری حکمت عملی اس کے تحت ہمیشہ سے discuss ہورہی ہے- آج بھی یہ اسی طرح سے discuss کرنے کی اجازت دیجیے- کیونکہ ہمیں خود وقت کا احساس ہے- اور ہم نے اس کے لیے اپنے ستائیس اراکین کو پانچ تک محدود کر دیا ہے- اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ جناب منظور احمد موہل کا یہ پوائنٹ آف آرڈر ناجائز ہے - اسے reject کیا جائے-

جناب سپیکر،جناب ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل صاحب نے نکتہ اعتراض یا پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے اس وقت وہ ایک رکن کے طور پر ہاؤس میں بیٹھے ہیں ' میں سمجھتا ہوں کہ وہ بالکل valid ہے - اورمیں اسے in order قرار دیتا ہوں -(نعرہ ہائے تحسین) جو انگریزی text ہے اور انگریزی text ہی کو فیصلہ کرتے وقت پیش نظر رکھا جائے گا- اس میں جو clearly لکھا ہے کہ-

A member giving notice of such a motion shall indicate in precise terms the particulars of the policy which he proposes to discuss ;

پالیسی کے ان نکات پر وہ بات کرے گا جس کی طرف اس نے اس میں اپنی موشن میں ذکر کیا ہے - چونکہ اس میں اس نے ذکر کیا ہے کہ وہ معاونین وزراء ' معاونین خصوصی ' مشیران ' پارلیمانی سیکرٹریوں کی فوج پر اٹھنے والے غیر ضروری مصرفانہ اخراجات کوزیر بحث لایا جائے -تو پالیسی کا صرف یہی حصہ اس کٹ موشن کی بحث میں زیر بحث لایا جائے گا- اور یہ بجا ہے کہ چونکہ پالیسی کا یہ حصہ ہے - پالیسی پر in general کوئی بات آسکتی ہے لیکن یہ نہیں ہے کہ اس نے کھلی چھٹی دے رکھی ہے کہ آپ اس مسئلے پر تو بات کریں یا نہ کریں اور کسی اور مسئلے پر جو پالیسی کا حصہ نہ ہے سارا وقت اسی پر بولتے چلے جائیں- پالیسی پر in general کوئی comment ضرور ہو سکتا ہے- آخر پالیسی کا یہ حصہ ہے- لیکن زیادہ تر گفتگو اسی نکتے پر ہو گی جس نکتے کو آپ نے اپنی اس کٹ موشن کی بنیاد بنایا ہے- میں

سمجھتا ہوں کہ میری اس رولنگ کے بعد تقریر کرنے والے حضرات اپنی بحث کو مرکوز کریں گے اس نکتے پر اور پھر جب دوسری باتوں پر اور نکات پر بحث آئے گی تو ان نکات پر بھی وہ دوبارہ بات کر سکتے ہیں ۔یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف اس ایک نکتے پر پالیسی کے تمام معاملات کو زیر بحث لایا جائے۔ اب آگے چلیے ۔ جناب آفریدی صاحب !

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! اگر میری بات کو مکمل سن لیا جاتا اور مجھے بات مکمل کرنے دی جاتی تو شاید آپ کو نظر آجاتا کہ میں very relevant بات کر رہا ہوں۔ یہاں موبل صاحب نے ذکر کیا کہ میں نے اپنا دائرہ بڑا وسیع کر لیا۔ جناب والا! کبوتر جب اپنی اڑان شروع کرتا ہے' اگر اس کی نسل صحیح ہے ' وہ چاہے اپنی اڑان کا دائرہ جتنا مرضی پھیلا لے اس کو گردان کہا جاتا ہے۔ اس کی گردان چاہے جتنی مرضی وسیع ہو جائے لیکن وہ شام کو واپس آکر اپنے مالک کی چھت پر ہی بیٹھتا ہے۔

جناب سپیکر: آپ بھی واپس آجائیے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! میں آج تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ موبل صاحب کس نسل کے کبوتر ہیں کہ کبھی میاں نواز شریف صاحب کی چھت پر بیٹھتے ہیں کبھی پیپلز پارٹی کی چھت پر بیٹھتے ہیں اور کبھی وٹو صاحب کی چھت پر بیٹھتے ہیں ۔ (قطع کلامیاں) میں تو وہ کبوتر ہوں جو کہ اپنی چھت پر آکر بیٹھتا ہوں ۔

جناب سپیکر: یہ غیر ضروری بات ہے ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: بہرحال میں معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ یہاں پر بات کی گئی۔(قطع کلامیاں)

میاں منظور احمد موبل: جناب سپیکر ! چونکہ انھوں نے میرا نام لیا ہے اس لیے میں personal explanation پر کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔ جناب والا! بات یہ ہے کہ میں نے کل بھی پریس کانفرنس کی تھی ۔اس میں نے واضح کیا تھا کہ میں نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا ہے ۔ جناب والا! یہ ہر شخص کا اپنا ایک نظریہ ہے اور اپنی ایک رائے ہے ۔ وہ کچھ کہے ۔ کوئی اس کو پابند نہیں کرسکتا کہ آپ نے ایسے کرنا ہے۔ جہاں تک انھوں نے میاں منظوراحمد وٹو کا نام لیا ہے ۔ میں نے کل بھی کہا تھا کہ وہ ایک نہایت ہی اچھے انسان ہیں ۔ نہایت متحمل ہیں ۔ نہایت بردبار ہیں ۔ (نعرہ ہائے تحسین) کل کی میری جو پریس

کانفرنس تھی وہ قطعاً متعلقہ نہیں تھی جو آج اخبارات میں آئی ۔ میں نے ختم کی ' اس کے بعد مجھ سے سوال کیا گیا۔سوال یہ کیا گیا جو کل بھی آیا تھا کہ آپ کہتے ہیں کہ نواز شریف لیڈر نہیں۔ تو آپ کے جو لیڈر میاں منظور وٹو ہیں اگر اُدھر چلے گئے تو پھر آپ کہاں کھڑے ہوں گے۔ تو میں نے کہا تھا کہ اگر یہ ہوتا ہے ' یہ میں نے نہیں کہا کہ مجھے میاں منظور احمد وٹو صاحب کی ذات پر بھروسہ نہیں ہے۔ یا میں پی ڈی ایف کے لیے کوئی خطرہ پیدا کرنا چاہتا ہوں یا میں پی ڈی ایف کو بالکل متحد رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ میں نے اس لیے بیان دیا تھا۔ کہ خدانخواستہ' خدانخواستہ اگر ایسی بات ہوتی ہے تو منظور موہل اور اس کے جو ہمنوا ساتھی ہیں ہم نواز شریف کی طرف منہ نہیں کریں گے ۔چاہے مر جائیں۔ ہم یہاں کھڑے رہیں گے اور پی ڈی ایف کو مضبوط کریں گے ۔ (نعرہ ہائے تحسین) پی ڈی ایف کو ہم مضبوط کریں گے ۔اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ اپنی مدت پوری کرے گی ۔ اور یہ بھی میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ جو خواہ مخواہ ایسے بیان کرسکتے ہیں ' میاں منظور احمد وٹو کو میں دل کی گہرائیوں سے پسند کرتا ہوں ۔یہ بالکل غلط بات ہے ۔ (قطع کلامیاں)۔

جناب سپیکر ، جناب بادشاہ خان آفریدی۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! اگر میری گفتگو سے کسی کی دل آزاری ہوئی ہے تو میں برملا اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ یہ اپنی اپنی سوچ ہے اور مجھے حیرت ہے کہ بعض لوگوں کو حق وہیں ملتا ہے ' بعض لوگ حق کی بات وہیں کرتے ہیں کہ جو پارٹی مضبوط ہو ' جو اقتدار میں ہو اور جو پارٹی اپوزیشن میں ہو وہ انھیں ہمیشہ ناحق راستوں پر نظر آتی ہے۔ میں یہاں کئی لوگوں کے کردار کی بات کروں گا کہ جب بھی وہ اقتدار کی طرف بھاگتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حق کا ساتھ دیا۔ ان کو حق ہمیشہ اقتدار کے ایوانوں میں نظر آتا ہے اور جو لوگ اپوزیشن میں بیٹھ کر مار کھا رہے ہوتے ہیں ' پس رہے ہوتے ہیں ان کو وہ مظلوم نظر نہیں آتے۔ ان کو ہمیشہ وہ ناحق راستوں پر چلتے نظر آتے ہیں۔ یہ اپنا اپنا آپشن ہے۔ اپنا اپنا درد ہے۔ میں یہ بات کر رہا تھا کہ یہاں ہمارے وزیروں نے کئی دفعہ کہا ' ہمارے مشیروں نے کئی دفعہ پریس کانفرنسیں کیں کہ ہماری بیورو کریسی پر grip نہیں ہے۔ میں نے بیورو کریسی کی آزادی کی باتیں اسمبلی میں اس لیے کیں کہ آج بیورو کریسی آزاد کیوں ہے اور یہ relevant اسی لیے ہے کہ ہم جو تنخواہ ان وزیروں اور مشیروں کو دیتے ہیں اس لیے دیتے ہیں کہ یہ حکومت کا نظم و نسق چلائیں۔ یہ حکومت کو عوام کے مفاد کے مطابق پابند کریں۔ ان بیورو کریٹوں کو

عوامی مفاد کے تحت تابع کریں۔ لیکن اگر اتنی بھاری تنخواہیں لینے کے باوجود یہ وزیر اور مشیر ان بیورو کریٹوں کو قابو نہیں کر سکتے تو استعفیٰ دے کر واپس آجائیں۔ ان کو وہاں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ میرا پنجاب کی طرف سے حق بنتا ہے۔ مجھے پنجاب کی عوام نے منتخب کر کے بھیجا ہے۔ میرا حق بنتا ہے کہ میں ان کا احتساب کروں۔ میں ان سے پوچھوں کہ بتایے آپ نے اس بیوروکریسی کو کنٹرول کرنے کے لیے کون سا لائحہ عمل اختیار کیا ہے؟ کیوں' یہ سوال اس لیے کر رہا ہوں کہ بیوروکریسی کو کنٹرول کرنے کے لیے عوام کے ٹیکسوں سے یہ بھاری تنخواہیں لیتے ہیں۔ ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ محتسب کا کردار ادا کریں۔ اگر محکموں نے خود بخود چلنا ہوتا تو پھر وزیر اعلیٰ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ وزیروں کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ کسی چیف سیکرٹری کو وزیر اعلیٰ بنا کر بٹھا دیتے' وہ سارا نظام چلاتا رہتا۔ ان وزیروں کی بڑی بڑی کوٹھیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی گاڑیوں کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ان کے عملے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ان کو جو عملہ' گاڑیاں' مکان' وسائل دیے جاتے ہیں وہ اسی لیے دیے جاتے ہیں کہ عوامی مفاد میں یہ بیورو کریسی کو کنٹرول کریں۔ لہٰذا اگر میں بیورو کریسی پر تنقید کرتا ہوں تو اس حوالے سے کرتا ہوں۔ I am quite relevant۔

جناب والا! میں under pass کی بات کر رہا تھا۔ مجھے اپنے موضوع سے ہٹا دیا گیا۔

جناب سپیکر: under pass کا وزیروں سے اور اس سے کیا تعلق ہے؟

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! یہ اس وزیر کی نااہلی ہے جو ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ کا وزیرمتعلقہ ہے وہ جو تنخواہ لے رہا ہے وہ اپنی تنخواہ کس طرح ضائع کر رہا ہے کہ اس نے ان کو کوئی چیک نہیں کیا کہ یہ ٹینڈر کس طرح ہو رہے ہیں اور یہ ٹینڈر اگر withdraw ہوا ہے تو 10لاکھ روپے کی call deposit جو تھی وہ کیوں واپس کی گئی؟ اگر ٹھیکیدار back out کر گیا ہے تو اس کی call deposit ضبط کیجیے۔

وزیر ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ (ملک مشتاق احمد اعوان): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! محترم بادشاہ میر خان صاحب نے ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ کے اس معاملے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس پر علیحدہ ایک تحریک التوائے کار اس ہاؤس میں موجود ہے اور کل کے لیے fix ہے۔ میں ان کی پوری تسلی کرا دوں گا۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! میں ان کی بات سے مطمئن ہوں۔ یہ مجھ سے سینئر ہیں

اور قابل احترام ہیں۔

میاں فضل حق ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، جی پوائنٹ آف آرڈر ، میاں فضل حق۔

میاں فضل حق ، جناب والا ! جس نکتے کی طرف وزیر صاحب نے ابھی بات کی ہے میری اس سلسلے میں آپ سے گزارش ہے کہ موہل صاحب جب چیئر پر تھے تو یہ تحریک التوائے کار میری طرف سے آئی تھی اور یہ جو under pass ہے یہ بھی میرے حلقے میں ہی ہے۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ کل جب وزیر صاحب آئیں گے تو وہ اس پر بات کریں گے۔ میری آپ سے گزارش یہ ہے کہ کل جس وقت یہ جواب دیں تو وزیر اعلیٰ بھی اگر یہاں موجود ہوں تو بہت بہتر ہو گا اور میری آپ سے یہ بھی گزارش ہے کہ یہ facts & figure کے ساتھ آئیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ پچھلی دفعہ جب آپ تشریف فرما تھے تو نیسپاک کے مسئلے میں میری تحریک التوائے کار آئی تھی تو اس کے اوپر جو بات ہوئی میں سمجھتا ہوں کہ وہ نامکمل رہ گئی تھی۔ تو کل جب یہ آئیں تو fully prepared ہو کر آئیں۔ کیونکہ میں ہر چیز لے کر آؤں گا اور اس کا جواب بھی یہاں سننا چاہوں گا۔

وزیر اوقاف (چودھری محمد شاہنواز چیمہ) ، ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیے۔ انھوں نے کہا ہے کہ ٹھیک ہے۔

میاں فضل حق ، جناب والا! چیمہ صاحب کی آج کیا ڈیوٹی ہے؟ یہ ذرا بتا دیا جائے۔ یہ ٹھیک ہے یا کیا بات ہے' یہ آج کس موڈ میں ہیں؟ یہ پوچھا جائے۔ (قہقہے)

جناب سپیکر ، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وزیر ہاؤسنگ جواب نہ دے سکیں تو وہ دے دیں گے۔

میاں فضل حق ، نہیں جناب۔ وہ تو داتا دربار کی دیگوں کے متعلق بات کریں گے۔ (قہقہے)

جناب سپیکر ، جناب آفریدی صاحب۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، جناب والا! وزیر تعلیم صاحب میرے دوست یہاں بیٹھے ہیں۔ ان کو حکومت پنجاب کی طرف سے جتنی مراعات دی جاتی ہیں وہ اسی لیے دی جاتی ہیں کہ وزیر تعلیم صاحب پورے پنجاب میں تعلیم کے نظام کو جیسا کہ لکھا ہے کہ آیے دیکھیے ہم فروغ علم کے لیے کوشاں ہیں ' یہ جگہ جگہ لکھا ہے ' تو ان کو چاہیے کہ یہ اس تنخواہ کے عوض اپنی خدمات اس محکمہ کو دیں تاکہ وہاں

واقعی فروغ علم کے لیے کوشاں ہوا جا سکے۔ میرے دوست ہیں۔ میں ان کی بڑی عزت کرتا ہوں۔ لیکن میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ میرے شہر راولپنڈی میں جو وہاں نااہل لوگوں کی بھرتیاں کی جا رہی ہیں ' 25 ہزار روپیہ فی پٹھہ ' پٹھہ کا مطلب اسامی۔ اب اگر میں اس کا جواب وزیر تعلیم سے طلب نہیں کروں گا تو کیا میں اس ڈائریکٹر سے طلب کروں گا جو وہاں بیٹھا ہوا ہے۔ میرا تعلق اس ہاؤس کے ساتھ ہے اور اس ہاؤس کے ممبر وزیر تعلیم صاحب ہیں۔ میں نے اس محکمہ کی بے قاعدگی کا سوال اپنے وزیر تعلیم صاحب سے کرنا ہے۔ اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ میں ڈائریکٹر صاحب کے آفس میں چلا جاؤں وہ تو مجھے جناب چپینی لگوا کر باہر نکلوا دیں گے۔ ان بیورو کریٹس کے دماغ اتنے اونچے ہو چکے ہیں کہ جب ہم وہاں ٹیلیفون کرتے ہیں تو وہ ring back کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے اور اس کی میں وزیر تعلیم سے شکایت بھی کر چکا ہوں۔

وزیر تعلیم، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جناب وزیر تعلیم۔

وزیر تعلیم، جناب سپیکر! بادشاہ میر خان آفریدی صاحب نے جو یہاں ذکر کیا ہے کہ راولپنڈی میں لوگوں سے رقم مانگی جا رہی ہے۔ میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت گریڈ 1 سے 15 تک recruitment ہو رہی ہے۔ اس کے لیے ہر ضلع میں ڈپٹی کمشنر ریکروٹمنٹ کمیٹی کے چیئرمین ہیں اور ہر ڈویژن میں کمشنر ریکروٹمنٹ کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔ اس میں متعلقہ ڈیپارٹمنٹ کے دیگر افسران بھی شریک ہیں۔ گریڈ 16 سے 17 تک پبلک سروس کمیشن کے دائرہ کار میں آتا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ جو تقرریاں ہو رہی ہیں اس کی نگرانی تمام منتخب اراکین اسمبلی بھی کر رہے ہیں تاکہ کسی بھی جگہ پر اگر کوئی ایسی شکایت آئے تو اس کا ازالہ ہو سکے۔۔۔

معزز ممبران اپوزیشن، کوئی نہیں کر رہا۔

وزیر تعلیم، جناب میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں بالکل فارغ ہوں۔ میں گھر میں چائے پی کر سو جاتا ہوں۔

جناب سپیکر، اچھا آپ ان کی بات سن لیں۔

وزیر تعلیم : اچھا تیسرا یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی شکایت ان کے علم میں ہو تو میں ان کا چیلنج قبول کرتا ہوں۔ اگر اس کی کوئی نشاندہی کریں کہ فلاں آدمی سے فلاں آدمی نے پیسے مانگے ہیں تو اس پر میں ایک انکوائری کرنے کو تیار ہوں جس میں بادشاہ میر خان آفریدی کو بھی شامل کرنے کو تیار ہوں اور محکمہ تعلیم سے باہر کے کسی سول بیورو کریٹ کو اس کمیٹی میں انکوائری آفیسر appoint کریں گے۔ اگر کوئی ایسی شکایت ہو تو وہ اس کی نشاندہی کریں ہم اس کی انکوائری کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم سے ایسی کوئی شکایت نہیں ہے۔ شکریہ

جناب بادشاہ میری خان آفریدی : جناب والا ! انھوں نے میری بات کی خود ہی تائید کر دی۔ میں تو یہی کہہ رہا ہوں کہ آپ کرپٹ نہیں ہیں۔ لیکن یہ بیوروکریسی کرپٹ ہے۔ میں ڈائرکٹر سے کہہ کر رہا تھا۔ آپ نے مجھے کمشنر اور ڈی سی کے ڈھانے چڑھا دیا۔ اب ان کو کون منہ ڈالے۔ وہ تو ہمیں اندر گھسنے نہیں دیتے۔

جناب سپیکر : نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی particular case آپ کی نظر میں ہے تو آپ اس کی نشان دہی کریں۔ وہ آپ کو بھی اس فیصلہ کرنے والی کمیٹی کا رکن بنانے کے لیے آمادگی کا اظہار کرتے ہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب ! میں ان کا چیلنج قبول کرتا ہوں۔ آپ اس ہاؤس کی کمیٹی بنائیں۔ میں نے اگر راولپنڈی کے تعلیمی اداروں میں رشوت لے کر بھرتی کرنے کا کیس ثابت نہ کیا تو میں اپنی سیٹ سے resign کر کے گھر چلا جاؤں گا۔ اگر میں نے کیس ثابت کر دیا تو پھر یہ کیا کریں گے؟ مجھے بتا دیں۔ میں نے کبھی irrelevant بات نہیں کی۔

جناب سپیکر : بہرحال آپ کیس ان کے نوٹس میں لائیں۔ اگر انھوں نے اس پر عمل نہ کیا تو پھر اس کے بعد دیکھیں گے۔ اب آپ آگے چلیے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : میں نے آپ سے گزارش کی ہے۔ وہ میرے بھائی ہیں۔ مجھے ان کی ایمان داری پر شک نہیں۔ لیکن جو بیوروکریسی گل کھلا رہی ہے۔ اب ان پر جو الزام آتا ہے وہ یہ آتا ہے کہ ان کی ذمہ داری ہے کہ اس پنجاب کے عوام کے ٹیکس سے جو تنخواہ لیتے ہیں، میں بھی تنخواہ لیتا ہوں، مجھے بھی معاوضہ ملتا ہے۔ اب یہ ذمہ داری ہم سب پر مشترکہ ہے، بحیثیت وزیر ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ کرپشن روکیں۔ بحیثیت ایم پی اے میری ذمہ داری ہے کہ میں کرپشن روکوں۔ اب میں نے

ان کے نوٹس میں یہ بات لائی ہے۔ مجھے نہیں پتا کہ یہ اس میں ملوث ہیں یا نہیں ہیں؟ میں نے ان پر الزام قطعاً نہیں لگایا۔ وہ میرے بھائی ہیں۔ برملا کہتا ہوں کہ وہ میرے بھائی ہیں۔ لیکن جب ان کا ڈیپارٹمنٹ کرپشن کرے گا۔ اب ڈی سی اور کمشنر جن کی یہ بات کر رہے ہیں آسمان سے تو نہیں اترے ہوئے۔ وہ بھی اسی بیورو کریسی کا حصہ ہیں جس کو ہم تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ بیورو کریسی کا role ختم کیجیے۔اب یہ بھی کہہ دیں وزیر قانون صاحب یہاں بیٹھے ہیں اب جو ججوں کی تقرریاں ہو رہی ہیں ہمارے پنڈی میں انہوں نے ایک جج کو لگا رکھا ہے وہ جج انتہائی مشہور ہے ان کا نام لطف علی ملک ہے مگر انہیں لٹ علی ملک کہا جاتا ہے یہ میرا تو قصور نہیں ہے۔ اور اس شخص کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کوئی بھی ضمانت دو لاکھ روپے سے نیچے نہیں لیتا قتل کے کیس میں اس کا ریٹ پندرہ لاکھ سے بیس لاکھ روپے کا ہے جائیے اور دیکھیے وہاں پر ہر آدمی کی زبان پر یہ بات عام ہے کہ یہ جج کرپٹ ہے باوجود اصرار کے ہم نے کہا ساری دنیا نے کہا کہ ان سے ہماری نجات دلائی جائے مگر کوئی شنوائی نہیں ہو رہی اب اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ وزیر قانون کرپٹ ہیں لیکن چونکہ وزیر قانون صاحب اور ہمارے جو وزیر اعلیٰ صاحب ہیں اس کی تقرری میں ان کا ہاتھ ہے اب جب وہ کرپشن کرے گا تو لامحالہ اس کی چند چھینٹیں ان لوگوں پر پڑیں گی تو کیوں نا ایسا سسٹم ایجاد کیا جائے جیسا یہ کہہ رہے ہیں کہ وہاں ایجوکیشن کمیٹی میں عوامی نمائندے شامل ہیں میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ وزیر تعلیم میرے ذاتی دوست ہیں اور یہ جب بھی راولپنڈی آئے انہوں نے ہمیں کبھی بھی بلانے کی زحمت گوارا نہیں کی میں برملا کہتا ہوں کہ ذاتی حیثیت میں میرے یہاں پر بہت سے دوست بیٹھے ہوئے ہیں ذاتی حیثیت سے مجھے کوئی بھی بلائے یا میرے گھر آئے میں ان کے گھر جانے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتا اور وہ میرے گھر آئیں وہ میرے لیے باعث فخر ہے لیکن ذاتی حیثیت میں یا سرکاری حیثیت میں ہم کسی فنکشن میں نہیں جائیں گے کیوں کہ ہمیں خطرہ ہے کہ ہم پر بھی وہی داغ لگ جائیں گے جو آج کے لوگوں پر داغ لگ رہے ہیں مجھے نہیں پتا کہ کون کہاں جاتا ہے مجھے تو اتنا پتا ہے کہ جاتا ہے کہاں جاتا ہے یہ تو اللہ جانتا ہے۔ اٹک کے ایک دوست کی میں نے بات کی اب وہاں جو بیورو کریٹس بیٹھے ہیں اب میں دائرہ تنگ کی بات کر رہا ہوں ------

وزیر تعلیم، جناب والا! میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے۔ اگر بادشاہ آفریدی صاحب اپنے اس موقف پر بضد ہیں تو میں کمیٹی بنانے کا اعلان کرتا ہوں جس میں کمشنر راولپنڈی اور میر بادشاہ خان آفریدی

اور ان کے ساتھ میں ایک اور ممبر کو نامزد کر دوں گا اور وہ عوامی نمائندوں میں سے ہی ہو گا اور ڈائرکٹر بھی ہو گا جس ڈائرکٹر کے متعلق یہ کہیں گے اور اس کمیٹی کی جو بھی رپورٹ آئے گی اسے ہم ہاؤس میں پیش کرنے کو تیار ہیں اور اس پر عمل بھی کرنے کو تیار ہیں۔ اور اگر الزام ثابت ہو گیا تو اس میں کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔

جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ جناب آفریدی صاحب نے فرمایا ہے کہ ہمیں راولپنڈی میں کبھی بلایا نہیں گیا اور ہمارا کبھی رابطہ نہیں ہوا اور آفریدی صاحب نے فرمایا ہے کہ میں کسی میٹنگ میں آنے کو تیار نہیں ہوں میں گزارش کروں گا کہ میر صاحب مجھے اپنے گھر چائے پر invite کریں میں ان کے ساتھ چائے پینے کو تیار ہوں۔

سردار حسن اختر موکل! جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ انہوں نے اسی سلسلے میں ایجوکیشن کی ایک کمیٹی آج سے کوئی دس ماہ پہلے اسی ہاؤس میں بنائی تھی اور مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ مسئلہ ایجوکیشن کا تھا جیسے ایک بڑی مشہور مثال ہے کہ " بھینس کے آگے بین بجائے اپنے نین گنوائے " انہوں نے اس کمیٹی میں لائیو سٹاک کے منسٹر کو رکھ دیا اور آج تک ان کو علم ہی نہیں جب بھی ان سے کہتے ہیں کہ جناب موقع پر آئیں تو وہ کہتے ہیں کہ جناب مجھے تو علم ہی نہیں۔ تو جناب والا کہیں ایسی کمیٹی نہ بنا دیں کہ جہاں پھر یہ دس مہینے گزر جائیں۔

جناب عثمان ابراہیم، جناب والا! بادشاہ آفریدی صاحب نے جن خدشات کا ذکر کیا ہے یہ شکایات صرف راولپنڈی تک محدود نہیں ہیں یہ شکایات پورے پنجاب تک پھیلی ہوئی ہیں تو میری گزارش ہو گی کہ جس طرح جناب وزیر تعلیم نے راولپنڈی میں کمیٹی بنائی ہے اسی طرح ہر ڈویژنل ہیڈکوارٹر پر ایک کمیٹی تشکیل دیں۔ جناب سپیکر! یہ genuine شکایات ہیں اور بجٹ تقاریر کے دوران اس کا اظہار تقریباً" ہمارے ممبران نے کیا ہے تو میری گزارش ہو گی کہ ایسی کمیٹیاں ہر ڈویژنل ہیڈکوارٹرز پر بنانی چاہییں۔

جناب سپیکر، وہ آپ کی گزارش سن رہے ہیں وہ ضرور فرمائیں گے۔ جناب انعام اللہ نیازی صاحب۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، پوائنٹ آف آرڈر۔ ******** جناب والا ہمارے معزز رکن جناب میر بادشاہ خان آفریدی صاحب نے بڑی کسر نفسی سے کام لیتے ہوئے کہا ہے مگر وہ تھوڑی

*** (بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

سی سائڈیں بچا گئے اور انہوں نے لطف علی صاحب کی بات کی ہے اور ان لطف علی صاحب کو لٹ علی صاحب بھی کہتے ہیں تو جناب والا! ہر ایک بندے کو ان ساری حقیقتوں کا پتہ ہے لیکن ایک حقیقت جو بادشاہ آفریدی صاحب نے بیان نہیں کی وہ یہ ہے کہ عام حالات میں پرائیویٹ محفلوں میں یہ عام بات کرتے ہیں کہ اگر میں کچھ جا رہا ہوں تو اس میں سے باقاعدہ وزیر اعلیٰ پنجاب کو حصہ دیتا ہوں*** ****

جناب سپیکر، نہیں آپ خواہ مخواہ یہ بات کر رہے ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب یہ وہ حقیقتیں ہیں جن سے آپ آگے نہیں چل سکتے۔ (قطع کلامیاں) ----- ****** (قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: This point is out of order. I rule it out.

وزیر قانون، جناب سپیکر! موہل صاحب نے رول ۱۱۶ کا بھی حوالہ دیا اور آپ نے اس پر اپنی رولنگ بھی دی لیکن آپ کی رولنگ کے بعد سے لے کر اس وقت تک رولز آف پروسیجرز کی جس طریقے سے دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ شاید فاضل اراکین اپوزیشن اپنی کٹوتی کی تحریک میں سنجیدہ نہیں ہیں اور انعام اللہ نیازی صاحب نے جس انداز اور جس لہجے میں یہ الزام تراشہ ہے یہ پارلیمانی روایات کا تقاضا نہیں ہے لہذا انہیں کارروائی سے حذف کیا جائے اور انہیں کٹوتی کی تحریک کے حوالے سے بات کرنے کا موقع دیا جائے ----

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ آپ ان الفاظ کو کارروائی سے حذف کریں مجھے وجہ بتائی جائے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہ الفاظ کارروائی سے حذف کیے جائیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! اس طرح سے تو ہاؤس کی کارروائی نہیں چلے گی۔

***(بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ یہ نہ آپ کے کہنے پر چلے گی نہ کسی اور کے کہنے پر چلے گی یہ Rules and Regulations کے مطابق چلے گی اور میں نے آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کو rule out کیا چونکہ اس میں الزام تراشی ہے اس لیے وہ سارا حصہ جس میں آپ نے وزیر اعلیٰ سے متعلق مفروضے پر بات کی ہے اسے میں حذف کرتا ہوں۔ آگے چلیے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں نے اپنی تقریر کے آغاز میں یہ کہا تھا کہ میری خوش قسمتی ہے کہ سی ایم آج یہاں موجود ہیں اور میں نے یہاں اپنے اس بھائی کے قتل کا ذکر کیا تھا اور جس طرح وزیر تعلیم صاحب نے فراخدلی کا ثبوت دیتے ہوئے کمیٹی قائم کرنے کا اعلان کیا تو کیا ہی اچھا ہو کہ کسی مظلوم کی دادرسی کے لیے آج سی ایم صاحب بھی یہاں کھڑے ہو کر کمیٹی بنانے کا اعلان کر دیں تاکہ اس دھرے قتل کی تحقیقات ہو سکے اور وہ انتظامیہ ----

جناب سپیکر، آفریدی صاحب! آپ کو یاد ہو گا کہ آپ نے Call Attention کی صورت میں یہ بات کی تھی۔ چونکہ یہ معاملہ already عدالت میں ہے یہ subjudice ہے اسی لیے وہ Call Attention Notice بھی منظور نہیں ہوا تھا۔ اب ایک بات جو عدالت میں ہے اور اس پر آپ کمیٹی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ بہرحال چیف منسٹر صاحب Chief Executive ہیں اگر وہ کرنا چاہتے ہیں اور آپ نے ان سے بات کی ہے لیکن میں اس وقت وضاحت کر رہا ہوں کہ آپ نے یہ بات جب Call Attention Notice کی صورت میں میرے پاس بھیجی تھی تو subjudice ہونے کی وجہ سے اسے یہاں take up نہیں کیا گیا تھا۔۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، ابھی تک وہ مقدمہ کسی عدالت میں نہیں ہے ابھی اس قتل کو ہوئے دو ہفتے ہوئے ہیں ابھی وہ ایس ایچ او کی عدالت میں ہے

جناب سپیکر، آپ میری بات سنیں۔ جو معاملہ subjudice ہے اس پر بحث بھی نہیں ہو سکتی۔ اس کے باوجود آپ نے بات کی ہے میں نے مناسب سمجھا کہ چیف منسٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں اور یہ بات ان کے گوش گزار ہو جائے آپ اس کو کافی سمجھیں اب آپ ازراہ کرم اپنی کنوتی کی تحریک پر بات کریں۔

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر! جناب بادشاہ میر خان آفریدی صاحب نے جس واقع کا ذکر کیا ہے اس کی تفصیلات کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے اور یہ ان کی کٹ موشن کے دائرہ کار میں نہیں آتا لیکن

اس کے باوجود یہ ایک انسانی جان کا سوال ہے اور صوبہ پنجاب میں ہونے والے اس اہم واقعہ سے متعلق ہے کہ جس میں دو انسانی جانیں ضائع ہوئی ہیں اور اس میں ان کو انصاف نہیں ملا میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ان کا کیس رجسٹر نہیں ہوا اور یہ genuine کیس ہے تو یہ کیس رجسٹر کیا جائے گا اور اس کی investigation مدعیوں کی satisfaction کے مطابق کروائی جائے گی۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! کیس رجسٹر ہو چکا ہے لیکن جیسے میں نے پہلے گزارش کی کہ اسے ڈی سی (جی) راولپنڈی اس کیس پر مسلسل اثرانداز ہو رہا ہے اگر سی ایم صاحب صرف یہ اعلان کر دیں کہ اس کیس میں جانبداری برتنے والوں کے خلاف کارروائی کی جائے گی تو میرا خیال ہے مظلوموں کو انصاف مل سکتا ہے۔ جناب والا! میں اس حوالے سے بات کروں کہ وہاں کی بیورو کریسی انصاف کی راہ میں حائل ہے۔ اگر انھوں نے توجہ دی ہے تو میں ان کا مشکور ہوں۔ میں گزارش کروں گا کہ یہ وزیر اور مشیر اور اسمبلی کے ارکان جو تنخواہیں لیتے ہیں یہ اسی بات کی تنخواہیں اور سہولیات لیتے ہیں کہ یہ بیوروکریسی کو ایک حد تک محدود کریں۔ اس کو اپنے دائرہ کار میں رکھیں۔ اور اس بیورو کریسی کو عوام کے مفاد کے لیے استعمال کریں۔ لیکن اس صوبے میں یہ صورت حال نہیں ہے بیورو کریسی بے لگام ہو چکی ہے۔ لہٰذا میں اپنی کٹوتی کی تحریک میں عرض کروں گا کہ چونکہ یہ تمام وزیر، مشیر، وزیر اعلیٰ، سپیکر، ڈپٹی سپیکر اپنے مقاصد میں ناکام ہو چکے ہیں لہٰذا میں اس مطالبہ زر کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، جناب عبیداللہ شیخ صاحب!

جناب تاج محمد خانزادہ، جناب والا!

جناب سپیکر، آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں؟

جناب تاج محمد خانزادہ، اگر موہل صاحب کا قانون دیکھا جائے تو پھر تو میرا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, I want to take advantage of the fact that the Chief Minister of the Punjab is here. Certain matters are of very great importance concerning the Government of the Punjab and concerning

this very House. They have already been discussed in the House. But I would like to highlight one or two points regarding the proceedings in this Assembly this morning and also the happening on the border of Peshawar and Attock at Indus. Sir, first of all certain names of bureaucrats and other people have been mentioned here, personal attacks have been made and their personal integrity questioned Sir, not once but many a time, at numerous occasions it has been brought to the notice of the Chair that names of many persons irrespective of their creed, colour or profession, are mentioned which is against the decorum of the democratice practices all over the world Therefore, it is not a question of my likes and dislikes regarding the names of the people both in the executive service and in the service of this country, and those who are serving irrespective of what political party they belong to, their names must be scratched from the proceedings and it must be made a rule that if somebody wants to mention somebody he must give it in writing and bring it regularly for discussion either as a privilege motion, etc where a lack of descency has occurred. Sir, this is something which is according to May's Parliamentary Practice, or according to any other practices in the world or the practices prevailing in the advance countries, practice in the backward countries This is a question of descency and also according to the law and principles of Islam. Sir, we will own this. Quran says that you can not blame and name even if the man had the fault and if you blame him you are guilty of ghibat, and you are guilty before God. By bringing baseless allegations without proof about people who are not present I think does not warrant descency and I think should not be allowed irrespective whether they belong to this party or whether they belong to that party. The other thing is, it has been mentioned, I have

sent a telegram to the Chief Minister.

MR SPEAKER: Let us decide about this point. I believe that this point is valid. Anybody who is not present in the House and is not able to defend himself should not be criticised or should not be blamed without proof and I give my ruling that in future nobody should blame any body, whether he is a bureaucrat or an officer or a member, without giving him the right to explain his position. If he is not a member, and you want to criticize him or blame him then there should be a proper motion and with proofs, otherwise I hold this point valid, and I rule it like this that in future no baseless criticism or allegation should be levelled against any body who is not a member or who is not present in the House.

SARDAR ZULFIQAR ALI KHAN KHOSA: Sir, we whole heartedly accept your ruling when you are sitting in the Chair, but when you are giving a ruling regarding a bureaucrat or any other person who is not a member of this House then whom do we talk about. We only blame ourselves Because the only person who is capable of answering any allegation are the members of the House.

MR SPEAKER: Baseless allegations.

SARDAR ZULFIQAR ALI KHAN KHOSA: Then you should restrict your ruling to the baseless part

MR SPEAKER: I have said baseless.

SARDAR ZULFIQAR ALI KHAN KHOSA: But you included any body who is not able to answer in the House So nobody else except members of the House can answer in this House.

MR SPEAKER: There are methods through which you can agitate i.e. a motion. In every adjournment motion and in many privilege motions you blame people, you name them and we discuss about them in those Standing Committees. You have a right to do that. But without bringing it in accordance with rules and regulations and just out of nothing without any proof you name a person and start criticizing him and putting all kinds of blame on him without any responsibility on your part I think that is not right.

SARDAR ZULFIQAR ALI KHAN KHOSA: Mr Speaker Sir, I entirely agree with you but let me take this specific case. Badshah Mir Khan was mentioning the murder of two people in Rawalpindi where the ADC(G) was influencing the police officials concerned with the inquiry and investigation, now how will you stop him from taking the name of the ADC(G), the persons who is directly involved in influencing those officials? This is the difference which I would like to point out in your ruling Mr Speaker Sir, that he should be allowed to mention any and all irregularities whether they are being committed by the members of the Provincial Assembly or by a bureaucrat or by a technocrat or by an engineer, whoever he may be. We should have proof to substantiate our allegations, yes I would accept that, but if you stop us from talking about these people then what are we doing here

MR SPEAKER: Well, I have given my mind. I would like that I should properly phrase this ruling and I will give the final ruling in calculated words tomorrow or day after tomorrow.

SARDAR ZULFIQAR ALI KHAN KHOSA: I am obliged. Thank you.

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, one thing which I wanted

to bring to the notice of the Chief Minister Sir, that the food lorries, which pass through Attock every night there is a bargaining centre functioning at Attock Bridge. Sir, I have sent telegram to the Chief Minister. I hope it has come to his notice that if the movement of the food is within the country then such restrictions where you give chances to the people to allow unlicensed food to pass and grab money and divide among departments Sir, I would request that proper steps should be taken to stop this bazar of corruption at the gate of Attock where more than 100 to 200 lorries pass and each lorry pays 3000 rupees which is divided between the administration, the Police and the Food Department. I endorse every word regarding that and what Badshah Khan has said it is a fact. I am not an eye witness but it is a common story today in Attock that lacs of rupees there at night being divided between these three departments. I leave it to you what steps are necessary to curb corruption. Thank you, Sir

MR SPEAKER: I think the authorities are there and they have heard you and they will take necessary steps.

اب میں جناب عبیداللہ شیخ کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

جناب عبیداللہ شیخ: جناب سپیکر! 5 ارب 13 کروڑ 21 لاکھ 27 ہزار 390 روپے کی کٹوتی کی جو تحریک پیش کی گئی ہے۔ وزیروں اور مشیروں کو مراعات دینے کی بات ہو رہی تھی۔ جس طرح بجٹ سیشن ایک اہم سیشن ہوتا ہے۔ پاکستان کے اندر مارشل لاء کی حکومت رہی۔ نگران حکومتیں بنتی رہیں لیکن عوام نے ہمیشہ جمہوریت کے لیے تگ و دو کی اور جمہوریت کو لانے کے لیے انھوں نے اپنے عوامی نمائندوں کو ان ایوانوں کے اندر منتخب کر کے بھیجا ہے۔ جب ہم عوام کے سامنے جاتے ہیں تو ہمارے وعدے وعید میرے ہی نہیں بلکہ ان وزراء کے، ان مشیروں کے، وزیراعلیٰ پنجاب کے عوام کے ساتھ اس طرح ہوتے ہیں کہ دن چڑھنے تک ہم آپ کے تمام مسائل کو حل کر دیں گے۔ نظم و نسق

کے حوالے سے ، لوگوں کو تحفظ فراہم کرنے کے سلسلے میں ، لوگوں کی دہلیز پر انصاف فراہم کرنے کے سلسلے میں وعدے وعید کیے جاتے ہیں ۔ لیکن جب ہم ایوان کے اندر ہوتے ہیں تو مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہاں پر آ کر ہم یہ سب کچھ بھول جاتے ہیں ۔ جن مقاصد کے لیے ہمیں منتخب کر کے بھیجا جاتا ہے ان کی طرف توجہ نہیں دی جاتی ۔ جب عوام بیورو کریٹس کے ساتھ رابطہ کرتے ہیں تو ان کے مسائل کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ ان کے مسائل حل نہیں ہوتے تو پھر کسی کو اپنا ذریعہ بنانے کے لیے عوام اپنے عوامی نمائندوں کو منتخب کر کے بھیجتے ہیں وہ ان ایوانوں کے اندر آ کر ان کو defend کرتے ہیں ، ان کو تحفظ فراہم کرتے ہیں ۔ بجٹ کے اندر ہم نے ان بیوروکریٹس کو میاں مٹھو بنا لیا ہے اور ان کو چوری فراہم کرنے کے لیے ہم یہاں فنڈز فراہم کرتے ہیں ۔ جناب سپیکر ! میری خوش قسمتی ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب آج اس اسمبلی کے اندر موجود ہیں تو میں اس حوالے سے یہاں یہ بات کرنا ضروری سمجھوں گا کہ جب وزیر اعلیٰ چیف ایگزیکٹیو ہونے کے ناتے میرے ہی حلقے شمالی لاہور میں گئے تو وہاں انھوں نے 33 کروڑ کے پیکج کا اعلان کیا۔ اور اسی موقع پر عوامی اجتماع کے اندر انھوں نے یہ اعلان کیا کہ دسمبر 1994ء کے آخر تک شمالی لاہور جو کہ پسماندگی میں ڈوبا ہوا ہے کے تمام مسائل حل کر دیے جائیں گے۔ 1994ء گزرنے کے ساتھ ساتھ آج دوسرا بجٹ بھی آ چکا ہے۔ شمالی لاہور کے مسائل کے حوالے سے پچھلے بجٹ اجلاس میں بھی یہی بات ہوئی تھی آج پھر اسی کو دہرایا گیا ہے ۔ اور آج میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ 1995ء کے وسط میں 33 کروڑ روپے کے پیکج کا جو اعلان شمالی لاہور کے مسائل کو حل کرنے کے لیے کیا گیا تھا اس کا کیا بنا؟ وزیر اعلیٰ صاحب نے اس 33 کروڑ روپے کے پیکج کا کس کو حکم دیا تھا؟ وہ کون سا محکمہ تھا؟ وہ واسا کا محکمہ تھا ، ٹیپا یا کارپوریشن کا کوئی محکمہ تھا؟ آج تک کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی ۔ میرے حلقے میں آج بھی دیکھ لیا جائے میں وزیر اعلیٰ صاحب کو دعوت دوں گا کہ وہ خود جا کر میرے حلقے کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ وہاں پر ابھی تک صرف ایک کروڑ 60 لاکھ روپے کے کام شروع ہوئے ہیں ۔ میرا حلقہ جو کہ پسماندگی میں ڈوبا ہوا ہے ابھی وہاں پچھلے دنوں اکھاڑ پچھاڑ کی وجہ سے ایک قیمتی جان ضائع ہو گئی ۔ ایک ڈاکٹر بارش کے پانی میں وہاں گر جاتا ہے اور بجلی کی تاریں جو کہ ارتھ کر چکی تھیں اس کی وجہ سے وہاں وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کا ذمہ دار واسا تھا ۔ میں نے یہ بات پوائنٹ آف آرڈر پر بھی کہی تھی کہ اس متعلقہ محکمے کے خلاف کارروائی کی جائے لیکن آج تک کوئی کارروائی نہیں کی گئی ۔ اور اس کے پسماندگان نے کوئی رپٹ صرف اس وجہ سے درج نہیں کروائی کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ اس پر کچھ بھی

نہیں ہو گا۔ میں آج آپ کے سامنے یہ بات اس لیے رکھ رہا تھا کہ آج ہمیں خلوص نیت سے سوچنا چاہیے کہ ہم آنے والی نسلوں کے لیے کیا کچھ چھوڑے چلے جا رہے ہیں؟ ہم کس انداز اور کن امیدوں کے ساتھ اکیسویں صدی میں قدم رکھ رہے ہیں؟ عوام کے پیسوں سے حاصل کردہ ٹیکسوں کی پیدا شدہ رقوم کے استعمال سے پورے سال '95-1994ء میں امن و امان کی مجموعی مخدوش صورت حال آپ کے سامنے ہے۔ ہزاروں ڈکیتیاں' ڈاکے' چوریاں' قتل' اجتماعی آبرو ریزی ہو رہی ہیں۔ اگر صرف آپ اخبارات کو اٹھا کر دیکھ لیں تو آپ کے سامنے یہ تمام باتیں آ جائیں گی اور انسانیت کی تذلیل خبروں سے نظر آئے گی۔ تباہی اور بربادی کے واقعات اس قدر ہیں' ظلم کی مثالیں' داستانیں اس قدر طویل ہیں کہ جن کے بیان سے وہ کون سی آنکھ ہو گی جس آنکھ سے آنسو نہ بہے ہوں گے۔ اس مناسبت سے یہاں پر چند مثالیں' واقعات پر اکتفا کروں گا۔ ہماری تاریخ بتاتی ہے کہ حجاج بن یوسف نے اس وقت تک چارپائی پر سونے سے انکار کر دیا تھا جب تک اس نے دیبل کے راجہ داہر سے ان مظالم کا حساب نہ لے لیا جو کہ اس نے مسلمان خواتین کی عزت و آبرو سے کھیل کر کیے تھے مگر اپنے اسلاف کے امین ہونے کے دعوے کرنے والے ہمارے حکمرانوں کا اپنا کردار کیا ہے؟ جناب والا! کچھ جھلکیاں آپ کے سامنے پچھلے حوالے سے میں رکھنا چاہتا ہوں۔ لاہور میں ایک دس سالہ معصوم بچے کو دو لاکھ روپے تاوان نہ ملنے کے جرم میں انتہائی بے دردی سے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہلاک کرنے کے بعد سفاک قاتلوں نے اس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے باغبان پورہ کے گاؤں کے کھیتوں میں پھینک دیے۔ جنہیں کئی روز تک گدھیں' کتے اور بلیاں نوچتی رہیں۔ جب اطلاع پانے کے بعد بچے کے والدین اور دیگر اقرباء لاش کی جگہ پر پہنچے تو وہاں ننھے مقتول کے خون آلود کپڑے' ہڈیوں کے ٹکڑے اور اس کی کھوپڑی اکٹھی کر کے دکھی دلوں کے ساتھ آ گئے۔ ادھر Oklahoma کے بم دھماکے میں 100 آدمیوں کی ہلاکت پر امریکہ کا صدر بل کلنٹن غصے میں آ گیا اور اس کے حکم پر امریکہ کا جھنڈا سوگ میں سرنگوں کر دیا گیا اور پورے امریکہ میں قومی سوگ کا اعلان کر دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ وہاں انسانی جانوں کی کوئی قدر قیمت ہے لیکن یہاں ہمارے ہاں حالت یہ ہے کہ جس وقت دکھوں کی ماری ممتا اپنے جگر گوشے مظہر کی ٹوٹی ہڈیاں اور خون آلود کپڑے سمیٹ رہی تھی تو عین اسی وقت اسلام آباد میں دورہ امریکہ کی نام نہاد کامیابی پر وزیراعظم بے نظیر کے استقبال کا جشن منایا جا رہا تھا۔ اور تو اور ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب جو کہ عوام کے مسائل کے حل اور عوامی مفادات کے بارے میں آئے دن بیان دینے سے نہیں تھکتے انھوں نے بھی معصوم جان کی تلافی کے ضمن میں ایک جملہ' ایک لفظ کہنا

گوارا نہیں کیا تھا۔ جناب والا! اگر میں آپ کے سامنے نظم ونسق کی مجموعی مخدوش صورت حال رکھوں تو یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے بلکہ ہزاروں بنک ڈکیتیاں ہوتی ہیں' ڈاکے' چوریاں' قتل ہو رہے ہیں۔ 19 اپریل 1995ء کو اعظم کلاتھ مارکیٹ کے مسلم کمرشل بینک میں 88 لاکھ روپے کا ڈاکہ پڑا' 88 لاکھ روپے لوٹ لیے گئے اور ڈاکو لوٹی ہوئی رقم کے ساتھ ٹہلتے ہوئے واپس گئے۔ آج پولیس کے اعزازات کے لیے اور پولیس کی مد میں کئی رقومات رکھی گئی ہیں ---------

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، ریاض حشمت جنجوعہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب سپیکر! میرا نکتہ اعتراض قاعدہ نمبر 116 کے حوالے سے ہے۔ جس کے بارے میں آپ بڑی وضاحت کے ساتھ رولنگ دے چکے ہیں کہ جو تحریک تخفیف زر کسی حکمت عملی کو مسترد کرنے کے لیے اس ایوان میں پیش کی جاتی ہے تحریک پیش کرنے والے رکن پر یہ لازم ہے کہ حکمت عملی کے خاص نکات جن کو وہ زیر بحث لانا چاہتا ہے ان کا ذکر وہ اپنی تحریک تخفیف زر میں کرے۔ اور یہ اس وقت جو تحریک تخفیف زر زیر بحث ہے اس میں فاضل ارکان نے جن نکات کا حوالہ دیا ہے اس میں صرف وزراء' مشیروں کی تنخواہوں کو انھوں نے زیر بحث لانا چاہا ہے۔ آپ کی واضح رولنگ کے باوجود بھی آپ کی اس رولنگ کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ میں آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، جناب شیخ صاحب! مہربانی سے اپنے نکتے پر رہیے۔

جناب عبیداللہ شیخ، جناب سپیکر! میں یہی بات کر رہا تھا کہ تمام محکموں کے جو چیف ایگزیکٹو ہیں وہ وزیر اعلیٰ پنجاب ہیں اور آج انہی کے حوالے سے آپ کے سامنے بات رکھ رہا تھا۔ جب ہم عوام کے ووٹوں سے منتخب ہو کر یہاں آتے ہیں تو ہمیں تفصیل سے بات کرنے کا موقع نہیں ملتا ہے کہ ہم اپنی بات کو حکومت کے سامنے رکھ سکیں اور نظم و نسق کے حوالے سے جو باتیں آج آپ کے سامنے میں لا رہا ہوں۔ یہ انتہائی دکھ کی بات ہے۔ آپ کبھی دیکھیں کہ ہر چوک اور ہر سڑک پر پولیس کے ناکے لگے ہوئے ہیں اور بجائے ڈاکوؤں اور چوروں کو پکڑنے کے وہ عوام کی جیبوں کو ٹٹولتے ہیں۔ اس میں کچھ تلاش کرتے ہیں۔ لیکن پولیس آج تک کوئی بڑا ڈاکو کوئی چور اور کوئی منشیات فروش گرفتار نہیں کر سکی۔ آج میں اپنے شہر کے حوالے سے یہ بات کر رہا ہوں کہ آج آپ

اخبار اٹھا کر دیکھیں تو عوام اس بات سے پریشان ہو جاتے ہیں کہ اس طرح لوٹ مار ہو رہی ہے ۔ اس طرح آبرو ریزیاں ہو رہی ہیں عوام کو تحفظ فراہم نہیں کیا جا رہا ۔ میں ایک چھوٹا سا واقعہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ کوٹ عبد المالک میں ڈاکوؤں نے ایک شوہر سے نئی نویلی دلہن چھین لی اور اسے اجتماعی زیادتی کے بعد زخمی حالت میں ویرانے میں پھینک دیا ۔ یہ واقعات رونگٹے کھڑے کر دینے والے ہیں۔

جناب سپیکر ، شیخ صاحب! آپ یہ بھی کوشش کیجیے اور ان واقعات کا کوئی رشتہ اس بات سے جوڑیے کہ وزراء کو پارلیمانی سیکرٹریوں کو بہت زیادہ تنخواہ دی جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ واقعات ہو رہے ہیں ۔

جناب عبید اللہ شیخ ، جناب والا ! کوئی بھی افسر اپنے ائرکنڈیشن کمروں اور گاڑیوں سے نکلنے کے لیے تیار نہیں ہے ۔ جیسے میں وزیر اعلیٰ پنجاب کی توجہ اپنے حلقہ شمالی لاہور کی طرف دلا رہا تھا کہ اس وقت انھوں نے عوامی اجتماع کے اندر یہ اعلان کیا اور یہ کن محکموں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ وہاں موقع پر جا کر دیکھیں ۔ میں اپنی بات سے تھوڑا سا ہٹ کر عرض کروں گا کہ سیوریج کے سلسلے میں ڈرین کا ایک ٹینڈر پاس ہوتا ہے ۔ لیکن آج موقع پر جا کر دیکھیں تو وہاں سیوریج ڈالا جا رہا ہے ۔ ٹینڈر ڈرین کا ہے لیکن وہاں پر سیوریج ڈالا جا رہا ہے اور اس میں صرف ایک فٹ کا پائپ ڈالا جا رہا ہے ۔ آپ تو شمالی لاہور کے مسائل کو بخوبی جانتے ہیں ۔ آگے برسات کا موسم آ رہا ہے ۔ آج اگر ایک جان ضائع ہوئی ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر فوری طور پر مسائل کو حل نہ کیا گیا تو وہ کن لوگوں نے کرنا ہے ۔ ہم یہاں پر کن کے لیے مراعات کی منظوری کروا رہے ہیں۔ یہ عوام کے مسائل کی طرف بالکل توجہ نہیں دے رہے ۔ آج عوامی نمائندوں کو عوام کے سامنے جانا ہے۔ آج عوام نے عوامی نمائندوں کو اس لیے منتخب کر کے بھیجا ہے کہ وہ اس بیوروکریسی سے اپنے مسائل کو صحیح انداز میں حل کروا سکیں۔ آج 90 ہزار کے قریب لوگ پولیس میں بھرتی کیے ہوئے ہیں۔ لیکن میں یہ واقعہ آپ کے سامنے رکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کوٹ عبدالمالک میں ڈاکوؤں نے شوہر سے نئی نویلی دلہن چھین لی اس سے اجتماعی زیادتی کی اور اسے زخمی حالت میں ویرانے میں پھینک دیا ۔ جناب والا! کیا یہ لوگ عوام کو تحفظ فراہم نہیں کریں گے ؟ آپ دیکھتے ہیں کہ اگر ایک نعش پڑی ہوتی ہے تو ایک تھانے والا اٹھاتا ہے اور دوسرے کی حدود میں پھینک دیتا ہے اور دوسرا اٹھاتا ہے اور اس کی حدود میں پھینک دیتا ہے ۔ اس کی طرف کون توجہ دے گا ؟ عوام کس کے پاس جائیں اور کس کے گریبان کو پکڑیں ؟ پھر بیس ہزار

روپے نقد اور دلہن کے قیمتی زیورات لوٹ لیے گئے ۔ اسی طرح بہت سے واقعات ہیں۔ میں کن کن کے بارے میں آپ کے سامنے بیان کروں۔ اس وقت چونکہ وزیر اعلیٰ پنجاب یہاں ہاؤس میں موجود ہیں تو میں ان کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے عرض کروں گا کہ اس وقت لاہور میں کارپوریشن ' ٹیپا' واسا اور ایل ڈی اے ان تمام محکموں کو عوام کے بنیادی مسائل کے حل کے سلسلے میں مدد گار ہونا چاہیے تھا لیکن یہ لاہور کے کسی بھی مسئلے کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہے ۔ شمالی لاہور کی تعمیر و ترقی کے لیے 1994-95ء کے بجٹ میں بھی سڑکوں گلیوں اور فٹ پاتھوں کے لیے کہا گیا تھا ۔ لیکن یہ سڑکیں گلیاں اور فٹ پاتھ آج بھی اسی طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں جس طرح اکتوبر 1993ء کے ضمنی الیکشن کے دوران نام نہاد جعلی ترقیاتی منصوبوں کے نام پر توڑ پھوڑ کی گئی تھی ۔ میں اخباری بیانات کے حوالے سے بھی اور اس ایوان کے floor پر بھی حکومت اور حکمرانوں کی توجہ ان مسائل کی طرف مبذول کراتا رہا ہوں لیکن ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی ۔ حالات اس قدر بگڑ چکے ہیں' مسائل اتنے گھمبیر ہو چکے ہیں کہ فوری توجہ کا تقاضا کرتے ہیں ۔ بارشوں میں نشیبی علاقوں اور گڑھوں میں پانی بھر جاتا ہے کئی حادثات رونما ہو چکے ہیں ۔ صرف لاہور کی تعمیر و ترقی کے لیے کئی ادارے قائم ہیں مثلاً بلڈنگ اینڈ روڈز ڈیپارٹمنٹ ' لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی ' میٹرو پولیٹن کارپوریشن 'واٹر اینڈ سینیٹیشن ایجنسی ۔ ان اداروں میں تعینات افسروں انجینئروں اور سپروائزری سٹاف کی تنخواہیں الاونس اور دیگر اخراجات کی مد میں عوام کے خون پسینے کی کمائی پر لگائے جانے والے ٹیکسوں اور محصولات کی صورت میں حاصل کردہ خطیر رقومات صرف ہو جائیں جبکہ افسران اپنے ائرکنڈیشن لگژری کمروں سے باہر نکل کر حالات و واقعات کا بچشم خود جائزہ لینا گوارہ ہی نہیں کرتے۔ انھیں اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ سڑکوں اور گلیوں کی اکھاڑ پچھاڑ' ابلتے گٹروں ' گندے پانی اور جگہ جگہ پڑی گندگی' غلاظت نیز نکاسی آب اور فراہمی آب کے موجودہ سسٹم کی خرابی کے ہاتھوں عوام اس قدر پریشان ہیں ۔

جناب والا ! میں نے یہی چند گزارشات آپ کے سامنے رکھنا تھیں اور انہی کے پیش نظر میں اس مطالبہ زر کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: بہت بہت شکریہ مہربانی ۔ جناب ارشد عمران سلہری !

جناب ارشد عمران سلہری: شکریہ۔ جناب سپیکر! مجھ سے پہلے ہمارے فاضل اراکین نے تفصیل کے ساتھ محکموں کے اخراجات پر روشنی ڈالی ہے ۔ میں بھی ڈیمانڈ نمبر 10 پر کٹوتی کی تحریک پیش کرتا

ہوں کہ اس کے اخراجات 5 ارب ' 13 کروڑ ' 21 لاکھ ' 27 ہزار ' 390 روپے سے کم کر کے اس کو ایک روپیہ کر دیا جائے ۔ جناب سپیکر! ہم اور آپ اچھی طرح سے واقف ہیں کہ اس وقت جو موجودہ حالات ہیں کہ جس میں پورے ملک کے اندر جمہوریت کو بھی سیاسی استحکام نہیں ہے ۔ اسی طرح صوبہ پنجاب کے اندر بھی ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ روز کے اخبارات میں جو خبریں چھپتی ہیں کہ اس مخلوط گورنمنٹ کے اختلافات کی وجہ سے ہماری انتظامیہ ہماری بیورو کریسی اس بات کا فائدہ اٹھاتی ہے اور وہ اپنی من مانیاں کرتی ہے ۔ میں آپ کی توجہ بجٹ کے Estimates of Charged Expenditure کے صفحہ نمبر 192 پر دلانا چاہتا ہوں کہ سابقہ سال گورنر سیکرٹریٹ پر 2 کروڑ ' 64 لاکھ ' 90 ہزار روپے رکھے گئے تھے لیکن عملے اور انتظامیہ نے اس کو 4 کروڑ روپے تک خرچ کیا ۔ ہم نے سابقہ بجٹ میں 2 کروڑ پاس کیا تھا کہ آپ نے اس کی حدود کے اندر رہ کر اخراجات کرنے ہیں لیکن یہاں پر 4 کروڑ ' 57 لاکھ ' 55 ہزار سے بھی زائد خرچ ہوئے ۔ اسی طرح منسٹرز کے ہیڈ میں 5 کروڑ ' 91 لاکھ ' 74 ہزار روپے رکھے گئے ۔ لیکن یہاں پر 3 کروڑ روپے زیادہ خرچ ہوئے ۔ محکمہ S & G A D پر 15 کروڑ 58 لاکھ رکھے تھے لیکن یہاں پر 45 کروڑ بے دریغ خرچ کیے گئے ۔ جب پنجاب اسمبلی کا بجٹ پاس ہوا تو پابند کیا گیا کہ آپ 15 کروڑ روپے خرچ کر سکتے ہیں لیکن یہ سوچنے کی بات ہے کہ ۱۵ کروڑ روپے سے ۴۵ کروڑ تک اخراجات ہوئے ۔ یہ غریب عوام کا پیسہ ہے ۔ ان کی جیبوں سے یہ پیسہ آتا ہے لیکن ان کی فلاح و بہبود کے لیے یہ پیسہ خرچ نہیں ہوا بلکہ یہ اپنی عیاشیوں کے لیے خرچ ہوا ہے ۔ اب اس کو یہاں ۱۷ کروڑ روپے اس بجٹ میں کر دیا گیا ہے ۔ یہاں پر شاید وزیر خزانہ میری بات کو سن رہے ہوں اور محکمہ خزانہ کے افسران بھی یہاں پر موجود ہوں گے ۔ ۹۶ــــ۱۹۹۵ء میں ۱۷ کروڑ ۷ لاکھ ۴۷ ہزار ایک سو ۸۰ روپے رکھا گیا ہے ۔ آپ صفحہ نمبر ۱۹۴ پر جائیں سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن کے لیے جو رقم ظاہر کی گئی ہے وہ ۱۸ کروڑ ۷۴ لاکھ ہے ۔ میں اس کو درست مانوں یا اس کو درست مانوں ۔ اس میں سے کونسی رقم درست ہے ؟ ان کے اپنے بجٹ کے اندر تضاد موجود ہے ۔

جناب سپیکر! اسی طرح محکمہ خزانہ نے اپنے محکمہ کے اخراجات کے لیے ۳ ارب ۳۵ کروڑ روپے رکھے ۔ جناب سپیکر یہاں پر ایک ارب ۵۳ کروڑ خرچ کیا گیا ۔ محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے لیے ۲ کروڑ ۷۱ لاکھ روپے مختص کیے تھے یہاں پر ۳ کروڑ ۱۳ لاکھ روپے خرچ کیے گئے ۔ یہ اسی طرح کی مدات ہیں جن کے متعلق میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کا یہاں ذکر کروں ۔

جناب سپیکر! فارسٹ وائلڈ لائف اینڈ فشریز کی مد میں ۵۷ لاکھ ۴۰ ہزار روپے رکھے گئے تھے

لیکن یہاں پر ۲ کروڑ روپے زائد خرچ کیا گیا۔ یعنی دو کروڑ ۴۶ لاکھ روپے revised بجٹ میں نظر آ رہے ہیں ۔انڈسٹری اینڈ منرل ڈویلپمنٹ ہے ۔ اس میں ۴۹ لاکھ روپے مختص کیے تھے لیکن ایک کروڑ ۸ ۵ لاکھ روپے خرچ کیا گیا۔

جناب سپیکر! اسی طرح ڈویژنل اینڈ ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریشن ہے جس میں ہمارے کمشنر اور ڈی سی صاحبان شامل ہیں۔ 95-1994ء میں جو ہم نے تجویز کیے تھے وہ ۴ کروڑ ۸۱ لاکھ ۳۳ ہزار تھا۔ اور جو خرچ کیا وہ ۶ کروڑ ۲۵ لاکھ ۱۹ ہزار ۲۵۰ روپے اور اب اس کو مزید بڑھا کر ۱۱ کروڑ ۲۴ لاکھ ۹۰ ہزار ۹ سو روپے کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح جناب سپیکر! بورڈ آف ریونیو کے لیے ۲ کروڑ ۷۵ لاکھ ۴۶ ہزار روپے رکھے تھے اور یہ ۲ کروڑ سے ایک کروڑ روپیہ زائد خرچ کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ضمنی بجٹ کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں جس میں ڈیمانڈ نمبر ۲۶ جو کہ جنرل ایڈمنسٹریشن کے متعلق ہے ۔ اس میں سابقہ سال جس کا میں نے اپنی بجٹ تقریر میں بھی ذکر کیا تھا کہ انتظامیہ نے، بیوروکریسی نے کس طرح عوام کے پیسے کو بے دریغ اپنی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے خرچ کیا۔ یہ ڈیمانڈ نمبر ۲۶ ہے اس میں وزراء صاحبان، پارلیمانی سیکرٹری صاحبان اور مشیر صاحبان کے لیے چار مارکہ سوزوکی کاریں ۲۳ لاکھ ۵۰ ہزار روپے کی خریدی گئیں۔ سیکرٹری سروسز کے لیے ۶ لاکھ ۵۰ ہزار روپے کی کار خریدی گئی۔ سیکرٹری ریگولیشن کے لیے ۶ لاکھ روپے کی کار خریدی گئی۔ ایس اینڈ جی اے ڈی کے لیے ۲ لاکھ ۵۰ ہزار روپے کی سوزوکی وین خریدی گئی ۔ چیف سیکرٹری، ڈپٹی سیکرٹری اور ڈپٹی سیکرٹری سروسز کے لیے ۱۰ لاکھ ۷۲ ہزار روپے خرچ کیے گئے .....

جناب سپیکر ، سلہری صاحب! دیکھیں آپ کو اعتراض تو وزراء پارلیمانی سیکرٹریوں، معاونین خصوصی اور مشیران کی فوج پر اٹھنے والے خرچ پر ہے ۔ آپ ان کو زیر بحث کیوں نہیں لاتے؟ آپ آگے کیوں نکل جاتے ہیں ؟

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب والا یہ جنرل ایڈمنسٹریشن میں آتے ہیں ....

جناب سپیکر ، ٹھیک ہے لیکن جب آپ نے ایک specific پوائنٹ چنا ہے تو آپ اس پر بات کیوں نہیں کرتے ؟

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب سپیکر! یہ اخراجات جو ہیں ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ان کو

کھلی چھٹی دے دیں اور اپنی مرضی سے غیر ترقیاتی اخراجات کو یہ بڑھاتے جائیں .....

جناب سپیکر ، ٹھیک ہے۔ پھر اس مخصوص پوائنٹ کو آپ اپنی کٹ موشن میں لائیں ۔ آگے چلیے ۔

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب والا! وزراء کے لیے جس طرح سے گاڑیوں کے فلیٹ خریدے گئے ہیں ' وزیر اعلیٰ کے لیے گاڑیوں کا فلیٹ خریدا گیا اور جہاز کے اوپر کروڑوں روپے خرچ کیے گئے اور پھر ٹورازم ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو بھی کرایہ کی صورت میں کروڑوں روپے دیا گیا ۔ پھر یہاں پر یہ بھی موجود ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب کی ایک تقریر کے لیے ' اس کی پرنٹنگ کے لیے ۴۸ ہزار روپے خرچ کیے گئے۔ یہ پنجاب کے عوام کے ساتھ زیادتی نہیں تو اور کیا ہے؟ جناب سپیکر! جہاں میں نے یہ ذکر کیا ہے کہ جو اخراجات ہم یہاں پر منظور کرتے ہیں محکمے اس کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں ان کو اس کے اندر رہنا چاہیے ۔ جب کہ محکموں کی کارکردگی یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے اپنی پچھلی بجٹ تقریر میں بھی ثابت کیا ' ۹۵ــــ۱۹۹۴ء کے بجٹ میں جو ان کی آمدنی کی مدات تھیں وہ بھی انہوں نے پوری نہیں کیں ۔ یہ محکمے' یہ ایڈمنسٹریشن ' یہ وزراء صاحبان اتنی زائد رقم غیر ترقیاتی اخراجات کے لیے رکھتے ہیں اور یہ صرف اپنی عیاشیوں کے لیے رکھتے ہیں۔ لہٰذا میں آپ کی وساطت سے یہی درخواست کرتا ہوں کہ ہم بھی پاکستان کے عوام میں سے ہیں۔ ہمارے یہ وزراء اور مشیر صاحبان اور سیکرٹری صاحبان بھی ہم میں سے ہیں کم ازکم اس سرمایہ کو جس کی بدولت آج وہ گاڑیاں اور بڑے بڑے بنگلے استعمال کر رہے ہیں ۔ کم ازکم یہ ضرور خیال کریں کہ جس محکمے کے متعلق ان کی ذمہ داری اور ڈیوٹی ہے اس کو وہ اپنا فرض سمجھ کر نبھائیں اور صحیح طور پر عوام کی ' قوم کی اور صوبہ پنجاب کی خدمت کریں ۔ یہاں میں یہ بھی کہوں گا کہ یہ اخراجات بہت زیادہ ہیں اور ان کی عیاشیوں کے لیے رکھے گئے ہیں اور ان کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے ۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، شکریہ۔ اب اس ڈیمانڈ نمبر ۱۰ پر اپوزیشن کی طرف سے آخری سپیکر ہیں پروفیسر نور محمد غفاری صاحب ۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، شکریہ۔ جناب سپیکر صاحب آپ نے مجھے وقت دیا۔ میں بھی آپ سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ آپ کی توقع کے مطابق بجٹ سے باہر کوئی بات نہیں ہو گی ۔ لیکن جو باتیں اس سے متعلق ہوں گی وہ آپ کو سننا پڑیں گی ۔

جناب سپیکر ! سب سے پہلی بات تو یہ ہوئی ہے کہ ۹۵ــــ۱۹۹۴ء میں ایڈمنسٹریشن کے لیے

جو رقم رکھی گئی تھی وہ ۷ سو ۶ کروڑ روپیہ ہے ۔ میری بات تو آپ سن رہے ہوں گے۔ جب کہ اس بار ۹۶ــــ۱۹۹۵ء کے اندر ایک ہزار ۵۰ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں ۔ مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے رقم کے اندر ۴۹ فیصد اضافہ کیا ہے۔ ستم کی بات تو یہ ہے کہ جتنے باقی اہم محکمے تھے ' مثلاً لا اینڈ آرڈر ہوا اس میں پچھلے سال کی نسبت جو اضافہ ہوا ہے وہ صرف ۹ فیصد ہے ' اسی طرح سوشل سروسز کے لیے جو اضافہ ہوا ہے وہ ۲۳ فیصد ہے ۔ اکنامکس سروسز میں جو اضافہ ہوا ہے وہ ۱۵ فیصد ہے۔ debt serving کے اندر جو اضافہ ہوا ہے وہ ۶ فیصد ہے ۔ ستم کی بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنے لیے تو ۴۹ فیصد اضافہ کیا ہے جب کہ پوری قوم کی اکانومی کے لیے اور باقی سارے مسائل کے لیے اور باقی تمام محکموں کے لیے جو اضافہ کیا ہے اس کا وہ تہائی حصہ بھی نہیں ہے ۔ آخر ایسا کیوں کیا گیا ہے ؟

جناب والا! یہ SAP کا جو پروگرام ہے یہ آپ کا احسان ہے کہ آپ ان کو میری بات سنوا رہے ہیں۔پنجاب میں اکثر غریب لوگ بستے ہیں جن کی قسمت کا فیصلہ آپ SAP کے ذریعے کرتے ہیں۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ SAP کے لیے جو فنڈ رکھا گیا ہے جو 510 کروڑ ہے۔ تعلیم کی مد میں 200 کروڑ ' صحت کے لیے 60 کروڑ ' دیہی علاقہ میں آب رسانی ' واٹر سپلائی کے لیے 225 کروڑ ۔ جبکہ ایس اینڈ جی اے ڈی اکیلے آئٹم کے لیے آپ نے ایک ہزار 50 کروڑ رکھا ہے۔ ان سب کا مجموعہ کرلیں وہ 510 بنتا ہے۔ اور ٹوٹل کا فرق نکالیں تو 540 کروڑ آپ نے ایس اینڈ جی اے ڈی کو زائد دیا ہے۔ یہ کیوں دیا ہے کہ پورے پنجاب اور پورے پنجاب کے آٹھ کروڑ عوام کے لیے ' میں مانتا ہوں کہ ایس اینڈ جی اے ڈی کے اندر ایک لاکھ آدمی ہوں گے۔ آپ فرض کرلیں کہ ایک لاکھ آدمی ہیں۔ ایک لاکھ کو پالنے کے لیے آپ نے ایک ہزار 50 کروڑ دیا ہے۔ اور پورے پنجاب کے لیے آپ نے 510 کروڑ دیا ہے۔ یہ کیوں ایسا ہوا ہے ؟ آپ نے بھی تو پنجاب کا مقدمہ لڑا تھا۔ پنجاب کے عوام کے لیے یہی انصاف کیا ہے کہ ان کو صرف 510 کروڑ دیا ہے۔ اور ایک لاکھ وہ بھی میں زیادہ کہہ رہا ہوں ' that is all the rough estimate آپ نے صرف ایک لاکھ کے لیے ایک ہزار 50 کروڑ دیا ہے۔ اب دیکھئے یہ کہاں کا انصاف ہے۔

نمبر ۳۔ یہ رقم جو کہ بے جا طور پر دی گئی ہے ۔ کیونکہ آپ economist ہیں۔ میں economic point of view سے بات کروں گا کہ اس کے نقصانات کیا ہوں گے۔ نمبر ۱ ۔ نقصان یہ ہوگا کہ sources کا بے جا استعمال ہوگا۔ اور بطور economist یہ بات جانتے ہیں کہ جب economic sources کا بے جا استعمال ہوتا ہے تو اس کے consequences کیا ہوتے ہیں۔ نمبر ۲ ۔ پر یہ ہے

کہ جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے ۔ غریبوں کے حقوق پر ایس اینڈ جی اے ڈی کے بیوروکریٹس کا قبضہ ہو گا۔ اس کے کیا نتائج ہوں گے۔ اس کے تین پوائنٹس ہیں۔ نمبر ۱۔ circulation of money ہو گی۔ اس سے کیا ہوگا اس سے افراط زر پیدا ہوگا۔ اس افراط زر سے چیزوں کی قیمتیں بڑھیں گی۔ چیزیں کم پیدا ہوں گی۔ جس سے آپ کے پورے پنجاب کے اندر ایک economic بحران پیدا ہوگا۔ جس کے حل کے لیے آپ سوچ سکتے ہیں کہ آپ کو کتنی difficulty پیش آئے گی۔ اور اس کے لیے کیا problems کھڑے ہوں گے۔ ٹھیک ہے آپ انتظامیہ کو اتنا کچھ دے دیں ' چلیے دے دیں۔ لیکن ان کے نتائج تو دیکھیں کہ اس سے پہلے انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ میرے دوست نے اتنی باتیں کی ہیں جن کو دہرانا غالباً آپ کا وقت ضائع کرنا ہے۔ اس پر شاید آپ مجھے دفعہ سنا کر کہیں کہ میں اس پوائنٹ سے باہر جارہاہوں۔ لیکن میں باہر جانا نہیں چاہتا۔ میں اپنے دوستوں کی باتوں پر ہی اکتفا کرکے یہ بتاتا ہوں کہ اس کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں کیا تعلیمات ہیں' اللہ کی کتاب کیا کہتی ہے اور ہمارا سسٹم کیا کہتا ہے ۔ میں اس پر بھی زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک طریقہ کار تھا۔ جب بھی آپ کسی نئے آدمی کو گورنر مقرر کرتے تھے اس کو تین شرائط کی پابندی کرنا پڑتی تھی۔ نمبر ۱۔ ترکی گھوڑے پر سوار نہیں ہو گا۔ نمبر ۲۔ قیمتی لباس زیب تن نہیں کرے گا۔ نمبر ۳ ۔ وہ چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں کھائے گا۔ اورجب ان کے پاس ایک صاحب آئے جن کا لباس خوبصورت تھا۔ ان کو دور سے دیکھتے ہی کہا کہ " یا ابن فرقت ۔ ایاک ------فانا عباد اللہ لیس بمطلعین---- کہتے ہیں کہ اے فرقت کے بیٹے اپنے لیے سادگی اختیار کرو۔ نازو نعمت کو چھوڑ دو ۔ اس لیے کہ اللہ کے بندے نازو نعمت میں پلنے والے نہیں ہوتے۔ اور پھر ایک مقام پر فرمایا ، فانا نعمت لاتادوم ۔ اپنے لیے سادگی اختیار کرو ' کھردرے بن کر رہو اس لیے کہ نعمتیں ہمیشہ کے لیے رہنے والی نہیں ہوتیں۔ جناب والا! ایک بات کہتا ہوں کہ ہماری انتظامیہ کو صرف اتنی بات ہی سمجھا دی جائے کہ وہ سادگی اختیار کریں۔ سادگی سے خرچ کریں اور قوم کی دولت کو اپنے باپ دادا کا مال سمجھ کر استعمال نہ کریں۔ اس کو امانت سمجھیں' یہ ان کے ہاتھ میں امانت ہے اس کے مطابق استعمال کریں۔ اگر وہ نہیں کرسکتے تو ان کو کوئی حق نہیں کہ اتنی بڑی رقم کی ڈیمانڈ کریں۔ جناب والا! آخری بات۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کہیں کہ میں پرانے وقتوں کی بات کر رہا ہوں۔ لیکن ایک بات یاد رکھیئے کہ ہم تو چاہتے ہیں کہ اتنا پیچھے جائیں کہ ہماری زندگی کی گاڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں چلی جائے ' صحابہ کرام رضوان اللہ کے دور میں چلی جائے کہ وہ آپ کا دور ترقی کا دور تھا۔ جب قیصر و کسریٰ کے

خزانے آپ کے قدموں میں تھے۔ اور جب دو تہائی آبادی پر آپ حکومت کرتے تھے اور پوری دنیا آپ کا لوہا مانتی تھی۔ لیکن آج آپ تو اپنے ضلعے پر حکومت نہیں کر سکتے۔ اپنا بجٹ ہی ٹھیک نہیں بنا سکتے ' پنجاب کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے۔ اس قسم کے بجٹ کے اندر یہ جو مد رکھی گئی ہے ان کی میں اس پوائنٹس پر نفی کرتا ہوں کہ یہ جو کچھ رکھا گیا ہے یہ غلط ہے۔ اگر انتظامیہ اپنے معیار پر پوری نہیں اترتی ' اپنے حقوق پورے نہیں کرتی ' اپنی ذمہ داریاں نہیں بجالاتی ' اس کو پھر اتنی بڑی رقم لینے کا حق نہیں ہے۔ اس کو ختم کرکے ایک روپیہ کیا جائے۔ جناب آپ کا شکریہ۔

جناب سپیکر، اب میں وزیر متعلقہ کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔ جناب لاء منسٹر!

وزیر قانون، جناب والا! مطالبہ نمبر 10 نظم و نسق عامہ سے متعلق فاضل اراکین اپوزیشن نے کٹوتی کی تحریک یہ پیش کی ہے کہ 5 ارب 13 کروڑ 21 لاکھ 27 ہزار 310 روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 10 کو کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے جو کہ بلاجواز ہے۔ جناب والا! آئین پاکستان کے آرٹیکل 129 کے تحت صوبے کے انتظامی امور وزیر اعلیٰ کے ذریعے چلائے جاتے ہیں اور ان معاملات کو چلانے کے لیے وزیر اعلیٰ صوبائی وزراء کی معاونت حاصل کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں وزراء ' مشیران ' صوبائی پارلیمانی سیکرٹری صاحبان اور سپیشل اسسٹنٹس جو ہیں انہیں تنخواہیں اور دیگر مراعات باقاعدہ Privilege Act کے تحت دی جاتی ہیں۔ اور اس کی باقاعدہ منظوری پنجاب اسمبلی کا ایوان دیتا ہے۔ لہٰذا جس طریقے سے اس معاملے کو زیر بحث لایا گیا ہے وہ بالکل سرے سے بلاجواز ہے۔ میں معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ فاضل اراکین اپوزیشن نے اپنی تقاریر کٹوتی کے ان رولز جن کے تحت انہیں یہ حق دیا گیا کہ یہ کٹوتی کی تحریک پیش کر سکتے ہیں ان کی اپنی تقاریر ان رولز کے تحت نہیں تھیں۔ اور vague تقاریر کے ذریعے انہوں نے ایسے معاملات کو discuss کیا جن کا کٹوتی کی تحریک سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ نظم و نسق عامہ کے لیے مد میں جو رقم رکھی گئی ہے یہ انتہائی مناسب ہے۔ اور اگر اب پورے صوبے کے انتظامی امور کے حوالے سے دیکھیں تو یہ مطالبہ انتہائی جائز ہے۔ اس محکمے کو جیسے کہ پروفیسر صاحب نے ذکر کیا کہ شاید سیکرٹریٹ کا ایک ایس اینڈ جی اے ڈی کا محکمہ ہے۔ جناب والا! یہ پورے صوبے کے نظم و نسق کا ایک مرکز ہے۔ اور یہ محکمہ پورے صوبے کے اندر جتنی انتظامی مشینری موجود ہے یہ اس کا مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ کنٹرولنگ اتھارٹی ہے۔ اور سیکرٹریٹ ایس اینڈ جی اے ڈی کے اندر تمام صوبائی محکمہ جات کے لیے پالیسیاں مرتب کرنے ان پالیسیوں پر عمل درآمد کے لیے جو سٹاف

افسران اور انتظامیہ کے اراکین بیٹھتے ہیں ۔ اس محکمے کی مد میں ان تمام افسران کی تنخواہیں' الاؤنس' فرنیچر جو دفاتر میں موجود ہوتا ہے۔مشینری' گاڑیاں' ان کے لیے پٹرول اور دیگر دفتر ساز و سامان اور ضروریات جو ہیں ان تمام کے اخراجات اس مطالبے میں شامل ہیں۔ اور پھر جناب سپیکر! یہ افسران محض اپنی تنخواہیں وصول نہیں کرتے اور اس مطالبے کے ذریعے انھیں تنخواہیں دینا مقصد نہیں ہے' بلکہ یہ افسران یہاں پر بیٹھ کر صوبے کے عوام کے مفادات کے لیے ان پالیسیوں کو بناتے ہیں جو ترجیحات حکومت تعین کرتی ہے۔ جناب سپیکر! آج صوبہ پنجاب میں پی ڈی ایف کی جمہوری حکومت ہے۔ اور اس عوامی اور جمہوری حکومت نے صوبے کے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ترقیاتی منصوبے تجویز کیے۔ اور پھر مفاد عامہ کی بے شمار دوسری ایسی پالیسیاں مرتب کیں جنھیں عملی جامہ پہنانے کے لیے ایس اینڈ جی اے ڈی کے محکمے کے ذمے جو فرائض سونپے گئے انھوں نے وہ فرائض بطریق احسن ادا کیے۔ جناب سپیکر! بے شک وفاقی حکومت نے ٹیکس' ڈیوٹیاں اور چارجز بھی کئی سالوں سے بڑھائے ہیں۔ اور گزشتہ چار سال کے دوران inflation کا ریٹ بھی ۱۲ سے ۱۸ فی صد تک بڑھا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کہ این ایف سی کی مد اخراجات میں اضافے کے لیے ایک سال کے لیے چودہ فی صد ہے۔ لیکن سول سیکرٹریٹ' بورڈ آف ریونیو اور ایس اینڈ جی اے ڈی کے حوالے سے صوبے کے اندر چودہ فی صد کی limit ہونے کے باوجود اخراجات میں اضافہ صرف موجودہ مطالبے کے لحاظ سے ۱۳.۳۶ فی صد کیا گیا ہے۔ جو میں سمجھتا ہوں کہ انتہائی جائز ہے اور اتنا اضافہ ضروری تھا۔ میں تحریک کٹوتی کی مخالفت کرتے ہوئے مختلف محکموں کے حوالے سے آپ کے سامنے یہ گزارش الگ الگ بھی کرنا چاہتا ہوں کہ بے شک ہر محکمے کے لیے این ایف سی کے مطابق چودہ فی صد اضافہ کرنے کی حد مقرر کی گئی تھی۔ لیکن محکمہ انتظامی امور نے صرف ۴.۱۷ فی صد اضافہ کیا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اضافہ قطعی طور پر بلاجواز نہیں ہے۔ پھر محکمہ تعلیم جس نے گزشتہ سال کے دوران اپنی پالیسیوں کی بدولت صوبہ بھر میں عوام کی طرف سے داد پائی۔ اس محکمے کے سیکرٹیریل اخراجات میں صرف ۹.۴۴ فی صد اضافہ کیا گیا جب کہ چودہ فی صد اضافہ کرنے کی گنجائش موجود تھی۔ لیکن صرف ۹.۴۴ فی صد اضافہ کیا۔ محکمہ صحت نے صرف ۱۱.۸۱ فی صد اضافہ کیا۔ جب کہ محکمہ اوقاف نے ۱۰.۹ فی صد اضافہ کیا۔ اور محکمہ لائیو سٹاک نے صرف ۳.۲۷ فی صد اضافہ کیا۔ اور محکمہ داخلہ جو امن عامہ کے لحاظ سے پورے صوبے کے اندر معاملات کو کنٹرول کرتا ہے اس کے ان اخراجات میں اضافہ ۵.۶۶ فی صد ہے۔ جناب سپیکر! یہ اضافہ میں سمجھتا ہوں کہ انتہائی جائز ہے۔ موجودہ حالات اور مہنگائی کی اگر شرح دیکھی جائے' انٹرنیشنل سطح کے اوپر ملک اور صوبے کے اندر مہنگائی کے

حوالے سے جو شور ہے اور جتنی چیزوں کی قیمتیں بڑھ چکی ہیں اس حوالے سے یہ اضافہ قطعی ناجائز نہیں ہے' بلکہ جائز ہے۔ جناب سپیکر! اشیاء کی قیمتیں بڑھنے کے ساتھ ساتھ پٹرول کی قیمتیں بڑھ چکی ہیں۔ سٹیشنری' کاز کی قیمتیں زیادہ ہیں۔ لکڑی کی قیمتیں زیادہ ہونے کی وجہ سے فرنیچر کی قیمتیں بھی پہلے کی نسبت زیادہ ہیں۔ پیداواری اخراجات میں اضافہ ہو چکا ہے۔ لیکن ان سارے معاملات کے باوجود مطالبہ نمبر ۱۰ میں اس مد میں جائز اخراجات رکھے گئے ہیں۔ اور جناب سپیکر! میں فاضل اراکین اپوزیشن کے اعتراضات کو سمجھتا ہوں کہ اس کٹوتی کی تحریک کے مطابق نہیں تھے۔ لیکن یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پی ڈی ایف کی موجودہ حکومت نے یہ ڈیڑھ دو سال کا عرصہ عوام کی خدمت کے لیے اس انداز میں گزارہ ہے کہ اس حکومت نے اپنی ترجیحات متعین کیں۔ اس حکومت نے جامع تعلیمی پالیسی مرتب کی۔ اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی قیادت میں یہ ترجیحات قائم کرنے کے ساتھ ساتھ ایس اینڈ جی اے ڈی نے ان کی ترجیحات کو مد نظر رکھتے ہوئے لازمی پرائمری تعلیم کے لیے منصوبہ بندی کی اور اس کے لیے ایوان نے قانون سازی کی۔ جناب سپیکر! پھر وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایات کی روشنی میں اور پی ڈی ایف کی حکومت کی ترجیحات کی روشنی میں پورے صوبہ پنجاب کے اندر تجاوزات کو ہٹا کر گزرگاہوں کو وسیع کرنے اور شہروں کے عوام کے مفادات کے مطابق بنانے کے لیے اسی ایس اینڈ جی اے ڈی کے ذریعے پورے صوبے کے اندر معاملات کو کنٹرول کیا گیا۔ اور تجاوزات جس طریقے سے ہٹائی گئیں اس کو بھی پورے صوبے کے اندر قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ اور پھر proprietory rights دینے کے لیے آزادی کو تقریباً نصف صدی گزر چکی ہے۔ اور اس صوبے کے اندر بے گھر لوگوں کو گھر نہیں مل رہے تھے۔ لوگ اپنے گھروں کو اپنا گھر نہیں کہہ سکتے تھے۔ پی ڈی ایف کی حکومت کی ترجیحات کی روشنی میں proprietory rights کے لیے قانون سازی کی گئی اور اسی محکمے کے ذریعے' سول سیکرٹریٹ کے ذریعے' ایس اینڈ جی اے ڈی کے ذریعے وہاں پر جو انتظامیہ بیٹھی ہوئی ہے اس نے اس حکومت کی ان ترجیحات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے پورے صوبے کے اندر عملی اقدامات کیے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ نظم و نسق عامہ کا یہ محکمہ صوبے کے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ایک دماغ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مغز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے اسے اس کے لوازمات فراہم کرنا اتنا ہی ضروری ہے جس طریقے سے ہم یہ سوچتے ہیں کہ دیہاتوں کے اندر صوبہ پنجاب کے کناروں پر بیٹھے ہوئے عوام کو بھی آج کے ترقی کے دور میں بنیادی سہولتیں ملنی چاہییں۔ جب انھیں ہمیں بنیادی سہولتیں پہنچانی ہیں تو سیکرٹریٹ کے اندر بیٹھی ہوئی مشینری کو بھی ہمیں کار آمد بنانا ہے۔ اور اسے کار آمد بنانے کے لیے

اس مد میں، اس مطالبۂ زر میں پانچ ارب تیرہ کروڑ اکیس لاکھ ستائیس ہزار تین سو دس روپے کی رقم بالکل جائز ہے اور اس کے خلاف پیش کی گئی تحریک کٹوتی کی میں مخالفت کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! اس تحریک کٹوتی کو نامنظور کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ ۵ ارب، ۱۳ کروڑ، ۲۱ لاکھ، ۲۷ ہزار، ۳ سو، ۹۰ روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر ۱۰ نظم و نسق عامہ کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک منظور نہیں کی گئی)

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو ۵ ارب، ۱۳ کروڑ، ۲۱ لاکھ، ۲۷ ہزار، ۳ سو ۹۰ روپے سے متجاوز نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰۔ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ نظم و نسق عامہ برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 13

جناب سپیکر ، وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر ۱۳ پیش کریں گے۔

وزیر خزانہ ، جناب سپیکر ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :۔

"کہ ایک رقم جو ۵ ارب ۱۰ کروڑ ۷۲ لاکھ ۴۷ ہزار ۸ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کے

دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ پولیس برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

"کہ ایک رقم جو ۵ ارب ۱۰ کروڑ ۷۲ لاکھ ۴۷ ہزار ۸ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ پولیس برداشت کرنے پڑیں گے۔"

سید ظفر علی شاہ : جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

میاں عمران مسعود : جناب سپیکر! I oppose it.

جناب سپیکر : یہ تخفیف کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے ہے۔

سید ظفر علی شاہ ۔ سردار حسن موکل ۔ جناب ایس اے حمید ۔ جناب محمد منشاء اللہ بٹ ۔ جناب بادشاہ میر خاں آفریدی۔ جناب شاہد ریاض ستی ۔ چودھری محمد ریاض ۔ میاں معراج دین۔ میاں عمران مسعود ۔ جناب محمد افضل ساہی ۔ میاں محمد ثاقب خورشید ۔سید تابش الوری ۔رانا محمد اقبال خان۔ جناب ارشد عمران سلہری ۔جناب عبیداللہ شیخ ۔ میاں عبدالستار ۔ میاں عثمان ابراہیم ۔ ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ۔ چودھری محمد اقبال ۔ جناب امتیاز احمد ۔ راجہ جاوید اخلاص ۔جناب انعام اللہ خاں نیازی۔ صاحبزادہ محمد فضل کریم ۔ ملک محمد عباس کھوکھر۔ شیخ محمد انور سعید ۔جناب سید ظفر علی شاہ صاحب تخفیف کی تحریک پیش کریں گے۔

SYED ZAFAR ALI SHAH: Sir, I move the motion:

"That the total of Rs. 5,10,72,47,800/- on account of Demand No.13 may be reduced to Rs 1/-".

جناب سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے :۔

"کہ ۵ ارب ۱۰ کروڑ ۷۲ لاکھ ۴۷ ہزار ۸ سو روپے کی کل رقم

بسلسلہ مطالبہ نمبر 13 پولیس کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

وزیر قانون: جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: اب میں اس تحریک کے محرکین کو تحریک کے حق میں تقریر کرنے کی دعوت دیتا ہوں ۔ جو لسٹ میرے پاس آئی ہے اس کے مطابق اس سلسلے میں سید ظفر علی شاہ صاحب آغاز بحث کریں گے۔

سید ظفر علی شاہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب سپیکر ! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے صوبے کی نہایت ہی sensitive محکمے کے بجٹ کے بارے میں' مطالبات زر کے بارے میں کٹ موشن پیش کرنے کی اجازت دی اور اس پر بولنے کی دعوت دی ۔

جناب انعام اللہ خاں نیازی : پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر ! پولیس کی مد پر کٹ موشن ہے ۔ میرا مطلب ہے کہ جو پالی ہوئی مکتی باہنی ہے اس کو سننے کے لیے وزیر اعلیٰ صاحب کو جرأت کا مظاہرہ کرنا چاہیے ۔

جناب سپیکر : میری بات سنیے ۔ آپ کا نام بھی اس فہرست میں ہے ۔ آپ اپنے موقع پر باتیں کر لیں۔

جناب انعام اللہ خاں نیازی: جناب سپیکر ! پولیس کے لیے پنجاب کی اتنی خطیر رقم خرچ کی جا رہی ہے ۔ اس کو سننے کے لیے ایوان اقتدار کے جو معززین ہیں -----

جناب سپیکر: پوری کابینہ بیٹھی ہے ۔

جناب انعام اللہ خاں نیازی: ----- اور جو قائد ہیں وہ یہاں پر بیٹھیں اور سنیں ۔

جناب سپیکر: وہ بھی اپنے کمرے میں بیٹھے سن رہے ہیں ۔ آپ تشریف رکھیے۔ آپ کی باری آ رہی ہے ' آپ بات کیجیے گا ۔ جناب سید ظفر علی شاہ صاحب !

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! میں کوئی لمبی چوڑی سیاسی تقریر نہیں کروں گا۔ اور میں جناب کا یا اس

معزز ایوان کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ جناب سپیکر! پولیس پر بہت کچھ کہا جا چکا ہے۔ سوال پولیس کا نہیں ہے اور جس پر کٹ موشن میں نے پیش کی ہے میں اس بات پر specifically آؤں گا۔ لیکن اس سے پہلے جناب کی وساطت سے اس معزز ایوان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ بجٹ ہر سال جون کے مہینے میں بیٹھنے والی پولیٹیکل گورنمنٹ منتخب نمائندوں کی وساطت سے انھیں لوگوں کے منتخب نمائندے یہاں جو آتے ہیں ان کے سامنے انھی لوگوں کی سہولتوں کے لیے، تکالیف کے لیے، بظاہر تو ان کی سہولتوں کے لیے ایک بجٹ پیش کرتی ہے۔ اور یہ بتاتی ہے کہ ہم نے آپ سے لینا کیا ہے، ٹیکسیشن کے ذریعے عوام سے لینا کیا ہے۔ ان پر کتنا بوجھ ڈالنا ہے۔ لوگوں کے اور عوام کے ذمے کیا کیا فرائض ہیں جو لوگوں نے ادا کرنے ہیں۔ اور اس کے بدلے پولیٹیکل گورنمنٹ نے، sitting گورنمنٹ نے عوام کو لوگوں کو دینا کیا ہوتا ہے، وہ یہ بتاتے ہیں۔ جناب سپیکر! کسی بھی مہذب معاشرے کے لوگ کبھی اپنے اوپر جائز ٹیکسیشن کی مخالفت نہیں کرتے۔ چونکہ مہذب سوسائٹی کو یہ علم ہے کہ اگر ہم ٹیکس ادا نہیں کریں گے تو ہمارے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ ہماری protection نہیں ہو گی۔ ہماری جان، مال اور عزت کی حفاظت نہیں ہو گی۔ اگر ہم ٹیکس نہیں دیں گے تو ملک میں اور صوبے میں ترقیاتی کام نہیں ہو سکیں گے۔ جناب سپیکر! اسی طرح میں بھی اپنے اس مہذب ملک کا ایک مہذب شہری ہونے کی حیثیت سے جائز ٹیکسیشن کی مخالفت نہیں کرتا۔ لیکن ایک شہری کی حیثیت سے، ایک شہری کا منتخب نمائندہ ہونے کی حیثیت سے جب پولیٹیکل گورنمنٹ estimate پیش کرتی ہے، statement پیش کرتی ہے اسمبلی میں آ کر کہ یہ ہمارا اخراجات کا تخمینہ ہے۔ اور یہ ہمارا حصول مالیات کا تخمینہ ہے۔ تو پھر میرا یہ فرض بنتا ہے اور میرا حق بنتا ہے۔ میرے سے مراد تمام ممبران اسمبلی کا۔ جناب سپیکر! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عام بحث کے دوران دونوں اطراف سے منتخب سیاست دانوں نے بیورو کریسی پر تابڑ توڑ حملے کیے۔ بیورو کریسی کو مورد الزام ٹھہرایا۔ بشمول میرے کہ بیوروکریسی یہ کرگئی اور بیوروکریسی وہ کرگئی۔ جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے سب سے پہلے تو اپنے بھائیوں کو یہ عرض کروں گا کہ دوسرے پر بھی تنقید ضرور کریں۔ لیکن تھوڑا سا اپنا self محاسبہ بھی کریں۔ جو ہر سال بجٹ پیش ہوتا ہے اس کی نوک پلک اور اس کو ٹھیک کرنے کی صرف دو stages ہیں۔ جناب سپیکر! ایک سٹیج وہ ہے جس وقت یہ بجٹ تیار کیا جا رہا ہوتا ہے اور اس بجٹ کے تیار کرنے میں اس وقت کی sitting government کا پولیٹیکل ذہن vigilant ہونا چاہیے۔ اس کو vigilant ہونا چاہیے۔ اس کا بیورو کریسی پر تمام دار و مدار نہیں ہونا چاہیے۔ اس کو علم

ہونا چاہیے چونکہ elect ہو کر وہ آیا ہے ' پابند وہ ہے ' اپنے حلقہ ' اپنے صوبہ اور اپنے ملک کو جوابدہ وہ ہے۔ کوئی سیکرٹری ' جوائنٹ سیکرٹری' کوئی فنانس سیکرٹری یا کوئی جعفری صاحب ' چودھری صاحب جو ہیں وہ جوابدہ نہیں ہیں۔

جناب سپیکر ! یہ پولیٹیکل گورنمنٹ کی پاور کا فلسفہ ہے کہ جو پاور enjoy کرے گا وہی جوابدہ ہو گا اور ایک سٹیج وہ ہوتی ہے جو میں عرض کر رہا تھا کہ یہ وہ پہلی سٹیج ہے جس وقت پولیٹیکل پاور جو ہے وہ یہ بجٹ تیار کرتے ہوئے اس وقت اپنے منتخب نمائندوں سے جو ان کے اپنے دھڑے کے ہیں ان کے نوٹس میں لائے۔ ان سے پوچھے کہ صوبہ کے حالات و واقعات کیا ہیں؟ اب ہم آنے والے سال میں لوگوں سے یہ لینا چاہتے ہیں اور لوگوں کو یہ دینا چاہتے ہیں۔ تو ان کو اپنے اپنے حلقوں کے منتخب لوگ ایمانداری سے جائیں گے بیشک وہ ٹریژری بنچز کے ہوں کہ ہمارے صوبہ ' ہمارے علاقے اور لوگوں کو کیا کیا چیزیں درکار ہیں اور اس کے بدلے اگر آپ لوگوں پر ٹیکس لگا دیں تو لوگ آپ کے خلاف احتجاج نہیں کریں گے۔ سڑکیں بند نہیں ہوں گی۔ ہڑتال نہیں ہو گی۔ قلم چھوڑ ہڑتال نہیں ہو گی۔ کوئی مظاہرہ نہیں ہو گا۔ لیکن مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارا politician منتخب یا غیر منتخب پہلی دفعہ مار وہاں کھا جاتا ہے جس وقت بجٹ estimate تیار ہو رہا ہوتا ہے۔ اس وقت بجٹ کی اصل spirit عوام کے جائز مطالبات جو ہیں ' ان کی علاقائی اور ذہن کی خواہشات جو ہیں ' اس طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی اور ان کو سامنے نہیں رکھا جاتا۔ جس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ ایک بھاری بھر کم قسم کا imbalance بجٹ دے دیا جاتا ہے۔ بیورو کریسی تو بیچاری ملازم ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب یا وزیر اعظم صاحب سیکرٹریٹ کو حکم دیں کہ یہ بنائیں بھئی ہمیں چاہیے ۔ دس دن کے اندر اندر ہمارا بجٹ آ رہا ہے۔ یہ بنا کر دیں۔ وہ غریب کا بچہ کیا کرے گا؟ وہ سیکرٹری کیا کرے گا؟ وہ اپنی اسٹیبلشمنٹ کو کہہ دے گا کہ بھئی دس دن کے لیے آپ کی چھٹیاں ختم۔ اوور ٹائم آپ کو لگانا پڑے گا۔ رات آپ کو بیٹھنا پڑے گا۔ رات کو بجلیاں جل رہی ہیں۔ اے ' سی چل رہا ہے۔ جمع تفریق ہو رہی ہے۔ کون کر رہا ہے؟ جو منتخب نہیں ہے۔ وہ بیورو کریٹ جس کو ہم ناجائز گالی دیتے ہیں اور بعض اوقات جائز گالی بھی دیتے ہیں اور گالی سے مراد میری criticism ہے۔ وہ جو بیچارہ ملازم ہے۔ جس نے مہینے کے آخر میں تنخواہ لینی ہے۔ وہ اپنے دماغ سے فوری جمع تفریق کرتا ہے۔ کچھ پچھلے بجٹ اٹھاتا ہے۔ کچھ اگلے اٹھاتا ہے۔ وہ جمع تفریق کر کے متعلقہ منسٹری کے آگے رکھ دیتا ہے۔ تو بجٹ بناتے ہوئے پولیٹیکل پاور جو ہے وہ اس وقت مار کھا جاتی ہے۔

جناب سپیکر! دوسرا مرحلہ جو بجٹ کو دیکھنے اور جانچنے کا ہے وہ یہ ہے کہ جس مرحلے میں اب ہم کھڑے ہیں اور اب ہم بیٹھے ہیں۔ آئین نے دو قسم کے expenditure دیے ہیں۔ ایک charged expenditure ہے جس پر ہم بحث تو کر سکتے ہیں لیکن ووٹنگ نہیں کر سکتے۔ وہ اخراجات کی ایسی مدیں ہیں جو کہ ہر حال میں ہمیں کرنی ہیں۔ اس سے ہم آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔ اس پر آئین کی کمانڈ ہے۔ وہ ہم روک نہیں سکتے، ختم نہیں کر سکتے، بحث کر سکتے ہیں اور اب بھی میں بحث کر سکتا ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ جس بحث کا فائدہ نہیں ہے اس پر وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ دوسرے وہ تخمینہ اخراجات ہیں، ٹریژری بنچز کی طرف سے وہ ڈیمانڈز ہیں جو ابھی آپ کے سامنے پڑی ہیں۔ اب میں عرض کر رہا تھا کہ دوسرا مرحلہ وہ ہے کہ جس وقت منتخب سیاستدان کو آنکھ کھول کر، کان کھول کر پوری دلچسپی اور دلجمعی سے ایک ایک لفظ، ایک ایک پیرے کو، ایک ایک مد کو دیکھنا ہے، تب میں سمجھوں گا کہ وہ حقِ نمائندگی ادا کر رہا ہے۔ ورنہ سال کے بعد چیخنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آج میں بطور منتخب نمائندہ کے یہاں پر جو اتنا چیخ سکتا ہوں وہ تو کسی کام کا ہے۔ آج میں اس کے حق میں یا اس کے خلاف جو ووٹ دے سکتا ہوں وہ تو کسی کام کا ہے لیکن ابھی اس سے پہلے ایک مطالبہ زر جو ہے وہ اس ہاؤس نے منظور فرمایا ہے۔ وہ سارا ہو گیا۔ وہ جنرل ایڈمنسٹریشن کے کھاتے میں گیا۔ اب پورا سال میں چیخیں تو مار سکتا ہوں۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر! میری اپنے ملک کے منتخب سیاستدانوں سے استدعا ہے کہ وہ سارا سال جو بیوروکریٹ کو اور فلاں کو گالی نکالو گے یہ کیا؟ چونکہ جوں جوں پھر وہ اخراجات، جس جس طریقے سے جس کسی نے رکھے ہیں وہ خرچ بھی ہوتے ہیں۔ اس میں بڑے بڑے بیہودہ قسم کے اخراجات ہوں گے۔ اس وقت آپ کو جلن ہو گی۔ اس وقت آپ کو تکلیف ہو گی۔ اس وقت ایک مد سے دوسری مد میں فنڈ نہیں جا سکے گا۔ تو یہ وہ لمحات ہیں جن لمحات میں آج 248 میں سے جو تعداد ہماری آپ کے سامنے بیٹھی ہوئی ہے اس کا اندازہ لگا لیں۔ اس لیے میں اپنے بھائیوں سے یہ کہہ رہا ہوں کہ پاس ہونے سے پہلے ایک ایک مد کو، ایک ایک فقرے کو، ایک ایک پیرے کو اور ایک ایک محکمے کو دیکھ لیں تاکہ آپ کو رونا نہ پڑے اور اس میں ہم دونوں ہیں۔ ٹریژری بنچز بھی ہیں اور حزب اختلاف کے بھی لوگ ہیں۔

جناب سپیکر! اس وقت جو زیر بحث ہے وہ محکمہ پولیس ہے۔ پولیس پر بہت کچھ کہا جا چکا ہے اور بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ پولیس کے کسی فردِ واحد سے، کسی سیاسی کارکن کی یا کسی سیاسی

لیڈر کی کوئی دشمنی یا مخالفت نہیں ہوتی۔ میں نے شروع میں اسی لیے کہا تھا کہ یہ sensitive محکمہ ہے۔ آپ نے دیکھا کہ ہمارے ہمسایہ صوبہ میں کل کی بات ہے ' آج کی بات ہے ' ان لمحوں کی بات ہے کہ یہ محکمہ وہاں کے صوبہ میں مکمل طور پر collapse ہو گیا ہے۔ بیٹھ گیا ہے۔ ختم ہو گیا ہے۔ ناکام ہو گیا ہے۔ یہ تاریخ کی وہ حقیقت ہے کہ جس سے ہم آنکھیں بند نہیں کر سکتے اور اسی لیے آج کیا ضرورت محسوس ہو رہی ہے فیڈرل گورنمنٹ کو اور اس صوبہ کو جو ڈیمانڈ کر رہا ہے کہ ہمیں aid دی جائے، ہمیں فرنٹیئر کانسٹیبلری دی جائے، ہمیں پنجاب کانسٹیبلری دی جائے۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہاں کے صوبہ کی پولیس مکمل طور پر collapse اور ختم ہو گئی ہے۔ اسی لیے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ خدا نہ کرے کہ میرے ملک میں کسی صوبہ میں اور بالخصوص پنجاب کے صوبہ میں میری ایڈمنسٹریشن یا میرے علاقے کی یا میرے صوبہ کی پولیس جو ہے وہ collapse ہو جائے۔ لیکن جو حالات و واقعات بتا رہے ہیں پہلے بھی میرے کسی دوست نے کہا تھا کہ اثرات باہر سے بھی پڑتے ہیں' اندر سے بھی پڑتے ہیں۔ میں پہلے عرض کر رہا ہوں کہ پولیس کے کسی فردِ واحد سے ' کسی آئی جی سے ' کسی انسپکٹر سے یا کسی سپاہی سے ہماری کیا مخالفت ہو سکتی ہے؟ لیکن جس طرح پہلے میں نے عرض کیا ہے کہ بجٹ بناتے وقت ' میں بطور شہری اس کے لیے بھی تیار ہوں کہ میری جیب سے آپ پانچ سو ' ہزار روپیہ نکال لیں ' اگر میں 200 روپے کا گھی کا ڈبہ خریدنے کے لیے تیار ہوں ' اگر میں 200 روپے کا سیمنٹ کا بیگ خریدنے کے لیے تیار ہوں ' اگر میں بطور شہری کے 80 روپے کلو ٹماٹر خریدنے کے لیے تیار ہوں تو اس کے بدلے میں کیا میں اتنا حق بھی نہیں رکھتا کہ میں اپنے صوبہ کی ایڈمنسٹریشن سے پوچھوں کہ میری عزت ' جان و مال کی حفاظت کون کرے گا؟ اس کے بدلے میں آپ مجھے کیا دیں گے؟ ایک تو میرا بلڈ پریشر اس سے تیز ہو جائے کہ میں 60 یا 80 روپے کے کلو ٹماٹر خریدوں۔ ڈھائی ' تین سو روپے کا ڈبہ خریدوں۔ دوسرا رات میں سو نہ سکوں۔ ایک اس مہنگائی کی وجہ سے نہ سو سکوں اور دوسرا اس وجہ سے نہ سو سکوں کہ کوئی پتا نہیں کس وقت کون سا ڈاکو ' چور ' لٹیرا ' دہشت گرد میرے محلہ میں ' میری بستی میں ' میں گھر میں داخل ہو جائے۔ وہ میں کس سے پوچھوں؟ وہ میں نے اس بجٹ کے ذریعے حکومت وقت سے پوچھنا ہے۔ اس محکمے سے پوچھنا ہے کہ مجھے اپنی سابقہ کارکردگی بھی بتاؤ اور آئندہ جو مجھ پر ٹیکسیشن لگا رہے ہو وہ بھی لے لو۔ لیکن مجھے امن کی نیند سونے دو۔

جناب سپیکر! میں پنجاب پولیس کی کارکردگی میں نہیں جاتا۔ میں پنجاب پولیس سے یہ نہیں پوچھتا۔ پنجاب پولیس سے کیا پوچھنا ہے۔ میں پنجاب حکومت سے یہ نہیں پوچھتا کہ تمہاری اس پنجاب

پولیس نے جتنے غلط پولیس مقابلوں میں جانیں لیں ' میں تعداد اس کی نہیں پوچھتا ' میں نے ویسے اس کا حساب لگایا ہوا ہے۔ میں ان سے یہ نہیں پوچھتا کہ تم نے favouritism میں آ کر قانون سے اور ضوابط سے تجاوز کر کے کس کس جگہ پر کس کس منسٹر اور کس کس چیف منسٹر کے کہنے پر لوگوں کے ساتھ کیا زیادتیاں کی ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ تو پوچھنے کا حق رکھتا ہوں میں الزام والی باتیں تو نہیں پوچھتا لیکن میں وہ باتیں پوچھوں گا اور جناب سپیکر! مجھے میری حکومت یہ بتا دے کہ پچھلے سال میں پورے صوبے میں کتنی بینک ڈکیتیاں ہوئی ہیں اور ان سے کتنی بینک ڈکیتیاں recover ہوئی ہیں یہ تو میں پوچھ سکتا ہوں کیونکہ انہوں نے ایف آئی آر کاٹی ہیں۔ جناب والا! میرے صوبے میں حبیب بینک لوٹا گیا یونائیٹڈ بینک لوٹا گیا کونسا بینک نہیں لوٹا گیا Women Bank تک لوٹا گیا۔ جناب سپیکر! میں چھوٹے ڈاکے کی بات نہیں کر رہا میں اس رسہ گیری اور pick pockets کی بات نہیں کر رہا جن کی ہماری پولیس ہزاروں کی تعداد میں ایف آئی آر ہی نہیں کاٹتی میں کاٹی ہوئی ایف۔ آئی۔ آرز کی بات کر رہا ہوں کہ یہ اس بارے میں بتائیں کہ انہوں نے کتنے کامیاب مقدمے برآمد کیے ہیں کتنے blind murder انہوں نے recover کیے ہیں کتنی جگہ پر انہوں نے لاء اینڈ آرڈر maintain کیا ہے جس میں آج یہ حق بجانب ہوں کہ آج ہمیں جناب نئی مد میں پیسے دیے جائیں۔ جناب سپیکر! میں ابھی specific آؤں گا آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی خدا کی قسم رونے کو جی چاہتا ہے۔ مگر اس میں میں کسی اور کو قصور وار نہیں ٹھہراتا۔ جناب والا! قصوروار تو ہم لوگ ہیں کہ اگر ہم بروقت صحیح آواز نہیں اٹھاتے اور اس پر عمل نہیں کرتے --- جناب والا! میں پہلے بھی جنرل بحث میں عرض چکا ہوں کہ ہمارے politician کی نظر صرف جھنڈے تک ہے وہ صرف جھنڈے تک بھاگتا ہے بس کہتا ہے کہ میرا goal پورا ہو گیا حالانکہ جناب سپیکر! جھنڈے تک پہنچنا بہت آسان ہے پاکستان کی تاریخ میں پاکستان کی حکومت کے جھنڈے پر پہنچنا جتنا آسان کام ہے اتنا دنیا میں کسی اور جگہ پر نہیں ہے۔ جناب سپیکر! ایک لمحے کی بات ہے ایک سیکنڈ کی بات ہے یہاں سے میں وہاں جمپ ماروں تو میں جھنڈے تک پہنچ جاتا ہوں جناب سپیکر! ایک سیکنڈ میں جھنڈے تک پہنچنا بہت آسان کام ہے جھنڈے کو لے کر پھر عوام کی خدمت کرنا اور وہ صحیح کام جو politician کا ہے اسے کرنا بڑا مشکل کام ہے جناب والا! جھنڈے کی حفاظت کرنا اور اس جھنڈے کے نیچے رہنے والے عوام کی خدمت کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ جناب سپیکر! اب میں relevant ہوتا ہوں آپ کہتے ہونگے کہ وقت ضائع کر رہا ہے۔ جناب والا! ہم پر الزام یہ لگتا ہے -----

جناب سپیکر: حکومت کے جھنڈے سے پولیس کے ڈنڈے تک آجایے۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! اب میں پولیس کے ڈنڈے کی طرف آتا ہوں آپ نے ٹھیک فرمایا۔ اور جناب سپیکر ان میں سے میں ان باتوں کو touch نہیں کر رہا۔

جناب والا! یہ رقم جو ۹۶-۱۹۹۵ء کے لیے ۵۔ ارب ۱۰ کروڑ ۷۲ لاکھ ۴۷ ہزار اور ۸ سو روپے کی رقم رکھی گئی ہے اس میں سے میں ان مدوں اور ان اخراجات کی بات نہیں کرتا میں ہوم سیکرٹری اور آئی جی پولیس سے لے کر چھوٹی سطح تک پنجاب کنسٹیبلری کے کنسٹیبل تک کی تنخواہ کی بات نہیں کرتا یہ ان کو ضرور دیں یہ آپ نے کم رکھی ہے ظالمو! میں مطالبہ کرتا ہوں کہ آئی جی سے لے کر پنجاب کی کنسٹیبلری کے کنسٹیبل تک کی تنخواہ کم رکھی ہے اسے زیادہ کرو اور میں آپ کو زیادہ والی مد بھی بتا دیتا ہوں کہ کہاں سے زیادہ کرو اور کیوں زیادہ کرو میں ان تنخواہوں کی طرف اور میں ان کی طرف نہیں آتا کرائے کی عمارتیں ہیں میں ان کی طرف نہیں آتا وردی کا دھوبی الاؤنس ہے میں اس کی طرف بھی نہیں آتا رینٹ ہیں میں اس کی طرف بھی نہیں آتا چپڑاسیوں کی تنخواہیں ہیں میں اس کی طرف بھی نہیں آتا بجلی کا بل ہے میں اس کی طرف بھی نہیں آتا سوئی گیس کا بل ہے پھر ان غریب لوگوں تک کتنا اور کہاں پہنچتا ہے یہ الگ بات ہے میں اس طرف بھی نہیں آتا تنخواہیں ان کو ملنی چاہئیں۔ یہ تنخواہیں آپ نے کم رکھی ہیں۔ جناب سپیکر! صرف موٹی موٹی باتوں کی طرف آپ کی اجازت سے شروع میں عرض کیا تھا کہ بجٹ کی دو stages ہوتی ہیں ایک stage ہے کہ جس وقت وہ vigilant نہیں ہوتا جناب والا اس کا قوم کو کیسے خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے کہ بجٹ کی تیاری کے وقت جب sitting political power اپنی پاور کے نشے میں ہوتی ہے یا پاور کو بچانے کے غم میں یا اس کے فکر میں ہوتی ہے تو اس وقت اس کو پرواہ نہیں ہوتی اور میں نے شروع میں کہا تھا کہ بجٹ غلط تیار ہو جاتا ہے اور پھر اس کی زندہ مثال یہ ہے کہ جناب سپیکر! پھر supplementary budget آتے ہیں۔ سپلیمنٹری بجٹ کی provision آئین نے اسلیے نہیں رکھی کہ یہ ہر حال میں آنا چاہیے یہ ایمرجنسی معاملات کے لیے ہے جو پیدا ہوتے رہتے ہیں لیکن جناب سپیکر! ۹۵-۱۹۹۴ء کا ۴۔ ارب ۱۸ کروڑ ۲۲ لاکھ ۹۴ ہزار ۴ سو کا بجٹ ہے اور پھر میں نے سپلیمنٹری میں پڑھا مطلب اس کا واضح ہے کہ اس وقت یہ صحیح طور پر تیار نہیں ہوا اور میں اس پر ضمنی بجٹ کے وقت بات کروں گا کہ وہ کتنی مدیں ہیں اور ان میں کتنے کتنے اخراجات تھے اس دفعہ اس

میں اضافہ اور ہوا ہے کونسی کونسی جائز مدیں ہیں جن میں وہ ڈیمانڈ کر رہے ہیں اور کونسے کونسے ناجائز اخراجات انہوں نے کر دیے ہیں۔ جناب سپیکر! اس میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے میں اس میں شامل ہوں۔ جناب سپیکر! اسمبلی تو ایک ربڑ سٹیمپ کی حیثیت اختیار کر چکی ہے ہم تو statues بن گئے ہیں ہم تو صرف انگوٹھا چھاپ بن گئے ہیں جناب سپیکر! ہماری اسمبلیاں بالکل ربڑ سٹیمپ ہیں ---

جناب سپیکر، آپ کس کس کے statues بنے ہیں؟

سید ظفر علی شاہ: اس نئی sitting political government اور اس شاطر ذہن کے جو کہ overall اس کا beneficiary ہے ہم اس کے statues بنے ہیں۔

جناب سپیکر، کیوں؟

سید ظفر علی شاہ، اس لیے جو میں نے عرض کی ہے کہ ہم اپنی اصل بات سے ہٹ گئے ہیں ہم اپنے اصل کام سے ہٹ گئے ہیں ہم اس نشے میں ہیں کہ میری گاڑی پر ایم این اے کی پلیٹ لگ گئی ہے میری گاڑی پر ایم پی اے کی پلیٹ لگ گئی ہے میری گلی میں منصوبے کے مکمل ہونے پر میرے نام کی پلیٹ لگ گئی یعنی منصوبہ گلی مکمل ۱۲ ہزار ۳ سو باوساطت ظفر علی شاہ اور بورڈ ۱۲ ہزار کا۔ جناب والا! ہم اس میں خوش ہیں ہم اس میں مست ہیں۔ ہم اس میں خوش ہیں کہ ہم نے فائل اٹھائی ہوئی ہے کسی کا تبادلہ کرا دیا ہے کسی کا تبادلہ رکوا لیا ہے جناب سپیکر! پاکستان کا سیاستدان اور بالخصوص پنجاب کا سیاستدان ایجنٹ بن گیا ہے یہ broker ہے یہ دلال ہے between that bureaucracy اور وہ جو آپ پوچھ رہے تھے کہ کن کے۔ اور درمیان میں آڑھتی بن گیا ہے۔ جناب سپیکر جس ملک کے politicians آڑھتی بن جاتے ہیں ----

وزیر قانون، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! ظفر علی شاہ کا بہت احترام ہے جو بات وہ کہنا چاہتے ہیں وہ ان کا اپنا نکتہ نظر ہے لیکن جو الفاظ انہوں نے جذبات میں کہے ہیں مجھے ان سے اختلاف ہے۔ جناب سپیکر! میں on record یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ یہ ایوان سیاستدانوں کے لیے ہے جنہیں عوام elect کر کے بھیجتے ہیں ہزاروں عوام جنہیں ووٹ دے کر اور جس شخص کو elect کر کے وہ یہاں پر بھیجتے ہیں وہ بھی سیاستدان ہے اور سیاستدانوں کو دلال کہنا جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ جمہوریت کے ساتھ بھی زیادتی ہے اور اس ایوان کے ساتھ بھی زیادتی ہے اور دلال کے جو الفاظ سیاستدان کے نام پر استعمال کئے گئے ہیں ------

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ کو موقع دوں گا۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! فاضل وزیر قانون اپنی تقریر میں بیشک میری بات کا جواب دیں اگر یہ ان کا پوائنٹ آف آرڈر ہے تو یہ بڑی خوشی سے بات کریں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہ میرا پوائنٹ آف آرڈر بھی یہی ہے کہ سیاستدان کے لیے دلال کے الفاظ استعمال کرنا اور اس جیسے ملتے جلتے جو الفاظ انہوں نے کہے ہیں یہ غلط ہیں جناب سپیکر! یہ درست طریقہ کار نہیں ہے اور سیاستدان کے حوالے سے اس ایوان کے ساتھ اس قسم کے الفاظ استعمال کر کے ہمیں زیادتی نہیں کرنی چاہیے۔

جناب سپیکر، ایجنٹ کا لفظ کوئی ایسا خراب لفظ تو نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا لہجہ ایسا ہے

وزیر قانون، جناب والا! برو کر اور دلال کے الفاظ پر مجھے اعتراض ہے۔ ایک سیاستدان کے ساتھ برو کر اور دلال کے الفاظ منسوب نہیں کیے جانے چاہییں۔ یہ میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

سید ظفر علی شاہ، میں سیاستدانوں کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ لاءمنسٹر صاحب ڈیبیٹ کو کہیں اور طرف لے جائیں گے۔ جناب والا' نے بھی غور کیا ہو گا کہ میں اپنے آپ کو اس میں شامل کر رہا ہوں۔ میں ملک کے وسیع تر مفاد میں بات کر رہا ہوں۔ اگر آپ ان سیاستدانوں میں سے نہیں ہیں تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ جناب سپیکر' میں جس context میں بات کر رہا ہوں میری بات اسی context میں وزیر قانون سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں یہ اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ بجٹ پیش ہونے کے بعد کتنے مہینے کتنے دن اور کتنے گھنٹے اور کتنے منٹ آپ نے اپنے سبجیکٹ پر دیے ہیں اور آپ کا سبجیکٹ پرسوں آ رہا ہے۔ اور میں آپ سے پوچھوں گا۔ میں یہ اس لیے کہہ رہا ہوں۔ میں کسی ضد یا کسی اور وجہ سے نہیں کہہ رہا۔ اور میں اپنی برادری سے کہہ رہا ہوں اور اس لیے کہہ رہا ہوں۔ ابھی آپ تھوڑی دیر پہلے آپ نے رولنگ دی ہے کہ کسی پر ملبہ مت پھینکیں۔ ہمیں پتہ ہے کہ بیورو کریسی ہمارے ساتھ کیا کرتی ہے۔ آپ کیوں کرنے دیتے ہیں۔ آپ بیوروکریسی کا تحفظ کر رہے ہیں تو میں تو اپنے دوستوں سے کہہ کر رہا ہوں۔ میں تو اپنی برادری سے بات کر رہا ہوں کہ آپ اپنی آنکھیں کھول کر رکھیں۔ اگر آپ دیانتدار ہوں گے' اگر آپ آنکھیں کھول کر رکھیں گے' اگر آپ اپنے کام سے کام رکھیں گے۔ اگر آپ کو اپنے کام سے صحیح دلچسپی ہو گی تو کوئی بیوروکریٹ نہ آپ سے حکومت چھین سکتا ہے اور نہ آپ کو حکومت دے سکتا ہے۔ لیکن اگر آپ کا دارومدار سارا ان پر ہو جائے تو میں

پھر سیاستدان کو برو کر یا دلال نہیں کہوں گا تو کیا کہوں گا۔ میرے کہنے یا نہ کہنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ آپ یہاں کی proceeding میں سے حذف کرا دیں۔ آپ کو گلی محلے ہر جگہ کہا جا رہا ہے۔ یہ جتنے بھی صاف گو ہوں۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ غیر پارلیمانی الفاظ کارروائی سے حذف کیے جانے چاہییں۔ اب پھر میں یہ بات کہتا ہوں کہ جو شخص سیاستدان ہے وہی اس ایوان میں پہنچتا ہے۔ جو شخص دلال ہے اور جو برو کر ہے اس کا نام لیا جائے اور بات کی جائے۔ اس ایوان میں بیٹھے ہوئے یہ سارے لوگ سیاستدان ہیں۔ یہ سیاستدان ہیں اور پھر انھیں عوام منتخب کرتے ہیں اور یہاں پر بھیجتے ہیں۔ محض اپنی ذات سے منسوب کر کے کہ میں بھی اپنے آپ کو سیاستدان کہہ کے اپنے آپ کو گالی دے رہا ہوں۔ اس بات سے جمہوریت اور سیاست کی خدمت نہیں ہے۔ اگر فاضل رکن نے اعتراف کرنا ہے تو نام لیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طریقے سے اس ایوان کے اندر اس بات پہ خاموشی کہ سیاستدان برو کر ہے 'سیاستدان دلال ہے۔ یہ ان قوتوں کو دعوت دینے والی بات ہے کہ جن کی وجہ سے اس سے پہلے ملک کے اندر اور صوبے کے اندر سیاسی نظام سبوتاژ ہوتا رہا ہے۔ یہ بات نہیں ہونی چاہیے۔ جناب والا' اس ایوان کے اندر اگر پولیس کے حوالے سے بات ہو رہی ہے تو سیاستدانوں کو گالیاں دے کے اور اس طریقے سے بات کر کے کہ سیاستدان دلال بن چکے ہیں جو دلال بن چکا ہے اس کی بات کیجیے۔ جناب سپیکر' جس پر الزام آتا ہے اس پر آنا چاہیے۔ لیکن پورے معاشرے کو ان الفاظ کے دائرے میں لے کے اور سارے کے سارے سیاستدانوں کو اس زمرے میں لا کر اس طریقے سے بات کرنا کوئی جائز بات نہیں ہے۔ یہ الزام تراشی پورے سیاستدانوں پر اور جمہوریت پر الزام تراشی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر فاضل رکن کو کسی مخصوص لوگوں پر اعتراض ہے تو ان کا نام لیں اور ان کی بات کریں۔ یہ الزام تراشی اس طریقے سے مناسب نہیں ہے۔ یہ غیر پارلیمانی طریق کار ہے۔

جناب سپیکر: محمود اختر گھمن!

جناب محمود اختر گھمن: جناب والا! ظفر علی شاہ صاحب کا احترام ہم اپنی جگہ پر کرتے ہیں لیکن مجھے نہایت دکھ اور افسوس ہوا کہ جو دلال' ایجنٹ کے الفاظ انھوں نے استعمال کیے ہیں۔ جناب والا! ہم محنت کش لوگ ہیں اور سچائی پہ یقین رکھتے ہیں۔ حق سچ کا ساتھ دیتے ہیں۔ ہزاروں ووٹروں کی اکثریت

سے اس ایوان میں پہنچے ہیں۔ یہ دلال اور ایجنٹ کے الفاظ اپنے لیے تو استعمال کرتے رہیں لیکن ہم کبھی یہ برداشت نہیں کرتے کہ ہمارے لیے یہ ایسے الفاظ استعمال کریں۔ یہ الفاظ اپنے تک رکھیں ۔ آپ میں سے ہوں گے ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہ دلال ہیں اور نہ ایجنٹ ہیں۔ ہم حق سچ کے ساتھی ہیں۔

جناب سپیکر: ایک بہت بڑے لیڈر کے سامنے یہ بات کی گئی تھی ۔ کہ آپ فلاں کے دلال ہیں اور فلاں کے دلال ہیں ۔ اور انھوں نے کہا تھا ہاں میں دلال ہوں۔ میں عوام کا دلال ہوں' میں عوام کا ایجنٹ ہوں۔ بات تو یہ ہے کہ لفظ میں کوئی خرابی نہیں ہوتی ۔ خرابی تو اس بات کی ہوتی ہے کہ اسے کس context میں استعمال کیا جا رہا ہے ۔ اگر یہی سیاستدان ' جن کو عوام نے منتخب کیا ہے' ان کی دلالی کرے۔ دلالی صرف اس بازار میں نہیں ہوتی ' دلالی کا یا ایجنٹ کا مقصد یہ ہے کہ اس نے اپنے client کے لیے کام کرنا ہے جس نے اسے کام کے لیے منتخب کیا ہے ۔ اگر میں اپنے حلقے کے لیے کام کرتا ہوں تو میں ان کا ایجنٹ ہوں ' انھوں نے مجھے اپنے لیے نمائندہ بنا کر بھیجا ہے ۔ ایجنسی' ایجنٹ ' سول ایجنٹس ' یہ لفظ عام استعمال ہوتا ہے ۔ اسے غلط معانوں میں آپ استعمال کرنا چاہتے ہیں تو کرلیں لیکن اگر آپ شاہ صاحب کی ساری بات کو ان کے پورے context میں سمجھیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ انھوں نے بڑی دردمندی سے ایک صورت حال کا اظہار کیا ہے اور اس میں خدانخواستہ کسی کی بے عزتی کرنے کی ان کی نیت نہیں ہے۔ اس کے باوجود میں ان دوستوں کا جنھوں نے اظہار خیال فرمایا ہے ان کی طرف سے میں شاہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ از راہ کرم دوستوں کی دلداری کا خیال کریں اور اپنے لب و لہجہ میں دلازاری کی منزل تک نہ جایا کریں---- جناب کھوسہ صاحب !

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! چونکہ آپ نے اپنی بات شروع کردی تھی میں اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جناب والا! سرکاری بنچز کی طرف سے وزیر قانون نے ہاؤس کو اور آپ کو بالخصوص اپنی آواز کو بلند کرنے سے اور غصے سے impress کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا میں واقعات دہرا دوں اور ان پر ثابت کر دوں کہ 93ء سے کس طرح سے اس طرف کی دلالی کرتے رہے ہیں۔ یہ لفظ ہم پر نہیں لگتا اگر اس معنیٰ میں بھی لینا چاہتے ہیں ۔ آپ نے بڑی صحیح ترجمانی کی ہے ۔ لیکن اگر وہ اس معانی میں بھی لینا چاہتے ہیں تو میں واقعات سے ثابت کر دوں ۔ اور نام لے لے کے ثابت کر دوں۔

جناب سپیکر: نہیں نہیں ' اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بات جہاں تک آگئی ہے اس

سے آگے چلیں۔ اور ذرا کوشش کی جائے کہ دلازاری نہ ہو۔ جناب شاہ صاحب!

وزیر قانون: جناب والا! میری بات اونچی تھی میں اس پہ معذرت چاہتا ہوں لیکن جس چیز کی سردار صاحب وضاحت کرنا چاہتے ہیں میں حاضر ہوں' وہ وضاحت کریں۔

جناب سپیکر: میں نے انھیں اجازت نہیں دی --- شاہ صاحب قبلہ آپ اپنی بات مکمل کیجیے۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کی observation کا مشکور ہوں اور حقیقتاً میں conviction سے بات کر رہا تھا۔ اور میرا کسی کا دلازاری کرنے کا مطلب ہرگز نہیں ہے۔ لیکن کل اسی طرح ایک دوست نے بات کی تھی اور آپ نے اس کا بڑا صحیح اور بروقت جواب دیا تھا کہ آپ کی داڑھی میں کیوں تنکا ہے۔ میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ آپ کیوں اس بات سے الرجک ہیں۔ بس صرف اتنی سی بات ہے۔ جناب سپیکر! اب میں موٹی موٹی دو چار باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ جس پر آپ کی وساطت سے اس ایوان کی توجہ اور اس سیاستدان کی توجہ جو ہم سب ہیں۔ اس سارے بجٹ میں تقریباً پینتیس کروڑ روپے جس کا میں split بھی بتاتا ہوں کہ یہ پینتیس کروڑ روپیہ کہاں کہاں اور کس کس شعبے میں خرچ ہوا۔ اس کی مد جو کہ exact لکھی ہے وہ بھی پڑھ کے سناتا ہوں لیکن جس کا ترجمہ میں نے اپنی عقل کے مطابق کیا ہے وہ ہے۔ blind یعنی" اندھی مد"۔ اندھیرا ہے۔ اس کی کوئی وضاحت نہیں ہے۔ اس لیے میں نے کہا تھا کہ ہمیں" انگوٹھا مار" نہ سمجھیں۔ بلکہ مجھے یہ بتائیں؟ جناب اب میں سب سے پہلے Head No 59900 پر آتا ہوں یہ وہ Head ہے جس میں یہ ساری رقم جائے گی۔ اس میں District Police شامل ہے اوپر کی اسٹیبلشمنٹ کی بات نہیں کر رہا' کانسٹبلری کی بات نہیں کر رہا اور ڈی جی خان کا ایک الگ Head کھلا ہے اس کی بات نہیں کر رہا۔ آپ اس کی رقم ذرا ملاحظہ فرمائیں جو کہ یہ ہم سے voted expenditure مانگ رہے ہیں۔ اس مد کا نام انھوں نے lumpsum provision for the strengthening of district police رکھا ہے۔ جناب سپیکر! میں ساری رات کوشش کرتا رہا کہ اس کو سمجھ لوں لیکن مجھے سمجھ نہیں لگی۔ اپنی نالائقی کا میں اعتراف کرتا ہوں۔ جناب یہ کون سی مد ہے اور پھر آپ آگے رقم ملاحظہ فرمائیں جو کہ 25 کروڑ روپے ہے۔ جناب والا! اگر میں روؤں نہ تو پھر میں کیا کروں؟ 25 کروڑ روپیہ District Police کی اندھی مد میں' blind مد میں رکھ دیا گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ان کی discretion پر رکھ دیا گیا ہے' ان کی صوابدید پر رکھ دیا گیا ہے۔ وہ چاہے اس کا مجرا سنیں' چاہے اس کا جوا کھیلیں' چاہے گھر

لے جائیں' چاہے embezzlement کریں ' کچھ بھی کریں لیکن 25 کروڑ روپے میرے صوبے کے خزانے سے تو نکل گیا۔ This in one Head only ۔ جناب سپیکر ! میں تو پھر پولیس کی وکالت کرتے ہوئے یہ کہوں گا اور حکومت کی آنکھیں کھولنے کے لیے پھر یہ کہوں گا کہ یہ 25 کروڑ روپے حزب اختلاف اپنے لیے نہیں مانگ رہی ۔ او ظالمو ! اسی لیے میں کہتا ہوں کہ سیاست دان اگر آنکھیں کھول کر کام کرے گا تو state affairs میں کام ٹھیک چلیں گے۔ جناب سپیکر ! میں آپ پر سوال کرتا ہوں' آپ اس ملک کے بہت بڑے سیاست دان ہیں کہ اگر یہ 25 کروڑ روپے صوبے کی district police کو ٹھیک کرنے کے لیے ان کی تنخواہوں میں اضافہ کرنے پر خرچ کر دیے جائیں ' جو انسپکٹر ایک سو روپے لیتا ہے میں کہتا ہوں کہ اس کی تنخواہ ایک ہزار روپے کر دیں ۔ جو سپاہی پانچ روپے لیتا ہے میں کہتا ہوں کہ اس کی تنخواہ پانچ ہزار کر دیں لیکن اس district police کے لیے یہ law making کر دیں ' law بنا دیں کہ صوبہ پنجاب آپ کو 25 کروڑ روپے دیتا ہے ..... جناب سپیکر ! دے تو ویسے بھی رہے ہیں ' دے تو رہے ہیں ہمارے ہاتھ سے یہ پیسہ نکل رہا ہے' ابھی پاس ہو جائے گا ابھی حکومتی بنچز کے ممبران اندر آ جائیں گے ' ابھی وزیر اعلیٰ صاحب اشارہ کر کے اپنے لوگوں کو اکٹھا کر لیں گے ابھی یہ 25 کروڑ روپیہ voted ہو جائے گا اور خزانے میں چلا جائے گا۔ میں اس ووٹ سے پہلے پہلے یہ درد مندانہ استدعا وزیر خزانہ صاحب اور وزیر اعلیٰ صاحب سے کرنا چاہتا ہوں کہ اس 25 کروڑ روپے کو پنجاب پولیس کی تنخواہوں اور ان ہی کے دوسرے الاؤنسز میں لگا دیں تاکہ وہ رشوت لینا بند کر دیں' تاکہ چور بازاری چھوڑ دیں ' تاکہ سمگلروں کی پشت پناہی چھوڑ دیں ' تاکہ جن اڈوں کی وہ سرپرستی کر رہے ہیں وہ چھوڑ دیں ۔ اور ان پر یہ قدغن لگا دیں' آئی جی پولیس کو کہہ دیں کہ اگر پنجاب کی district police کے کسی تھانے میں' کسی ضلعے میں کوئی اغواء ہوا ' کوئی زنا ہوا ' کوئی بینک ڈکیتی ہوئی ' کوئی راہ زنی ہوئی ' کوئی cattle lifting ہوئی تو اس تھانے دار کو summary trial کر کے عمر قید سزا دے دی جائے گی ۔ جناب سپیکر ! پھر میں دیکھوں گا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوتا ہے لیکن جناب سپیکر ! پولیس بھی بڑی بے بس پھرتی ہے ۔ جب ہم پولیس کے پاس جاتے ہیں تو وہ اپنا رونا روتے ہیں۔ اب یہ 25 کروڑ روپے کون خرچ کرے گا؟ کیسے خرچ کرے گا؟ مجھے بتاؤ تو سہی کہ وہ مد کون سی ہے ؟ کیوں اندھیرے میں آپ نے رکھا ہوا ہے کہ میں آپ کو 25 lumpsum کروڑ دے دوں؟ لے جائیں لیکن مجھے بتائیں تو سہی کہ آپ نے کرنا کیا ہے؟ آپ کے پچھلے سال کی کارکردگی تو یہ ہے کہ آپ کوئی بینک ڈکیتی recover نہیں کر سکے ' کوئی آدمی محفوظ نہیں ہے ' ہائی

وے پر بسیں لوٹی جاتی ہیں ۔ جو بسیں اسلام آباد سے لاہور اور لاہور سے ملتان چلتی ہیں وہ لوٹ لی جاتی ہیں ' ہر تیسرے چوتھے دن ڈاکہ پڑتا ہے ۔ patrolling کی یہ حالت ہے کہ ہر دوسرے تیسرے دن ایکسیڈنٹ ہوتا ہے اور ایکسیڈنٹ کا تھوک ریٹ یہ ہے کہ چالیس سے پچاس آدمی مرتے ہیں ۔ امن و امان کی صورت حال آپ کے سامنے ہے۔ او ظالمو! پھر یہ 25 کروڑ روپے کی یہ اندھی مد کس لیے؟ صرف یہی نہیں اب آگے آیے۔

جناب یہ ہے Telephone and Trunk Calls یہ ایک الگ Head ہے اور یہ Head 52200 ہے۔ Telephone and Trunk Calls کون سے محکمے کی ؟ صرف Special Branch ۔ باقی پولیس الگ پڑی ہے ۔ provincial police ہے ' district police ہے اور دوسرے ہیں یہ صرف سپیشل برانچ کے لیے ہے جس کے نمائندے اور جس کے گرگے صرف یہ دیکھتے ہیں کہ حنیف رامے اسلام آباد کتنی دفعہ گیا ہے ' ظفر علی شاہ نے اپوزیشن کی میٹنگ attend کی ہے یا نہیں کی ' کون سا سیاسی لیڈر کدھر گیا ہے یا نہیں گیا ۔ اس مد میں یہ مجھ سے ایک کروڑ 10 لاکھ 96 ہزار روپے ٹیلیفون کے بل کے لیے مانگ رہے ہیں ۔ کہ ٹیلیفون پر ہم نے اتنے پیسے خرچ کرنے ہیں ۔ یہ رقم ایک کروڑ سے تجاوز کر رہی ہے جو کہ صرف سپیشل برانچ کے لیے ہے ۔ اس کے علاوہ انھوں نے کچھ چھوٹی چھوٹی مدیں رکھی ہوئی ہیں جن میں ایک repair and maintenance of durable goods and works کی مد ہے جس کے آگے تین sub-head ہیں جس میں مشینری ' ٹرانسپورٹ اور فرنیچر شامل ہے۔ اس کے لیے انھوں نے 15 لاکھ 92 ہزار روپے مانگے ہیں ۔ یہ صرف سپیشل برانچ کے گرگز بتا رہا ہوں باقی ساری پولیس کے گرگز بہت زیادہ ہیں۔ میں صرف سپیشل برانچ کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ اس کے آگے چلیے جناب سپیکر! آگے انھوں نے others کا لفظ لکھ کر اس میں بہت بڑی رقم رکھی ہوئی ہے ۔ What do you mean by others? جناب والا ! یہ others بدمعاشی ہے ' misappropriation of the public money ہے ۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ اگر بجٹ پلتے وقت وہاں پر ہمارا سیاست دان بیٹھا ہو تو وہ ان سے ضرور پوچھے کہ اوئے others کیا کر رہے ہیں ؟ بتاؤ تو سہی کہ others سے کیا مراد ہے ؟ اسی طرح جناب آگے Secret Service Expenditure کی ایک اور الگ مد رکھی گئی ہے۔ جس میں 30 لاکھ روپے مانگے گئے ہیں ۔ یہ بھی سپیشل برانچ ہے ۔ اب Secret Service کیا ہے ؟ ہمیں کوئی علم نہیں ہے ۔ جناب والا ! پہلے جو میں 25 کروڑ روپے کی مد بتا چکا ہوں وہ تو district police کی تھی اور اب آگے سپیشل برانچ کی مد جس کا Head وہی

59900 ہی ہوتا ہے۔ اس Head کا نام lumpsum provision for strengthening of Special Branch رکھا گیا ہے۔ وہ سپیشل برانچ جس پر آپ دارومدار ' انحصار کر رہے ہیں کہ آپ کے ملک میں کہیں تخریب کاری تو نہیں ہو رہی ' کہیں کوئی دشمن کے لوگ penetrate تو نہیں کر رہے۔ یہ سارا کام اس محکمے کے ذمے ہے اور وہ اس کو کتنا کرتے ہیں ---- جب یہاں کہیں تھوڑا سا دھماکہ ہو جائے تو یہ کہتے ہیں کہ جی یہ سب کچھ دہشت گرد کر رہے ہیں ۔ او ظالمو ! دہشت گرد ہی کر رہے ہوں گے لیکن آپ ان کو پکڑیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں ' آپ بجٹ لے رہے ہیں ' اتنی رقم لے رہے ہیں لیکن ان تخریب کاروں کو پکڑیں تو سہی ۔ جناب والا! اس مد میں 3 کروڑ کی lumpsum رقم رکھی گئی ہے۔ 25 کروڑ پہلے والے اور اب 3 کروڑ یہ ملا لیں تو کل یہ 28 کروڑ کی رقم بن جاتی ہے ۔ یہ 3 کروڑ کی رقم اس Head میں سپیشل برانچ کے لیے صوابدیدی ' discretion , lumpsum رکھ دی گئی ہے جس کا کوئی سرا نہیں ' کوئی پیر نہیں ' اندھیرے میں رکھی ہوئی ہے معلوم نہیں اس کو کون استعمال کرے گا ' کہاں کرے گا ' کیسے کرے گا ؟ مجھے کوئی علم نہیں ہے ۔ کس پر ہو گی ؟ جناب سپیکر ! دشمن تو ہمارے خلاف کرے گا ہی کرے گا کیا ہم اپنی دشمنی خود نہیں کر رہے اپنے ساتھ ؟ یہ جو اتنی مدیں ہم رکھ رہے ہیں اور ان کے حوالے کر رہے ہیں یہ ہم خود بھی اپنے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں۔ آگے چلیے آگے جناب والا ! lumpsum provision for strengthening of Border Military Police کی مد کے لیے ڈیڑھ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں ۔ یہ میں ان بارڈرز کی بات کر رہا ہوں جو پنجاب کے ساتھ لگتے ہیں اور جن پر روزانہ سمگلنگ ہوتی ہے ۔ شراب کے ہزاروں کریٹ ادھر سے ادھر جاتے اور آتے ہیں ۔ یہ میں صوبہ پنجاب کی بات کر رہا ہوں۔ یہ پیسے بھی ہم سے لے گئے اور میرے ملک کے اندر ہندوستان اور امرتسر کی بنی ہوئی liquor بھی آ گئی ۔ یہ کہاں سے آ جاتی ہے ؟ مجھ سے ٹیکس بھی لے جاتے ہو ' مجھ سے پیسے بھی لے جاتے ہو اور پھر میرے ملک اور میرے صوبے میں امرتسر کی بنی ہوئی ناجائز شراب داخل ہو جاتی ہے ۔ جناب سپیکر ! کون سا آئٹم ہے جو بارڈر پر سمگل نہیں ہو رہا ؟ اور پھر میرے ملک اور میرے صوبے میں امرتسر کی بنی ہوئی ناجائز شراب داخل ہو جاتی ہے۔ جناب والا! کون سا ایسا آئٹم ہے جو بارڈر پر سمگل نہیں ہو رہا اور یہاں پر بازاروں اور باڑوں میں نہیں مل رہا ۔ جناب والا! میں آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا ۔ ایک اور مد ہے اور ہیڈ وہی چلا آ رہا ہے یعنی وہ اندھیرے والا ہیڈ lumpsum provision for strengthening of Baloch Levies Police D.G Khan۔ ہمارے صدر پاکستان بھی بلوچ ہیں اور ڈیرہ غازی خان ان کا ضلع ہے اور صرف

اس ڈیرہ غازی خان ڈسٹرکٹ کی Levy کے لیے ایک کروڑ روپیہ۔ جناب والا! ہم کدھر جائیں میرے پاس تو سوائے کٹ موشن کے اور کوئی طریقہ ہی نہیں ہے۔ میرے پاس تو اپنے بھائیوں اور دوستوں کے سامنے رونے کے علاوہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ میں تو یہی کر سکتا ہوں۔ میں تو صوبے کی یہی خدمت کر سکتا ہوں کہ روک لو اس کو یہ mis-appropriation ہو جائے گی۔ یہ آپ کا مال کھایا جائے گا تباہ و برباد ہو جائے گا۔ یہ mis-use ہو جائے گا۔ ابھی ٹائم ہے اس کو روک لو۔ جناب والا! آگے پنجاب کانسٹیبلری ہے اور میں ان میں وہ باتیں نہیں کر رہا جو ان کو تنخواہیں وغیرہ ملتی ہیں اور بھی بے شمار ہیڈ ہیں میں ان پر آپ کا وقت ضائع نہیں کرتا حالانکہ اس میں وہ بھی غلط رکھی گئی ہیں لیکن چلو کوئی بات نہیں ہے۔ 5 لاکھ، 50 لاکھ یا کروڑ سے اگر بل ادھر ادھر ہو گئے ہیں وردیاں یا دھوبی الاؤنس ہو گیا ہے تو کوئی بات نہیں ہے۔ یہ وہ موٹی موٹی رقمیں ہیں جو مجھے آپ کو بتانی پڑی ہیں۔ جو کہ over all future کو effect کریں گی۔ جناب والا، آج حکومت تبدیل ہو جاتی ہے تو وہ لوگ کسی کے وفادار نہیں ہوتے۔ میں معذرت سے اپنے بھائیوں سے گزارش کروں گا اس وقت لاء منسٹر صاحب نے برا منایا تھا میں کسی ذات کی بات تو نہیں کر رہا۔ میں تو ان کی بات کر رہا ہوں جو دونوں طرف ایجنٹ کا رول اور other than that role فرما رہے تھے۔ وہ جب کریں گے تو پھر ایسے ہی ہو گا۔ پھر یہ رقمیں جاتی جاتی ہیں اور پھر کس کس طرح صوبوں سے منتقل ہوتی ہیں اور کس کس طرف جاتی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: محترم شاہ صاحب wind up کیجیے۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! بس میں آپ کا تھوڑا ہی وقت لوں گا۔ شاید میں نے زیادہ وقت لے لیا ہے۔

جناب سپیکر: جی ہاں

سید ظفر علی شاہ: میں نے یہاں پر بے شمار underline کیے ہیں اور لکھے ہیں لیکن میں باقی ساری مدوں کو چھوڑ دیتا ہوں۔ جناب والا! باقی کو چھوڑ دیں میں ان کے ساتھ ووٹ دے دوں گا۔ پاس کرنے کے لیے بغاوت کر کے ان کے ساتھ ووٹ دے دوں گا اگر وہ تھوڑا سا حوصلہ کر جائیں اور کم از کم اس مطالبہ زر میں یہ جو 33 کروڑ کی اندھی مد رکھی گئی ہے وزیر خزانہ اور لاء منسٹر ابھی حکم کریں اور اس کو وہاں سے کاٹ دیں تو خدا کی قسم میں ان کے ساتھ ووٹ دوں گا۔ بے شک اپنی جماعت سے بغاوت

کر کے دے دوں گا۔ (نعرہ ہائے تحسین) 33 کروڑ روپے کاٹ دیں تو میں ان کا ساتھ دوں گا۔ جناب سپیکر! یہی میری استدعا ہے ۔ آپ کا شکریہ میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔

جناب سپیکر ،مہربانی ۔ جناب انعام اللہ خان نیازی

جناب انعام اللہ خان نیازی: شکریہ جناب سپیکر

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر، جی فرمایے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، چونکہ سید ظفر علی شاہ صاحب کی تقریر کا تسلسل ٹوٹا تھا اس لیے میں نے اس وقت یہ پوائنٹ آف آرڈر اٹھانا مناسب نہیں سمجھا اب انعام اللہ خان صاحب کی تقریر شروع کرنے سے پہلے میں عرض کر رہا ہوں کہ آپ اس وقت ملاحظہ فرمالیں کہ وزرا کس attitude پر بیٹھے ہوئے ہیں ۔ وزیر خزانہ اور جناب چودھری غلام عباس صاحب خوش گپیوں میں مشغول ہیں اس طرح ان کی پچھلی سیٹوں پر دیکھ لیں اور اس سے پہلے جب سید ظفر علی شاہ صاحب تقریر فرما رہے تھے تو سندھو صاحب اور چودھری فاروق صاحب گپ شپ میں مصروف تھے ۔ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کوئی تنقید سننے کے موڈ میں قطعاً نہیں ہیں ۔ یہ تو زبانی جمع خرچ کرتے رہے ہیں کہ ہم ان کی تجاویز سنیں گے ۔ وہ تجاویز کیا مفید ہوں گی وہ تو سننے کے لیے بھی آمادہ نہیں ہیں ۔ تو کچھ ہدایت فرمائی جائے کہ کم از کم اشک شوئی والا رویہ تو کر لیں ۔ ہماری باتیں سن تو لیں عمل تو انھوں نے نہیں کرنا ہے لیکن کم از کم سن تو لیں ۔

جناب سپیکر : جی میرا خیال ہے کہ فنانس منسٹر صاحب تو پوری توجہ سے سن رہے ہیں اور میرا خیال ہے کہ دوسرے حضرات بھی توجہ دیں گے اور میں ذاتی طور پر بھی request کرتا ہوں کہ بجٹ سیشن کو سنجیدگی سے لیا جائے جب آپ دوست یہاں بیٹھے ہیں تو کم از کم ہاؤس کا بھی احترام رہے اور یہ فضا بھی رہے کہ جو کہہ رہا ہے وہ صحیح کہے اور سننے والا اسے اچھے طریقے سے سن لے ۔ جناب انعام اللہ خان نیازی صاحب از راہ کرم آپ بھی خیال فرمائیے گا زیادہ جوش خطابت میں ایسی بات نہ کہیے گا جو دل آزاری کا باعث بنے ۔

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی) : جناب والا! آپ نے فرمایا ہے کہ خیال فرمائیے گا ۔ جملہ صحیح بنتا ہے کہ خیالات کا اظہار فرمایے۔

جناب سپیکر: جی؟

وزیر صحت: آپ نے کہا کہ انعام اللہ خان نیازی صاحب خیال فرمائیے ۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جملہ صحیح بنتا ہے کہ خیالات کا اظہار فرمائیے ۔

جناب سپیکر: نہیں۔ میں نے کہا ہے کہ خیال فرمائیے گا کہ کہیں آپ جوش خطابت میں کوئی دل آزار بات نہ کہہ جائیں ۔ میں نے کہا ہے کہ اس بات کا خیال فرمائیے جی نیازی صاحب

جناب انعام اللہ خان نیازی: شکریہ جناب سپیکر! کوشش کروں گا کہ آپ کی اس بات کا خیال رکھوں کہ جوش خطابت میں کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکل جائے ۔لیکن آپ نے جس موضوع پر مجھے بولنے کی دعوت دی ہے وہ موضوع کچھ اتنا ------

جناب سپیکر ، نیازی صاحب میں آپ سے اجازت چاہتے ہوئے چھوٹی سی بات پہلے کر دوں ۔ یہ میں ہاؤس کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں سینئر منسٹر بھی تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے وزراء بھی ہیں ۔مجھے پریس گیلری سے پریس گیلری کے صدر صاحب اور سیکرٹری صاحب اور اراکین پریس گیلری کی طرف سے ایک پیغام ملا ہے ۔ جو میں ہاؤس کے نوٹس میں لا رہا ہوں ۔ کراچی میں گذشتہ روز 24 جون کو ملک دشمن اور تخریب کار عناصر کی جانب سے قومی اردو اور انگریزی روزناموں نوائے وقت اور نیشن کے دفاتر کو دوسری بار تخریب کاری کا نشانہ بنایا گیا ہے اور راکٹ لانچر تک پھینکے گئے ہیں ۔ پنجاب اسمبلی پریس گیلری کمیٹی تخریب کاری کے اس واقعہ کو سخت تشویش کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ واقعہ آزادی صحافت پر براہ راست حملے کے مترادف ہے۔ جبکہ نوائے وقت اور نیشن کے دفاتر پر دوسری بار حملے سے یہ بات بھی واضح ہوگئی ہے کہ سندھ حکومت اپنے پیشہ ورانہ فرائض کی انجام دہی اور صحافیوں کے تحفظ میں ناکام ہوئی ہے ۔ پریس گیلری کمیٹی ہر صورت میں احتجاج کا حق محفوظ رکھتی ہے اور حکومت سے تحفظ فراہم کرنے کے مطالبے میں حق بجانب ہے ۔ اس موقع پر ہم پریس گیلری کمیٹی کے اراکین پنجاب اسمبلی کی کارروائی کا پانچ منٹ تک کے لیے علامتی بائیکاٹ کر رہے ہیں ۔

(آوازیں) اب نیازی صاحب کی تقریر کا کیا بنے گا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب والا! میری آواز میں اتنی قوت ہے کہ میں یہاں کھڑے کھڑے اخبار کے دفتروں تک بھی اپنی آواز پہنچا دوں ۔ یہ میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن پریس

رپورٹر یہیں بیٹھے ہوں گے اور میری بات سن لیں گے۔

میاں عبدالستار، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر، بجا ہے۔ ذرا پوائنٹ آف آرڈر آ گیا ہے۔ جی میاں عبدالستار صاحب!

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! ابھی پریس گیلری سے نوائے وقت اور نیشن پر حملے کی جو یہ چٹ آئی ہے میں نے اس سے پہلے بھی ایک بار عرض کیا تھا کہ وہاں پر یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے *** ********** اور وفاقی حکومت کو اس کا باقاعدہ نوٹس لینا چاہیے۔ نوائے وقت اور نیشن پر حملے کے اس واقعہ پر ہم پر زور مذمت کرتے ہیں۔

جناب سپیکر، میاں صاحب آپ نے اپنے طور پر سندھ حکومت کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے یہ مناسب نہیں میں اسے کارروائی سے حذف کرتا ہوں پریس نے جو کہا ہے وہ میں نے آپ کے سامنے رکھ دیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے علامتی واک آؤٹ کیا ہے امید ہے کہ وہ پانچ منٹ کے بعد تشریف لے آئیں گے۔ ان کی تشویش سے ہاؤس کو آگاہ کر دیا گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ پورے ہاؤس کا ان کے ساتھ اظہار ہمدردی ہے۔ جناب انعام اللہ نیازی صاحب۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! سید ظفر علی شاہ صاحب کی تقریر کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے جسے ایوان اقتدار کے کانوں تک پہنچایا جائے۔ لیکن پولیس کے محکمے پر جس انداز میں پنجاب کی حکومت کی مہربانیوں کی اور نوازشات کی بھر مار دیکھتے ہوئے اور خاص طور پر اپوزیشن بنچوں پر بیٹھ کر اس بات کا اور بھی شدت کے ساتھ احساس ہوتا ہے کہ جس انداز میں جس کارکردگی کے تحت پنجاب پولیس کو نوازا جا رہا ہے اور جس قسم کے کام پنجاب پولیس سے لیے جا رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت پنجاب پولیس وزیر اعلیٰ پنجاب کی مکتی باہنی بن چکی ہے۔ جناب سپیکر! ابھی چار روز پہلے ڈسٹرکٹ خوشاب سے تین عدد سرکاری ملازمین کا اغواء ہوا اور اس کا پوشیدہ پہلو یہ ہے کہ وہ اغواء ایک پولیس آفیسر کے ایماء پر ہوا جس کا نور ظہور میانوالی کے عوام پر اس حد تک prominent نظر آتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان چیزوں کو اگر سامنے لایا جائے۔ دو دن پہلے آئی جی صاحب سے ملاقات کے دوران جب میں نے میانوالی کے اس پولیس آفیسر کی چند ایک

***(بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

باتوں کو بے نقاب کیا اس کے نتیجہ میں کل وہ تین آدمی سرکاری ملازمین مفروروں سے چھڑا لیے گئے۔ جہاں تک ان ساری چیزوں کو اکٹھا کر کے اس ایوان میں پیش کیا جائے اور جب ان کی کارکردگی پر آپ سے گزارش کر رہا تھا جس پر آپ نے مجھے روک لیا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میں آج یہ اخلاقی جرأت ہونی چاہیے تھی کہ اپنی کتنی باہنی کے بارے میں وہ چیزیں سن سکیں وہ باتیں سن سکیں جس ڈیپارٹمنٹ کو ہماری حکومت پنجاب نے گھر کی لونڈی بنا کر رکھ لیا ہے۔ پولیس افسران کو ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ ہر ضلع کے بارے میں زیادہ معلومات نہ رکھتے ہوئے میں صرف یہ کہوں گا کہ ہمارے ضلع میانوالی میں جس انداز میں گلی گلی میں جوئے کے اڈے کھل چکے ہیں۔ جس انداز سے گلی گلی میں ہیروئن فروشی کا دھندا ہو رہا ہے۔ میں پوچھتا ہوں ایوان اقتدار کے ان لوگوں سے کہ مجھے یہ بتایا جائے کہ اس دھندے کا، ٹیکس کا بٹوارہ لینے والوں میں سے کون کون یہاں موجود ہیں، اس کے حصے دار کون کون ہیں؟ ابھی کل کی بات ہے میری ایک تحریک استحقاق کے بدلے میں میرے پیچھے ایس پی میانوالی نے مفروروں کو قتل کرنے کے لیے لگا دیا۔ آئی جی صاحب بھی فکر مند تھے، ڈی آئی جی سرگودھا بھی مجھ سے بات کرنا چاہتے تھے۔ جہاں تک میری اپنی حفاظت کا تعلق ہے تو جناب والا! میں اس ایس پی میانوالی سے وہ کارڈ کیسے لے لوں جو خود سات گاڑیوں کے جلوس میں اپنی حفاظت کرتے ہوئے گھر سے باہر آتا ہے۔ میں بات کر رہا ہوں اپنے علاقے کے عوام کی جو اس وقت حکومت پنجاب کے خلاف سراپا احتجاج بن چکی ہے۔ میں بات کر رہا ہوں ان غریب لوگوں کی جن کے پڑوس میں ہونے والے جوئے خانوں نے ان کے گھروں کو خالی کروا لیا۔ میانوالی کے ضلع میں جو اس وقت ہیروئن کا گیٹ وے بنا ہوا ہے۔ آپ یقین کریں کہ پچھلے ایک ہفتے کے اندر بیس پچیس گاڑیاں ڈالنے والیگئیں چھین لی گئیں اور کوئی پرچہ بھی درج نہیں کرنے دے رہا۔ صرف اس لیے کہ ایک اپوزیشن کے ممبر نے اس دیوس اس ذلیل انسان کے بارے میں .....

جناب سپیکر، نہیں نہیں یہ نہیں۔ یہ مناسب نہیں ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! اس پولیس آفیسر کی میرے منہ سے کونسی تعریف سننا پسند کریں گے .....

جناب سپیکر، تعریف نہ کریں اس کا نام لے لیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، آپ جس وقت تک پنجاب کے اضلاع میں ایسے کردار کے لوگ لگائیں

گے تو پھر ان کے نام ہمارے سے سنیے گا۔ پھر ان کے نام دینے کا آپ کا حق نہیں رہ جاتا۔

جناب والا! بات یہ ہو رہی ہے کہ میں نے ایک اپوزیشن ممبر کی حیثیت سے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور وہ مضبوط ہو گیا۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ کے کردار کی عکاسی کرتے ہوئے میانوالی کے ایس پی کو جب یہ کہا گیا کہ اس نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے اور اس سے پہلے بھی ایس پی میانوالی نے مجھ سے عام حالات میں بات کرتے ہوئے یہ گزارش کی تھی کہ میرے خلاف ایک آدھ تحریک استحقاق دائر کر دیں تاکہ میری پوزیشن وزیر اعلیٰ کے سامنے مضبوط ہو جائے۔ لیکن جب تحریک استحقاق پیش کرنے کا صحیح موقع آیا تو اس ایس پی کو میں نے آج مضبوط ہوتے دیکھ لیا ہے۔ لیکن جناب والا! میں صرف اتنا کہوں گا کہ عوام کی بد دعاؤں کے سامنے میرے خیال میں بڑے بڑے برج گر پڑتے ہیں اور یہ دن دور نہیں کہ اس قسم کے مظالم کے بعد اس قسم کی حرکتوں کے بعد میں یہ سمجھوں گا کہ کوئی پنجاب کا رنجیت سنگھ بھی بن کر آ جائے تو کسی کی آواز دبائی نہیں جا سکتی۔ میانوالی ضلع کو صرف اس لیے سزا دی جا رہی ہے کہ وہاں پر لوٹا کریسی اپنے پاؤں نہیں جما رہی۔ آپ کو میں وجہ بھی بتاتا ہوں ایس پی میانوالی کو میانوالی میں تعینات کرنے کی وجوہات کیا تھیں۔ اس نے وزیر اعلیٰ سے ۱۵ دن کے اندر انعام اللہ نیازی کو ڈیور کرنے کا وعدہ کیا تھا جو میں نے اس کے منہ پر تھوک دیا ہے۔ جناب والا! بات یہ ہو رہی ہے سید ظفر علی شاہ نے بڑے خوبصورت انداز میں ۲۵ کروڑ روپے کی بات کی ہے کہ کس مد میں ۲۵ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! میں بتاتا ہوں کہ ضلعوں کی پولیس کے محکموں کے لیے یہ ۲۵ کروڑ روپے کی جو مد رکھی گئی ہے آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے پچھلے سال ایک تحریک التوائے کار دی تھی کہ ایک ایس پی جو وزیر اعلیٰ پنجاب کا محبوب ترین ایس پی ضلع اوکاڑہ میں لگا ہوا تھا۔ اس ایس پی کے بارے میں محکمہ انٹی کرپشن نے ۶۱ لاکھ روپے کا غبن کا کیس درج کیا تھا جو انہوں نے صرف ٹی اے ڈی اے کے نام پر یہ پیسہ نکلوا لیا تھا۔ ۶۱ لاکھ روپے سال ڈیڑھ کے اندر نکلوا لیا گیا۔ میں نے آپ کے چیمبر میں وہ تحریک داخل کروائی لیکن آپ بھی مجبور ہیں اور وہ بھی نہیں چاہتے تو بات ادھر ہی ٹھپ ہو کر رہ گئی۔ وہ ایس پی صاحب آج تک اپنی ترقیوں کی منزل دن بدن طے کرتے جا رہے ہیں۔ اس مد کی بات کی میں بتاتا چلوں کہ 25 کروڑ کی مد کے مصرفات کیا ہیں۔ 25 کروڑ کی مد میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا چلوں۔ ایک وفاقی وزیر جو ہمارے علاقے کی بدنامی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ میانوالی کی ڈھک کی پہاڑیوں میں جناب وزیر پر ڈاکہ پڑتا ہے۔ اور جناب وزیر کی گھڑی اور جیب سے 22 ہزار روپیہ نکال لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ڈاکو

غائب ' پیسہ غائب۔ وفاقی وزیر کو پیسہ پیچھے ضلعی پولیس کی مد کا نظر آیا۔ ضلعی پولیس کے اس پیسے ' جس نے ابھی بندر بانٹ کے تحت جس ایس پی کی زیادہ اچھی relationing ہو گی اس کو زیادہ پیسہ پہنچے گا۔ جو بات نہیں مانتا ہوگا اس کو اس مد 25 کروڑ میں سے ایک پیسہ نہیں جائے گا۔ جناب والا! فنڈ میں پیسہ موجود نہیں تھا۔ ایس پی صاحب نے تھانہ موسیٰ خیل کے اہلکاروں کی 22 ہزار روپے کی رقم اس وفاقی وزیر کو ہاتھ جوڑ کر اس کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ لیکن وفاقی وزیر بضد تھے کہ مجھے لاکھ روپیہ چاہئے۔ کیونکہ 22 ہزار کی ڈکیتی پر ٹیکس کے حساب سے اب میرا لاکھ روپیہ نکلتا ہے۔ تو ڈی سی صاحب اور ایس پی صاحب نے منتیں کرکے 22 ہزار پر بات ختم کروائی۔ جناب والا یہ اس 25 کروڑ روپے کی مد کی تفصیلات ہیں۔ اور اس کے بعد تھانہ موسیٰ خیل میں اہلکاروں نے جب چیخنا چلانا شروع کیا تو ایس پی صاحب نے شاہانہ انداز میں آرڈر کرتے ہوئے کہا کہ ڈی اے ڈی اے جمع کروالیں اپنی تنخواہ کے برابر اور آپ لے جائیں۔ یہ جناب on record ہے۔ آپ میانوالی کا ریکارڈ نکال کے دیکھ لیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب اپنے بھیجے ہوئے کارندوں کی حرکات دیکھ لیں ۔ اس پولیس پر نوازشات کرنے والے ان مہربان لارنس آف عربیہ کو میں دعوت دیتا ہوں کہ جاکر میانوالی کے ضلع میں وہ حرکات دیکھ لیں' مجھے کسی اور ضلعے کا پتا نہیں۔ لیکن ایک پڑوسی ضلعے کی ضرور بات کروں گا جو ضلع اٹک ہے وہاں پر جو لوٹ مار کا بازار گرم ہے ' بارڈر پر ' فرنٹیئر اور پنجاب کے بارڈر پر جس انداز میں یہ شروع ہے روزانہ تین سے چار لاکھ روپے کا بٹوارہ ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریشن اور پولیس کے درمیان ہوتا ہے۔ ایک ایک گندم کے ٹرک سے وصولیاں' لکڑی کے ٹرکوں سے وصولیاں' گھی کے ٹرکوں سے وصولیاں ہوتی ہیں۔ آپ وہاں بیٹھ کر ٹرکوں کا اندازہ لگائیں تو وصولیوں کا اندازہ آپ کو خود بخود ہو جائے گا۔ جناب والا! جہاں تک پولیس کی کارکردگی کا تعلق ہے جب اہل اقتدار جب پنجاب کے وزیر اعلیٰ پولیس کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کریں گے' جب پنجاب کے وزیر اعلیٰ مجھے پنجاب اسمبلی کی حدود سے اٹھوانے کی بات کریں گے ' جب پنجاب کے وزیر اعلیٰ ہمارے قائد حزب اختلاف کے گھر پر مفروروں کی پروٹیکشن کی بات کریں گے ' جب پولیس کے ہاتھوں تحریک نجات کے دوران تشدد پر بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والوں کی بات کریں گے۔ جب لوگوں کے اور ہمارے اپوزیشن لیڈر کے گھر پر گولیاں مارنے والوں کی بات کریں گے جو لازمی بات ہے ۔ وزیر اعلیٰ صاحب کو کوئی بڑی دینے کا بندوبست بھی کرنا پڑے گا۔ لیکن جناب والا! یہ میں خالی وزیر اعلیٰ کا قصور نہیں ٹھہراتا ' میں پوچھتا ہوں وزیر خزانہ سے کہ آپ اپنی مضبوطی کی بات کرتے ہو ' آپ یہاں پر کھڑے ہوکر پنجاب کے عوام کو مضبوط کرنے کی

بات کرتے ہو' اس وقت آپ کی مضبوطی کہاں جاتی ہے جب اپنے گھناؤنے اور غلیظ مقاصد کی خاطر پولیس افسروں کو ہڈیاں ڈالی جاتی ہیں۔ اس وقت آپ کی مضبوطی کہاں ہوتی ہے؟ کل میں نے بروقت وزیر خزانہ صاحب کو ان کی بات کا جواب دیا جب انہوں نے اٹھ کر کہا کہ میں پنجاب کی عوام سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ کوئی غلط پیسہ کسی غلط جگہ پر استعمال نہیں ہو گا۔ لیکن جناب والا! اسی وقت میں نے وزیر خزانہ صاحب کو اس بات کا جواب دے دیا تھا کہ پچھلے سال آپ نے اسی جگہ پر کھڑے ہوکر جہاز کی خریداری کی مخالفت کرتے ہوئے پنجاب کے پیسے کے زیاں کو روکنے کے لیے آپ نے اسی طرح بڑھ چڑھ کر بات کی تھی۔ لیکن جواب کیا ہے آج اٹھارہ کروڑ روپے کا' اور چار پانچ کروڑ روپیہ لگژریز پر خرچ ہو چکا ہے جو ابھی تک ہینگر میں کھڑا ہوا ہے۔ جناب والا! میں جناب وزیر خزانہ صاحب سے پوچھتا ہوں کہ کہاں گیا آپ کا وہ وعدہ؟ کہاں گیا وہ آپ کی کہی ہوئی بات کا پاس؟ جب آپ اپنی ایک بات کی' ایک مد پر' ایک پیسے کی حفاظت نہیں کرسکے تو اتنی موٹی کتاب کی حفاظت آپ کے بس کی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر، اب وائنڈ اپ کیجیے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب ابھی تو میں بولنا شروع ہوا ہوں تو آپ نے وائنڈ اپ کہنا شروع کر دیا۔ جناب والا! میں اس ضمن میں ایک چھوٹی سی بات کرتا چلوں۔ کہ اگر پنجاب کی حکومت کو اگر وزیر اعلیٰ پنجاب کو اس بات کا گھمنڈ ہے کہ پولیس کو ہڈیاں ڈال کر ہمارے پیچھے چھوڑ دیے جائیں گے تو جناب والا! یہ بات آج میں فلور پر کہہ رہا ہوں کہ میں نے استحقاق کمیٹی کے سامنے اپنا بیان دے دیا ہے' میں نے واضح طور پر یہ صاف کردیا ہے کہ میری جان کو مجھے اگر کوئی نقصان پہنچا تو دو بندے میرے قتل میں' یا مجھے پہنچانے گئے نقصان میں ذمہ دار ہوں گے۔ ایک ایس پی میانوالی اور ایک وزیر اعلیٰ پنجاب ہوں گے۔ بات بڑی سیدھی سی ہے جناب والا! جہاں تک اس بات کا تعلق ہے اس مکتی باہنی فورس کو ان تاتاریوں اور بھیڑیوں کو اگر اپوزیشن کے ممبران کے خلاف استعمال کیا جاسکے گا۔ تو میں آج واضح کردوں مسکرانے والے وزیر قانون کو' ان پر میں واضح کردینا چاہتا ہوں کہ آؤ پولیس آزماؤ۔ تو وزیر اعلیٰ صاحب آپ عزت کی زندگی بسر نہیں کرسکیں گے' آپ چین سے اس ایوان کے اندر نہیں بیٹھ سکیں گے۔ مجھ سے اس بات کی شرط لگالیں۔ میں چیلنج کرتا ہوں ہمارے کسی ممبر کے خلاف کوئی حرکت ہو وزیر اعلیٰ صاحب آرام سے' سکون سے یہاں بیٹھ کر دکھا دیں۔

جناب سپیکر، اب آپ تو آرام سے سکون سے بیٹھ جائیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! اقتدار کی کرسی پر بیٹھ کر پھولوں کی سیج نظر آتی ہے۔ آپ بھی بڑے مسکرا مسکرا کر سوچ سوچ کر جملے کہنے کے عادی بنتے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر، کیا بلا سوچے سمجھے بولنا چاہئے۔؟

جناب انعام اللہ خان نیازی، جب جیل میں سلاخوں کے پیچھے آپ موجود تھے تو تب آپ کے خیالات یہ نہیں تھے جو اب ہیں۔ جب تھوڑا سا ڈنڈا ہوتا ہے تو حالات ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ جہاں تک ان گھناؤنی اور گندی حرکتوں کا تعلق ہے اس بات پر میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں کہ جناب والا! بات سیدھی سی ہے کہ ہمیں اگر کوئی تنگ کرے گا تو ۔۔۔

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، وہ پہلے بات ختم کرلیں۔ نیازی صاحب آپ کی بات ختم ہو گئی۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، نہیں جناب میں تو وائنڈ اپ کر رہا تھا۔ آپ پوائنٹ آف آرڈر سن لیں۔

جناب سپیکر، نہیں پوائنٹ آف آرڈر بعد میں سنیں گے آپ اپنی بات کو مکمل کرلیں۔ جی۔ اگر کوئی ہمیں تنگ کرے گا۔۔۔ تو فقرہ مکمل کریں۔ Fill in the blank, please.

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! Fill in the blanks آپ چاہتے ہیں کہ میں fill کروں۔

جناب سپیکر، کر دیں بس اب۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! اگر کوئی ہمیں تنگ کرے گا تو میٹھی نیند وہ بھی نہیں سوئے گا۔

جناب سپیکر، چلیے، آرام سے بیٹھ جائیں اب آپ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، شکریہ جناب سپیکر۔ بہت شکریہ۔

جناب سپیکر، بہت اچھے۔ جی، خواجہ صاحب! پھر سہی۔ میں دعوت خطاب دیتا ہوں سردار حسن اختر موکل صاحب کو۔

سردار حسن اختر موکل، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

اٹھتے رہے کلیوں کے جنازے شہر میں تیرے
جلتے رہے پھولوں کے نگر شہر میں تیرے
پلتی رہی تقدیس کے لبادے میں حقارت
بجتے رہے ظلم کے گجر شہر میں تیرے

جناب سپیکر! جہاں تک مختلف مدوں میں پولیس کے لیے فنڈز کا تعلق ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے فاضل دوست جناب شاہ صاحب نے جو یہاں پر فرما دیا اس کے بعد تو اس ایوان کو مزید بتانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ جہاں تک تعلق ہے کہ اتنی کثیر رقم کو پولیس کی مد میں دے کر خرچ کرنے اور اس کی return کا کہ اس کے بدلے میں پولیس کی جو activities ہیں' اس کی جو استعداد ہے' capability ہے' وہ کتنی آگے بڑھتی ہے اس پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! حقیقت تو یہ ہے کہ یہ قانون فطرت ہے' قانون قدرت ہے کہ کوئی بھی ایجنسی' کوئی بھی طاقت کسی بھی انداز میں ہو دنیا کے کسی خطے میں ہو اس کے خلاف نفرتیں ہوتی ہیں۔ کم ہوں یا زیادہ۔ پولیس ایک فورس ہے۔ دنیا کی مختلف جگہوں پہ مختلف ممالک میں پولیس کے لیے وہاں کے عوام کی ان کے کام کے مطابق محبتیں یا نفرتیں چلتی ہیں۔ پنجاب میں مجھے یاد ہے کہ ایک وقت آیا کہ اپنے بازو پہ لفظ "محافظ" انھوں نے لکھنا شروع کیا۔ کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ لفظ "محافظ" ختم کر دیا جائے۔ ختم ہو گیا' لیکن پولیس کے وہیں پر رہے جن کے تحت پولیس کو بنایا گیا ہے۔ جناب والا! پنجاب میں پولیس کیا کر رہی ہے؟ آپ بھی جانتے ہیں' میں بھی جانتا ہوں اور اس معزز ایوان کا ہر معزز رکن جانتا ہے۔ معاشرے کا ہر فرد جانتا ہے۔ پولیس کی حالت یہ ہے' مجھے یہ کہتے ہوئے کوئی شرمندگی نہیں' کوئی ڈر نہیں' کوئی خوف نہیں کہ پولیس جو سمجھتی ہے کہ معاشرے میں وہ جرائم کو ختم کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ جو سمجھتی ہے کہ معاشرے کا تمام دکھ اس نے سمیٹا ہوا ہے۔ تو اس کی مثال روزمرہ کے پولیس کے کردار سے پولیس کے عمل سے' پولیس کے معززین کے ساتھ سلوک سے' پولیس کے چادر اور چہار دیواری کے تقدس کے پیش نظر میں یہ سمجھتا ہوں کہ حالت یہ ہے کہ جیسے خراسانی گدھا یہ سمجھتا ہے کہ وہ انسان کے لیے باربرداری کا بہت بڑا کام کرتا ہے۔ مگر اس کے سامنے جائیں تو وہ کاٹتا ہے۔ اس کے پیچھے سے گزریں تو دولتی جھاڑتا ہے۔ جناب والا! یہی عالم اس وقت اس فورس کا بن چکا

ہے کہ جب بغیر جیب بھرے ان کے سامنے جایا جائے تو وہ ہر شریف آدمی اور مدعی کو کہتے ہیں' اوئے تمہارے باپ کے نوکر نہیں باہر چلو۔ اور بغیر ڈنڈے کے ان کے پیچھے جائیں تو وہ دولتی جھاڑتے ہیں کہ کون ہو تم تھانے میں آنے والے۔ جرائم پیشہ لوگ جن کے خلاف شرفاء شکایات لے کر جاتے ہیں وہ وہاں پہ آفیسرز کے ساتھ کرسیوں پر بیٹھے ہوتے ہیں اور مدعیان اگر ان کی جیبوں میں ان کی مطلوبہ رقوم نہیں ہیں تو ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ چلو' ادھر بیٹھو۔ دیکھ نہیں رہے کہ میں کیا کام کر رہا ہوں۔ جناب والا! یہ آج کے اخبار کی بات کر رہا ہوں اور اس سے بھی پہلے کل کے اخبار کی بات کروں گا جہاں قومی اسمبلی نے وزیر داخلہ نے یہ تسلیم کیا کہ ۶۹ بنک ڈکیتیاں ہو چکی ہیں۔ recovery نہیں بتائی۔ کیا بتائیں گے؟ میں اس مقدس ایوان کے اس مقدس فلور پر کھڑے ہو کر یہ بات پورے وثوق سے کہتا ہوں' پورے یقین سے کہتا ہوں کہ جتنے جرائم پل رہے ہیں' جتنے جرائم ہو رہے ہیں ان میں پولیس والوں کا حصہ ہے۔ ان کو پولیس والوں کی پشت پناہی حاصل ہے۔ اور میں آپ کی وساطت سے جناب والا! یہاں پر یہ بات کہتے ہوئے' بلکہ میں یہ دعوے سے کہوں گا کہ اگر اس ایوان کے معزز رکن جناب غلام عباس صاحب' وزیر قانون صاحب کوئی کمیٹی بنا دیجیے۔ میں یہ ثابت کروں گا کہ جرائم کیسے پل رہے ہیں' جرائم کیسے پنپ رہے ہیں۔ جناب والا! میں نے یہیں پر ایک سوال دیا تھا کہ مجھے صرف قصور میں بتا دیا جائے کہ ضلع قصور میں بھی میں نے دو تھانوں کی بات کر دی تھی کہ یہاں بتا دیا جائے کہ کتنی ڈکیتیاں ہوئیں اور کتنی برآمد ہوئیں۔ اور جواب کیا آیا؟ یہ نہیں بتایا گیا کہ کتنی ڈکیتیاں ہوئیں۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ کتنی ڈکیتیاں برآمد کی گئیں۔ صرف یہ کہہ دیا گیا کہ اتنی مالیت کی برآمد کر لی گئی۔ وہ تو ایک ڈکیتی کی مالیت بتا کے جان چھڑا گئے۔ کسی نے نہیں پوچھا؟ جناب والا! اس مقدس ایوان میں کھڑے ہو کر یہ بات کہتا ہوں کہ میں نے ایک قتل کے سلسلے میں اپنے ضلع کے ایس پی کو تین دن پہلے جا کر بتایا' وہاں ضلع کے تمام ڈی ایس پی موجود تھے' یہ on the record ہے کہ میں نے بتایا کہ جناب' دوسری تحصیل سے کچھ غنڈے میری تحصیل میں' میرے تھانے میں آ کر غنڈہ گردی کر رہے ہیں۔ وہ بار بار لوگوں پر حملے کر رہے ہیں۔ ان کا کوئی تدارک کیجیے۔ چاروں ڈی ایس پی اور میرے ضلع کے ایس پی موجود تھے۔ دوسرے دن جا کر پھر بتایا کہ جناب' میں نے جو آپ کو اطلاع دی تھی' رات انھوں نے واقعہ کیا ہے اور وہ ایک ڈکیتی کر کے لے گئے ہیں۔ آج مجھے یہ پتا چل رہا ہے کہ وہی لوگ دوبارہ حملہ آور ہونے کے لیے آ رہے ہیں۔ لیکن ہوا کیا کہ وہ حملہ آور ہوئے۔ گاؤں والوں نے resist کیا۔ ایک حملہ آور قتل ہوا۔ اور پرچہ ان پانچ بے گناہوں پر دے دیا گیا' میں یہاں یہ'

اس ہاؤس میں ' میں حلفاً کہتا ہوں کہ وہ موقع پر موجود نہیں تھے۔ ان میں ایک بچہ فرسٹ ایئر میں انجینئرنگ یونیورسٹی کا ہے' جس نے بی۔ ایس سی میں پورے پنجاب میں پوزیشن حاصل کی اور وہ یہاں ہاسٹل میں اور کالج میں موجود تھا۔ اس پہ پرچہ نامزد دے دیا گیا۔ ایک اس کا باپ اپنی عبوری ضمانت کروانے کے لیے ایڈیشنل سیشن جج پنڈی کے آفس میں عدالت میں موجود تھا۔ اور روبکار لے کر وہ تھانے میں موجود تھا۔ میں یہاں پر یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ تفتیشی افسر اگر یہ حلفاً کہہ دے کہ یہ پرچہ سچا ہے' میں خدا کی قسم' آج ہی resign کر کے چلا جاؤں گا ظلم کی انتہا ہے کہ اس تفتیش کے خلاف ہم نے بیسیوں مرتبہ ایس پی قصور سے کہا کہ جناب! یہ ظلم ہے۔ جناب والا! میں معذرت چاہتے ہوئے یہ کہوں گا کہ مجھے یہ بات کرنے دیجیے۔ میری کچھ باتیں سن لیجیے۔ آپ یہ نہ کہہ دیجیے کہ ٹائم short ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کیسے ممکن ہے کہ:

دھواں بھی نہ اٹھے اور دل بھی جلے

چوٹ پڑتی ہے تو پتھر بھی صدا دیتے ہیں

جناب والا! اس کا باپ تھانے کے محرر کو چار بجکر بیس منٹ پر اپنی روبکار دے رہا ہے کہ جو کیس مجھ پر ناجائز ہوا تھا اس کی میں عبوری ضمانت کروا کر آیا ہوں۔ محرر تھانے کا اس کو کہہ رہا ہے کہ اطلاع آئی ہے کہ تمہارے گاؤں میں ایک واقعہ ہو گیا ہے۔ گاؤں میں مت جانا۔ تم پر پرچہ ہو جائے گا۔ اور وہ وہیں پر بیٹھا ہے۔ آج وہ کہا جا رہا ہے کہ الٹی صفائی کی شہادتیں تک نہیں لی گئیں۔ وکلاء نے' بار کونسل چونیاں کے پریذیڈنٹ نے affidavits دیے۔ وکلاء نے affidavits دیے۔ طلباء نے affidavits دیے۔ اساتذہ نے affidavits دیے۔ گاؤں والوں نے affidavits دیے۔ لیکن میں آپ کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ کسی معزز رکن اسمبلی سے وہ مثل معائنہ کروا لیجیے۔ ایک بھی صفائی ساتھ نہیں لگائی گئی۔ ایک بھی صفائی نہیں لی گئی۔ اور یہ پنجاب کی تاریخ کا واحد کیس ہوگا کہ جہاں پر ملزمان سے ۱۶۱ کے بیان کے تحت یہ کہلوا دیا گیا کہ ہاں جناب ہم نے قتل کر دیا' افسوس ہے۔ جناب والا! یہ کہاں کا انصاف ہے؟ انصاف مانگنے کہاں پر جائیں؟ ہم نے ڈی آئی جی کو درخواستیں دیں۔ ڈی آئی جی نے واپس بھیج دیں۔ ہم نے آئی جی صاحب کو درخواستیں دیں وہ واپس نہیں آئیں۔ اور اس کے شاہد وزیر قانون صاحب ہیں کہ جنھوں نے یہ انصاف دلوانے کے لیے کوشش کی۔ لیکن وہ ہمیں انصاف نہیں مل سکا۔ اور مجھے تو یوں لگتا ہے جناب والا! کہ یہ قاضی وقت' یہ حاکم وقت اور یہ انصاف دلوانے والے' یہ تفتیش کرنے والے ان کی مثال مجھے اس آدمی کی طرح لگتی ہے کہ جو روزی کمانے کے لیے

جا رہا تھا ۔ ایک مرغی اٹھائی کہ وہاں پر بیچ کر اپنا کام چلا لوں گا ۔ مرغی اس کے ہاتھ سے نکلی وہ ایک گھر میں داخل ہوئی ۔ پیچھے وہ داخل ہوا ۔ خاتون خانہ نے دروازہ کھٹکھٹایا کہ میرا شوہر بڑا شکی ہے ۔ تم نے آکر مروا دیا ۔ اپنی مرغی اٹھا کر اس الماری میں چھپ جاؤ ۔ وہ الماری میں چھپ گیا ۔ وہاں پہلے ہی ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا ۔ اس نے کہا کیا ہے ؟ اس نے کہا چپ رہو ۔ آگے سے جواب ملا کہ چپ تب رہوں گا کہ یہ مرغی مجھ سے سو روپے میں خرید لو ۔ اس نے سو روپے میں مرغی بیچ دی ۔ اس کے بعد کہا کہ ایک روپے میں مرغی مجھے واپس کردو ۔ اس نے دس مرتبہ مرغی بیچی ' واپس لی ۔ شوہر واپس گیا تو دونوں باہر نکلے ۔ مرغی اس نے اٹھائی ہوئی تھی اور جا رہا تھا ۔ دیکھتا ہے کہ ایک ہنگامہ ہے ۔ ایک مجمع ہے ۔ پوچھا کون ہے ؟ کہنے لگے یہ حاکم شہر ہے۔حاکم وقت ہے لوگوں کو انصاف مہیا کرنے کے لیے یہ درخواستیں لے رہا ہے۔ اور جب وہ وہاں پر گیا تو وہی الماری والا ساتھی وہاں پر انصاف دے رہا تھا۔ اسے دیکھ کر کہنے لگا کہ تو ایتھے وی پہنچ گیا ایں ۔ جناب والا ! یہ مرغی چور اورمرغی بیچنے اور خریدنے والے اکٹھے ہیں ۔ انصاف لینے کہاں جائیں؟ جناب والا! یہ آج کا اخبار ہے ۔ سنیٹر جو حکومت وقت کا سب سے پیارا سنیٹر ہے ۔ گلزار صاحب ۔ معزز سنیٹر ۔ اس کے گھر آٹھ لاکھ روپے کی ڈکیتی ہوگئی ۔ جناب والا ! کیا کہیں ۔ دو گاڑیاں سونا اور نقدی ڈکیتی ۔ جناب والا! اس قائد ایوان کے شہر میں ان کے اپنے شہر میں ان کے اپنے پارٹی کے سابق وائس چیئرمین کے دو بیٹے اور بھائی کو ذبح کردیا گیا ۔ جناب والا ! یہ کہاں ہے پولیس ؟ کہاں پھرتی ہے پولیس ؟ جناب والا! پولیس کی بات کرتے ہیں ۔ میں on record بات کرتا ہوں ۔ میرے تھانے سے ایک بارات تھانہ مجرہ میں گئی ۔ یہ ایک مہینہ پہلے کی بات ہے ۔ بارات گئی ۔ واپسی میں تھانہ مجرہ میں لوٹ لی گئی ۔ تین زخمی ہوئے ۔ دلہن کو لوٹ لیا گیا۔ میں رات نو بجے سے صبح تین بجے تک تھانہ مجرہ میں بیٹھا رہا ۔ سارا سٹاف وہاں تھا ۔ وہاں بیٹھے ہی میرے ہی حلقے سے ایک شخص روتا ہوا آیا کہ جناب میرا موٹر سائیکل کوئی چھین کر لے گیا ہے ۔ وہ کوآپریٹو کا انسپکٹر تھا۔ تین بجے تک بیٹھے رہے۔ تحریریں بنتی رہیں اور بگڑتی رہیں ۔ وہاں پر بیٹھے ہی بس کا مالک اور کنڈیکٹر آگیا۔ لوگ چیختے رہے چلاتے رہے کہ بس کا کنڈیکٹر چوروں اور ڈاکوؤں کے ساتھ ملا ہوا ہے ۔ وہ وہیں سے موقع سے بھاگا تھا ۔ وہیں پر بیٹھے ہوئے ایک آدمی آیا۔ اس نے آکر تھانے والوں سے کہا کہ نوکری کرنا چاہتے ہو یا نہیں۔تمہیں جرأت کیسے ہوئی کہ میرے سٹاف کی یہ بس قبضے میں لو ۔ جناب والا! یہ بھی تاریخ میں ایک نئی بات ہے کہ تھانے والوں نے اپنی جیب سے اسے کہا کہ بھائی سات ہزار روپیہ لے لو ۔ ہم نے تو آگے بھی نوکری کرنی ہے ۔ ہم چوروں کو کیسے پکڑیں گے ۔ دیکھ نہیں رہے

یہ حاکم وقت کے ناک کا بال آ کر بیٹھا ہوا ہے ۔ موٹر سائیکل والے سے کہا کہ چلے جاؤ ۔

جناب سپیکر: سردار صاحب ! wind up کیجیے ۔

سردار حسن اختر موکل: جناب والا ! میں wind up کرتا ہوں ۔

جناب سپیکر: میں چاہتا ہوں کہ اس ڈیمانڈ پر بحث آج ختم ہوجائے ۔ ابھی چار اور مقرر ہیں ۔

سردار حسن اختر موکل: جناب والا! ایک چھوٹی سے گزارش ہے ۔

جناب سپیکر: فرمایے ۔

سردار حسن اختر موکل: جناب سپیکر ! ویسے تو آپ بھی بہتر جانتے ہیں ۔ کہ کٹ موشنز پر مجھے نہیں پتا شاید کوئی طے ہوگیا ہو کیوں کہ میں کل نہیں تھا ۔ ورنہ پہلے بھی آپ فرماتے رہے ہیں ۔ اسی ہاؤس میں ہم تو دیکھتے رہے ہیں کہ مخدوم زادہ سید حسن محمود (مرحوم) ایک ہی کٹ موشن پر تین تین دن بھی بولا کرتے تھے ۔ بہرحال میں ختم کرتا ہوں ۔

جناب سپیکر: بجا ہے ۔

سردار حسن اختر موکل: جناب والا! مجھے علم ہے کہ یہ باتیں جو میں کررہا ہوں یہ میں ان کا ریکارڈ لایا ہوں میں اب وزیر قانون صاحب سے عرض کروں گا کہ میں ریکارڈ لایا ہوں ۔ یہ میرے پاس تقریباً ڈیڑھ سو ایف آئی آر ہیں ۔ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ on record بات کریں ۔ مجھے علم ہے کہ یہ صدا بصحرا میری آواز ہے ۔ لیکن میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر قانون و انصاف سے یہ کہوں گا کہ جناب! کچھ تو سوچیے یہ دیکھیے وقت ایک جیسا نہیں رہتا ۔ آج آپ جو بوئیں گے کل کو وہی کاٹیں گے ۔ جناب والا! تو میں بات کررہا تھا اس پولیس کی کارکردگی کی ' یہ میرے پاس ایف آئی آر ہیں ۔ ایک شخص جو چالیس سال پہلے مر چکا ہے ۔ اس پر پرچہ دے دیا گیا کہ یہ زمین پر قبضہ کرکے ہل چلا رہا ہے ۔ اور جب میں یہ ایس پی کے نوٹس میں لایا تو ایس پی قصور نے میرے ساتھ یہ commitment کی کہ جناب ! ہم اس کی تفتیش کر لیتے ہیں اگر یہ واقعی چالیس سال پہلے مر گیا ہے تو پرچہ خارج کردیں گے ۔ میں نے کہا کہ جناب بسم اللہ ! اور جب ثابت ہو گیا کہ بندہ چالیس تو کیا اکتالیس سال پہلے مر چکا ہے ۔ تو ایس پی صاحب مسکرا کر کہنے لگے بھائی ! میں نے بھی تو نوکری کرنی ہے ۔ جائیں تو کہاں جائیں جناب! انصاف مانگیں تو کس سے مانگیں ۔ پولیس کی کارکردگی اس سے بہتر کیا بتائیں جناب ! میں

بڑا مختصراً یہ کہتا چلوں گا اور ریکارڈ کے لیے وزیر انصاف اور قانون کے لیے کہ جناب! یہ اگر نوٹ کرنا چاہیں تو میں ان کو بتا دوں کہ میرے حلقے میں افضلانی پور موضع میں دو ڈکیتیاں ہوئیں۔ آج شرم سے سر جھک گیا یہ پنجاب کی اخلاقی قدروں کی بات کرتے ہیں، مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میرے معزز رکن بیٹھے نہیں ہوئے تھوں نے پگ کی بات کی تھی۔ مہمان آئے ہوئے انسان کو قتل کر دیا گیا۔ اور اس کا جرم کیا تھا؟ کہ اس نے اسی شام دو سائیکل چوروں کو پکڑا اور دس منٹ بٹھایا۔ جب ان کے والدین آئے تو انھوں نے کہا معافی دے دو۔ بچے تھے۔ اس نے کہا لے جاؤ۔ اور ان کو تنبیہ کرو۔ لیکن جب وہ چلے گئے تو رات کو اسی گھر پر حملہ کر دیا گیا۔ مہمان کو قتل کر کے تین گھر والوں کو اٹھا لیا گیا۔ عورتوں کو بےعزت کیا گیا۔ ۴۸ گھنٹے تک پولیس نے یہ جرأت نہیں کی کہ وہ ان کو جا کر برآمد کریں۔ ۴۸ گھنٹے کے بعد جب عوام سڑکوں پر نکل آئے تو ان کو جا کر برآمد کیا۔ لیکن ان پر کوئی برآمدگی نہیں ڈالی۔ کیا وہ گولی تھی یا ڈاکو کے آنکھ مارنے سے بندہ شہید ہوگیا تھا۔ جناب والا! اسی جگہ پر دوسری ڈکیتی ہوئی۔ ملزم پکڑ لیے گئے لیکن برآمدگی نہیں ڈالی گئی۔ جناب والا! آدمی زخمی ہوگیا۔ رات کو ڈکیتی ہوئی۔ اللہ آباد والی پولیس پکڑتی ہے اور برآمدگی پلاسٹک کے پستول کی کرتی ہے۔ جناب والا! ہم جائیں تو کدھر جائیں؟ انصاف لیں تو کہاں لیں؟ تھانہ چونیاں کی ایف آئی آر کے نمبر میرے پاس ہیں۔ یہ ۹۵-۱-۱۰ کو تیس مسلح آدمیوں نے حملہ کیا۔ آج تک ملزم نہیں پکڑے گئے۔ ۲۰۲ کے ملزم آج تک نہیں پکڑے گئے۔ موضع دوگی میں یہ سارا کچھ ہوا۔ وہاں پر آج تک ملزم نہیں پکڑا گیا۔ مسلم لیگی آدمیوں کا گھر ۹۴-۸-۱۲ کو جو لوٹا گیا ان کا پرچہ 436/94 درج ہوا لیکن آج تک کسی کو نہیں پکڑا گیا۔ جناب والا! یہ کہاں کہاں تک کہیں گے۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمی سو گئے داستاں کہتے کہتے

جناب سپیکر، بہت بہت شکریہ۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! میں آخر میں یہ کہتے ہوئے اجازت چاہوں گا کہ آپ جو اعتماد کی بات کر رہے ہیں۔ میں ایک چھوٹی سی بات کہتے ہوئے ختم کرتا ہوں کہ پولیس سے اعتماد اٹھ چکا ہے اور جب اعتماد اٹھ جاتا ہے تو وہ قومیں غرق ہو جایا کرتی ہیں۔ وہ قومیں ڈوب جایا کرتی ہیں جب اپنوں سے اعتماد اٹھ جائے اور پولیس پر سے اعتماد اٹھنے کی چھوٹی سی مثال دوں گا کہ

واپڈا اور پولیس کی کبڈی ہوئی اور ایک لاغر سا لڑکا آ گیا۔ کہنے لگا جناب واپڈا کی طرف سے میں نے کبڈی کھیلنی ہے۔ میں نے پوچھا بچے تم نے تو کبھی کبڈی کھیلی نہیں۔ یہ نیشنل لیول کے پہلوان ہیں۔ تم مر جاؤ گے۔ کیوں کھیلنا چاہتے ہو؟ بار بار آیا۔ آخر اس نے کہا کہ جس پولیس نے میرے ساتھ زیادتی کی تھی میری شنوائی نہیں ہوئی۔ واپڈا کی طرف سے کبڈی کھیلوں گا' جاؤں گا اور کچھ نہیں ہو گا تو اسی بہانے کسی پولیس والے کو دو تھپڑ مار لوں گا۔ (قہقہے)

جناب والا! جب اعتماد کی باتیں یہ ہو جائیں۔ جب اعتماد اس حد تک اٹھ جائے تو آپ کہاں پر جائیں گے۔ میں آخر میں آپ سے صرف یہ گزارش کروں گا کہ میرے بچے والا کیس آپ بھی جانتے ہیں۔ میں چپ رہا۔ وزیر قانون صاحب جانتے ہیں۔ میں چپ رہا اور کیا کیا گیا؟ کہ جو انکوائری افسر مقرر کیا گیا تھا اس نے ان پولیس والوں کے سامنے میرے بچے کو یہ کہتے ہوئے وہاں سے بھگا دیا کہ بُرا ہوا تم تین گھنٹے جیل میں رہے۔ تمہیں تو 103 گھنٹے جیل میں رہنا چاہیے تھا۔ مجھے اپنے بچے کا افسوس نہیں لیکن میں صرف یہ آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے اس کو پولیٹیکل نہیں بنایا۔ آپ جانتے ہیں۔ لیکن میں آج اس مقدس ایوان میں یہ کہتے ہوئے ضرور آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ اپنا رخ تھوڑا سا موڑ کر وزیر قانون صاحب کو صرف اتنا فرما دیجیے کہ یہ جو پولیس کے ظلم و ستم کا اپنوں کا پلندہ ہے اسے دیکھ لیجیے۔

جناب والا! مجھے وہ بات نہیں بھولتی جب میں طالبعلم تھا تو ہم نے ایک جلوس نکالا۔ ڈی۔ ایس۔ پی نے رائفل سیدھی کی۔ ایک بوڑھا سفید ریش بھاگ کے میرے آگے آ گیا۔ اس نے اپنا گریبان چاک کیا اور اس سے کہا کہ ظالموں ان بچوں کو کیوں مارتے ہو؟ مجھ پہ گولی چلاؤ۔ ہم نے تو یہ ملک لینے کے لیے غیروں سے گولیاں کھائی ہیں۔ تم تو اپنے ہو' تم مارو گے تو میٹھا درد ہو گا۔ لیکن انصاف کے لیے ان گولیوں کو کھانے کے لیے' اس ظلم و ستم کو برداشت کرنے کے لیے' ان بھیڑیوں کو بند کرنے کے لیے' میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ وزیر قانون سے یہ کہہ دیجیے کہ خدا کے لیے ہم پہ نہیں' آنے والی نسل پہ رحم کرنے کے لیے یہ میرے ساتھ بیٹھ کے کچھ انصاف دلوا دیں۔ سارا نہیں' کچھ ہی انصاف دلوا دیں۔ نام ہی ہو جائے کہ کچھ بات سنی گئی' کچھ بات ہوئی' کچھ بات کی۔ مجھے یقین ہے کہ پہلے تو بات ان کی بھی نہیں چلے گی۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ جہاں ان کا portfolio ہے کم از کم اس کا نام تو زندہ رہ جائے۔ مہربانی' شکریہ۔

جناب سپیکر ، تسلی رکھیں۔ انھوں نے ساری بات سنی ہے۔ امید ہے پوری توجہ دیں گے۔ میں بھی تاکید کرتا ہوں۔ اب ملک محمد عباس کھوکھر صاحب کی باری ہے۔ آپ سے بھی گزارش ہے کہ ذرا ہتھ ہولا رکھنا۔ (قہقہے)

ملک محمد عباس خان کھوکھر، شکریہ جناب سپیکر۔ میرا نام لیتے ہوئے آپ ذرا تھوڑی سی ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ میں گزارش کرتا ہوں ---

چودھری محمد منیر ازہر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر ، آپ دونوں کی بھی واپڈا اور پولیس کی طرح کبڈی ہے۔ (قہقہے)

چودھری محمد منیر ازہر، نہیں جناب۔ ایسی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر ، انھیں موقعہ تو دیجیے۔ شاید آج نرم ہاتھ رکھیں۔

چودھری محمد منیر ازہر، میں کوشش کروں گا کہ ان سے ایسی گزارش کروں کہ وہ نرم ہاتھ رکھیں۔ تو میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اس سے قبل سردار صاحب نے پولیس ' ڈکیتیوں اور وصولیوں پر بڑی لمبی چوڑی بات کی ہے۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ ان کو اب یاد آیا۔ یہ پولیس کس نے بھرتی کی ہوئی ہے؟ یہ اس دور کی بھرتی ہے۔ (قطع کلامیاں) جس میں 5 لاکھ روپے ایک تھانیدار کی بھرتی پر لیے گئے تھے۔ جب ہمارا دور آیا ہے تو ہم نے انہوں کے گئے ہوئے پیسے واپس دلوائے ہیں۔ یہ وہی تھانیدار ہیں جو اپنی وصولیاں کر رہے ہیں۔ وہ ان کی ڈکیتیوں کی وصولیاں تب کریں گے جب ان کی اپنی وصولیاں ہو جائیں گی۔ تو میں گزارش کروں گا کہ یہ ان کو اپنے اپنے کہہ کے ان پر کیسے دے رہے ہیں جو انھوں نے بھرتی کرائے تھے ' جن سے پیسے وصول کیے تھے۔

جناب سپیکر ، اچھی بات ہے۔ آپ تشریف رکھیے۔ جناب عباس کھوکھر صاحب۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب سپیکر! میں اپنے بھائی کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کل بھی جب مجھے پانچ چھ منٹ دیے گئے اور میں بات کرنے لگا تو وہ بول پڑے۔ وہ اب ہنس رہے ہیں ' انھوں نے نمبر بنانے ہوتے ہیں' میں نے کل بھی پریس والوں سے گزارش کی تھی اور آج بھی کر رہا ہوں کہ ان کے نمبر بنوا دیں تاکہ وہ اخبار کا ٹکڑا لے کر وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس جائیں کہ جناب دیکھیں آپ کا مخالف کھڑا ہوا تھا اور میں نے اس کو بولنے نہیں دیا۔ لہٰذا مجھے نمبر دے دیں۔

اب میں یہ گزارش کرتا ہوں۔ جو وہ فرما رہے ہیں میں گزارش کرتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پولیس کے محکمہ کی حضرت عمر رضہ نے ابتداء کی اور اس کی کس غرض و غایت کے لیے ابتداء کی یہ سب لوگ جانتے ہیں۔ پولیس کے محکمے کا فرض ہے کہ ہمیں امن و امان دے' قتل و غارت کو روکے' ہمارے جان و مال اور عزت کی حفاظت کرے۔ میں محترم دوست سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کہتے ہیں کہ پولیس تو اس وقت بھی تھی۔ میں کہتا ہوں کہ تھی لیکن پولیس کی حالت جو اس ڈیڑھ دو سال میں بگڑی ہے ' جس بری طرح اس عرصے میں اس کو mis-use کیا گیا ہے' اس کی مثال پہلے پورے پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ میں گزارش یہ کرتا ہوں کہ پولیس کے لیے ایک ضابطہ ہے۔ ایک قانون ہے۔ اس قانون کی پولیس پابند ہے۔ ضابطہ فوجداری کی پولیس پابند ہے۔ پولیس رولز کی پابند ہے۔ میں آج یہ گزارش کرتا ہوں کہ کسی ایک جگہ پر بھی کسی ضابطے کی کوئی کارروائی نہیں ہو رہی ہے کسی پولیس رولز کے کسی دفعہ کی کوئی پرواہ نہیں کی جا رہی ہے آج پولیس کی وردی ایک نفرت کا نشان بن گئی ہے۔ جس طرح میرے بھائی نے ابھی مثال دی ہے کہ اس نے کہا کہ کسی کا کچھ بس نہیں چلا تو چلو میں کبڈی میں ہی چانٹ اس کو لگا لوں۔

جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ آج کا دور ایسا دور ہے۔ جس میں کوئی حکومت نہیں۔ کوئی کسی کی حفاظت نہیں۔ پولیس mis-use کی جا رہی ہے اور بہت بری طرح mis-use کی جا رہی ہے۔ مثالیں دینے لگیں تو میں آپ کو یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میرے حلقے کے تھانوں میں جتنے مقدمے درج ہوتے ہیں ' سب کے سب ظلم کی ایک داستان ہیں۔ میں نے پچھلی دفعہ بھی یہ کہا تھا کہ اگر علاقے میں کوئی cognizable offence واقعہ ہو جائے اور اس کی رپورٹ پولیس والے کو ملے تو پولیس افسر کا اولین فرض ہے کہ وہ کیس رجسٹر کرے۔ لیکن میں آج گزارش یہ کرتا ہوں کہ ہمارے علاقوں میں اور ان بھائیوں کے علاقوں میں بھی ' یہ مجھے کہہ رہے ہیں' چلو میں اپنا علاقہ چھوڑتا ہوں' میں ان کی بات کرتا ہوں کہ ان کے علاقوں میں دن رات کیا ہو رہا ہے؟ دن رات چوریاں ہوتی ہیں' ڈکیتیاں ہوتی ہیں' اب تو ڈکیتی کوئی جرم ہی نہیں سمجھا جا رہا ورنہ جس تھانے میں ایک ڈکیتی ہو جایا کرتی تھی تو اس کے تھانے دار کو جب تک کہ وہ اس کو trace نہیں کر لیتا تھا اسے معطل کر دیتے تھے۔ اس کی جواب طلبی ہوتی تھی کہ تیرے تھانے میں ڈکیتی کیسے ہو گئی؟ اب ایک دن میں ایک ایک تھانے میں سینکڑوں ڈکیتیاں ہو رہی ہیں۔ میں اس کی مثالیں دینے لگوں تو پھر آپ مجھے گھڑی دکھا دیں گے۔ گزارش یہ کرتا ہوں کہ آج اگر کسی غریب آدمی کی چوری ہو جائے۔ وہ تھانے جائے۔ نمبر 1 تو وہ تھانے ٹاؤٹ

کے بغیر جا نہیں سکتا۔ اس کو کسی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ تو جب وہ تھانے جاتا ہے اور رپورٹ کرتا ہے تو اس کو سندیسا سنا دیا جاتا ہے کہ جاؤ فلاں چیز لے آؤ، فلاں چیز لے آؤ۔ جناب وزیر اعلیٰ صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں۔ شاید ان کو پتا نہ ہو۔ میں آج ان کو بتا رہا ہوں۔ میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ آج کی پولیس ایک نفرت کا نشان بن چکی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ میرے علاقے میں اتنی ڈکیتیاں ہوئی ہیں، اتنی چوریاں ہوئی ہیں، میں آپ کو اخبار کی کٹنگز لا کر دے دوں گا کہ پچھلے ہفتے میرے شہر دیپالپور میں بے تحاشہ ڈکیتیاں ہوئیں۔ ایک ڈاکٹر کا گھر لوٹ لیا گیا۔ یہ پچھلے دو ہفتے کی بات ہے ---

سردار حسن اختر موکل، جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے ملک صاحب کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب کو ان سے اتنا پیار ہے ہمارا تو چیختے چیختے گلہ بھی بیٹھ گیا مگر کسی نے سنا نہیں مگر ان کو سننے کے لیے قائد ایوان خصوصی طور پر تشریف لے آئے۔

جناب سپیکر، نہیں۔ یہ سارا آپ کی گفتگو کا اثر ہے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب والا! میں سردار صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں میاں صاحب کی مہربانی ہم پر بہت ہے جو ہم ہر روز برداشت کرتے ہیں میں یہی گزارش کرتا ہوں کہ رب ان کو توفیق دے کہ وہ ہم پر زیادتیاں کرتے رہیں اور اللہ ہمیں ہمت دے کہ ہم ان کی زیادتیاں برداشت کرتے رہیں اور میں ان کو سنا دوں کہ

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

جناب سپیکر! میں گزارش کرتا ہوں۔ جناب والا! میں دور نہیں جاتا کل رات میرے شہر دیپالپور میں ---- جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی اب سن لیا ہو گا آج کی اخباروں میں بھی یہ ساری چیز آئی ہوئی ہے کہ ڈکیت ڈکیتی کرنے آئے ہیں اور گھر والے کو جب پتا لگ گیا وہ اٹھا ڈکیت نے گھر والے پہلے بزرگ کو بندوق ماری تو وہ بیچارہ وہیں ڈھیر ہو گیا اور وہیں اس کی جان نکل گئی اس کے دو بھتیجے جو اس باپ کے بیٹے ہیں جو وہاں سے بلا مقابلہ کونسلر منتخب ہوا ہے اس کے دو بیٹے ان چوروں کے پیچھے بھاگے ان دونوں کو پکڑ کر ان چوروں نے گولی مار دی اور وہ تینوں کے تینوں بیچارے وہاں فوت ہو گئے اور ڈکیتی والے چلے گئے اور ان کو پتا تک بھی نہیں۔ جناب والا! میں گزارش کرتا ہوں کہ جس سڑک پر میں جاتا ہوں اسی سڑک پر وزیر اعلیٰ صاحب اور ان کی ٹیم کے لوگ

جب جاتے ہیں تو وہ لوگوں سے مذاق کرتے ہیں کہ اپنے نمائندے سے بات کرو جس کو تم نے نمائندہ بنایا تھا یعنی ایک تو یہ وہاں پر اپنے اختیارات استعمال کرتے اور دوسرے وہاں کے لوگوں سے مذاق کرتے ہیں اس سڑک پر ایک ہفتے میں تین موٹر سائیکل چھینے گئے اور ابھی تک ایک بھی موٹر سائیکل برآمد نہیں ہوا۔ سڑک پر میرے پورے دیپالپور میں ایک گینگ ہے جو موٹر سائیکل پر چڑھ کر عورتوں کو لوٹتا ہے اور جہاں ان کو پتا چلے کہ عورتیں جا رہی ہیں کچھ وہاں پر بس کے ذریعے سے ایک شادی پر گئیں وہ بس سے اتریں اور گاؤں کو جانے لگیں راستے میں ان لوگوں نے انہیں پستول دکھا کر ان کے زیور بھی لوٹ لیے ان کا سارا کچھ لوٹ لیا جب انہوں نے تھانے میں رپورٹ کی تو ایک بھی پرچہ نہیں ہوا پرسوں نوائے وقت اخبار میں یہ آیا ہے کہ ڈاکٹر کا گھر لٹ گیا جب وہ تھانے گیا تو اس کا پرچہ ہی درج نہیں کیا گیا اسلیے کہ اس کا تعلق مسلم لیگ (ن) سے ہے جناب والا! یہ اخبار کی خبر ہے اور یہ نوائے وقت میں آیا ہے۔ اب یہاں پر وزیر اعلیٰ صاحب بیٹھے ہیں میں ان کے روبرو یہ بات کہتا ہوں کہ پچھلی دفعہ بھی جب میں نے کہا کہ ان کے گاؤں سے ۳۵ موٹر سائیکل برآمد ہوئے ہیں تو انہوں نے جا کر وہاں ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے میرا مذاق اڑایا تو جناب والا! میں اپنے محسن کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر میری مرضی نہ ہوتی تو وہ وہاں سے یہ کیسے برآمد ہو سکتے تھے۔ آج میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ ان ۳۵ موٹر سائیکلوں کا کیا بنا وہ کس کس سے برآمد ہوئے ان میں کس کس کا چالان ہوا وہ ڈکیتیوں کے موٹر سائیکل تھے۔ جناب والا! میں نے یہ جو کل واقعہ سنایا ہے یہ واقعہ چنگیز خان کے دور میں بھی نہیں ہوا اور آج میں وزیر اعلیٰ صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ اگر یہ ان کے علم میں نہیں تو میری ان سے درخواست ہے کہ وہ اس کی انکوائری کروائیں خود اس میں ذاتی دلچسپی لے کر دیکھیں یہ معاملے کی آخیر ہے کہ کسی کی عزت کو ننگا کر کے ڈیڑھ میل اس کو پیدل چلانا۔ جناب والا! میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ ڈکیتوں کی بات کرتے ہیں میاں صاحب نے پچھلے دنوں بیان دیا کہ ہم نے ڈکیت ختم کر دیے ہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ انہوں نے کونسے ڈکیت ختم کر دیے جناب والا پولیس خود ڈکیت بن گئی ہے یہ خود روز ڈکیتیاں کرتی ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ میرے گاؤں کا ایک بیچارہ غریب آدمی جو وہاں تیل کا کام کرتا ہے شہر میں آیا سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا اس کی جیب میں ۵ ہزار روپے تھے انہوں نے یہ پانچ ہزار چھین لیے اور اس کو چلتا کیا وہ بیچارہ روتا روتا دوسرے دن میرے پاس آیا میں نے ایس۔ پی کو شکایت کی جو موجودہ ایس۔ پی سے پہلے تھے انہوں نے ڈی۔ ایس۔ پی کی ڈیوٹی لگائی ڈی۔ ایس۔ پی نے ایس۔ ایچ۔ او کو کہا کہ اسے کہو پیسے

دے دے ۔ جناب والا! میری یہ بات سنیں کہ کونسے ڈکیت ختم ہوتے ہیں تو سپاہی نے اس کو یہ کہا کہ میں تمہیں صرف ایک ہزار واپس دیتا ہوں لیکن مجھے لکھ کر دو کہ مجھے پانچ ہزار واپس مل گئے ہیں اس کو آج تک ایک پیسہ بھی واپس نہیں ملا میں کہتا ہوں کہ یہ ڈکیت صبح اٹھتے ہیں اور سارا دن ڈکیتیاں کرتے ہیں رات کو ڈکیتی دن میں ڈکیتی ۔ ہمارے گاؤں میں میاں صاحب کے ایک حواری ہیں اور یہ ان کے بہت مہربان ہیں اس گاؤں میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی کوئی جھگڑا نہیں ہوا اور ان کے منشی نے جا کر پندرہ آدمیوں پر پرچہ دے دیا وہ لوگ پکڑوا دیے بس سٹینڈ پر سٹوڈنٹس کھڑے ہوئے تھے ان کو پکڑوا دیا۔ جناب جب وہ تھانے گئے ان میں سات آدمیوں کو پندرہ ہزار میں چھوڑ دیا گیا باقی سات آدمیوں کو حوالات میں بند کر دیا گیا۔ جب انہیں حوالات میں بند کر دیا گیا پھر وہ محسن آئے اور وہ حوالات کے دروازے کے سامنے بیٹھ گئے ان کو حوالات سے نکلوا کر ان پر اپنے سامنے تشدد کرواتے رہے ۔ تشدد کروانے کے بعد پھر انہیں بند کر دیا ۔ میں نے جا کر جب ایس ۔ پی صاحب کو درخواست دی کہ یہ کچھ ہوا ہے۔ ایس پی نے ڈی ۔ ایس ۔ پی کی ڈیوٹی لگائی خدا اس ڈی ۔ ایس ۔ پی کو خوش رکھے اس نے چوتھے یا پانچویں دن ریٹائر ہو جانا تھا اس نے اس سارے پرچے کی خارج رپورٹ کی اور اس نے لکھ کر دیا کہ پندرہ ہزار روپیہ ان سے لے لیا گیا ہے اس میں سات ہزار روپیہ ان کی جامع تلاشی میں ڈال دیا سات ہزار وہ کھا پی گئے ---

جناب سپیکر، اب آپ وائنڈ اپ کیجیے ۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب والا! میں یہی گزارش کر رہا تھا کہ وہاں بہت سنگین مقدمے ہوتے ہیں میں میاں صاحب کی ذات پر کوئی حملہ نہیں کر رہا میں ان سے یہی گزارش کروں گا اور میں ان کو برادرانہ مشورہ دیتا ہوں ۔ وہاں کے لوگوں نے اگر ہمیں منتخب کر ہی لیا ہے انہوں نے ہمیں ووٹ ہی دے دیے ہیں یہ کوئی حرج کی بات نہیں ہم اور آپ ساری عمر اکٹھے رہے ہیں ہم نے اکٹھے الیکشن بھی لڑے ہیں اگر انہوں نے ہم پر اعتماد کیا ہے تو ان کو اتنی بڑی سزا نہ دی جائے۔ جناب والا! میں قسم سے کہتا ہوں کہ لوگوں کی نتھیں ماری گئیں۔ جناب والا! ایک آدمی جس کا نہ بازو ہے نہ اس کی ٹانگ ہے اس کو پکڑ لیا اس کے بیٹے کے خلاف کوئی شکایت تھی اس پکڑ کر تھانے میں لایا گیا میں اور میاں یاسین ہم دونوں تھانے میں گئے مگر اسے نہ چھوڑا گیا آخر ہائی کورٹ نے اسے release کیا۔ جب وہ ہائی کورٹ کے ذریعے سے release ہوا تو پھر دفعہ ۵۴ کے تحت گرفتار کروا دیا ۔ جناب

والا! وہاں پر ایک دفعہ ۵۴ بنا ہوا ہے جو کوئی شریف آدمی ہمارے ساتھ آنے والا ہو اس کو دفعہ ۵۴ کے تحت گرفتار کر لیتے ہیں اس کا ہفتہ ہفتہ کے لیے ریمانڈ لے لیتے ہیں۔ جناب والا! آخر میں ایک دو چیزیں بتاؤں گا تاکہ وہ میاں صاحب کے نوٹس میں آجائیں اچھی بات ہے کہ آج موقع مل گیا ہے ہم دونوں بھائی آمنے سامنے ہو گئے ہیں اور یہ بات ان کے نوٹس میں بھی آجائے۔

جناب والا! ایک آدمی کو وہاں فائر لگا ـــــ جناب سپیکر ذرا غور فرمالیں۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا وقت دس منٹ کے لیے بڑھایا جاتا ہے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر: کچھ آدمی وہاں قبضہ لینے کے لیے آئے وہاں پر ایک قبضہ گروپ ہے انہوں نے ایک آدمی سے پیسے لیے اسلحہ کے پیسے لیے قبضہ دلوانے کے پیسے لیے جب وہ قبضہ لینے آئے تو ایک آدمی کو فائر لگا جس سے اس کی حالت خراب ہو گئی۔ جناب والا! یہ میں اس ہاؤس میں بڑی ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں جب وہ اسے دیپالپور ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز کے ہسپتال میں لائے تو اس کی حالت خراب ہو گئی دیپالپور اسپتال کے ڈاکٹر نے جواب دیا کہ یہ serious case ہے اس کو اوکاڑہ لے جائیں وہ اسے اوکاڑہ کینٹ میں لے گئے۔ جناب جب دوسرے فریق کو پتا چلا کہ وہ معاملہ serious ہو گیا ہے اس کی حالت خراب ہے ـــ جناب والا! میں یہ حلفاً" کہتا ہوں کہ دیپالپور میں ایک کھڑے ہوئے اپنے نوکر کو انہوں نے پکڑا اسے اسپتال میں لے گئے اور ہسپتال والوں نے اس کو اپنے ہاتھ سے چوٹ لگائی اور اس کا نتیجہ دے دیا اس پر ۳۰۷ کا پرچہ ہو گیا جس میں میرے ایک عزیز کو بھی رکھ لیا گیا جو اس موقعے کے قریب تک بھی نہیں تھا تو جناب والا! میں یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ جب میں تھانے گیا اور پرچہ دینے لگے تو ایس۔ ایچ۔ او صاحب کہتے ہیں (وہ ایس۔ ایچ۔ او صاحب پنی کرتوتوں کی وجہ سے اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں) تو وہ ایس۔ ایچ۔ او کہنے لگا کہ میں نے ۳۰۷ کا پرچہ دے دیا ہے آپ بھی بیان دے دیں میں اس میں لکھ لیتا ہوں ـــــ اختیارات ہو تو آدمی ہنستا ہے اس میں کوئی بات نہیں۔ مظلوم جب روتے ہیں تو ظالم ہنستے ہی ہیں اس لیے ان کی ایسی کوئی ت نہیں ہے ہم ظلم سہیں گے۔ میں گزارش کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم ظلم سہیں گے لیکن جناب سپیکر! میں آج آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس پر میں نے ایک تحریک استحقاق دی کہ وہ جو جھوٹا پرچہ دیا گیا تھا اس میں وہ سات کے سات آدمی پکڑ لیے گئے اور ان سات آدمیوں نے پندرہ پندرہ دن کا ریمانڈ اٹا ہے مگر ۳۰۲ میں آج تک کوئی ملزم نہیں پکڑا گیا اور میرے عزیز کو ایک تھانے سے دوسرے

تھانے میں محض اس لیے لے جایا گیا تاکہ میری تذلیل ہو۔ میں نے تحریک استحقاق دی تو وزیر قانون صاحب نے کہا کہ یہ ٹیکنیکلی تحریک استحقاق بنتی نہیں۔ وزیر قانون نے کہا کہ میں ایس پی کو کہہ دوں گا۔ ایس پی کو کیا کہنا تھا۔ اور ایس پی نے میری کیا ماننی تھی۔ اور پھر ڈی ایس پی مجھے مذاق کرتا ہے۔ وہ پانچویں دفعہ وہاں جا کر لگا ہے۔ وہ وہاں اسے ایس آئی رہا ہے، سب انسپکٹر رہا، انسپکٹر رہا، تابعداری کرتا ہے۔ جو سورج چڑھے گا اس کی وہ پوجا کرے گا۔ ایک 45 سال کی عورت کو اٹھا لیا گیا۔ اور اس کو جگہ جگہ لے جا کر ایک بہت بڑے آدمی کے گھر رکھا گیا۔ پھر اس کی آنکھیں باندھ کر لے جایا گیا۔ 45 سال کی عورت سے دو جوان آدمیوں نے زنا کیا۔ اس کے ساتھ بری طرح زیادتی کی اور اس کا پرچہ ہوا۔ راسے صاحب اور جناب میاں صاحب میری یہ بات سن لیں۔ اس کے مد مقابل ایک جھوٹا پرچہ---

جناب نذر عباس بھٹی، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر، میں آپ کی وساطت سے اپنے فاضل رکن سے گزارش کروں گا کہ وہ کل بھی اور اس پہلے سے وہ ایس ایچ اوز کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ کیا انھیں کوئی مشکل درپیش ہے یا انھیں ایس ایچ او لگنے کا اور شوق ہے۔ ہم معارض کرتے ہیں کہ انھیں ایس ایچ او لگا دیا جائے۔

جناب سپیکر، تشریف رکھیں۔ کھوکھر صاحب، آپ بھی مہربانی فرمائیے۔ اب اپنی بات کو ختم کیجیے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب والا! ہمارا تو وہاں درج ہونے والا ہر مقدمہ ایک ظلم کی داستان ہے۔ میں صرف پولیس کے متعلق یہ عرض کر رہا تھا کہ میاں صاحب یہاں بیٹھے ہیں، یہ ہر ہفتے تشریف لے جاتے ہیں۔ ہفتے میں دو تین دن رہتے ہیں۔ وہاں ان کا گھر ہے۔ میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ 45 سالہ عورت کو آنکھیں باندھ کر لے جایا گیا اور میں یہ کہنے لگا ہوں کہ اس کے مقابلے میں میرے اس بھائی کو جس کی میاں صاحب خود بھی تعریف کرتے تھے، میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اس نے کبھی نماز قضا نہیں کی۔ اس کے خلاف حدود کا پرچہ درج کیا گیا۔ ان کے نوٹس میں بھی لایا گیا۔ شاید افسوس انھوں نے بھی کیا ہو۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ انھوں نے کہا کہ پہلے عورت کے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہے اس کو خارج کراؤ پھر یہ خارج کریں گے۔ ایس پی کے دفتر میں تکرار ہوئی۔ میں نے کہا یہ کس طرح خارج ہو سکتا ہے۔۔ آج تک ایک ملزم گرفتار نہیں ہو سکا۔

جناب سپیکر، آپ کا بہت بہت شکریہ، بڑی نوازش۔

وزیر اعلیٰ : جناب سپیکر !

جناب سپیکر ، آپ بات کرنا چاہتے ہیں ۔۔ قائد ایوان !

وزیر اعلیٰ ، جناب سپیکر! میرے فاضل دوست ملک محمد عباس کھوکھر صاحب نے اوکاڑہ اور دیپالپور کے حوالے سے اور وہاں کی پولیس اور تھانیداروں کے حوالے سے باتیں کی ہیں اور میری موجودگی کا انھوں نے ذکر کیا ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اوکاڑہ ضلع سے چونکہ میرا تعلق ہے ۔ اور وہاں میرے دوست بھی ہیں اور میرے سیاسی مخالفین بھی ہیں۔ جب میں چیف منسٹر بنا تو اس کے فوراً بعد میں نے ڈپٹی کمشنر اوکاڑہ ایس پی اوکاڑہ کو بلا کر کہا کہ آپ سب سے پہلا کام یہ کریں گے کہ میرے سیاسی مخالفین نمائندہ حیثیت کے مالک ہیں ان سے میٹنگ کریں اور میری طرف سے یقین کرائیں کہ ان کے ساتھ اوکاڑہ ضلع میں کوئی بے انصافی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر اوکاڑہ نے اور ایس پی اوکاڑہ نے ان میرے دوستوں کے ساتھ میٹنگ کی جس میں میاں محمد یٰسین خان وٹو ، ملک محمد عباس کھوکھر اور دیگر ان کے ساتھی شامل تھے ۔ یہ اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ انھوں نے میرے کہنے پر ان کے ساتھ میٹنگ کی ۔ اور میری طرف سے ان کو کہا کہ آپ کے ساتھ بے انصافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ اور یہ چیف منسٹر کی ہدایات ہیں کہ ہمارے سیاسی اختلافات ضرور ہیں لیکن آپ ہمارے بھائی ہیں آپ کا حق ہے کہ آپ یہاں معاملات کو چلائیں اور یہاں کسی قسم کی بے انصافی نہیں ہو گی۔ جناب سپیکر! میں یہ بات ریکارڈ پہ لانا چاہتا ہوں کہ known honest officer جو پولیس میں اور سول انتظامیہ میں دیانتدار آفیسرز ہیں وہ میں نے چن کر اوکاڑہ میں ڈی سی اور ایس پی لگائے ہیں۔ fair اور دیانتدار آدمی اور اس کے بارے میں یہ میرے دوست انکار نہیں کر سکیں گے کہ وہ دیانتدار ہیں اور یہ اس لیے لگائے ہیں کہ وہاں میرے ضلعے میں لوگوں کو یقینی طور پر انصاف مہیا کیا جائے۔ اور اس میں کسی قسم کی دوسری بات کا سوال نہیں پیدا ہونا چاہیے۔ آج میری موجودگی میں میرے بھائی نے اس کا اظہار کیا ہے ۔ جناب سپیکر! سیاست میں دوستیاں اور مخالفتیں ابدی نہیں ہوتیں ۔ ملک عباس صاحب اور ہم اکٹھے رہے جیسے کہ انھوں نے ذکر کیا ۔ مجھے بھی یاد ہے ۔ اور آج سیاسی طور پر میری مخالفت میں بیٹھے ہیں۔ میں آپ کے توسط سے ان کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کے معاملات میں کہ جن کا انھوں نے ذکر کیا کہ ان کے علاقے میں وارداتیں ہو رہی ہیں۔ مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں ہے اور میں حیران ہوں کہ ان کے

علاقے میں ہی وہاں کیوں وارداتیں ہو رہی ہیں جن کا انھوں نے ذکر کیا ہے ۔ لیکن میں آپ کے توسط سے ان کو یقین دلاتا ہوں ۔ وہاں اگر کسی قسم کی بے انصافی کسی کے ساتھ ہوئی ہو ' کسی قسم کی زیادتی کسی کے ساتھ ہوئی ہو ۔ میری بطور وزیر اعلیٰ کے یہ ذمہ داری ہے ۔ یہ کوئی احسان نہیں ہے ۔ یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں صوبہ پنجاب میں لوگوں کو انصاف دوں۔ میں ان کے حقوق ان کو دوں۔ اور جہاں کہیں کوئی بے انصافی ہوتی ہے۔ اگر میرے نوٹس میں لائی جائے تو میں اس کا ازالہ کروں اور اس کی تلافی کروں اور انصاف کو یقینی بناؤں۔ تو میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر کہیں کوئی بے انصافی ہوئی ہے ' اگر کہیں کسی کے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی ہے' کہیں کوئی واردات ہوئی ہے کہ جس کا نوٹس نہیں لیا گیا تو ملک محمد عباس صاحب میرے نوٹس میں لائیں ۔میرے یہ دوست ہیں ' بھائی ہیں ۔ ہم اکٹھے بیٹھتے رہے ہیں ۔ اب آپ میرے نوٹس میں لائیں ' میرے پاس تشریف لے آئیں ' میں آپ کے پاس آ جاتا ہوں ۔ بیٹھ کے ہم بات کرتے ہیں (نعرہ ہائے تحسین) اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم انصاف کریں گے ' انصاف کو یقینی بنائیں گے اور کسی بھی صورت میں بے انصافی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر ، جناب سپیکر !

جناب سپیکر ، آپ پہلے میری بات سنیں۔ تشریف رکھیں ۔ آپ میری بات سننے کی عادت ڈالیں۔ شاباش بہت اچھی بات ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ ایک ڈیمانڈ پہ بحث ہو رہی ہے۔ قائد ایوان بھی تشریف رکھتے ہیں ' قائد حزب اختلاف بھی تشریف رکھتے ہیں ۔ آپ اپنی رائے دے دیں کہ اگر اس پر اپنی رائے جاری رکھنی ہے اور اسے آج مکمل کرنا ہے تو اس حد تک وقت بڑھایا جائے ۔ لیکن آپ کو پتا ہے کہ نو بجے سے اجلاس چل رہا ہے ۔ میں بھی بیٹھا ہوں ' آپ بھی بیٹھے ہیں۔ اس کو آگے کل تک لے جاتے ہیں۔ ابھی اس میں تین مقرر رہتے ہیں۔ لاء منسٹر صاحب کچھ کہنا چاہیں گے ؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب سپیکر! اگر کٹوتی کی تحریک پر مزید تقاریر ہونی ہیں تو اس صورت میں یہ کل صبح رکھ لیا جائے۔ لیکن اگر کٹوتی کی تحریک پر مزید تقاریر نہیں ہیں ۔

جناب سپیکر، تین مقررین کے نام میرے پاس آئے ہیں۔ اگر اپوزیشن انھیں واپس لینے کے لیے تیار ہے ۔

چودھری پرویز الٰہی ، جناب سپیکر! آپ ٹائم بڑھا دیں ۔ چار بجے تک کر دیں تاکہ ہمارے مقررین

بول سکیں۔

جناب سپیکر: فی الحال میں ٹائم دس منٹ کے لیے بڑھاتا ہوں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر: جناب سپیکر! میں نکتہ ذاتی وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ایک منٹ پہلے وزیر قانون کی بات سن لیں۔ جی وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! ملک عباس کھوکھر صاحب نے اپنی تقریر میں ایک بات کی تو اس کا جواب وزیر اعلیٰ صاحب نے دے دیا۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ جواب در جواب اور بحث کا کوئی معاملہ نہیں ہے۔ یہ کوئی ایشو نہیں ہے کہ جس پر ہم مناظرہ کریں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر: جناب والا! میں نکتہ ذاتی وضاحت پر ہوں۔

جناب سپیکر: میں نے کھوکھر صاحب سے وعدہ کیا ہے لیکن کھوکھر صاحب امید ہے کہ جس فراخ دلی سے وزیر اعلیٰ صاحب نے بات کی ہے آپ بھی از راہ کرم اس کا اچھا جواب دیں گے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر: جناب میں بڑا اچھا جواب دوں گا۔ جس طرح میاں صاحب نے فرمایا ہے کہ میں نے ڈی سی اور ایس پی کو بلا کر حکم دیا کہ اپوزیشن کے ممبران کو بلا کر میری طرف سے کہو کہ تمہارے ساتھ بے انصافی نہیں کی جائے گی۔ لیکن جناب وہ ڈی سی اور ایس پی پہلے تھے یہ اب نئے آئے ہیں۔ اور جو پہلے ڈی سی اور ایس پی تھے انھوں نے ہمیں بلایا میرے ساتھ سید سجاد حیدر، میاں یاسین وٹو صاحب بھی تھے۔ ہم نے کہا تھا کہ یہ بڑی اچھی بات ہے۔ ہمارے یہ شکوے اور شکائتیں آپ سن لیں۔ لیکن پھر بعد میں ہم ان سے وقت لیتے رہے، وقت مانگتے رہے لیکن انھوں نے ہمیں وقت نہیں دیا۔

جناب سپیکر: آپ وزیر اعلیٰ صاحب سے ملیے جیسا کہ انھوں نے ابھی پیش کش کی ہے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر: جناب والا! آپ میری بات سن تو لیں۔ آپ میری دو حرفی بات سن لیں۔ میں میاں صاحب سے تھوڑی سے گزارشات کرنا چاہتا تھا لیکن آپ نہیں کرنے دے رہے۔ جہاں تک ملنے کی بات ہے مجھے علم ہے کہ کیسے ہم ملیں گے یا وہ ملیں گے۔ میں آپ اور میاں صاحب سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اور کچھ نہیں تو صرف یہاں ہاؤس سے اپنے دو آدمی منتخب کر لیں جو ہماری بات سن لیں۔ اور وہ جو بھی فیصلہ کریں گے وہی ہمیں قبول ہو گا۔ آپ کوئی کمیٹی مقرر کر دیں

اور کمیٹی جو فیصلہ کرے گی وہ ہمیں منظور ہو گا اگر اس میں ہماری ایک بات بھی جھوٹی ہوئی تو میاں صاحب اس پر غور فرمالیں اور پھر جو میاں صاحب فیصلہ کر دیں گے ہم قبول کر لیں گے۔

جناب سپیکر، شکریہ۔ آپ پہلے ان سے مل لیجیے پھر اس پر غور کریں گے۔ اب اجلاس کو کل صبح دس بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکیسواں اجلاس)

پیر 26- جون 1995ء

(دو شنبہ' 26 محرم الحرام 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 10 بجے زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَ
اِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔـلُوْنَ
عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔـلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ
بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٦﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ
بِهٖ شُرَكَاۗءَ ۭ كَلَّا ۭ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٧﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً
لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَيَقُوْلُوْنَ
مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا
تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٠﴾

سورۃ سبا، آیات 24 تا 30

آپ پوچھیے کہ تم کو آسمان اور زمین سے کون روزی دیتا ہے۔ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ اور بے شک ہم یا تم ضرور راہ راست پر ہیں یا صریح گمراہی میں ہیں آپ فرما دیجیے کہ تم سے ہمارے جرائم کی باز پرس نہ ہو گی اور ہم سے تمہارے اعمال کی باز پرس نہ ہو گی۔ کہہ دیجیے کہ ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا اور وہ بڑا فیصلہ کرنے والا جاننے والا ہے۔ آپ کہیے کہ مجھ کو ذرا وہ تو دکھلاؤ جن کو تم نے شریک بنا کر خدا کے ساتھ والا رکھا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہی ہے اللہ زبردست حکمت والا اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے خوش خبری سنانے والے ڈرانے والے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہو گا اگر تم سچے ہو آپ کہہ دیجیے کہ تمہارے واسطے ایک خاص دن کا وعدہ ہے کہ اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔

وما علینا الا البلاغ○

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر سے پہلے ایک بات میں کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے ابھی ابھی بتایا گیا ہے کہ ہمارے چیمبر کا جہاں پر کاٹھیا صاحب اور ریاض صاحب بیٹھے ہوئے ہیں' اوپر سے ابھی پانچ سات منٹ پہلے شیشہ ٹوٹ گیا ہے۔ ابھی اس وقت وہ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ تو میں اجازت دیتا ہوں کہ میرے سامنے جو تین سیٹیں ہیں' پچھلی' وہ اپنی سیٹیں بدل کر ادھر تشریف رکھ سکتے ہیں۔ ریاض صاحب بھی اور کاٹھیا صاحب بھی پچھلی تین سیٹیں آپ بدل سکتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ شیشہ ٹوٹ گیا ہے اور ابھی اس کی مرمت نہیں کرائی جا سکتی۔ جی' بادشاہ میر خان آفریدی۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں ایک انتہائی اہم مسئلے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ جب تلاوت قرآن پاک ہو رہی ہو تو اس کو ادب اور خاموشی اور احترام کے ساتھ سننا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ بعینہٖ اسی طرح جب قرآنی آیات کا ترجمہ سنایا جا رہا ہو تو اس کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ پوری فہم و فراست کے ساتھ' توجہ کے ساتھ' ادب' خاموشی اور احترام کے ساتھ اس کو سنا جائے۔ جناب والا! ہم یہاں قوم کے نمائندے بیٹھے ہیں اور ہمارا کردار اسلامی تعلیمات کے مطابق ہونا چاہیے۔ کم از کم اس ہاؤس میں ہمارا رویہ ایسا ہونا چاہیے کہ لوگوں کو یہ تاثر ملے کہ ہمارا کردار اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے۔ جس وقت محترم قاری تلاوت قرآن پاک کا ترجمہ سنا رہے تھے اس وقت آپ اور سیکرٹری صاحب محو گفتگو تھے۔ چاہے کتنا بھی اہم مسئلہ تھا۔ لیکن تلاوت قرآن پاک پر کسی بھی مسئلے کو فوقیت نہیں دی جا سکتی۔ آپ پر اتنا فرض عائد ہوتا ہے کہ آپ قرآن پاک کی تلاوت اور اس کے ترجمے کا اتنا ہی احترام کریں جتنا باقی مسلمانوں پر فرض ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ بات درست ہے آپ کی۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب محمد ظہیرالدین خان، جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ ریاض کاٹھیا صاحب اب جہاں تشریف رکھتے ہیں اس کے اوپر بھی شیشہ ہے۔ اس لیے ان کو ایسی جگہ پر بٹھایا جائے جہاں اوپر شیشہ نہ ہو' کیونکہ وہ بھی ٹوٹ جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ جی۔ تابش الوری صاحب!

سید تابش الوری، خواجہ صاحب قائداعظم کے سایے میں بیٹھے ہیں۔ لہٰذا وہ وہاں بیٹھنا زیادہ پسند کریں گے۔ دوسرے میں یہ بھی کہنا چاہتا تھا کہ یہ بڑی تشویش ناک بات ہے کہ اب اسمبلی کے شیشے ٹوٹنے شروع ہو گئے ہیں۔ اور یہ ٹوٹنے کا عمل آگے بھی بڑھ سکتا ہے۔ اس لیے یہ ہم سب کے لیے عبرت اور سبق کا وقت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہر چیز نے ٹوٹنا ہے' ہر شخص نے جانا ہے۔جی' ایس اے حمید صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! کل میں نے آپ کا پڑھا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ قائد ایوان جناب میاں منظور وٹو صاحب سمندر کی طرح خاموش ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ایس اے حمید صاحب! میری بات سنیں۔ میرے خیال میں مہربانی کریں۔ پریس والے بیانوں میں سے نکتے نکال لیتے ہیں۔ مہربانی کریں۔

جناب ایس اے حمید ۔جناب سپیکر! مجھے بات تو کرنے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔نہیں نہیں۔ مہربانی کریں۔

جناب ایس اے حمید ۔ جناب والا! میں جو بات کر رہا ہوں وہ آپ کے جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔ مہربانی۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ سپیکر کا کچھ خیال کریں۔ (قطع کلامی) نہیں نہیں۔ میں اجازت نہیں دیتا۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی مہربانی۔ جی جناب شاہد ریاض!

سید تابش الوری، جناب سپیکر! اس کا میں شعر میں جواب دینا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ابھی اس کا ٹائم نہیں ہوا۔جب شعر کہنا ہو تو اس کے متعلق خواجہ صاحب بتاتے ہیں۔

سید تابش الوری، جناب والا! میں عرض کرتا ہوں،

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

جناب ڈپٹی سپیکر، اب ہم تحریک --

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب ہم بسم اللہ تو کچھ کر لیں ۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! میں آپ کی ترجمانی، آپ کی راہنمائی کرنے لگا ہوں ۔

مسئلہ استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں ۔میں اپنی ترجمانی نہیں کرانا چاہتا ۔ مہربانی ۔جی ۔ جناب شاہد ریاض ستی صاحب کی تحریک استحقاق تھی ۔ جو انھوں نے پڑھ دی تھی ۔ short statement بھی دے دی تھی۔ اور یہ لوکل گورنمنٹ کے منسٹر کی وجہ سے pending چلی آ رہی ہے۔ناظم حسین شاہ صاحب تشریف رکھتے ہیں؟ میرا خیال ہے وہ نہیں ہیں۔ اب ہم اس کو اسی طرح pending رکھتے ہیں۔ ابھی ہمارا اجلاس چلے گا۔

جناب شاہد ریاض ستی ، جناب سپیکر ! میری تحریک استحقاق کے سلسلے میں وزیر قانون صاحب نے جواب دے دیا تھا ۔ اور صرف ایک دو روز کے لیے pend کی گئی تھی ۔ اور انھوں نے ساتھ یہ بھی بیان دیا تھا سپیکر صاحب کی موجودگی میں --

جناب ڈپٹی سپیکر، ایک منٹ! یہاں جو لکھا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ till the presence of concerned Minister of Local Government and R.D ۔یعنی ان کی حاضری تک اس کو ملتوی کیا گیا ہے۔ لاء منسٹر صاحب! آپ کو پتا ہے کہ ناظم حسین شاہ صاحب کل یا پرسوں تک تشریف لائیں گے؟ کیوں کہ میں نے اخبار میں پڑھا تھا کہ وہ بیمار ہیں ۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! وہ بیمار ہیں۔ اور ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ اس لیے اس وقت میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کل آئیں گے یا نہیں۔ آج بھی اگر ان کی طبیعت ٹھیک ہوتی تو وہ ایوان میں آنا چاہتے تھے۔ لیکن طبیعت ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے وہ نہیں آ سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ ! تو پھر میرے خیال میں لاء منسٹر صاحب نے بیان دیا ہوا تھا ۔ اسی پر آپ فیصلہ چاہتے ہیں؟

جناب شاہد ریاض ستی، جی ہاں ۔ اسی پر فیصلہ دے دیا جائے۔ جناب والا! جو پروف مانگے گئے تھے وہ

بھی دے دیے گئے ہیں ۔ اس لیے میں یہ استدعا کروں گا کہ اسے کمیٹی کے سپرد کیا جائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی لاء منسٹر صاحب ! اس وقت میں نہیں تھا ۔ میرا خیال ہے اس وقت رامے صاحب تھے جب یہ تحریک پیش ہوئی تھی ۔

وزیر قانون، جناب سپیکر ! میں نے جواب دے دیا تھا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو آپ اس پر کچھ کہیں گے ؟

وزیر قانون، جناب سپیکر ! میں نے اس تحریک استحقاق کا جواب دیا تھا ۔ اور میں اپنے جواب پر قائم ہوں ۔ جواب سے تو مجھے نہیں ہٹنا جو جواب دیا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چونکہ اس پر لاء منسٹر صاحب نے بیان دے دیا تھا تو میں نے بھی یہ تحریک استحقاق پڑھ لی ہے۔ یہ بورڈوں کے متعلق ہے کہ بورڈ اتار کر اپنے نام لکھ دیے گئے ہیں۔ تو اس میں جو قانونی بات ہے جو پریویلج کا chapter ہے ----

جناب شاہد ریاض ستی، جناب والا! میں اس سلسلے میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ آپ نے سٹیٹمنٹ دے دی ہے اور میں نے پڑھ لی ہے۔ آپ تشریف رکھیں اور میری بات سنیں۔ اس پر تمام کارروائی پوری ہو چکی ہے۔ میں نے تو آپ کو کہا تھا کہ یا تو آپ ایک دو روز مزید انتظار کر لیں تاکہ متعلقہ وزیر صاحب تشریف لے آئیں ۔

جناب شاہد ریاض ستی ، جناب والا! محترم وزیر صاحب کو اس کا سارا علم ہے لہٰذا جب وہ موجود ہوں تو اس کا فیصلہ کیا جائے ۔ اب اس کو pending کر لیا جائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اسے pending کر لیں ؟

جناب شاہد ریاض ستی، جی بالکل۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہی بات میں نے کہی تھی۔ اس کو pending کیا جاتا ہے۔ مہربانی۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر ۵ ہے۔ یہ جناب ایس اے حمید صاحب کی ہے۔ اس میں پوزیشن یہ تھی کہ یہ بھی move ہو چکی ہے ۔ سٹیٹمنٹ آ چکا ہے ۔ Mover and Education Minister not present اس لیے یہ pending رکھی جاتی ہے۔ یہ ایجوکیشن منسٹر کی وجہ سے میرے خیال میں pending ہوئی تھی۔ لاء منسٹر صاحب اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ یہ تحریک استحقاق نمبر ۵ جناب ایس اے حمید صاحب

کی ہے۔

قلیل المہلت سوال کے جواب میں تاخیر (۔۔۔ جاری)

وزیر قانون، جناب سپیکر! ایس اے حمید صاحب نے اس تحریک استحقاق پر شارٹ سٹیٹمنٹ بھی دے دی تھی۔ آپ کی اجازت سے یہ عرض کروں گا کہ مذکورہ سوال کا جو جواب ہے وہ محکمہ متعلقہ نے دے دیا ہے۔ اور یہ اسمبلی سیکرٹریٹ میں بھی پہنچ چکا ہے۔ جہاں تک اس سوال کا جواب دیر سے دیے جانے کا تعلق ہے اس حوالے سے یہ عرض کروں گا کہ وزیرموصوف نے محکمے کے ان اہلکاران کے خلاف نوٹس لیا ہے کہ انھوں نے یہ جواب دینے میں سستی کا مظاہرہ کیا اور انھوں نے باقاعدہ طور پر متعلقہ افسران کی officially explanation call کر دی ہے۔ میں اس حوالے سے اس کی technically admissibility پر بات کرنے سے قبل اس کی موجودہ صورت حال کے حوالے سے عرض کروں گا فاضل محرک کی تحریک استحقاق پر مذکورہ سوال کے حوالے سے محکمے کی طرف سے سستی برتنے پر وزیرموصوف نے محکمہ کے افسران کا جس طریقے سے نوٹس لیا ان کے خلاف کارروائی کی ہے۔ اس کی روشنی میں میں یہ سمجھتا ہوں کہ فاضل رکن اسمبلی اس تحریک استحقاق پر زور نہیں دیں گے۔ اس لیے میں اس کی technically admissibility پر گزارش کرنے کے ساتھ چاہوں گا کہ فاضل محرک اس بارے میں اپنا اظہار خیال کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی ایس اے حمید صاحب!

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میں نے اپنی تحریک استحقاق میں یہ بات دریافت کی تھی کہ ساہیوال، فیصل آباد اور سرگودھا میں یونیورسٹیاں قائم کرنے کے بارے میں وزیر اعلیٰ صاحب نے گوجرانوالہ میں بھی ایک یونیورسٹی قائم کرنے کا اپنے گوجرانوالہ دورہ کے دوران اعلان کیا تھا۔ تو میں نے یہ سوال پوچھا تھا کہ کیا وہاں پر یونیورسٹی قائم ہو رہی ہے؟ میں وزیر قانون صاحب کی وضاحت کے بعد اس کو پریس نہیں کرتا، لیکن کم از کم مجھے یہ تو بتا دیا جائے کہ گوجرانوالہ میں یونیورسٹی قائم کرنے کا کوئی پروگرام ہے؟ کیوں کہ یہ تمام ڈویژنوں میں سب سے بڑا ڈویژن ہے۔ اگر ساہیوال میں یونیورسٹی بن رہی ہے جو ڈویژن ہیڈ کوارٹر نہیں ہے۔ فیصل آباد میں بن رہی ہے۔ سرگودھا میں بن رہی ہے وہ ٹھیک ہے۔ لیکن ساہیوال میں یونیورسٹی بننے کے مقابلے میں آپ ساہیوال کی آبادی کو لے لیں اور پھر گوجرانوالہ کی آبادی کو لے لیں۔ چھ اضلاع پر مشتمل ایک ڈویژنل ہیڈکوارٹر ہے۔ وہاں پر ایک یونیورسٹی

بننے کا حق تھا۔ لیکن اس کی بجائے اسے اس لیے ساہیوال بھجوا دیا گیا کہ وہاں وزیر اعلیٰ کا اپنا علاقہ بنتا ہے۔ تو میں صرف ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا یہ گوجرانوالہ میں یونیورسٹی کے قیام کے بارے میں سنجیدہ ہیں؟ ان کا کوئی پروگرام ہے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! حکومت پنجاب صوبہ بھر میں ہر ڈویژن کی سطح پر یونیورسٹیاں قائم کرنے کا مرحلہ وار پروگرام رکھتی ہے۔ یعنی مرحلہ وار پروگرام کے تحت صوبہ بھر میں ڈویژنل سطح پر حکومت پنجاب یونیورسٹیاں قائم کرنے کا پروگرام رکھتی ہے۔ البتہ گوجرانوالہ میں اور ڈیرہ غازی خان میں یونیورسٹی کے قیام کے بارے میں معاملہ اس وقت زیر غور ہے۔ اس کے بارے میں حتمی فیصلہ نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ! تو اس بات پر کہ فاضل رکن پریس نہیں کرتے' میں اس کو dispose of کرتا ہوں۔

جناب ایس اے حمید، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی!

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میں اسی بات کے حوالہ سے عرض کرنا چاہتا ہوں جو وزیر قانون صاحب فرما رہے ہیں۔ یہ مجھے جو جواب انھوں نے بھجوایا ہے۔ یہ بتا سکتے ہیں کہ جواب کے کس حصہ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ یہ معاملہ زیر غور ہے۔ کیا یہ لکھا ہوا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ آپ پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے تو نہیں پوچھ سکتے۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! اسی کے جواب میں' پوائنٹ آف آرڈر کے جواب میں نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر نہیں بلکہ آپ کی تحریک کے حوالے سے یہ کہا جا سکتا ہے۔

جناب ایس اے حمید، جی ہاں۔ اسی کے جواب میں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! مذکورہ سوال کا جز (ب) جو ہے اس کے جواب میں ہے۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! یہ لکھا ہوا ہے؟

وزیر قانون، جی ہاں۔

جناب ایس اے حمید، شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی عثمان ابراہیم صاحب!

بیرسٹر عثمان ابراہیم: جناب سپیکر! ابھی لاء منسٹر صاحب فرما رہے تھے کہ ہر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر حکومت کی طرف سے یونیورسٹی قائم کرنے کا پروگرام ہے۔ تو اس سلسلہ میں میں ان کی اطلاع کے لیے عرض کروں گا کہ حکومت پنجاب کی طرف سے یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ گوجرانوالہ میں ویمن یونیورسٹی قائم کی جائے بلکہ یہ ہوا تھا کہ ہر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر ویمن یونیورسٹی کا ایک کیمپس قائم کیا جائے اور سب سے پہلے گوجرانوالہ اور لاہور میں دو کیمپس قائم کیے جائیں۔ اس سلسلہ میں اس رپورٹ میں وومن یونیورسٹی کے قیام کے لیے ایک کمیشن بنا تھا جس نے باقاعدہ جگہ کی نشاندہی کی تھی اور گوجرانوالہ میں اس مقصد کے لیے 20 ایکڑ جگہ یونیورسٹی کے لیے earmark بھی ہو چکی ہے۔ تو وہ رپورٹ موجود ہے' حکومت کی recommendation موجود ہے اور میرا خیال ہے کہ اس میں فنڈز بھی زیادہ نہیں چاہییں۔ تو میں لاءمنسٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ اس سلسلہ میں ذرا وضاحت فرمائیں گے کہ جب ہر چیز موجود ہے اور حکومت پنجاب نے ایک ڈرافٹ بل بھی منظور کیا ہوا ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر: عثمان ابراہیم صاحب' یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ مہربانی۔ تحریک التوائے کار نمبر 3 میاں فضل حق صاحب کی طرف سے تھی۔ یہ پینڈنگ تھی اور اس لیے پینڈنگ کی گئی تھی کہ منسٹر فار ہاؤسنگ کا ہم جواب چاہتے تھے۔ لاءمنسٹر صاحب نے تو کل جواب دے دیا تھا۔ تو میں نے کہا تھا کہ اس کو متعلقہ منسٹر کی آمد تک پینڈنگ کر دیتے ہیں۔ تو وزیر موصوف ملک مشتاق احمد اعوان تشریف رکھتے ہیں۔ یہ تحریک التوائے کار نمبر 3 ہے۔ کل یہ ہاؤس میں پیش ہو گئی تھی۔ تو اس پر آپ کی رائے لینا چاہتے ہیں۔

ایل ڈی اے کی جانب سے فیروز پور روڈ انڈر پاس کی تعمیر کے ٹھیکے کی غیر قانونی منتقلی(---جاری)

میاں فضل حق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اس سے پیشتر کہ وزیر موصوف اس پر بات کریں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تو صرف ٹیکنیکل گراؤنڈز پر بات کریں گے یا فیکٹس دیں گے۔ لیکن جو یہ بات کریں اس کے بعد مجھے بھی اجازت دی جائے تاکہ میں بھی اس کو پھر encounter کر

سکوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ ' جی۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (ملک مشتاق احمد اعوان) : جناب سپیکر! انڈر پاس فیروز پور روڈ کا جو تخمینہ لاگت ہے وہ 7 کروڑ 46 لاکھ روپے کا منصوبہ ہے۔ اس میں ابتدائی طور پر 5 کروڑ 5 لاکھ روپے کا ٹینڈر طلب کیا گیا۔ جس کی لاگت 4 کروڑ 46 لاکھ روپے تخمینہ لاگت سے کم ہے۔ پروسیجر کے تحت 29-3-95 کو اس میں چھ فرموں نے حصہ لیا۔ جس میں میسرز فہیم حیدر ' میسرز حکاس ' میسرز سعداللہ خان' میسرز حسنین کنسٹرکشن ' میسرز غلام رسول اینڈ کمپنی ' میسرز ایس۔ اے۔ بلڈرز شامل ہیں۔ ان ٹینڈروں میں میسرز ایس۔ اے۔ بلڈرز نے سب سے کم ٹینڈر دیے اور 29-3-95 کو کم ریٹ دینے کی وجہ سے ابتدائی طور پر ان کو consider کیا گیا۔

جناب سپیکر! چونکہ بقایا جتنی فرمیں pre-quilified تھیں جن کا نام میں نے پہلے معزز ایوان میں لیا ہے انھوں نے اس بناء پر اعتراض کیا کہ ہمیں اس کی سٹڈی کے لیے ٹائم کم ملا ہے۔ چنانچہ انھوں نے تین گراؤنڈز کو اپنی بنیاد بناتے ہوئے یہ کہا کہ اس کو منسوخ کیا جائے تاکہ ہمیں پوری طرح اس کو سٹڈی کرنے کے لیے ٹائم ملے اور ہم اس میں دوبارہ حصہ لے سکیں۔ چنانچہ 17-4-95 کو میسرز ایس۔ اے۔ بلڈرز ' میسرز غلام رسول اینڈ کمپنی' میسرز کنگ کریچ' میسرز حکاس' میسرز فہیم حیدر نے حصہ لیا۔ میسرز فہیم حیدر کو سب سے کم ریٹ دینے پر یعنی 4 کروڑ 46 لاکھ روپے جو کہ 2 لاکھ روپے سے بھی کم مارجن سے ایل۔ ڈی۔ اے کو فائدہ ہو رہا تھا اس کو دے دیا گیا۔ انھوں نے ایل۔ ڈی۔ اے کے مروجہ قانون کے تحت وہاں پر سریا ' سیمنٹ اور جتنی بھی requirement تھی میسرز نیسپاک کی لیبارٹری سے سرٹیفکیٹ حاصل کیا اور ان کو ایک کروڑ کچھ لاکھ کی ادائیگی بھی ہو گئی۔

میاں فضل حق : exact amount بتا دی جائے۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ، میں اس کی exact amount بھی بتا دیتا ہوں۔ ایک کروڑ 50 لاکھ روپے کی ادائیگی ہو گئی۔ میسرز نیسپاک سے جو ان کی لیبارٹری ہے ' ان کی جو ٹیسٹنگ تھی وہ کروانے کے بعد وہاں پر انھوں نے کام شروع کیا ہے۔ اب ایس۔ اے۔ بلڈرز کو تین گراؤنڈز کی بناء پر اس کا ٹھیکہ نہیں دیا گیا۔ نمبر 1 سب سے زیادہ اعتراض جو فرموں نے کیا کہ ہمیں اس ٹینڈر میں مناسب وقت نہیں دیا گیا۔ کوئی کراچی کی فرم تھی' کوئی پشاور کی تھی' کسی کا آفس اور جگہ تھا۔ دوسری گراؤنڈ یہ

تھی کہ میسرز ایس۔ اے۔ بلڈرز کی سابقہ کارکردگی کی بناء پر اس کو منسوخ کیا گیا۔ جو بائی پاس جیل روڈ پر بنا اس بائی پاس میں کچھ فنی نقائص تھے اور جو time limit دیا گیا تھا اس پر وہ پورا نہیں اترے۔

میاں فضل حق ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ وزیر صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جو پہلا بنا ہے وہ بائی پاس نہیں بلکہ انڈر پاس ہے۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ، میں انڈر پاس کی بات کر رہا ہوں۔

میاں فضل حق ، آپ نے بائی پاس کہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میاں صاحب شکریہ۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ ، I am sorry, I withdraw it. ۔ تیسرا فنڈز پر جو تخمینہ لاگت تھا۔ اس اہم منصوبے پر کام کی کوالٹی کو برقرار رکھنے کے لیے ٹینڈر منسوخ کرنا پڑا۔ یہ تین گراؤنڈز تھیں جن پر اس کو منسوخ کرنا پڑا۔

جناب سپیکر! 5 کروڑ 50 لاکھ پہلے ابتدائی طور پر سول ورکس کے لیے ٹینڈر ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ابھی جو اس کی دوسری requirements ہیں ' جس میں پمپنگ ' بجلی کا کام ' ڈرینج کا کام ' ٹائل ورک اور واپڈا ' سوئی گیس ' ٹیلیفون ' ان محکمہ جات کے ساتھ جو بھی ایل۔ ڈی۔ اے نے اپنے تخمینے کے مطابق خرچ کرنا ہے وہ رقم اس سے علیحدہ ہے۔ تو یہ خبر اس حوالے سے کہ 3 کروڑ روپے کا محکمہ کو نقصان ہوا ' یہ بالکل بے بنیاد طور پر اخبار میں آئی ہے۔ جس کا حقیقت سے تعلق نہیں ہے۔ محکمہ کو صرف اور صرف 2 لاکھ روپے کی میسرز فہیم کنسٹرکشن کمپنی کو ٹھیکہ دیتے وقت بچت ہوئی ہے۔ تو اس سلسلے میں جو میں نے جناب کے سامنے اور معزز ایوان کے سامنے حقائق بیان کیے ہیں ان کی روشنی میں ' میں گزارش کروں گا کہ یہ اس نوعیت کی تحریک التوائے کار نہیں ہے کہ جس کو فوری طور پر ٹیک اپ کیا جائے۔ مروجہ قانون کے مطابق اور ایل۔ ڈی۔ اے نے جو انفرمیشن منسٹری متعلقہ کو دی ہے وہ میں معزز ایوان کے سامنے بیان کر چکا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ جی میاں فضل حق صاحب۔

میاں فضل حق، جناب والا! بات یہ ہے کہ مجھے انتہائی افسوس ہے کہ فلور آف دی ہاؤس پر ایک معزز وزیر نے جو بات کی ہے وہ حقائق سے بالکل الگ ہے۔ میں جناب والا! کی اجازت سے جو آپ کے

knowledge میں لانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے ۔ منسٹر صاحب نے فرمایا کہ جب ایس ۔ اے بلڈرز کا ٹینڈر ہوا اس پر دوسری فرموں نے اعتراض کیا ۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ایل ۔ ڈی ۔ اے جو قانون ہے اس کے مطابق ٹینڈر کال ہوئے جب ٹینڈر کال ہوئے تو ان میں جتنی فرموں نے participate کیا اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے وہ ٹینڈر پڑھا اور انہوں نے اس انڈر بائی پاس کی technical specifications کو دیکھا۔ تو جناب والا! میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ جب ٹینڈر documents دیے گئے تو اس وقت ان فرموں نے کیوں object نہیں کیا۔ جب ٹینڈر ہو گئے اور ایس۔اے۔بلڈرز کا acceptance letter تیار ہو گیا اور اس سے دس لاکھ روپے کا Call Deposit بھی لیا گیا اب جناب منسٹر صاحب یہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ٹیکنیکل گراؤنڈز پر --- اور جناب والا! for God sake یہ ٹیکنیکل گراؤنڈز کی اتنی flimsy grounds کی بات کرتے ہیں، یہاں لوگ ایسے ہی بیٹھے ہوئے ان کو بھی پتہ ہے کہ ایل ۔ ڈی ۔ اے میں کیسے کام ہوتا ہے وہ آپ نے مل کر کام کیا that is beside the point --

چودھری گل نواز خان وڑائچ: تسیں وی تے ایسے طراں کردے رئے او۔

میاں فضل حق: چاچا تیری ٹینکی فل اے توں چپ کر کے بیٹھ ---(قہقہہ)

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! No cross talk

میاں فضل حق: جناب والا! مسئلہ یہ ہے اور میں یہ بتاؤں گا کہ اگر ---

چودھری گل نواز خان وڑائچ: پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! میرے سیاسی مسافر بھائی اور میرے لاہوری بچے --

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیے گل نواز صاحب یہ بات نہ کریں۔ میرے خیال میں آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ آپ تشریف رکھیں، کیونکہ جس طرح آپ نے آغاز کیا ہے وہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو گا۔ اس لیے مہربانی کریں۔

میاں فضل حق: جناب والا! میں معذرت چاہتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے معذرت کر لی ہے۔ میاں صاحب بڑی مہربانی۔

میاں فضل حق، جناب والا! اس کے اندر دو چیزیں ہیں۔ ایس ۔ اے بلڈرز نے جو quotation دی وہ قواعد اور قانون کے مطابق صحیح تھی۔ ایل ۔ ڈی ۔ اے کے اندر جو ٹینڈر کال ہوئے اور انہوں نے جتنی فرموں کا نام لیا ان کو وقت دیا گیا اس کے مطابق کال کیا۔ اب جناب والا! سب سے بڑی چیز جو منسٹر صاحب نے فرمائی ہے کہ اس گراؤنڈ پر ہم نے ٹینڈر دوبارہ کال کیے۔ جناب والا! میں کہتا ہوں کہ ٹینڈرز کال ہی نہیں کیے گئے اور فہیم کمپنی کے ساتھ بیٹھ کر negotiations کی گئیں اور negotiatrons کر کے ان کو ٹھیکہ دے دیا گیا جس میں انہوں نے فرمایا کہ ایل۔ ڈی ۔ اے کو دو لاکھ روپے کا فائدہ ہوا ہے ۔ جناب والا! حکومت پنجاب اور ایل ۔ ڈی ۔ اے کو تین کروڑ روپے کا نقصان ہوا ہے اور میں بتاتا ہوں کہ کیسے ہوا ہے انہوں نے generation کا کام واپڈا اور ٹائلوں کے کام کے بارے میں فرمایا ہے ۔ جناب والا ٹائل لگانے کی کتنی عجیب بات کر رہے ہیں جب ٹینڈر ہوا تو اس وقت دیواروں پر ٹائلیں نہیں لگتیں اس کے لیے کوئی دوسرا آدمی آ کر کام کرے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میاں صاحب! ایک منٹ ۔ میں نے آپ کو اجازت دی تھی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ اس پر پوری تقریر کریں اور اتنا وقت لیں، کیونکہ آپ کو پتہ ہے کہ ہمارا ۔۔

میاں فضل حق : جناب والا! میں اس کو واننڈ اپ کرتا ہوں اور میں جناب کو بتانا چاہتا ہوں کہ بات یہ ہے کہ انہوں نے جو generation کا کام اور دوسرا کام دیا ہے یہ ایس ۔ اے ۔ بلڈرز کی اس bid میں شامل ہے۔ جناب والا! یہ غور طلب بات ہے کہ ان کی جو چار کروڑ اور چالیس لاکھ کی bid تھی اس کے اندر یہ generation اور دوسرا یہ سارا کام شامل ہے اور انہوں نے فہیم اینڈ کمپنی کو صرف دوسرا کام دیا اور باقی کام extra دیا گیا جس کے لیے تین کروڑ روپے چارج کیے گئے، تو جناب والا! basic point یہ ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ ۔

میاں فضل حق، جناب والا! جو منسٹر صاحب نے کہا اور جو میں نے کہا یہ ہاؤس نے سن لیا اور سب نے سن لیا اس پر آپ اپنا جو فیصلہ صادر فرمائیں گے وہ اپنی جگہ ہے ۔ جناب میری ایک گزارش ہے کہ ایک کمیٹی بنا دی جائے اور تین دن کے اندر جب یہ ہاؤس ختم ہوتا ہے اس کی انکوائری کی جائے اور ایل ۔ ڈی ۔ اے کے بندوں کو بھی بلایا جائے اور جن کمپنیوں نے participate کیا ہے جن کو ٹینڈر ملا ہے اور جن کا ٹینڈر لے کر واپس کیا گیا ہے ان سے پوچھ لیا جائے اور حقائق آپ کے

سامنے آ جائیں گے اور آپ کو صحیح بات کا پتا لگ جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ مہربانی۔ میں نے اسے کل بھی صرف اس لیے ملتوی کیا تھا کہ وزیر موصوف تشریف نہیں رکھتے تھے تاکہ وہ اس بارے میں وضاحت کریں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے اس اسمبلی کو رولز کے مطابق چلانا ہے۔ تحریک استحقاق، تحریک التوائے کار اور سوالات کے رولز کے مطابق حوالے دیے گئے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ نہایت اہم ہے، یہ ضروری ہے اور اس میں گڑبڑ ہوئی ہو گی اس سے ہم انکار نہیں کر سکتے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ رولز کے تحت تحریک التوائے کار کے حوالے سے اس میں کیا صورتحال بنتی ہے۔ یہ جو آپ کا مسئلہ ہے یہ جو دن بدن ہمارے معاشرے میں یا ہمارے اداروں میں اس طرح کے گھپلے ہوتے ہیں ان کو ڈیل کرنے کے طریقے موجود ہیں۔ اسمبلی ایک ادارہ ہے اس کی jurisdiction کو اگر ہم over - rule کرنا شروع کر دیں اور ہر چھوٹی بات پر اس کو اگر ہم ایک Investigating Agency بنا دیں تو یہ مناسب بات نہیں ہے چونکہ آپ کے day today problems کے لیے ہمارے ملک میں proper law بھی موجود ہے تو اس لیے اگر کوئی grievances ہیں تو یہ proper forum میں جائے۔ چونکہ یہ تحریک رول ۶۷ کے دائرہ اختیار میں نہیں آتی اس لیے میں اس کو rule out کرتا ہوں۔ مہربانی، شکریہ۔

ملک محمد عباس کھوکھر، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں اسی بارے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پوری پنجاب اسمبلی کے نمائندے موجود ہیں میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کی پوری دولت کو لٹنے سے بچانے کے لیے کیا طریقہ ہے۔ ہم اس کو کس طرح روک سکتے ہیں اگر ہم یہ مسئلہ پنجاب اسمبلی میں اٹھاتے ہیں تو آپ اسے ٹیکنیکلی rule out کر دیتے ہیں باہر ہماری شنوائی نہیں آپ مجھے ذرا یہ بتائیں کہ اس کو کس طرح سے روکا جائے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، مسئلہ یہ ہے کہ اس کو روکنے کے لیے ملک میں ادارے فورم اور طریقہ کار موجود ہے، آپ وہاں جا کر اس کو پیش کر سکتے ہیں۔ اگر وہاں پر انصاف نہ ملے تو آگے اپیل کا فورم بھی ہے آپ وہاں پر fight کریں۔ جی مہربانی۔

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے باقاعدہ ضابطے کے تحت یہ جو دلیل دی ہے اس دلیل میں ترمیم ہونی چاہیے، اس لیے کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہاؤس عوامی

مفادات کو چیک کرنے کی سب سے بڑی حیثیت رکھتا ہے اور جناب سپیکر! آپ نے رولز کا حوالہ دیا ہے کہ اسمبلی کا فورم اس قابل نہیں کہ یہاں پر اس سلسلے میں بحث کی جائے۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ میرے بھائی میاں فضل حق صاحب نے سرکاری ڈکیتی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ نہ صرف یہ ڈکیتی وہاں پر ہو رہی ہے بلکہ ایل۔ ڈی۔ اے میں صبح شام چند ٹھیکیدار ایل۔ ڈی۔ اے اور TIPA کے افسروں کے ساتھ مل کر ملک و قوم کا کروڑوں روپیہ لوٹ رہے ہیں اور ایک شخص غوشال خان وہاں سے سب سے بڑا ڈاکٹر لگا ہوا ہے۔ وہ ان چوروں اور ڈاکوؤں کا سربراہ ہے اور جناب سپیکر! آپ کہتے ہیں کہ یہاں بات نہ کی جائے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ یہ مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کروڑوں اور اربوں روپے کے ٹھیکے pool کر کے من پسند ٹھیکیداروں کو دیے جا رہے ہیں اور کروڑوں روپیہ بڑھا بڑھا کر pool کیا جا رہا ہے اور کمیشنیں کھائی جا رہی ہیں۔ جناب سپیکر! اگر ہم آپ کی وساطت اس ہاؤس میں یہ مسئلہ نہیں اٹھائیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ کیا ہم کسی اور جگہ جا کر یہ مسئلہ اٹھائیں گے' میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس کے لیے کمیٹی بنائی جائے اور کمیٹی باقاعدہ فیصلہ کرے اور اس کا جو رزلٹ ہو اس کے مطابق ان ٹھیکیداروں اور ان افسروں کے خلاف پرچہ درج کروایا جائے اور ان کو ہتھکڑیاں لگا کر عدالت میں پیش کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مسئلہ یہ ہے کہ پوائنٹ آف آرڈر تو یہ قطعاً بنتا نہیں ہے۔ لیکن انھوں نے چند باتیں کی ہیں۔ تو میں ان کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ شاید ان کے علم میں بات نہیں ہے کہ ہماری ایک کمیٹی جو کہ لاء اینڈ پارلیمنٹری افیئرز کی ہے۔ جس کے چیئرمین محمود اختر گھمن صاحب ہیں۔ وہ رولز کو تبدیل کرنے اور از سر نو مرتب کرنے کی کارروائی کر رہے ہیں۔ جس میں آپ کی طرف سے فاضل اراکین اپوزیشن ممبر ہیں۔ میرے خیال میں وہ اس پر کام کر رہے ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس میں جلدی کام مکمل کر لیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم نے رولز آف پروسیجر اپنے اوپر لاگو کیے ہیں تو نئے بھی ہم لاگو کر سکتے ہیں۔ اس میں آپ جو چاہیں اور جو آئین کے دائرے کے اندر ہوں گے وہ ان میں incorporate ہوں گے۔ یہ آپ کی بات ٹھیک ہے کہ یہ صورت حال ہر ادارہ میں ہے' کوئی ایک ادارہ نہیں ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ انحطاط ہر طرف ہے۔ یہ آپ کے علم میں ہے اور میرے بھی علم میں ہے۔ اس پر ہم کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ہماری کمیٹی جو کہ رولز آف پروسیجر کو نئے سرے سے مرتب کر رہی ہے وہ جلد ہی اس پر کام مکمل کر لے گی۔ انشاء اللہ پھر ہم

کسی حد تک کچھ نہ کچھ کرنے کے قابل ہو جائیں گے ۔ اب میں نے وضاحت کر دی ہے ۔

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر! آپ کی آج کی رولنگ کے بعد تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جتنی بھی تحاریک التوائے کار یا تحاریک استحقاق ایوان میں پیش کی جاتی ہیں وہ اگر فنی طور پر خلاف ضابطہ قرار دے دی جائیں اور آپ کا ذہن یہ بات تسلیم کرنے پہ آمادہ ہو کہ کسی ایسے کیس میں جو اسمبلی میں پوائنٹ آؤٹ کیا گیا اس میں واضح طور پر فراڈ بنتا ہے اور آپ یہاں پہ بے بس ہیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اس ایوان کے تقدس کے بالکل خلاف بات ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات سنیں ۔

جناب ایس اے حمید ، جناب والا! میری بات مکمل تو ہونے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ پہلے میری بات سنیں۔ میرا آپ سے یہی تنازعہ رہتا ہے ۔ میں آپ کو پوائنٹ آف آرڈر پر بولنے کی اجازت دیتا ہوں اور میں ایک منٹ کے اندر یہ سمجھ جاتا ہوں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ۔ جب وہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا ۔ میں اس کی اجازت نہیں دیتا ۔ آپ چاہتے ہیں کہ میں پوری تقریر کر لوں۔ میں نہ بولوں اور آپ تقریر کرتے جائیں ۔ آدھا گھنٹہ تقریر کر لیں ۔ میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر بنتا نہیں ہے۔ میں اس پر رولنگ دے چکا ہوں۔ آپ اس کو زیر بحث نہیں لا سکتے ۔ میں کتنے ٹھنڈے ذہن سے صبح سے کام کر رہا ہوں اور آپ پھر بھی مصر ہیں۔

خواجہ محمد اسلام ، جناب سپیکر! پچھلے کئی دنوں سے پنجاب اسمبلی کے ایوان میں اور ہر زبان پر یہ بات عیاں ہے کہ پنجاب پولیس کو کراچی میں بھیج کر پنجاب کے ساتھ جو سازش کی جا رہی ہے --

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

سید محمد اکبر شاہ، خواجہ صاحب میرے بھائی ہیں ۔ انھوں نے ایل ڈی اے پر اتنی لمبی تقریر کی۔ لیکن اپنا کردار یہ ہے --

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر! آپ یہ ہتھوڑا پہلے رکھ دیں۔ مجھے اس سے ڈر لگ رہا ہے۔ ہم جب بھی پوائنٹ آف آرڈر پکھڑے ہوتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ مجھے پہلے

پتا تھا۔ اور میرا خیال ہے کہ یہی آپ کی چھٹی حس نے آپ کو پہلے بتا دیا تھا کہ وٹو صاحب ہم سے ملے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ سپیکر کے کنڈکٹ کو زیر بحث نہیں لا سکتے ۔ آپ مجھے ہی تنقید کا نشانہ بنائے ہوئے ہیں تو پھر اس ادارے کا تقدس کیا رہ جائے گا۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب اگر مجھے بات نہیں کرنے دیں گے تو میں واک آؤٹ کر جاؤں گا۔ آپ میری بات سنیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ بات کریں ۔ آپ نے پوائنٹ آف آرڈر کی بات تو کی نہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، آپ مجھے ہتھوڑا مت دکھائیں۔ میں اس ہتھوڑے کے خلاف واک آؤٹ کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مجھے ہاؤس کو کنٹرول کرنے کے لیے اس کو چلانا پڑتا ہے۔ کیونکہ ہاؤس میں بات نہیں سنی جاتی۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! ہم یہاں بات کرنے کے لیے آتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بات کریں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں یہ بات کر رہا ہوں کہ ہم جو بھی بات کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں مجھے پہلے پتا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ۔ میں اس کو خلاف ضابطہ قرار دیتا ہوں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، آپ کو اپنے لیڈر پر بھی شک ہے ۔ آپ نے اس کے خلاف پریس کانفرنس کی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں اس کو رول آؤٹ کرتا ہوں۔ اب ہم بجٹ پر کارروائی شروع کرتے ہیں۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ جس طرح خواجہ صاحب نے نیپا کے بارے میں کہا میں بھی آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ ہمارے اندرون شہر رنگ محل میں ایک کار پارکنگ پلازا بن رہا ہے ۔ اس میں بھی کروڑوں روپے کا گھپلا ہے۔ میں نے بھی اس کے بارے میں تحریک التوائے کار پیش کی تھی لیکن اس کی شنوائی نہیں ہوئی۔ یہ گھپلے ہی گھپلے ہیں۔ مہربانی فرما کر ایک کمیٹی بنا

دیں جو ان کی تحقیقات کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بھی پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ میں اس کو خلاف ضابطہ قرار دیتا ہوں۔

میاں فضل حق: جناب سپیکر! جو بات چل رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں محمد افضل حیات تحریک پیش کریں گے۔

میاں فضل حق: جناب والا! آپ نے مجھے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کی اجازت دی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جب آپ پوائنٹ آف آرڈر کو اس طرح misuse کریں گے تو پھر مجھے بھی اس طرح بات کرنی پڑتی ہے۔ براہ مہربانی misuse نہ کریں۔

پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

میاں محمد افضل حیات: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 86-1985ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1996ء تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 86-1985ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1996ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

میاں محمد افضل حیات: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"تجارتی حسابات ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 87-1986ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1996ء تک توسیع کر دی

جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"تجارتی حسابات ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 1986-87ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1996ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

میاں محمد افضل حیات، میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ،

"مالیاتی حسابات و مدبندی اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 1986-87ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1996ء تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"مالیاتی حسابات و مدبندی اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 1986-87ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1996ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

میاں محمد افضل حیات، میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ،

"مالیاتی حسابات و مدبندی اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 1988-89ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1996ء تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"مالیاتی حسابات و مد بندی اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 89-1988ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1996ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

میاں محمد افضل حیات، میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ،

"مالیاتی حسابات و مد بندی اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 90-1989ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1996ء تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"مالیاتی حسابات و مد بندی اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 90-1989ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1996ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب محمد عارف چٹھہ، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ،

"مالیاتی حسابات مد بندی اور ان آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 88-1987ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 ۔ جون 1996ء تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"مالیاتی حسابات مد بندی اور ان آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے

سال 88-1987ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 - جون 1996ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب محمد عارف چٹھہ، جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 89-1988 کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1996 تک توسیع کر دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 89-1988ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1996 تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب محمد عارف چٹھہ، جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 90-1989ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1996ء تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 90-1989ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1996ء تک توسیع کر دی

جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

جناب محمد بشارت راجہ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، راجہ بشارت صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب محمد بشارت راجہ، جناب سپیکر! اس سے پہلے باقی جو مجالس قائمہ ہیں، پبلک اکاؤنٹس کمیٹیز کے علاوہ ان کے متعلق جناب ہی نے ایک رولنگ فرمائی تھی کہ کمیٹیز کی رپورٹ پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ سے زیادہ توسیع نہیں کی جائے گی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا ایک بہتر نتیجہ یہ نکلا ہے کہ کمیٹیز نے اپنی regular میٹنگز کر کے اپنی رپورٹیں بھیجنے کے لیے تیزی سے پیش رفت کی ہے۔ اس لیے میری آپ کی خدمت میں یہ گزارش ہو گی کہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹیز کے لیے بھی ایک سال کی مہلت بہت زیادہ ہے۔ اب تو چونکہ اجازت ہو چکی ہے لیکن آئندہ کے لیے اس پر غور کیا جائے کیونکہ 1986 کی رپورٹیں ابھی تک نہیں آ رہیں اور پھر ان کے لیے مزید ایک ایک سال کی مہلت لی جا رہی ہے۔ اس لیے میری آپ سے استدعا ہے کہ اس وقت کو بھی تھوڑا curtail کر دیا جائے، تاکہ رپورٹیں جلد سے جلد ایوان میں آ سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، راجہ بشارت صاحب کا یہ پوائنٹ آف آرڈر بڑا معقول ہے۔ ہم اس کو زیر غور رکھیں گے۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ جن کمیٹیوں کی مہلت ہم ایک ماہ سے زیادہ نہیں دیتے اس کا جو مسئلہ ہوتا ہے، matter ہوتا ہے وہ بڑا ہی چھوٹا سا ہوتا ہے جبکہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کا کام بڑا ہی لمبا چوڑا، حساب کتاب کا ہوتا ہے۔ لیکن ان کی یہ بات جائز ہے کہ سال کی مہلت کی بجائے ذرا اس میں کچھ کمی کی جائے۔ یہ بات معقول ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس پر غور کریں گے۔

راجہ جاوید اخلاص، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، راجہ صاحب ایک منٹ ٹھہریے۔ چونکہ آپ کو بھی احساس ہے کہ آج ہمارا ووٹنگ کا دن ہے۔ آپ نے ہی تقاریر کرنی ہیں۔ کھوسہ صاحب! میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو بھی اس بات کا احساس ہے کہ آج ہمارا cut motions کا دن ہے۔ آپ کے کافی فاضل ارکین نے تقاریر کرنی ہیں۔ کوشش یہ ہے کہ ان سب کی تقاریر ہو جائیں۔ اس لیے میں آپ سے یہ کہوں گا کہ خواہ مخواہ کے پوائنٹ آف آرڈر نہ اٹھائیں یا اس طرح کی دوسری غیر ضروری باتیں نہ

کریں تا کہ ہم ایجنڈے کے مطابق زیادہ سے زیادہ کام کر سکیں۔ مہربانی۔ جی راجہ جاوید اخلاص صاحب۔

راجہ جاوید اخلاص، جناب سپیکر! میری ایک تحریک استحقاق تھی جو کہ آج پیش ہونی تھی۔ میں نے پرسوں دی تھی لیکن وہ آج ابھی تک put up نہیں ہوئی۔ اس کے بارے میں ذرا فرما دیجیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کی تحریک استحقاق سپیکر صاحب کے پاس پہنچ چکی ہے اور وہ اس پر غور کر رہے ہیں۔ جی کھوسہ صاحب! آپ کچھ فرمانا چاہتے ہیں؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! جو آج تحاریک پیش کی گئی ہیں یا جو آج پیش ہونی تھیں اس بارے میں ہم نے اپنی پارٹی میٹنگ میں یہ تصفیہ کیا کہ چونکہ آج کے دن ہی صرف کٹوتی کی تحاریک پر بحث ہو سکتی ہے لہذا ان تحاریک کو آئندہ کسی اجلاس کے لیے ملتوی کر دیا جائے تا کہ آج کٹوتی کی تحاریک پر ہماری تقاریر ہو سکیں۔ اور اس پر وزیر قانون صاحب نے بھی ہمارے ساتھ اتفاق کیا ہے۔

وزیر قانون، جی مجھے کھوسہ صاحب سے اتفاق ہے۔

مطالبات زر بابت سال 96-1995ء پر بحث اور رائے شماری

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ بڑی مہربانی۔ اب ہم اپنے ایجنڈے پر چلتے ہیں اور اب ہم گوشوارہ میزانیہ بابت سال 96-1995ء کے مطالبات زر پھر سے زیر غور لاتے ہیں۔ قواعد انضباط کار کے قاعدہ 113 کے تحت تخفیف زر کی تحاریک پر کارروائی ڈیڑھ بجے دوپہر تک جاری رہے گی اور اس کے بعد قاعدہ مذکور کے تحت guillotine کے ذریعے مطالبات زر پر رائے شماری شروع کر دی جائے گی۔ میرے خیال میں مطالبہ زر نمبر 13 ' پولیس پر ایس اے حمید صاحب نے تقریر کا آغاز کرنا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! طے یہ ہوا ہے کہ ہماری طرف سے آج مطالبہ زر نمبر 13 ' پولیس پر جناب ایس اے حمید صاحب wind up کریں گے۔

مطالبہ زر نمبر 13 (-----جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ تو ایس اے حمید صاحب مطالبہ زر نمبر 13 ' پولیس پر اپنی تقریر کا آغاز کریں۔

جناب ایس اے حمید، شکریہ جناب سپیکر۔ جناب سپیکر! پنجاب میں حکومتی کنٹرول کی ابتدا ففٹی

ففٹی فارمولے کی بنیاد پر پیپلز پارٹی اور جونیجو لیگ کے درمیان ہوئی ۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ یہ ففٹی ففٹی کا فارمولا پنجاب حکومت کو بے وزن ' بے اثر اور ناکام بنانے کے لیے اس کے سر چڑھ کے بول رہا ہے ۔ جناب سپیکر ! اس وقت پنجاب میں حکومت نام کی کسی شے کا وجود نہیں ہے ۔ یوں تو پورے ملک میں حکومت کے دن گنے جا چکے ہیں ۔ سندھ اس وقت جل رہا ہے ۔روزانہ وہاں 25/30 کے قریب بے گناہ افراد موت کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں لیکن ملک کی وزیراعظم کو کراچی کے مسئلے سے کسی قسم کا سروکار نظر نہیں آتا۔ اور جب ہمارے قائد میاں محمد نواز شریف نے سندھ کا مسئلہ حل کرنے کے لیے اپنی طرف سے تجاویز پیش کیں اور غیر مشروط تعاون کا یقین دلایا تو وزیراعظم نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ جناب سپیکر! امن و امان کے حوالے سے پنجاب کی صورت حال قابل غور ہے۔ امن و امان کی ضمانت کے عوض عوام کے تمام حقوق حکومت کے پاس رہن ہوتے ہیں۔ اور جو حکومت امن و امان بھی برقرار نہ رکھ سکے اسے حکومت کا نام دینا غلط ہے' کیونکہ حکومت نے عوام سے سب کچھ ٹیکسوں کی شکل میں لینا ہوتا ہے اور صرف ان کو امن ہی دینا ہوتا ہے ۔ جناب والا! جناب قانون سماج دشمن عناصر کے خلاف حرکت میں آ کر اپنے تقاضے پورے کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں سوسائٹی میں امن و امان کی صورت حال کا تصور کیا جا سکتا ہے ۔ پنجاب کے سیاسی پس منظر میں اسی کا تجزیہ کرنا ضروری ہے کہ قانون نافذ کرنے والے ادارے صوبے میں امن و امان قائم کرنے میں کس حد تک کامیاب رہے ہیں ۔ جناب سپیکر! میں یہاں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کروں گا کہ جو بجٹ پولیس کے لیے allocate کیا گیا ہے محکمہ اسے پوری طرح بروئے کار لا کر پنجاب میں امن وامان قائم کرنے میں ناکام رہا ہے۔ 1861ء کا پولیس ایکٹ جو کہ 134 سال پرانا ہے' برطانوی سامراج کا نشان ہے ' یہ غلامی کا نشان ہے اور برصغیر کے مسلمانوں اور دوسری قوموں کو دبانے کے لیے یہ ایکٹ نافذ کیا گیا تھا۔ لیکن 134 سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود پولیس کا یہ ایکٹ جوں کا توں موجود ہے۔ جناب والا! یہ ایکٹ اس وقت کے عوام کے لیے ایک ڈر کا نشان تھا ۔ آج پاکستان بنے ہوئے 47 سال گزر چکے ہیں لیکن یہ ڈر کا نشان آج بھی جوں کا توں موجود ہے۔ جناب سپیکر ! حکومتیں بدل گئیں ' وقت بدل گئے ' سب کچھ بدل گیا لیکن اگر کچھ نہیں بدلا تو پولیس کا رویہ نہیں بدلا۔ جناب والا ! دنیا میں پولیس مین کا تصور ایک ہمدرد ' رہنما ' کائیڈ اور محافظ کے طور پر سامنے آتا ہے۔ برطانیہ جو جمہوریت کی ماں کہلاتا ہے وہاں پر پولیس کا تصور قابل ستائش ہے لیکن اس کے برعکس پاکستان میں پولیس ڈر کا نشان ہے۔ لیکن اس

کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سرحد، بلوچستان اور سندھ کے صوبوں میں پولیس افسران اور ان کے عملے کا رویہ پنجاب کی نسبت بہتر ہے۔ جناب سپیکر! اگر ہم پولیس کا موازنہ دوسرے ملکوں سے کریں تو ہم دوسری دنیا سے سو سال اپنے آپ کو پیچھے پائیں گے۔ جناب والا! پولیس کے نظام میں بنیادی خرابی یہ ہے کہ وہاں پر ڈسپلن کا فقدان ہے۔ سیاسی اداروں کی بے جا مداخلت نے پولیس کو قدرے آزاد بلکہ بے نیاز بنا دیا ہے۔ درحقیقت آئی جی ہوم سیکرٹری کے ماتحت ہوتا ہے اور ایس ایس پی، ڈی سی کے ماتحت ہوتا ہے۔ لیکن عملی طور پر دو رنگی چل رہی ہے اور پولیس اپنے آپ کو کسی کے ماتحت تصور نہیں کرنا چاہتی اور ایسا بھی ممکن ہے کہ پولیس کا یہ نظام یہاں نافذ کر دیا جائے جس میں پولیس صرف اپنے حکام بالا کے سامنے جوابدہ ہو۔ جناب والا! آج جو کمشنری کے نظام کی بازگشت سنی جا رہی ہے۔ اگر یہ نظام نافذ کر دیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ صورت حال کچھ بہتر ہو سکے۔ لیکن آج تک اس مسئلے پر دو ٹوک پالیسی وضع نہیں کی جا سکی جس کی وجہ سے پولیس کے نظام میں ڈسپلن مفقود ہے۔ جناب والا! موجودہ صورت حال میں آئی جی اور ڈی آئی جی کی صوابدید پر ہے کہ وہ ہوم سیکرٹری، کمشنر یا ڈی سی کی بالادستی قبول کریں یا نہ کریں جس کے نتائج آج عوام کے سامنے ہیں اور کوئی آفیسر کسی سینئر کو accountable نہیں ہے۔ پولیس اپنے معاملات میں آزاد بلکہ بے نیاز ہے اور مادر پدر آزاد ہے اور اسی وجہ سے عوام کو اس کے فوائد نہیں مل رہے۔ لہٰذا آج ہمیں دو ٹوک فیصلہ کرنا ہوگا کہ اس محکمے میں ڈسپلن کی بنیاد پر اس کی کارکردگی کو بہتر بنایا جا سکے۔ جناب سپیکر! ڈسپلن کے فیصلے کے بعد پولیس کے بوسیدہ اور روایتی انتظامی ڈھانچے کے تجزیے کی ضرورت ہے۔ اس وقت پنجاب کی پولیس کا افسر یا جوان بیک وقت بے شمار فرائض کی سر انجام دہی میں اپنے کام کی کوالٹی کو بہتر انجام دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ ایک آفیسر تھانے میں ڈیوٹی دیتا ہے، کیسوں کی تفتیش کرتا ہے، عدالتی پیروی کرتا ہے، بنک ڈیوٹی دیتا ہے اور پٹرولنگ کرتا ہے۔ ساتھ وی آئی پی ڈیوٹی بھی کرتا ہے لیکن وہ کسی جگہ بھی اپنے آپ کو perfect نہیں پا سکتا اور پھر 24 گھنٹے کی ڈیوٹی کی آڑ میں جب بھی کوئی سائل تھانے جاتا ہے تو وہ اسے نہیں ملتا۔ جناب والا! آج specialization کا دور ہے۔ دنیا بہت آگے نکل چکی ہے۔ آج ہمیں چاہیے کہ پولیس میں investigation, legal cell prosecution اور ایڈمنسٹریشن کو علیحدہ علیحدہ کر کے ان کو specialize کیا جائے۔ اگر ان تمام شعبہ جات کو خود مختار بنا کر خود مختار بنیادوں پر چلایا جائے تو یقیناً

ہمیں اس کے مثبت اثرات مل سکتے ہیں ۔ جناب سپیکر ! یہ تجربہ بنگلہ دیش اور بھارت میں انتہائی مفید ثابت ہو رہا ہے ۔ اگر پنجاب میں بھی اسی تجربہ کو آزمایا جائے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے بہت سے مثبت اثرات مل سکیں ۔ جناب سپیکر! پولیس کا دائرہ اختیار لامحدود اختیارات کی وجہ سے بہت بڑھ چکا ہے ۔ پولیس آفیسر کے پاس بے حد اختیارات ہیں جو آج کی مہذب دنیا کی معراج نہیں اور پھر ان اختیارات کا استعمال اور اس کے خلاف کسی قسم کی جوابدہی نہ ہونے کی وجہ سے یہ انھیں ایک ایسی قوت بنا دیتا ہے جس سے عوام کے دلوں میں ان کے خلاف نفرت بڑھتی ہے۔ آج اس امر کی ضرورت ہے کہ پولیس کے اختیارات کے بارے میں ایسی قانون سازی کی جائے کہ ان لامحدود اختیارات کو محدود کر کے زیادتی کا خاتمہ ممکن ہو سکے ۔ جناب سپیکر! اس ملک میں ٹارچر سیلوں میں جس طرح پنجاب کے عوام کے ساتھ ظلم و ستم روا رکھا جا رہا ہے' جس طرح انھیں اپاہج بنایا جا رہا ہے قانون میں اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ تھانوں میں خواتین کی جو بے حرمتی ہو رہی ہے اور گھروں میں جو بے حرمتی ہو رہی ہے کہ کسی ملزم کو پکڑنے کے لیے پوری پوری فیملی کو تھانوں میں دھکیل دیا جاتا ہے ' یہ بھی قانون کی حدود سے بالکل تجاوز کرنے والی بات ہے۔ یہ نہ صرف ہماری زندگی میں' بلکہ ہمارے پنجاب کی پولیس کے ماتھے پر ایک بدنما دھبہ ہے۔ یہ روز مرہ کا معمول بن چکا ہے کہ شرفاء کو تنگ کرنے کے لیے پولیس ناکے لگاتی ہے۔ حالانکہ وارداتیں کرنے والے لوگ ان کی زد میں نہیں آتے۔ چھاپے اور ناجائز گرفتاری ایک عام سلسلہ بن چکا ہے اور پولیس ان کی آڑ میں گھروں میں چھاپے مار کر پورے خاندان کو ساتھ لے جاتی ہے اور انھیں اس قسم کی اذیتیں دی جاتی ہیں کہ جو بے گناہ لوگ ہوتے ہیں وہ بھی زندگی کی بہت سی مراعات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ جناب والا ! پولیس میں جن لوگوں کی شہرت اچھی نہیں ہے وہ بھی بہت سارے موجود ہیں اور پولیس میں بعض ڈکیت وردیوں میں ہیں جن کی ACR میں یہ لکھا ہوا ہے کہ انھوں نے یہ وارداتیں کی ہیں لیکن آج تک ان کی جوابدہی کے لیے کوئی سسٹم evolve نہیں ہو سکا اور وہ آج تک ڈیوٹی پر کام کر رہے ہیں اور وہ دندناتے پھرتے ہیں اور وہ محافظ کی وردی میں عوام کے حقوق پر ڈاکے ڈال رہے ہیں ۔ جناب سپیکر ! یوں تو کرپشن ہماری پوری زندگی میں ہی نہیں' بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں ہمارا پورا structure کرپشن کی وجہ سے انحطاط پذیر ہے ۔ لیکن پولیس میں یہ کرپشن انتہا کو پہنچ چکی ہے اور اس کی وجہ سے آج ہمارے تھانے دکانداریاں بن چکی ہیں جو رات کے وقت سجتی ہیں ۔

صبح کے وقت پولیس کے افسران سوتے ہیں اور وہ رات کو اپنی دکانیں سجاتے ہیں۔ جناب سپیکر! اس صوبے میں جو گاڑیاں چوری ہوتی ہیں ان کی recovery ہونے کے باوجود وہ اپنے مالکوں کو نہیں ملتیں اور اگر اصل مالک مل بھی جائے تو گاڑی کی بجائے اسے ڈھانچہ دیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پولیس میں بھی کچھ اچھے اور دیانتدار لوگ موجود ہیں لیکن ان کی مناسب طور پر حوصلہ افزائی نہیں کی جا سکتی۔ جناب سپیکر! موجودہ حکومت نے پولیس کے بجٹ میں جس طرح اضافہ کیا ہے میں اس کا ایک تجزیہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ اس وقت یہ بات قابل ذکر ہے کہ آج پنجاب میں امن و امان کی بحالی کے لیے کوئی قانون سازی کسی بھی طور پر موثر ثابت نہیں ہو سکی۔ جناب سپیکر! میں آپ کے سامنے برطانیہ کے وزیر اعظم ونسٹن چرچل کی مثال پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جب لندن پر بم باری ہو رہی تھی تو اس وقت کچھ انگریز آئے اور انھوں نے کہا کہ یہ جنگ کب ختم ہو گی۔ کیا اس میں انگریزوں کو فتح حاصل ہو گی تو ونسٹن چرچل نے یہ کہا کہ کیا آپ لوگوں کو انصاف ملتا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ ملتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ برطانیہ کو جنگ میں فتح نصیب ہو گی، اس لیے کہ جس معاشرے میں انصاف ملے وہاں پر کسی طور پر بھی شکست نہیں مل سکتی۔ جناب سپیکر! لیکن آج ہمارے معاشرے میں جو صورت حال ہے اس کے پیش نظر یہ بات واضح ہے کہ پورے ملک کا امن و امان غارت ہو چکا ہے۔ جناب سپیکر! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ کفر کی حکومت تو قائم رہ سکتی ہے لیکن ظلم کی حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔ جناب والا! یہ بات بھی واضح طور پر اس بات کا اشارہ کرتی ہے کہ جس معاشرے میں، خواہ وہ اسلامی معاشرہ ہو، خواہ اس معاشرے میں اسلامی حکومت ہو اگر وہاں پر ظلم ہو گا تو وہاں پر حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔ جناب والا! ہمیں جو فلسفہ اسلام بتاتا ہے اس میں جو قانون شہادت ہے اس میں سخت سزائیں رکھی گئی ہیں۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اگر ایک شخص کو سزا ملے تو باقی لوگ عبرت پکڑیں۔ لیکن ہمارا نظام کچھ ایسا ہے جس میں جو ملزم ہیں جو مجرم ہیں وہ سزا سے بچ جاتے ہیں اور کسی طور پر بھی وہ قانون کی زد میں نہیں آتے۔ جناب سپیکر! امریکی صدر نے سعودی عرب کے دورے کے موقع پر یہ کہا کہ سعودی عرب میں انتہائی بے رحمانہ سزائیں ہیں، بہت ظالمانہ سزائیں ہیں اور اس کے مقابلے میں شاہ فیصل صاحب نے ان سے پوچھا کہ آپ کے ملک میں روزانہ کتنے جرائم ہوتے ہیں اور سعودی عرب میں کتنے جرائم ہوتے ہیں، تو امریکی صدر خاموش ہو گئے اور ان کا جواب نہ دے سکے۔ جناب والا! میں یہاں یہ عرض کرنا چاہتا

ہوں کہ آج ہم نے پولیس کے لیے جو فنڈ رکھے ہیں ان میں کچھ ایسے ہیڈ ہیں جن کی میں وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں ۔ جناب سپیکر! ہائی وے پٹرولنگ کے لیے 3 کروڑ 90 لاکھ روپے رکھے گئے ۔ آپ ہائی وے پٹرولنگ کے محکمے کا تجزیہ بہتر طور پر کر سکتے ہیں کہ ہائی وے کی پولیس کو سوائے منتھلیاں لینے اور لوگوں سے پیسے بٹورنے کے کوئی کام نہیں۔ اسی وجہ سے آج جس طرح حادثات ہو رہے ہیں۔ آج ٹرکوں پر جو سریا اور دوسری چیزیں جو عوام کی زندگی کے لیے خطرہ ہیں' انھیں لاد کر لے جایا جاتا ہے ۔اور جناب سپیکر! بغیر لائٹ کے ٹریفک چلتی ہے لیکن انہیں پوچھنے والا کوئی نہیں ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تین کروڑ ۹۰ لاکھ روپے کی رقم بالکل ناجائز طور پر رکھی گئی ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں جناب سپیکر! پنجاب کانسٹیبلری کے لیے 51 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے جناب سپیکر! پنجاب میں پنجاب کانسٹیبلری کبھی نظر نہیں آتی۔ ہاں' اگر کبھی اپوزیشن کے اجتماعات ہوں یا کوئی جلسے ہوں تو انہیں کچلنے کے لیے پنجاب کانسٹیبلری میدان میں نکلتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب 51 کروڑ روپے کی رقم جو ان کے لیے رکھی گئی ہے 'یہ صرف بیرکوں میں بیٹھتے ہیں' ان کی کسی قسم کی کوئی ڈیوٹی نہیں' حالانکہ پٹرولنگ اور دوسرے کاموں کے لیے اس کانسٹیبلری کو لایا جا سکتا ہے۔ اور پھر جناب سپیکر! قومی رضا کار آرگنائزیشن کے لیے ۳ کروڑ ۴۴ لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ جناب سپیکر! قومی رضا کار کب نظر آتے ہیں؟ اور جب بھی کبھی کوئی ایمرجنسی ہوتی ہے تو برائے نام ان کی شکلیں نظر آتی ہیں۔ یہ قومی خزانے کو لوٹنے کے لیے ساڑھے تین کروڑ روپے کی رقم اس مد میں مختص کی گئی ہے۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

اور جناب سپیکر! پولیس ٹریننگ سنٹر کے لیے ۱۳ کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے ۔ یہ ٹریننگ ریسرچ کے لیے رکھی گئی ہے ۔ آپ خود ہی جانیں کہ پنجاب میں کون سی ریسرچ ہو رہی ہے ۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پنجاب پولیس اپنی ٹریننگ اور ریسرچ کے لیے کوئی لائحہ عمل اختیار نہیں کر سکی۔ جناب سپیکر! آج صرف ایک رسی ایک لکڑی اور ایک لنتر 'یہ ان کے پورے ریسرچ سنٹر کا سامان ہے۔ آج ان کے پاس کسی قسم کے کوئی سائنٹیفک آلات نہیں ہیں جن کی بنیاد پر ڈکیتیوں کی وارداتوں اور چوری کی وارداتوں کو اور جرائم کو کم کرنے کے لیے استعمال کیا جا سکے۔ محکمہ پولیس کے پاس ماہر نفسیات تک موجود نہیں ہیں۔ جناب سپیکر! یہ تمام ایسی باتیں ہیں جن کی بنیاد پر میں یہ

سمجھتا ہوں کہ پنجاب پولیس کو جو رقم ۵ ارب ۱۰ کروڑ ۷۲ لاکھ روپے کی دی گئی ہے وہ اس رقم کو خرچ کرنے میں کسی طور پر اپنے آپ کو اہل ثابت نہیں کر سکی ۔ اس لیے میں اسے مسترد کرتا ہوں۔ پنجاب پولیس کی کارکردگی بھی میں نے آپ کے سامنے پیش کر دی ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ منشیات کے خاتمے کے لیے کوئی سپیشل سیل بنایا جائے ۔ کیونکہ اب ہمارے صوبے میں ۲۵ لاکھ سے زائد نشہ کرنے والے لوگ موجود ہیں جو نشے کے عادی ہو چکے ہیں۔ جناب سپیکر! مقدمات کی تفتیش کے لیے پی ڈی ایس پی جو کہ ایس پی کے ماتحت ہوتا ہے اس کو علیحدہ کر کے ماہرین قانون سازوں کا ایک بورڈ بنایا جائے تاکہ جب بھی کبھی کسی مقدمے کی تحقیق ہو تو وہ اپنی آزادانہ رائے دے سکے ۔ ایس پی کے ماتحت جو بھی پی ڈی ایس پی ہو گا وہ اپنی آزادانہ رائے نہیں دے سکے گا۔ پھر جناب سپیکر! آج تو سپیشلائزیشن کا دور ہے اور ہر برانچ کے ذمے علیحدہ علیحدہ کام لگانے کے بعد ہم پولیس کے معیار کو بہتر بنا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! یہ میری چند گزارشات تھیں جو آج میں نے آپ کے سامنے پیش کیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب پولیس کو جو بجٹ دیا گیا ہے وہ اس کی کسی طور پر بھی اہل نہیں اور اس نے اپنی کارکردگی کو کسی طرح بھی ثابت نہیں کیا لہٰذا میں اسے مسترد کرتا ہوں ۔ شکریہ۔

جناب سپیکر ، اب میں محترم وزیر قانون کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر! مطالبہ زر نمبر ۱۲ پولیس کی مد میں اپوزیشن کے فاضل اراکین کی طرف سے کٹوتی کی یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ ۵ ارب ۱۰ کروڑ ۷۲ لاکھ ۴۷ ہزار ۸ سو روپے کی کل رقم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بلا جواز ہے۔ جناب سپیکر! فاضل اراکین نے اپنی تقاریر میں محکمہ پولیس کے ملازمین کو اس طرح سے ظاہر کیا ہے کہ جیسے یہ اس معاشرے کا حصہ نہیں۔ ان کے ذمے جو سرکاری ذمہ داری لگا دی گئی ہے اس میں انہیں قطعی کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ جناب سپیکر! بے شک انتظامیہ کے یہ افسران اور ملازمین سرکاری ملازم ہیں اور سرکاری فرائض کی ادائیگی ان کی ذمہ داری ہے لیکن وہ بھی انسان ہیں اور انسانی حیثیت میں انہوں نے اپنی صلاحیتوں کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ مختلف واقعات میں معاشرے کے حالات کے لحاظ سے ان سے اکثر کوتاہیاں سرزد ہوتی ہیں اور بعض افسران بعض ملازمین جان بوجھ کر بھی اپنی ذمہ داریوں میں کوتاہی اور غفلت کے مرتکب پائے جاتے ہیں اور مرتکب ہوتے ہیں۔ لیکن مجموعی طور پر

پولیس کی کار کردگی درست ہے۔ جناب سپیکر! پولیس کا عملہ کوئی آسمانی مخلوق نہیں ہے۔ یہ بھی اسی معاشرے کے رہنے والے ہیں' یہ ہمارے ہی معاشرے سے تعلق رکھنے والے ہمارے ہی عزیز واقارب ہیں ۔ یہ اسی پنجاب کے باشندے ہیں اور پنجاب کے باشندے ہونے کی حیثیت سے اور محکمے کے ملازم ہونے کی حیثیت سے پنجاب کے عوام کے لیے ان کے دلوں میں بھی درد موجود ہے ۔ ان کی محض کوتاہیوں کو سامنے رکھ کر انہیں مورد الزام ٹھہرانا اور ان کی کوتاہیوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا کہ ان کے لیے جو بجٹ مختص کیا گیا ہے یہ غیر ضروری ہے اور بلا جواز ہے اس لیے اسے کٹوتی کی تحریک کے ذریعے مسترد کر دیا جائے ۔ جناب سپیکر! یہ مطالبہ ہمارے معاشرے کو مفلوج کرنے کا مطالبہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مہنگائی میں اضافہ ہونے کے بعد موجودہ بجٹ جو محکمہ پولیس کے لیے رکھا گیا ہے یہ انتہائی ضروری ہے۔ گزشتہ سال کے عرصے کے دوران اگر آپ دیکھیں تو صورت حال یہ رہی ہے کہ پنجاب پولیس نے اپنی اعلیٰ کارکردگی کی بدولت فرقہ واریت اور تشدد کے رجحان کو ختم کرنے کے لیے حکومتی پالیسی پر ' حکومتی پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے عملی اقدامات کیے۔ جرأت اور دلیری کے ساتھ اقدامات کیے جس کے نتیجے میں صوبہ بھر میں امن عامہ کی فضا بہتر ہوئی اور پولیس کے ملازمین نے اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے حکومت کی اس ترجیح کو پورے صوبہ کے اندر عملی جامہ پہنایا۔ جناب سپیکر! اگر فرقہ واریت کے حوالے سے دیکھا جائے تو ۱۹۹۰ء میں فرقہ واریت اپنے عروج پر تھی۔ پھر جناب سپیکر! ۱۹۹۲ء میں فرقہ واریت کے نتیجے میں ایک سال کے عرصہ میں ۵۸ افراد ہلاک ہوئے۔ جب کہ ۱۹۹۱ء میں ۴۷ افراد ہلاک ہوئے۔ لیکن جناب سپیکر! ۱۹۹۴ء کے اواخر میں فرقہ واریت کی لہر میں ایک دفعہ پھر تیزی آئی تو وزیر اعلیٰ پنجاب کی قیادت میں پی ڈی ایف کی حکومت نے فرقہ واریت پھیلانے والے اور امن عامہ کو خراب کرنے والے عناصر کے خلاف' دہشت گرد عناصر کے خلاف اتنے زبردست اقدامات کیے جس کے نتیجے میں اس وقت پورے صوبے کے اندر ہر شخص سکھ کا سانس لے رہا ہے۔ اور فرقہ واریت پر محکمہ پولیس کے تعاون کے ذریعے قابو پا لیا گیا ہے ۔ جناب سپیکر! پھر اسلحے کی اس طریقے سے ریل پیل تھی اور ایسا لگتا تھا کہ بڑے شہروں اور چھوٹے دیہاتوں کے اندر بھی لوگ اسلحہ اٹھائے پھرتے تھے ۔ حکومت نے اس کے لیے اور تخریب کاری کے ان واقعات پر قابو پانے کے لیے ۱۱ (بی) کا نفاذ کیا اور محکمہ پولیس کے ملازمین نے اس بارے میں بھی عملی اقدامات کیے۔ جناب والا! اگر اس بات کا جائزہ لیا جائے تو 1995-96ء کا پولیس بجٹ پنجاب کے کل بجٹ کا صرف 5.27% ہے اور اس میں تنخواہ الاؤنس 79.21 فیصد ہے۔ جبکہ باقی کا بجٹ دوسرے

معاملات کے لیے ہے۔ اس وقت پنجاب کی آبادی 6 کروڑ 88 لاکھ 28 ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ اور انہیں قانونی تحفظ فراہم کرنے کے لیے ' پولیس کے لیے یہ بجٹ انتہائی ضروری ہے۔ اور جہاں پر انہوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ بلوچ نیوی اور بارڈر ملٹری پولیس کے لیے اتنی زیادہ رقم کیوں مختص کی گئی ہے۔ جناب والا! یہ رقم بھی انتہائی ضروری ہے۔ اس لیے کہ بلوچ نیوی اور بارڈر ملٹری پولیس ضلع ڈیرہ غازی خان ' راجن پور اور قبائلی علاقوں میں امن و امان قائم رکھنے اور جرائم کے قلع قمع کے لیے اپنی ذمہ داریاں ادا کرتی ہے۔ اور پھر جناب والا! جو ضلعی سطح پر 25 کروڑ روپے کی مد رکھی گئی ہے اس پر اعتراض اس لیے بلاجواز ہے کہ جدید سہولیات ٹرانسپورٹ' وائرلیس سیٹ ' bullet proof جیکٹس ' اسلحہ اور دیگر سازو سامان مہیا کرنے کے لیے یہ ضلعی پولیس کے لیے مختص کیے گئے ہیں۔ جناب والا! 1994ء میں پولیس کے 25 ملازمین اور افسران۔۔

سید ظفر علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ جی شاہ صاحب۔

سید ظفر علی شاہ: جی سر! میں پوائنٹ آف آرڈر پہ ہوں۔ جناب لاءمنسٹر صاحب فرما رہے تھے کہ ہم نے جدید اسلحہ خریدنا ہے اور وغیرہ وغیرہ بہت ساری چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ میں ان کی اطلاع کے لیے بلکہ ان کے بھلے کے لیے بھی آپ کی وساطت سے میں ان کو ایک مشورہ بھی دے رہا ہوں۔ کہ اس کے علاوہ 96-1995ء کے بجٹ میں ایک کروڑ 30 لاکھ روپے کی مد رکھی گئی ہے۔ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ڈیمو کریٹک پراسس میں کبھی آج کی اپوزیشن کل کی گورنمنٹ بن سکتی ہے اور کل کی گورنمنٹ یقیناً اپوزیشن بنے گی۔ اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ وہ ایک کروڑ 30 لاکھ کی مد جو (interruptions) اچھا نہ سہی۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے عرض کر رہا تھا۔ یہ پہلے سن لیں۔ کہ ایک کروڑ 30 لاکھ روپے کی مد "purchase of anti equipments and tear gas". میں اس لیے ان کے بھلے کی بات کر رہا ہوں کہ اگر آج 96-1995ء کے بجٹ میں انہوں نے یہ مد رکھ دی تو یہ ایک کروڑ 30 لاکھ روپے کی آنسو گیس وغیرہ ان پر استعمال ہونی ہے۔ یہ ابھی سے سوچ لیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ جناب لاء منسٹر۔

وزیر قانون ، جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ 1994ء میں صوبہ پنجاب کے عوام کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے محکمہ پولیس کے 25 افسران اور ملازمین نے جام شہادت نوش

کیا۔ اور 54 ملازمین اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے زخمی ہوئے۔ جبکہ 1995ء میں 31 مئی تک 10 پولیس ملازمین اپنے فرائض منصبی ادا کرتے ہوئے شہید ہوئے اور 25 ملازمین زخمی ہوئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ محکمہ جس کے ملازمین پنجاب کے عوام کو تحفظ دینے کے لیے اپنی جانیں بھی قربان کرتے ہیں ان کے لیے مطالبہ زر نمبر 13 میں رکھی گئی رقم بالکل جائز ہے اور کٹوتی کی تحریک بلاجواز ہے اسے مسترد کیا جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ:

"5 ارب 10 کروڑ 72 لاکھ 47 ہزار 800 روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 13 پولیس کو کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 5 ارب 10 کروڑ 72 لاکھ 47 ہزار 800 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب وزیر خزانہ تشریف لے آئے ہیں۔ وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر 16 پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر 16

وزیر خزانہ: جناب والا میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو 4 ارب 74 کروڑ 21 لاکھ 91 ہزار 210 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1996ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات صحت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ،

"ایک رقم جو 4 ارب 74 کروڑ 21 لاکھ 91 ہزار 210 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1996ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات صحت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، ارشد عمران سلہری، اپوزڈ۔

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 16 میں تخفیف کی ایک تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ چودھری محمد اقبال، سید تابش الوری، جناب ایس اے حمید، جناب محمد منشاء اللہ بٹ، جناب شاہد ریاض ستی، چودھری محمد ریاض، جناب عبیداللہ شیخ، میاں عمران مسعود، میاں محمد عاقب خورشید، سید محمد عارف حسین بخاری، سید ظفر علی شاہ، میاں عثمان ابراہیم، میاں معراج دین، جناب عبدالروف مغل، رانا محمد اقبال خان، جناب ارشد عمران سلہری، راجہ جاوید اخلاص، ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب امتیاز احمد، جناب محمد افضل ساہی، جناب انعام اللہ خان نیازی اور صاحبزادہ محمد فضل کریم۔ اور چودھری محمد اقبال اپنی تخفیف کی تحریک پیش کریں گے۔ جناب میاں عمران مسعود صاحب پیش کریں گے۔ کیا ڈاکٹر شفیق صاحب پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ہاں تو ڈاکٹر محمد شفیق صاحب تخفیف کی تحریک پیش کریں گے۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب سپیکر! میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ،

"۴ ارب ۷۴ کروڑ ۲۱ لاکھ ۹۱ ہزار ۲ سو ۱۰ روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر ۱۶ خدمات صحت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ،

"۴ ارب ۷۴ کروڑ ۲۱ لاکھ ۹۱ ہزار ۲ سو ۱۰ روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر ۱۶ خدمات صحت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

وزیر قانون، جناب والا! میں اپوز کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، اب اس تحریک کے محرکین کو تقریر کی اجازت ہے۔ جو نام مجھے دیے گئے ہیں اس کے مطابق سب سے پہلے ڈاکٹر محمد شفیق صاحب تقریر کریں گے۔ کچھ اس طرح کا اندازہ رکھیے کہ جو صاحب پہلے تقریر کریں، جو بحث کی opening کریں وہ کوئی دس سے بارہ منٹ لیں اور دوسرے حضرت آٹھ سے دس منٹ تک لیں۔ تو اس طرح سے شاید ہم منزل تک بر وقت پہنچ جائیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، اے خدا! مجھے اس علم سے بچا، جس کا نہ مجھے فائدہ ہو نہ کسی کو فائدہ ہو۔اور ہمارے پنجابی میں ایک مثال ہے کہ لعنت اس سونے پہ جو کانوں کو کاٹے۔ حضور والا! ہماری ہیلتھ سروسز کا جو حال ہے، وہ بالکل ان کا آئینہ دار ہے، کیونکہ ہمارے ہاں محکمہ صحت کا نام ضرور ہے، ان کے بورڈ نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کے پیچھے کسی قسم کی عمل کی روح نہیں اور ظاہری طور پر نمود و نمائش کا ضرور اہتمام کیا گیا ہے۔ میں اپنی بات کا آغاز اپنے ایک پیارے دوست جناب رانا اکرام ربانی صاحب سے ہی کروں گا، کیونکہ جب وہ تشریف لائے تھے تو بہت ہی جوش جذبے سے وہ سرشار تھے اور وہ کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یا تو ان کا جذبہ ماند پڑ گیا ہے، یا وہ بھی مصلحتوں اور مصالحتوں کا شکار ہو گئے ہیں۔ اور یا انھیں پھر وزیر اعلیٰ صاحب نے کچھ extra curricular activities ایسی سونپ رکھی ہیں کہ وہ صحت کے بجائے امن عامہ یا پھر ایک نیا محکمہ جو کل پرسوں پتا چلا ہے کہ انھیں محکمہ سپورٹس دے دیا گیا ہے، political sports کہ "کھیڈاں گے نہ کھیڈن دیاں گے"، اور وہ سیاسی کھلاڑیوں کے کوچ کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ جناب والا! سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے وزیر صحت کو اپنے محکمے کی طرف بھرپور توجہ دینی چاہیے۔ اور اس سے اگر ان کا کوئی وقت بچے تو پھر باقی کارروائیوں کی طرف جانا چاہیے۔ لیکن ہماری حکومت ان پر زیادہ بوجھ ڈال رہی ہے اور ان کا ناجائز استعمال کر رہی ہے۔

حضور والا! محکمہ صحت کو جب ہم analyse کریں گے، اس کو dissect کریں گے تو اس کی مختلف dimensions ہیں۔سب سے پہلے جس بات پر میں زور دینا چاہتا ہوں وہ ہمارے ہاں طبی تعلیم ہے۔ ایک بہت ہی اچھا مقولہ ہے۔ ابن خلدون نے کہا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روشنی میں کہا ہے کہ علم صرف دو ہیں۔ علم الادیان اور علم الابدان۔ اعلیٰ علم دین کا ہے اس کے بعد بدن کا علم ہے۔ لیکن جتنی غفلت ہمارے ہاں ہیلتھ ایجوکیشن کے بارے میں ہے وہ دنیا کے کسی خطے میں نہیں پائی جاتی۔ ہمارے ہاں دو شعبوں میں، اس کے ساتھ ساتھ سیاست کا بھی یہی حال ہے۔ ہر

چیز کی qualification موجود ہے ۔ چپڑاسی بننے کے لیے qualification موجود ہے۔ ڈرائیور بننے کے لیے، کلرک بننے کے لیے، افسر بننے کے لیے۔ لیکن اگر کوئی qualification نہیں تو وہ سیاست دان بننے کے لیے نہیں۔ اور اسی طرح سے طبیب بننے کے لیے ڈاکٹر بننے کے لیے کوئی qualification کی ضرورت نہیں۔ آپ ہر روز اشتہار پڑھتے ہیں ـــ

جناب سپیکر، ڈاکٹر صاحب! جس طرح کی لمبی تمہید فلسفیانہ اور عالمانہ آپ باندھ رہے ہیں یہ تقریر دس منٹ میں سمٹے گی نہیں۔ ذرا خیال فرمائیے۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، میں انشاء اللہ کوشش کروں گا سر۔ تو جناب والا! گھر بیٹھے بٹھائے ڈاکٹر بنیے اور لاکھوں کمائیے۔ اور اس طرح سے دوسرے جو اشتہارات ہمیں پڑھنے کو ملتے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم صحت کی طرف کتنی توجہ دیتے ہیں۔ اور یہاں پر بل ضرور پاس ہوا ہے لیکن اس پر عمل ابھی نہیں ہوا کہ دیواروں پر اشتہار نہیں لگنے چاہییں۔ اور جب کوئی غیر ملکی اگر ان اشتہارات کو بغور پڑھے اور اس کا اس کو ترجمہ سمجھا دیا جائے تو ہمارے بارے میں وہ ایک مختلف رائے قائم کرے گا۔ ہمارے ہاں تین طرح کے جو سسٹم ہم نے allow کر رکھے ہیں ' ایلوپیتھک' ہومیوپیتھک اور یونانی۔ ان کی جو scientific grounds ہونی چاہییں' ان کو صحیح لائنوں پر ہمیں چلانا چاہیے اس کی طرف proper توجہ نہیں۔ ہمیں ان کی سرپرستی ضرور کرنی چاہیے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ حکماء جو راز سینہ بہ سینہ اگر لیے پھر رہے ہیں تو ان کے اوپر کوئی ریسرچ کا اہتمام ہونا چاہیے اور ہمدرد جیسے institution سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیں پنجاب کے اندر بھی کوئی ایسے ادارے قائم کرنے چاہییں' اس کے اندر ہمیں کوئی active principles ملتے ہیں ان کو آگے ضرور بڑھانا چاہیے۔ لیکن اندھا دھند ان پڑھ حکیم' ان پڑھ ہومیوپیتھک ڈاکٹر اور پھر ہم نے انھیں سرکاری ہسپتالوں میں بھی جگہ دے دی ہے۔ جس انداز میں وہ صحت سے کھیل رہے ہیں وہ تو بدترین مثال ہے۔ لیکن ہمارے trained ڈاکٹروں کا یہ حال ہے کہ وہ ڈاکٹر جن پر ہمارا انحصار ہے' اول تو ان کے داخلے کا صحیح بندوبست نہیں۔ ہمارے ہاں میرٹ پالیسی جو بنائی جاتی ہے وہ ایف۔ ایس سی کے نمبروں کی بنیاد پر۔ اور امتحانی مراکز کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ وزیر تعلیم صاحب کو توجہ دینی چاہیے کہ آئندہ میڈیکل کالجوں کے داخلوں کے سلسلے میں یہاں پر مقامی طور پر میڈیکل کالج کے ذریعے exclusive امتحان ہونا چاہیے جس کے ذریعے سے ہم نئے آنے والے ڈاکٹروں کو داخلہ دیں۔ کیونکہ

صرف ایف۔ ایس۔سی کے نمبروں کی بنیاد پر داخلہ دینا ظلم ہے' کیونکہ وہاں نقل کے ذریعے' سفارش کے ذریعے نمبر مل جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارے ہاں میڈیکل یونیورسٹی کا قیام بہت ضروری ہے۔ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج یہاں کا سب سے پرانا طبی ادارہ ہے۔ اس کو یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے اور اس کے ساتھ باقی میڈیکل کالجوں کو منسلک کیا جائے تاکہ یہ اپنا curriculum خود بنائیں اور پنجاب یونیورسٹی کے پاس ویسے ہی وقت نہیں ہے۔ اور وہاں سے چھٹکارا حاصل کر کے ہم ایک اپنی میڈیکل یونیورسٹی بنائیں۔ اگر انجینئرنگ یونیورسٹی ہو سکتی ہے تو میڈیکل یونیورسٹی اس سے زیادہ ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں پرائیویٹ میڈیکل کالجوں سے migration کا سلسلہ بند کرنا چاہیے' کیونکہ یہاں پر بقائی میڈیکل کالج سے migrations ہوئیں اور ان کی مخالفت کے صلے میں ایک سینیئر 'معزز اور ایسے سرجن کو اپنی نوکری سے ہاتھ دھونے پڑے۔ انھوں نے بطور احتجاج استعفیٰ دیا۔ لیکن انھوں نے شرم دلانے کے لیے' ہمیں حیا دلانے کے لیے ایسا قدم اٹھایا۔ لیکن ہم نے ڈھٹائی اور بےشرمی کے ساتھ ان کا استعفیٰ منظور کر لیا اور ان کو گھر بھیج دیا۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ بہت ہی موثر ترین لوگوں میں سے ہیں اور وہ کافی influential ہیں۔ ان کے ساتھ اگر یہ حشر ہو سکتا ہے تو باقیوں کے ساتھ کیا ہوگا۔ میڈیکل کالج جس کو ہم نے سیاسی اکھاڑہ بنا رکھا ہے۔ وہاں پہ بچے تعلیم کم حاصل کرتے ہیں اور وہاں سیاست زیادہ ہوتی ہے۔ وہاں کے جو ہیڈز ہیں ان کی appointment کی طرف ہم proper توجہ نہیں دے رہے۔ اور سب سے بدترین مثال میرے اپنے شہر کے پنجاب میڈیکل کالج کی ہے کہ ڈیڑھ سال ہونے کو ہے وہاں پر پرنسپل ہی نہیں ہے۔ اور ایسا دور بھی آیا کہ ڈاکٹروں کے سرٹیفکیٹس پہ ہیڈ کلرک نے sign کیے۔ اور ان کی تنخواہیں بھی بند ہوتی رہیں۔ اور یہ مسئلہ مصلحتوں اور مصالحتوں کا شکار ہوا۔ عدالتوں میں کیس چل رہے ہیں۔ اس کے بارے میں میں یہ کہوں گا کہ وہاں کسی سینیئر ڈاکٹر کو بھیجا جائے۔ اگر وہاں کے ڈاکٹر نہیں چلا سکتے باہر سے بھیجا جائے۔ لیکن وہاں کے ماحول کو ضرور ٹھیک کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ میڈیکل ایجوکیشن میں نرسنگ کا شعبہ بہت ضروری ہے۔ میں نہایت افسوس سے یہ کہوں گا کہ ہمارے ہاں پہلے تو ہم نرس کو عزت اور احترام کا وہ مقام نہیں دیتے جس کی وہ حق دار ہے۔ اس کے لیے ہمیں اپنے رویوں کو بدلنا ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی ڈگریوں کا اہتمام کریں۔ ہمارے ہمسائے ملک ایران کے اندر جو بھی نرس باہر آتی ہے' پاسنگ آؤٹ کر کے آتی ہے اس کو بی۔ ایس سی' ایم۔ ایس سی کی ڈگری دی جاتی ہے' حتیٰ کہ وہاں پی۔ ایچ ڈی ہوتی ہیں۔ ہمیں انھیں احترام دلانے کے لیے بی۔ ایس سی' ایم۔ ایس سی کی ڈگری دینی چاہیے۔ ان کا نصاب بہتر کرنا

چاہیے اور اسی طرح ان کے گریڈوں کو بہتر بنانا چاہیے۔ جناب والا! یہ ڈاکٹر جب باہر جائیں گے تو علاج کی طرف توجہ دیں گے۔ اور ہمارے ہاں پرہیز سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ علاج کا درجہ بعد میں آتا ہے۔ اب حفظان صحت کا یہ حال ہے کہ ای پی آئی' ۱۹۹۲ء کے اندر جو immunization کا پروگرام تھا وہ اپنی اعلیٰ ترین منازل تک پہنچ چکا تھا۔ لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ ہمارے محبوب وزیر صحت نے خود اعتراف کیا ہے کہ پاکستان کے اندر یہ جو immunization ای پی آئی کا پروگرام ہے وہ جبوتی اور یمن کی سطح پر آ گیا ہے۔ اور اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ وہاں پر بھی توجہ نہیں دی جا رہی۔ وہاں جتنی گاڑیاں ہیں ان میں سے آدھی خراب ہیں اور آدھی ایسے کاموں میں استعمال ہو رہی ہیں جو کہ محکمے سے باہر ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ صحت کا جو پروگرام ہے اس کے اوپر quality پر زور ہونا چاہیے۔ ہم اس وقت quantity پر تو زور دے رہے ہیں' تعداد بڑھا رہے ہیں' لیکن quality کو بہتر کرنے کی طرف توجہ نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ میں یہ کہوں گا کہ علاج کا یہ عالم ہے کہ آپ کسی بھی سرکاری ہسپتال میں چلے جائیں' بی ایچ یو میں چلے جائیں تو وہاں پر ڈاکٹر نہیں ملتے۔ اور اس کے بعد دوسرا عملہ غیر حاضر پایا جاتا ہے۔ اور اگر کہیں غلطی سے مل بھی جائے تو کسی بی ایچ یو میں کوئی دوائی نہیں ملتی۔اور یہ عالم صرف BHU تک نہیں' بلکہ بڑے ہسپتالوں کا یہ عالم ہے کہ میرے ساتھی ایس اے حمید صاحب بتا رہے تھے کہ کل میو ہسپتال جیسے ادارے میں بھی سرنج اور کاٹن نہیں تھی۔ اور اس کے مقابلے میں ہر سرکاری ہسپتال کے باہر نہ صرف میڈیکل سٹورز کھلے ہوئے ہیں بلکہ بڑے بڑے ہسپتال جنم لے چکے ہیں۔

جناب سپیکر، ڈاکٹر صاحب! مہربانی کر کے wind up کیجیے۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب والا! یہ تو دکھ بہت بڑے ہیں۔ تو گزارش یہ ہے کہ ہمیں پرائیویٹ ہسپتالوں کو کنٹرول کرنا چاہیے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جتنے ہم سرکاری الوں تلوں پر خرچ کرتے ہیں اس کے مقابلے میں ہمارے جو ٹیچنگ میڈیکل کالجز ہیں' ٹیچنگ ہسپتال ہیں ان کے اندر جتنے consultants ہیں ان کو ان کی ضروریات کے مطابق تنخواہیں دی جائیں اور ان کی پریکٹس پر پابندی لگنی چاہیے۔ اور اس سلسلے میں وزیر صحت صاحب کوشش کر رہے تھے لیکن ابھی تک میرا خیال ہے کہ خاطر خواہ نتائج تک وہ نہیں پہنچ پائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ میں یہ عرض کروں گا کہ appointments کے سلسلے میں posting and transfer کے سلسلے میں بھی مصلحتیں اور مصالحتیں

آگے آ رہی ہیں۔ دیانت اور صلاحیت کو بنیاد نہیں بنایا جا رہا۔ اور ایک ایسے سابقہ ڈی جی ہیلتھ جن کو کہ بعد میں میو ہسپتال کا ایم ایس لگا دیا گیا۔ انھوں نے وہاں ۱۳ کروڑ روپے کے SAF کے پروگرام میں سب فراڈ کیا۔ اور ہمارے وزیر صحت جیسے ایماندار شخص جن کا ماضی شاندار ہے اور جن کو میں بطور قائد حزب اختلاف جانتا ہوں ان پر بھی کیچڑ اچھلا۔ اور اب سنا گیا ہے کہ اسی سابقہ ڈی جی ہیلتھ کو ایم ایس کو مزید دو سال کی extension دی جا رہی ہے۔ تو اس سلسلے میں بھی وزیر صحت صاحب سے کہنا ہے کہ مہربانی کر کے appointments کرتے وقت دیانتدار اور باصلاحیت لوگوں کو آگے لائیں۔ اور اگر کوئی دوست' ان کا بھائی ' ہم میں سے یا ان میں سے ' ایم این اے یا ایم پی اے زیادہ ناجائز ضد کرتا ہے تو کسی بھی قسم کے influence میں آ کر اس قسم کی appointments نہ کریں۔

جناب سپیکر، بہت بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب والا! آخر میں میں ان کی خدمت میں ایک شعر پیش کر کے اپنی بات ختم کروں گا۔ معاملات نیت سے حل ہوں گے۔ اگر ہماری نیت معاملات حل کرنے کی نہیں ہو گی اور صرف سروس دینے تک بات ہو گی تو پھر بات نہیں بنے گی۔ کیونکہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

امیری میں فقیری میں شاہی میں غلامی میں
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے جرأت رندانہ

تو میں ان کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ وہ جرأت رندانہ کو عمل میں لاتے ہوئے اپنے محکمے کی کارکردگی کو بہتر بنائیں۔ شکریہ!

جناب سپیکر، بہت شکریہ! اب دعوت خطاب میاں عمران مسعود کو دی جاتی ہے۔ میاں عمران مسعود!

میاں عمران مسعود، Thank you Mr. Speaker جناب والا! جس طرح آپ نے ابھی حکم دیا I would try to be very precise and concise also and would try to avoid the repetition of the figures and matters also. جناب سپیکر! ٹائم چونکہ بڑا کم ہے میں کوشش کروں گا کہ جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ میں کہہ سکوں۔ جناب والا! عام طور پر یہ trend دیکھا جاتا ہے کہ جو بھی ڈاکٹر چاہے وہ fresh graduate ہو یا کوئی اچھا پروفیسر ہو وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ لاہور میں یا راولپنڈی میں یا بڑے بڑے جو main cities ہیں اس میں جا کر وہ اپنی پریکٹس کرے۔ اور وہیں جا کر

وہ نوکری حاصل کرے ۔ جناب والا! یہ جو trend ہے اس کو بڑی حد تک کم کیا جا سکتا ہے اور اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ ضلعی سطح پر ' ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر اور ڈویژن ہیڈکوارٹر پر جو ہمارے سرکاری ہسپتال ہیں ان میں ہم اگر اتنی سہولیات دے دیں' مریضوں کو وہاں سہولیات میسر آ جائیں تاکہ وہ بڑے شہروں کی طرف رش مت کریں۔ لہٰذا اس trend کو ہم کم کر سکتے ہیں۔ جناب والا! ایک بہت بڑی colossal amount جو کہ ۴ ارب ۷۴ کروڑ ۲۱ لاکھ ۹۱ ہزار ۲ سو دس روپے کی ڈیمانڈ یہاں پر رکھی گئی ہے لیکن جناب والا! حکومت نے ابھی تک اپنی پالیسی جو کہ balanced and public welfare oriented ہونی چاہیے تھی اس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکے ۔انھوں نے ایک بہت بڑی amount جو کہ ٹیچنگ ہسپتال اور ٹیچنگ اداروں کے لیے رکھی گئی ہے ۔ بے شک انھیں رکھنا چاہیے۔ اور انھیں زیادہ اہمیت بھی دینی چاہیے ۔لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب بھی کوئی سٹوڈنٹ میڈیکل کالج میں داخلہ لینے کے لیے جاتا ہے تو اس کو admission policy دکھا دی جاتی ہے۔ لیکن میرے نوٹس میں ابھی پچھلے دنوں جب admissions ہوئیں تو تین ایسی admissions ہوئیں جو کہ پالیسی کے بغیر ہوئی تھیں اور میں نے منسٹر ہیلتھ کو اس وقت بھی نوٹ کروایا تھا۔ کہ یہ جو admission policy کے خلاف admissions ہوئی ہیں اگر ہم اس trend کو کم نہیں کریں گے تو جن طلباء کا میرٹ بنتا ہے ان کا حق مارا جائے گا۔ جناب والا! Teaching Institutions میں پروفیسرز کا جو trend ہمیں دیکھنے میں ملتا ہے وہ خاص طور پر کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج اور علامہ اقبال میڈیکل کالج اور اس طرح کے بےشمار لاہور کے بڑے بڑے institutions ہیں ان کے پروفیسرز کی حاضری کا جو سلسلہ ہے وہ بالکل برائے نام ہی حاضری ہوتی ہے۔ بڑے institutions میں اس لیے اپنی ٹرانسفر کروائی جاتی ہے تاکہ وہاں سے وہ patients کو کسی طریقے سے grab کر سکیں۔ اور وہاں سے prey catching کر سکیں۔ اور ان patients کا آپریشن یا ان کی prescription انھیں institutions میں نہیں دی جاتی بلکہ انھیں یہ بتایا جاتا ہے کہ تم شام کو ہمارے کلینک پر پہنچ جاؤ ۔ پھر وہاں پر ان سے بھاری رقم بٹوری جاتی ہے اور ان کا آپریشن بھی وہاں پر کیا جاتا ہے ۔ اور جب یہ پرائیویٹ کلینک جو کہ کافی establish ہو چکے ہیں یہ کسی بھی رول کے تحت کام نہیں کر رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) ان پرائیویٹ کلینکس کی کسی قسم کی بھی کوئی رجسٹریشن نہیں ہوتی ہے ۔ اگر خدانخواستہ کوئی مریض وہاں فوت ہو جائے تو میں نہیں سمجھتا کہ کسی کو بھی وہاں accountable ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی کیس کیا جاتا ہے۔ اسی لیے میں یہ چاہوں گا کہ کوئی ایسا سلسلہ رجسٹریشن کا شروع کیا جائے تاکہ ڈاکٹر صاحبان

کو ہم accountable ٹھہرا سکیں۔ جناب والا! ڈی مونٹ مورنسی کالج جو کہ ڈینٹسٹری کا ہمارے لاہور شہر میں صرف ایک ہی ایسا ادارہ ہے جو کہ ڈینٹل سرجن یہاں سے create کرتا ہے۔ جناب والا! ابھی یہاں جب پی اینڈ ڈی اور منسٹری آف فنانس میں re-appropriation کا مسئلہ چل رہا تھا تو ایک بہت بھاری رقم ساڑھے سات کروڑ روپیہ جو کہ ڈی مونٹ مورنسی کالج کے لیے رکھا گیا تھا اس سارے پیسے کو پتا نہیں with one stroke of the pen کہاں shift کر دیا گیا۔ جناب والا! اس کو میں نے تحریک التواء کی صورت میں یہاں ہاؤس میں لانا چاہا لیکن یہ نہ آ سکا۔ وزیر صحت صاحب بھی اس ملک میں موجود نہیں تھے۔ اور یہ پیسہ پتا نہیں اوکاڑہ چلا گیا یا ڈی جی خان چلا گیا۔ لیکن یہ ساڑھے سات کروڑ روپیہ جو کہ مختص کیا گیا تھا جو کہ ایک approved budget تھا اس کالج کو نہ مل سکا۔ اور اب وہاں کی حالت دیکھیں کہ اتنی congestion ہے' اتنا وہاں رش ہے کہ وہاں طلباء کو بڑی مصیبت پیش آتی ہے۔ جناب والا! میڈیسن کی سپلائی ' میڈیکل سٹور اور یہاں جو سرکاری دوائیوں کا ہیر پھیر ہے یہ سب کو پتا ہے۔ جناب والا! اتنی colossal amount اگر رکھی گئی ہے اس محکمے کے لیے اور صحت اور تعلیم ہی دو ایسے مضمون ہیں جن پر انتہائی زور دینا چاہیے۔ اور ان پر بڑی توجہ دینی چاہیے۔ لیکن جعلی دوائیاں جس سلسلے سے ہمارے ملک اور ہمارے بڑے بڑے شہروں میں چل رہی ہیں وہ منسٹر صاحب بھی جانتے ہیں اور مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ ایک ایسا سرکل create کیا گیا ہے۔ یہ پروفیسر حضرات جو اپنے پرائیویٹ کلینک بنا لیتے ہیں۔ ساتھ ہی ایک لیبارٹری والا وہاں بیٹھ جاتا ہے جو کہ سارے لیبارٹری analysis کرتا ہے۔ اور دوسری طرف ایک بہت شاندار دوائیوں کی دکان بھی establish ہو جاتی ہے۔ جناب والا! یہ سارا سلسلہ ایک سرکل ہے جو کہ سارا reference پر چلتا ہے۔ اگر ایک مریض آیا اور اس کو CT Scan کے لیے کہا گیا یا اس کو MRI کے لیے کہا گیا ہے تو اس کو وہ پروفیسر اپنے من پسندیدہ لیب والے یا دوائیوں والے اس کی طرف refer کر دیتا ہے۔ اور اس کے بعد ان سے کمشن بھی لی جاتی ہے۔

جناب سپیکر، میاں صاحب! wind up کیجیے۔

میاں عمران مسعود، جناب والا! ٹرانسفرمائیگریشن پالیسی بڑی عجیب قسم کی ہے۔ اس سے جو نظام ہے وہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔ medical equipments purchase جو کہ Ministry of Health میں ایک بڑا اہم subject ہے اس پر بھی توجہ دینی چاہیے۔ بڑی بھاری بھر کم رقم خریداری کے لیے

رکھی جاتی ہے۔ میری یہ تجویز ہو گی کہ بجائے اس کے کہ ہم بڑے CT Scan اور MRI جو ابھی ہم سوچ رہے ہیں' منسٹری سوچ رہی ہے خریدنے کے لیے تو یہ ضروری نہیں کہ ہم اس کو لاہور میں' راولپنڈی میں ملتان میں یا بڑے شہروں میں اس کو رکھیں۔ جناب والا! اگر اس کو آپ de-centralize کریں۔ اگر اس کو آپ ڈسٹرکٹ لیول پر اور ڈویژن لیول پر لے جائیں تو آپ کا جو پریشر میوہسپتال اور سروسز ہسپتال پر ہے وہ بڑی حد تک کم ہوسکتا ہے۔ جناب والا! یہ پرائیویٹ پریکٹس جو کہ ہمارے معاشرے کے لیے ایک ناسور بن رہا ہے' بجٹ میں ہر ہیڈ کے تحت لاکھوں روپیہ جو این پی اے کے تحت رکھا گیا ہے یعنی non-practicing allowance جو رکھا گیا ہے۔ جناب والا! یہ ڈاکٹر پانچ سو روپیہ ماہوار این پی اے یا جتنا بھی ہے وہ لے تو لیتے ہیں لیکن پرائیویٹ پریکٹس بدستور کرتے رہتے ہیں۔ لہذا ان پر چیک رکھا جائے۔ سی آئی ڈی کے ایسے بندے ہونے چاہییں جو جا کر ان ڈاکٹر صاحبان کو چیک کریں تاکہ وہ اچھے طریقے سے اپنا کام کریں۔

جناب سپیکر: مہربانی شکریہ!

میاں عمران مسعود: جناب والا! صرف دو منٹ اور دے دیں۔ جناب سپیکر! ایک بہت بڑا trend دیکھنے میں آیا کہ سیکرٹریٹ اور ڈی جی ہیلتھ یہ دو ایسے ادارے ہیں کہ ان کی ہمیشہ آپس میں کوئی compatibility نہیں رہتی۔ ڈی۔ جی ہیلتھ جو کہ بڑے اعلیٰ گریڈ کا افسر ہوتا ہے' میں یہ چاہوں گا کہ اگر منسٹری اپنی پاورز کو de-centralize کرے اور گریڈ 1 سے لے کر گریڈ 18 تک کی جو پوسٹنگ' ٹرانسفر' مائیگریشن اور جو بھی سلسلہ ہے' آر۔ایچ۔یو اور بی۔ ایچ۔یو کا جو سلسلہ ہے وہ اس کو ایک حد تک رکھے۔ اس کو ڈی۔ جی کی حد تک رہنے دے۔ اس کو سیکرٹریٹ کی طرف مت لے کر آئیں تاکہ جو سیکرٹری ہیلتھ ہے وہ اپنی پالیسز میں زیادہ توجہ دے نہ کہ وہ پوسٹنگ اور ٹرانسفر کی طرف ہی لگے رہیں۔ لہذا ڈی۔ جی ہیلتھ کو زیادہ in power کریں اور de-centralize کریں تاکہ آر۔ ایچ۔ سی اور بی۔ ایچ۔ یو لیول سے لے کر ہیڈ کوارٹر تک جو ہے وہ زیادہ صحیح طریقے سے کام ہو سکے۔

جناب سپیکر: شکریہ' بڑی مہربانی۔ راجہ جاوید اخلاص۔

راجہ محمد جاوید اخلاص: شکریہ جناب سپیکر! میں اعداد و شمار کے جو چکر ہیں ان میں نہیں پڑوں گا بلکہ صوبے میں عوام کو جو سہولتیں دی جا رہی ہیں یا ان کی جو محرومیاں ہیں ان کے بارے میں ذکر کروں گا۔

جناب والا! پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی جامع صحت پالیسی نہ ہونے کی وجہ سے اس صوبے کے 7 کروڑ عوام اپنے علاج معالجہ کے لیے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور کسی جگہ پر بھی ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔ جناب والا! میرا ایک دیہاتی حلقہ ہے۔ اس میں تقریباً بیس کے لگ بھگ بنیادی مرکز صحت ہیں۔ ایک رورل ہیلتھ سنٹر ہے اور پھر تحصیل کے مقام پر ایک تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ان بیس بنیادی مراکز صحت میں سے اس وقت صرف دو ڈاکٹر باقاعدگی کے ساتھ جا رہے ہیں۔ باقی اٹھارہ بنیادی مراکز صحت ویران اور بے آباد پڑے ہیں۔ اسی طرح رورل ہیلتھ سنٹر کی بھی یہی پوزیشن ہے کہ لیڈی ڈاکٹر وہاں تعینات نہیں اور نہ ہی وہاں پر ڈاکٹر تعینات ہے۔ ہفتے میں یا پندرہ دن کے بعد وہاں حاضری ہوتی ہے۔ تو یہ سابقہ دور میں ایک پالیسی تھی، بالخصوص غلام حیدر وائیں کے دور میں کہ انھوں نے دیہاتی ڈاکٹروں کے لیے ایک incentive دیا تھا، ان کو اضافی تنخواہ اور الاؤنسز دیے تھے تاکہ وہ دیہاتوں میں جا کر اپنا کام کریں۔ تو اس سے مکمل طور پر تو نہیں کم از کم پچاس فیصد تک حاضری یقینی ہو گئی تھی اور ہسپتال کھلنا شروع ہو گئے تھے۔ لیکن آج یہ عالم ہے کہ انہی ڈاکٹروں کو جن کی تعیناتی ہوتی ہے وہ عارضی طور پر یا کسی سفارش کی بنیاد پر تحصیل ہیڈ کوارٹر، ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر اور ٹیچنگ ہسپتالوں میں چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے میں یہ دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ پورے پنجاب میں 90% ہمارے بنیادی مراکز صحت بند پڑے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر کروڑوں روپیہ حکومت کا خرچ ہوا ہے اور عوام کو سہولت بھی نہیں مل رہی۔ جناب والا! تحصیل ہیڈ کوارٹر کی یہ پوزیشن ہے کہ اس 4 ارب 74 کروڑ 21 لاکھ 91 ہزار 210 روپے میں سے کتنا پیسہ لوگوں کی ضروریات کے لیے ان تک پہنچتا ہے؟ پچھلے دو مہینے کی بات ہے کہ ہمارے وہاں علاقے کے ایک بریگیڈیئر کو دل کا دورہ پڑا اور لوگ انھیں فوری طور تحصیل ہیڈ کوارٹر کے ہسپتال میں لے گئے۔ تو وہاں یہ پوزیشن تھی کہ عملہ کی غفلت اور لاپرواہی کا اندازہ آپ اس بات سے کریں کہ انھوں نے خالی آکسیجن سلنڈر کا ماسک ان کے منہ پر چڑھا دیا۔ اب ہارٹ کا مریض جو کہ پہلے ہی آکسیجن کی کمی کا شکار ہے اور پھر خالی سلنڈر کا ماسک ان کے منہ پر چڑھا دیا اور اس طرح کوئی دو چار منٹ کے بعد ان کی وفات ہو گئی۔ یعنی خالی آکسیجن بھی تحصیل ہیڈ کوارٹر کے ہسپتال میں موجود نہیں جو کہ جی۔ ٹی روڈ پر واقع ہے۔ ایمبولینس کی یہ حالت ہے۔ یہاں چودھری ریاض صاحب کھڑے ہیں کہ پچھلے چار پانچ مہینے سے ایمبولینس ٹائروں کے بغیر کھڑی تھی۔ پھر میں نے اور چودھری ریاض صاحب اور ہمارے چند مسلم

لیگی کارکنوں نے چندہ کر کے اس ایمبولینس کو ٹائر چڑھوائے ہیں تاکہ وہ کچھ تو مریضوں کو حفظ کرے۔ یعنی یہ تو ہماری صحت پالیسی کا نتیجہ ہے کہ تحصیل ہیڈ کوارٹر، رورل ہیلتھ سنٹر اور بنیادی مراکز صحت کے ہسپتالوں میں اس قسم کی سہولتیں ہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب لوگوں کو دیہاتوں میں سہولتیں میسر نہیں آتیں تو پھر وہ اپنے علاج کے لیے شہروں کا رخ کرتے ہیں۔ شہروں میں پہلے ہی آبادی اتنی زیادہ ہے کہ آپ یہ آزمالیں کہ کسی بھی ہسپتال میں چلے جائیں وہاں پر کسی مریض کو بیڈ نہیں ملے گا۔ لوگ انتظار میں لائنوں میں کھڑے ہیں۔ چارپائیاں باہر درختوں کے نیچے پڑی ہیں۔ وارڈوں کے باہر گلیوں میں پڑی ہیں۔ کسی کو داخلہ نہیں مل رہا۔ اس لیے کہ ہماری صحت کی پالیسی اتنی ناقص ہے کہ دیہات کے لوگ بھی مجبوراً شہر کو جاتے ہیں اور پھر شہر کے ہسپتال میں بھی صفائی کا اور دوسرا انتظام نہیں ہے۔

جناب والا! دوائیوں کی یہ پوزیشن ہے کہ برملا اس بات کا اظہار ہو رہا ہے۔ آپ جس ہسپتال میں بھی چلے جائیں ایک ہی بات کا چرچا ہے کہ دوائیاں جعلی ہیں۔ مجھے خود راولپنڈی جنرل ہسپتال میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ میں وہاں گیا۔ میرے علاقے کے دو آدمی وہاں داخل تھے۔ وہ غریب آدمی تھے۔ میں نے ایم۔ ایس سے سفارش کی کہ ان کو دوائیاں دیں۔ لیکن نیچے کا عملہ کہہ رہا تھا کہ راجہ صاحب کیوں دوائیاں دلواتے ہیں۔ دوائیاں باہر سے لیں۔ کیونکہ یہ جو ہسپتالوں میں دوائیاں ہیں یہ تو بالکل فضول ہیں۔ ان سے آرام نہیں آئے گا کیونکہ یہ جعلی ہیں۔ یعنی اس حد تک یہاں اس محکمہ میں کرپشن ہو رہی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لیے سوچنے کا مقام ہے۔ اور اتنا بڑا بجٹ، اتنی خطیر رقم ہم نے مختص کی ہے اس سے لوگوں کو اور عام آدمی کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے؟

جناب والا! میں راولپنڈی شہر کے ہسپتال کی بات بتاتا ہوں کہ راولپنڈی کا جو سب سے بڑا راولپنڈی جنرل ہسپتال ہے اس کی بیسمنٹ میں گٹر اور نالیوں کا گندہ پانی چھ چھ فٹ کھڑا ہے۔ اس سے آپ اندازہ کریں کہ اگر کوئی مریض کسی وجہ سے وہاں چلا جائے تو وہ سات آٹھ بیماریاں اور اپنے ساتھ ہسپتال سے لے کر باہر نکل آئے گا۔ تو جس صوبے میں اس حد تک صحت کا ناقص انتظام ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ اتنی خطیر رقم عوام کے ٹیکسوں سے، عوام کی جیبوں سے نکال کر اس محکمے کے لیے مختص کرنا، یہ صوبے کے عوام کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔

جناب سپیکر، آپ وائنڈ اپ کیجیے پلیز۔

راجہ محمد جاوید اخلاص، جناب والا! میں وائنڈ اپ کر رہا ہوں۔ اسی طرح دیہاتوں میں جو بی۔ ایچ۔ یو بنائے گئے ہیں وہاں پر سڑکوں کا انتظام نہیں، وہاں پر بجلی کا انتظام نہیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کس طرح معاملہ چلے گا؟ میں تو یہ تجویز پیش کروں گا کہ جو دیہاتی علاقوں میں ہسپتال ہیں ان کو آپ پرائیویٹائز کر دیں تاکہ وہ کھلے تو رہیں اور کروڑوں کی عمارات جو وہاں پر کھڑی ہیں کم از کم وہ تباہ و برباد تو نہ ہوں۔ وہ گرنے سے تو بچ جائیں۔ پھر وہاں دیہاتوں کے ہسپتالوں میں جو دوائیوں کا کوٹہ ہے اس میں اضافہ کیا جائے۔ تاکہ دیہات کے عوام کو ان کے گھروں پہ دوائیاں ملیں اور اصلی دوائیاں ملیں۔ یعنی اب دوائیوں کے جعلی ہونے کی اس سے اور کیا مستند خبر ہو سکتی ہے کہ گورنر ہاؤس میں بھی ہمارے سابقہ گورنر بھی جعلی دوائیاں استعمال کرتے رہے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ محکمہ ہیلتھ کے لیے ایک سوچنے کا مقام ہے اور اس میں انقلابی اصلاحات کی ضرورت ہے۔ ان لوگوں کے خلاف قوانین بنائے جائیں اور ان لوگوں پر مضبوطی سے ہاتھ ڈالا جائے جو صوبہ کے عوام کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی۔ اب میں وزیر صحت رانا اکرام ربانی صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں بھی اسی سلسلے میں بولنا چاہتا ہوں چونکہ میرا نام ہے۔

جناب سپیکر، نہیں۔ نام نہیں ہے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب! آپ نے ابھی اس سے پہلے میرا نام بولا ہے۔

جناب سپیکر، جی نہیں۔ میں معافی چاہتا ہوں کہ میرے پاس جو فہرست آئی ہے اس میں آپ کا نام نہیں آیا۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، ویسے اگر آپ مجھے صرف دو منٹ کی اجازت دے دیں تو پھر میں بولتا ہوں۔

جناب سپیکر، دو منٹ سے بھی کم وقت لیں۔ فرمائیے۔ مختصر بات کریں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! پنجاب کے بڑے ہسپتالوں میں جو بڑے شہروں میں ہیں وہاں پر لوکل پرچیز آف میڈیسن کا ایک بجٹ ہوتا ہے۔ جو خالصتاً غریب اور حاجت مند افراد کے لیے مختص ہوتا ہے۔ پھر وہاں پر جو دوائیاں ہسپتالوں کے سٹوروں میں موجود نہیں

ہوتیں ان کے لیے وہ دوائیاں ایم۔ ایس کے آرڈر سے باہر سے پرچیز کی جاتی ہیں۔ لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ غریب اور حاجتمند جب وہاں پر آتے ہیں تو ان کے لیے دوائیاں وہاں سے نہیں ملتیں بلکہ بیورو کریسی ' ایم۔ ایس اور ڈاکٹروں کی ملی بھگت سے اس بجٹ کا 80% حصہ جو کہ خالصتاً حاجتمند اور غریبوں کے لیے مختص کیا جاتا ہے وہ ان کو نہیں ملتا۔ بلکہ یہ کہہ لیجیے کہ 5% صاحب حیثیت کی آبادی جو اس ملک میں ہے وہ اس بجٹ کو ہڑپ کر جاتی ہے۔ تو میری یہ رائے ہو گی کہ وزیر صحت اس پر ایک واضح پالیسی دیں اور اس بجٹ میں 80% حاجتمند اور غریبوں کے لیے مختص کر دیا جائے اور 20% ایم۔ ایس کی صوابدید پر رکھ دیا جائے۔

اسی طرح میں ایک اور تھوڑی سی بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک میں سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ہر چیز میں طبقاتی تفریق ہے۔ ہسپتالوں کے اندر بھی جو طبقاتی تفریق کو روا رکھا گیا ہے اسلام اور جمہوریت بھی اس کی اجازت نہیں دیتی۔ آپ مجھ سے زیادہ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ ابھی فاضل مقررین نے یہ ارشاد فرمایا کہ ڈاکٹر چھوٹے چھوٹے تحصیل ہیڈ کوارٹرز میں تشریف نہیں لے جاتے۔ تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟ یہ بڑی لمبی بحث ہے۔ ڈاکٹرز کو سالانہ ۲۵ چھٹیاں ملتی ہیں۔ اس بارے میں میری یہ تجویز ہو گی کہ گورنمنٹ آف پنجاب اس پر ایسا قانون وضع کرے اور ان کی پچاس چھٹیاں with pay کر دے اس سے چھوٹے ہسپتالوں کے اندر ڈاکٹروں کی رغبت بڑھے گی۔ جناب والا! میری یہی مختصر سی معروضات ہیں۔

جناب سپیکر، بہت بہت شکریہ۔ جناب وزیر صحت رانا اکرام ربانی صاحب۔

وزیر صحت، شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپنے فاضل دوستوں کا مشکور ہوں کہ ان کے نوٹس میں جو خامیاں آئی ہیں انہوں نے ڈیمانڈ نمبر ۱۶ پر اپنی کٹ موشن کے ذریعے سے یہاں ظاہر کی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے بہتری کی تجاویز بھی دی ہیں جن سے یقیناً ہمیں اپنی کارکردگی کو بہتر بنانے کا موقع ملے گا۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہیلتھ ایک ایسا سبجیکٹ ہے جس میں اس محکمے کے علاوہ اور بہت سے ایسے hazards ہیں جو ultimately ہمارے سر پر سوار ہیں۔ میں صرف وضاحت کے لیے وہ تعریف عرض کرنا چاہتا ہوں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ اس محکمے کے علاوہ بھی بہت سے ایسے عوامل ہیں جن کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے یا اس محکمے کی ورکنگ کے ساتھ co-ordinate کرنا ضروری ہے تاکہ حکومت سے صحت کے حوالے سے عوام کی توقع پوری ہو سکے

خواہ یہ آج کی حکومت سے ہو پچھلی سے ہو یا اگلی سے ہو ۔ Health which is a state of complete physical, mental and social well-being and not merely the absence of disease or infirmity. اب جناب والا! اس کے لیے اور چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ جناب والا! میں یہ وہ الفاظ میں دہرا رہا ہوں جو ہم نے United Nations کے ممبر کی حیثیت سے ایک Almarta Declaration پر sign کیے ہیں جس میں یہ تعریفیں ہوئی ہیں اور اس کے مطابق ہی پوری دنیا میں یہ commit کیا گیا ہے کہ "Health for all by the year 2000". ۔ جناب سپیکر! ہم نے جو وعدہ کیا ہے وہ میں عرض کر رہا ہوں اس میں All related sectors and aspects of national and community development in particular, agriculture, animal husbandry, food, industry, education, housing public works, communications and other sectors and demands the coordinated efforts of all these sectors to achieve that goal for the year 2000. ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہیلتھ سیکٹر میں already جو رقم خرچ کی جا رہی ہے اس کو اگر ہم اپنے بجٹ کے حساب سے دیکھیں تو وہ بڑی نظر آتی ہے لیکن پوری دنیا میں یہ ایک چیز طے پائی گئی ہے کہ کسی بھی پسماندہ قوم کے لیے یہ ضروری ہے یا آپ developing countries کہہ لیں اب third world کا تو concept رہا نہیں' کہ وہ اپنی ٹوٹل جی۔ ایم۔ پی کا ۵ فیصد ہیلتھ سیکٹر پر خرچ کرے۔ لیکن جناب سپیکر! آپ کے علم میں بھی ہے اور میرے فاضل دوستوں کے علم میں بھی ہے عمران مسعود صاحب بھی ہیلتھ کے پارلیمانی سیکرٹری رہے ہیں کہ ہمیں اپنے بجٹ کا بیشتر حصہ اپنی دفاعی ضروریات پر خرچ کرنا پڑتا ہے اور social sector کے لیے ہمارے پاس اتنی رقم نہیں بچتی اور یہ ہماری مجبوری ہے کہ پاکستان میں ہم ٹوٹل جی۔ ایم۔ پی کا ایک یا ایک سے بھی کم فیصد حاصل کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود ہماری یہ کوشش ہے کہ ہم اپنی performance کو عوام کی توقعات کے مطابق کر سکیں۔ ہم نے ورکنگ گروپ بنائے ۔ میں ڈاکٹر شفیق صاحب کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود وقت دیا اور ہماری ان کمیٹیوں میں باقاعدگی سے شرکت کی۔ ڈاکٹر رفیق صاحب خوشاب سے ہیں۔ حال ہی میں عمران مسعود صاحب ایس۔ اے حمید صاحب اور اقبال خاکوانی صاحب کو بھی میں نے اپنی ان کوششوں میں شامل کیا ہے جن کے ذریعے سے ہم اپنے اس

محکمے کی performance کو improve کر سکیں۔ ڈاکٹر صاحب نے حدیث شریف سے آغاز کیا۔ میں ان کا مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنا دوست قرار دیا اور مجھے مشورہ بھی دیا کہ میں اپنا ناجائز استعمال نہ ہونے دوں۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں کوشش کروں گا کہ میں جائز استعمال کیا جاؤں اور میرا ناجائز استعمال نہ ہو۔ ہومیو پیتھی، ایلو پیتھی اور یونانی کے بارے میں کمیٹی کی رپورٹ under-discussion ہے اور یہ سارے صاحبان جن کا میں نے ذکر کیا یہ بھی اس کمیٹی میں بیٹھیں گے اور جو ان میں through administrative orders ممکن ہو سکے وہ administrative orders کے ذریعے سے ہوں گے اور جن کے لیے legislation کی ضرورت پڑے گی وہ بھی ہم اس ہاؤس میں لے کر آئیں گے اور جناب والا! یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ اگر ان کمیٹیوں میں تناسب دیکھا جائے ان میں محکموں کے ملازمین کے علاوہ گورنمنٹ کی طرف سے میں پارلیمانی سیکرٹری اور جو سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین ہیں یہ ہیں اور اب تناسب کے لحاظ سے ان کمیٹیوں میں ہمارے اپوزیشن کے ممبران کی تعداد ہم سے زیادہ ہے۔ اور ہم ان کی مفید تجاویز سے مزید مستفید ہو سکیں گے۔

جناب والا! چودھری پرویز الٰہی صاحب یہاں تشریف فرما ہیں اور مجھے یہاں پر بیٹھنے کا موقع ملا اور میں نے اس ہاؤس میں ہونے والی بحث کو بڑی دلچسپی سے سنا' اس میں حصہ بھی لیا اور ہم نے یہ محسوس کیا یہ مجھے یاد ہے کہ جس دن ہم نے نئی حکومت بنانے کے بعد پہلی کیبنٹ میٹنگ کی تھی اس وقت ہم صرف چار وزراء تھے۔ تو وزیر اعلیٰ صاحب نے مجھے خاص طور پر یہ ہدایت کی تھی کہ عوام مطمئن نہیں ہیں کہ امتحانات کے نظام میں کچھ ایسی خامیاں ہیں جن کی وجہ سے اصل talented بچے میڈیکل کالجوں میں داخلے سے محروم رہ جاتے ہیں جن کا حق ہوتا ہے' لہٰذا اس کے لیے کوئی ایسا سسٹم evolve کیا جائے۔ ہم نے اس کمیٹی میں یہ تجویز رکھی ہوئی ہے اور میں یہ چیز دہرانا چاہتا ہوں کہ صرف ایف ایس سی کے نمبروں پر داخلہ نہیں ہو گا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ admission test اور انٹرویو کا سلسلہ بھی شروع کیا جائے گا۔

جناب والا! میڈیکل کالج کو میڈیکل یونیورسٹی بنانے کی تجویز زیر غور ہے اور چونکہ ہمارا کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج ایک prime institute ہے انشاء اللہ ہم اسی سے ابتدا کریں گے۔

جناب والا! جہاں تک migration کا سوال ہے یہ یقیناً" پہلے ہوئی ہیں مگر اب as a policy بند کر دی گئی ہیں ڈاکٹر اعجاز احسن نے اعتراض غالباً" اس پر نہیں کیا تھا میں نے ان کا خط پڑھا ہے

اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ اس migration کے سلسلے میں مجھے جو چٹھی لکھی گئی ہے اس میں ایک جملہ ہے ". without referring it back"۔ تو مجھے یاد ہے کہ ۲۳ جنوری کو ہمارے محکمے کی ایک relevant meeting تھی۔ جس وقت انہیں یہ خط لکھا گیا میں اس وقت ملک میں موجود نہیں تھا اس وقت میں جنیوا یا غالباً" عمرہ کے لیے گیا ہوا تھا۔ میں نے بطور وزیر صحت اپنی یہ ذمہ داری محسوس کی کہ اگر اتنے سینئر پروفیسر کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے تو مجھے ان کا احترام کرنا چاہیے لہذا اس میٹنگ میں ڈاکٹر صاحب ڈاکٹر آفتاب صاحب (جو پی۔ ایم۔ اے کے پریذیڈنٹ تھے) تمام پرنسپلز اور تمام teaching میڈیکل کالجز کے ایم۔ ایس صاحبان بھی موجود تھے اور میں ان سے باقاعدہ لفظ معذرت بھی نہیں میں نے لفظ معافی استعمال کیا تھا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کے جذبات جس انداز میں آپ سمجھتے ہیں مجروح ہوئے ہیں مجھے آپ اس کے لیے معافی دے دیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب اس دوران اپنا mind make up کر چکے تھے اس لیے میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں اور میں وہ خط ڈاکٹر صاحب کو دکھا دوں گا اس میں migration کا کہیں ذکر تک نہیں تھا لیکن ایک پرائیویٹ کالج سے migration بھی نہیں ہونی چاہیے تھی اب اس کے لیے مکمل طور پر آئندہ کے لیے فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ نہیں کی جائے گی۔

نرسنگ کے شعبے کے بارے میں ان کی تجاویز یقیناً" قابل پذیرائی ہیں۔ میں ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں اور اس ایوان کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں اور اس ایوان کی وساطت سے عوام کے بھی علم میں لانا چاہتا ہوں کہ جس وقت میں وزیر بنا۔ جتنی نرسیں کام کرتی ہیں وہ میری بہنیں ہیں۔ یہاں پر انچارج نرس کا لکھا ہوا لفظ دیکھا تو میں نے محکمہ کو لکھا کہ یہ لفظ مجھے کوئی مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ کیا ہم اپنے طور پر لفظ سسٹر متعارف نہیں کر سکتے۔ کہ جس وقت بھی ہم اس کو بلائیں گے تو اس لفظ کے حوالے سے ذہن میں خدانخواستہ خدانخواستہ اگر کسی کے ذہن میں شرارت ہو بھی تو اس لفظ کے احترام کی مناسبت سے اسے ابھرنے کا موقع نہیں مل سکے گا۔ لیکن انھوں نے کہا کہ یہ فیصلہ نرسنگ کونسل نے کیا ہے۔ میں انھیں لکھ کر بھی بھیجوں گا اور ایوان کی وساطت سے نرسنگ کونسل سے میری اپیل بھی ہو گی کہ نرسنگ کے شعبے میں ریفارمز کی ابتداء بھی میری اس تجویز سے ہو کہ ہم نرس کو دوبارہ "سسٹر" کے نام سے پکاریں۔ کیونکہ وہ مریضوں کی جس انداز سے خدمت کرتی ہیں ان کے لیے یہ لفظ بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔

immunization کی بات ڈاکٹر صاحب نے کی ۔ مجھے یہ اعتراف ہے کہ ڈی جی صاحب ایک کانفرنس سے واپس آئے تو انھوں نے کہا کہ total immunization کا پروگرام ہے۔ اس میں ہم بہت نیچے آ چکے ہیں۔ ہمارے ٹیک اوور کرنے سے پہلے شاید ڈاکٹر صاحب کے علم میں نہیں ہے کہ پولیو کے ریفرنس سے بھی پوری دنیا میں ہونے والے کیسز کا 23 فیصد پاکستان میں ہوتا تھا۔ لیکن ہم نے اس کا آغاز کیا ہے ۔ وزیر اعظم صاحبہ نے اس میں ذاتی دلچسپی لی ' وزیر اعلیٰ نے ذاتی دلچسپی لی ۔ پولیو سے ہم نے آغاز کیا اور اپنی کوریج خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور این جی اوز اور رضاکارانہ تنظیموں کے تعاون سے 97 فیصد تک پہنچا دی ہے ۔ اور اسی انداز سے ای پی آئی پروگرام کو ریگولر کیا جائے گا تاکہ ہم دوبارہ اسی بریکٹ میں آ سکیں جو قابل مثال بریکٹ ہے ۔ لیکن یہاں پہ میں دوبارہ عرض کروں گا کہ ایک مشکل جو کہ اس سال سے پیدا ہونی شروع ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ پہلے Wf کی طرف سے یونیسف کی طرف سے مدد مل جاتی تھی۔ لیکن اب انھوں نے اپنی ترجیحات تبدیل کر دی ہیں۔ اور وارہیڈ ایریاز یا نئی جمہوری ریاستیں جو حال ہی میں آزاد ہوئی ہیں انہوں نے اپنے فنڈز اس طرف منتقل کر دیے ہیں۔ اور اس سال مجھے یہ اعلان کرتے ہوئے یہ فخر محسوس ہو رہا ہے کہ ہم نے اپنے وسائل سے پولیو ویکسین خریدی ہے تاکہ ہمارا ای پی آئی پروگرام dependence پہ نہ رہے بلکہ وہ selfstand ۔ پہ رہے ۔

ایک بات انھوں نے اور کہی کہ quality کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی بلکہ quantity کی طرف توجہ دی جا رہی ہے۔ جناب والا! میں وائٹ پیپر سے ایک جملہ پڑھنا چاہتا ہوں "The emphasis has shifted from expansion to consolidation of the ....." میں نے یہ اس لیے عرض کیا ہے کہ کوالٹی کی طرف توجہ دی جائے ۔ پرائیویٹ ہسپتالوں کے بارے میں شکایات ' پرائیویٹ بلڈ بنکس کے بارے میں شکایات ' پرائیویٹ لیبارٹریز کے بارے میں شکایات پر کمیٹی کی تجاویز ہمارے پاس آ چکی ہیں۔ ہم سب اس میں شامل ہوں گے ۔ اور یہ تجویز زیر غور ہے کہ اس کو کسی monitoring کے under لایا جائے ۔ کیونکہ WHO میں بھی یہ بات کی گئی تھی کہ پاکستان میں کسی قسم کا کوئی کنٹرول نہیں ہے جس کی وجہ سے addicts کا خون لوگ خریدنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس کی ایک اور وجہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں اتنی awareness ابھی نہیں ہے کہ لوگ کہہ سکیں۔ ڈاکٹر صاحب نے extension کی بات کی ہے۔ extension as a policy کے بارے میں چیف

منسٹر صاحب کی ہدایت ہے کہ نہ دی جائے ۔ اگر ہم ٹاپ پہ بیٹھنے والوں کو extension دینی شروع کر دیں تو human psycho کا جو incentive ہوتا ہے کہ مجھے بھی ترقی کرنی چاہیے وہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے extension کی پالیسی اس محکمے سے قطعی طور پر ختم کر دی گئی ہے تاوقت یہ کہ کوئی ایسی specialty جس میں کسی ڈاکٹر کی کچھ عرصہ کے لیے اگر ضرورت محسوس ہو تو دی جا سکتی ہے ۔ یہ جنرل کیڈر میں نہیں ہو گی ۔ جناب عمران مسعود صاحب نے ایک بات کا ذکر کیا اور آپ نے بھی ایک observation دی تھی کہ ہم لوگ مصلحتوں اور مجبوریوں کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ یہ ایک مشکل ہے کہ بڑے شہروں سے چھوٹے شہروں میں بھیجنا ہو تو stay order لے لیتے ہیں اور وہاں نہیں جاتے ۔ اس کے علاوہ دیہاتوں میں بھی نہیں جاتے۔ اس کے لیے ہم نے incentive package بھی دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی پروموشن کے لیے اور ڈپلومہ کورسز میں ایڈمشن کے لیے کچھ ایسی شرائط پہلے ہی متعین کر دی ہیں جن کی وجہ سے وہ خود ضرورت محسوس کریں گے کہ اگر وہ پروموٹ ہونا چاہتے ہیں اور اگر اچھی جگہ لینا چاہتے ہیں تو اس کے لیے انہیں رورل ایریا میں کام کرنا پڑے گا۔ حال ہی میں ایک کنسلٹنٹ بھی آئے تھے جنہوں نے ہمیں کچھ تجاویز دی ہیں اور ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ رورل ایریاز کی orientation کے لیے ان کی ٹریننگ کے دوران انہیں کچھ عرصے کے لیے دیہات میں بھیجا جائے تاکہ وہ دیہاتی ماحول سے اس قدر دور نہ ہو جائیں کہ جس وقت انہیں رورل ایریاز میں پوسٹنگ کے لیے کہا جائے تو وہ ایسے محسوس کریں کہ جیسے انہیں کوئی سزا دی جا رہی ہے ۔

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ اس ملک میں آبادی کا مسئلہ اتنا اہم ہوتا جا رہا ہے اور اس سلسلے میں وزیر اعظم صاحب نے ایک پروگرام یہ بھی شروع کیا ہے کہ وہ اسمبلی کے ارکین کو بھی اس میں involve کرنا چاہتے ہیں تو میں یہ چاہوں گا کہ آپ از راہ کرم ضرور اس پر غور کیجیے تاکہ ہمارے ارکین اسمبلی اس سلسلے میں آگاہی ہو اور ان کا تعاون بھی آبادی کے کنٹرول میں اس ملک کو حاصل ہو جائے۔

محمد اقبال خان خاکوانی: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ آپ نے بڑی اچھی تجویز دی ۔ اس کمیٹی کا سربراہ حاجی عبدالرزاق کو بنا دیں۔

وزیر صحت: جناب والا! میں اس کمیٹی کو involve کی طرف آ رہا تھا ۔ میاں عمران مسعود

صاحب نے ڈینٹل کالج کے لیے کہا۔ اس کے لیے وہ رقم withdraw نہیں کی گئی۔ اس سال بھی وہ فنڈ میں رکھی گئی ہے۔ اس زمین کی خرید کے سلسلے میں کچھ ٹیکنیکل delay تھی جس کی وجہ سے پچھلے سال وہ مرحلہ مکمل نہیں ہو سکا۔ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ ڈینٹل کالج جو کہ ایک بہت اہم ادارہ ہوتا ہے اس کے لیے رقم مختص کیے جانے کے باوجود واپس لے لی جائے اور اسے کسی اور مد میں خرچ کر دیا جائے۔ اور ڈینٹل کالج نہ بنایا جائے۔ یہ ہماری ایک ضرورت ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم ان procedural دشواریوں پر قابو پا لیں گے اور اس سال ان کا یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ سیکرٹریٹ اور ڈائریکٹوریٹ کے درمیان جو اختیارات کی مناسب تقسیم ہے اس کے سلسلے میں تجویز زیر غور ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جائز اور ناجائز استعمال کی بات کی مجھے یہ احساس ہے کہ اگر میرے پاس وہ ایڈیشنل responsibilities نہ ہوتیں تو آج بہت سی ایسی چیزیں جو یہاں پہ کہی گئی ہیں وہ کہنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ جناب والا! انھیں یہ بھی احساس ہونا چاہیے اور ہو گا کہ جس وقت یہ کمیٹی بنائی گئی تھی اس وقت آج کی صورت حال کو ذہن میں نہ رکھیں۔ اس وقت sectarian violence کے حساب سے جو ضرورت تھی وہ ہم نے صحیح طور پر ترجیح نمبر ایک پر رکھی۔

چودھری محمد اقبال: جناب والا! محسوس ہو رہا ہے کہ آج ہماری صوبائی حکومت کے وزراء نے اپوزیشن کا رول ادا کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہمارے اوپر ٹائم کی پابندی ہے اور وہ آپ کی ہدایت کے باوجود مسلسل بولے جا رہے ہیں۔ میرا خیال ہے وقت کا خیال انھیں بھی فرمانا چاہیے۔

وزیر صحت: جناب والا! چونکہ چودھری اقبال صاحب نے فرمایا میں بات کو مختصر کرتا ہوں۔ بہت سی ایسی چیزیں جو ہم نے اس دفعہ کیں۔ اس میں فیملی ہیلتھ ورکر کا پروگرام ہے۔ community involvement کا پروگرام ہے کہ کس طریقے سے لوگوں کو involve کر کے financial resources کی کمی کو پوری کر سکتے ہیں۔ وہ جو financial resources کی ہماری کمی ہے اسے ہم human resources involve کر کے پوری کر سکتے ہیں۔ آخر میں میں پھر دوبارہ پوری دنیا میں صحت کے حوالے سے جو مشکلات محسوس کی جاتی ہیں اور اس کے لیے جو تجاویز ہیں ان کا حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ یہ WHOs کے ڈائریکٹر جنرل کی پوری دنیا کے لوگوں کے لیے ایک درخواست کہ

Our mission does not stop in the year 2000, WHO's vision of " health for all remains a generous and much

needed ideal, which can be pursued with a strong sense of solidarity by local, national and international communities alike. It implies bridging the gaps between the weak and the strong, between the rich and the poor, between the scientific knowledge and actual access to care, information, and technology, and last but not the least between what is desirable and what is feasible. It means that at all levels, in all public policies and across all sectors of society, we must mobilize resources and partnerships to meet the health needs of today and tomorrow.

میں اپنے معزز ساتھیوں سے اس درخواست کے ساتھ کہ وہ اپنے صوابدیدی فنڈز سے بھی اپنے اپنے حلقہ نیابت میں موجود THQ, DHQ, RHC, BHU کے لیے کچھ نہ کچھ رقم development کے لیے مختص کیا کریں تاکہ ہم اس کمی کو پورا کر سکیں۔ جناب سپیکر! اس کے ساتھ ہی میری اس ایوان سے استدعا ہے کہ کٹوتی کی اس تحریک کو مسترد کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر۔ اب سوال یہ ہے کہ،

"4 ارب ' 74 کروڑ ' 21 لاکھ ' 91 ہزار ' 2 سو 10 روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 16 ' خدمات صحت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

" ایک رقم جو 4 ارب 74 کروڑ 21 لاکھ 91 ہزار 2 سو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ خدمات صحت برداشت کرنے

پڑیں گے ۔"

(تحریک منظور ہوئی)

مطالبہ زر نمبر 15

جناب سپیکر: اب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر 15 پیش کریں گے ۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو 20 ارب 72 کروڑ 49 لاکھ 15 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1996ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعلیم برداشت کرنے پڑیں گے ۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو 20 ارب 72 کروڑ 49 لاکھ 15 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعلیم برداشت کرنے پڑیں گے ۔"

میاں عثمان ابراہیم: جناب والا! میں اپوز کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: مطالبہ زر نمبر 15 میں تخفیف کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے ہے :۔

میاں عثمان ابراہیم ، سید ظفر علی شاہ، سید تابش الوری ، جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، راجہ جاوید اخلاص ، جناب ایس اے حمید ، جناب عبدالرؤف مغل ، میاں عمران مسعود ، چودھری عبدالحمید ، جناب امتیاز احمد ، جناب محمد افضل ساہی ، میاں محمد ثاقب خورشید ، پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری ، میاں عبدالستار ، سردار حسن اختر موکل ، ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، جناب ارشد عمران سلہری ، میاں معراج دین ، جناب عبیداللہ شیخ ، چودھری محمد اقبال ، رانا محمد اقبال خان ، چودھری محمد ریاض ، جناب شاہد ریاض ستی ، سید محمد عارف حسین بخاری ، جناب محمد منشاء اللہ بٹ ، جناب انعام اللہ خان نیازی اور صاحبزادہ محمد فضل کریم ۔ اب جناب میاں عثمان ابراہیم اپنی تخفیف کی تحریک پیش کریں ۔

میاں عثمان ابراہیم ، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ

"20 ارب 72 کروڑ 49 لاکھ 15 ہزار 2 سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 15 تعلیم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ

"20 ارب 72 کروڑ 49 لاکھ 15 ہزار 2 سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 15 تعلیم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

وزیر قانون، میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، اب میں اس تحریک کے محرکین کو اپنی تحریک کے حق میں تقریر کی دعوت دیتا ہوں۔ سب سے پہلے میاں عثمان ابراہیم تقریر فرمائیں گے۔ آپ کے پاس دس سے بارہ منٹ ہیں۔

میاں عثمان ابراہیم : شکریہ۔ جناب سپیکر! تعلیم کا شعبہ انتہائی اہم شعبہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہاؤس کے تقریباً تمام ممبران نے اپنی بجٹ تقاریر میں اس شعبے سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اپوزیشن کی طرف سے بجا طور پر اس شعبے میں حکومت کی خامیوں ' کمزوریوں کی نشان دہی کی گئی لیکن ہمارے دوسری طرف کے دوستوں نے تعلیم کے شعبے میں دلچسپی نہیں لی۔ جناب سپیکر! ہمارے حزب اقتدار کے دوستوں نے بڑے فخر کے ساتھ اس بات کا اظہار کیا کہ تعلیم کے شعبے میں 24 فی صد کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ لیکن وہ اس حقیقت سے لاعلم رہے کہ یہ اضافہ اخراجات میں کیا گیا ہے اور غیر ترقیاتی بجٹ میں کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر ! چاہیے تو یہ تھا کہ اتنی خطیر رقم شعبہ تعلیم میں مختص کرنے کے بعد محکمہ تعلیم کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا لیکن صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ معیار تعلیم کو بلند کرنے کے لیے اور شرح خواندگی کو بڑھانے کے لیے اس بجٹ میں کوئی نئی سکیم ' کوئی نیا قدم تجویز نہیں کیا گیا۔ اور محکمہ تعلیم کا ہر شعبہ انحطاط پذیر ہے۔ یہ صورت حال حکومت کی غلط پالیسی ' نامناسب منصوبہ بندی اور عدم دلچسپی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اس بات کا اندازہ آپ یوں لگا سکتے ہیں کہ پرائمری سکولز میں حکومت نے 42 ہزار 821 انگلش ٹیچرز کی بھرتی کے لیے باقاعدہ ایک تجویز بنائی تھی اور اسی بجٹ میں ان میں سے 22 ہزار ٹیچروں کی پوسٹوں کو withdraw کر لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اندازہ کریں کہ 22 ہزار ٹیچروں کو withdraw کرنے سے حکومت کو 40 کروڑ روپے کی بچت ہوئی ہے۔ تو چاہیے تو یہ تھا کہ اخراجات میں کمی کی جاتی۔ جب حکومت ایک مد میں 40 کروڑ روپے

کی بچت کر رہی ہے تو چاہیے تو یہ تھا کہ محکمہ تعلیم کے اخراجات میں بچت ہوتی۔ لیکن اس کے برعکس محکمہ تعلیم کی اس بچت کے باوجود بھی اخراجات میں اضافہ ہوا ہے۔ لیکن یہ اضافہ ان اخراجات پر ہوا ہے جس پر محکمے نے کنٹرول کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ جناب والا! سوشل ایکشن پروگرام میں انسپکشن کی ایک مد ہے جس میں ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن کے ذمے انسپکشن ہوتی ہے اور اس وقت سوشل ایکشن پروگرام میں تقریباً 200 ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسرز ہیں اور ان کے ٹریولنگ الاونس کے لیے ایک کروڑ 25 لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے POL چارجز 75 لاکھ ہیں۔ دوسرے لفظوں میں 200 ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسرز کے لیے 2 کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں اور ہر ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر کے ذمے ایک لاکھ روپیہ ہے کہ وہ ایک سال میں ایک لاکھ روپیہ خرچ کریں گے۔ جناب سپیکر! حقیقت میں انسپکشن اور نگرانی کا کام لرنر کوآرڈینیٹرز کے ذمے ہے اور لرنر کوآرڈینیٹر کے لیے صرف 80 لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے' حالانکہ female میں 2600 لرنرکوآرڈینیٹرز ہیں اور فی لرنر کوآرڈینیٹر 300 روپیہ یعنی سال میں ان کے حصے 3600 روپیہ خرچ آتا ہے۔ لیکن محکمے نے ایک ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر پر ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا ہے جو ان کی غلط منصوبہ بندی کی ایک مثال ہے اور اس کے علاوہ اسی انسپکشن کے شعبے میں سٹیشنری کی پرچیز کے لیے 4 کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ حالانکہ پچھلے سال اسی مد میں 2 کروڑ 80 لاکھ روپے مختص کیے گئے تھے۔ جناب والا! یہ ڈیمانڈ صفحہ 439 پر ہے کہ راتوں رات اس ڈیمانڈ میں جو ایک کروڑ 20 لاکھ روپے کا اضافہ کیا گیا ہے مجھے امید ہے کہ وزیر تعلیم جب اس کٹوتی کا جواب دیں گے تو اس کا جواز بتائیں گے کہ انسپکشن کی مد میں سٹیشنری کی خرید پر جہاں پچھلے سال صرف 2 کروڑ 80 لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے تو پھر اس سال 4 کروڑ روپے کیوں رکھے گئے ہیں؟ جناب والا! صفحہ 439 پر Education Material میں 10 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ یہ 10 کروڑ روپے پرائمری سکولوں میں بلیک بورڈز کی خرید کے لیے ہوں گے۔ اس کے علاوہ Teachers Guides , Supplementary Material کے لیے ڈیڑھ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جس کا انھوں نے نہیں بتایا کہ Supplementary Material سے کیا مراد ہے۔ یہ 11.50 کروڑ روپے کی رقم بنتی ہے جو پہلی مرتبہ اس بجٹ کا حصہ بنی ہے۔ جناب والا! ان پرائمری سکولوں میں جن کی چاردیواری نہیں ہے جن کے اوپر چھتیں نہیں ہیں جن کے پاس ٹاٹ نہیں ہے یہ بلیک بورڈ ان کو مہیا کیے جا رہے ہیں۔ یہ محکمہ تعلیم کی منصوبہ بندی ہے اور پچھلے سال کی بجٹ

تقریر کے صفحہ پر وزیر خزانہ نے یہ بتایا تھا میں وہ quote کر رہا ہوں کہ حصول تعلیم کو با وقار بنانے کے لیے وزیر اعلیٰ پنجاب کی خصوصی ہدایت پر صوبے کے تمام ایسے سکولوں کو بتدریج فرنیچر مہیا کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جہاں اب تک طلباء ٹاٹوں پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔ جناب سپیکر! ! محکمہ تعلیم کی یہ پالیسی تھی کہ اب آئندہ سے ہم ٹاٹوں کی بجائے فرنیچر دیں گے اور جہاں ٹاٹ ہیں وہاں فرنیچر replace کریں گے اور یہی وجہ ہے کہ اگلے سال کا میزانیہ پیش کرتے ہوئے وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ ایک ہزار پرائمری سکولوں کو فرنیچر مہیا کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ساڑھے چھ سو کے قریب مڈل سکولوں کو بھی فرنیچر مہیا کیا جائے گا ۔ لیکن وہ ایک حقیقت چھپا گئے کہ 6 ہزار پرائمری سکولوں کو ٹاٹ بھی مہیا کیے جا رہے ہیں ۔ ایک طرف تو پالیسی بناتے ہیں کہ اب سکولوں میں جہاں ٹاٹ ہیں وہاں فرنیچر میں تبدیل کر دیا جائے گا لیکن آئندہ سال کے بجٹ میں ADP میں 5.50 کروڑ روپیہ 6 ہزار پرائمری سکولوں کو ٹاٹ مہیا کرنے کے لیے رکھا گیا ہے ۔ اس سے بہتر یہ نہیں تھا کہ کم از کم دو ہزار سکولوں کو فرنیچر مہیا کر دیتے میں ان کی منصوبہ بندی اور پالیسی کی بات کر رہا ہوں ۔

جناب والا ! پھر صفحہ 439 پر / Lumpsum provision for transferred Schemes Establishment Charges سکیم کے لیے 5 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور یہ کوئی پتا نہیں کہ یہ سکیمیں Animal Husbandry سے ٹرانسفر ہو رہی ہیں ۔ یہ سکیمیں محکمہ جنگلات سے ٹرانسفر ہو رہی ہیں یا یہ جہاں کہیں سے بھی ٹرانسفر ہو رہی ہیں ۔ لیکن 5 کروڑ روپیہ رکھ دیا گیا ہے ۔ مجھے امید ہے کہ وزیر تعلیم یہ بتائیں گے کہ یہ کون سی سکیمیں ٹرانسفر ہو رہی ہیں کہ Establishment Charges کے لیے 5 کروڑ روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے ۔ جناب سپیکر! ہم نے اپنے دور حکومت میں معیار تعلیم کو بلند کرنے اور شرح خواندگی کو بڑھانے کے لیے ٹھوس اقدامات کیے تھے اور اس کے نتائج بھی بر آمد ہونا شروع ہو گئے تھے ۔ ہم نے امتحانی نظام کو بہتر بنایا تھا ------

وزیر تعلیم، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر، وزیر تعلیم صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

وزیر تعلیم، جناب والا! فاضل مقرر کی بات سمجھ میں نہیں آ رہی ۔ وہ ذرا 5 کروڑ والی بات دہرا دیں تا کہ میں اس کا جواب دے سکوں اور تھوڑا سا اونچا بھی بولیں تا کہ صاف سنائی دے ۔

جناب سپیکر، میں ہاؤس کے اراکین سے بھی کہتا ہوں کہ از راہ کرم اپنے ساتھیوں کی تقریروں کو

توجہ سے سنیں۔ آپ کے پاس آپس میں گفتگو کرنے کے لیے لابیز ہوتی ہیں، کیفے ٹیریا بھی ہوتا ہے۔ وزراء صاحبان کے پاس دفاتر بھی ہوتے ہیں تو میں خاص طور پر اراکین سے کہتا ہوں کہ مہربانی سے اپنے ساتھوں کی تقاریر کو توجہ سے سنیں اور کم از کم جو سننا چاہتے ہیں انھیں سننے کا موقع ضرور دیں اور اگر آپ نہیں سننا چاہتے تو لابی میں تشریف لے جا سکتے ہیں اور وہاں گفتگو فرما سکتے ہیں۔ ویسے عثمان ابراہیم صاحب! دس منٹ ہو گئے ہیں۔ دو منٹ میں wind up کیجیے گا۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم: جناب والا! میرا سپیکر بند ہے۔ تو میں اس سپیکر پر آ جاتا ہوں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے

بیرسٹر عثمان ابراہیم: جناب سپیکر، صفحہ 439 پر 59900 سکیم ہے جس میں ہے کہ Lumpsum Provision for Transferred Schemes /Establishment Charges اور یہ 5 کروڑ روپے کی ہے جو پہلی دفعہ بجٹ میں شامل کی گئی ہے۔ پچھلے سال اس مد میں ایک پیسہ بھی مختص نہیں کیا گیا تھا۔ جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہم نے معیارِ تعلیم کو بلند کرنے کے لیے نہ صرف امتحانی نظام کو بہتر بنایا بلکہ ہم نے بورڈ میں موجود بدعنوانیوں کو دور کرنے کے لیے کمپیوٹرائزڈ نظام وضع کیا، ہم نے داخلوں کے میرٹ پر سختی سے عمل کروایا اور اس کے نتائج 1993ء کے میٹرک اور بورڈ کے امتحانات کے نتائج سے ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے اور یہ ثابت ہو گیا تھا کہ ہم نے بہت حد تک نقل پر قابو پا لیا ہے۔ جناب والا! اس سلسلے میں یونیسف نے بھی اپنی سالانہ رپورٹ میں اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ محکمہ نے امتحانی نظام کو بہتر بنانے کے لیے، نقل پر قابو پانے کے لیے جو اقدامات کیے وہ قابلِ تعریف ہیں۔ لیکن اس صورتِ حال کو برقرار رکھنے کے لیے کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ یہاں موبائیل سنٹر بنے اور ان سنٹرز کو بند کرنے پر بورڈ کے سیکرٹری کو پہلے ٹرانسفر کیا گیا اور اس کے بعد محکمہ کے سیکرٹری کو بھی ٹرانسفر کر دیا گیا۔ جناب والا! وزیروں کے رشتہ دار کمالیہ اور ملتان سے آ کر یہاں لاہور میں امتحان دیتے رہے اور جب ان پر نقل کے کیسز بنے تو UMC کیسز کو ختم کروا دیا گیا اور داخلوں میں میرٹ سسٹم کی دھجیاں بکھیر دی گئیں۔ جناب والا! ایف سی کالج میں ایک جونیئر پروفیسر کو اپنی من مانی کرنے کے لیے پرنسپل تعینات کر دیا گیا اور اس کے بعد وہاں میرٹ کی دھجیاں بکھیر دی گئیں۔ جناب والا! چونکہ آپ نے سگنل دے دیا ہے اس لیے میں مختصر کر رہا ہوں۔ جناب والا! کالج آف ایجوکیشن خواتین کی پرنسپل کو اس جرم کی پاداش میں کہ اس نے

میرٹ کے خلاف داخلے کرنے سے انکار کر دیا تھا سزا کے طور پر اس کے سکالر شپ سے محروم کر دیا گیا اور امتحانی نظام میں حکومت کی دلچسپی اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ پچھلے کئی ماہ سے لاہور بورڈ کی چیئرمین کی تعیناتی کا مسئلہ کھٹائی میں پڑا ہوا ہے اور اس وقت جناب والا! بورڈ کا سیکرٹری اور بورڈ کا کنٹرولر آپس میں چیئرمین کے اختیارات استعمال کرنے میں الجھے ہوئے ہیں۔ پچھلے امتحانات میں ان اختیارات کے استعمال کے لیے اور اپنی مرضی کے سپرنٹنڈنٹ تعینات کرنے کے لیے ان کے درمیان باقاعدہ جنگ ہوئی تھی۔ ایسے حالات میں معیار تعلیم کو بلند کرنے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ جناب سپیکر حکومت یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ معیار تعلیم کو بلند کرنے کے لیے وہ پہلی جماعت سے انگریزی زبان کی تدریس کا سلسلہ شروع کر رہی ہے۔ جناب والا! ان کی ناقص منصوبہ بندی کو آپ دیکھیں کہ پہلے انہوں نے ۲۲ ہزار ٹیچروں کے لیے پوسٹیں create کیں تاکہ ہر پرائمری سکول میں ایک ٹیچر کو بھیجا جا سکے۔ اور اب آئندہ سال کے لیے ۲۲ ہزار ٹیچرز کی اسامیاں واپس لے لی گئی ہیں۔ اب ان کی پالیسی یہ ہے کہ ۲۰ ہزار سکولوں میں معیار تعلیم بلند ہو گا جہاں انگریزی کے استاد ہوں گے اور باقی ۲۲ ہزار سکولوں میں معیار تعلیم کو بلند نہیں کیا جائے گا۔ وہاں سے انہوں نے آنکھیں پھیر لی ہیں۔ جناب والا! اس طرح کی پالیسیاں دیرپا نہیں ہوتیں۔ اگر آپ نے اپنے جیالوں کو نوازنا ہے تو کوئی اور سکیم بنائیں لوگوں کو بے وقوف نہ بنائیں .....

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم: جناب والا! مجھے آپ wind up تو کر لینے دیں۔ جناب والا! اس کے بعد میں شرح خواندگی کی طرف آؤں گا۔ ہم نے صوبے میں شرح خواندگی کو بڑھانے کے لیے بڑے بڑے پراجیکٹ شروع کیے تھے۔ جس میں پرائمری ایجوکیشن پراجیکٹ تھا جس کے تحت ہم نے ہزاروں پرائمری سکول کھولے learners co-ordinators کی پوسٹیں create کیں تاکہ وہ خود جا کر وہاں کی تدریس کا انتظام سنبھالیں اور وہ بچے جو سکولوں میں نہیں جاتے انہیں سکولوں میں واپس لایا جائے۔ ہم نے جناب والا! مڈل سکول پراجیکٹ شروع کیا جس کے تحت ہزاروں مڈل سکول شروع کیے گئے۔ ہم نے گرلز پرائمری ایجوکیشن پراجیکٹ بھی شروع کیا جس کے تحت خواتین میں شرح خواندگی کو بڑھایا گیا۔ ہم نے پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا اجراء کیا جس کے تحت پرائیویٹ اداروں کو اس بات کے لیے شامل کیا گیا کہ وہ حکومت کا ساتھ دیں تاکہ ملک میں شرح خواندگی بڑھے۔ ہم نے جناب

سپیکر سوشل ایکشن پروگرام شروع کیا جس کے تحت ہم نے ۲۰۰۰ء تک دس ہزار پرائمری سکول کھولنے تھے۔ جناب سپیکر! ہم نے موجودہ حکومت کو بڑی ٹھوس بنیاد فراہم کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ اس نظام کو کامیابی سے نہ چلا سکے تو اس میں ہمارا قصور نہیں ہے اس میں ان کی غلط منصوبہ بندی، غلط حکمت عملی اور عدم دلچسپی ہو گی۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب میاں معراج دین صاحب۔

میاں معراج دین: شکریہ۔ جناب سپیکر! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے معزز ایوان میں نظام تعلیم کے انحطاط پر اپنی گفتگو کا آغاز ۷۲۔۷۳۔۱۹۷۲ء سے اور عوامی میلے سے کروں گا۔ جس میں ۲۵ ہزار طلباء و طالبات شامل تھے۔ فور ٹریس سٹیڈیم لاہور میں متواتر تین برس mass physical display کے نتیجے میں کام شروع ہوا اور اس میں یہ مراعات دی گئی کہ جن بچوں نے اس سال پی ٹی شو میں کام کیا ان کو بغیر امتحان کے پاس کر دیا گیا۔ اور اسی وقت یہ بھی طے ہوا کہ ان کو میٹرک کے امتحان میں سہولت دی جائے۔ اور اس سہولت کے نتیجے میں نقل کا رجحان بڑھا اور یہ اس رعایت کا شاخسانہ ہے پیپلز پارٹی کے اسی دور میں نظام امتحان کو تباہ کیا گیا۔ قواعد وضوابط کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے وہ ٹیچرز جو کوالفائیڈ نہیں تھے ان کو تعینات کیا گیا۔ اس طرح بوٹی مافیا کی بنیاد پڑی اور نظام تعلیم کو جیالوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ وزیر تعلیم موصوف بھی میرے ساتھ اتفاق کریں گے کہ یہ بھی اس زمانے میں طالب علم تھے اور یہ مجھ سے زیادہ اس مسئلے پر روشنی ڈال سکیں گے کہ اصل حقائق کیا تھے۔ یہ بدعنوانی موجودہ دور حکومت میں بھی اپنے عروج کو پہنچی ہوئی ہے۔ جیسا کہ اس بات سے یہ وضاحت ہو جاتی ہے کہ محکمہ تعلیم میں، یہ بات میں واضح طور پر عرض کر دوں کہ ایک ٹرانسفر کروانے کے لیے ان کی اپنی پارٹی کے وزراء کرام اور ایم پی اے حضرات کوشش کریں تو وہ بھی مشکل سے ہوتی ہیں۔ لیکن وزیر موصوف چونکہ وزیر اعلیٰ کے قریب ہیں اور بڑے ہر دلعزیز ہیں ان کے اسی دور میں جناب سپیکر! دو ایجوکیشن سیکرٹریوں کو محض اس لیے تبدیل کیا گیا کیونکہ وہ ان کے مزاج کے مطابق کام نہیں کرتے تھے اور یہ بھی اسی بات کی ایک کڑی ہے۔ جناب والا! یہاں میں ایک مشہور واقعہ بھی آپ کی اطلاع کے لیے بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ پچھلے برس جناب وزیر موصوف نے ایک موبائیل سنٹر جس کا ابھی میاں عثمان صاحب نے ذکر کیا میں اس کی تھوڑی سی وضاحت کر دوں کہ وہ سنٹر اس لیے بنایا گیا ان کے کوئی قریبی عزیزوں یا

دوستوں نے مشورہ دیا کہ ایک پاک ٹیل موبائل سنٹر بنایا جائے جو آج سے پہلے کبھی نہیں بنا تھا یہ انہی کے دور میں بنا اور اس امتحان میں جو بد عنوانیاں ہوئیں اس کے متعلق انہیں چاہیے کہ اس پر روشنی ڈالیں۔

دوسرا جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ ثانوی بورڈ کے عملہ پرچے آؤٹ کیے گئے اور ان تمام واقعات کا وزیر موصوف نے سنجیدگی سے نوٹس نہیں لیا۔ میں یہاں پر یہ بھی عرض کردوں کہ میں پہلے ہی پیشین گوئی کرتا ہوں کہ وزیر موصوف ایک ایسے آفیسر کو لاہور بورڈ کا چیئرمین بنانا چاہتے ہیں جو بورڈ کے ایکٹ کے مطابق تقرری کا حق بھی نہیں رکھتا۔ مگر یہ بد عنوانیوں میں اپنا ثانی بھی نہیں رکھتا۔ جناب سپیکر! میاں نواز شریف صاحب کے دور حکومت میں تعلیمی میدان میں جدید دنیا کے ہم قدم تین درجاتی نظام تعلیم قائم کیا گیا۔ ایلیمنٹری، سیکنڈری، اور ہائر ایجوکیشن کا نظام متعارف کروایا۔ جس کے تحت ایلیمنٹری ایجوکیشن کے لیے علیحدہ ڈائریکٹوریٹ قائم کیا گیا جس کے تحت ۴ ارب روپے رکھے گئے جس میں ۲ ارب روپے ورلڈ بنک کی امداد بھی شامل ہے۔ پنجاب بھر میں نئے ایلیمری سکول اور موجودہ پرائمری سکولوں کو آٹھویں جماعت تک ایلمنٹری سکول کا درجہ دیا جاتا تھا۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ حکومت دو سالوں کے درمیان ایک ایلیمنٹری سکول بھی قائم نہیں کر سکی۔ اسی طرح گذشتہ سال کے بجٹ میں ۲۰ نئے ہائر سیکنڈری سکول قائم کرنے کی نوید سنائی گئی تھی لیکن حکومت اس پر عمل درآمد نہ کر سکی۔ جس سے تین درجاتی نظام تعلیم کو موجودہ دور میں غیر موثر بنا دیا گیا۔ حکومت دو سال سے پرائمری سطح پر انگریزی تعلیم شروع کرنے کے بلند بانگ دعوے کر رہی ہے۔ اس کے لیے ایک سو ساٹھ بلین روپے کی رقم بھی گذشتہ سال مختص کی گئی لیکن انگلش ٹیچر کی ایک تقرری بھی آج تک نہیں ہو سکی۔ دیگر خالی اسامیوں پر تعیناتی کے لیے میرٹ کا نعرہ لگاتے ہوئے، میں یہ واضح طور پر عرض کروں گا کہ جناب وزیر موصوف نے اپنے حلقہ میں میرٹ کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے اپنے من پسند افراد کو تعینات کیا۔ جناب سپیکر! میاں نواز شریف کے دور میں اساتذہ کو معاشرے میں عزت اور وقار دینے کے لیے کالج اور سکول کے اساتذہ کو ترقی کا چار درجاتی فارمولا دیا گیا۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ موجودہ حکومت اساتذہ کا معاشی استحصال کر کے انہیں اپنے زیر تسلط رکھنا چاہتی ہے

جناب سپیکر: میاں صاحب! wind up کیجیے۔

میاں معراج دین، جناب سپیکر! صرف پانچ منٹ اور دے دیں۔

جناب سپیکر، نہیں پانچ منٹ تو کل وقت تھا اور آپ کو بات کرتے ہوئے آٹھ منٹ ہو چکے ہیں۔

میاں معراج دین، جناب والا! ہم نے تو مقرر ہی محدود کر دیے ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں میاں صاحب ایسا نہیں ہو سکتا۔

میاں معراج دین، اچھا جناب والا! میں wind up کرتا ہوں۔ جناب والا! سکول ونگ میں مختلف گریڈ کی سینکڑوں اسامیاں بلا جواز خالی ہیں اور بہت سے اساتذہ ترقی حاصل کیے بغیر ریٹائرڈ ہو رہے ہیں اور کالج ونگ کی صورت حال بھی کچھ اسی طرح ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے معزز ایوان میں اس بات کی نشاندہی کرتا ہوں اور معزز ایوان کو آگاہ کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ سکول کیڈر کے سربراہ ڈی پی آئی .....

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آپ کی رولنگ کے باوجود پاک ٹیل وغیرہ چل رہے ہیں۔

میاں فضل حق، جناب والا! ڈاکٹر کو بلایا جائے اور دیکھا جائے کہ انہیں کیا پرابلم ہے۔

جناب سپیکر، پاک ٹیل کی ہاؤس میں لانے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ آخری وارننگ ہے۔ اگر آئندہ کوئی رکن یہاں پاک ٹیل لائے گا یا وہ کام کرے گا تو پھر میں مجبور ہوں گا کہ انہیں یہاں سے ہم رخصت کرنے کے لیے گزارش کریں۔ اس لیے اس کا موقع نہ آنے دیا جائے۔

میاں معراج دین، جناب والا! ایک بات کہ صرف ڈی پی آئی سکینڈری ایجوکیشن پنجاب ایک ایسے افسر کو تعینات کیا گیا ہے۔ جس کے بارے میں وزیر موصوف خود وضاحت فرمائیں گے کہ میونسپل ڈگری کالج پتوکی کے ایک ایسے لیکچرار تھے جو ڈی پی آئی کے حالیہ عہدے تک کیسے پہنچے میرے پاس وہ تمام شواہد موجود ہیں جو ان کی جائز ترقی اور تقرری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ڈی پی آئی سکینڈری ایجوکیشن جن کا نام محمد صفدر جنگ ہے۔ نے پیپلز پارٹی کے دور میں جعل سازی کے ذریعے محکمہ تعلیم میں ملازمت کی' اور اسی دور میں ڈی پی آئی کے عہدے پر تعینات ہوئے۔

جناب سپیکر، میاں صاحب اس طرح کسی کی ذات پر حملہ ٹھیک نہیں۔

میاں معراج دین، ان کے متعلق یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ کس قدر راشی ہے۔

جناب سپیکر، اگر آپ ان کے خلاف ایسا محسوس کرتے ہیں تو تحریک لائیے۔ یہ بھی کمیٹی کے سامنے اس کا جواب دے سکیں۔ یہ بات نہیں ہو گی۔

میاں معراج دین، ٹھیک ہے جناب میں تحریک لے آؤں گا۔ میں صرف یہ عرض کردوں۔ یہ ماتحت عملے کے ساتھ جس طرح کا سلوک کرتے ہیں ان کے متعلق میں یہ بھی عرض کردوں کہ اساتذہ کی جو ایک ایسوسی ایشن ہے۔ ان کو چیف سیکرٹری صاحب نے بلایا کہ آکر میرے ساتھ ملاقات کریں۔ وہاں ملاقات کے دوران جب یہ آمنے سامنے بیٹھے تو چیف سیکرٹری صاحب نے بھی محسوس کیا۔ اور وہ چونکہ وزیر تعلیم صاحب کے بڑے قریب ہیں اور ان کی ٹرانسفر کا مسئلہ آیا تو انہوں نے ان کی ٹرانسفر نہ کرنے دی۔ جناب والا میں ایک بات اور عرض کردوں۔ صرف ایک پوائنٹ ہے۔

جناب سپیکر، نہیں میاں صاحب نہیں۔ بس آپ کو بات ختم کرنی پڑے گی۔ میں آپ کو اجازت نہیں دے رہا۔ اب محمد منشاء اللہ بٹ صاحب۔

جناب محمد منشاء اللہ بٹ ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ رب اشرح لی صدری ویسرلی امری ○ واحلل عقدۃ من لسانی یفقھو قولی ۔ تمام تعریفیں صرف خداوند تعالیٰ کے لیے جو تمام طاقتوں کا' عزتوں کا رحمتوں کا مالک ہے۔ اور جس کے حکم کے بغیر اس کائنات میں ایک پتا بھی حرکت نہیں کرسکتا۔ کروڑوں درود سلام اپنے آقا' اپنے ہادی' اپنے مرشد پر' میری روح ان پر فدا ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

شکریہ جناب سپیکر! محکمہ تعلیم اہم ترین شعبہ ہے اور اس کی اس وقت صورت حال تسلی بخش نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کی کارکردگی بہتر ہے۔ بلکہ تشویش ناک ہے۔ ہمارے ہاں تقریباً 70% عوام تعلیم کے بنیادی حق سے محروم ہیں ۔ درس گاہوں میں عمارتیں نہیں ہیں اور جہاں کہیں خستہ حال عمارتیں موجود ہیں وہاں اساتذہ کرام نہیں ہیں۔ جناب والا! جہاں استاد نہ ہو' عمارت کا برا حال ہو' تو وہاں بچوں نے کیا تعلیم حاصل کرنی ہے۔ جناب والا! بچیوں کی تعلیم کی طرف کوئی خصوصی توجہ نہیں دی جارہی جبکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک بچی کا تعلیم حاصل کرنا ایک خاندان کا تعلیم حاصل کرنا ہے۔ اور ایک آئندہ آنے والی نسل کو تعلیم دلانا ہے۔ بچوں اور بچیوں کے سکولوں کی حالت زار یہ ہے کہ سٹاف کی کمی ہے' فرنیچر کی کمی ہے' سائنس لیبارٹریز میں سائنس کا سامان نہیں ہے' لائبریری میں کتب نہیں ہیں۔ اور بجلی اور پانی کا انتظام سکولوں میں ناکافی ہے۔ 1994-95ء کے بجٹ میں جو رقم مہیا کی گئی تھی وہ کافی رقم تھی ۔ میرے لیے یہ ایک سوالیہ نشان ہے کہ محکمہ تعلیم اور وزیر تعلیم کے لیے

غور و فکر کی یہ بات ہے کہ 95-1994ء میں 9 ارب 8 کروڑ 87 لاکھ 6 ہزار 180 روپے تھے ۔ میرے مطالعہ اور مشاہدے کے مطابق پچھلے بجٹ میں رکھی گئی رقم کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس کے بہتر نتائج اب قوم کے سامنے نہیں ہیں۔ جناب والا! صرف 3% پرائمری سکول ایسے ہیں جن میں sanitation کی سہولت میسر ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم آئندہ آنے والے نسلوں کے لیے کیا کر رہے ہیں۔ جناب والا! تعلیمی شعبے میں دوعملی ہے۔ ایک طرف بڑے بڑے عالی شان سکول اور کالجز ہیں اور دوسری طرف بغیر عمارتوں کے درختوں کے نیچے سکول ہیں۔ اور بغیر اساتذہ کرام کے سکول ہیں۔ جناب والا! طبقاتی تعلیمی نظام کو ختم کرنا ہوگا۔ محترم سپیکر صاحب! مسلم لیگ کے دور حکومت میں پنجاب میں شرح خواندگی کو بڑھانے کے لیے ایجوکیشن فاؤنڈیشن قائم کی گئی، جس کے ذریعے تقریباً 16 کروڑ روپے بہتر تعلیمی اداروں کو مہیا کیے گئے تاکہ ہم خواندگی کو ختم کرسکیں۔ موجودہ بجٹ میں اس ادارے کے لیے بجٹ بالکل نہیں رکھا گیا۔ اس کی ورکنگ کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اور میری اطلاع کے مطابق تقریباً دو سال میں اس ادارے کا شاید کوئی اجلاس بھی نہیں ہوا۔ محکمہ تعلیم پچھلے سال کی رواں سکیموں کو ابھی تک مکمل نہیں کرسکا۔ بمشکل اس سال ان رواں سکیموں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے گا۔ تو نئی سکیموں کے وعدے اور ان کے خوابوں کا ہمیں کیا اعتبار۔ پچھلے سال کے بجٹ میں کافی رقم ملنے کے باوجود ہزاروں سکول جن میں اساتذہ کرام نہیں ہیں، بچوں کو کوئی سہولت میسر نہیں ہے سکول بغیر اساتذہ کرام کے کیا نتیجہ دیں گے۔ بچے کس سے پڑھیں گے۔ 43 ہزار اساتذہ کرام کو تعینات کرنے کی نوید سنائی گئی ۔ بعد میں اب 20 ہزار اساتذہ کرام کی تعیناتی کی خبر ہے ۔ جس میں سے 6 ہزار کو ترقی دی جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مد میں کٹوتی بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اخراجات کم ہوگئے ہیں۔ جناب والا! اسٹیبلشمنٹ پر بہت زیادہ خرچ کیا گیا ہے ۔ ڈائریکٹرز ہیں، ڈی اوز ہیں اور ڈپٹی ڈی اوز ہیں محکمہ تعلیم کے ان افسران کی موجودگی میں ہمارے علاقوں میں محکمہ تعلیم کی درس گاہوں کے جو حالات ہیں اتنے بڑے set up کے ہونے کے باوجود ان کے علم میں آنا چاہئے کہ عملی طور پر وہاں پر کیا ہو رہا ہے۔ بچوں کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے ہم یہاں صرف زبانی جمع خرچ کر رہے ہیں۔ لیکیج کو کنٹرول کرنا ہوگا ۔ میں نے یہ پہلے بھی آپ سے گزارش کی تھی۔ اور جناب والا! استاد کا سب سے محترم مقام قائم کرنا ہوگا۔ میرے نزدیک وہ سب سے اہم ہے۔ میرے نزدیک اس ملک میں vvip صرف اساتذہ کرام ہیں جو قوم کے معمار ہیں جنہوں نے آنے والی نسل کو تیار کرنا ہے ۔ ان

کے مسائل کو حل کرنے کے لیے اس بجٹ میں کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ ٹرینڈ اساتذہ کرام کو بغیر سفارش، بغیر رشوت کے اگر تعینات کیا جائے گا تو یقین جانیے گا کہ محکمہ تعلیم میں نتائج بہت بہتر ہوں گے۔ ہمیں آنے والی نسل کے لیے آنے والی قوم کو تیار کرنے کے لیے نظریہ پاکستان کی حفاظت کے لیے اپنی تاریخ کی حفاظت کے لیے فوری طور پر نصاب تعلیم کو تبدیل کرنا ہوگا۔ نصاب تعلیم میں اسلامی تاریخ، نظریہ پاکستان کا سبق اور علامہ اقبال کا کلام اور ان کے افکار کو شامل کرنا ہوگا۔ کیونکہ علامہ اقبال اسلام کا پیغام دیتے ہیں۔ اور اسلام کو جس بلند مقام پر علامہ اقبال نے دیکھا ہے اور جس بلند مقام پر سے علامہ اقبال نے دیکھا ہے بہت کم نگاہیں وہاں پہنچ سکتی ہیں۔ انہوں نے نوجوانوں کو شاہین کا خطاب دیا۔ انہوں نے نوجوانوں کو پستی کے لفظ سے نفرت سکھائی، علامہ اقبال کی لغت میں پستی کا لفظ بالکل نہیں ہے۔ وہ زندگی کا پیغام دیتے ہیں۔ خودی کا درس دیتے ہیں۔ یہی صفات ہم اپنی آئندہ آنے والی نسل میں چاہتے ہیں۔ تو اس کے لیے جناب سپیکر! ان کے کلام کو نصاب میں شامل کرنا ہوگا۔ خودی موجود ہے تو جناب والا بادشاہی ہے۔ خودی نہیں ہے تو کنگال ہے۔ دوسروں کی غلامی افلاس ہے ۔ جو انسان خود شناس نہیں ہے وہ خدا شناس بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ تعلیم علامہ اقبال کی ہے۔ ہمیں آئندہ آنے والے نسل کو اس تعلیم سے آراستہ کرنا ہوگا تاکہ ہمارا نوجوان شاہین ہو وہ نظریہ پاکستان سے واقف ہو اور جناب والا اس کی تربیت شاندار ہو۔

جناب سپیکر: آپ کا بہت بہت شکریہ۔

جناب محمد منشاء اللہ بٹ: جناب والا! ایک منٹ ۔ میں ایک شعر آپ کی نظر کرتا ہوں۔ میں دو چار منٹ میں اپنی بات کو ختم کروں گا۔

اثر کرے نہ کرے سن تو لے میری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندہ بے داد

میں چند الفاظ کہتا ہوں اس کے بعد بات کو ختم کردوں گا۔ جناب والا! مختصر بات یہ ہے کہ ہم تعلیمی میدان میں جب تک اپنے نظام کو نہیں بدلیں گے اس وقت تک ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ جناب والا!

علم راہبر دل زنی یار بود
علم راہبر تن زنی مار بود

جناب والا! ہمیں تمام سسٹم بدلنا ہوگا۔ یہ مشن نبیوں کا مشن ہے۔ جناب والا رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانے میں خلفائے راشدین کے زمانے میں مساجد میں دینی تعلیم کے ساتھ تربیت بھی دی جاتی تھی۔ اور نتیجہ میں آپ نے دیکھا کہ نہایت اعلیٰ تعلیم یافتہ بزرگ ہستیاں ' دانشور پیدا ہوئے ۔ جنہوں نے قوم اور ملک کی تقدیریں بدلیں۔ ہمیں مساجد کی طرف پلٹنا ہو گا۔

پھونک ڈالو یہ زمین و آسمان مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرو

شکریہ جناب والا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، مہربانی۔ اب میں دعوت خطاب دیتا ہوں' پروفیسر این ایم غفاری صاحب۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، شکریہ جناب سپیکر! میں مطالبۂ زر ۲۰ ارب ۷۲ کروڑ ۴۹ لاکھ ۱۵ ہزار ۲ سو روپے جو تعلیم کے لیے طلب کیا گیا ہے' اس کی مخالفت صرف اس لیے نہیں کرتا کہ یہ رقم کیوں دی گئی۔ میرا پوائنٹ یہ ہے کہ اس رقم کو دگنا' تگنا چوگنا کر کے تعلیم کے لیے دیا جائے۔ کوئی حرج کی بات نہیں ہے

جناب سپیکر، آپ کہہ رہے ہیں کہ اسے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، مجھے discuss کرنے دیجیے' جس پوائنٹ پر میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک علم کا تعلق ہے' علم ایک روشنی ہے جس سے انسان کی اپنی پہچان ہے' اس سے اللہ کی پہچان ہے' اس کے حقوق کی پہچان ہے' اس کی ساری چیزوں کی پہچان ہے۔ جب علم کا نور نہیں ہو گا تو کچھ بھی نہیں ہو گا۔ آپ کو علم ہو گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں ارشاد فرمایا گیا: "اقراء"۔ کیا معنی' کہ پڑھیے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی تو سب سے پہلے صفا کی درس گاہ کو قائم کیا گیا جو چبوترہ تھا۔ جس کی چھت نہیں تھی۔ دھوپ پڑتی تھی۔ لیکن وہاں کے تعلیم یافتہ لوگ فوجوں کے جرنیل بنے' ان میں قاضی اور مفتی بنے' ان میں حکم ران بنے۔ ان میں خطیب بنے۔ ان میں پروفیسر بنے۔ ان میں حدیث کے استاد بنے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ' آپ صلی اللہ کی ٹریننگ نے اس صفا کی چھت کے نیچے بیٹھنے والے لوگوں کو آپ نے ٹریننگ دی۔ وہ لوگ تیار ہوئے۔ انھوں نے قوموں کی امامت کی اور قوموں کی رہنمائی کی۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ـــ میں ایک بات کہتا جاؤں کہ ان کا maintenance سسٹم کیا تھا۔ کہتے ہیں

کہ جن لوگوں کے باغات تھے وہ کھجور لا کر ان کے اوپر چھت کے اوپر لٹکا دیتے تھے۔ اس سے کھجور گرتے تھے اور وہ اعلیٰ صفات انسان جو پوری امت کے امام بننے والے تھے ان کھجوروں کو اٹھا کر کھاتے تھے اور پڑھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سسٹم کو یہاں تک آگے بڑھایا کہ آپ ٹیم کے اندر ایک ٹیم بھیجتے تھے جس میں چار چار پانچ سے لے کر دس تک ہوتے تھے۔ جس گاؤں میں جاتے تو ان پر بار نہیں بنتے تھے۔ دن کو لکڑی چنتے تھے' اس کو بیچتے تھے اور maintenance کا سسٹم قائم کرتے تھے اور رات بیٹھ کر لوگوں کو اللہ اور اللہ کے رسول کی باتیں سناتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہمارے دین کے اندر ایجوکیشن کی اتنی اہمیت ہے کہ اس پر جتنا بھی خرچ کیا جائے' کم ہے۔ میں ایک بات اور کہتا ہوں کہ میں نے اور آپ نے کیسے پڑھا ہے؟ جناب سپیکر سر! آپ attentive ہوں گے تو بات چلے گی۔ میں نے اور آپ نے کیسے پڑھا ہے؟ ہو سکتا ہے میرا اور آپ کا background ایک ہی ہوگا۔ ہم ٹاٹ پر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ ٹاٹ بھی نہیں ہوتا تھا۔ صبح کو چلتے تو ماں ہمیں ایک بوری دیتی تھی۔ اس پر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ لیکن مجھے دکھ ہوتا ہے کہ میں نے پی۔ ایچ ڈی کیا۔ یونیورسٹی میں پندرہ سال تک پڑھایا۔ اس کے بعد سیاست دان بنا۔ ایم پی اے بن گیا۔ آج میں اپنے حلقے میں جاتا ہوں اللہ کی قسم کھا کر کہہ رہا ہوں اب بھی سکولوں کے بچے بےچارے اسی طرح بوری لے کر بیٹھتے ہیں۔ نہ ان کے پاس ٹاٹ ہے' نہ ان کے پاس بنچ ہے۔ ہم کہتے ہیں حکومت نے اتنی بڑی رقم جو پچھلے سال لی تھی۔ میں آپ کی سمع خراشی کر رہا ہوں' یاد داشت ذرا ثقیل ہوتی ہیں۔ پچھلا جو بجٹ تھا' non SAP اور SAP Programme کے تحت ۲۲۵.۸۳ کروڑ روپے دیا گیا تھا۔ جب کہ اب کی بار جو دیا جا رہا ہے' اس میں چوبیس فی صد کا اضافہ کیا گیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں' پچھلی رقم کے کیا نتائج نکلے تھے؟ کتنے بچوں کو سکول میں ٹاٹ دیا گیا؟ جناب سپیکر سر! مجھے جو فنڈز اس پر ملے' اس میں میں نے دو لاکھ روپے ٹاٹ کے لیے رکھے تھے' کیونکہ مجھے پتا تھا کہ میں ٹاٹ پر بیٹھا کرتا تھا۔ لیکن جب میں نے حلقے کا سروے کیا تو مجھے جان کر دکھ ہوا کہ ہمارے شہر کا سکول جو شہر کا ماڈل ہائی سکول ہے' کالونی ماڈل ہائی سکول' اس میں جب گیا تو ہیڈماسٹر صاحب کہتے ہیں کہ ہمیں ۱۶۰ ٹاٹ چاہیے۔ ہمارے پرائمری سیکشن میں ایک بھی ٹاٹ نہیں۔ تو سوال ہے کہ وہ فنڈز کہاں چلے گئے؟ ان کا استعمال کہاں ہوا؟ اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ ہم رقم کے خلاف نہیں ہیں۔ مسلمان امت نے اور مسلمان حکمرانوں نے ایجوکیشن کے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔ آپ کے سامنے غرناطہ' اشبیلیہ' آپ کے سامنے ساری تاریخ ہے۔ بغداد' دمشق' قیروان' یہ جامعات کیسے بنی تھیں؟ ان پر پیسہ خرچ کیا گیا تھا۔ ان سے لوگ پیدا ہوئے تھے۔ ان سے امت بنی

تھی۔ لیکن سوال ہے کہ ہم جو پیسہ خرچ کرتے ہیں' ہم نے کون سے لوگ بنائے ہیں؟ ہم نے کون سے رجال کار پیدا کیے ہیں۔ ہم میں سے کون سا علامہ اقبال پیدا ہو رہا ہے۔ کون محمد علی جناح پیدا ہو رہا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایجوکیشن کا سسٹم کیا ہے؟ کتنی دکھ بھری بات ہے ۔ لیکن ایک بات حکومت کی اچھی بھی کہتا ہوں۔ appreciate کرنے والی بات کو appreciate کروں گا۔ لیکن اس کا نقص بھی بیان کروں گا کہ اب ان کو یہ خیال آیا ہے کہ سی ایس ایس کرنے والے طالب علم سارے Aitchisonians۔ یا گورنمنٹ کالج کے پڑھے ہوئے لوگ ہیں جو امیروں کے بچے ہیں' سی ایس ایس کے امتحان میں وہ تو پاس ہوں گے اور غریب کا بچہ پاس نہیں ہو گا۔ اس کی انگریزی اچھی نہیں ہے۔ وہ بےچارہ انگریزی ٹھیک تو پڑھ لکھ ہی نہیں سکتا۔ لیکن انھوں نے کیا کیا؟ منسٹر صاحب' میری یہ سعادت ہے کہ جس جامعہ میں میں پڑھا کرتا تھا اس میں ہم پڑھنے جاتے تھے۔ ان پر میرا استادی کا حق بھی ہے۔ چلو' یہ میری اتنی بات ہی مان لیں کہ سکول کے اساتذہ کے لیے ــــ آپ کے توسط سے منسٹر صاحب کی توجہ ہو تو ۔ اگر فتیانہ صاحب کوئی میرا حق سمجھتے ہیں تو۔

جناب سپیکر، ایجوکیشن منسٹر صاحب توجہ فرمائیں۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، فتیانہ صاحب اس جامعہ میں فیض حاصل کرنے کے لیے جاتے تھے۔

جناب سپیکر، اور سردار حسن موکل صاحب مدد فرمائیں کہ ایجوکیشن منسٹر صاحب ہمہ تن گوش ہو کر پروفیسر غفاری صاحب کی بات سن سکیں۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، جس جامعہ کے اندر میں پروفیسر تھا اس جامعہ میں یہ بھی تشریف لے جاتے تھے۔ ان پر میرا یہ حق ہے اور میں ان کو صرف اتنی عرض کرتا ہوں کہ آپ خاص طور پر جو سکول دیہاتوں میں ہیں جہاں پر غریب کسانوں کے بچے پڑھتے ہیں' جن کے پاس بیٹھنے کے لیے ٹاٹ نہیں ہیں' تپتی ریت پر میں نے ان کے بارڈر پر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے ۔ اس سے میرا دل جلتا ہے اور مجھے پریشانی ہوتی ہے۔ رقم چوگنی لے لیجیے لیکن ان کی قسمت کو بدل دیجیے۔ ان بےچاروں کو کتابیں مہیا کیجیے۔ ان کی فیسوں کا نظام ٹھیک کیجیے۔ ان کو بیٹھنے کے لیے ٹاٹ اور بنچ دیجیے۔ لیکن اتنا آپ نہیں کر سکتے تو آپ کو کیا حق حاصل ہے کہ اتنی بڑی رقم لے کر اس کو کیا کریں گے' اپنے استعمال میں لائیں گے؟ ہارس ٹریڈنگ کریں گے؟ میری صرف یہ گزارش ہے کہ میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ اگر اس رقم کو آپ ٹھیک طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ جناب سپیکر سر! میں ایک بات کہتا ہوں ' ایجوکیشن کی اہمیت

اس لیے زیادہ ہے کہ human resources کی ٹریننگ اسی سے ہوتی ہے۔

جناب سپیکر، اب آپ کو ویسے وائنڈ اپ کرنا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، جی' میں ایک جملہ کہہ کر وائنڈ اپ کر لیتا ہوں۔ human resources کی ٹریننگ اس سے ہوتی ہے' آپ اچھے انسان پیدا کریں گے۔ اچھے افسران پیدا کریں گے۔ اچھے اساتذہ پیدا کریں گے۔ تو پنجاب اچھا ہو گا۔ اس سے پاکستان اچھا ہو گا اور ہماری قوم ترقی کرے گی۔ امت ترقی کرے گی۔ لیکن اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اتنی بڑی رقم جو آپ نے لی ہے اس کا آپ کو کوئی حق نہیں ہے۔ اس کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔ شکریہ سپیکر صاحب۔

جناب سپیکر، مہربانی۔ جی' پوائنٹ آف آرڈر۔

میاں عمران مسعود، شکریہ جناب سپیکر۔ جناب والا! میرا نام لسٹ میں ہے۔ لیکن جو آپ کو brief لسٹ دی گئی ہے اس میں میرا نام نہیں ہے۔ میں آپ کی اجازت سے ایک منٹ میں وزیر تعلیم سے ایک وضاحت چاہوں گا تاکہ وہ تقریر میں میری بات کا جواب دے سکیں۔ جناب والا! زمیندارہ کالج گجرات ایک بہت ہی پرانا ادارہ ہے جس کو سو سال سے بھی زیادہ ہو چکے ہیں۔ جناب والا! پچھلے دنوں وہاں اساتذہ' وہاں کے سٹوڈنٹس' وہاں کی intelligentsia سب لوگوں نے ہڑتال کی۔ سڑکوں پر آئے' کتبے اٹھائے اور انھوں نے احتجاج کیا کہ حکومت کے ایک سرکاری حکم کے تحت اس کالج کو جو کہ اتنے سال پرانا چلا آ رہا ہے' یہاں کے جتنے سیاست دان ہیں بیشتر وہاں اسی درس گاہ سے پڑھ کے آئے ہیں۔ اس کو privatise کیا جا رہا ہے۔ اس کو پرائیویٹ سیکٹر میں دیا جا رہا ہے اور یہ ایک آرڈر جو کہ پرائم منسٹر سیکرٹریٹ سے چیف منسٹر صاحب کو ملا۔ چیف منسٹر صاحب نے اپنا directive ایجوکیشن منسٹر صاحب کو دیا اور انھوں نے آگے یونیورسٹی گرانٹس کمشن کو زمیندارہ کالج کو پرائیویٹ سیکٹر میں دینے کے لیے حکم جاری فرما دیا۔ جناب والا! یہ سب ایک سازش کے تحت کیا جا رہا ہے۔ ایک ایم این اے جو پیپلز پارٹی کے ہیں' چودھری غضنفر گل صاحب جو ہیں' انھوں نے اپنی ایک سازش کے تحت اس کو privatise کروا لیا ہے۔

جناب سپیکر، یعنی جب غضنفر گل کا نام آیا تو آپ نے بھی stammer کرنا شروع کر دیا ہے۔

میاں عمران مسعود، جناب' مجھے بھی ان سے ڈر لگتا ہے اور میری بات کو گل نواز وڑائچ صاحب بھی سپورٹ کریں گے۔ ان کا تعلق بھی اسی علاقے سے ہے۔ یہ بھی وہاں سے گریجوایٹ ہوئے ہیں اور

مجھے امید ہے کہ میری بات کو سپورٹ کریں گے۔ اور (مداخلت) ڈگری تو بعد میں چیک کروا لیں گے۔ میں وزیر تعلیم صاحب سے کہوں گا کہ kindly اس کو مذاق میں مت لیا جائے۔ اس کو seriously لیا جائے۔ کیوں کہ وہاں کے لوگ اس بارے میں انتہائی خلاف ہیں۔ اگر Association of Zimindars کو وہ کالج transfer کیا گیا تو اس کی زمین جو کہ اربوں اور کروڑوں روپے کی ہے وہ بک جائے گی۔ اور ہم یہ چیز برداشت نہیں کر سکیں گے۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ اب میں وزیر تعلیم جناب ریاض فتیانہ کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔ جی!

وزیر تعلیم (جناب ریاض فتیانہ): جناب سپیکر!

جناب محمد سردار خان وٹو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی!

جناب محمد سردار خان وٹو: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب نے فرمایا ہے کہ اس مقام پر بھی اگر گورنمنٹ کو یہ احساس ہوا ہے کہ جو طلباء اپنی تعلیم سے فارغ ہوتے ہیں اور وہ سی ایس ایس کا امتحان دیتے ہیں تو انھوں نے ان سکولوں سے تعلیم حاصل کی ہوتی ہے جہاں پر انگریزی کا معیار بہت بلند ہوتا ہے۔ اچھی بات ہے کہ ۱۹۴۷ء کے بعد ابھی آ کر اگر گورنمنٹ نے یہ realise کیا ہے کہ انگریزی کو ہم پرائمری سطح سے ہی لازمی قرار دیں۔ میں حکومت کی توجہ صرف اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ کیا وہ بچے جو آج دیہی علاقوں میں تعلیم حاصل کر کے استاد بن گئے ہیں اور وہاں پر اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں، جب وہ students تھے اس وقت انھوں نے انگریزی کی تعلیم چھٹی جماعت سے یا آٹھویں جماعت سے شروع کی ہو گی۔ جناب سپیکر! تعلیم کا جو معیار ہے اس کی ایک بہت بڑی اہمیت ہے۔ اگر جنھوں نے انگریزی کی تعلیم آٹھویں جماعت سے ہی شروع کی ہو گی تو میں خصوصاً دیہی علاقوں کے بارے میں یہ گزارش کروں گا کہ کیا وہی اساتذہ انگریزی کی تعلیم دیں گے یا کہ بڑے شہروں سے جن اساتذہ نے معیاری تعلیم حاصل کی ہوئی ہے وہ بھی دیہی علاقوں میں جا کر انگریزی سکھائیں گے اور پڑھائیں گے؟

جناب سپیکر: اب وزیر تعلیم کو موقع دیجیے۔ جناب وزیر تعلیم ریاض فتیانہ صاحب! دیکھیے۔ اگر اس طرح پوائنٹ آف آرڈر آئیں گے تقریروں کا وقت میں اسی حساب سے کم کرتا چلا جاؤں گا۔ یہ دس سے نو منٹ پر آجائیں گی۔ آٹھ منٹ پر آجائیں گی۔ سات منٹ پر آجائیں گی۔ فرمائیے۔

جناب ارشد عمران سلہری: جناب والا! اس کے بارے میں میرا بھی نام تھا۔ میں صرف دو تین ٹیکنیکل باتیں ہیں اگر اجازت دیں تو میں وہ کہنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: دیکھیے! آپ کے اپنے لیڈر صاحبان نے اب شارٹ لسٹ کیا ہے۔ تو اب میں مجبور ہوں۔ اگر آپ اپنے دوستوں کو جو شارٹ لسٹ میں آگئے ہیں انھیں اپنا پوائنٹ دے دیجیے تاکہ وہ بیان کردیں۔ جی جناب وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! اپوزیشن نے آج مطالبہ زر نمبر ۱۵ ------

جناب سپیکر: محترم چیمہ صاحب سے اور جناب عارف نکئی صاحب سے خصوصی طور پر درخواست کروں گا کہ وہ مہربانی سے ہاؤس میں ذرا کم گفتگو فرمائیں۔ جی!

وزیر تعلیم: جناب والا! یہ کٹوتی کا مطالبہ کیا گیا ہے تو اس وقت صورت حال یہ ہے کہ جب موجودہ حکومت نے اقتدار سنبھالا تو یہاں پر ہمیں بہت سے challenges درپیش تھے۔ اس میں سب سے بڑا چیلنج ناخواندگی کا تھا کہ یہاں پر تیس فیصد شرح خواندگی پاکستان میں محسوس کی گئی۔ جبکہ گردونواح کے باقی ممالک میں شرح خواندگی تیزی سے آگے بڑھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں ورثے میں جو مسائل ملے اس میں معیار تعلیم میں کمی تھی اور بہت سے دیگر مسائل تھے۔ ناقص منصوبہ بندی تھی۔ تو وزیر اعلیٰ پنجاب نے پہلی مرتبہ یہاں بجٹ تقریر کی تو ایجوکیشن کو حکومت پنجاب کی پہلی ترجیح declare کیا۔ اس کا بغور جائزہ آپ اس بجٹ سے لگا سکتے ہیں کہ پنجاب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ تعلیم کے لیے ۳۰ ارب ۷۲ کروڑ روپے سے زائد رقم رکھی گئی ہے جو کہ سابقہ سال سے ۲۲ فیصد زائد ہے۔ اور اس میں ہماری پوری کوشش ہے کہ ہم انقلابی اقدامات کے ذریعے اس پورے نظام کی اصلاح کریں اور یہاں پر ایک ایسی صورت حال پیدا کردیں کہ چند برس بعد اکیسویں صدی میں جب ہم قدم رکھیں تو پاکستانی قوم کی پہچان ایک تعلیم یافتہ اور اہل علم قوم کی حیثیت سے ہو۔ اس کے لیے ابھی میرے محترم دوستوں نے جو یہاں پر points raise کیے ان کا میں جواب دینا چاہتا ہوں۔ محترم عثمان ابراہیم صاحب جو اپنے وقت میں خود وزیر تعلیم رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ learning co-ordinator کے لیے صرف ۸۰ لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ جو کہ بہت کم ہیں۔ میں انھیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ------

بیرسٹر عثمان ابراہیم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، انھیں بات تو مکمل کر لینے دیجیے۔ ابھی آپ نے ان کی بات بھی نہیں سنی۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم، جناب سپیکر! وہ غلط کہہ رہے ہیں۔

جناب سپیکر، آپ نے کیسے اندازہ کر لیا؟ انھیں کہنے تو دیجیے۔ پتا چلے کہ صحیح کہہ رہے ہیں یا غلط کہہ رہے ہیں۔

وزیر تعلیم، جناب سپیکر! میں انھیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ یہ ۸۰ لاکھ روپیہ بھی پہلی مرتبہ موجودہ حکومت نے رکھا ہے اور ہر female learning co-ordinator کے لیے تین سو روپے ماہانہ ہم نے یہ رقم رکھی ہے۔ تاکہ وہ visit کر سکیں۔ پہلے تو ایک پیسہ بھی اس مد میں نہیں تھا۔ (نعرہ ہائے تحسین) اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ بلیک بورڈ اور ایسی چیزوں کے لیے دس کروڑ روپیہ کیوں رکھا گیا ہے۔ یہ بھی پہلی مرتبہ ان مدوں کی پرچیز کے لیے اتنی بڑی خطیر رقم رکھی گئی ہے۔ اسی طرح انھوں نے ایک پوائنٹ یہاں فرمایا ہے کہ چھ ہزار سکولوں کو ٹاٹ کیوں فراہم کیے جا رہے ہیں جبکہ ایک طرف حکومت ڈیڑھ ہزار سے زائد سکولوں میں فرنیچر فراہم کر رہی ہے۔ جناب والا! یہاں پر تقریباً ۷ ہزار پرائمری سکول ہیں۔ ہزاروں مڈل سکول ہیں۔ ابھی تو ہم نے صرف ڈیڑھ ہزار سکولوں میں فرنیچر فراہم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور یہ بھی پنجاب کی ہسٹری میں بلکہ پورے پاکستان میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ سرکاری پرائمری سکولوں میں اور مڈل سکولوں میں ہم ٹاٹوں کی جگہ فرنیچر فراہم کر کے بچوں میں احساس کمتری ختم کرنا چاہتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور جو باقی ہزاروں سکول ہیں کیا وہاں ٹاٹ نہ فراہم کیے جائیں اس کا یہ مطلب نکلتا ہے۔ جبکہ ہمیں اپنے وسائل کے مطابق۔ اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے ہیں۔ ڈیڑھ ہزار سکولوں میں پہلی مرتبہ فرنیچر فراہم کرنے لگے ہیں، لیکن جن سکولوں میں ٹاٹ بھی میسر نہیں ہیں کیا ان بچوں کا حق نہیں ہے کہ انھیں ہم ٹاٹ فراہم کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین) اسی طرح انھوں نے فرمایا ہے کہ موجودہ حکومت کے دور میں امتحانات میں موبائل سنٹر پکڑے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات ہمارے کریڈٹ میں جاتی ہے کہ ہم نے وہاں پر صورت حال کو اتنا سخت monitor کیا ہے۔ کہ جو ماضی میں کبھی موبائل سنٹر پکڑے نہیں گئے تھے وہ اس دور میں ہم نے پکڑ کر لوگوں کے سامنے کیے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) پہلے انھیں camouflage کر لیا گیا تھا۔ اور ہر چیز چھپی ہوئی تھی۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی، پوائنٹ آف آرڈر۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم، جناب والا! جہاں موبائل سنٹر کا میں نے ذکر کیا تھا ساتھ یہ بھی ذکر کیا تھا کہ جس افسر نے وہ موبائل سنٹر پکڑا تھا اسے سزا کے طور پر تبدیل بھی کر دیا گیا تھا۔ اور محکمے کے سیکرٹری کو بھی اس جرم میں تبدیل کر دیا تھا۔

جناب سپیکر، جی!

وزیر تعلیم، جناب والا! کوئی افسر کسی موبائل سنٹر پکڑنے کی بنا پر تبدیل نہیں ہوا۔ چیئرمین سیکنڈری بورڈ اپنا تین سالہ tenure پورا کرنے کے بعد وہاں سے فارغ ہوئے ہیں۔ اسی طرح انھوں نے فرمایا ہے کہ پہلی جماعت سے انگریزی کی تدریس شروع نہیں کرنی چاہیے تھی، جبکہ ایک طرف ایک فاضل رکن اپوزیشن نے کہا کہ پنجاب میں طبقاتی نظام تعلیم ہے۔ جو کچھ ہمیں ورثے میں ملا ہے، جناب والا! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پنجاب میں بہت بڑے طبقے کے لیے وہ سہولتیں میسر نہیں ہیں جو آزادی حاصل کرنے کے بعد ان کا حق بنتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری حکومت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہم نے نوے فیصد بچے جو غریبوں کے بچے ہیں، جو متوسط طبقے سے belong کرتے ہیں۔ جو پچھلی جماعت سے انگریزی پڑھتے تھے اور ایک طرف چند مراعات یافتہ طبقات کے بچے پہلی جماعت سے انگریزی پڑھتے تھے۔ جو پانچ سال کا فرق ہے یہ پوری زندگی reflect کرتا تھا۔ higher education اور آپ کی ساری ٹیکنیکل ایجوکیشن۔ میڈیکل ایجوکیشن حتیٰ کہ سارے مقابلے کے امتحانات انگریزی میں ہیں اور اب توقع رکھتے ہیں کہ غریبوں کے بچے جنھیں پانچ سال تک انگریزی سے دور رکھا جائے وہ امیروں کے بچوں کا جا کر مقابلہ کر لیں۔ یہ پہلی مرتبہ ہم نے آ کر کیا ہے کہ غریبوں کے بچوں کو بھی حق دیا جائے کہ وہ۔۔۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی پوائنٹ آف آرڈر آ گیا ہے۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم، جناب سپیکر! مجھے مجبوراً کھڑا ہونا پڑ رہا ہے۔ وزیر تعلیم صاحب میری باتوں کا جواب نہ دیں یا پھر درست جواب دیں میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ یہ کیسی دوہری پالیسی ہے کہ 20 ہزار سکولوں میں آپ انگلش ٹیچر دے رہے ہیں اور 22 ہزار سکولوں کے انگلش ٹیچر آپ withdraw کر رہے ہیں۔ یہ تو دوہری پالیسی ہے اور ابھی یہ امتحانی نظام کا ذکر کر رہے تھے تو میں وہ واقعہ یاد دلانا نہیں چاہتا کہ جب ہمارے سابقہ چیف منسٹر نے امتحانی نظام میں ان کو ملوث پا کر موجودہ وزیر تعلیم کے اوپر پرچے کا حکم دے دیا تھا۔

جناب سپیکر ، جناب وزیر تعلیم۔

وزیر تعلیم، جناب والا! میاں معراجدین صاحب نے بھی کچھ معاملات یہاں فرمائے ہیں۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ بعض جگہوں پر تقرریاں کرتے ہوئے میرٹ کی دھجیاں بکھیری گئی ہیں۔ میں انھیں اوپن چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی ایک واقعہ کی نشاندہی کریں جہاں حکومت نے کوئی ایک تقرری بھی میرٹ پالیسی سے ہٹ کر کی ہو تو میں اس کو face کرنے کو تیار ہوں۔ اسی طرح انھوں نے اپنی تقریر میں ڈی۔ پی۔ آئی سیکنڈری رانا صفدر جنگ کا ذکر کیا ہے۔ میں انھیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ---

ملک محمد عباس خان کھوکھر ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، جی کھوکھر صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر آ گیا ہے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب سپیکر! میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ کوئی ایسی تقرری پوائنٹ آؤٹ کر دیں کہ جو بغیر میرٹ کے ہوئی ہو تو میں کئی کر سکتا ہوں کہ رضیہ نامی ایک لڑکی تھرڈ ڈویژن پی۔ ٹی۔ سی کو rules relax کر کے استانی رکھا گیا ہے۔ اگر ان کو رولز اجازت دیتے تو شاید یہ اس کو E O بھی لگا دیتے۔ اس قسم کی ہزاروں مثالیں ہیں۔

جناب سپیکر، وہ انھیں پیش کیجیے گا۔ ان کے دفتر میں بھجوا دیجیے گا۔ آپ آگے چلیے وزیر تعلیم صاحب۔

وزیر تعلیم، جناب سپیکر! میں انھیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ موجودہ ڈی۔ پی۔ آئی ان کے دور میں انٹرمیڈیٹ بورڈ کے چیئرمین بھی رہے ہیں اور ڈائریکٹر سکول بھی رہے ہیں۔ اس وقت وہ اچھے تھے اب بُرے کیوں ہو گئے ہیں؟

میاں معراجدین، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی پہلے وہ پیچھے کھڑے ہوئے ہیں جناب!---

چودھری محمد حنیف خان ، جناب ! آپ اپنا نام یاد رکھ لیں۔ محمد حنیف میرا نام ہے۔

جناب سپیکر، آپ کم آتے ہیں ناں۔ محمد حنیف صاحب آیا کریں۔ آیا کرو ادھر بھی میری جاں کبھی کبھی۔

چودھری محمد حنیف خان، بات یہ ہے کہ اس ہال میں دو ہی حنیف ہیں۔ ایک آپ ہیں اور ایک میں ہوں۔ آپ حنیف رامے ہیں اور میں حنیف خان ہوں۔ آپ اگر مجھے ٹائم دے دیں تو میں تھوڑی سی

گزارش کر لوں۔

جناب سپیکر، دیکھیے۔ اگر آپ کا کوئی پوائنٹ آف آرڈر ہے تو بات کریں۔

چودھری محمد حنیف خان، پوائنٹ آف آرڈر پہ میں گزارش کروں گا۔

جناب سپیکر، فرمائیے۔

چودھری محمد حنیف خان، جناب سپیکر! ہمارے محترم وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ میرٹ کے اوپر ساری تقرریاں ہو رہی ہیں۔ میرا تعلق قصور سے ہے اور میرے حلقہ میں جتنی تقرریاں ہوئی ہیں وہ میرے مقابلے میں ان کے جونیجو گروپ کے ہارے ہوئے جو امیدوار تھے ان کی مرضی سے اور ان کی لسٹ کے مطابق ہوئی ہیں۔ ایک تقرری بھی میرے پورے حلقہ پی پی 147 میں ایسی نہیں ہے جو میرٹ پر ہو۔ یہ میں اس لیے کہتا ہوں کہ اگر ایک بھی میرٹ پر ہوتی تو کم از کم کوئی ایک آدمی تو ہمارا ہوتا۔ لیکن ایک آدمی بھی ہمارا وہاں نہیں لگ سکا۔ اس کی وجہ آپ خود دیکھ سکتے ہیں۔

جناب سپیکر، جناب وزیر تعلیم!

میاں معراجدین، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، نہیں۔ میاں صاحب! آپ تقریر کر چکے ہیں۔ جانے دیجیے۔

میاں معراجدین، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب سپیکر، دیکھیے! آپ اپنا ہی وقت ضائع کر رہے ہیں۔ مجھے مجبوراً آخر میں ایک ایک منٹ کی تقریر کرنی پڑ جائے گی۔ یہ آپ کی مرضی ہے۔ آپ جس طرح چاہیں اپنا وقت خرچ کریں۔ میں نے ڈیڑھ بجے گلوٹین لگا دینی ہے۔

وزیر تعلیم، جناب والا! منشاء اللہ بٹ صاحب اور پروفیسر صاحب نے ہمارے موقف کی خود تائید کی ہے کہ تعلیمی اداروں میں مزید اخراجات کی ضرورت ہے۔ جہاں تک محترم عمران مسعود صاحب نے یہاں point raise کیا ہے تو حکومت پنجاب کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں ہے کہ زمیندارہ ڈگری کالج کو پرائیویٹائز کر دیا جائے۔

جناب والا! صورت حال یہ ہے کہ پنجاب کی ہسٹری میں پہلی مرتبہ اس برس 286 نئے ترقیاتی منصوبے شروع کیے جا رہے ہیں اور ہم پوری کوشش کر رہے ہیں۔ خاص طور پر پنجاب پہلا صوبہ ہے جس

نے لازمی پرائمری تعلیم کا قانون پاس کیا ہے۔ اس کے ساتھ جبکہ یہاں داخلوں کی موجودہ شرح 68% ہے۔ ہمارے اس اقدام کے نتیجہ میں شرح خواندگی بہتر کرنے کے لیے داخلے 100% ہو جائیں گے۔ (شور و غل)

MR SPEAKER: I call the House to order.I call the House to order.

وزیر تعلیم ، جناب والا! اسی طرح جسمانی تشدد کا خاتمہ پہلی مرتبہ درسگاہوں سے کیا گیا ہے۔

جناب منشاء اللہ بٹ ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر ، جی' منشاء اللہ بٹ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب منشاء اللہ بٹ، جناب سپیکر! وزیر تعلیم نے میرا ذکر فرمایا ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ میں نے تائید کی ہے۔ میں نے تو بار بار یہ کہا ہے اور ایک ہی لفظ کہا ہے کہ نظام تعلیم میں تبدیلی لائیں۔ اس کے نصاب میں تبدیلی لائیں اور میں ان کے لیے یہ بات عرض کرتا ہوں کہ---

شکایت ہے مجھے یا رب خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا

جناب سپیکر، جی ' آپ بھی مختصر کر لیں۔

وزیر تعلیم، جناب والا! سب سے بڑا اقدام جو موجودہ حکومت نے کیا ہے وہ تمام سکولوں میں فروغ تعلیم کمیٹیاں ہم نے تشکیل دی ہیں۔ جس میں بچوں کے والدین ' بچے اور سکول کے اساتذہ شامل ہیں۔ ان کمیٹیوں کی بناء پر وہاں پر شرح خواندگی میں اضافہ ہو گا۔ وہاں پر تمام تعمیر و مرمت وہ کمیٹیاں کروائیں گی۔ حتیٰ کہ آئندہ جو چھوٹی موٹی پرچیز ہو گی وہ بھی ہمارے افسران نہیں کریں گے بلکہ وہ کمیٹیاں پرچیز کریں گی۔ اسی طرح اے۔ ڈی۔ سی (ایریا) ہر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر میں ایک ہوں گے اور ان کے نیچے ہر یونین کونسل میں پروموٹر مقرر کیے جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جس سے ہم ہمیشہ استفادہ حاصل کرتے رہیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ! اسی طرح درسگاہوں میں ماحول کی بہتری کے لیے ہم نے اقدامات کیے ہیں۔ پہلی جماعتوں میں کورس مختصر کیا ہے۔ وہاں پر بہترین نتائج فراہم کرنے والے اساتذہ کو ہم نے نقد انعامات دیے ہیں اور گرلز پرائمری ایجوکیشن پراجیکٹ فیز 2 ' 87 کروڑ سے ہم نیا شروع کرنے والے ہیں۔

جناب والا! education for all اور formal and non-formal education کے لیے ہم نے جو اقدامات کیے ہیں اس کو نہ صرف پنجاب کے عوام نے بلکہ پاکستان کے عوام نے اور پھر اس سے بڑھ کر ورلڈ بینک، یونیسف، یونیسکو اور دیگر ڈونر ایجنسیوں نے سراہا ہے اور جن اصلاحات کا پیکج ہم نے دو سال کے اندر قوم کے سامنے دیا ہے اس کی مثال پہلے نہیں ملتی۔

جناب والا! اس سال سینکڑوں نئے سکولوں کا قیام ہو گا۔ سینکڑوں نئے سکولوں کو ہم اپ گریڈ کریں گے اور خاص طور پر ہم پہلی مرتبہ تقریباً 8 نئی ٹیکنالوجیز introduce کرنے لگے ہیں اور فنی تعلیم کے لیے ایک سال کے اندر تقریباً 35 نئے منصوبوں کا آغاز کرنے والے ہیں۔

جناب والا! اسی طرح ہائر ایجوکیشن کی طرف بھی ہم نے توجہ دی ہے۔ پچھلے 48 برس میں پنجاب میں صرف 5 یونیورسٹیاں تھیں اور ہم اپنے اس tenure میں مزید پانچ یونیورسٹیاں قائم کرنا چاہ رہے ہیں۔ ان میں سے ٹیکسلا انجینئرنگ یونیورسٹی نے کام شروع کر دیا ہے۔ سائنس یونیورسٹی فیصل آباد، انجینئرنگ یونیورسٹی سرگودھا، انجینئرنگ یونیورسٹی ساہیوال، یہ پہلے مرحلے میں ہم مکمل کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرے مرحلہ میں گوجرانوالہ اور ڈیرہ غازی خان میں بھی یونیورسٹیاں قائم کرنا چاہیں گے۔ پورے 48 برسوں میں پنجاب میں ایک کیڈٹ کالج تھا۔ ہمارے اس دور میں چار کیڈٹ کالج پنجاب میں قائم ہو رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب انعام اللہ خان نیازی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! ماشاء اللہ ہمارے وزیر تعلیم صاحب بڑی محنت سے تقریر تیار کر کے لائے ہیں۔ ان کو پسینہ بھی تھوڑا تھوڑا آ رہا ہے۔ ہمارے پنجاب کے فروغ تعلیم کے چیمپئن صاحب کے یہ معاون بھی ہیں۔ میں ان سے صرف یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ان ساری باتوں کے ساتھ ساتھ ذرا علاقے بھی بتاتے جائیں کہ کیڈٹ کالج کہاں پر قائم ہو رہے ہیں اور یہ جتنی یونیورسٹیاں، کالجز، سکول کھل رہے ہیں ان کی ایلوکیشن بتا دیں کہ کس جگہ پر انھوں نے الاٹ کی ہے اور کس جگہ پر لگتے ہیں۔ کیا اس بجٹ میں، اس کوٹہ میں ہمارے علاقوں کا حصہ ہے یا نہیں ہے؟ مجھے صرف وزیر تعلیم صاحب یہ بتا دیں کہ ہمارے علاقے میانوالی کے اندر انھوں نے کتنے سکول دیے ہیں؟ کیونکہ گرلز ہائی سکول پورے شہر میں 80 ہزار کی آبادی میں ایک ہے۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں۔ بات ہو گئی ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب والا! یہ بتاتے چلیں۔

جناب سپیکر ، بتائیں گے۔ اگر آج نہیں تو کسی دن ان سے پوچھا جا سکتا ہے۔

جناب عثمان ابراہیم ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر ، جی بیرسٹر صاحب۔ بیرسٹر صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

میاں عثمان ابراہیم، جناب والا! وزیر تعلیم کی بات پر میں کیسے یقین کر لوں کہ آئندہ آنے والے وقت میں یہ یونیورسٹیاں قائم کرنا چاہتے ہیں جبکہ گوجرانوالا میں منظور شدہ ایک ہوم اکنامکس کالج تھا جس کے لیے نو ایکڑ جگہ مختص ہو چکی تھی اور جس کے لیے فنڈز release ہو چکے تھے اور وہ منصوبہ بجٹ میں reflect ہوا تھا لیکن اس منصوبے کو بجٹ سے خارج کر دیا گیا تو جناب والا! اتنے اہم منصوبے کو بجٹ سے خارج کر دیا گیا -------

جناب سپیکر، آپ کو یہ بات اپنی تقریر میں کرنی چاہیے تھی۔ چلیے جناب وزیر تعلیم! ازراہ کرم آپ بھی مختصر فرمائیے۔

وزیر تعلیم، جناب والا! میں تو بہت مختصر کرتا جا رہا ہوں۔ بس اب آپ کے دو تین منٹ اور لوں گا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! وزیر تعلیم میری بات کا بھی جواب دیں۔

جناب سپیکر، نہیں دیں گے تو تحریک لے آئیے گا۔

وزیر تعلیم، جناب والا! حکومت نے مرحلہ وار پروگرام کے تحت کالجوں اور سکولوں میں پہلی بار ڈبل شفٹ شروع کی ہے تاکہ وسائل کا کم سے کم زیاں ہو۔ علاوہ ازیں اساتذہ کے پہلی مرتبہ refresher courses ان چھٹیوں میں منعقد کر رہے ہیں تاکہ تربیت کو بہتر کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وظائف کے لیے ہم نے پہلے سے زیادہ رقم بڑھائی ہے تحصیل سطح پر Book Banks قائم کر رہے ہیں سپورٹس کے لیے بیس نئی سکیمیں شروع کر رہے ہیں ----

(اس مرحلہ پر جناب قائد ایوان ہاؤس میں تشریف لائے)

جناب انعام اللہ خان نیازی، لوٹے ایوان میں تشریف لے آئے ہیں۔

وزیر تعلیم، اور جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت حکومت کی -------(شور و غوغا)

MR SPEAKER: I call the House to order.

وزیر تعلیم، جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! ہمارے ضلع میں سکولوں کے لیے کوئی پیسے نہیں رکھے گئے جبکہ سارے کا سارا بجٹ دیپالپور میں لگایا جائے گا۔ یہ بجٹ کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ہے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں ---- نہیں I disallow it ۔ آپ تشریف رکھیے۔

وزیر تعلیم، جناب والا! حکومت کی political will جو ہے اور اس کے علاوہ ڈویلپمنٹ کے ساتھ ہم پنجاب میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور احمد وٹو صاحب کی قیادت میں تعلیمی انقلاب لا رہے ہیں جو تاریخ میں ہمیشہ سنہری حروف میں لکھا جائے گا اور پنجاب میں شرح خواندگی انشاء اللہ تعالیٰ چند برسوں میں سو فیصد تک پہنچے گی۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آپ بیٹھیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، وزیر تعلیم پلیز آپ مختصر کریں۔

وزیر تعلیم، اس کے ساتھ ہی میں مختصر کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ ہماری پنجاب میں جو اصلاحات ہیں اور حکومت کی جو political will ہے اور اس پر جو ہم نے اقدامات کیے ہیں اور پنجاب میں تعلیمی انقلاب لانے کے لیے ٹھوس بنیاد جو ہم نے فراہم کی ہے اس کی بنا پر میں گزارش کروں گا کہ کنوتی کی اس تحریک کو منظور نہ کیا جائے اور ہمارا مطالبہ زر نمبر ۱۵ منظور فرمایا جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

> ۲۰۔ ارب ۷۲ کروڑ ۴۹ لاکھ ۱۵ ہزار ۲ سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر ۱۵ تعلیم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔
>
> (تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

> ایک رقم جو ۲۰۔ ارب ۷۲ کروڑ ۴۹ لاکھ ۱۵ ہزار ۲ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ کو ختم

ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ تعلیم برداشت کرنے پڑیں گے۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آپ اس ہاؤس میں جس چیئر پر بیٹھے ہیں اس کا تقاضا ہے کہ آپ انصاف سے کام لیں **********۔

جناب سپیکر، یہ غلط بیانی ہے۔ میں نے ایسا نہیں کیا اس حصے کو حذف کر دیا جائے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ڈیڑھ بجے سے زیادہ کا وقت ہو گیا ہے طے یہ پایا تھا کہ اس کے بعد گیلوٹین لگا دی جائے گی تو کیا آپ دونوں کی اجازت ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! ابھی ہماری کٹ موشنز باقی ہیں اور وزیر قانون صاحب نے ہم سے اتفاق کیا ہے کہ جیل خانہ جات اور ایریگیشن پر جو ہماری کٹ موشنز ہیں ان کو لیا جائے گا۔

جناب سپیکر، دونوں کا تو بڑا مشکل ہے دونوں کسی صورت مکمل نہیں ہو سکتیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ ایک محکمے کے بارے میں طے کر لیں ہم کوشش کرتے ہیں کہ یہ پندرہ منٹ میں مکمل ہو جائے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، بہرحال اس پر ہم مزید compromise کرتے ہیں بجائے چار چار سپیکر کے ہم دو دو سپیکر لے لیتے ہیں دو جیل خانہ جات اور دو ایریگیشن کے۔

جناب سپیکر، اس بات پر اتفاق پہلے کر لیجیے کہ یہ معاملہ دو بجے سے آگے نہیں جائے گا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! اگر دو دو سپیکر بولیں تو سوا دو بجے تک وہ بولیں گے۔

جناب سپیکر، میں انہیں بھی پابند کروں گا۔ آخر انہوں نے بھی جواب دینا ہے تو دونوں ملا کر آپ جس طرح سے چاہیں طے کر لیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پھر آپ سوا دو بجے تک کر دیں۔

جناب سپیکر، آپ دور رکھیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! آپ میری عرض سن لیں۔ بجٹ سال میں ایک مرتبہ پیش ہوتا ہے اور اس میں بھی اگر ممبران کو یہ حق نہ دیا جائے کہ وہ اپنی کٹ موشنز پر بات کر سکیں

***(حکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

یہ انصاف کے منافی ہو گا۔ یہاں ہر ممبر الاؤنس لے کر آتا ہے یہاں کوئی فی سبیل اللہ نہیں آئے بیٹھے۔

جناب سپیکر: بہر حال میں واضح طور پر یہ عرض کرتا ہوں کہ جس بھی مرحلے پر بات ہو گی سوا دو بجے گیلوٹین apply کر دی جائے گی۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! دو بجے۔

جناب سپیکر: میں نے سوا دو کہہ دیا ہے۔

مطالبہ زر نمبر 12

جناب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر ۱۲ پیش کریں۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

کہ ایک رقم جو ۴۱ کروڑ ۱۲ لاکھ ۶۶ ہزار ۳ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

کہ ایک رقم جو ۴۱ کروڑ ۱۲ لاکھ ۶۶ ہزار ۳ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں برداشت کرنے پڑیں گے۔

سید تابش الوری: Opposed Sir.

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: Opposed Sir

جناب سپیکر: مطالبہ زر نمبر ۱۲ میں تخفیف کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے ہے۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری

میاں عمران مسعود

جناب محمد منشاء اللہ بٹ

میاں محمد ثاقب خورشید

رانا محمد اقبال خان

جناب ایس۔ اے حمید

سید ظفر علی شاہ

راجہ جاوید اخلاص

میاں معراج دین

چودھری محمد اقبال

جناب امتیاز احمد

جناب عثمان ابراہیم

جناب شاہد ریاض ستی

جناب محمد اقبال ساہی

آپ میں سے اسے کون پیش کرنا چاہتا ہے۔

SYED ZAFAR ALI SHAH: Mr Speaker sir, I move the Cut Motion:

"That the total of Rs. 41,12,66,300/- on account of Demand No. 12 concerning with the Jails and Convict Settlements -be reduced to Re.1/-

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ،

۴۱ کروڑ ۱۲ لاکھ ۶۶ ہزار ۳ سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر ۱۲ جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

وزیر قانون، I oppose it Sir.

جناب سپیکر، اب میں اس تحریک کے دو محرکوں کو تقریر کی اجازت دوں گا سب سے پہلے جناب سید ظفر علی شاہ صاحب تقریر فرمائیں اور اس کے بعد میاں ثاقب خورشید صاحب۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! آپ کا شکریہ کہ آپ مجھے جیل کے بارے میں کٹوتی کی تحریک پر بات

کرنے اجازت دے رہے ہیں۔ جناب سپیکر! جیل جس کا بنیادی طور پر سیاسی کارکن کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے۔ جس سے سیاسی لوگوں کا' سیاستدانوں کا' ممبران کا بڑا گہرا ربط ہے۔ اور بہت سے میرے ساتھی ادھر اور ادھر بیٹھے ہوئے جیل سے لے کر اسمبلی تا اور اسمبلی سے لے کر جیل تک کا سفر طے کیا ہوا ہے۔ اور ابھی حال ہی میں ہمارے قائد حزب اختلاف جناب چودھری پرویز الہیٰ صاحب بھی جیل کا سفر کاٹ کر اس وقت آپ کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں۔ جناب سپیکر! بہت کچھ کہا جا سکتا ہے اور بہت کچھ کہنے کو جی چاہتا ہے۔ لیکن وقت کے لحاظ سے کوشش کروں گا کہ وہ باتیں کہوں جو کہ متعلقہ ہیں۔ جناب سپیکر! پنجاب میں سنٹرل جیلوں کی تعداد دس ہے۔ ڈسٹرکٹ جیل کی تعداد سترہ یا اٹھارہ ہے۔ جناب سپیکر! آج صوبہ پنجاب میں جیلیں جن کی تعداد کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے یہ در حقیقت ایک صوبے کے اندر مزید اٹھائیس صوبے ہیں۔ جیل کی دیوار کے اندر جیل کے گیٹ کے اندر altogether ایک نئی دنیا ہے۔ یہ میری اور آپ کی دنیا سے بالکل مختلف دنیا ہے۔ جہاں پر نہ کوئی پنجاب کا قانون چلتا ہے اور نہ قانون کا کوئی ضابطہ چلتا ہے۔ نہ اخلاق چلتا ہے۔ جناب سپیکر! وہ صوبے کے اندر ایک خود مختار صوبے ہیں۔ وہاں کی صورت حال کے بارے میں میں صرف بجٹ کے حوالے سے بات کروں گا۔ جناب سپیکر! جیل جن کا انٹرنیشنل concept تو یہ ہے کہ جیل میں جرائم پیشہ لوگ جو کہ ویسے ہی شکار ہو جاتے ہیں یا دیدہ دانستہ وہ جرائم کی دنیا میں داخل ہوتے ہیں۔ در اصل جیلیں اصلاح گاہیں ہوتی ہیں مگر مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے پنجاب کی ہر ایک جیل میں جرائم پرورش پاتے ہیں۔ وہاں پر جرائم کی ٹریننگ ہوتی ہے۔ وہاں پر ہر ایسی کونسی چیز ہے جو کہ ملکی لیول پر اور صوبے کی سطح پر ممنوع ہے وہاں پر نہیں ملتی۔ آج میری وفاقی حکومت جس کو بڑا شوق ہے drug trafficing کا کہ ایک دفعہ کسٹن اس کو شاباش کا سرٹیفکیٹ دے دے۔ اس کی اطلاع کے لیے میں عرض کرتا ہوں کہ اس کے سرٹیفکیٹ کو چھوڑو۔ اپنے عوام کا سرٹیفکیٹ حاصل کرو۔ اور اپنے ملک کے اندر جو بسائی ہوئی جیلیں ہیں کم از کم وہاں پر ڈرگ کو کنٹرول کر لو۔ جناب سپیکر! جیل میں دو تین قسم کے لوگ جاتے ہیں۔ ایک میری اور آپ کی قسم کا آدمی' ایک teenagers وہاں جاتے ہیں۔ گنہگار ہوں یا بے گناہ' اس میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جناب سپیکر! عورتیں وہاں پر جاتی ہیں ایک ایسے لوگ جاتے ہیں جو قبائلی دشمنیوں کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ تین چار قسموں کے لوگ ہیں جو جیلوں میں جاتے ہیں۔ سیاستدانوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ آپ نے بھی وہ دروازہ دیکھا ہوا ہے۔ ہم نے

بھی دیکھا ہوا ہے۔ لیکن پھر میں یہ کہوں گا کہ بدقسمتی سے ہم سیاستدان وہاں سے آ کر جب اس ڈیسک پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو بھول جاتے ہیں۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ وہاں پر کیا ہو رہا ہے۔ جیلوں کے اندر کس طریقے سے پرورش دی جاتی ہے۔ ایک مافیا ہے۔ آپ اس سے اتفاق کریں یا نہ کریں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے ملک اور بالخصوص صوبہ پنجاب میں جیلیں مافیا کے اڈے بن چکی ہیں۔ جناب سپیکر! یہاں تک صورت حال ہے کہ بہت سارے جرائم پیشہ لوگوں کے جرم کرنے سے پہلے تانے بانے اور تاریں وہاں جڑ جاتے ہیں۔ جرم بعد میں ہوتا ہے لیکن جرم کرنے کے بعد جب وہ اندر داخل ہوتے ہیں تو ایسے پتا چلتا ہے کہ جیسے شہنشاہ جہانگیر اپنا دربار لگا رہا ہے اور اندر جا رہا ہے۔ اور بہت سارے ایسے لوگ بھی جو قانون کے شکنجے میں آ جاتے ہیں تو ان کے ساتھ وہاں پہ کیا حشر ہوتا ہے۔ جناب سپیکر! پوری دنیا میں انٹرنیشنل ایمنسٹی نے اگر سب سے زیادہ تشویش ناک رپورٹ دی ہے وہ پاکستان کی جیلوں کے بارے میں دی ہے۔ جناب سپیکر! ڈنڈا بیڑی' solitary confinement' اور نہ جانے کیا کیا کیا جاتا ہے۔ آج بھی پنجاب کی جیلوں میں ہمارے صوبائی لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبر اور پارلیمنٹ کے ممبر کی حالت زار کے بارے میں ایک عام قیدی اور ایک convict prisoner اگر پڑھتا ہے کہ اگر پارلیمنٹ کے ممبر شیخ رشید اور طاہر رشید کی وہاں شنوائی نہیں ہوتی۔ اگر وہ چھ چھ مہینے بیمار رہتے ہیں تو ان کو ہسپتال نہیں لے جایا جاتا' حاجی بوٹا کو کوئی نہیں پوچھتا' طاہر رشید نے چھ سات مہینے چکیں مارنے کے بعد ہسپتال کا منہ دیکھا ہے اور وہ بھی پتا نہیں دیکھا بھی ہے یا نہیں دیکھا۔ جناب سپیکر! ایک عام آدمی جس کو جیل میں جانا پڑتا ہے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کی ذہنی کیفیت کیا ہو گی۔ جیل میں ایک ٹرم بنی ہوئی ہے کہ جیل میں جانے کے لیے پیچھے بہت بڑی زمین یا جائیداد بیچ کر جانا چاہیے۔ اور پھر آپ نے مثال سنی ہو گی کہ "اللہ ڈاڈھا کہ گھسن ڈاڈھا"۔ چونکہ انسان physical confinement میں ہوتا ہے۔ گنہگار ہوتا ہے یا بے گناہ ہوتا ہے۔ اس کو قانون کے ضابطوں کے مطابق بے شک سزائیں دیں لیکن جناب سپیکر! میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ جیل کے اندر داخل ہونے کے بعد وہاں نہ کوئی قانون ہے نہ ضابطہ ہے۔ one man rule ہے۔ جنگل کا قانون ہے۔

جناب سہیل ضیاء نون، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر' کیا پارلیمنٹیرین قتل و غارت اور جرائم کرا کر قانون سے بالا تر ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر، انھوں نے یہ نہیں کہا۔

جناب سہیل ضیاء نون، انھوں نے طاہر رشید اور حاجی بوٹا کی بات کی ہے کہ جیلوں میں بند ہیں۔ انھوں نے قتل کرائے ہیں۔

جناب سپیکر، ان پر قتل کا الزام نہیں ہے۔

سید ظفر علی شاہ، میں جناب والا سے استدعا کروں گا کہ اب پوائنٹ آف آرڈر نہ اٹھائیں۔

جناب سپیکر، جی ہاں! مہربانی کر کے پوائنٹ آف آرڈر نہ اٹھائیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں مشکور ہوں۔ آپ نے ان کو جواب دے دیا۔ میرے بھائی نے میری بات نہیں سمجھی۔ میں نے یہ کب کہا کہ آپ قاتلوں کو چھوڑ دیں۔ قتل اگر طاہر رشید نے کیا ہے تو آپ اس کو ٹرائی کریں۔ اگر ظفر علی شاہ نے کیا تو آپ اس کو ٹرائی کریں۔ ٹرائل پر ہمیں کوئی افسوس نہیں۔ جیل میں رکھنے پر بھی ہمیں کوئی افسوس نہیں۔ لیکن جیل کے اندر جیل کے ضابطوں کے مطابق نہ رکھنے پر ہمیں افسوس ہے۔ آپ کیا بات کرتے ہیں۔ یہ نہ کہیں کہ ہمیں پتا نہیں ہے۔ ہمیں پتا ہے۔ ہم criminal کے بارے میں بات نہیں کر رہے۔ میں تو یہ بات کر رہا تھا کہ جو ممبر آف پارلیمنٹ ہے اور جو قانون بنانے والا ہے اگر اس کے ساتھ قانون اور ضابطوں کے تحت سلوک نہیں کیا جاتا تو ایک عام آدمی جو قتل کے کیس میں اندر ہے یا جیب تراشی کے الزام میں اندر ہے اس کے ساتھ کیا حشر ہوتا ہو گا۔ جناب سپیکر! مجھے جیل دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ایوب خان کی حکومت سے لے کر آج کی وٹو صاحب اور بے نظیر صاحبہ کی حکومت تک جیل دیکھنے کا شرف حاصل ہے۔ وہاں پر کیا کیا ہوتا ہے۔ میں eye witness ہوں' میں ایک سیاسی ورکر ہوں۔ میں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے۔ میں کوئی سنی سنائی بات نہیں کر رہا۔ جناب سپیکر! میں وہاں کی کس کس بات کا ذکر کروں کہ جیل کے اندر داخل ہونے کے ساتھ ہی کیا کیا ہوتا ہے۔ جیل کی بڑی بڑی terms ہیں میں ابھی ایک دو آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ جناب والا وہاں پر جاتے ہیں' جیل کے اندر داخل ہوتے ہیں ایک چکر ہوتا ہے ---- ایک شخص جو حوالاتی ہے جرم کیا ہے یا نہیں کیا یہ تو بعد میں ثابت ہو گا۔ تو چکر میں جاتے ہی اس کو "پوچا" لگانا پڑتا ہے۔ وہاں پر ایک ڈشکرا نما قسم کا ایک اہلکار بیٹھا ہوتا جس کی ڈیوٹی صرف یہی ہے کہ وہ اس آنے والے مہمان کا استقبال کرے گا۔ جناب سپیکر! آنے والے اس مہمان حوالاتی کا استقبال ہی ننگی گالیوں سے کیا جاتا ہے۔ اور پوچا کیا ہے؟ گندے گٹر

کے پانی میں ڈبوئی ہوئی بوری کو کہتے ہیں۔ رسی بندھی ہوتی ہے اور اس کو کہا جاتا ہے کہ پہلے اس بلڈنگ میں پوچا لگاؤ بعد میں یہ بات کریں گے کہ تمہیں کہاں رکھنا ہے۔ جناب والا! بہت ساری باتیں ہیں اب میں کس کس بات کا ذکر کروں۔

جناب سپیکر، آپ مختصر کریں کیونکہ دس منٹ ہو چکے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، میں مختصراً ہی عرض کر رہا ہوں۔ لیکن یہ کہوں گا کہ اگر cut motion پر بھی تفصیلی بات نہ کرنے دی جائے تو پھر کب کریں گے؟

جناب سپیکر، آپ بات ضرور کریں لیکن وقت محدود ہے اس لیے مختصر کریں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب اگر آپ کہتے ہیں تو میں بات کرتا ہی نہیں ہوں اور ابھی بیٹھ جاتا ہوں۔

جناب سپیکر، نہیں آپ اپنی بات کو wind up کیجیے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! چونکہ آپ نے وقت کو بہت ہی tight کر دیا ہے لہٰذا میں مختصر کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ 95-1994ء۔۔۔۔۔۔

جناب غلام عباس، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، غلام عباس صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب غلام عباس، جناب سپیکر! جیل ہمارے معاشرے کا ایک بہت اہم پہلو ہے اس کے اوپر آپ وقت کا قدغن نہ لگائیں۔ کھل کر بات کرنے دیں تاکہ کوئی اصلاح ہو سکے۔

جناب سپیکر، غلام عباس صاحب معافی چاہتے ہوئے آپ کی تجویز میں آج کے دن قبول نہیں کر سکتا۔ اس پر آپ الگ بحث رکھیے پھر آپ بے شک دو دن، چار دن، آٹھ دن بحث کیجیے۔ اسے آپ کسی اجلاس کے ایجنڈے کا حصہ بنائیے اور اس پر بحث کیجیے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! جو سیاسی ورکر ملک کی بہتری کے لیے، صوبے کی بہتری کے لیے جیلوں کو قبول کر لیتے ہیں کم از کم آپ انھیں لوگوں کی بہتری کے لیے جیلوں پر بات کرنے کے لیے time کو قبول کر لیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب میں تو اس پر پورا سیشن رکھنے کے لیے تیار ہوں۔

میاں محمد ثاقب خورشید، جناب سپیکر! میرے پانچ منٹ بھی شاہ صاحب کو دے دیجیے۔

جناب سپیکر، دیکھیے دو بجنے والے ہیں اور دو بجے اس پر final فیصلہ ہو جائے گا۔ آگے آپ اشی پر بھی cut motion آئی ہے ورنہ وہ رہ جائے گی۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! میں غلام عباس صاحب اور میاں ثاقب خورشید صاحب کا مشکور ہوں۔ جناب سپیکر! میں کوشش کرتا ہوں کہ wind up کروں، میں مختصر وقت میں اپنی زیادہ سے زیادہ بات کرنے کی کوشش کروں گا۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، شاہ صاحب یہ بھی ایک جیل ہے کیونکہ دو بجے کی آپ پر قدغن ہے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! یہ جو دو منٹ میرے بھائیوں نے بات کی ہے یہ میرے کھاتے میں نہ ڈالنا۔ جناب سپیکر! میں جب سے اسمبلی کا رکن بنا ہوں تو میں سپیکرز کو پڑھ رہا ہوں۔ دنیا کے سپیکرز اور بالخصوص برطانوی پارلیمنٹ کے سپیکرز کو پڑھ رہا ہوں۔ جناب والا! ایک سپیکر "آرتھر آنسلو" گزرے ہیں۔ یہ جارج ٹو کے وقت کی بات ہے، اس نے چھ حکومتیں گزاری ہیں، پانچ پارلیمنٹس اس نے گزاری ہیں اور وہ 33 سال سپیکر رہا ہے۔ وہ لگاتار 33 سال تک سپیکر رہا ہے۔ جب وہ پہلی دفعہ سپیکر بنا تو اس کی عمر 36 سال تھی ------

جناب سپیکر، ہم تو سمجھتے تھے کہ یہ ریکارڈ وٹو صاحب نے ہی توڑا ہے کیونکہ وہ یہاں آٹھ سال تک رہے۔ لیکن آپ بتا رہے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ زیادہ سال تک سپیکر رہے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، میں عرض کر رہا تھا کہ 36 سال کی عمر میں اس کو پہلی مرتبہ سپیکر منتخب کیا گیا۔ جب پارلیمنٹ اس کو unanimous چنتی تھی تو ضابطے کے مطابق وہ propose تو کرتے تھے لیکن کہتے یہ تھے کہ یہ اس اسمبلی کا اعزاز ہے جو آج آپ منتخب ہو کر اس اسمبلی کے سپیکر بنے۔ جناب سپیکر! جس نے 33 سال لگاتار سپیکر کا وقت گزارا ہے تو اس میں کچھ بات ہو گی---- میں چاہتا ہوں کہ اگر آپ آرتھر آنسلو نہیں تو کم از کم اس کے قریب قریب آنے کی کوشش کریں۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب آئیڈیا تو اچھا ہے لیکن میرے پاس میرا خیال ہے کہ اب 35 سال نہیں ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! 1994-95ء میں جیلوں کا بجٹ 33 کروڑ 39 لاکھ 41 ہزار ایک سو اور اس کے بعد ضمنی بجٹ جو ابھی آ رہا ہے اس کے نگرز تقریباً 6 کروڑ اضافی ہیں۔ ان چھ کروڑ میں کیا مدیں رکھی گئی ہیں وہ بھی میں بتاؤں گا۔ 1995-96ء میں اب اس وقت جس پر میں cut motion کی

شکل میں بات کر رہا ہوں 41 کروڑ 12 لاکھ 66 ہزار 3 سو روپے رکھے گئے ہیں۔ جیل کے اس بڑے Head میں چار sub-Head ہیں۔ ایک direct Establishment charges ہے جس میں تنخواہیں وغیرہ ہیں میں اس پر وقت ضائع نہیں کرتا۔ ٹھیک ہیں یا غلط ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ ٹھیک ہیں کیونکہ آخر ملازمین نے تنخواہوں ہی سے زندہ رہنا ہے۔ آگے جناب ایک Central Jails کا Head ہے' ایک District Jails کا Head ہے' ایک lock ups کا Head ہے میں اس پر بھی بات نہیں کرتا یہ amounts ایسی ہیں کہ وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ اس سے آگے جناب ایک اور ہیڈ Jails Manufactures in Central Jails and Disnct Jails ہے۔ جناب سپیکر ! establishment پر اٹھنے والے اخراجات جس میں ہر چیز ہے تنخواہ ' الاؤنسز بیماری الاؤنس' کرایہ ' each and every thing اس میں شامل ہے میں اس کو زیر بحث نہیں لاتا۔ جناب والا ! Central Jails کے لیے جو establishment کے 10 کروڑ 26 لاکھ 83 ہزار 460 روپے کے اخراجات کو بھی نکال دیں' آگے Central Jails میں Repair and Maintenance وغیرہ کا ایک Head ہے جس کی amount 2,22,380 ہے میں اس کو بھی زیر بحث نہیں لاتا۔ اس کے بعد Central Jails کی trunk calls کا Head ہے جس میں 10,87,000 کی رقم رکھی گئی ہے۔ اس کو بھی چھوڑ دیں۔ آگے ایک اور مدہے اور اس پر میں اس لیے stress کروں گا یہ بجلی کے بل کا Head ہے جس کی مالیت 1,35,00,000 ہے۔ جناب والا ! یہ 1,35,00,000 کی رقم بجلی کے بل کے لیے رکھی گئی ہے۔ اس پر میں اس لیے stress کر رہا ہوں کہ پچھلی دفعہ 95-1994ء کے بعد جو ضمنی بجٹ آپ کے سامنے آئے گا اس میں مزید اڑھائی کروڑ روپے مانگے گئے ہیں اور وہ اڑھائی کروڑ بھی بجلی کے بل کے بقایا جات دینے کے لیے اور Dietary Charges دونوں کو اکٹھا کر کے lumpsum دے دیا گیا ہے۔ یہ تو ضمنی بجٹ ہے۔ اور اس بجٹ میں 1,35,00,000 روپے کی رقم صرف بجلی کے لیے رکھی گئی ہے اور وہ بھی صرف Central Jails کے لیے اس میں District Jails شامل نہیں ہے۔ District Jails کے لیے الگ رقم ہے۔ اب جناب والا! آگے چلیے جو سب سے زیادہ important بات ہے۔ چونکہ میں جیلوں کی حالت کے بارے میں عرض کر رہا تھا کہ وہاں کتنی قسم کے لوگ جاتے ہیں۔ جناب سپیکر ! وہاں پر پچاس فی صد حوالاتی کوشش کرتے ہیں کہ اپنی خوراک خود منگوائیں۔ اور اس کے لیے انھیں کیا کیا چندہ لگانا پڑتا ہے وہ ایک الگ بات ہے۔ گھر سے روٹی منگوانے کے لیے' باہر سے روٹی منگوانے کے لیے انھیں کتنے

ٹکٹ لگانے پڑتے ہیں وہ ایک الگ بات ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ more than fifty percent حوالاتی اور قیدی اپنی خوراک باہر سے منگواتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں ہم پندرہ بیس دن جیل میں رہے ہیں تو ہمیں چودھری تنویر خان صاحب کھانا کھلاتے رہے ہیں' ان کے گھر سے کھانا آتا رہا ہے۔ حالانکہ ہماری diet سرکاری خزانے میں ہے وہ الگ ہے اس کا معلوم نہیں کہ کہاں گئی' کہاں نہیں گئی۔ وہ تو بھلا ہو چودھری تنویر خان صاحب کا کہ جو ہم سب کو اچھی خوراک وہاں پر دیتا رہا۔ لیکن جناب پچاس فی صد سے زیادہ لوگ وہاں پر باہر سے کھانا منگواتے ہیں۔ جناب والا! آپ نے بھی جیل دیکھی ہوئی ہے اور میں نے بھی دیکھی ہے تو وہاں پر جو خوراک دی جاتی ہے اس بارے میں کچھ عرض کروں گا۔ جب میں جھنگ جیل میں تھا تو وہاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب جو اب حکومتی بنچز پر بیٹھے ہوئے' وزیراعلیٰ صاحب کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں یہ witness ہیں کس بات کے؟ کہ مارشل لاء دور میں جب جھنگ جیل میں تھے چونکہ میں راولپنڈی سے تعلق رکھتا ہوں اور جھنگ جیل میں تھا اگر میرے یہ ساتھی وہاں پر نہ ہوتے تو شاید ہم بھی وہی diet کھاتے۔ جناب والا! وہاں پر پکنے والی diet' گوشت' دال اور دوسری چیزیں وغیرہ اور پھر جن ڈرموں میں اور دیگوں میں وہ پکتی ہے جناب سپیکر! ان کو ٹھنڈا کر کے وہاں اچھے طریقے سے نہایا جا سکتا ہے۔ انھیں swimming پول تو کہا جا سکتا ہے لیکن انھیں کسی انسان کی پکی ہوئی خوراک نہیں کہا جا سکتا۔ اب اس مد میں --------

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، ریاض حشمت جنجوعہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ جی فرمائیے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب والا! ویسے یہ باضابطہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں ہے لیکن چونکہ شاہ صاحب نے میرا ذکر کیا ہے کہ مارشل لاء دور میں جب شاہ صاحب اور میں اکٹھے جھنگ جیل میں تھے اور جھنگ جیل کے ننگے فرش پر اکٹھے سویا کرتے تھے۔ وہ جس دال اور کھانے کا ذکر کر رہے ہیں----

جناب سپیکر، فرش ننگا ہوتا تھا آپ تو ننگے نہیں ہوتے تھے ناں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، حالانکہ میں ایک عام غریب آدمی ہوں لیکن شاہ صاحب کو اس بات کا احساس ہے کہ میں نے شاہ صاحب کو اور مارشل لاء کے باقی بھی جتنے اسیر تھے ان کو کھانے کی گوشت کی سبزی کی بلکہ کسی بھی چیز کی کمی نہیں آنے دی ان کی بہت خدمت کی۔

سید ظفر علی شاہ: میں نے تو آپ کا شکریہ ادا کیا ہے۔

جناب سپیکر: جناب شاہ صاحب ویسے یہ کیا کمال ہے کہ کہیں آپ کو چودھری تنویر مل جاتے ہیں کہیں جنجوعہ صاحب مل جاتے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! اگر اس قسم کے متمول لوگ سیاست میں نہ ہوں تو میرا جیسا سیاسی ورکر تو ویسے ہی مارا جائے۔ جناب والا! میں سنٹرل جیل کی بات کر رہا ہوں ڈسٹرکٹ جیل کی بات بعد میں کروں گا۔ سنٹرل جیل کی ہیڈ 59000 اس میں other expenditure کا نام دیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! other expenditure میں Fairs Exhibition and Other National Celebrations کے لیے 7 ہزار Publicity & Advertisement کے لیے 55 ہزار اور جناب والا! Cost of Other Stores ملاحظہ فرمانے والی بات ہے کہ Cost of Other Stores جس میں diet charges ہیں جس خوراک کا میں ذکر کر رہا تھا اس کے لیے 3 کروڑ 25 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ جس میں سے پچاس فی صد لوگ اپنے اثر و رسوخ پر اپنے زور پر اپنی پاکٹ کے زور پر الگ کھانا کھاتے ہیں ----

جناب سپیکر: زور تعلق پر۔

سید ظفر علی شاہ: اور جو یہ پیچھے رہ جاتے ہیں ان کے لیے 3 کروڑ 25 لاکھ روپے رکھا گیا ہے اور پھر بھی اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ آگے انھوں نے Hospital Charges کے لیے 35 لاکھ روپے رکھے ہیں۔ آگے Clothing and bedding of prisoners جناب والا! bedding کا لفظ اس طرح استعمال کیا گیا ہے جیسے وہاں مولٹی فوم دیتے ہیں یعنی انھوں نے bedding کا لفظ بڑی خوبصورتی سے لکھا ہے۔ اس کے لیے 40 لاکھ رکھا گیا ہے۔ آگے Arm & Equipment کے لیے 2 لاکھ 45 ہزار۔ جناب والا! آگے ایک ایسی عجیب و غریب مد ہے جس کا نام Other ہوتا ہے اس کو وغیرہ نہیں کہتے بلکہ Others کہتے ہیں۔ پتا نہیں وہ others کیا ہے۔ اس کے لیے 8 لاکھ 50 ہزار وہ ایک الگ مد ہے اور پھر آگے پرچیز مد ہے جس کا میں کل بھی ذکر کر رہا تھا کہ کھوہ کھاتہ مد جیسے میں نے lumpsum کا ترجمہ کھوہ کھاتا کیا تھا۔ جناب والا! یہ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ کس لیے ہے Lumpsum provision for strengthening of security arrangements and provision of better facilities in Central Jails. جناب والا! strengthening of security system جہاں پر سپاہیوں نے عملے نے اپنی تنخواہیں پہلے لے لیں دروازے پہلے بنے ہوئے ہیں لاک پہلے بنے ہوئے ہیں اور ہر چیز کے وہ

پیسے الگ ہیں لیکن یہ کھوہ کھاتے والی ایک الگ مد ہے اس کو یہ strengthening of security measures and betterment کہہ رہے ہیں اور اس کے لیے 2 کروڑ روپے رکھے ہے۔ جناب والا! 2 کروڑ روپیہ کھوہ میں پھینک دیا ہے۔ اگر آپ نے security system کے سپاہیوں کے بھی لے لیے عملے کے بھی لے لیے نفری کے بھی لے لیے ہر بات کے لے لیے تو یہ اور کس بات کے لے رہے ہیں کیا آپ نے فیکٹو سیمنٹ سے دروازے بند کرنے ہیں آپ نے کس طرح strengthening کرنا ہے۔ جناب والا! ابھی قائد حزب اختلاف وہاں سے ہو کر آئے ہیں ہم تو ان کو دیکھنے کے لیے وہاں نہیں جا سکے۔ جناب والا! آپ سیاسی لوگوں کے بیانات دیکھ لیں باقی کو چھوڑ دیں سیاسی لوگ تو پھر بھی تھوڑے بہت با اثر ہوتے ہیں وہ آگے پیچھے کسی کی منت کر لیتے ہیں لیکن آپ ان کی چیخوں سے بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہاں پر betterment کی کیا حالت ہے۔ جناب والا! یہ سنٹرل جیل کی مدیں ہیں اب میں آپ کا مزید وقت ضائع نہیں کرتا۔۔۔

جناب سپیکر، نہیں اب آپ wind up کریں۔

سید ظفر علی شاہ، اب میں short کر رہا ہوں۔ جناب والا! پہلے آپ نے سنٹرل جیل کا ملاحظہ فرمایا تھا اب دیکھیں کہ ڈسٹرکٹ جیل کے لیے بجلی کا بل ایک کروڑ 60 لاکھ رکھا گیا ہے اور پھر جو ڈسٹرکٹ جیل کے other expenditure آ جاتے ہیں میں باقی کو چھوڑ دیتا ہوں لیکن آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ضلع کی جیلوں میں dietary charges کے لیے 3 کروڑ، 25 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں یہ اسی خوراک کے لیے رکھے گئے ہیں جس کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔ اس خوراک کے لیے بھی اتنے پیسے لے لیے ہیں اور خوراک کیسی ہے اس کا جناب کو علم ہے 3 کروڑ 25 لاکھ یہ اور پھر اسی طرح bedding کے لیے 18 لاکھ 25 ہزار اور ہسپتال کے 35 لاکھ 20 ہزار جناب والا! پھر ادھر بھی کھوہ کھاتے والی مد ہے ضلع والے ایسے سنٹرل جیل والوں کو نہیں جانے دیتے ان کی مد میں بھی 2 کروڑ روپیہ۔ جناب والا! باقی تمام مدوں کو چھوڑ دیں ان کو معاف کر دیں لیکن 4 کروڑ روپیہ کھوہ کھاتے کی مدوں میں رکھ کر جیل کے نام پر convict prisoners کے نام پر قیدی کے نام پر سیاسی detenue پر ان 27 ضلعوں نے آپس میں یہ 4 کروڑ روپے لے لیے ہیں۔ اگر آپ یہی 4 کروڑ روپیہ جیلوں کی betterment پر لگائیں یا کسی اور جگہ پر لگائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ صوبے کو بہت زیادہ منافع ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب بہت بہت مہربانی شکریہ۔ اب میں وزیر جیل خانہ جات جناب خوش اختر سجانی کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

وزیر جیل خانہ جات، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ شکریہ جناب سپیکر! میں شاہ صاحب کو دوست تو نہیں کہہ سکتا میرے بزرگ ہیں۔ انھوں نے میری راہنمائی کی اور اپنے خیالات کا بھی اظہار فرمایا۔ جناب والا! ابھی جو انھوں نے کٹوتی کی تحریک برائے مالی سال 96-1995 کے لیے پیش کی ہے وہ حقائق پر مبنی نہ ہے لیکن میرے بزرگ نے جو اپنے خیالات کا اظہار کیا ان کے جواب میں میں چند ایک گزارشات ان کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا۔ جناب والا! جہاں تک محترم شاہ صاحب نے اس بات کا ذکر فرمایا کہ اپوزیشن لیڈر اور ہمارے دوسرے سیاسی بھائی اسیران کی شکل میں جیلوں کے اندر رہے ہیں اس کی محترم شاہ صاحب اور باقی مہربانوں کے سامنے خود ایک مثال ہوں کہ کچھ قانونی مجبوریاں بھی تھیں لیکن ان کے باوجود میں نے اپنے مہربانوں کی عزت کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے ہر حکم کی تعمیل کروائی اور میں ہی نہیں بلکہ میرے والد محترم بھی جیلوں میں خود جا جا کر پوچھتے رہے ہیں کہ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں (نعرہ ہائے تحسین)۔

جناب سپیکر، یہ ساری شکائتیں اوپر اوپر کی ہیں۔

وزیر جیل خانہ جات، جناب والا! جہاں تک شاہ صاحب کا یہ فرمان کہ ہمارے سیاسی بھائی جو جیلوں کے اندر ہیں اور بیمار ہیں ان کے علاج کی اجازت نہ دی گئی۔ میں نے شاہ صاحب کے کہنے پر نہیں بلکہ کسی اور مہربان کے کہنے پر اپنے سپرنٹنڈنٹ جیل کو باقاعدہ ہدایت کی کہ ان کو جس قسم کی بھی بیماری ہے اس کا فوری علاج کرایا جائے اور میں اس کا خود یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اللہ کے فضل و کرم سے ان کی جس قسم کی بھی بیماری ہو گی میں انتہائی کوشش اور محبت سے چھوٹا بھائی ہونے کے ناتے انشاء اللہ العزیز اس کو پورا کراؤں گا۔

جناب سپیکر، آپ دعوت دے رہے ہیں کہ یہ جیل جانے کے لیے تیار ہو جائیں آپ ان کے کھانے پینے کا بھی اور ان کے علاج معالجے کا بھی پورا پورا خیال رکھیں گے۔

وزیر جیل خانہ جات، جناب سپیکر! جہاں تک شاہ صاحب کا یہ فرمان کہ جیل کے اندر جانے سے پہلے چکی کے نزدیک ایک پوچا والا کھڑا ہوتا ہے۔ میں بہت ہی ادب سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ میرے کسی بھائی کو اگر یہ پوچا لگانا پڑا ہے تو میں اس کا اس ہاؤس کے سامنے جوابدہ ہوں۔ میرے خیال کے

مطابق ہمارے کسی سیاسی اسیران کو یا کسی کارکن کو یا کسی عام آدمی کو میرے دور کے اندر موجودہ حکومت کے دوران .....

جناب سپیکر، عام آدمی کو بھی ....

وزیر جیل خانہ جات: جناب والا! عام آدمی کو بھی' میں موجودہ حکومت کی بات کر رہا ہوں۔ پہلے کی بات تو یہ خود ہی بتا سکتے ہیں کیونکہ دس بارہ سال انہی کی حکومت رہی ہے اور انہی کو بہتر پتا ہوگا کہ اس وقت کیا سلسلہ تھا۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔

جناب سپیکر! یہاں پر خوراک کی بات بھی ہوئی ہیں آپ کی وساطت سے یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا اور ہاؤس کے مہربانوں سے بھی یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ میں نے کیبنٹ کی موجودگی میں بھی یہ بات کہی ' چونکہ ہم نے پنجاب کے حالات کو بجٹ کو سامنے رکھ کر اور سارے معاملات کو دیکھ کر فیصلہ کرنا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے خصوصی شفقت فرماتے ہوئے اور میں اس سلسلے میں آپ کی بھی خصوصی توجہ چاہتا ہوں۔ جیل کے اندر آج کے دور میں جہاں ہم خود اپنے گھروں میں مہنگائی کی نشاندہی کرتے ہیں لیکن جیل میں ایک قیدی کے لیے تین وقت کا کھانا 7 روپے پچیس پیسے میں فراہم کرتے ہیں۔ ہم سب اس ملک کے رہنے والے ہیں اور ہمارے جتنے بھی اسیران ہیں ان کی حکومتی پارٹی یا اپوزیشن ذمہ دار نہیں میرے نزدیک ہم سب اس کے ذمہ دار ہیں۔ اس لیے ان کی فلاح کے لیے آپ کو ہمارا ساتھ دینا چاہیے۔ جناب سپیکر! ان کا جو یہ فرمان ہے کہ محکمہ جیل خانہ جات کے لیے اتنا بجٹ کیوں رکھا گیا' میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایک قیدی کو تین وقت کا کھانا سات روپے پچیس پیسے میں ملے تو آج کے دور میں یہ بڑی بات ہو گی سات روپے پچیس پیسے کا آج کے دور میں کیا آتا ہے؟ جناب والا! میں اپنی استدعا آپ کو آگے بیان کروں گا' لیکن شاہ صاحب نے سیکورٹی سسٹم کے دو کروڑ روپے جو انہوں نے کھوں کھاتے میں ڈالے اس کے متعلق عرض کروں گا کہ آج کا دور ترقی یافتہ دور ہے اور دوسرے ممالک جو بہت زیادہ ترقی کر چکے ہیں۔ ہم نے بھی اس کے متعلق سوچا کہ ہمیں بھی کچھ آگے چلنا چاہیے۔ وزیر اعلیٰ صاحب کی خاص شفقت کے ساتھ ہم نے ماہرین کے ساتھ discuss کیا اور فیصلہ کیا کہ جیل کے نظام میں بہتری لانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ آئے دن آپ نے اخبارات میں بھی پڑھا ہو گا کہ .....

جناب سپیکر، خانزادہ صاحب آپ کھڑے ہیں خیریت تو ہے؟

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Mr Speaker Sir, the speech of the young Minister is very interesting, but the jails are meant more for the reformation but not for punishment, because the punishment does not do any good. We would like him to tell us what is being done these days to rehabilitate the criminals. What is being done to rehabilitate them?

جناب سپیکر، وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ جو لوگ جیل میں جاتے ہیں ان کی اصلاح کے لیے بھی آپ کچھ کرتے ہیں۔

وزیر جیل خانہ جات، جناب والا! میں اس طرف بھی آتا ہوں۔

MR SPEAKER: He is comming to that point

آوازیں، جناب والا! سوا دو بج گئے ہیں۔

جناب سپیکر، آپ اپنی بات مختصر کریں۔

وزیر جیل خانہ جات، جناب والا! میں مختصر کرتا ہوں۔ جناب والا! وقت بہت کم ہے ورنہ میرا جی تو چاہتا تھا کہ جیسے میرے محترم بھائی بات کر رہے ہیں .....

جناب سپیکر، ویسے آپ قیدیوں کی اصلاح کے لیے بھی کچھ کر رہے ہیں؟

وزیر جیل خانہ جات، جناب والا! بہت کچھ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر، اچھی بات ہے۔ چلیے

وزیر جیل خانہ جات، ویسے جناب والا! اصلاح بہت ضروری ہے۔ (قہقہے) لہٰذا جناب والا! ان کے ارشادات کے مطابق میں عرض کروں گا کہ جہاں انہوں نے فرمایا ہے کہ قیدیوں کی اصلاح کے لیے جو بہتری کے کام ہیں وہ کرنے چاہییں اور ہو رہے ہیں۔ جن اضلاع میں جیلیں نہیں ہیں وہاں پر بنانی چاہییں تاکہ لوگوں کو سہولت ہو۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ان کے خیالات کے مطابق انہوں نے اپنی کٹوتی کی تحریک اپنے خیالات کے متضاد پیش کی ہے۔ جناب والا! ان کے ارشادات کے مطابق اور آپ نے بھی اس بات کا اندازہ لگا ہی لیا ہوگا کہ ان کی اتنی ساری ہدایات کے مطابق جو مجھے انہوں نے بڑے بھائی ہونے کے ناتے چھوٹے بھائی کو دی ہے، محکمہ جیل خانہ جات کے لیے مزید بجٹ رکھا جانا

چاہیے لہٰذا ان کی کٹوتی کی تحریک بھی مسترد کی جانی چاہیے۔ اور مطالبہ زر منظور کیا جانا چاہیے۔ شکریہ جناب سپیکر! (نعرہ ہائے تحسین)۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ:

"۴۱ کروڑ ۱۲ لاکھ ۶۶ ہزار ۳ سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر ۱۲ جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیوں کو کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ۴۱ کروڑ ۱۲ لاکھ ۶۶ ہزار ۳ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر، اب جیسا کہ طے پایا تھا وقت ہو گیا ہے اب اور کسی کٹ موشن پر ڈیمانڈ پر کٹوتیوں پر بحث نہیں ہو گی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ محکمہ آب پاشی پر صرف ایک تقریر کرنے دیں۔

جناب سپیکر، نہیں میں معافی چاہتا ہوں۔

وزیر اطلاعات و ثقافت، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! مقررہ وقت کے مطابق گلوٹین ڈیڑھ بجے apply ہونا تھا لیکن آپ نے اس میں ۴۵ منٹ کا اضافہ کر دیا تھا .....

جناب سپیکر، میں نے واضح کر دیا تھا اب یہ ان کی مرضی تھی۔ اب ہم میزانیہ بابت سال ۹۶۔۱۹۹۵ء پر موصول شدہ تخفیف کی تحریکوں پر کارروائی ختم کرتے ہیں اور قاعدہ نمبر ۱۱۲ کے تحت گلوٹین apply کرکے مطالبات زر پر رائے شماری شروع کرتے ہیں۔

سید تابش الوری، جناب والا! ایک دانشور کو جلاد بنتے دیکھ کر مجھے خوف آ رہا ہے۔

مطالبہ زر نمبر 1

جناب سپیکر : اللہ رحم کرے ۔ اب مطالبہ زر نمبر ا زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو ۹ لاکھ ۶۲ ہزار ۶ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد افیون برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 2

جناب سپیکر : اب مطالبہ زر نمبر ۲ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے ۔

"کہ ایک رقم جو ۳۹ کروڑ ۷۵ لاکھ ۸۷ ہزار ۵ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے ۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 3

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۳ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو 5 کروڑ 28 لاکھ 98 ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صوبائی

آبکاری برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 4

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۴ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 2 کروڑ 38 لاکھ 46 ہزار 9 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اسٹیمپ برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 5

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۵ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 43 کروڑ 72 لاکھ 66 ہزار 5 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جنگلات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 6

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۶ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 96 لاکھ 86 ہزار 7 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو

ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد رجسٹریشن برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 7

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر 7 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو 3 کروڑ 26 لاکھ 56 ہزار 6 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد موٹر گاڑیوں کے قوانین برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 8

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر 8 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو 8 کروڑ 45 لاکھ 17 ہزار 4 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد دیگر ٹیکس و محصولات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 9

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۹ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو 4 ارب 13 کروڑ 92 لاکھ 13 ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد آبپاشی و بحالی اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 11

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۱۱ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو 40 کروڑ 12 لاکھ 66 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عدل گستری برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 14

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۱۴ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو 92 لاکھ 19 ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عجائب خانہ جات...

برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 17

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۱۷ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 48 کروڑ 8 لاکھ 3 ہزار 9 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد دیگر صحت عامہ برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 18

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۱۸ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک ارب 34 کروڑ 31 لاکھ 35 ہزار 5 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زراعت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 19

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۱۹ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 7 کروڑ 48 لاکھ 6 ہزار 8 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون

1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ماہی پروری برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 20

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۲۰ زیر غور ہے۔ سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ۶۲ کروڑ ۶۴ لاکھ ۶۴ ہزار ۶ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد وترزی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 21

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۲۱ زیر غور ہے۔ سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ۱۴ کروڑ ۴۲ لاکھ ۳۱ ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 - جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد امداد باہمی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 22

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۲۲ زیر غور ہے۔ سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ۱۵ کروڑ ۱۶ لاکھ ۳۴ ہزار ۴ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 - جون

1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صنعتیں برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 23

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۲۳ زیر غور ہے۔ سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو ۴۹ کروڑ ۹۹ لاکھ ۱۷ ہزار ۵ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30۔ جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد متفرق محکمہ جات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 24

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۲۴ زیر غور ہے۔ سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو ایک ارب ۲۲ کروڑ ۲۰ لاکھ ۹۶ ہزار ۷ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری تعمیرات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 25

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۲۵ زیر غور ہے۔ سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو ایک ارب ۷۰ کروڑ ۷۶ لاکھ ۸۰ ہزار ۶ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30۔

جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مواصلات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 26

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۲۶ زیر غور ہے۔ سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ۱۹ کروڑ ۲۷ لاکھ ۸۶ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیر مکانات و عملی منصوبہ بندی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 27

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۲۷ زیر غور ہے۔ سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ۹۶ لاکھ ۲۴ ہزار ۶ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ریلیف برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 28

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۲۸ زیر غور ہے۔ سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ۴ ارب ۹۵ کروڑ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے

والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پنشن برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 29

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۲۹ زیر غور ہے۔ سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو ۹ کروڑ ۳۲ لاکھ ۲۵ ہزار ۶ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 - جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سامان تحریر و طباعت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 30

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۳۰ زیر غور ہے۔ سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو ایک ارب ۳۶ کروڑ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سبسڈیز برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 31

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۳۱ زیر غور ہے۔ سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو ۹۹ کروڑ ۸۳ لاکھ ۱۷ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات

کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدمتفرقات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 32

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۳۲ زیر غور ہے۔ سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ۲ کروڑ ۹۶ لاکھ ۴۵ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری دفاع برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 33

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۳۳ زیر غور ہے۔ سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ۱۲ ارب ۷۰ کروڑ ۴۲ لاکھ ۸ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30۔ جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلے اور چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 34

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۳۴ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ۱۵ کروڑ ۹۰ لاکھ ۵۸ ہزار ۳ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا

اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد میڈیکل سٹورز اور پتھر کے کوئلہ کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 35

جناب سپیکر : اب مطالبہ زر نمبر ۳۵ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ۵ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے سرکاری ملازمین برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 36

جناب سپیکر اب مطالبہ زر نمبر ۳۶ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ۶ ارب ۲۸ کروڑ ۳۲ لاکھ ۱۴ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30۔ جون 1996ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 37

جناب سپیکر. اب مطالبہ زر نمبر ۳۷ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ۸۸ کروڑ ۲۲ لاکھ ۵۰ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا

اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیرات آبپاشی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 38

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۳۸ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ۲ کروڑ ۷۱ لاکھ ۱۱ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زرعی ترقی و تحقیق برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 39

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۳۹ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ۴ کروڑ ۶۰ لاکھ ۹۳ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صنعتی ترقی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 40

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۴۰ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ۱۰ کروڑ ۳۱ لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات

کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ شہری ترقی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 41

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۴۱ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو ۲ ارب ۸۲ کروڑ ۴۰ لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ شاہرات و پل برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 42

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۴۲ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"کہ ایک رقم جو ۳ ارب ۸۱ کروڑ ۸۱ لاکھ ۴۴ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ سرکاری عمارات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 43

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۴۳ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو ۹۲ کروڑ ۸ لاکھ ۵۳ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا

اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدقرضہ جات برائے بلدیات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر، اس طرح بجٹ سال ۹۶-۱۹۹۵ء منظور ہوا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اب اجلاس کل صبح دس بجے کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلے پر اجلاس ۲۷۔ جون ۱۹۹۵ء صبح دس بجے تک کے لیے ملتوی ہو گیا)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکیسواں اجلاس)

منگل 27- جون 1995ء

(سر شنبہ 27-محرم الحرام 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 10.00 بجے زیر صدارت جناب سپیکر محمد حنیف رامے منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا

عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

سورہ الصف آیات 1 تا 4

سب چیزیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کرتے ہو جو کرتے نہیں ہو اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضگی کی ہے۔ کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے رستہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلایا گیا ہو۔

وما علینا الا البلاغ۝

جناب سپیکر، جناب سیکرٹری اگر کوئی چھٹی کی درخواستیں ہیں تو پیش کی جائیں۔ کل پیش کریں گے۔ تو پھر تحاریک استحقاق ۔ شاہد ریاض ستی صاحب کی تحریک استحقاق پینڈنگ چلی آرہی ہے۔

وزیر اوقاف، جناب والا! آج کسی کا بھی استحقاق مجروح نہیں ہوا۔

جناب سپیکر، اللہ اپنا فضل کرے کسی کا بھی استحقاق مجروح نہ ہو۔ اور اگر ہو تو اس کا تدارک کیا جائے۔ کیا آپ کچھ جانتے ہیں کہ وزیر بلدیات کافی دنوں سے تشریف نہیں لا رہے آیا وہ اس اجلاس میں آئیں گے یا نہیں؟ ان کا تو میں نے ایک کارڈ دیکھا ہے اسلام آباد میں ان کی طرف سے کوئی دعوت ہو رہی تھی۔

وزیر اوقاف، وہ بیمار ہیں ان کو heart کی تکلیف ہے۔ انہوں نے کارڈ جاری کردیا ہوا تھا۔ میں اور ملک صاحب بھی ہسپتال گئے تھے وہ ہسپتال میں داخل ہیں۔ ان کو heart کی تکلیف ہے۔

جناب سپیکر، اللہ تعالیٰ فضل کرے۔ ستی صاحب پھر؟

جناب شاہد ریاض ستی، پھر اس کو پینڈنگ کردیا جائے۔

جناب سپیکر، ایسا نہ ہو کہ اجلاس ہی ختم ہو جائے۔ سیکرٹری صاحب کیا اس کو پھر اگلی مرتبہ لے سکتے ہیں؟ ٹھیک ہے اول تو دو دن اور ہیں اگر کسی وجہ سے ایسا ہوا تو پھر اس کو آئندہ لے لیں گے۔ ٹھیک ہے۔

میاں معراج دین، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی میاں صاحب ۔ کیا بات ہے آپ پوائنٹ آف آرڈرز پر بہت اٹھنے لگ گئے ہیں۔

میاں معراج دین، جناب آپ موقع ہی نہیں دیتے۔

جناب سپیکر، نہیں نہیں میں تو آپ کو بڑی کوشش کرکے موقع دیتا ہوں ۔ اس لیے کہ آپ میرے بزرگ ہیں۔

میاں معراج دین، شکریہ جناب والا! میں نے پہلے بھی عرض کی تھی ۔ اور آپ نے چودھری فاروق صاحب کو کہا۔ جب ان کے پاس جاتے ہیں تو یہ بڑی شفقت کرتے ہیں ' چائے بھی پلاتے ہیں' ٹیلی فون بھی کرتے ہیں لیکن کام نہیں ہوتا۔ آج کے "روزنامہ خبریں" میں پھر خبر آئی ہے کہ بیگم پورہ کے قبرستان کی وہاں پر زبردستی encroachment کی جارہی ہے ۔ کمرے بن گئے ہیں۔ اور انہی کے

جیالوں نے شور ڈالا ہوا ہے کہ خدا کے لیے ہمیں بچائیں۔ اس میں پوری تفصیل آئی ہے۔ کہ وہ ایک ایسا گروپ ہے جو کہ نہ دیکھتا ہے کہ قبرستان ہے نہ دیکھتا ہے کہ کسی کی یہ کون سی جگہ ہے۔ انہوں نے سڑکوں پر بھی encroachment کرنی شروع کردی ہوئی ہے۔ چودھری فاروق صاحب کی نیت پر میں شک نہیں کرسکتا۔ کیونکہ چائے ضرور پلاتے ہیں اور فون بھی میرے سامنے ضرور کرتے ہیں۔ اگر ریاض فتیانہ صاحب کا کام ہوتا تو شاید جلدی کام ہوجاتا۔ کیونکہ وہ تو سیکرٹریوں کی تبدیلی کروا دیتے ہیں۔ پتہ نہیں یہ کیوں نہیں کرواتے۔

جناب سپیکر، بہرحال' وہ سن رہے ہیں اور ان کی خدمت میں' میں بھی گزارش کرتا ہوں کہ از راہ کرم اس اہم معاشرتی مسئلے میں وہ پوری دلچسپی لیں اور جو غلط بات ہو رہی ہے اس کا تدارک کروائیں۔

حاجی سعید احمد انصاری، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر!

جناب سپیکر، انصاری صاحب! ایک منٹ' ذرا اس کی وضاحت ہو جائے۔

وزیر قانون، میں نے ابھی ہدایات دی ہیں کہ یہ ڈی جی' ایل ڈی اے کو فون کر کے معلوم کریں کہ اس معاملے پر کہاں تک عمل درآمد ہوا ہے۔ میں بعد میں میاں معراج دین صاحب کو مطلع کر دوں گا اور آپ کو بھی۔ البتہ تحریک استحقاق نمبر ۲ جو شاہد ریاض ستی صاحب کی ہے' یہ انھوں نے move کی' شارٹ سٹیٹمنٹ بھی انھوں نے دے دی ہے اور میں اس کا جواب دے چکا ہوں۔ اور چونکہ فاضل ممبر جن کے لیے آپ نے دوبارہ یہ پینڈنگ کی تھی کہ ان کی بات بھی سن لیتے ہیں وہ چونکہ بیمار ہیں' ہسپتال میں داخل ہیں' اس لیے جناب سپیکر! میں چاہتا تھا کہ میرے جواب کو entertain کیا جائے اور اس کے مطابق اس کی۔۔۔۔

جناب سپیکر، اب میں چونکہ انھیں assurance دے چکا ہوں اور ہاؤس میں یہ بات ہو چکی ہے کہ وزیر بلدیات اس پر جو کہنا چاہتے ہیں ان کی بات بھی سن لی جائے۔ اس لیے کوئی ہرج نہیں ہے۔ آپ کی بات اپنی جگہ کافی ہے۔ لیکن ہم اس کو اس حد تک پینڈ کر لیتے ہیں کہ جب بھی آئیں اور وہ اپنا جواب دے دیں اس کے بعد اس کا فیصلہ کر لیں گے۔

وزیر قانون، شکریہ جناب سپیکر! لیکن لگتا ہے کہ یہ اگلے سیشن پر پھر چلی جائے گی۔

جناب سپیکر، کوئی ہرج نہیں۔ وہ اس کے لیے تیار ہیں۔ اگلے سیشن پر چلی جائے کوئی بات نہیں۔

حاجی سعید احمد انصاری، پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر!

جناب سپیکر، میں پہلے آپ سے وعدہ کر چکا ہوں۔ جی۔

حاجی سعید احمد انصاری، جناب سپیکر! میں نے کل آپ کے چیمبر میں ایک تحریک استحقاق جمع کروائی ہے۔ تو اس میں کچھ لفظوں کے ہیر پھیر کی وجہ سے آپ نے accept نہیں کی۔ جناب سپیکر! ہمارے گھروں کو آگ لگائی جا رہی ہے اور آپ لفظوں کے ہیر پھیر میں پڑے ہوئے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ تیسرا واقعہ ہے کہ ملتان ایم پی اے کے گھروں کو جلایا جا رہا ہے۔ سب سے پہلے---

جناب سپیکر، میری بات سنیے۔

حاجی سعید احمد انصاری، احسان الدین کے گھر کو آگ لگائی گئی۔ اس کے بعد---

جناب سپیکر، انصاری صاحب! میری بات سنیے----

حاجی سعید احمد انصاری، اور پرسوں میرے گھر کو آگ لگائی گئی۔ جناب سپیکر! تحریک التواء میں میری تحریک کو منظور کیا جائے اور مجھے اس پر بولنے کا موقع دیا جائے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ میں بات کر رہا ہوں۔ آپ کی تحریک میں نے دیکھی ہے۔ چونکہ آپ اس وقت جذبات میں ہیں آپ نے اپنی تحریک میں بھی کچھ ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو مناسب نہیں۔ میں اس کو admit کرنے کے لیے تیار ہوں۔ بشرطیکہ آپ ان الفاظ پر تھوڑا سا غور فرما لیں۔ آپ سیکرٹری صاحب سے کسی وقت مل لیجیے تو کل اس کو لے لیں گے۔

میاں عبدالستار، پوائنٹ آف آرڈر۔

رانا محمد اقبال خان، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، نہیں، میاں عبدالستار صاحب سے میرا پہلا وعدہ ہے۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اندرون شہر ایک کار پارکنگ پلازہ بن رہا تھا۔ اور میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی تھی اور یہ عرض کی تھی کہ اس سے main سڑک کو بند کیا جا رہا ہے۔ معزز وزیر قانون نے commitment دی تھی، اور assurance دی تھی کہ وہ سڑک اس میں نہیں ڈالی جائے گی اور اس کے لیے باقاعدہ ایک کمیٹی بنا دی جائے گی۔ جناب سپیکر! آپ کو یاد ہوگا کہ

آپ کے چیمبر میں بھی اس سلسلے میں بات ہوئی تھی اور اس دن بھی لاء منسٹر صاحب نے یہ بات فرمائی تھی کہ اس پر کمیٹی بنا دی جائے اور سیکرٹری اسمبلی کی بھی ڈیوٹی لگائی گئی تھی۔ لیکن آج تک اس کے بارے میں کچھ نہیں ہوا۔ میں یہاں پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس پلازے کی تعمیر بند ہو چکی ہے۔ اس وقت عدالت میں stay ہے۔ لیکن جو سڑک کی assurance معزز وزیر قانون کی طرف سے دی گئی ہے کہ وہ نہیں ڈالی جائے گی اس سلسلے میں جو کمیٹی بنانے کی commitment تھی' وہ پوری نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر، دیکھیے' پہلی بات تو یہ ہے کہ جو وزیر موصوف کوئی commitment کریں' وہ ہاؤس کے رکن ہونے کے ناتے یہاں آپ کے سامنے اس کی جواب دہی کر سکتے ہیں۔ اور اپنی طرف سے اپنی معروضات' اپنی گزارشات' اپنے احکامات آپ کے سامنے رکھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہاؤس نے ایک ایشورنس کمیٹی بنائی ہوئی ہے۔ چودھری ظہیر صاحب کے حوالے سے میں نے اس دن بھی بات کی تھی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ایشورنس کمیٹی کے بعد کسی اور کمیٹی کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر دوست احباب یہ محسوس کریں کہ کوئی ایشورنس دی گئی تھی اور اس پر عمل نہیں ہو رہا تو اس معاملے کے بارے میں وہ مجھ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اب چونکہ ہم اس جواب سے جو کسی وزیر موصوف نے دیا ہے' مطمئن نہیں ہیں تو ہمارے اس معاملے کو ایشورنس کمیٹی میں بھیج دیا جائے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کمیٹی کی موجودگی میں ہر معاملے پر ایک نئی کمیٹی بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں' اول تو وزیر قانون تشریف رکھتے ہیں۔ وہ وضاحت فرما دیں کہ انھوں نے اس سلسلے میں کیا کیا۔ اگر آپ اس کے باوجود مطمئن نہ ہوں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بات کو ہم ایشورنس کمیٹی کے پاس بھیج سکتے ہیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر!

جناب سپیکر، جی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، آپ نے بجا ارشاد فرمایا۔ اس issue کے بارے میں آپ نے ہدایات دیں اور فاضل رکن نے یہ معاملہ ایوان میں اٹھایا۔ میں نے متعلقہ اتھارٹی سے یہ معاملہ take up کیا اور اس روز issue یہ تھا کہ پلازہ کی تعمیر روکی جائے اور وہاں پر سڑک نہیں بننی چاہیے۔ فاضل رکن اسمبلی نے خود تسلیم کیا ہے کہ پلازہ کی تعمیر اس وقت رکی ہوئی ہے۔ البتہ سیشن کے بعد اس معاملے

کے بارے میں طے ہوا تھا کہ منسٹر ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ سے ہم گزارش کریں گے کہ وہ اس معاملے کے بارے میں میٹنگ کریں۔ اور سیشن میں چونکہ مصروفیات ہیں، سیشن کے بعد منسٹر ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ ملک مشتاق اعوان صاحب اس معاملے پر میٹنگ کریں گے اور اس میٹنگ میں، میں خود بھی، آپ کی ہدایات کے مطابق، شامل ہوں گا۔

جناب سپیکر، اتفاق سے وزیر ہاؤسنگ بھی تشریف رکھتے ہیں۔ محترم مشتاق اعوان صاحب! یہ مسئلہ جس میں آپ کا بھی ذکر خیر آیا ہے، جو میاں عبدالستار صاحب نے اٹھایا ہے، از راہ کرم آپ بھی ذرا اپنی پوزیشن واضح فرما دیں۔

حاجی مقصود احمد بٹ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، آپ ہی کا مسئلہ، لاہور والوں کا ہے، ذرا ہو جائے۔ جی، فرمائیے۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ، جناب سپیکر! یہ جو معاملہ ابھی زیر بحث آیا ہے، اجلاس کے بعد انشاء اللہ ہم اس پر میٹنگ رکھیں گے اور آپ کی ہدایت کی مطابق اس پر عمل کیا جائے گا۔

جناب سپیکر، اتنی مہلت دے دیجیے۔ میرا خیال ہے۔ دو دن اور ہیں۔ اٹھائیس اور انتیس ہے۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ جس وقت منسٹر ہاؤسنگ اس سلسلے میں میٹنگ بلائیں تو اس میں مجھے بھی بلایا جائے اور حاجی مقصود بٹ صاحب، جو وہاں پر تاجران کے نمائندے بھی ہیں اور وہاں پنجاب کے صدر بھی ہیں تاجران کے حوالے سے انھیں بھی اس میں شامل کیا جائے۔

جناب سپیکر، محترم مشتاق صاحب! یہ ممکن ہے کہ ان دونوں ایم پی اے صاحبان کو جو لاہور کو represent کرتے ہیں۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ، ہمیں کوئی اعتراض نہیں جی۔ They are most welcome. They should come in that meeting. They would be included in that meeting.

جناب سپیکر، ان کو آپ وقت اور تاریخ سے مطلع کریں گے کہ کب میٹنگ ہو رہی ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ، جناب سپیکر! ڈی جی، ایل ڈی اے کو ابھی ہم نے بلایا ہے۔ ہم ان کو وقت اور تاریخ آج ہی بتا دیں گے۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی۔ آپ کو باقاعدہ وقت اور تاریخ بتائی جائے گی۔ آپ دونوں حضرات اس میں

تشریف لائیے۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی' جناب چودھری ظہیر صاحب۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، شکریہ۔ جناب سپیکر! میری ایشورنس کمیٹی کی ورکنگ کے بارے میں گزارش ہے۔ ابھی تک ایشورنس کمیٹی کی دو سال کے اندر ایک بھی میٹنگ نہیں ہو سکی' جب کہ میرے خیال میں سب سے زیادہ کام پرولجز کمیٹی اور پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے بعد ایشورنس کمیٹی کے پاس ہونا چاہیے تھا۔ اس میں اگر آپ اجازت فرمائیں تو میری دو تجاویز ہیں۔ ایک تو جیسے جناب نے ارشاد فرمایا' کہ جو ایشورنس اس فلور پر منسٹر صاحبان دیتے ہیں' ان کو assure کرنے کے لیے کہ ان کی commitment پوری ہوئی کہ نہیں ہوئی۔ اگر نہیں ہوئی تو ممبر صاحب آپ کو لکھ کر دے دیں جن کے بارے میں ہے۔ دوسرے جناب' جیسے یہاں پر آپ فرماتے ہیں' پرولجز کمیٹی یا کسی اور کمیٹی کے سپرد کرتے ہیں' اگر کوئی ممبر----

MR. SPEAKER: I call the House to order.

جناب ظہیر الدین خان، جناب والا! اگر کوئی ممبر ایوان کے اندر نشان دہی کرتا ہے کہ فلاں تاریخ کو دی گئی تھی اور اس میں اب unlimited delay ہو چکی ہے' اس پر کوئی کام نہیں ہو رہا تو جناب ایشورنس کمیٹی کے سپرد فرما دیا کیجیے تاکہ ایشورنس کمیٹی باقاعدہ functioning ہو جائے اور کام کرنا شروع کر دے۔ یہ میری گزارش ہے۔

جناب سپیکر، آپ کی تجاویز بہت مناسب ہیں اور میں خود چاہتا ہوں کہ یہ Assurance Committee بڑی فعال اور مؤثر ہو۔ امید ہے کہ آئندہ اس کے مطابق عمل ہو گا۔

جناب محمد ظہیر الدین خان ، جناب سپیکر ! شکریہ ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، رانا صاحب سے پہلے وعدہ ہے ۔

رانا محمد اقبال خان ، جناب سپیکر ! آج آپ ہشاش بشاش نظر آرہے ہیں ۔ جبکہ کل کا ہمارا تجربہ یہ ہے کہ آپ کے دائیں کان کی سماعت زیادہ ہے اور بائیں کان کی سماعت محسوس ہوتا ہے کہ کچھ کم

ہے۔

جناب سپیکر ۔ نہیں۔ دراصل سماعت کے علاوہ میری تھوڑی سی نظر بھی ہے۔ تو مجھے وہ تعداد میں زیادہ نظر آرہے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ زیادہ اونچے نظر آرہے ہیں۔

رانا محمد اقبال خان ۔ جناب والا! وہ آپ کی نظر بھی دائیں طرف ہی چلتی ہے ' بائیں طرف آپ کی نظر چلتی بھی نہیں ہے۔

جناب سپیکر ۔ میری تو نظر زیادہ آپ پر ہی رہتی ہے کہ آپ کیا کرنے والے ہیں۔

رانا محمد اقبال خان ۔ جناب سپیکر! کل ایک کٹوتی کی تحریک جو زراعت اور آبپاشی کے متعلق تھی وہ گلوٹین کی نذر ہوگئی۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ اب جب گلوٹین apply کرنا پڑے تو kindly ان دو محکموں کو خصوصی طور پر زراعت اور آبپاشی پر ہمیں بولنے کا موقع ضرور دیجیے گا۔ کیوں کہ صوبہ اور یہ سارا پاکستان جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ یہ زرعی ملک ہے۔ لیکن زرعی ملک کے لیے یہ دونوں ہی چیزیں اہم ہیں جن پر کل کسی بھی طور پر ہم کٹوتی کی کسی تحریک پر کوئی بات نہیں کر پائے۔ مجھے افسوس ہوا ہے۔

جناب سپیکر۔ آپ کو ضمنی بجٹ پر بحث کرنے کے لیے دو دن مل رہے ہیں۔

رانا محمد اقبال خان ۔ جناب والا! اس میں پھر ان پر کم از کم گلوٹین apply نہ کیجیے۔

جناب سپیکر ۔ میں عرض کررہا ہوں کہ اس میں آپ اپنے طور پر طے کر لیجیے کہ اس میں آپ نے کن موضوعات پر بات کرنی ہے تو اس میں موقع مل جائے گا۔ جی آفریدی صاحب!

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ آج وزیر ہاؤسنگ صاحب یہاں تشریف فرما ہیں تو میں آپ کی وساطت سے ان سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں جو میں پہلے بھی اپنی تقاریر میں کرچکا ہوں کہ آج سے سات سال پہلے آر ڈی اے کا محکمہ وجود میں آیا تھا۔ تقریباً دو اڑھائی سال سے اس آر ڈی اے کی کوئی میٹنگ نہیں ہوئی۔ یہ راولپنڈی کا ترقیاتی ادارہ بنایا گیا تھا۔ میرے علم کے مطابق پچھلے سال اس کی کچھ فنڈنگ بھی کی گئی۔ لیکن آج دو اڑھائی سال ہونے کو آئے ہیں اور جب سے ہماری حکومت گئی ہے آر ڈی اے کی کوئی باضابطہ میٹنگ نہیں ہوئی۔ نہ ہم سے رابطہ کیا گیا ہے۔ میں اس کا بحیثیت ایم پی اے ممبر بھی ہوں۔

جناب سپیکر، کون سی کمیٹی کی میٹنگ نہیں ہوئی؟

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! آر ڈی اے کی ۔ راولپنڈی ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا میں ممبر ہوں ۔ گذشتہ اڑھائی سال سے اس کی کوئی باضابطہ میٹنگ نہیں ہوئی ۔ اس کی اگر یہ وجوہ بیان فرما دیں تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا ۔

جناب سپیکر ، جی!

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ، جناب سپیکر! جہاں تک میرے فاضل ممبر اسمبلی نے آر ڈی اے کے معاملے کے متعلق فرمایا ہے ' تو اس میں میری گزارش یہ ہے کہ ہم نے کمیٹی re-constitute کرکے باقاعدہ اس کی سمری چیف منسٹر صاحب کو بھیج دی ہوئی ہے ۔ جس میں فاضل ممبران جن کا تعلق اس شہر سے ہے ان کو بھی رکھا گیا ہے ۔ جوں ہی وہ سمری آر ڈی اے کے محکمے میں واپس آتی ہے انشاء اللہ ہم میٹنگ call کرلیں گے۔

جناب سپیکر ، جی ظہیر صاحب!

جناب محمد ظہیر الدین خان ، شکریہ جناب سپیکر ! جناب والا ۔ بادشاہ میر خان آفریدی صاحب نے ابھی ایک پوائنٹ آف آرڈر پر ایک سوال کیا ہے ۔اس کی قواعد و ضوابط اجازت دیتے ہیں نہ ہی اس کی یہاں پر پہلے کوئی روایات ہیں ۔ یہ کس چیز کے تحت انھوں نے پوائنٹ آف آرڈر کیا اور جواب طلب کیا اور انھوں نے جواب دے دیا ۔ اس طرح تو یہ vague ہاؤس چلتا رہے گا ۔ یہ سوال کریں یا تحریک لے کر آئیں ۔رولز اس کی اجازت نہیں دیتے کہ کسی وقت بھی اٹھ کر سوال کردیا جائے اور منسٹر اس کا جواب دے ۔میں اس پر آپ کی رولنگ چاہوں گا۔

جناب سپیکر ، جی آپ نے بجا point out کیا ہے ۔لیکن جس طرح سے آج اور بہت سے دوستوں کو تھوڑا تھوڑا موقع ملتا رہا ہے ' اسی خیال سے کہ کسی سے وعدہ ہوا تھا ۔ کسی سے کوئی بات ہوئی تھی ۔ اس حوالے سے اپنے علاقے کی باتیں چل رہی تھیں۔ اس لیے انھوں نے بھی بات کرلی ۔ وزیر موصوف نے جواب دینا پسند کرلیا ۔ بات یہ ہے کہ اس ہاؤس کی جو کارکردگی ہے ' میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ ہم اپنی عوام سے سرخرو ہونے کی خاطر یہاں کوئی بات کرسکیں ۔ اس کا کوئی جواب مل سکے ۔ کچھ ہوجائے تو وہ بہتر ہے ۔ Rules and Regulations آپ کے ہی بنائے ہوئے ہیں ۔ کوشش تو کی

جاتی ہے کہ اس کے مطابق چلیں ۔ لیکن اگر کارروائی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی ۔ نظم و ضبط میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی ۔ کسی کو اعتراض نہیں ہوتا ۔ کوئی جھگڑا نہیں ہوتا ۔ باہمی اتفاق رائے سے تو سب کچھ ہی ہو سکتا ہے ۔ تو اگر اتفاق رائے سے کچھ باتیں ایسی ہو جائیں جس میں علاقے کی کوئی بہبود کا پہلو نکلتا ہو ۔ چودھری صاحب آپ تو خود عوام دوست ہیں ۔ تو از راہ کرم اسے آپ قبول فرمائیں۔ جی !

رانا نور الحسن، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، جی پہلے آپ فرمالیجیے ۔

رانا نور الحسن، جناب سپیکر ! میرا تعلق ملتان سے ہے ۔ میں آپ کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ پہلے ہمارے ایک ایم پی اے حاجی احسان الدین کے گھر کو آگ لگائی گئی ۔ اس کے بعد ہمارے ایم این اے حاجی بوٹا صاحب کے گھر کو آگ لگی ۔ اور اس کے فوراً ہی بعد طاہر رشید کے گھر کو آگے لگاتے ہوئے ان کے ہمسائے کے گھر کو جلایا ۔ اور اب اس کے بعد سعید انصاری کے گھر کو آگ لگی ۔ اور رات ہی میرے گھر پر رات کے دو بجے کلاشنکوف بردار غنڈے جیپ میں آئے اور ساری رات میرے بچوں کو وہاں پر ہراساں رکھا گیا۔ جناب سپیکر ! اگر پہلے واقعات کا صحیح طرح سے نوٹس لے لیا جاتا تو آج یہ واقعات رونما نہ ہوتے پہلے جو تین گھروں کو آگ لگی آج تک ان کا کوئی بھی رزلٹ آؤٹ نہیں ہوا ۔ اور اسی کی وجہ سے اب میرے گھر یہ واقعہ رونما ہوا ہے ۔ جناب سپیکر ! میری آپ سے استدعا ہے کیوں کہ یہ مجھے دیر سے پتا چلا کہ آج رات میرے گھر میں یہ واقعہ ہوا اور ساری رات میرے بچوں کو وہاں پر پریشان رکھا گیا ۔

جناب سپیکر، آپ اس پر باقاعدہ تحریک لے آئیے ۔

رانا نور الحسن جناب سپیکر ! آپ کو یہ بتانا میں نے اس لیے مناسب سمجھا کہ مجھے ابھی پتا چلا جیسے میں نے فون کیا ۔

جناب سپیکر ، مجھے بے حد افسوس ہے ۔ آپ باضابطہ تحریک لے آئیے ۔ اس کے بارے میں پھر فیصلہ کرلیں گے ۔جی ایس اے حمید صاحب ۔

رانا نور الحسن، جناب والا! ملتان شہر میں ابھی تک جناب حافظ محمد اقبال خان غاکوانی صاحب محفوظ ہیں لیکن باقی سب کے ساتھ وہاں پر یہ حادثات ہو چکے ہیں ۔

جناب سپیکر: جب یہ انصاری صاحب کا واقعہ discuss ہو گا تو اس وقت اس پر بات تفصیل سے کر لیجیے۔

رانا نورالحسن: ۱۶۲ پی پی رانا نورالحسن میرا نام ہے۔ میں کبھی بھی بلا وجہ اس قسم کی باتوں میں حصہ نہیں لیتا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! مجھے آپ کا بے حد احترام ہے۔ میں نے عرض کیا ہے کہ انصاری صاحب کی تحریک کے بارے میں میں نے کہا ہے کہ اسے admit کرتے ہیں۔ آپ بھی باقاعدہ تحریک لے آئیے۔ اس پر بھی بات ہو جائے گی۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی نہیں۔ پہلے ایس اے حمید صاحب بات کریں گے۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! پنجاب کے آٹھ کروڑ عوام کی نمائندہ اسمبلی نے دو جون کو کراچی کے خون آشام حالات کے بارے میں ایک متفقہ قرارداد پیش کی تھی۔ آج ۲۶ روز گزر گئے ہیں جناب سپیکر! مرکزی حکومت نے کراچی کے حالات کو درست کرنے کے لیے کوئی راست قدم نہیں اٹھایا۔ جناب والا! یہ پنجاب کے عوام کی توہین ہے کہ کراچی جل رہا ہو، وہاں چالیس سے پچاس لاشیں روز اٹھ رہی ہوں اور اس کے بارے میں کسی قسم کا کوئی بھی رد عمل مرکزی حکومت نہ دکھائے۔ جناب سپیکر! ہمیں کراچی کے بارے میں آج مشرقی پاکستان جیسے حالات کا سامنا ہے۔ ایک طرف کراچی جل رہا ہے۔ کراچی خون و خون ہے۔ اور کراچی میں روز لاشیں گر رہی ہیں۔ اور نظام زندگی برباد ہو چکا ہے۔ اور ابھی تک مرکزی حکومت کی طرف سے سوائے اس بات کے کہ وہاں پر پولیس بھیج دی جائے ----

جناب سپیکر: ایس اے حمید صاحب! میری عرض سنیے۔ کل سات گھنٹے تک قومی اسمبلی میں اس مسئلے پر وہاں بات ہوئی ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں وہاں قومی اسمبلی کا اجلاس چل رہا ہے اس پر بات ہو رہی ہے۔ آپ کے ساتھی دوست وہاں بات کر رہے ہیں۔ یہ کہنا کہ مرکز میں کچھ بھی نہیں ہو رہا، ایسا نہیں ہے۔ جو ہو رہا ہے، ہو سکتا ہے آپ کو پسند نہ ہو۔ لیکن ہر شخص، ہر عنصر جو سیاست سے تعلق رکھتا ہے اس پر بات کر رہا ہے اور اس پر بات ہو رہی ہے۔ اس لیے آپ کی یہ بات مناسب نہیں ہے کہ مرکز میں اس پر بات نہیں ہو رہی۔ جی خاکوانی صاحب!

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! میرے خیال میں تحاریک استحقاق کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس واقعہ کا تدارک کیا جائے۔ اور آئندہ کے لیے اس معزز رکن کو تحفظ فراہم کیا جائے۔ یا اس کے ساتھ اس واقعہ کا اعادہ نہ ہو۔ جناب سپیکر! جس طرح میرے بڑے بھائی رانا نورالحسن صاحب نے فرمایا، اسی طرح مجھے ملتان سے آج ٹیلی فون موصول ہوا کہ ملتان میں یہ افواہ گشت کررہی ہے کہ اب اقبال خان خاکوانی کی باری ہے ---------

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب والا! پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو اپنی امان میں رکھے۔ اول تو میرے گھر پر جو بھی آئے گا وہ انشاء اللہ بچ کر نہیں جائے گا۔ لیکن یہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہے اور آپ کی اخلاقی ذمہ داری بھی ہے۔

جناب سپیکر، خدانخواستہ ہم آپ سے ملنے آئیں یا کوئی اور دوست ملنے آئے تو کیا وہ بچ کر نہیں جائے گا۔ (قہقہے)

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب! اگر آپ آگ لگانے آئے تو واقعی آپ بچ کر نہیں جائیں گے اور اگر آپ ملنے کے لیے آئے تو سر آنکھوں پر بٹھاؤں گا۔

جناب سپیکر، ہاں پھر یوں کہیے ناں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب والا! اس سے پہلے کہ یہ تحریک استحقاق پیش کی جائے، وہ آپ منظور فرمائیں، وہ استحقاق کمیٹی کے سپرد ہو، پھر ایک ماہ کے بعد اس کی رپورٹ آئے۔ میں آپ کی خدمت میں چھوٹی سی گزارش کروں گا کہ جناب لاءمنسٹر کو یا ہوم منسٹر کو یہ فرما دیجیے، احکامات دے دیجیے کہ ملتان کے اندر انتظامیہ کو الرٹ کر دیں۔ یہ حالات کس طرف جا رہے ہیں؟ جناب والا! ابھی تک خدانخواستہ کوئی انسانی جان ضائع نہیں ہوئی، کوئی انسانی جان زخمی نہیں ہوئی---

حاجی احسان الدین قریشی، میرا بھائی زخمی ہوا ہے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب والا! sorry - ان کے بھائی زخمی ہوئے ہیں۔ اس کے بعد یہ واقعات بڑھ سکتے ہیں۔ خدا کے لیے ان واقعات کو روکیے۔ ہم استحقاق کمیٹی میں اپنی درخواستوں کو پیش کر کے ہی صرف مطمئن نہیں ہوں گے۔ اسی لیے میرے دونوں ایم۔ این۔ اے اور میرے تینوں ایم۔ پی۔ اے ساتھی اس وقت مجروح ہو چکے ہیں۔ باقی آپ کا یہ فقیر رہتا ہے۔ اگر ویسے مجھے آپ نے سپرد

کرنا ہے تو پھر آپ مجھے فرما دیجیے کہ آپ اپنا تحفظ خود کیجیے۔

جناب سپیکر: جناب خاکوانی نے جو بات کی ہے وہ لاء منسٹر صاحب نے سنی ہے اور میں بھی ان سے گزارش کروں گا کہ چونکہ مسلسل اس طرح کے واقعات ملتان سے ہمارے اراکین رپورٹ کر رہے ہیں۔ از راہ کرم ملتان کی انتظامیہ کو اس بارے میں خاص طور سے تاکیداً کہا جائے کہ وہ ان واقعات کا تدارک کرے اور تمام شہریوں اور خاص طور پر اراکین اسمبلی جو شہریوں کے نمائندے ہیں ان کے تحفظ کا انتظام کرے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! ویسے تو میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہمارے معزز ارکان اسمبلی کی اس شکایت پہ ہدایت کی ہے۔ لیکن میرا اس طریقہ کار سے اختلاف ہے کہ آپ بارہا ممبران اسمبلی کے استحقاق کے لیے متعلقہ وزراء کو اور اکثر اوقات وزیر قانون کو اس طرح کی ہدایات دیا کرتے ہیں۔ لیکن عملاً آج تک ان ہدایات پر کچھ بھی نہیں ہوا۔ اب اس سے بہتر کوئی طریقہ آپ خود تجویز فرما دیجیے سپیکر آپ ہیں، میں نہیں ہوں۔ میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں کہ یہاں ہم نے احتجاج کیا۔ گھر پہ گھر جلائے جا رہے ہیں اور ارکان اسمبلی کے ساتھ یہ ہو رہا ہے۔ پھر چوتھے رکن اسمبلی کو یہ دھمکی دی جا چکی ہے اور آپ صرف ہدایت دے دیتے ہیں۔ وہ آپ کے سامنے اور ہم سب کے سامنے کچھ نہ کچھ نوٹ کرنے لگ جاتے ہیں اور وہ پنجابی میں محاورہ ہے کہ "پرنالہ جاء تے" ۔ تو یہ جناب مناسب نہیں ہے۔ اس کو تحاریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں تاکہ وہاں ان تمام معاملات کی چھان بین کی جائے۔

جناب سپیکر: دیکھیے! انھوں نے بات یہ کی تھی کہ تحاریک استحقاق کمیٹی سے بھی کیا فائدہ ہو گا؟ وہ تو اپنی جگہ ایک پروسیس ہے۔ وہ انشاء اللہ یہاں ہو جائے گا۔ لیکن انھوں نے کہا تھا کہ یہ ایک ایمرجنسی ہے اس لیے آپ یہ کہہ دیں۔ میں نے تو ان کی تسلی کی خاطر یہ کہا ہے کہ In addition to the possibility of moving this motion in the Privileges Committee.

SARDAR ZULIFIQAR ALI KHAN KHOSA: Mr. speaker, I fully appreciate your efforts. My point is that your efforts have so far never gone through.

جناب سپیکر : کھوسہ صاحب ' آپ خود ہی سوچیے۔ اگر آپ مجھے بتا دیں کہ میں بطور سپیکر اس سے زیادہ کچھ کر سکتا ہوں تو میں وہ بھی کرنے کے لیے تیار ہوں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : آپ مجھ سے بہت بہتر جانتے ہیں جناب ۔ میں آپ کو اب کیا سمجھا سکتا ہوں یا بتا سکتا ہوں۔

جناب سپیکر : جی مہربانی۔ مہربانی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : براہ مہربانی اس پر آپ خصوصی توجہ دیں۔

جناب سپیکر : بہت اچھی بات۔

میاں عمران مسعود : پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر : جی۔ ایک منٹ خاکوانی صاحب فارغ ہو جائیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی : میں بات کر کے ابھی بیٹھ جاتا ہوں۔ جناب والا! اس پورے ہاؤس کی ایک ایک چیز کے آپ کسٹوڈین ہیں۔ اس پوری املاک کو ہم قومی ملکیت سمجھتے ہیں۔ اس کو نقصان پہنچانے والے کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔ کل ہمارے وزیر مال نے بجٹ منظور کرنے کے وقت اپنا ڈیسک توڑ دیا اور یہ ہے اس ڈیسک سے ٹوٹی ہوئی لکڑی۔ یہ پنجاب اسمبلی کی اس املاک کو نقصان پہنچایا گیا۔ ان کے خلاف پرچہ درج فرمانے کا آپ حکم فرمائیں اور اس ڈیسک کی پھر آپ مرمت فرمائیں۔ یہ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وزیر مال صاحب کا یہ کارنامہ ہے۔

جناب سپیکر : یہ لکڑی کا ٹکڑا ایوان کی میز پر رکھ دیا جائے۔ (قہقہے)

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی : جناب والا ! یہ ساٹھ سال پرانی لکڑی اب پھر نہیں آئے گی اور یہ اس بات کی نشاندہی ہے کہ ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر : اللہ اپنا فضل کرے گا۔

وزیر اوقاف : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی چیمہ صاحب کی پھل جھڑی بھی سن لیں۔

وزیر اوقاف : جناب سپیکر ! میرے ایک معزز دوست نے مجھے ابھی بتایا ہے کہ کھوسہ صاحب آئندہ کے لیے سپیکر کے امیدوار ہیں۔ (قہقہے)

جناب سپیکر ، آئندہ کے لیے نہیں ، پچھلی دفعہ بھی امیدوار تھے۔

وزیر اوقاف ، میری عرض سن لیں۔ اسی لیے میری تجویز ہے کہ کھوسہ صاحب کو جس وقت بھی پینل آف چیئرمین بنایا جائے انہیں ہر پینل میں رکھا جائے اور سرفہرست رکھا جائے تاکہ انہیں تجربہ بھی ہو جائے۔

جناب سپیکر ، اچھی تجویز ہے۔ (قہقہے)

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر ، جی فرمائیے۔

چودھری محمد ظہیر الدین خان ، جناب سپیکر! میری ایک گزارش ہے۔ میں ان سے پہلے کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر ، پہلے یہ بات کر لیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب سپیکر! چیمہ صاحب میرے بارے میں نیک خیالات رکھتے ہیں۔ لیکن ان کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ میں سپیکرشپ کا امیدوار نہیں ہوں جب تک کہ میری جماعت مجھے نامزد نہ کرے۔ ان کی پیشکش میرے لیے بالکل بے معنی ہے۔ باقی رہا کہ جو یہاں حالات گزرتے ہیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ ہم ان حالات کی نشاندہی نہ کریں---

جناب سپیکر ، نہیں نہیں۔ ضرور کریں۔ آپ کا فرض ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، میرا حق بھی بنتا ہے اور فرض بھی بنتا ہے کہ آپ کو میں اپروچ کروں۔

جناب سپیکر ، یقیناً۔ آپ کا فرض بنتا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، ان کی وزارت ہے ہماری حکومت بھی آئی تو ہم ان کو واپس دے دیں گے وہ اپنی دیگیں پکاتے رہیں۔ (قہقہے)

چودھری محمد ظہیر الدین خان ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر ، میں نے فضل حق صاحب سے وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد آپ کی باری ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ از راہ کرم اب یہ جو معاملہ شروع ہوا ہے اس کو یہاں نمٹنا چاہیے اور کارروائی آگے چلنی چاہیے۔

میاں فضل حق ' اس کے بعد غفیر صاحب اور پھر ختم۔

میاں عمران مسعود : جناب سپیکر! آپ ہمیں تو بھول ہی گئے ہیں۔

جناب سپیکر ، نہیں ،بس۔ لاء منسٹر صاحب بڑے خوش ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس طریقے سے ان کے آدمی آ جائیں گے۔ (قہقہے)

میاں فضل حق : جناب سپیکر! میں منتظر ہوں۔ آپ میری طرف متوجہ ہوں تو میں کوئی بات کروں۔

جناب سپیکر ، جی میاں صاحب۔

میاں فضل حق : جناب والا! جس وقت ایس۔ اے۔ حمید صاحب نے کراچی کے متعلق بات کی اور آپ کا ہمیشہ یہ response رہا ہے کہ یہ چیز نیشنل اسمبلی میں discuss ہو رہی ہے۔ میں صرف ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ آج کی اخبار میں صوبہ سرحد کی اسمبلی میں اپوزیشن اور گورنمنٹ بنچز دونوں نے کراچی کو discuss کرنے کے لیے agree کیا ہے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب میں بھی اس کے اوپر بات ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر ، پنجاب میں بات ہوئی ہے۔ آپ نے قرار داد پیش کی ہے۔ ایسا نہ کہیے۔ آپ اپنا کریڈٹ کیوں ضائع کرتے ہیں۔ جی عمران صاحب۔

MIAN IMRAN MASOOD: There was an apprehension some time back that the Honourable Member sitting on the Treasury Benches had been unseated and I would like to ask the Secretary whether the notification had been submitted to this Secretariat.

جناب سپیکر، جناب سیکرٹری ' آپ خود وضاحت فرما دیجیے۔

MIAN IMRAN MASOOD: Thank you sir.

جناب سپیکر ، بلکہ ہم سب انھیں welcome کہیں۔ آپ پہلے وضاحت فرما دیجیے اور اس کے بعد انھیں welcome کہیں گے۔

سیکرٹری اسمبلی ، الیکشن ٹریبونل کے فیصلے کے مطابق ڈاکٹر شیلا بی چارلس کو de seat کیا گیا تھا لیکن سپریم کورٹ میں انھوں نے اپیل کی جس پر اس فیصلے کو سپریم کورٹ نے ختم کر دیا اور case

remand کر دیا ہے۔ تو جب تک case دوبارہ ہو کر اس پر کوئی آرڈر نہ ہو ان کی سیٹ بحال ہے۔
(نعرہ ہائے تحسین)

میاں عمران مسعود : اس صورت میں میں انھیں welcome کہتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں نے کل ایک تحریک استحقاق جمع کروائی تھی اور مجھے ڈپٹی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ آپ نے اس کو pending کر دیا ہے یا آپ اس کو allow نہیں کر رہے ---

جناب سپیکر : اسے discuss کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ یا تو متعلقہ افسران کو اپنے دفتر میں بلا لیجیے تاکہ آمنے سامنے بات ہو جائے۔

جناب سپیکر : آپ فکر نہ کیجیے۔ I will take cognizance of that. میں نے ہی اسے رکوایا ہے۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : میری جو افسران سے باتیں ہوئی ہیں ----

جناب سپیکر : اسے ہم نے admit کر لیا ہے۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : کیا آپ نے اسے admit کر لیا ہے؟

جناب سپیکر : جی ہاں۔ آپ تشریف رکھیے۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : شکریہ جناب۔

جناب محمد ظہیر الدین خان (پارلیمانی سیکرٹری) : جناب والا! میں ایک بے ضرر سی بات کرنا چاہتا ہوں۔ چیمہ صاحب نے ابھی کھوسہ صاحب کے بارے میں فرمایا کہ یہ سپیکر کے امیدوار ہیں تو ان کو تجربے کے لیے پینل آف چیئرمین پر رکھ لیا جائے۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی عہدے کو لینے کے لیے پہلے تجربہ حاصل ہونا چاہیے۔ جناب والا! جس وزارت کے یہ وزیر ہیں متولیوں کے ----

جناب سپیکر : نہیں۔ خان صاحب جانے دیجیے۔

جناب عبید اللہ شیخ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں یہ عرض کرنی چاہتا تھا کہ مورخہ ۲۹ جون ۱۹۹۵ء کو یہ بجٹ اجلاس ہونا ہے اور اس بجٹ اجلاس میں مہنگائی اور ٹیکسوں کی بھرمار ہونے کی وجہ سے آج میں نے ایک خبر پڑھی کہ اسمبلی چیمبر میں چوہے چھوڑ دیے گئے ہیں ابھی پتہ چلا کہ یہ عوام نے چوہے چھوڑے ہیں کہ یہ ممبران جو ہر بجٹ پر مہنگائی کر دیتے ہیں کہ یہ اپنے حلقوں میں واپس نہ پہنچ سکیں تو براہ مہربانی یہ اجلاس ختم ہونے سے پہلے حکومتی ممبران کا میڈیکل چیک۔ اپ کروا لینا چاہیے۔

جناب سپیکر، نہیں۔ نہیں۔ I rule it out. -- جی ریاض صاحب۔

راجہ ریاض احمد، جناب سپیکر! ۲ مئی کو میرا ایک سوال تھا اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے بلدیہ جڑانوالا کے بارے کارروائی کرنے کا وعدہ کیا تھا --

جناب سپیکر، کس نے؟

راجہ ریاض احمد، جناب نے بھی اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے Assurance Committee کے ذمے لگایا تھا۔ آج مجھے وہ تقریر ملی ہے لیکن ۲ مئی سے لے کر آج تک کسی قسم کی کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ جناب والا! جب آپ کسی چیز کو Assurance Committee کے حوالے کرتے ہیں یا پارلیمانی سیکرٹری صاحب یا وزیر صاحب وعدہ کرتے ہیں تو آپ یقین جانیے اس کے بعد کسی قسم کی کوئی کارروائی نہیں ہوتی۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے --

جناب سپیکر، آپ اس کے بارے میں مجھے apply کر دیں ----

راجہ ریاض احمد، جناب میری بات سن لیں۔ آپ جو بھی بات کریں اس پر عمل ہونا چاہیے ویسے میں آپ کے ارشاد کے مطابق apply کر دوں گا۔

جناب سپیکر، آپ باقاعدہ مجھے لکھ دیں کہ آپ اسے چاہتے ہیں کہ اسے Assurance Committee میں لیا جائے۔

سال 96-1995ء کے منظور شدہ اخراجات کا گوشوارہ ایوان میں پیش کیا جانا

MINISTER FOR LAW: Mr Speaker, sir, I lay " The Schedule of Authorised Expenditure for the year 1995-96".

MR SPEAKER: The Schedule of Authorised Expenditure for the year 1995-96 has been laid on the table of the House.

پنجاب پبلک سروس کمشن کی سالانہ رپورٹ برائے سال 1993ء کا ایوان میں پیش کیا جانا

MINISTER FOR LAW: Mr Speaker, sir, I lay the Annual Report of the Punjab Public Service Commission for the year 1993.

MR SPEAKER: The Annual Report of the Punjab Public Service Commission for the year 1993 has been laid on the table of the House

سال 93-1992ء کے لیے مالی حسابات، مدبندی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

MINISTER FOR LAW: Mr Speaker, sir, I lay the Finance Accounts, the Appropriation Accounts and the Report of the Auditor General of Pakistan thereon for the year 1992-93

MR SPEAKER: The Finance Accounts, the Appropriation Accounts and the Report of the Auditor General of Pakistan thereon for the year 1992-93 has been laid on the table of the House.

It is referred to Public Accounts Committee No. 2 for report within one year. Now we take up the Punjab Finance Bill, 1995 .....Minister for Law.

مسودہ قانون مالیات برائے سال 1995ء پر بحث

MINISTER FOR LAW: Mr Speaker, Sir, I move-

> "That the "Punjab Finance Bill, 1995 be taken into consideration at once"

MR SPEAKER: The Motion moved is-

> "That the Punjab Finance Bill, 1995, as introduced in the

Assembly, be taken into consideration at once."

SYED ZAFAR ALI SHAH: I opposed.

MIAN ABDUL SATTAR: I opposed.

SYED TABISH ALWARI: I opposed.

MR ARSHAD IMRAN SULEHRI: I opposed.

RANA MUHAMMAD IQBAL KHAN: I opposed.

سید ظفر علی شاہ ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب نے فنانس بل ۱۹۹۵ for consideration move کیا ہے جسے ہم نے oppose کیا ہے۔ جناب والا! یہ کہلائے گا تو فنانس بل لیکن جناب ملاحظہ فرمائیں کہ اس بل میں اور اس بل کی کلاز نمبر ۲ کے ذریعے ایک اور لاء جس کا نام Stamp Act 1989 ہے اس کو مزید amend کیا گیا ہے جس میں جناب سپیکر 46 ترامیم move کی گئی ہیں اور ان ۴۶ ترامیم کے ذریعے 200 further round about مزید amendment کی گئی ہیں ۔ جناب والا! یہ تو سٹمپ ایکٹ کے بارے میں ہے۔ جناب سپیکر! نہ صرف یہ بلکہ تین اور قوانین ہیں جن میں مزید ایک ایک ترمیم کی گئی ہے اور وہ further ایک ایک یا دو دو ترمیم پیدا کرتی ہے۔ جناب سپیکر! نہ صرف یہ بلکہ اسی فنانس بل کے ذریعے last پر تین نئے Taxation Law introduce کیے گئے ہیں۔ جو fresh introduce کئے گئے ہیں میں ان پر بعد میں بات کروں گا۔ جناب سپیکر! میرا جو پوائنٹ ہے۔ جناب والا! یہ خود میرے لیے ممبران اسمبلی اور آپ کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ اگر تو یہ fresh law ہوتا اور ترمیم نہ ہوتی ------ یہ ٹھیک ہے کہ آئین میں ایسا کوئی مسئلہ جس میں مالیاتی بات آئے گی That will be called Finance Bill or amendment in Finance Bill. ۔ اس حد تک تو بات درست ہے۔ مگر جناب والا! اگر یہ بالکل نیا ہوتا جس طرح اس کی آخری ۶۔۷۔۸ تین کلاز ہیں یہ تو بالکل نئی ہیں اور ٹھیک ہے جو میٹریل تھا وہ حکومت نے سامنے رکھ دیا۔ اب جناب سپیکر! میرا جو اعتراض ہے اور جو اس ہاؤس کی طلب ہے جناب والا! مجھے یہ بتایا جائے کہ سٹیمپ ایکٹ 1899ء کی جن جن کلاز میں امنڈمنٹ کی گئی ہے۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ 46 کلاز میں انھوں نے امنڈمنٹس کی ہیں۔ جو آگے دو اڑھائی سو کے قریب بنتی ہیں۔ مجھے یہ کیسے سمجھ لگے گی کہ جب تک اس سٹیمپ ایکٹ کی جن جن شیڈول میں

اور جن جن کلاز میں اس بل کے ذریعے ترامیم کی گئی ہیں۔ کسی جگہ پر insertion کی گئی ہے، کسی جگہ پر substitution کی گئی ہے اور کسی جگہ پر deletion کی گئی ہے۔ جب تک آپ مجھے ساتھ وہ نہیں دیں گے۔ اس طرح تو law making نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر، لا۔ منسٹر صاحب سے پوچھ لیتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب والا! یہ جن تبدیلیوں کے بارے میں چاہتے ہیں کہ ان کی تفصیلات ان کو نہیں ملیں۔ اور یہ تفصیلات انھیں ملنی چاہییں تھیں۔ جناب سپیکر! جب محصولات میں اضافے کا معاملہ ہے تو جس جس محکمہ میں اور جس جس شعبہ میں مختلف مدوں میں محصولات کا اضافہ کیا جانا مقصود تھا اس میں اگر کسی ایک کلاز میں ترمیم کرنا تھی تو ایک میں کرنا تھی اگر دس کلازز میں کرنا تھی تو دس میں کرنا پڑے گی۔ اس میں یہ پابندی نہیں لگائی جا سکتی کہ ایک یا دو مدوں سے زیادہ میں آپ ترمیم نہیں کر سکتے۔ حکومت نے اپنی ضروریات کے مطابق اور عوامی مفادات کو دیکھتے ہوئے محصولات میں اضافے کا فیصلہ کیا۔ اور جہاں جہاں محصولات میں اضافے کی ضرورت محسوس کی گئی وہاں وہاں تبدیلیاں کی گئی ہیں اور جو تبدیلیاں کی گئی ہیں وہ ایوان میں فنانس بل پیش کرتے ہوئے رکھ دی گئی تھیں۔

جناب سپیکر، main law تو لائبریری میں ہوتا ہے۔ وہاں سے اس کو کنسلٹ کیا جا سکتا ہے۔ سارا لاء تو یہاں نہیں رکھا جا سکتا۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! نہیں، میں یہ عرض کرتا ہوں۔ جناب والا! میں اس معاملے میں بڑا touchy ہوں۔ لاءمنسٹر صاحب نے اتنی سادہ سی بات کہہ دی اور میرے سوال کا انھوں نے جواب بھی نہیں دیا۔ مجھے حکومت کے ٹیکس لگانے کے اختیار پر اعتراض نہیں ہے۔ اور نہ میں نے اعتراض کیا ہے۔ یہ قانون ساز ادارہ ہے اور قانون بنا رہا ہے اور اگر آپ اجازت دیں تو میں کسی ایک کلاز یا سب کلاز کو لے کر آپ کی اجازت سے میں لاء منسٹر صاحب سے پوچھ سکتا ہوں کہ What does it mean کیا وہ بتا سکیں گے۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! میرا خیال ہے کہ آپ نے oppose کیا ہے۔ لاء منسٹر صاحب اس پر بات کر لیں اس کے بعد جب آپ اس پر اپنی تقریر کریں گے اس میں یہ سارے پوائنٹس لے آئیے گا۔ اس سٹیج پر آپ اس کو ڈسکس نہ کریں۔ آپ کو ویسے موقع دے دیں گے۔ اگر آپ فنانس بل پر بولنا

چاہیں گے تو آپ بول لیں۔

سید ظفر علی شاہ: سر، ایک تو یہ misunderstanding ہو جاتی ہے کہ شاید ہم بولنے کے شوق میں بات کر رہے ہیں۔ حاشا و کلا کوئی بولنے والی بات نہیں ہے۔ یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ بولنے کی اجازت دیتے ہیں۔ یہ بولنے کی بات نہیں ہے بلکہ یہ law making کی بات ہے اور ٹیکسیشن کی بات ہے۔ ایک ایک آدمی پر ٹیکس لگنا ہے۔ اور یہ law making House ہے۔ اس طرح اس کو نہ لیں کہ ہم اس کو سرسری پڑھ کر باہر نکل جائیں گے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! جو ترامیم کی گئی ہیں کیا وہ ایوان میں سرکولیٹ نہیں ہوئیں؟

سید ظفر علی شاہ: جی ہاں، بالکل ہوئی ہیں۔ میرے پاس ہیں۔

جناب سپیکر: تو اور کیا آپ چاہتے ہیں۔ پورا law تو یہاں سرکولیٹ نہیں کیا جا سکتا۔

سید ظفر علی شاہ: کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: main law تو لائبریری میں موجود ہے۔ وہاں سے کنسلٹ کیا جا سکتا ہے۔ آپ کا مطلب ہے کہ لائبریری سے اٹھا کر سرکولیٹ کیا جائے۔

سید ظفر علی شاہ: جی ہاں، بالکل!

جناب سپیکر: ایسا نہیں کیا جا سکتا۔

سید ظفر علی شاہ: آپ اس طرح نہ کریں۔ آپ اس طرح حکومت کی حمایت نہ کریں۔ اس کو صحیح طریقے سے law making کرنے دیں۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! main law تبدیل نہیں کیا جا رہا۔ محصولات کے حوالے سے ترامیم کی گئی ہیں۔

جناب سپیکر: امنڈمنٹس تو پیش کر دی گئی ہیں۔

وزیر قانون: اگر انھوں نے ریفرنس لینا ہے تو پچھلا قانون ان کے پاس موجود ہے۔

جناب سپیکر: میں میاں افضل حیات صاحب کو بھی سننا چاہتا ہوں۔

میاں محمد افضل حیات: میں محترم شاہ صاحب سے یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ ہمیں spool feeding کی عادت پڑ گئی ہے۔ جو بھی ترامیم ایوان میں پیش کی جاتی ہیں وہ ایک حوالہ ہوتی ہیں۔

اور اس کو دیکھنے کے لیے ہمیں واپس لائبریری میں یا قوانین کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اگر ان کو ساتھ رکھ کر پڑھیں گے تو اس کی سمجھ آئے گی اگر ان کو ساتھ رکھ کر نہیں پڑھیں گے تو ان کی کبھی بھی سمجھ نہیں آئے گی۔ اس لیے جب بھی تیاری کرنی ہو تو لائبریری اسی لیے بنی ہے اسی لیے ان میں قوانین موجود ہیں ان کو ساتھ رکھ کر پڑھنا پڑے گا۔

جناب سپیکر، یہی میرا مؤقف ہے۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر، جب تک وہ ساتھ پڑھا نہیں جائے گا تو سمجھا کیسے جائے گا۔

جناب سپیکر، اس کو لائبریری میں پڑھیں۔ یہاں تو اس کا ریفرنس ہے۔ اب یہ نہیں ہو سکتا کہ ساری لائبریری کو اسمبلی سر کولیٹ کرے۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! لائبریری کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ لائبریری کا لفظ استعمال کر کے confuse کر رہے ہیں کہ پتہ نہیں یہاں آٹھ ہزار کتابوں کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر، میں متعلقہ مین قانون کی بات کر رہا ہوں۔

سید ظفر علی شاہ، سر، میں عرض کروں۔ میاں صاحب تو سمجھ لیں گے لیکن میرے جیسا کوئی نالائق آدمی ہوا تو اس کو سمجھ نہیں لگے گی۔ ابھی انھوں نے consideration کے لیے کلاز بائی کلاز پیش کیا۔ مثلاً آپ پڑھیں۔ یہ 1899ء کے سٹیمپ ایکٹ میں ایک امنڈمنٹ ہے۔ یہ کلاز 2 کی سب کلاز 2 ہے۔

In Article 2 in sub- Article-B for the word" fifty" the word" one hundred " shall be substituted.

لا منسٹر صاحب بتائیں what does it mean اس سے ہاؤس کیا سمجھے کہ کہاں پر ٹیکسیشن ہوئی ہے۔ اور کہاں پر پیسہ گھٹایا گیا ہے یا بڑھایا گیا ہے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہی بات انہیں میاں افضل حیات صاحب نے بتائی ہے کہ آپ اصل قانون اٹھا کر دیکھ لیں۔ اس سے آپ کو پتہ چل جائے گا۔ اور اگر آپ محض یہ چاہتے ہیں کہ پورے کا پورا قانون یہاں رکھ دیا جائے تو یہ ممکن نہیں ہے اور نہ کبھی ایسا ہوا ہے۔

جناب سپیکر، میں بھی چار سال اسی ہاؤس میں فنانس منسٹر رہا ہوں۔ اور یہ سارا کام میرے ہاتھ سے

بھی گزرا ہے ۔ اتنے سالوں سے یہی روایت ہے اور اسی کے مطابق اس مرتبہ بھی کیا گیا ہے ۔ کوئی نئی deviation نہیں ہے ۔ main law کہ جس میں ترمیم کی گئی ہے وہ سارے کا سارا بیچ میں نہیں لایا جاتا ۔ جو امنڈمنٹ کی جاتی ہے اس کو سر کولیٹ کیا جاتا ہے اور اگر کسی نے چیک کرنا ہے تو لائبریری میں سے چیک ہو سکتا ہے ۔

سید ظفر علی شاہ: جناب لاء منسٹر کے جواب سے میں دو باتیں سمجھا ہوں ۔ ایک تو یہ ہے کہ 248 کا ہاؤس لائبریری میں چلا جائے ۔ وہاں پر دو چار گھنٹے بیٹھے اور اسے کلاز بائی کلاز دیکھے ۔ یہ وہی حساب ہوا کوئی آدمی جلسے میں تقریر کرنے کے لیے گیا تو اس نے کہا بھائیوں بہنوں! آپ کو معلوم ہے کہ میں کیا تقریر کرنے والا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ تم کیا تقریر کرنے والے ہو۔ تو پھر اس نے کہا کہ تمہیں پتہ ہی نہیں کہ میں کیا کہنے والا ہوں اس لیے میں کچھ کہتا ہی نہیں اور وہ گھر چلا گیا۔ دوسرے دن پھر اس نے کہا بھائیو اور بہنوں! کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں کیا تقریر کرنے والا ہوں تو آدھے لوگوں نے ہاں میں جواب دیا اور آدھے لوگوں نے نہ میں جواب دیا اس پر اس شخص نے کہا کہ جن لوگوں کو معلوم ہے وہ دوسرے آدھے لوگوں کو بتادیں کہ میں کیا تقریر کرنے والا تھا۔ لاء منسٹر صاحب اس طرح کہہ رہے ہیں کہ دیکھ آؤ تے چا کر آؤ۔ میں ہاؤس کی proceeding کی بات کر رہا ہوں۔ آپ نے ووٹ لینا ہے۔ ہاؤس نے اس بل کو پاس کرنا ہے۔ وہ پاس تبھی کریں گے جب بات کو سمجھیں گے۔ جب تک آپ ان کو سمجھائیں گے نہیں کہ آپ کس بات پر لگا رہے ہیں ۔ آپ کیوں اندھیرے میں رکھ کر cheat کر رہے ہیں۔ It is amount to cheating the House

جناب سپیکر: ایسا نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیے۔ میں نے آپ کی بات سنی ہے۔ میں نے اپنے حوالے سے بھی بات کی ہے ۔ یہ نہیں ہے کہ میں اس پروسس کو نہیں جانتا ۔ میں اس پروسس کو بھی جانتا ہوں ۔ یہی روایت ہے ۔ اس میں اگر آپ کوئی تبدیلی کرنا چاہتے ہیں تو اس کے مطابق رولز ریگولیشنز میں تبدیلی کر لیجیے کہ آئندہ سے ایسا ہو ۔ جو روایت ہے اس کے مطابق یہ بالکل صحیح طور پر پیش ہوا ہے۔

اس لیے اس بنیاد پر میں سید ظفر علی شاہ صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر کو رد کرتا ہوں اور آگے بڑھتے ہیں۔ اب اس مسئلے پر میں نے رولنگ دے دی لہذا اس پر کوئی بات نہیں ہو گی ۔

میاں عثمان ابراہیم: جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر: جی فرمایئے۔

میاں عثمان ابراہیم: جناب سپیکر۔ یہ ابھی جو بل پیش ہوا ہے اس پر میں نے اپنا اظہار خیال کرنا تھا تو میں صبح لائبریری میں گیا تھا۔ میں نے وہاں کہا کہ جو Amendment Act of 1977 ہے وہ مجھے درکار ہے۔ تو لائبریری میں اس Amendment Act of 1977 کی صرف دو کاپیاں تھیں اور دونوں کی دونوں کاپیاں لائبریری میں دستیاب نہیں تھیں۔ لہذا میں واپس آ گیا۔ تو آپ بتائیں کہ اب میں اس Act پر کس طرح اپنا اظہار خیال کروں؟ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ شاہ صاحب نے درست فرمایا ہے کہ فنانس بل کے ساتھ اس Act کی کاپیاں بھی ہاؤس میں رکھی جانی چاہئیں۔ ہمارے اپوزیشن کے 90/95 ممبران ہیں انھوں نے اس پر اظہار خیال کرنا ہے۔ اب اگر ان کے پاس یہ Act 1977 ہی نہیں ہے تو پھر وہ اس پر کیا اظہار خیال کریں گے۔ اسی طرح Stamp Act کی لائبریری میں دو یا چار کاپیاں ہوں گی۔

جناب سپیکر: آپ کی بات اپنی جگہ پر درست ہے لیکن اب لائبریری میں سو کاپیاں تو نہیں رکھی جا سکتیں۔ بہرحال پھر بھی اس کا اہتمام البتہ کیا جا سکتا ہے کہ آئندہ جن laws میں amendments کی جائیں ان کی مناسب تعداد میں کاپیاں لائبریری کے اندر موجود ہوں۔ وزیر قانون صاحب اب آپ اس فنانس بل کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں؟ کیونکہ اپوزیشن کی طرف سے oppose کیا گیا ہے اس کے جواب میں آپ کوئی arguments دے سکتے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! ہم نے oppose کیا ہے اس لیے پہلے ہمیں اس پر بات کرنی چاہیے تھی بہرحال جیسے آپ کی مرضی ہم ویسے ہی کر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں شاہ صاحب پہلے وزیر قانون بولیں گے اس کے بعد آپ کو موقع دیں گے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! میرے خیال میں تو اس کے principles پر مجھے ہی پہلے بات کرنی ہے لیکن اگر فاضل اراکین اپوزیشن یہ چاہتے ہیں کہ وہ اس پر پہلے بات کر لیں اور اس کے بعد میں اپنے دلائل دوں، وجوہات بیان کروں اور ان کی باتوں کو بھی سامنے رکھ لوں تو اس پر بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر: پہلے وزیر قانون صاحب بات کریں گے یہ روایت رہی ہے۔

سید ظفر علی شاہ، اچھا ہے انھیں پہلے بات کر لینے دیں تاکہ ہمیں پتہ بھی چل جائے۔

وزیر قانون، ظفر علی شاہ صاحب بھی درست کہہ رہے ہیں کہ جب میں بات کروں گا تو مختلف تبدیلیوں کے حوالے سے انھیں پتا چل جائے گا۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں اس لیے کہ ظفر علی شاہ صاحب یقیناً قانون سازی کے حوالے سے اکثر اوقات بڑی اچھی تجاویز دیا کرتے ہیں اور اس پر اچھی بحث کیا کرتے ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اس بارے میں انھیں مزید موقع ملنا چاہیے۔

جناب سپیکر ! موجودہ فنانس بل کے ذریعے صوبے میں مفاد عامہ کے لحاظ سے، صوبے کے اندر ترقیاتی معاملات کے حوالے سے عوام کو ضروریات زندگی فراہم کرنے کے لیے حکومت کو جو وسائل درکار ہوتے ہیں ان میں اضافے کے لیے مختلف محصولات میں اضافہ کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر ! محصولات میں اضافہ کرتے وقت اس بات کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ غریب عوام پر ان محصولات میں اضافے کا بوجھ نہیں پڑنا چاہیے اور مختلف taxes اور duties میں اس طریقے سے اضافہ ہونا چاہیے کہ ایسا طبقہ جو مختلف کاروبار ہائے زندگی کے ذریعے اپنی آمدنی تو بڑھاتا ہے لیکن حکومت کے محصولات میں اضافے کے لیے اس کی کوئی proper contribution نہیں ہوتی۔ اس حوالے سے جناب والا ! محصولات میں اضافہ کیا گیا ہے لیکن غریب عوام پر قطعی طور پر اس کا بوجھ نہیں ڈالا گیا۔ جناب سپیکر ! میں اس فنانس بل کے حوالے سے آپ کے سامنے Stamp Act,1899 میں جو ترامیم کی گئیں ان کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ Stamp Act کے شیڈول میں جو ترامیم کی گئی ہیں اس کے لحاظ سے مختلف items پر stamp duties کی شرح میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اس سے قبل 1990ء میں stamp duties بڑھائی گئیں تھیں اور اس کے بعد ابھی تک اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا تھا۔ اور اب 1995-96ء میں اس میں جو اضافہ تجویز کیا گیا ہے اس کی صورت حال یہ ہے کہ کئی مدوں میں stamp duty کی شرح صرف 15 پیسے تھی۔ اس کی صورت حال اس طرح تھی کہ اگر مالیت سو روپے سے زائد نہیں ہے تو اس پر 15 پیسے duty تھی اور اگر مالیت سو روپے سے زائد لیکن دو ہزار روپے تک تھی تو اس پر stamp duty صرف 50 پیسے تھی۔ جناب سپیکر ! یہ stamp duty کی جو رسیدیں ہیں ان کو تیار کرنے پر بھی آج کل اخراجات میں خاصا اضافہ ہو چکا ہے یعنی حکومت stamp duty کی وصولی تو 15 پیسے یا 50 پیسے کرتی تھی لیکن ان stamp duty کی رسیدوں کی پرنٹنگ اور تیاری پر 50 پیسے سے بھی زائد اخراجات اٹھتے تھے۔ اور اس مد میں تبدیلی کرتے ہوئے اب یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ 2 ہزار

روپے تک صرف ایک روپیہ ڈیوٹی عائد کی جائے گی یعنی 15 پیسے اور 50 پیسے کی بجائے 2 ہزار روپے تک اب ڈیوٹی ایک روپیہ ہو گی۔ اسی طریقے سے اگر مالیت 2 ہزار روپے سے زائد ہو گی لیکن 10 ہزار روپے تک ہو گی تو اس صورت میں پہلے ڈیوٹی ایک روپے تھی اور اب یہ stamp duty بڑھا کر 2 روپے کر دی گئی ہے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، سید ظفر علی شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر ، جس stamp duty کا وزیر قانون صاحب ذکر فرما رہے ہیں یہ کس instrument پر ہے؟ یہ کس instrument کے بارے میں بات کر رہے ہیں؟

وزیر قانون، جناب سپیکر ! میں عرض کرتا ہوں کہ acknowledgement of debt آپ اسے قرضہ کی رسید وغیرہ بھی کہہ سکتے ہیں میں اس کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ قرضہ کی رسید کے حوالے سے اگر مالیت 10 ہزار روپے سے زائد ہو تو قبل ازیں ڈیوٹی صرف 2 روپے تھی اب اسے بڑھا کر 5 روپے کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح جانشینی سرٹیفکیٹ جسے آپ Article -2 میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس میں اس سے قبل ایک ہزار روپے سے زائد مالیت پر 50 روپے کی ڈیوٹی تھی اب اسے بڑھا کر 100 روپیہ کر دیا گیا ہے۔ اس مد میں بھی یہ عرض کروں گا کہ 1990ء کے بعد کوئی ترمیم نہیں ہوئی تھی اس لیے اب پانچ سال کے بعد یہ ترمیم کیا جانا میں سمجھتا ہوں کہ جائز ہے' یہ ناجائز نہیں ہے۔ اسی طرح Article-3 میں adoption deed جو ہے اس پر پہلے 50 روپے ڈیوٹی تھی اسے بھی بڑھا کر اب 100 روپے کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح Article-4 ' affidavit میں بھی 1990ء سے لے کر اب تک کوئی ترمیم نہیں ہوئی تھی اب affidavit پر stamp duty پانچ روپے سے بڑھا کر دس روپے کر دی گئی ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جائز ہے اس لیے کہ inflation 13 فی صد سے 18 فی صد تک بڑھ چکی ہے اور اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو یہ قطعی طور پر زیادہ نہیں ہے۔ Article-5 کے بارے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اقرار نامہ ' agreement or memo of an agreement جو ہے اس کے حوالے سے پہلے ڈیوٹی ایک روپیہ تھی۔ یعنی اگر یہ Bill of exchange کی فروختگی سے متعلق ہو تو اس پر ڈیوٹی ایک روپیہ تھی اب اسے بڑھا کر 2 روپے کیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اگر گورنمنٹ سیکورٹی کی فروخت سے متعلق ہو تو پہلے 50 پیسے ہر 10 ہزار روپے پر اور زیادہ سے زیادہ

50 روپے ڈیوٹی تھی اب اسے 50 پیسے سے بڑھا کر ایک روپیہ ہر 10 ہزار پر کر دیا گیا ہے اور زیادہ سے زیادہ 100 روپے کر دیا گیا ہے ۔ اور اگر کمپنی کے حصص کی فروخت سے متعلقہ ہو تو پہلے ہر 5 ہزار روپے پر 25 پیسے ڈیوٹی تھی اب اسے بڑھا کر ہر 5 ہزار روپے پر ایک روپیہ کر دی گئی ہے۔ جناب والا! میں اس کے بارے میں بھی یہی دلیل دوں گا کہ اگر شق اسے اور بی میں دیکھا جائے تو پیسے کی مالیت کی ٹکٹوں پر یعنی 50 پیسے کی تیاری پر یقیناً حکومت کے زیادہ اخراجات آتے ہیں یعنی ہم جو ٹکٹ فروخت کر رہے ہیں اس پر حکومت کی لاگت زیادہ ہے اور وصولی کم تھی۔اس کا نام فنانس بل میں آتا تھا جیسے حکومت محصولات وصول کر رہی ہے۔ ٹیکسز وصول کر رہی ہے عوام ایک رسیدی ٹکٹ خریدتے ہوئے محسوس کرتے تھے کہ وہ گورنمنٹ کو کچھ دے رہے ہیں لیکن دراصل گورنمنٹ اس میں نقصان میں جاتی تھی ۔ اس سلسلے میں حکومت کو کچھ ملتا نہیں تھا بلکہ نقصان ہی تھا۔ اس لحاظ سے اور پھر 1990ء سے لے کر اب تک جب کوئی ترمیم نہیں ہوئی تو پانچ سال کے بعد حالات کے مطابق اور اس مہنگائی کی حالت میں عوام کو ترقی فراہم کرنے کے لیے حکومت کو جو وسائل درکار ہیں اس حوالے سے یہ اضافہ ضروری تھا ۔ جناب والا ' اسی طریقے سے جو غیر منقولہ جائیداد کی فروخت ہے اس پر اس سے قبل کوئی ڈیوٹی نہیں تھی اس پر 50 روپے عائد کیے گئے ہیں اور ان صورتوں کے علاوہ کوئی دوسرا agreement اور memo of agreement ہے تو اس پر اگر پہلے 10 روپے ڈیوٹی تھی تو اب اسے بڑھا کر 20 روپے کر دیا گیا ہے ۔ جناب سپیکر! اسی طریقے سے اس سے پہلے نامزدگی یعنی appointment in execution of a part کے حوالے سے متولی کے حق میں اگر اس نے power of attorney دینا ہوتی یا وہ کوئی appointment کرتا تھا کوئی شخص نامزدگی کرتا تھا تو اگر وہ اپنے متولی کے حق میں کرے تو اس پر 35 روپے کی ڈیوٹی تھی اب اسے بڑھا کر 50 روپے کر دیا گیا ہے۔ جناب والا! منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کے لیے اگر وہ اسی طریقے سے نامزدگی کرے تو پہلے اس پر 70 روپے ڈیوٹی تھی اب اسے بڑھا کر 100 روپیہ کر دیا گیا ہے اور جائیداد کی قیمت کی تشخیص کے حوالے سے آرٹیکل 8 میں جو ترامیم کی گئی ہیں اس کے لیے عرض کروں گا کہ جائیداد کی قیمت کی تشخیص کے حوالے سے پہلے اگر مالیت ایک ہزار روپے تک تھی تو 100 روپے کے against 2 روپے کی سٹمپ ڈیوٹی تھی یعنی دو روپے فی صد کے حساب سے تھی لیکن اب اسے بڑھا کر تین روپے فی صد کر دیا گیا ہے ۔ اگر ایک ہزار سے زائد کی مالیت تھی تو اس صورت میں 50 روپے ڈیوٹی تھی اب اسے ڈبل کر دیا گیا ہے یعنی 100 روپیہ کر دیا گیا ہے ۔ شق (a) اور (b)

جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے ۔ اس میں بھی 1990ء سے لے کر اب تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی ۔ لہذا یہ تبدیلی بھی جائز ہے ۔ جناب والا ' آرٹیکل 9 میں apprenticeship میں آتی ہے اس پر بھی پہلے پچاس روپے ڈیوٹی تھی اب اسے بڑھا کر 100 روپے کر دیا گیا ہے اور اس میں بھی 1990ء سے لے کر اب تک قطعی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ۔ جناب سپیکر ' آرٹیکل 10 میں Articles of Association of a Company کے حصص کے سرمائے کی مالیت اگر 2500 روپے تک تھی تو اس پر 100 روپے سٹمپ ڈیوٹی تھی اور اگر مالیت 2500 روپے سے زائد لیکن ایک لاکھ روپے سے زائد نہیں تھی اس پر 200 روپے اور اگر مالیت ایک لاکھ روپے تک تھی تو اس پر 300 روپے ڈیوٹی تھی ۔ اسی طرح اگر آپ (b) میں دیکھیں کہ اگر مالیت 5 لاکھ روپے تک ہو تو پہلے سے موجود ڈیوٹی صرف ایک ہزار روپے تھی ۔ اسی طرح جز (e) کے مطابق اگر مالیت پانچ لاکھ روپے سے زائد ہو تو ڈیوٹی صرف 2500 روپے تھی ۔ ہم نے حق (a to e) حذف کر دی ہے اور 100 روپے ڈیوٹی عائد کر کے یعنی ہر سو روپے پر دس پیسہ یعنی اس کی مزید جتنی مالیت بڑھتی جائے گی اس مالیت کے against دس پیسے ہر سو روپے کے against وصول کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔ اس طریقے سے 100 روپے کے against ہم 10 روپے اضافہ سر چارج کریں گے تو اس میں یہ مدنظر رکھا جائے گا کہ یہ پانچ ہزار روپے سے زائد نہ ہو ۔ یعنی پہلے پانچ لاکھ کے against زیادہ سے زیادہ 2,500 روپے کی ڈیوٹی عائد کی جاتی تھی اب یہ ڈیوٹی زیادہ سے زیادہ 5,000 روپے وصول کی جائے گی ۔ اس میں جو بات مدنظر رکھی گئی ہے وہ یہ ہے کہ سرمایہ کی مالیت کی value کے مطابق ڈیوٹی fix کی جائے تاکہ اس کی مالیت کے مطابق اس کی ڈیوٹی بڑھتی جائے اور value کے ساتھ اس taxation کو fix کیا گیا ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ انتہائی مناسب بات ہے اور انتہائی جائز بات ہے۔ جناب والا! آرٹیکل 12 میں ایوارڈ کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے کہ ثالث نامہ یعنی جب کوئی ثالث نامہ لکھا جاتا تھا تو اس پر دو فی صد سٹمپ ڈیوٹی تھی اب اسے بڑھا کر تین فی صد کر دیا گیا ہے اور اضافہ بھی 1990ء کے بعد کیا گیا ہے۔ یعنی اگر پہلے سو روپے پر دو روپے ڈیوٹی تھی تو اب سو روپے پر تین روپے ہے یہ اضافہ کوئی اتنا زیادہ نہیں ہے جس سے عوام الناس کو پریشانی ہو ۔ جناب سپیکر ' آرٹیکل نمبر 13 میں Bill of Exchange کے حوالے سے مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ اگر Bill of Exchange ایک سال تک قابل ادائیگی ہو تو پہلے اس پر 35 پیسے سے ایک روپیہ ڈیوٹی تھی اور اس میں بل کی مالیت کے مختلف slabs ہو سکتے تھے تو اس حوالے 35 پیسے تا ایک روپیہ تھی اب ہم نے اسے بڑھا کر ایک روپیہ تا دو روپے کر دیا ہے۔ جہاں ایک ہزار روپے کی مالیت

ہو گی یہ ڈیوٹی اس حوالے سے ہو گی اور اس میں بھی وہی بات آتی ہے کہ پہلے 35 پیسے سے ایک روپیہ تھی اور یہ جو پیسوں کا معاملہ ہے اب کوئی شخص پیسوں کے سکے اٹھا کر نہیں چلتا کہ ان 35 پیسوں کو قائم رکھا جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ اضافہ کیوں کر دیا گیا ہے۔ اب ایسا آدمی جو برسر روز گار بھی نہیں ہے اب اس کی جیب میں بھی یہ پانچ پیسے اور دس پیسے کے سکے نہیں دیکھیں گے۔ وہ بھی پانچ اور دس پیسے کے سکے اٹھا کر نہیں چلتا اور جہاں کوئی ٹکٹیں خریدنے کے لیے جاتا تھا۔ اگر ایک غریب شخص کو 35 پیسے کی ٹکٹ لینا ہوتی تھی تو ٹکٹ فروخت کرنے والے کو اسے کم از کم ایک روپے کا کاغذ دینا پڑتا تھا اور ٹکٹ بیچنے والا اس ایک روپے میں سے پیسے بھی واپس نہیں کرتا کہ میرے پاس ٹوٹے ہوئے سکے نہیں اس لیے یہ اضافہ جائز کیا گیا ہے۔ کیونکہ پہلے جب ٹکٹ بیچنے والا 35 پیسے کے بدلے ایک روپیہ اپنے پاس رکھ لیتا تھا وہ حکومت کے خزانے میں نہیں آتے تھے لیکن عوام کی جیب سے نکل آتے تھے ۔ اب یہ فیصلہ اس طریقے سے کیا گیا ہے کہ عوام کی جیب سے جو پیسہ آئے وہ حکومت کے خزانے میں آئے اور وہ بعد میں عوام پر خرچ کیا جا سکے۔ جناب سپیکر! آرٹیکل 14 میں Bill of Lading کے حوالے سے میں عرض کروں گا کہ اس میں بھی ایک روپے سے دس روپے کا اضافہ کیا گیا ہے ۔ جناب والا! آرٹیکل 15 میں جو شرائط نامہ ہوا کرتا ہے جسے BOND کہتے ہیں یہ مختلف slabs پر 25 پیسے تا دس روپے تھا اور ہر پانچ سو روپے پر بحساب دس روپے وصول کیا جاتا تھا اب اسے بڑھا کر مختلف slabs کے حوالے سے چونکہ یہ ڈیوٹی پہلے ہوتی تھی اس لیے اب ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ مختلف slabs ختم کر کے مالیت کے حساب سے ڈیوٹی عائد کی جائے اور اس بل میں یہ ڈیوٹی 15 روپے سے 500 روپے تک عائد کیے جانے کی تجویز ہے۔ اور جناب سپیکر! آرٹیکل ۱۷ جو ہے وہ منسوخی دستاویز کے لیے ہے ۔ اگر کسی دستاویز کی منسوخی کی جائے تو اس پہلے سٹیمپ ڈیوٹی صرف بیس روپے تھی ہم نے مجوزہ بل کے ذریعے اس ڈیوٹی کو بڑھا کر پچاس روپے تجویز کیا ہے۔ فنانس بل کے آرٹیکل ۱۸ کے مطابق فروختگی جائیداد بذریعہ عدالت جو ہوتی ہے یعنی سرٹیفکیٹ آف سیل' اگر اس کی قیمت خرید دس روپے تک ہو تو پہلے ڈیوٹی پچاس پیسے تھی اور اگر قیمت خرید ۲۵ روپے تک تھی تو اس صورت میں اس پر ڈیوٹی پہلے ایک روپیہ تھی اور جناب سپیکر ہم نے اس میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہاں پر بھی مخصوص ڈیوٹی کی بجائے بحساب مالیت ڈیوٹی عائد کی جائے ۔ اور جناب سپیکر اس سلسلے میں ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ موجودہ صورت حال کے تحت کم از کم ڈیوٹی ایک روپیہ تجویز کی ہے۔ جناب سپیکر! آرٹیکل ۱۹ جو ہے اس میں کمپنی کے حصص یا .....

سید تابش الوری، جناب سپیکر ہمیں سمجھ آ گئی ہے ....

جناب سپیکر، میں اس کی تائید کرتا ہوں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہی میں چاہتا تھا کہ انہیں سمجھ آ جائے۔ جناب سپیکر! میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ جو حضرات لابی میں بیٹھے ہیں وہ بھی واپس آ جائیں تاکہ انہیں بھی سمجھ آ جائے ۔ فاضل اراکین اپوزیشن جو اندر بیٹھے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں دیکھتے ہوئے میں اپنی تقریر ختم کر دوں اور انہیں بولنے کا موقع فراہم کروں۔ اصل میں میں اپنی آنکھوں سے ان کو بھی دیکھ رہا ہوں جو لابی میں بیٹھے ہوئے ہیں .....

جناب سپیکر ، اللہ کے فضل و کرم سے آپ کے بھی بہت سے دوست لابی میں بیٹھے ہوئے ہیں آپ کو فکر مندی کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کا رخ میری طرف ہے لیکن میں لابی کے پیچھے کافی سرسراہٹ محسوس کرتا ہوں۔ آپ بھی بولیں وہ بھی بولیں آپ ان کی سنیں وہ آپ کی سنیں۔ آپ wind up کر رہے ہیں؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں نے ابھی بولنا ہے۔

جناب سپیکر، اچھا بولنا ہیں۔ میرا خیال ہے اب مختصر کریں گے۔

میاں عبدالستار، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! چودھری فاروق صاحب ابھی فرما رہے تھے کہ میں نے صرف ایوان میں بیٹھے ہوئے دوستوں کا ہی خیال نہیں رکھنا بلکہ لابی میں بیٹھے ہوئے دوستوں کا بھی خیال رکھنا ہے۔ اور میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ جو وزیر موصوف فرما رہے ہیں یا لابی میں بیٹھے ہوئے دوستوں کے لیے کہہ رہے ہیں ۔

جناب سپیکر، لابی سے مراد آپ کے دوسرے ساتھی جو اس وقت لابی میں بیٹھے ہوئے ہیں .....

میاں عبدالستار، نہیں جی نہیں' ان کا کہنے کا مقصد اوپر جو گیلری میں بیٹھے ہوئے لوگ ہیں ان کے بارے میں کہہ رہے ہیں ۔

جناب سپیکر ، نہیں نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ ان کی طرف انہوں نے اشارہ نہیں کیا۔ میاں ثاقب خورشید صاحب۔

میاں محمد ثاقب خورشید ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اس ایوان میں ہم بجٹ اجلاس پر بحث

کر رہے ہیں۔ باہر صوبہ پنجاب کا ایک پڑھا لکھا طبقہ جس سے میری مراد وکلاء برادری کا ایک بہت بڑا جلوس آپ کا منتظر ہے ۔ وکلاء برادری نے حکومت کی طرف سے ان پر جو ٹیکس کا ہتھوڑا چلایا گیا ہے جو براہ راست عوام پر اثر انداز ہو گا۔ اس کے خلاف انہوں نے جلوس نکالا ہے ۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر اعلیٰ پنجاب سے گزارش کروں گا کہ وہ مجوزہ ٹیکس کو واپس لینے کا خیرسگالی اعلان فرمائیں ۔

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیں۔ آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں ہے لیکن آپ نے ایک اطلاع دی ہے کہ وکلاء کا ایک جلوس آیا ہوا ہے ۔ حکومت کے اراکین تشریف رکھتے ہیں امید ہے کہ ان میں سے کوئی جا کر ان کی عرضداشت لے لے گا اور ان کی بات سن لے گا ۔ وزیر قانون صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں لیکن از راہ کرم وہ تفصیل جو پہلے ہی چھپی ہوئی ہے اس سے ہٹ کر اس اصول پر بات کریں جس کے تحت آپ نے یہ ترمیمیں کی ہیں ۔ پالیسی matter بیان کریں اصول بیان کریں ۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں چاہتا یہی تھا کہ اصولوں پر بات کر کے اپنی بات کا اختتام کروں اور وہ بھی مختصر۔ لیکن سید ظفر علی شاہ اور سید تابش الوری صاحب کی بہت خواہش تھی کہ میں اس بل کی تفصیل میں جاؤں اور اس کی ایک ایک بات انہیں تفصیل سے بتاؤں ۔

جناب سپیکر : آپ نے ان کی خواہش بڑے اچھے طریقے سے پوری کر دی ہے ۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! مجھے خوشی ہوئی ہے اب میں آرٹیکل wise بحث نہیں کرتا۔

سید ظفر علی شاہ: جناب ساڈی جان چھڑاؤ ۔

جناب سپیکر: او رجے پے نیں ۔

وزیر قانون: جناب سپیکر آئندہ کم از کم خیال کریں گے کہ اگر میں کبھی کبھی مختصر بات کرتا ہوں تو یہ سمجھیں کہ میں اس لیے مختصر بات کرتا ہوں تاکہ کام آگے چلے ۔

جناب سپیکر : بڑی مہربانی۔

رانا سہیل احمد نون: جناب سپیکر باہر جو وکلاء صاحبان آئے ہوئے ہیں ان کے لیے جناب عبدالرشید بھٹی اور چودھری وصی ظفر صاحب کو بھیج دیا جائے تاکہ ان کے ساتھ معاملات طے کر سکیں۔

وزیر قانون: جناب والا! افضل سندھو صاحب کو بھی ساتھ لے لیں۔

جناب سپیکر، میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں چونکہ وزیر اعلیٰ صاحب تشریف رکھتے ہیں وہ خود کسی کو نامزد کر دیں گے جنہیں وہ کہیں وہ تشریف لے جائیں۔

وزیر قانون، جناب والا! افضل سندھو صاحب اپنے ساتھ ایک دو دوستوں کو لے کر چلے جائیں۔ میں نے بات کی ہے۔

جناب سپیکر، نہیں میرے خیال میں قائد ایوان خود فیصلہ کریں کہ انہوں نے کس کو بھیجنا ہے؟

وزیر قانون، جناب والا! میں نے بات کر لی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ افضل سندھو صاحب چلے جائیں اور اپنے ساتھ ایک دو دوستوں کو بھی لے جائیں۔ کیونکہ کوئی وزیر بھی وہاں پر ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر، جی بجا ہے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! صورت حال کا احساس کرتے ہوئے میں آرٹیکل wise مزید بحث نہیں کرتا لیکن یہ ضرور عرض کروں گا کہ اس سے پہلے حکومت کے کسی ادارے اور کارپوریشن، لوکل باڈیز یا کوئی ایسا ادارہ جسے مرکزی یا صوبائی حکومت کنٹرول کرتی ہے اس کے ساتھ معاہدہ پر یعنی ٹھیکہ وغیرہ لینے پر یا کوئی چیزیں سپلائی کرنے پر کوئی ڈیوٹی عائد نہیں تھی۔ ہم نے موجودہ بل کے ذریعے ایسے معاہدے کی مالیت کے مطابق ڈیوٹی عائد کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس سلسلے میں ایک نئی م ۲۲(اے) کی بنائی ہے۔ اور اس طریقے سے معاہدے کی مالیت کے مطابق ایک سو روپے سے لے کر ایک ہزار روپے تک ڈیوٹی عائد کیے جانے کی تجویز ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں کہ شہروں میں اس سے پہلے قانونی وارثوں کو غیر منقولہ جائیداد ہبہ کرنے پر اس وقت جناب سپیکر ۶ فیصد ڈیوٹی عائد ہے یعنی اپنے قانونی وارثان جو ہیں ان کو بھی وہ اگر اپنی اراضی ہبہ کریں، جائیداد ہبہ کریں تو اس پر ۶ فیصدی ڈیوٹی عائد تھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ بل کے ذریعے حکومت نے شہروں کے اندر بسنے والے افراد کے لیے اس میں ایک اچھے فیصلے کے ذریعے اس ڈیوٹی کی شرح کو کم کر کے ۳ فیصد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ انتہائی قابل ستائش ہے۔

اس کے علاوہ جناب سپیکر ایک دو معاملات ایسے ہیں جن کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کاٹن فیس کا نفاذ ۱۹۷۳ء کے ایکٹ کے ذریعے نافذ العمل ہے اور اس میں شرح ٹیکس اس سے پہلے دو روپے فی من جننگ فیکٹری میں آمد شدہ کپاس پر مقرر کی گئی تھی اسے بڑھا کر تین روپے فی من کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کے نتیجے میں حکومت کو تقریباً ۱۵ کروڑ روپے کی سالانہ آمدن متوقع

ہے اور اس رقم سے وسائل میں جو اضافہ ہو گا یہ عوام کی فلاح وبہبود اور ترقیاتی منصوبہ جات پر خرچ ہوں گے۔ جناب سپیکر! اسی طریقے سے دھان چھڑائی ٹیکس جو ہے وہ بھی ۱۹۷۸ء سے نافذالعمل ہے اور ٹیکس کی شرح وہ ڈیڑھ پیسے فی کلو گرام .....

میاں عبدالستار، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ابھی فاضل وزیر قانون فرما رہے ہیں کہ کاٹن پر جو ٹیکس بڑھایا گیا ہے وہ دو روپے فی من کی بجائے تین روپے کیا گیا ہے۔لیکن جو بل ہے اس میں چار روپے لکھے ہوئے ہیں تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی ترمیم کر دی گئی ہے؟

سید تابش الوری، یہ ان کی تقریر وائٹ پیپر سے ہے لیکن فنانس بل میں -/4 روپے لکھا ہوا ہے۔ وزیر موصوف کو درست کرلینا چاہیے۔

جناب سپیکر، وزیر موصوف مہربانی سے اس کو چیک کرلیجئے۔ کیونکہ آپ کا بیان بڑا اہم ہے اور ریکارڈ پر آجائے گا۔ اگر تین ہے تو تین اگر چار ہے تو چار واضح طور پر بتا دیجئے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں اس کو درست کر لیتا ہوں۔

جناب سپیکر، مہربانی۔آگے چلیے ۔

وزیر قانون، جناب والا! میں دھان چھڑائی ٹیکس کے حوالے سے بات کر رہا تھا کہ اس میں اٹھارہ سال گزرنے کے بعد بھی کوئی تبدیلی نہیں کی گئی تھی۔ اور ٹیکس کی شرح ڈیڑھ پیسہ فی کلو گرام کی بجائے دو پیسے فی کلو گرام تجویز کی گئی ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ مناسب ہے۔ اور اس کے نتیجے میں بھی حکومت کو تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپے کی آمدنی متوقع ہے۔ اور یہ ٹیکس husking کے لیے جو دھان استعمال ہو گی اس پر عائد کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بنکوں کے جو چیکس ہیں پنجاب کے اندر ان پر بھی ہم نے ڈیوٹی عائد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ ہم نے اس لیے کیا ہے کہ بنکنگ کے سلسلے میں اس ڈیوٹی کے عائد کرنے سے صوبائی محاصل میں تقریباً دو کروڑ روپے کا اضافہ ہوجائے گا۔ اور ہم نے یہ جو تجویز کیا ہے یہ شرح صرف 25 پیسے فی چیک کے حساب سے ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ انتہائی مناسب ہے۔ اسی طریقے سے محصول چونگی اور ضلع ٹیکس پر ہم نے پانچ فیصد کے حساب سے cess عائد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی ایجوکیشن' infrastructure اور development کے لیے استعمال ہو گی۔ اور یہ cess پانچ فیصد شرح کے حساب سے اس لیے عائد کیا گیا ہے کہ حکومت پنجاب نے صوبہ بھر کے اندر لازمی پرائمری تعلیم کا بل پاس کیا ہے۔ اور پورے ملک

میں شرح خواندگی انتہائی کم ہے۔ حکومت پنجاب نے ایک تاریخی فیصلے کے ذریعے پنجاب کے اندر تعلیم اور خواندگی کی شرح بڑھانے کا فیصلہ کیا۔ اور اس فیصلے کے نتیجے میں جب قانون سازی ہو گئی تو اب حکومت اس کو اپنی منزل سمجھتی ہے کہ تعلیم کو صوبے کے اندر دیہاتوں میں بھی کونے کونے تک پہنچایا جائے۔ اور تعلیمی میدان میں infrastructure اور ڈویلپمنٹ کے لیے حکومت کو اب بے شمار وسائل درکار ہوں گے۔ پہلے لوگ 27% کی شرح خواندگی کے حساب سے سکولوں میں جاتے تھے۔ اب حکومت کے فیصلے کے مطابق ہر بچہ جو پانچ سال کی عمر کا ہو گا اسے سکول میں جانا ہے۔ اور اس لحاظ سے حکومت کو اپنے اخراجات کرنے ہیں اور اس کے لیے وسائل درکار ہیں۔ اور اس طریقے سے محصول چونگی اور ضلع ٹیکس پر یہ cess عائد کرنے کے نتیجے میں حکومت پنجاب کو تقریباً 22 کروڑ روپے کی آمدنی ہو گی۔ لہذا حکومت کی یہ خواہش کہ صوبے کے اندر تعلیم کا انقلاب برپا کیا جائے۔ اور غریب عوام کے بچے تعلیم حاصل کرکے اس صوبے کے اندر اپنی صلاحیتیں استعمال میں لاسکیں۔ حکومت کے ان مقاصد کی تکمیل کے لیے یہ cess بھی انتہائی جائز ہے۔ اور جناب والا! حکومت اس ٹیکس کی وصولی کے بعد اس ٹیکس کو ضلعی سطح پر اور تحصیل کی سطح پر حکومت پنجاب نے جو فروغ تعلیم کی کمیٹیاں بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور ان کمیٹیوں میں سکولوں کے اساتذہ کے علاوہ عوام بھی شامل ہوں گے۔ اور وہاں کے معززین ان فروغ تعلیم کمیٹیوں کے رکن ہوں گے۔ حکومت پنجاب نے وزیر اعلیٰ پنجاب کی قیادت میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ تمام محصولات جو حاصل ہوں گے اس cess کے ذریعے 'یہ ان فروغ تعلیم کمیٹیوں کو منتقل کر دیئے جائیں گے۔ اور حکومت اس پیسے کے اخراجات نہیں کرے گی۔ بلکہ یہ فروغ تعلیم کمیٹیوں کے ذریعے عوام کی طرف سے حاصل ہونے والا یہ پیسہ عوام کے ہاتھوں کے ذریعے سکولوں کے اندر تعمیر و ترقی پر خرچ ہو گا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ حکومت نے اپنے انقلابی اقدامات کی تکمیل کے لیے ' عوام کی فلاح و بہبود کے لیے اور عوام کو بنیادی ترقی کی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے اس فنانس بل کے ذریعے مختلف مدات میں ٹیکسوں کی شرح میں اضافہ کا فیصلہ کیا ہے جو جائز ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس بل کے پاس کرنے سے جو محصولات حاصل ہوں گے وہ عوام کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لیے استعمال ہوں گے۔ اس لیے اس فنانس بل کا منظور کیا جانا عوام کے مفاد کے مطابق ہے۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی۔ جناب تاش الوری! آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

سید تابش الوری، جی۔

جناب سپیکر، فرمایئے۔

سید تابش الوری، جناب والا! آپ کے توسط سے میں وزیر خزانہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا چاہوں گا کہ۔

تم تو کہتے تھے کہ یہ رات گزر جائے گی
راتیں گزری بھی تو زرتار سویرے نہ ہوئے
مطلع ارض سے صدیوں کی سیاہی نہ گئی
دور ظلمت گاہ عالم سے اندھیرے نہ ہوئے

جناب والا! اندھیرے دور تو کیا ہوتے الٹی نئی تاریکیاں ہمارا مقدر بن گئی ہیں۔ عوام کو آسائشیں کیا ملتیں انہیں اذیتوں سے دوچار کر دیا گیا ہے۔ اور کچلے ہوئے عوام پر مالی بوجھ کیا کم ہوتا کہ نئے ٹیکسوں کے عذاب ان پر نازل ہوگئے ہیں۔

شراب رنگ کی اب کے کچھ انتہا ہی نہیں
کہ موج بو بھی پریشان ہے صبا ہی نہیں
اور عجیب حسن توقع پہ رات کاٹی تھی
سحر ہوئی تو کوئی معجزہ ہوا ہی نہیں

جناب والا! وزیر خزانہ نے فنانس بل 1995ء پیش کرتے ہوئے اور جناب وزیر قانون نے اس کی تشریح کرتے ہوئے بل کے اغراض و وجوہ یہ ارشاد فرمائے ہیں کہ بل کا مقصد عام آدمی پر بوجھ ڈالے بغیر صوبے کے لیے معقول اضافی وسائل کو متحرک کرنا ہے۔ مگر اپنے ہی دعوے کی نفی کرتے ہوئے انہوں نے نئے مالی سال میں بالواسطہ یعنی indirect ٹیکسوں کے ذریعے عوام پر ایک ارب 48 کروڑ روپے کا بوجھ ڈال دیا ہے۔ جو اونٹ کی کمر پر آخری تنکا ثابت ہوگا۔ اور نہ صرف مہنگائی کے ہاتھوں کچلے ہوئے عوام کی چیخیں نکل جائیں گی بلکہ پنجاب کی معیشت و معاشرت پر اس کے تباہ کن اثرات برآمد ہوں گے۔ جناب والا! 148 روپے کی ٹیکس انکم میں نئے ٹیکسوں سے 60 کروڑ روپے اضافی levies سے 15 کروڑ روپے پرانے ٹیکسوں کی شرح میں اضافے سے 20 کروڑ روپے اور موجودہ وسائل سے 48 کروڑ روپے حاصل کیے جائیں گے جو مجموعی طور پر ایک ارب 48 کروڑ روپے بنتے ہیں۔ جناب والا! آپ

سے بہتر کون جانتا ہے۔ کہ taxation کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک progressive اور دوسری regressive۔ progressive ٹیکس کے ذریعے ان طبقوں اور افراد پر بوجھ ڈالا جاتا ہے' ان کی آمدنیوں پر ٹیکس لگایا جاتا ہے جو اسے برداشت کر سکتے ہیں۔ اور regressive taxation کے ذریعے بیشتر وہ افراد اور گروہ نشانہ بنتے ہیں جو اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اور indirect tax آمدنی کی بجائے خرچے پر ہوتا ہے۔ اس لیے ہر امیر و غریب اس سے متاثر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے ڈائرکٹ ٹیکس پروگریسو ٹیکسیشن کی علامت بنتا ہے۔ اور indirect ٹیکس regressive ٹیکسیشن کا بدترین نشان ہے۔ جناب والا! تمام ترقی یافتہ مہذب اور رفاہی مملکتیں progressive taxation کو ترجیح دیتی ہیں۔ مگر ہمارے ہاں regressive taxation یا indirect tax کو ترجیحاً اپنا کر حکومتی استحصال کو قوم کا مقدر بنا دیا گیا ہے جس سے امیر' امیر تر اور غریب' غریب تر ہو رہا ہے۔ جناب سپیکر! پنجاب میں بھی indirect taxation کا استحصالی رجحان مسلسل بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ صوبے کا ٹیکس ریونیو صرف ۲۵ فی صد ڈائرکٹ ٹیکسوں سے اور پچھتر فی صد indirect ٹیکسیشن سے وصول ہو رہا ہے۔ ۹۵-۱۹۹۴ء میں ڈائرکٹ ٹیکس کی آمدنی ۱۹۳ کروڑ روپے' جب کہ indirect ٹیکس کی آمدنی ۴۰۷ کروڑ روپے رکھی گئی تھی۔ مگر ۹۶-۱۹۹۵ء میں direct ٹیکس کا ہدف ۱۳۶ کروڑ اور indirect ٹیکس کا ہدف ۵۴۰ کروڑ کر دیا گیا ہے۔ جناب والا! ڈائرکٹ ٹیکس مراعات یافتہ طبقے کی آمدن پر لگتا ہے۔ جب کہ indirect ٹیکس ہر آدمی کے خرچ پر لگتا ہے۔ اس طرح اضافی ٹیکسوں کا بوجھ براہ راست سب پر پڑے گا اور چونکہ غریب اور سفید پوشوں کی آمدنی ۹۹ فی صد ہے' اس لیے معاشرے کی ۹۹ فی صد آبادی ان ٹیکسوں سے براہ راست متاثر ہو گی۔ جناب والا! نئی ٹیکسیشن کی وسعت اور پھیلاؤ کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ معاشرے کا کوئی طبقہ اس کی زد سے باہر نہیں رہا۔ نئے سال کے بجٹ میں گزشتہ سال کے ٹیکس جاری رکھے گئے ہیں۔ جس کے مطابق پراپرٹی ٹیکس کا دائرہ پھیلا کر دیہات تک پہنچا دیا گیا ہے کہ جو لوگ خود اپنے گھروں میں رہتے ہیں ان کے پراپرٹی ٹیکس میں پچیس فی صد اضافہ کیا گیا ہے۔ موٹر سائیکلوں کے سوا تمام وہیکلز پر ٹوکن ٹیکس بڑھا دیے گئے ہیں۔ ہر وہیکل پر اس کی قیمت پر آدھ فی صد نئی رجسٹریشن فیس عاید کر دی گئی ہے۔ ٹریکٹر پہلے مستثنیٰ تھے مگر اب ان پر آٹھ سو روپے رجسٹریشن فیس عاید کر دی گئی ہے۔ ہر وہیکل کی عارضی رجسٹریشن کے لیے دو سو روپے فیس متعین کر دی گئی ہے۔ اور ایک نیا ٹیکس وڈیو کی دکانوں پر لگا دیا گیا ہے۔ جناب والا! نئے سال میں ان کے علاوہ جو اضافی ٹیکس لگائے جا رہے ہیں بجٹ تقریر میں وزیر خزانہ نے ان کا ذکر نہیں فرمایا۔ تاہم اراکین اسمبلی کی آنکھیں

کھولنے کے لیے میں تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ یہاں ان کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ فنانس بل میں سب سے غیر معمولی ٹیکسیشن سٹیمپ ڈیوٹی پر کی گئی ہے۔ اور مختلف مدوں میں ایک سو فی صد سے نو سو فی صد تک ڈیوٹی میں اضافہ کر کے پچھلے تمام ریکارڈ توڑ دیے گئے ہیں۔ انگریز سامراج نے ۱۸۸۷ء میں سٹیمپ ڈیوٹی نافذ کی تھی۔ اس کا مقصد ایک فاتح کی حیثیت مفتوح قوم کا استحصال کرنا تھا۔ اور انھیں انصاف کے حصول کے لیے گورنمنٹ کی ڈیوٹی ادا کرنے پر مجبور کرنا تھا۔ اس مقصد کے لیے عفریتی سٹیمپ ڈیوٹی ایکٹ ۱۸۹۹ء معمولی تبدیلی کے ساتھ آج بھی نافذ ہے۔ اور آج بھی ہم اسی ایکٹ کے تحت عوام کا استحصال کر رہے ہیں۔ جناب والا! آزاد قوم کی حیثیت سے سامراجی ٹیکس کا یہ جوا ہمیں بہت پہلے اتار کر پھینک دینا چاہیے تھا۔ لیکن ہم نہایت فخر کے ساتھ اس طوق کو نہ صرف اپنے گلے میں لٹکائے ہوئے ہیں بلکہ عوام پر اس طوق کو منتقل کر کے انھیں ابھی تک مفتوحی ذہنیت میں اور نو آبادیاتی دور کے عذاب میں مبتلا کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! صوبائی ٹیکس ریونیو میں سٹیمپ ڈیوٹی تنہا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ یعنی مجموعی آمدنی کا ۲۵.۷۵ فی صد ہم اپنے tax receipt اس سامراجی ٹیکس کے ذریعے حاصل کر رہے ہیں۔ گزشتہ سال سٹیمپ ڈیوٹی کی آمدنی کا تخمینہ ۲۷۳ کروڑ ۵۳ لاکھ تھا۔ مگر آمدنی صرف ۱۹۰ کروڑ ۸۸ لاکھ ہوئی۔ یعنی ۸۲ کروڑ ۸۵ لاکھ روپے کم آمدنی ہوئی۔ اس کے مقابلے میں مسلم لیگ کی حکومت تھی تو ۹۲-۱۹۹۱ء میں سٹیمپ ڈیوٹی سے صوبے کو ۲۶۰.۳۷ کروڑ اور ۹۳-۱۹۹۲ء میں ۳۱۵.۹۰ کروڑ تک آمدنی ہوئی تھی۔ مگر موجودہ حکومت کی نااہلی اور انتظامی سستی اور غفلت نے اپنے ہی مقرر کردہ سٹیمپ ڈیوٹی کے ہدف کو ۱۹۰ کروڑ روپے تک محدود کر دیا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ۸۲ کروڑ کی short-fall کو پورا کرنے کے لیے اصلاحی اقدامات کیے جاتے ہیں اور نئے ٹیکس بڑھانے کی بجائے انتظامیہ کو متحرک کر کے ہدف پورے کر لیے جاتے۔ مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ متعلقہ انتظامیہ کو اس کی کوتاہی اور نااہلی کی سزا دینے کی بجائے عوام کو سزا دی جا رہی ہے۔ اور حلف ناموں، مختار ناموں، ہر قسم کے معاہدوں، قرضوں کے دستاویز، آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن، میمورنڈم اور غیر منقولہ جائیداد کی دستاویز فروخت اور دوسری بہت ساری مدوں پر سٹیمپ ڈیوٹی کی حد سو فی صد سے بڑھا کر نو سو فی صد کر دی گئی ہے جس سے عوام کی اکثریت بری طرح متاثر ہو گی۔ اس یک مشت خوف ناک اضافے کی ماضی میں کوئی مثال موجود نہیں۔ اس سے پہلے کہ اضافہ پچیس تیس فی صد سے زیادہ نہیں کیا گیا جسے اب سینکڑوں فی صد تک بڑھایا جا رہا ہے۔

کہاں رکھیے بنائے آشیاں صحن گلستاں میں
جہاں بجلی نہیں گرتی وہاں صیاد ہوتا ہے

جناب سپیکر ! سٹیمپ ڈیوٹی کے علاوہ تمام ٹھیکے داروں ' کمپنیوں ' فیکٹریوں ' بڑے دکانداروں ' تجارتی اداروں ' پیشہ وروں ' امپورٹر' ایکسپورٹر اور انکم ٹیکس گزاروں پر وفاقی ٹیکسوں کے ساتھ صوبائی ٹیکس بھی لگا دیے گئے ہیں ۔یہ دوہری ٹیکسیشن ہے جسے دوہرے نظام سے تعبیر کیاجائے گا ۔ جو ناجائز' بلاجواز' غیر اخلاقی ' غیر جمہوری اور غیر آئینی ہے ۔ پنجاب ایجوکیشن سیس کے نام سے ایک اور نیا ٹیکس لگایا جا رہا ہے ۔ جو بلدیات کے محصول چونگی اورضلعی کونسلوں کے ایکسپورٹ ٹیکس پر پانچ فیصد کی شرح سے وصول کیا جائے گا ۔ جناب سپیکر ! بلدیاتی محصول چونگی پہلے ہی بہت زیادہ ہیں۔ جس کے خلاف تجارتی طبقے اور عوام مسلسل احتجاج کرتے ہوئے ان میں کمی کا مطالبہ کررہے ہیں ۔ مگر صوبائی حکومت نے ان میں بیک جنبش قلم غیر معمولی اضافہ کردیا ہے ۔ جس سے کاروبار ' صنعت اور برآمدی تجارت مزید تباہ کن اثرات برداشت کرے گی۔ جناب والا! فنانس بل میں بینک چیک اور اشتہارات پر پانچ فیصدی ٹیکس لگانے کے ساتھ ساتھ ایک اور تجویز کے ذریعے چاول چھڑنے پر ڈیوٹی زیادہ کردی گئی ہے ۔ اور کاٹن ڈیوٹی میں دو روپے من سے بڑھا کر چار روپے من کردی گئی ۔ اس معاملے میں جیسا کہ میں نے ابھی کہا وائٹ پیپر اور فنانس بل میں تضاد موجود ہے ۔ وائٹ بل میں کاٹن ڈیوٹی میں ایک روپے کا اضافہ دکھایا گیا ہے۔ جبکہ فنانس بل میں یہ اضافہ دو روپے کردیا گیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کون سا نمبر درست ہے۔ تاہم چونکہ فنانس بل میں چار روپے کا ذکر ہے۔ اس لیے ہم اسے چار روپے ہی سمجھنے پر مجبور ہیں۔ یہ ڈیوٹی کاشت کاروں پر بالواسطہ زرعی ٹیکس کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک طرف کپاس کی پیداوار مسلسل متاثر ہورہی ہے۔ اور اس کی کاشت پر بڑھتے ہوئے اخراجات اسے غیر منافع بخش بنا رہے ہیں۔ وائرس نے گذشتہ سال سے کپاس کو دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے ۔ اور اس سال پھر سندھ سے وائرس کے حملے کی اطلاعات آرہی ہیں ۔ ایسی صورت میں کاٹن ڈیوٹی میں سو فیصد اضافہ کپاس کی کاشت سے بیزاری کا ایک اور سبب بن سکتا ہے ۔ جناب والا ! اسی طرح چاول ہماری غذائی ضرورت اوربرآمدی تجارت کا اہم نشان ہے۔ کپاس اور چاول ملک کے زرمبادلہ کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ اور معیشت کی پوری عمارت کپاس اور چاول کی آمدنی کے ستونوں پر کھڑی ہے۔ چاول اور کپاس کی اوسط فی ایکڑ پیداوار ہمارے ملک میں دنیا کے دوسرے ممالک کے مقابلے میں پہلے ہی بہت کم ہے ۔ اور گذشتہ دو سال سے چاول اور کپاس صوبے میں اپنے ہدف سے بہت کم پیداوار دے رہے ہیں۔ اگر

خدا نخواستہ ہمیں اس مرحلے پر کپاس اور چاول کے سلسلے میں حکمت عملی بناتے وقت بے حد احتیاط کرنی ہوگی۔ کیونکہ اگر کاشت کاروں نے کپاس اور چاول سے مایوس ہوکر اس کی کاشت کم کردی یا کسی ناگہانی آفت سے ان فصلوں میں سے ایک فصل بھی بیٹھ گئی تو خدا نخواستہ پورے ملک کی معیشت دھڑام سے زمین پر آجائے گی۔ جناب سپیکر! وزیر خزانہ نے اپنی اختتامی تقریر میں نئے ٹیکس لگانے کا یہ عجیب وغریب جواز پیش کیا ہے کہ این ایف سی نے یعنی نیشنل فنانس کمشن نے چونکہ آٹھ فیصدی آمدنی ہر سال بڑھانے کی ہدایت کی ہے' اس لیے ٹیکس لگانا ناگزیر ہو گیا ہے۔ جناب والا! این ایف سی نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ آمدنی میں اضافے کی خاطر عوام پر نت نئے ٹیکس لگاتے چلے جائیں۔ان کا مقصد یہ تھا کہ صوبے میں موجودہ وسائل آمدنی کو فعال اور متحرک بنا کر اصلاحی اقدامات کرکے وصولی کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کی جائے۔ اگر ایسا ہوتا اور این ایف سی کی ہدایت ٹیکس لگانے کی ہوتی تو تمام صوبوں کو ہر سال نئی ٹیکسیشن کرنی پڑتی۔ لیکن میں بتانا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے سوا اس سال کسی صوبے میں عوام کو ایسی بے رحمانہ اور ظالمانہ وسیع ٹیکسیشن کا نشانہ نہیں بنایا۔ جناب والا! چھوٹے صوبے' چھوٹی آمدنیوں والے صوبے اپنے عوام کو سہولتیں دے رہے ہیں۔ ٹیکسوں سے محفوظ رکھ رہے ہیں۔ لیکن پاکستان کا یہ سب سے بڑا صوبہ یہ سب سے زیادہ وسائل رکھنے والا صوبہ عوام پر ٹیکسوں کے نئے نئے عذاب مسلط کرتا چلا جا رہا ہے۔ جناب والا! اگر این ایف سی کی ہدایت کا یہی مفہوم ہوتا کہ خود پنجاب میں بھی ۱۹۹۱ء کے بعد ہر سال ٹیکس لگائے جاتے۔ مگر مسلم لیگ کی حکومتوں نے میاں نواز شریف کی قیادت میں ۱۹۹۱ء سے لے کر ۱۹۹۳ء تک کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا۔ جب تک ہماری حکومت رہی' جب تک مسلم لیگ اقتدار میں رہی پنجاب کے عوام ٹیکسوں کے عذاب سے محفوظ رہے۔ مگر جب سے عوام کی ہمدرد' غریبوں کی بہی خواہ' مزدوروں کی ترجمان پیپلزپارٹی برسراقتدار آئی ہے' مہنگائی کے ساتھ ٹیکسوں کے عفریت نے عوام کو بری طرح سے اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔اور عوام اب جان کنی کی حالت میں ہیں۔ ۹۵-۱۹۹۴ء کے موجودہ سال میں تیس کروڑ روپے کے ٹیکس لگے تھے اور نئے سال میں ایک ارب اڑتالیس کروڑ روپے کے ٹیکس تجویز کیے جارہے ہیں' جو عوام کے لیے ناقابل قبول اور ناقابل برداشت ہیں۔ چونکہ عوام کے لیے ناقابل قبول ہیں اس لیے ان کے سچے نمائندوں کی حیثیت سے ہم یہاں اس ٹیکسیشن کو مسترد کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! ٹیکسیشن کا مقصد عوام کی جان و مال کی حفاظت' شہری اسائشوں کی فراہمی' بنیادی انسانی ضرورتوں کی تکمیل' انصاف کا حصول اور ترقی اور خوشحالی کے لیے حکومتی پروگرام کے لیے وسائل فراہم

کرنا ہوتا ہے۔ حکومت کے پروگرام پر عمل درآمد مقصود ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں تو ٹیکسوں کے ذریعے حاصل کردہ عوام کی خون پسینے کی کمائی کو انفرادی اور اجتماعی عیاشیوں پر پانی کی طرح بہایا جارہا ہے۔ بیس کروڑ روپے کا بوئنگ جہاز خریدا گیا ہے۔ کروڑوں کی کاریں منگوائی جارہی ہیں۔ کروڑوں سے حکمرانوں کے بنگلوں اور دفتروں کی آرائش و زیبائش ہورہی ہے۔ کروڑوں روپے سے بیرونی تفریحی دورے فرمائے جارہے ہیں۔ کروڑوں سے بیرونی علاج کے نام پر دوستوں اور عزیزوں کو نوازا جارہا ہے۔ کروڑوں سے وزیروں، مشیروں کی فوج ظفر موج پر تنخواہوں اور مراعات کے ذریعے خزانہ لٹایا جارہا ہے۔ کروڑوں سے افسر شاہی کے اللے تللے چل رہے ہیں اور کروڑوں سے سرکاری خزانے میں خورد برد اور بدعنوانی کا خاموش کاروبار ترقی کر رہا ہے۔

جناب والا! عام آدمی کے لیے سواری میسر نہیں۔ وزیر اعلیٰ اور وزراء کے لیے سینکڑوں قیمتی کاروں کے فلیٹ موجود ہیں۔ عوام کے لیے بسوں اور ٹرینوں میں جگہ نہیں مگر وزیر اعلیٰ اور گورنر کے لیے 18 ہزار روپے فی گھنٹہ کے حساب سے ہیلی کاپٹر منگوائے جارہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ ایک ہیلی کاپٹر پنڈی سے لاہور دو گھنٹے میں پہنچتا ہے اور اس کے محض آنے جانے پر 72 ہزار روپے خرچ ہوتے ہیں اور منزل پر پہنچ کر گھنٹوں انتظار کرنے پر لاکھوں روپیہ ایک دن میں خرچ ہو جاتا ہے۔ یہ عوام جو سڑکوں پر پیدل چلنے سے بھی معذور کیے جارہے ہیں۔ ان کو تو بسوں اور ٹرانسپورٹ کی کوئی سہولت میسر نہیں لیکن وزراء اور مراعات یافتہ طبقہ کے لیے خزانہ مخصوص کر دیا گیا ہے۔ جب عوام کی محرومیاں اور حکمرانوں کی شاہ خرچیاں اور خرمستیاں اس مقام پر پہنچ جاتی ہیں، جب have اور have not کے درمیان خلیج اس طرح خوفناک شکل اختیار کر لیتی ہے، جب طبقاتی نفرتیں اپنی انتہاؤں کو چھونے لگتی ہیں، جب ایک مراعات یافتہ گروہ امیر سے امیر تر اور محروم طبقہ غریب سے غریب تر ہونے لگتا ہے اور استحصال زدہ عوام اپنے مستقبل کے مقدر سے مایوس ہوتے چلے جاتے ہیں تو محرومی، حق تلفی، ناانصافی اور استحصال کی کوکھ سے ایک عظیم انقلاب جنم لیا کرتا ہے۔ اس انقلاب کے زلزلے کی دھمک میں صاف طور پر سن رہا ہوں۔ آپ کو بھی سننا ہو گا۔ میں اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ۔

اب انقلابات کے پرچم یہاں لہرائیں گے
زندگی ایک نئے روپ میں ڈھل جائے گی
یہ عناصر، یہ مناظر، یہ گلستاں، یہ نظام
ہم جب آئیں گے تو صورت ہی بدل جائے گی

جناب سپیکر: شکریہ۔ ماشاء اللہ' ماشاء اللہ۔ جناب ظفر علی شاہ صاحب۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ میں آپ کا اور اس معزز ایوان کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ ٹیکسیشن کے سلسلے میں' اس کے اثرات جو کہ سوسائٹی پر اور صوبہ پر پڑتے ہیں' میرے فاضل دوست محترم تابش الوری صاحب نے کافی تفصیلی بات کی ہے۔

جناب سپیکر! اس فنانس بل کے ذریعے سب سے پہلا نکتہ جو میں آپ کی وساطت سے اس ہاؤس کی خدمت میں عرض کروں گا وہ یہ ہے کہ---

جناب عثمان ابراہیم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی بیرسٹر صاحب فرمائیے۔

جناب عثمان ابراہیم: جناب سپیکر! آج فنانس بل پر بحث ہو رہی ہے اور سید تابش الوری صاحب بڑے مفید مشورے دے رہے تھے لیکن ادھر نہ تو فنانس منسٹر صاحب موجود ہیں اور نہ ہی لاء منسٹر ہیں۔

جناب سپیکر: آج تو چیف منسٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ اب آپ اور کیا چاہتے ہیں؟

جناب عثمان ابراہیم: اتفاق سے وزیر اعلیٰ صاحب یہاں موجود ہیں لیکن وہ بھی خوش گپیوں میں مصروف ہیں۔ وہ بھی اپنی سیٹ پر بیٹھ کر ان کی باتوں پر توجہ دینے کی بجائے خوش گپیوں میں یا اپنے ووٹ بنانے میں مصروف ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں' نہیں۔ ان کے کان آپ ہی کی طرف ہیں۔ آپ بے شک ان سے پوچھ لیجیے۔ کیوں قائد ایوان آپ کی توجہ انہی کی طرف ہے ناں؟

وزیر اعلیٰ: جی۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! لیڈر آف دی ہاؤس اور محترم وزیر اعلیٰ صاحب چونکہ درمیان میں تشریف رکھتے ہیں۔ ہم انہیں اپنا سمجھیں یا وہ انہیں اپنا سمجھیں۔

جناب سپیکر: آپ اپنا سمجھیں۔

سید ظفر علی شاہ: اپنا سمجھ لیں۔ بہت بہتر جناب۔ (قہقہے)

جناب سپیکر: وزیر اعلیٰ تو سب کا ہوتا ہے۔

سید ظفر علی شاہ: فی الحال تو ففٹی ففٹی چل رہی ہے۔ (قہقہے) جناب سپیکر! میں نے شروع میں جو ایک

اعتراض کیا تھا اس کو دوبارہ دہراتے ہوئے عرض کروں گا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا بلکہ یہاں تک کہ آپ نے یہ فرما بھی دیا کہ یہ ایک روایت چلی آ رہی ہے کہ فنانس بل اسی طرح پیش کیا جاتا ہے۔ اس روایت کو واقعی میں نے بھی کتابوں میں دیکھا ہے اور اس بل کی شکل میں بھی میرے سامنے ہے۔ اپنی بات کو پھر دہراتے ہوئے میں وہاں پر پیچھے چلا جاؤں گا کہ پنجاب اور سنٹر کی بیورو کریسی' آپ پچھلے تمام بل اٹھا کر دیکھ لیں اور آپ کا بطور فنانس منسٹر کے بھی تجربہ ہے کہ یہ جان بوجھ کر ٹیکسیشن کو ' فنانس بل کو اس انداز سے پیش کرتی ہے کہ کامن مین تو کامن مین ہے لاء میکر کو بھی سمجھتے ہوئے ایک سال گزر جاتا ہے۔ حتیٰ کہ پانچ سال گزر جاتے ہیں اور وہ لاء میکر پھر جب کبھی اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے لاء سے aggrieved ہوتا ہے تو تب اسے ہوش آتی ہے اور جب اسے وکلاء بتاتے ہیں کہ جناب یہ اس وقت کا قانون ہے کہ جب آپ قومی اسمبلی کے یا صوبائی اسمبلی کے ممبر تھے تو پھر اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہمیں تو پتا ہی نہیں۔

جناب سپیکر! یہ وہ طریقہ ہے جیسے میں نے پہلے یہ الفاظ استعمال کیے تھے کہ It is amount to cheat the public of Province of Punjab کہ جس ٹیکسیشن کو لگاتے وقت اور ٹیکسیشن کی بحث کرتے وقت اور پاس کرتے وقت اس کی spirit کو اگر لاء میکر نہیں سمجھ سکتا تو جس پر لگیں گے اس کو تو سمجھتے سمجھتے وقت لگے گا۔

جناب سپیکر! یہ فنانس بل جو کہ آپ کے سامنے ہے اس کی پہلی کلاز کے ذریعہ سٹیمپ ایکٹ ڈیوٹی کا جو ایکٹ 1899ء سے چلا آ رہا ہے ' آج تک لاء میکرز کو اور سیاستدان کو ' پھر بات وہی آ جاتی ہے اور اس میں خود میں بھی ہوں پتا نہیں۔ لاء منسٹر صاحب پھر خفاء نہ ہو جائیں کہ آج تک ہم وہ مکھی پر مکھی مارتے چلے آ رہے ہیں اور اس کا ایک شیڈول جو کہ انسٹرومنٹ کو deal کرتا ہے۔ دستاویزات کو deal کرتا ہے۔ اس ترمیم میں ایک یک جنبش قلم میں 46 انسٹرومنٹ کو سٹیمپ ڈیوٹی لگا کر متاثر کیا ہے اور ان انسٹرومنٹ کا روزانہ کامن مین کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ بات نہیں کرتا کہ صوبہ میں جعل ساز کہاں کہاں جعلی سٹیمپ بنا کر بیچ رہے ہیں اور ہماری موجودہ حکومت اس جعل سازی کو پکڑنے میں ناکام ہو چکی ہے۔ جگہ جگہ پر 2 نمبر جعلی سٹیمپ بک رہا ہے۔ لوگ چھاپے خانے لگا کر بیچ رہے ہیں۔ اگر اصل اشٹام کے لیے یا سٹیمپ کے لیے کوئی آدمی کسی کچہری یا کسی دفتر میں جاتا ہے تو اسے ملتے نہیں ہیں۔ ایک طرف تو ٹیکسیشن لگانے میں حکومت اتنی شوقین ہے اور دوسری طرف چوری کے سٹیمپ کو چھاپنے اور بیچنے میں بری طرح

ناکام ہے۔

جناب سپیکر! چھتالیس مختلف انسٹرومنٹ ہیں جن میں بیشمار ایسے ہیں کہ ان کا تعلق بڑی بڑی کمپنیوں یا کنٹریکٹر حضرات سے ہے۔ لیکن اس کا بھی in direct اثر کامن مین پر پڑے گا۔ لیکن ایسے انسٹرومنٹ بھی ہیں مثلاً بیان حلفی جو کہ پانچ روپے پر ہوتا ہے اور یہ روز مرہ کے مسئلے ہیں۔ ہر پانچ منٹ کے بعد کہیں پر جائیں تو فوراً" یہ حکم ہوتا ہے جاؤ بیان حلفی لکھ کر لے آؤ تو پانچ روپے کر سٹامپ پر وہ لکھی جاتی تھی اب اس کو سو فیصد بڑھا کر دس روپے کر دیا گیا ہے یہ روز مرہ ہوتا ہے یعنی ہر common man کو ہر پانچ منٹ کے بعد بیان حلفی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسی طرح Bill of Exchange پر ۴۶ فیصد بڑھا دیا گیا ہے۔ جناب والا میں صرف وہ وہ گنا رہا ہوں جو روز مرہ کے ہیں۔ Sale of share پر ------ جناب والا! share کا پہلے کیا حال ہے اس کا تو کوئی ماہر معاشیات بتا سکتا ہے یا پھر سنٹرل گورنمنٹ سے جا کر پوچھیں یا کراچی سے جا کر پوچھیں یا اسلام آباد یا لاہور سے جا کر پوچھیں کہ سٹاک ایکسچینج کا کیا حال ہے۔ اس گرتی ہوئی Stock Exchange کی حالت میں sale of share پر ۲۵ پیسے سے بڑھا کر یک لخت ایک روپیہ کر دیا ہے جو ۷۵ پیسے مزید بڑھا دی گئی ہے۔ جناب سپیکر! میں جناب کو صرف وہ باتیں بتاؤں گا۔

آگے جناب والا! Appointment in execution of powers other than Bill ہے۔ اس طرح اس کی ڈیوٹی دو گنی بڑھائی گئی ہے یہاں تک بل آف ایکسچینج کی بھی بڑھا دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ جناب سپیکر! اور تو اور divorce جس کا حق اللہ تعالیٰ نے مرد کو دیا ہوا ہے گو اس پر اللہ نے سختی بھی کی ہے کہ اس کو غلط استعمال نہ کرو اس کے استعمال پر بھی یہ سٹمپ ڈیوٹی لگ گئی ہے اور جناب سپیکر! جو ہم روزانہ نقول لیتے ہیں اس پر بھی ڈیوٹی بڑھا دی گئی ہے۔ اب میں گفٹ کا ذکر کرتا ہوں زرعی زمین وارثان کے حق میں ہو تو تب کیا ریٹ ہو گا اور اگر یہ other than وارثان ہو تو تب کیا ریٹ ہو گا اسے بھی بڑھا دیا گیا ہے۔ جناب والا! یہ وہ documentary instruments ہیں جو روز مرہ کی زندگی میں عام آدمی کو affect کریں گے اور اس کی آمدنی سے کیا کیا ہو گا وہ تابش صاحب نے تفصیلی بتایا ہے کہ گورنمنٹ کیا شاہ خرچیاں کرتی ہے یا کیا کرتی ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کا زیادہ وقت ضائع نہیں کرتا۔ ان سارے documents کو repeat کرتے ہوئے جس میں partition, partnership, power of attorney یہ سارے ہیں ان کو

ڈبل کیا گیا ہے اور جن کی میں نے امنڈمنٹ move کی تھی اور گورنمنٹ سے اجازت چاہی تھی اور اس میں میں نے بڑا rational سا حساب لگا کر بتایا تھا کہ اتنا بنتا ہے لیکن بدقسمتی سے گورنمنٹ نے اس امنڈمنٹ کی اجازت نہیں دی۔

اب جناب سپیکر! جو اہم بات ہے میں اس کی طرف آ رہا ہوں۔ جناب سپیکر! ایک تو یہ بڑا سٹمپ لاء تھا جس کے ۳۶ instruments میں انہوں نے amendments کی ہیں۔ تین دوسرے ہیں جن میں کائن کی ڈیوٹی پہلے من کے حساب سے تھی اب اسے کلوگرام سے کر دی ہے اور یہ تین روپے بیس پیسے بن جاتی ہے اور جو دوسری ہے کہ چھ روپے اور چالیس پیسے کے حساب سے بنتی ہے۔ آپ فی الحال اس کو بھی چھوڑ دیں جو اپنی جگہ پر ایک زیادتی ہے ۔ میں professional tax جو کلاز ۴ پر بتایا گیا ہے اس بارے میں میں عرض کرتا ہوں کہ پنجاب ایکٹ ۱۹۷۷ کے سکینڈ شیڈول کو یک لخت ختم کر کے انہوں نے اپنا فرسٹ نیا شیڈول دے دیا ہے جس میں انہوں نے کمپنی رجسٹریشن کا بتا دیا ہے کہ اگر ایک ملین سے زیادہ ہو گا تو دو ہزار روپے تک اسی طرح پانچ ہزار دس ہزار ایک لاکھ پانچ لاکھ کر دیا ہے ۔ اسی طرح professional tax پہلے سو تھا اب انہوں نے دو سو کر دیا ہے اس کو بھی بڑھا دیا ہے اور جو بھی جس قسم کی ٹریڈ کرتا ہے اسے اس professional tax میں شامل کر لیا ہے اور وکلاء ابھی باہر آئے ہوئے تھے ۔ جناب والا ایک تو الگ ہے جو سنٹر میں لگا ہوا ہے مگر یہ ٹیکس الگ ہے ۔

اب جناب والا! میری تقریر کا حصہ ہے اس کے لیے بہتر ہے کہ آپ وزیر قانون صاحب کو بھی بلا لیں کیونکہ اب میری تقریر کم اور میرے اعتراضات زیادہ ہیں جن کا جواب جناب وزیر قانون صاحب کو دینا ہو گا۔

جناب سپیکر: اگر وزیر قانون صاحب سن رہے ہیں اور وہ تشریف لے آئیں تو مہربانی ہو گی۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! اس فنانس بل کی کلاز ۶ پر قانون اور آئین کی روشنی میں ایک نہایت ہی serious objection ہے which is related with the provincial tax on banks cheque . جناب والا! یہ ٹیکس un-constitutional ہے اور illegal ہے ۔

جناب والا! وزیر قانون صاحب تشریف نہیں لائے آپ ان کو بلا لیں ورنہ جناب کا وقت مزید ضائع ہو گا۔ اگر وہ آ جائیں تو میں اس کے سامنے اپنی گزارشات پیش کروں ۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب۔ انہیں بلایا ہے وہ ایک میٹنگ میں بیٹھے تھے۔

(اس مرحلہ پر وزیر قانون صاحب ایوان میں تشریف لے آئے)

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! ایک تو آئین کا آرٹیکل ۷۷ ہے جو simply یہ ہے کہ۔

> 77. No tax shall be levied for the purpose of the Federation except by or under the authority of Act.

کہ کوئی ٹیکسیشن without legislation ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ قانون کی بات بھی ہے اور یہ admitted بات بھی ہے۔ اب جناب والا! What is the law and what is the procedure of legislation۔ وہ بھی آئین نے ہمیں حق دیا ہوا ہے اور اس کے لیے آرٹیکل ۷۰ اور آرٹیکل ۷۴ ہے کہ کون کون سے subjects کس کس کے زمرے میں آتے ہیں اور کس کس پر کون سی حکومت law-making کر سکتی ہے۔ جناب والا! میرا اعتراض اس provincial cheques پر یہ ہے کہ یہ provincial legislation کے زمرے میں نہیں آتا۔ یہ concurrent list میں نہیں آتی۔ یہ صرف فیڈرل سبجیکٹ ہے یہ صرف فیڈرل سبجیکٹ میں آتی ہے اور فیڈرل والوں نے اسے اسی فیڈرل بجٹ میں ابھی لگایا بھی ہے اور انہوں نے اسے دو روپیہ فی کاپی کے حساب سے لگایا ہے اور یہ ان کے دائرہ اختیار میں ہے یہ سب law-making وہ کر سکتے ہیں جو concurrent list میں ہے۔ اب اگر وزیر قانون صاحب concurrent list اٹھالیں تو مجھے یہ بتائیں کہ کس جگہ پر یہ بات آئے گی تاکہ میں ان کو پھر اگلی بات بتاؤں کہ کس طرح سے distribution of legislation اور دوسری ----- کہ یہ concurrent list کے کس حوالے سے بینک کے چیکوں پر ڈیوٹی لگا رہے ہیں۔ جناب والا! قانون نے بڑا clear کیا ہے کہ کوئی ٹیکسیشن بغیر لاء کے نہیں ہو سکتی۔ اور قانون میں انہوں نے اسے divide کر دیا ہے کہ کون سا sphere صوبائی حکومت کا ہوگا اور کونسا سنٹرل گورنمنٹ کا ہو گا۔ سنٹر گورنمنٹ کے دونوں جگہوں پر حقوق ہیں یہ concurrent list میں بھی ہیں اور اس میں بھی ہیں اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ اگر یہ تصادم ہوتا ہے اور دونوں بنا دیتے ہیں تو فیڈرل لاء prevail کرے گا۔ اب جناب والا! پہلے جو فیڈرل لسٹ دی گئی ہے میں جناب کی خدمت میں وہ پڑھتا ہوں جو آرٹیکل ۷۰ سب۔ آرٹیکل ۴ کے لحاظ سے ہے اس میں جناب والا!

۱۔ Defence of federation, etc., etc., میں جناب کا وقت ضائع نہیں کرتا۔

۲۔ Military, Naval ------ اس سے آگے جناب والا! میں فیڈرل لسٹ پڑھ رہا ہوں۔ آئین کے صفحہ 242 Fourth Schedule کی لسٹ میں نمبر

4. Nationality

5. Migration

6. Admission

7. Post & Telegraph

8. Currency.,coinage & legal tender.

9 Foreign Exchange cheques, Bills of exchange. promissory notes and other like instruments.

10 Public debt of the Federation

11. Federal Public Services and Federal Public Service Commission .

12. Federal Pensions

13. Federal Ombudsmen.

14. Administrative Courts and Tribunals.

15 Libraries

16. Federal Agencies

17. Education

18. Nuclear energy.

19 Port Quarantine

20. Maritime shiping and navigation.

21 Major ports

22. Aircraft

23. Lighthouses

24 Carriage of passengers.

25. Copyright.

26. Opium.

27 Import and Export.

28. State Bank of Pakistan , banking .that is to say , the conduct of banking business by corporation other than the corporation owned by on controlled by a Province and carrying on business only within that province.

29. The Law of insurance

30 Stock exchanges

31 Corporations

32. National planning and National economic.

33. State Lotteries.

اور اسی طرح اور بھی ہیں۔ میں آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔

249 صفحہ پر Concurrent List دی گئی ہے۔ اگر وزیر قانون بتا دیں تو وقت بچ جائے گا۔ جناب سپیکر، محترم چٹھہ صاحب اور دیگر دوست جو ان کے ساتھ محو گفتگو ہیں میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ از راہ کرم ہاؤس کے decorum کا خیال فرمائیں۔ اور اس سلسلہ میں میں پہلے بھی گزارش کر چکا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے کافی گفتگو فرما لی ہے۔ تو اب ذرا وقفہ ڈال لیں۔ اس لیے کہ وقفہ بھی بہت ضروری ہے۔

سید ظفر علی شاہ : جناب سپیکر! فیڈرل لسٹ پر بھی اور Concurrent List کی آخر میں ایک کلاز دی ہوتی ہے 47 پر دیا گیا ہے۔ Matters incidental or ancillary to any matter enumerated in this part

جناب والا! Federal List کی حد تک آئینی طور پر یہ بات درست ہے اور انھوں نے لگا بھی دیا ہے۔

جناب سپیکر، میں مظہر علی قریشی صاحب سے خاص طور پر گزارش کروں گا کہ

(اس دوران فاضل رکن اسمبلی ایوان سے باہر جانے لگے)

جائیے گا نہیں۔ خاموشی سے بھی تو بیٹھ سکتے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، اس میں میرا اعتراض یہ ہے کہ چیکس پر جو ٹیکس اور ڈیوٹی لگائی گئی ہے یہ غیر آئینی ہے۔ Concurrent List پر یہ نہیں آتا۔ یہ within the scope of the Assembly نہیں ہے۔ لہذا اس کو یہ withdraw کر لیں۔ لیکن اگر وزیر قانون صاحب مطمئن کر دیں کہ یہ Concurrent List کے حوالے سے وہ یہ لگا سکتے ہیں تو پھر میں ایک دوسری بات عرض کروں گا جو کہ فیڈرل گورنمنٹ نے لگایا ہے میں اس کے حوالے سے بات کروں گا۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہاں یہ definitely جو exclusive List فیڈریشن کی ہے۔ اس میں بنکنگ شامل ہے۔ لیکن یہیں اسی اسمبلی میں پنجاب بنک کے سلسلہ میں قانون سازی کی تھی۔ اگر پنجاب اسمبلی بنکنگ کے سلسلہ میں کوئی حق نہیں رکھتی تھی تو وہ قانون سازی کیسے ہو گئی تھی۔ اور اگر وہ ہو گئی تھی تو پھر پنجاب اسمبلی چیکوں پر یا بنکنگ کے کسی معاملے پر کیوں کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! بنک کی formation اور بات ہے۔ اور میں یہ بھی جا سکتا ہوں کہ پنجاب بنک کی فارمیشن اور اس کی recognition by the State Bank with the permission of Government اس کو آرٹیکل deal کرتا ہے۔ any province of the Pakistan can open وہ اور بات ہے۔ وہ entirely اور بات ہے۔

جناب سپیکر، پنجاب بنک شیڈول بنک تو اب بنا ہے۔ اس وقت سٹیٹ بنک نے کوئی اجازت نہیں دی تھی۔ اس وقت تو اپنے طور پر اس کی قانون سازی کی گئی تھی۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ exclusively صرف پنجاب بنک پر لگانا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر، اب تو وہ شیڈول بنک بن گیا۔ لیکن اس پر پہلے قانون سازی تو ہوئی تھی ناں یہاں؟

سید ظفر علی شاہ، بنکوں کے کاروبار کا float کرنا اور بات ہے اور ٹیکسیشن اور بات ہے۔ یہ دونوں

مختلف باتیں ہیں۔

جناب سپیکر، آپ تو یہ بات کر رہے ہیں کہ چیک کے اوپر انہوں نے ٹیکس لگا دیا ہے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ چیک کو اسی لیے فیڈرل لسٹ پر دے دیا گیا ہے اور اسی فیڈرل بجٹ میں انھوں نے لگایا ہے۔ آرٹیکل 141 اور 143 distribution of legislation powers اور اس کے بعد آرٹیکل 145 اس سے بھی زیادہ واضح ہے۔ Concurrent List پر نہیں ہے لیکن اس کے باوجود انھوں نے کیوں لگا دیا۔ prevail وہ کرے گا۔ یہ نہیں کرے گا۔ اور یہ کسی صورت بھی ان کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا۔ یا تو یہ بتا دیں کہ کس آرٹیکل کے حوالے سے یہ لگا رہے ہیں۔

جناب سپیکر، وزیر قانون! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! جناب ظفر علی شاہ صاحب کو اعتراض اس لیے ہے کہ بنک چیکس پر فیڈرل حکومت نے ایکسائز ڈیوٹی عائد کی ہوئی ہے۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ جب فیڈریشن ایکسائز ڈیوٹی عائد کر دی ہے تو ہم اس پر ایکسائز ڈیوٹی عائد نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ جو چیز فیڈرل حکومت کی لسٹ پر ہے----

جناب سپیکر، ذرا سی بات مجھے بھی کر لینے دیجیے۔ چونکہ میں اس ایشو سے واقف ہوں اس لیے میری سمجھ میں آ رہا ہے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہ آرٹیکل 142 کا حوالہ دے رہے ہیں۔ میں اس میں 142-C کے حوالے سے بات کروں گا کہ میں دیا گیا ہے کہ

> Article 142-C
>
> The Provincial Assembly shall, and shall not, have power to make laws with respect to any matter not enumerated in either the Federal Legislative List or the Concurrent Legislative List

لیکن جناب سپیکر! بنک لسٹ کا اس میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ڈبل ٹیکسیشن پر کسی بھی لحاظ سے پابندی عائد نہیں کی گئی۔ بنک چیکس پر وفاقی حکومت نے ایکسائز ڈیوٹی عائد کی ہوئی ہے۔ ہم نے صوبائی ٹیکس عائد کیا ہے۔ اور یہ ٹیکس صرف ہماری اسمبلی نے عائد نہیں کیا اور ہماری حکومت نے عائد کرنے کے بارے میں تجویز نہیں دی۔ یہ سندھ حکومت نے بھی عائد کیا ہوا ہے۔ اور

وہاں پر پچاس پیسے فی چیک ٹیکس عائد کیا ہے۔ اگر وفاقی حکومت کی طرف سے اس میں کوئی ابہام ہوتا تو اس وقت تک اس پر اعتراض آ جاتا۔ پھر جناب سپیکر! ہم نے فنانس بل جب پیش کیا ہے تو یہ فنانس بل وفاقی حکومت کے پاس بھی گیا ہے۔ کسی لحاظ سے بھی اگر یہ ہمارے دائرہ اختیار سے باہر ہوتا تو وفاقی حکومت اس کا نوٹس لیتی اور پھر جناب سپیکر! بہت ساری چیزوں پر ڈبل ٹیکسیشن موجود ہے۔ ہم نے جب فنانس بل پیش کیا ہے تو یہ فنانس بل وفاقی حکومت کے پاس بھی گیا ہے۔ کسی لحاظ سے بھی اگر یہ ہمارے دائرہ اختیار سے باہر ہوتا تو وفاقی حکومت اس کا نوٹس لیتی۔ اور پھر جناب سپیکر! بہت ساری چیزوں پر double taxation موجود ہے۔ جائیداد پر اگر صوبائی حکومت پراپرٹی ٹیکس عائد کرتی ہے تو وفاقی حکومت اس پر ویلتھ ٹیکس عائد کرتی ہے۔ اسی طریقے سے آمدنی پر، مثال کے طور پر ہوٹلز کی آمدنی پر وفاقی حکومت کے دائرہ اختیار میں ہے کہ وہ انکم ٹیکس عائد کرتے ہیں اور باقاعدہ انکم ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ لیکن جناب سپیکر! وفاقی حکومت کی اس taxation کے باوجود صوبائی حکومت بھی ہوٹل ٹیکس کے نام سے ٹیکس عائد کرتی ہے اور صوبائی حکومت بھی ہوٹل ٹیکس وصول کرتی ہے۔ اس لیے taxation کے معاملے میں اس لحاظ سے قطعی طور پر کوئی پابندی موجود نہیں ہے، نہ ambiguity ہے ------

جناب سپیکر، وزیر قانون صاحب بات یہ ہے کہ کچھ چیزیں Concurrent List میں ہیں جن میں مرکز اور صوبہ دونوں ٹیکس لگا سکتے ہیں۔ اور اگر مرکز ٹیکس لگا دے تو صوبے کا اختیار خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ شاہ صاحب جو مسئلہ پیش کر رہے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ جو چیکوں پر ٹیکس لگایا ہے یہ آپ نے Constitution کے کس کلاز کے مطابق یا ان دونوں شیڈولز میں سے کس کلاز کے مطابق لگایا ہے؟ سندھ نے لگایا ہے یا کسی اور نے لگایا ہے یہ بجا ہے لیکن وہ حوالہ چاہتے ہیں کہ آپ نے جو یہ ٹیکس لگایا ہے تو Constitution نے اس کی آپ کو کہاں اجازت دی ہے؟

جناب وزیر قانون، جناب سپیکر! میں نے عرض کیا ہے کہ 142-(c) کے تحت یہ ہمارے دائرہ اختیار میں آتا ہے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! اگر آپ اجازت دیں تو میں 142(c) کو پڑھ دیتا ہوں تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ اس میں کیا ہے؟

جناب سپیکر، اچھی بات ہے آپ پڑھ دیں۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا ! اس میں ہے کہ :-

142.(c)

Subject to the Constitution a Provincial Assembly shall, and [Majlis-e-Shoora(Parliament)] shall not, have power to make laws with respect to any matter not enumerated in either the Federal Legislative List or the Concurrent Legislative List, and

اپنے بھائی کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ subject Federal List میں enumerated ہے - یہ اس صورت میں جبکہ دونوں List میں enumerated نہ ہوں then the Provincial Assembly can make the law. وزیر قانون صاحب اس کو دوبارہ پڑھیں، دوبارہ سمجھیں - اور cheques کی taxation کے بارے میں categorically in the Federal List enumerated ہے اس لیے 142(c) ان کی مدد نہیں کرتی- البتہ اگر اور کوئی ہے تو وہ بتائیں؟

وزیر قانون، جناب سپیکر ! بنک کے cheques پر صوبائی اسمبلی کو ڈیوٹی عائد کرنے پر قطعی طور پر کوئی بار نہیں ہے- یہ اسی حوالے سے double taxation کے زمرے میں آتا جہاں وفاقی حکومت سے relaxation موجود ہے-

جناب سپیکر: شاہ صاحب کیا آپ اس جواب سے مطمئن ہیں؟

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر ! میں تو مطمئن نہیں ہوں البتہ اب میں ان کو مطمئن کرتا ہوں- میں اس پر بڑا clear ہوں کہ صوبائی اسمبلیاں cheques پر، banks پر taxation نہیں کر سکتیں- Federal List میں وہ categorically ہے- Federal والے لگا سکتے ہیں یعنی وفاق لگا سکتا ہے- صوبہ نہیں لگا سکتا- اور for argument sake میں ان کی بات مان لیتا ہوں کہ وفاق نے بھی کر دیا اور ہم نے بھی کر دیا- اب آپ 143 کو پڑھیں- یعنی اگر ان کے argument کو for the time being, for the sake of argument مان لیتے ہیں کہ چلو جی ہم نے بھی کر دیا وفاق نے بھی کر دیا جبکہ ہم نہیں کر سکتے - میں still convinced نہیں ہوں - میری تسلی نہیں ہوئی- جناب والا ! 143 میں ہے کہ -

143. If any provision of an Act of a Provincial Assembly is repugnant to

any provision of an Act of [Majlis-e-Shoora(Parliament)] which [majlis-e-Shoora(Parliament] is competent to enact, or to any provision of any existing law with respect to any of the matters enumerated in the Concurrent Legislative List, then the Act of [Majlis-e-Shoora(Parliament)], whether passed before or after the Act of the Provincial Assembly, or, as the case may be, the existing law, shall prevail and the Act of the Provincial Assembly shall, to the extent of the repugnancy, be void.

اگر یہ دونوں صورتیں ہو جاتی ہیں تو وہ prevail کرے گا اور یہ خود بخود void ہو جائے گا۔ اگر ان کا یہ argument مان لیں کہ Concurrent List میں یہ نہیں نکال سکتے، کسی جگہ نہیں ہے۔ اور یہ زیادہ سے زیادہ جواب دیتے ہیں کہ جی یہ سندھ میں بھی ہو رہا ہے۔ سندھ میں تو روزانہ پانچ سو آدمی مر رہے ہیں؟ This is no argument۔ جناب والا!------

جناب سپیکر، شاہ صاحب اس کو اس طرح بھی لے سکتے ہیں کہ اس وقت یہ کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں اگر Constitution کے مطابق وفاق اور صوبہ آپس میں یہ محسوس کرتے ہیں کہ انھوں نے غلط کیا اور یہ صرف ان کا حق تھا تو یہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔

سید ظفر علی شاہ، کیا یہ ہمارے مقدر میں لکھا ہوا ہے کہ پنجاب اسمبلی میں ہم un-constitutional کام کریں؟

جناب سپیکر، شاہ صاحب! یہ دوسرے صوبوں نے بھی کیا ہے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرکز کو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

میاں محمد افضل حیات، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! میں ذرا میاں صاحب کو بھی سننا چاہتا ہوں۔ جی میاں صاحب۔

میاں محمد افضل حیات، جناب سپیکر! میں اس پر کوئی خاص تیاری کر کے تو نہیں آیا ہوں لیکن کچھ عرصہ پہلے، کچھ سال پہلے ایک Provincial subject پر جو کہ گاڑیوں کی خرید و فروخت سے متعلق تھا اس پر وفاقی حکومت نے ایک ٹیکس لگایا تھا۔ اور اس ٹیکس کی collection پنجاب کا محکمہ

ایکسائز یا دوسرے صوبوں کے جو ایکسائز کے محکمے ہیں وہ کرتے تھے ۔ یعنی ٹیکس صوبائی List میں تھا اور وفاقی حکومت نے وہ ٹیکس لگایا لیکن اس کی collection صوبائی محکمے کر رہے تھے۔ اسی طریقے سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو ٹیکس ہے یہ ایسے اداروں پر ہے جو کہ وفاقی حکومت کے تحت آتے ہیں لیکن اس کے ساتھ آپ آگے دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ اس کی collection صوبائی محکمے نہیں کر رہے بلکہ وہ صوبائی چیف، صوبائی ہیڈ کوارٹرز جو کہ ہر صوبے میں ہیں انھوں نے اس کی collection کرنی ہے۔ اگر وفاقی حکومت کو اس پر کوئی اعتراض ہوا تو پھر وہ اپنے محکموں کو روک دیں گے کہ یہ collection نہ کریں۔ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی اتنا بڑا ابہام نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر، یہی صورت ہے کہ یہ دوسرے صوبوں نے بھی کیا ہے اگر مرکز کو اعتراض ہوتا تو مرکز انھیں روک دیتا۔ اور اگر اب بھی مرکز کو اعتراض ہو گا اور بالآخر یہ ثابت ہو جائے کہ صوبے نے کوئی ایسی بات کی ہے جو اس کے دائرہ اختیار میں نہیں آتی تو پھر اس سے صوبے کو روکا جا سکتا ہے ۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب کو بھی وہ موقع ملنا چاہیے جو دوسرے صوبوں نے حاصل کیا ہے اور اگر مرکز نے اس پر اعتراض نہیں کیا تو امید ہے کہ پنجاب کی اس کوشش پر بھی مرکز کو اعتراض نہیں ہو گا۔

میاں محمد افضل حیات، جناب سپیکر ! The tax shall be payable by the principal office of the bank ۔ کوئی صوبائی محکمہ تو اس کو collect نہیں کر رہا۔ کیونکہ یہ collection وفاقی حکومت نے کر کے دینی ہے اس لیے اگر وفاقی حکومت کو اس پر اعتراض ہو گا تو وہ اسے بند کر دے گی۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر ! cheques پر عام common man کا پیسہ کاٹا جائے گا۔ وہاں پر پنجاب حکومت یا وفاقی حکومت تو کھڑی نہیں ہو گی ۔ وہ تو ultimately بنک سے اکٹھا کر لیں گے اسی لیے یہ کلاز لکھی ہوئی ہے ورنہ یہ تو عام common man نے pay کرنا ہے ۔ جناب والا! جب سرے سے law making کے زمرے میں نہیں آتا، ہمارے دائرہ اختیار میں ہی نہیں آتا اور ہم کر رہے ہیں ۔ دوسرا یہ کہا جا رہا ہے کہ چونکہ یہ سندھ کر رہا ہے اور وفاقی حکومت نے کچھ نہیں کہا ۔ اب جناب اگر وفاقی حکومت کی آنکھ نہیں کھلی تو کیا ہم نے خوا مخواہ وہ act ضرور کرنا ہے جو کہ پاس ہونے کے باوجود void ہو جائے ۔ اور صرف اس لیے کہ اگر وفاقی حکومت پوچھے گی تو پھر بات ہو

جائے گی ۔ جب آئین بذات خود یہ بات کہہ رہا ۔ 143 بالکل clear ہے ۔ آئین بذات خود یہ کہہ رہا ہے کہ اگر اس قسم کی متصادم صورت میں کوئی بات ہو جاتی ہے تو یہ law خود بخود void ہو جائے گا ۔ ہمیں کس ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ 248 ممبران کی اتنی بڑی اسمبلی جس کے آپ سپیکر ہیں وہ void law بنا دے ؟

جناب سپیکر: یہ ایک سندھی ڈاکٹر نے بتایا ہے ۔ اگر انھوں نے اپنی آمدنی بڑھانے کے لیے یہ ایک طریقہ اختیار کیا ہے تو پنجابی ڈاکٹر نے بھی اختیار کر لیا ہے ۔ اگر انھیں کچھ کہا جائے گا تو ان کو بھی منع کر دیا جائے گا ۔

سید ظفر علی شاہ، سندھی ڈاکٹر تو اور بھی بڑے نسخے روزانہ دے رہے ہیں وہ بھی پھر آپ آزمائیں ۔

میاں عمران مسعود، جناب والا ! یہ ڈاکٹر نہیں بلکہ quacks ہیں ۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب ! آپ آگے چلیے ۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر ، میرا دوسرا اعتراض اس فنانس بل کی کلاز 8 پر ہے جو کہ Punjab Education and Infrastructure Development Cess اس پر again میرا یہ اعتراض ہے کہ this is also un-constitutional

جناب سپیکر ، کلاز 8 ؟

سید ظفر علی شاہ ، جی فنانس بل کی کلاز 8 ہے وہ میں پڑھ دیتا ہوں

> There shall be levied and collected a cess to be called the "Punjab Education and Infrastructure Development Cess" at the rate of five percent of the octroi or export tax collected by a local council established under any law relating to the local Government for the time being in force.

مجھے اس پر اعتراض ہے اور اس اعتراض کو سمجھنے کے لیے کہ یہ وہ ٹیکس ہے جو کہ octroi or export tax levied by the local body آپ اس پر اپنی 5% لگا کر اسے alteration کر رہے ہیں ۔ جناب والا! اگر آپ آئین کا آرٹیکل 115 پڑھیں تو بات جلدی سمجھ میں آ جائے گی۔

(1) A Money Bill, or a Bill or amendment which if enacted and

brought into operation would involve expenditure from the Provincial Consolidated Fund or withdrawal from the Public Account of the Province shall not be introduced or moved in the Provincial Assembly except by or with the consent of the Provincial Government.

(2) For the purposes of this Article, a Bill or ammendment shall be deemed to be a Money Bill if it contains provisions dealing with all or any of the following matters, namely ;-

(a) the imposition, abolition, remission, alteration or regulation of any tax,

(b) the borrowing of money, or the giving of any guarantee, by the Provincial Governmnt or the amendment of the law relating to the financial obligations of that Government:

(c) the custody of the Provincial Consolidated Fund, the payment of moneys into, or issue of moneys from, that Fund;

(d) the imposition of a charge upon the Provincial Consolidated Fund, or the abolition or alteration of any such charge;

(e) the receipt of moneys on account of the Public Account of the Province, the custody or issue of such moneys. and

(f) any matter incidental to any of the matters specified in the preceding paragraphs

Now, Sir, Section (3) is relevant.

A Bill shall not be deemed to be a Money Bill by reason only that it provides-

یعنی کلاز 8 کو Money Bill کے زمرے میں لایا ہی نہیں جا سکتا

(a) for the imposition or alteration of any fine or other pecuniary penalty or for the demand or payment of a licence fee or a fee or charge for any service rendered; or

(b) for the imposition, abolition, remission, alteration or regulation of any tax by any local authority or body for local purposes.

جناب والا! باقی سب کو چھوڑ دیں صرف alteration کی طرف توجہ رہے اب وہ ٹیکس جو کہ octroi ٹیکس ہے جس کا لوکل باڈیز کو خصوصی اختیار ہے کہ جنھوں نے لگایا ہے لگائیں گے یا نہیں لگائیں گے یا لگا ہوا واپس کر دیں ختم کر دیں جو مرضی ہے کر دیں۔ آپ اس کلاز 8 کے ذریعے 5% بڑھا کر اس میں alteration کر رہے ہیں جو کہ آپ نہیں کر سکتے and it cannot be Money Bill جو Money Bill نہیں ہو سکتا تو اس پر اس طریقے سے taxation نہیں ہو سکتی ۔ یعنی اس طریقے سے اس کو Money Bill نہیں کہا جائے گا اگر آپ یہ واردات کر رہے ہیں تو اگر آپ کلاز 8 کو پڑھیں وہ لوکل باڈیز کی جو لوکل octroi taxation ہے آپ اس پر alteration کر رہے ہیں ۔

جناب سپیکر، میں اس سے اگلی کلاز پر بھی آپ کی توجہ لے جانا چاہتا ہوں

if any question arises . ..... ۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! مجھے پتا ہے۔ جناب والا! آپ کی power کا کمال اسے بادشاہو تساڈیاں پاوراں کون نہیں جانندا۔ تساڈیاں پاوراں تاں ہین۔ کہ if dispute arise جناب کا فیصلہ فائنل ہو گا کہ it is a Money Bill نہیں لیکن میرا تو فرض ہے نا کہ میں جناب کو سمجھاؤں کہ آئین کے مطابق جو un-constitutional بات کر رہے ہیں یہ نہ کی جائے اور اس کو delete کر دیا جائے۔۔۔

جناب سپیکر، مہربانی۔

سید ظفر علی شاہ، اور رولز اور لاء میں بھی دیا ہوا ہے کہ at any time جو Minister incharge of

the bill ہے he can withdraw that تو آپ کی وساطت سے گورنمنٹ سے اور متعلقہ منسٹر جو اس بل کا انچارج ہے اس سے گزارش ہے کہ وہ اس کو withdraw کر لے یہ un-constitutional ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ مہربانی۔ جی لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب والا! اس اعتراض کا تو سرے سے جواز ہی نہیں بنتا۔ فاضل رکن نے آئین کے آرٹیکل کا جو حوالہ دیا ہے وہ خود ان کی اپنی دلیل سے متضاد ہے اور جو یہ Cess عائد کیا گیا ہے اس کے تحت ہم نے آئین کے آرٹیکل 115 کی (3) کی قطعی کوئی خلاف ورزی نہیں کی۔ پابندی تو یہ بنتی تھی اگر ہم اسے کسی لحاظ سے تبدیل کر رہے ہوں لوکل گورنمنٹ اتھارٹی کی طرف سے جو انھوں نے اپنا ڈیوٹی ٹیکس عائد کیا ہے۔ ہم نے اس کے حوالے سے Cess ضرور عائد کیا ہے لیکن لوکل گورنمنٹ نے جو ڈیوٹی عائد کی ہوئی ہے ہم نے اسے قطعی طور پر تبدیل نہیں کیا۔ لہذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ آئین کے آرٹیکل 115 کے تحت انھوں جو اعتراض کیا ہے یہ درست نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اس پر کوئی اور صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں عبدالستار: جی جناب والا!

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس پر بہت طویل بحث ہو گئی ہے اور جس طرح آپ محترم لاء منسٹر صاحب کی تقریر سے جلدی سیراب ہو گئے تھے۔ اسی طرح آپ کی دو بہت مفصل اور مدلل تقریروں کے بعد میرا خیال ہے کہ مزید کوئی ضرورت تو نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی نکتہ تابش الوری صاحب اور جناب ظفر علی شاہ صاحب کی نظر سے رہ گیا ہے اور آپ اس کی جانب توجہ دلانا چاہتے ہیں تو آپ بھی ضرور بات کریں۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم: میں بھی بات کروں گا۔

میاں عبدالستار: جناب والا! میں بات کرنا چاہتا ہوں، ارشد عمران سلہری صاحب بات کرنا چاہتے ہیں عثمان ابراہیم صاحب بات کرنا چاہتے ہیں میاں فضل حق صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: دیکھیں میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے جو بھی بات کرنی ہے ایک بجے تک کر لیں۔

میاں عبدالستار: جناب والا! یہ تو ہمارا right ہے کہ ہم یہ بتا سکیں۔

جناب سپیکر: نہیں right آپ کا بھی ہے اور right میرا بھی ہے کہ اس کے لیے میں 180 کے

تحت وقت مقرر کر دوں۔ بہت وقت ہو گیا ہے اور دیکھیں کہ تین گھنٹے سے یہ بحث جاری ہے۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! پھر آپ کو یہ بات پہلے کہنی چاہیے تھی کہ ایک گھنٹہ یا دو گھنٹہ ہو گا۔

جناب سپیکر، آپ مختصر بات کیجیے۔

میاں عبدالستار، شکریہ جناب سپیکر! کہ آپ نے مجھے Money Bill 1995 پر بات کرنے کی اجازت دی ہے جو کہ Punjab Finance Act 1995 کے نام سے introduce کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! جو بجٹ تقریر محترم وزیر خزانہ نے فرمائی تھی اس میں یہ بتایا گیا تھا کہ Money Bill کے ذریعے ٹیکسز کی تفصیل علیحدہ دی گئی ہے اور اس وقت تک جو سامنے ہیں یہ تقریباً 60 کروڑ روپے کے نئے ٹیکس جو کہ مجموعی طور پر نئے اور اضافی شدہ ٹیکس ملا کر ایک ارب 48 کروڑ بنتے ہیں۔ جناب سپیکر! جو بجٹ پیش کیا گیا تھا وہ 72 ارب، 28 کروڑ روپے کا تھا اور یہ بتایا گیا تھا کہ یہ بجٹ 2.50 ارب روپے کا فاضل بجٹ ہے۔ جسے ترقیاتی پول میں ڈالا گیا جناب سپیکر! یہ ٹیکس لگانے پر ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوتا اگر یہ ترقیاتی فنڈ کے لیے استعمال ہونے ہوتے اور جو پنجاب حکومت کا past conduct ہے وہ بالکل bonafide ہی ہوتا۔ جناب والا! پچھلے سال 30 کروڑ کے ٹیکس لگائے گئے اور خیال تھا کہ یہ ٹیکس پنجاب کی عوام کی فلاح کے لیے لگائے گئے ہیں اور عوام پر ہی خرچ کیے جائیں گے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ وہ 30 کروڑ روپے کے جو ٹیکس لگائے گئے تھے وہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ کے لیے جہاز اور ہیلی کاپٹر خریدنے پر خرچ کر دیے گئے۔ جناب سپیکر! اگر پنجاب حکومت کا یہ past conduct ہے کہ ٹیکس لگا کر غریبوں کے خون پسینے سے ان کی کمائی چھین کر ان کے منہ سے سوکھی روٹی کا نوالہ چھین کر اگر ہم نے اپنی عیاشیوں پر ہی خرچ کرنے ہیں تو اب یہ جو ایک ارب 48 کروڑ روپے کے ٹیکس proposed کیے گئے ہیں میں اس کی مخالفت کرتا ہوں اور میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جو ایک ارب 48 کروڑ روپے کے ٹیکس جو کہ اضافی ٹیکس اور نئے ٹیکسوں کی صورت میں لگائے گئے ہیں۔ یہ پنجاب کے غریب عوام اور پنجاب کے مزدوروں پر پنجاب کے کسانوں پر یہ بوجھ ہے۔ جناب سپیکر! اور آج جو لوگ پہلے ہی وفاقی ٹیکسوں کے ذریعے اور مہنگائی کے نیچے دبے چلے جا رہے ہیں۔ جب کہ یہاں پر واپڈا کے ذریعے بھی ٹیکس لگا دیے ہیں، پانی بجلی اور ٹیلیفون کے ٹیکس بھی بڑھائے جا رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ ٹیکسوں کا یہ انبار پنجاب کے غریب عوام پر لگایا جا رہا ہے یہ پنجاب کے عوام کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔ جناب سپیکر! جہاں تک یہ فنانس بل کا تعلق ہے میں اس

کی طرف آتا ہوں۔ پنجاب فنانس ایکٹ ۱۹۷۳ء اور پنجاب فنانس ایکٹ ۱۹۷۷ء اور پنجاب فنانس ایکٹ ۱۹۷۸ء اور ان میں ترامیم کے ذریعے سے ٹیکس لگائے گئے ہیں اور جناب سپیکر جو نئے ٹیکس لگائے گئے ہیں - ان میں چیکوں پر' اشتہارات پر' اور Punjab education and infrastructure development cess لگایا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت پنجاب پر پہلے ہی ٹیکسوں کا بہت بوجھ ہے۔ وفاقی حکومت نے بہت سارے ٹیکس لگائے ہیں - اب جو سٹیمپ ایکٹ کی صورت میں مختلف ٹیکس بڑھائے گئے ہیں اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ خاص طور پر affidavit کے پانچ روپے کی بجائے دس روپے کر دیے گئے ہیں غریب آدمی پر یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ میں یہاں پر یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ پراپرٹی ٹیکس کی گفٹ کی صورت میں پہلے بہت کم رقم تھی' لیکن جناب سپیکر! اب یہ بغیر کسی وجہ کے اتنے زیادہ بڑھا دیے گئے ہیں میں اسے پڑھ بھی دیتا ہوں۔ آرٹیکل ۳۳ ہے - اور سیریل نمبر ۲۶ پر ہے - جہاں شہری جائیداد پر ۷ فیصد ٹیکس مزید بڑھایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جو زرعی زمین ہے اس پر بھی ٹیکس ہے اور وار ثان اگر گفٹ کی صورت میں جائیداد دیتے ہیں اس پر بھی ٹیکس ہے۔ جناب سپیکر! یہ عجیب بات ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی پراپرٹی کسی سروس کے ذریعے' کسی محبت کے ذریعے کسی غریب آدمی کے نام پر لگانا چاہتا ہے تو اس کو بھی جناب والا! گفٹ کی صورت میں ٹیکس لگایا گیا ہے۔ جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ یہ پارٹنر شپ promissory notes پر اور acknowledgement پر ٹیکس لگائے گئے ہیں یہ بہت بڑی زیادتی ہے اور سب سے بڑی زیادتی یہ کی گئی کہ پیپلز پارٹی کی حکومت میں' جناب سپیکر! ۱۹۷۳ء میں پنجاب فنانس ایکٹ کی صورت میں اس وقت جو بل پیش کیا گیا جس میں کاٹن پر دو روپے من کے حساب سے ٹیکس لگایا گیا تھا۔ اور ۱۹۷۳ء سے لے کر ۱۹۹۵ء تک کسی نے بھی پنجاب کے غریب کسانوں کے ساتھ اس قسم کا کوئی ظلم نہیں کیا اور اب یہ مژدہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے سنایا ہے۔ پیپلز پارٹی اور ونٹو گروپ کے ملنے سے جو پی ڈی ایف بنا ہے اس حکومت کی طرف سے پنجاب کے کسانوں پر اور cotton grower پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ اور یہ ٹیکس ۲ روپے فی من سے بڑھا کر ۴ روپے فی من کر دیا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ بنک کے جو چیک ہیں اس پر سنٹر کی طرف سے بھی ایکسائز ڈیوٹی لگی ہوئی ہے۔ اور اب مزید قیامت یہ برپا کر دی گئی ہے کہ ۲۵ پیسے فی چیک پنجاب حکومت نے بھی ٹیکس لگا دیا ہے۔ ابھی سید ظفر علی شاہ بات کر رہے تھے۔ میں

اس بات کو دہرانا نہیں چاہتا یہ جو ہے concurrent list میں ہے اور یہ سنٹر کی لسٹ ہے چیکوں پر ٹیکس لگانا یا ایکسائز ڈیوٹی لینا یہ سنٹر کا کام ہے لیکن یہاں پر پنجاب نے یہ کام شروع کر دیا ہے۔ جناب سپیکر! یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ جہاں تک جناب سپیکر اشتہارات کا تعلق ہے 'ہر وہ اشتہار جو کہ اخبارات میں' periodicals میں دوسرے رسالوں میں دیا جائے گا اس پر ایک نیا ٹیکس لگایا گیا ہے جو کہ ۵ فیصد کی صورت میں ہے۔ اسی طرح ریڈیو' ٹیلی ویژن پر جتنے بھی اشتہارات آئیں گے ان پر ٹیکس ہو گا۔ جناب سپیکر! یہ indirect ٹیکس ہے جو کہ غریبوں پر لگے گا۔ اگر کسی اخبار میں کوئی اشتہار آتا ہے' ٹیلی ویژن پر کوئی سرمایہ دار اشتہار دیتا ہے' کاروباری آدمی اشتہار دیتا ہے' کوئی صنعت کار دیتا ہے تو وہ اس کا بوجھ indirect عوام پر ہی ڈالتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے اخبارات پر ایک طرح کی قدغن لگا دی گئی ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنا صحافتی کردار ادا نہ کر سکیں۔

جناب سپیکر! یہ ایک عجیب سلسلہ ہے کہ جس وقت اس سے پہلے ۱۹۷۲ء سے لے کر ۱۹۷۷ء تک پیپلز پارٹی کی حکومت تھی تو اس وقت بھی جناب سپیکر! اخبارات پر قدغن لگا دی گئی تھی' اخبارات پر پہرے بٹھا دیے گئے تھے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق نہیں لکھ سکتے تھے۔ جناب سپیکر! آپ خود بھی صحافی رہے ہیں' لکھنے پڑھنے والے ساتھی ہیں لیکن میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اس وقت بھی یہ بات ہوئی اور آج پھر اخبارات پر رسالوں پر جرائد پر دوبارہ indirect طریقے سے قدغن لگا دی گئی ہے تاکہ وہ آزادی کے ساتھ کام نہ کر سکیں۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ اشتہارات پر ٹیکس کسی صورت میں بھی نہیں لگنے چاہییں۔

جناب سپیکر! ابھی محترم وزیر قانون Punjab education and infrastructure development cess کے بارے میں فرما رہے تھے کہ یہ ٹیکس جو اکٹھا کیا جائے گا یہ ہم نے خرچ نہیں کرنا' یہ پنجاب حکومت خرچ نہیں کرے گی بلکہ اسے فروغ تعلیم کمیٹیوں کے سپرد کر دیا جائے گا اور فروغ تعلیم کمیٹیاں آزاد ہوں گی کہ وہ جس طریقے سے چاہیں اسے خرچ کریں۔ جناب سپیکر! فروغ تعلیم کمیٹیوں کے structure کو آپ دیکھیں تو اس میں حکومتی پارٹی کے کارکنوں کو شامل کیا جا رہا ہے۔ فروغ تعلیم کمیٹیوں کی صورت میں جو کمیٹیاں بنائی جائیں گی وہ سیاسی طور پر کام کریں گی اور یہ جو غریبوں پر لگائے گئے ٹیکس جو کہ اکثر انے کی صورت میں ایکسپورٹ ٹیکس کی صورت میں ہو گا جو کہ کسانوں پر ٹیکس ہو گا۔ جناب سپیکر اس سے حکومتی پارٹی کے اراکین جو ہیں' کارکن جو ہیں وہ اپنی من مانیوں پر خرچ کریں گے اپنے سیاسی معاملات کو اپنے سیاسی اثر و رسوخ کو بڑھانے کے لیے کام

کریں گے ۔ میری یہ گزارش ہے کہ یہ جو educational cess لگایا گیا ہے' کاش یا تو وزیر قانون یہ کہتے کہ ہم اسے غریب بچوں کو کتابیں دینے پر خرچ کریں گے۔ کاش یہ کہتے کہ ہم ان کو تختیاں سپلائی کرنے پر کریں گے ' ان کو ٹاٹ دینے پر خرچ کریں گے لیکن ایسی بات نہیں کی گئی۔ فروغ تعلیم کمیٹیاں بنانے کی صورت میں جو یہ فنڈ خرچ ہو گا یہ سارا کا سارا پیپلز پارٹی اور وٹو گروپ کے جو لوگ ہیں وہ اپنے گھروں میں لے جائیں گے ۔ اس طرح یہ سارا کا سارا پیسہ ضائع جائے گا۔ جناب سپیکر! ان معروضات کے ساتھ میں اس فنانس بل کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، مہربانی۔ محترم بیرسٹر عثمان ابراہیم اور محترم میاں عمران مسعود بھی تقریر کرنا چاہتے تھے لیکن انہوں نے کمال ہوشیاری سے اپنے سارے پوائنٹ میاں عبدالستار صاحب کو دے دیے اور انہوں نے وہ بھی بیان کر دیے۔ اس کے باوجود کل جب ضمنی بجٹ پر بحث ہو گی تو اس پر انہیں خاص طور پر موقع دیا جائے گا۔ میں ان کا بہت شکر گزار ہوں کہ وہ اس وقت تقریر کرنے پر اصرار نہیں کر رہے ۔ اور اب

Motion moved and the question is -

> That that Punjab Finance Bill 1995, as introduced in the Assembly, be taken into consideration at once

(The motion was carried)

Clause2

MR SPEAKER: Clause 2 of the Bill is under consideration. An amendment has been received in it from the Minister for Law and Parliamentary Affairs. He may please move it.

MINISTER FOR LAW: Mr Speaker, I seek your permission to move the amendment under Rule 85 (2).

MR SPEAKER: Yes, please move the amendment.

MINISTER FOR LAW: Mr Speaker, I move:-

> That in Clause 2 of the Bill, as introduced in the Assembly--

(i) in Sub- Clause (26), in the proposed Article 33 of the principal Act, the words "or any instrument evidencing an agreement or transaction" occurring in lines 1-2, be deleted.

(ii) in para (iii) of Sub- Clause (31), the words "wherever occuring" be. deleted.

(iii) In Sub-Clause (35), for the brackets and letter "(a) the brackets, letter and words "(a) when payable on demand--", be substituted.

MR SPEAKER: The amendment moved is.

That in Clause 2 of the Bill, as introduced in the Assembly--

(i) In Sub-Clause (26), in the proposed Article 33 of the principal Act, the words "or any instrument evidencing and agreement or transaction" occurring in lines 1-2, be deleted.

(ii) in para (iii) of Sub-Clause (31), the words "wherever occurring"be, deleted

(iii) In Sub-Clause (35). for the brackets and letter"(a) the brackets, letter and words "(a)when payable on demand--", be substituted

MR SPEAKER: No body has opposed the amendment. The amendment moved and the question is -

That in Clause 2 of the Bill as introduced in the Assembly--

(i) in Sub-Clause (26). in the proposed Article 33 of the principal Act, the words "or any instrument evidencing an agreement or

transaction" occurring in lines 1-2, be deleted

(ii) in para (iii) of Sub-Clause (31), the words "wherever occurring"be, deleted,

(iii) in Sub-Clause (35), for the brackets and letter" (a) , the brackets , letter and words "(a) when payable on demand--", be subsituted

(The motion was carried)

MR SPEAKER: The question is:-

That Clause 2 of the Bill as amended do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Clause 3

MR SPEAKER: Now, Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:-

That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Clause 4

MR SPEAKER: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration Since there is no amendment in it, the question is:-

That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Clause 5

MR SPEAKER: Now, Clause 5 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is .-

That Clause 5 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Clause 6

MR SPEAKER: Now, Clause 6 of the Bill is under consideration.

Since there is no amendment in it, the question is:-

"That Clause 6 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Clause 7

MR SPEAKER: Now, Clause 7 of the Bill is under consideration

Since there is no amendment in it, the question is:-

That Clause 7 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Clause 8

MR SPEAKER: Now, Clause 8 of the Bill is under consideration.

Since there is no amendment in it, the question is:-

That Claus 8 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

First schedule

MR SPEAKER: Now, First schedule of the Bill is under consideration Since there is no amendment in it, the question is -

That the First Schedule of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Clause 1

MR SPEAKER: Now, Clause1 of the Bill is under consideration.

Since there is no amendment in it, the question is :-

That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Preamble

MR SPEAKER: Now, the Preamble of the Bill is under consideration.

Since there is no amendment in it, the question is :-

That Preamble of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Long Title

MR SPEAKER: Now, the Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, it becomes part of the Bill.

Minister for Law and Parliamentary Affairs!

MINISTER FOR LAW: Mr Speaker Sir ! I move :-

That the Punjab Finance Bill, 1995 be passed.

MR SPEAKER: The motion moved is :-

That the Punjab Finance Bill, 1995 be passed.

MR SPEAKER: Nobody has opposed the motion. Now, motion moved and the question is :-

That the Punjab Finance Bill, 1995 be passed.

(The motion was carried)

The Bill was passed

جناب سپیکر، جناب فنانس منسٹر آپ کچھ کہنا چاہ رہے ہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی --

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! ابھی جب ووٹنگ ہو رہی تھی۔ تو ہمارے وزیر زراعت ڈیسک کو اس طرح پیٹ رہے تھے جیسے دھوبی دھوبی خانے میں کپڑوں کو پیٹتا ہے۔

MR SPEAKER: Point of order is not in order.

وزیر زراعت: ابھی باشی خان صاحب کہہ رہے تھے کہ وزیر زراعت ڈیسک کو پیٹ رہے تھے میں تو ان کی ہمسائیگی میں بیٹھا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں نہیں۔ جی --- اچھا ٹھیک ہے۔ کاٹن فیس کی صحیح اطلاع دے دی گئی ہے اور وہ ہاؤس میں رکھ دی گئی ہے۔ جی جناب وزیر خزانہ۔

وزیر خزانہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ()

جناب سپیکر! کل اس معزز ایوان نے پنجاب حکومت کا ۹۶-۱۹۹۵ء کا بجٹ منظور کیا۔ آج اس ایوان میں ۹۶-۱۹۹۵ء کا فنانس بل منظور کیا گیا۔ میں پورے ایوان کا تہ دل سے شکرگزار ہوں کہ ان کے تعاون کے بغیر یہ ممکن نہیں تھا۔ حتیٰ کہ میں سمجھتا ہوں کہ میرے جو بھائی اپوزیشن بنچوں پر بیٹھے ہوئے ہیں ان کے تعاون کے بغیر بھی یہ ممکن نہ ہوتا۔ میں ان کا اس بات پر بھی شکرگزار ہوں کہ ہماری درخواست پر انھوں نے بھرپور دل چسپی لی۔ پورے اجلاس کی کارروائی میں انھوں نے حصہ لیا۔ انھوں نے بڑی تعمیری تنقید بھی اس بجٹ پر کی۔ میں ان کی اس تعمیری تنقید کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ ہمارے حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہوئے بھائیوں نے جہاں ہماری سپورٹ میں یہاں باتیں کی ہیں وہاں انھوں نے چند تعمیری تجاویز بھی ہمیں پیش کی ہیں۔ میں اس معزز ایوان کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ انھوں نے جو بھی تعمیری تجاویز یہاں پر پیش کی ہیں ان پر ہم آئندہ مالی سال میں بھرپور توجہ دینے کی کوشش کریں گے۔ میں اس معزز ایوان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ جس طریقے سے انھوں نے بجٹ پر تقاریر کی ہیں' چاہے وہ اپوزیشن کے ہوں چاہے سرکاری بنچوں کے ہوں' چونکہ وہ عوام کے نمائندے ہیں انھوں نے اپنا حق نمائندگی بڑے بھرپور انداز میں ادا کیا ہے۔ یہ میرے بھائی قابل ستائش ہیں۔ میں ان کو سلام پیش کرتا ہوں اور آخر میں ان کا دل کی گہرائیوں سے دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کے تعاون کے بغیر یہ بجٹ پاس کرنا ہمارے لیے ممکن نہ ہوتا۔ انھوں نے ہمارے ساتھ بے پناہ تعاون کیا ہے۔ میں ان کا بہت شکرگزار ہوں اور دعاگو ہوں کہ انشاء اللہ آئندہ آنے والے وقت

میں بھی یہی ہماری رہنمائی کرتے رہیں گے۔ ہم ان کی رہنمائی میں ترقی کی منزلیں طے کرتے رہیں گے۔ بہت بہت شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، جناب قائد ایوان! آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی، کھوسہ صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! اب تک چونکہ فنانس بل پر بحث ہو رہی تھی اور تقاریر ہو رہی تھیں۔ میں نے اس وقت قطعاً مناسب نہیں سمجھا کہ میں کسی قسم کی مداخلت کروں۔ چونکہ اب وہ فنانس بل کا passage ہو چکا ہے اور آپ اس وقت میاں منظور احمد وٹو صاحب کو خطاب کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ ان کی یہاں موجودگی سے میں آپ کی وساطت سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ میں نہیں، آپ نہیں، سارا ملک دیکھ رہا ہے جناب سپیکر، اس وقت کراچی میں جو صورت حال بنی ہوئی ہے۔ پنجاب کے پالیسی میکر آج یہاں اتفاق سے موجود ہیں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ ان کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیں کراچی کی صورت حال پر اور خاص طور پر پنجاب کی طرف سے جو پولیس وہاں بھیجے جانے پر غور کیا جا رہا ہے، ان دو موضوعات پر بحث کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ ہم اس پر پالیسی decision لے سکیں۔

جناب سپیکر، بحث کی اجازت تو اس موقع پر نہیں دی جا سکتی۔ البتہ آپ نے سوال اٹھایا ہے۔ آپ نے ایک بات کی ہے۔ وہ سن رہے ہیں۔ وہ مناسب موقع پر اس کی وضاحت کر سکتے ہیں۔ جناب قائد ایوان! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں یا میں اجلاس ملتوی کر دوں؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، میں آپ کی interpretation سے تھوڑا سا اختلاف کرتا ہوں جو آپ نے میرے الفاظ کو interpret کیا ہے۔ بحث کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنا موقف بیان کرنا چاہتے ہیں جس کے بعد ہم ان کی پالیسی سٹیٹمنٹ سننا چاہیں گے۔ ہمیں اپنا موقف بیان کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر، نہیں، بحث کی اجازت تو اس وقت بالکل نہیں ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! ہاؤس کی کارروائی، جو ایجنڈا تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔ ہم نے

لا منسٹر کی یہ فرمائش قبول کر لی۔ ہم نے اپنے سپیکر cut کر دیے۔ تین بجے تک اجلاس چلنا ہے۔

جناب سپیکر، ضروری نہیں ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! تین بجے تک کا ٹائم دیا ہوا ہے۔ ہم آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر، ٹائم اس طرح نہیں ہوتا۔ اگر کارروائی ختم ہو گئی ہے اور ایک کام finalise ہو گیا ہے تو ضروری تو نہیں ہے کہ ہاؤس کو آگے چلایا جائے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! ہاؤس کا ٹائم ہے۔

جناب سپیکر، آپ نے ایک موضوع پر بحث کی اجازت چاہی ہے۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ میں نے اجازت نہیں دی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! اس صورت میں پھر ہم وزیر اعلیٰ کی تقریر کیا سنیں گے؟ ہم کیا ان سے توقع کریں گے۔ ہم احتجاجاً واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس مرحلے پر فاضل اراکین حزب اختلاف ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

(قطع کلامیاں۔۔۔شور)

جناب سپیکر، اس طرح زیر بحث لانے کا طریقہ نہیں ہے۔ جناب قائد ایوان! آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟ I call the House to order.

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر! آپ نے مجھے اظہار خیال کا موقع دیا ہے۔ آپ نے مہربانی فرمائی ہے۔ بجٹ پاس ہو چکا ہے۔ فنانس بل پاس ہو چکا ہے۔ لیکن ایک مرحلہ ابھی باقی ہے کہ کل سپلیمنٹری بجٹ پر بحث ہے اور پرسوں انتیس تاریخ کو سپلیمنٹری گرانٹس ہاؤس کے سامنے پیش کی جائیں گی اور یہ ایوان اس کی منظوری دے گا۔ ہمارے محترم فنانس منسٹر صاحب نے اظہار خیال فرمایا ہے اور ایوان کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اور میں اس کے باوجود کہ سپلیمنٹری گرانٹس ابھی پاس ہونی ہیں، میرا خیال تھا کہ میں یہاں اظہار خیال کروں اور بجٹ کے حوالے سے اور حکومت پنجاب کی ترجیحات کے حوالے سے اور ہمارے آئندہ پروگرام کے حوالے سے میں بات کروں۔ معزز ایوان کا شکریہ ادا کروں اور آئندہ کے پروگرام کے بارے میں ہم ان کی رہنمائی حاصل کرنے کے لیے ان کو اعتماد میں لیں۔ لیکن ہمارے معزز اراکین

حزب اختلاف نے ایک پروگرام کے تحت اس وقت جب کہ ان کے تعاون اور مہربانی کی وجہ سے پاس ہو چکا ہے' فنانس بل پاس ہو چکا ہے' انھوں نے بائیکاٹ کیا ہے۔جناب سپیکر! انھیں چاہیے تھا انھوں نے یہ نکتہ اچانک اٹھایا ہے۔ نہ یہ بات ایجنڈے پر تھی نہ انھوں نے آپ کو لکھ کر دیا ہے کہ اس پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ انھیں چاہیے تھا کہ وہ پارلیمنٹیرین کی طرح آپ کو لکھ کر دیتے کہ یہ معاملہ ہے اس پر ہم بات کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ٹریژری بنچز کو اعتماد میں لیتے اور اس کے لیے آپ فیصلہ دیتے ۔ لیکن اچانک انھوں نے سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب نے جو اس وقت قائم مقام قائد حزب اختلاف کا رول ادا کررہے ہیں' انھوں نے اچانک یہ بات کی اور آپ کے فیصلے کے انھوں نے اجلاس سے واک آؤٹ کیا جس کا کوئی جواز نہیں تھا۔ وہ یہاں پر بیٹھے ہوتے اور میں آج کے حالیہ اجلاس کے حوالے سے یہاں بات کرنا چاہتا تھا۔ اور میں حکومت کی ترجیحات کے حوالے سے بات کرنا چاہتا تھا ۔ لیکن اب میری خواہش ہے جناب سپیکر! کہ ۲۹ تاریخ کو سپلیمنٹری گرانٹس پر رائے شماری ہونے کے بعد میں اس پر اظہار خیال کروں گا اور مجھے امید ہے کہ ہمارے معزز اراکین حزب اختلاف بھی اس ہاؤس میں تشریف رکھیں گے ۔ تاکہ ان کی موجودگی میں' میں حکومت کی ترجیحات کے حوالے سے ' حکومت کے پروگرام کے حوالے سے اور ہماری لوگوں کی بھلائی کے کاموں کے حوالے سے اس بجٹ میں جو تجاویز دی گئی ہیں ۔ اس معزز ایوان نے جن کی منظوری دی میں اس کے حوالے سے بات کرسکوں ۔ میں جناب سپیکر! آپ کا آپ کی مہربانی کے لیے 'آپ کے تعاون کے لیے اور اسمبلی کی کارروائی کو بہتر انداز میں اور خوبصورت انداز میں conduct کرنے کے لیے غیر جانبدارانہ انداز میں اور باوقار انداز میں اسمبلی کی کارروائی کو conduct کرنے کے لیے اور اس بجٹ کو پاس کرنے میں جس طریقے سے آپ نے محنت کی اور آپ نے مہربانی فرمائی میں اس کے لیے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر ، اب اجلاس کل صبح نو بجے کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے ۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی کل مورخہ ۲۸ جون ۱۹۹۵ء صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی ہو گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکیسواں اجلاس)

بدھ، 28 - جون 1995ء

(چہار شنبہ، 28 محرم الحرام 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس، اسمبلی چیمبر، لاہور میں 9:00 بجے صبح زیر صدارت جناب سپیکر محمد حنیف رامے منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

لَقَدْ

أَنْزَلْنَآ إِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٠﴾ وَكَمْ قَصَمْنَا

مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿١١﴾

فَلَمَّآ أَحَسُّوْا بَأْسَنَآ إِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿١٢﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَ

ارْجِعُوْٓا إِلٰى مَآ أُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿١٣﴾

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿١٤﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰهُمْ حَتّٰى

جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿١٥﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْأَرْضَ

وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿١٦﴾

سورۃ الانبیاء، آیات 10 تا 16

ہم تمہارے پاس ایسی کتاب بھیج چکے ہیں کہ اس میں تمہاری نصیحت موجود ہے کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے اور ہم نے بہت سی بستیاں جہاں کے رہنے والے ظالم تھے غارت کر دیں اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کر دی سو جب ان ظالموں نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو اس بستی سے بھاگنا شروع کیا بھاگو مت اور اپنے سامان عیش کی طرف اور اپنے مکانوں کی طرف واپس چلو شاید تم سے کوئی پوچھے پاچھے اور وہ لوگ کہنے لگے کہ ہائے ہماری کم بختی بے شک ہم لوگ ظالم تھے سو ان کی یہی غل پکار رہی حتیٰ کہ ہم نے ان کو ایسا کر دیا جس طرح کھیتی کٹ گئی ہو اور آگ ٹھنڈی ہوگئی ہو اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں۔

وما علینا الا البلاغ o

پوائنٹ آف آرڈر

اخبار میں ارکان اسمبلی کے متعلق توہین آمیز ریمارکس

سید محمد عارف حسین بخاری ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، فرمایے ۔

سید محمد عارف حسین بخاری ، جناب سپیکر! آپ اس معزز ایوان کے کسٹوڈین ہیں' اراکین کی عزت کے محافظ ہیں۔ میں ایک واقعہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ کل روز نامہ "صداقت" نے پنجاب اسمبلی کی رنگین تصویر کے ساتھ صفحہ اول پر ایک فیچر شائع کیا ہے اور اس فیچر میں پنجاب اسمبلی کے بیشتر اراکین کا گھگو' گھوڑے' لوٹے' گونگے' بہرے' جیسے ہتک آمیز الفاظ سے ذکر کیا ہے اور اس پر ہی اکتفا نہیں کیا ۱۵۶ اراکین کی لسٹ شائع کی ہے جس میں ان کے اسماء گرامی' ان کے حلقہ کا نمبر' ان کی جماعتی وابستگی اور اس کے بعد یہ ریمارکس کہ یہ گونگا ہے' یہ لوٹا ہے' یہ فلاں ہے۔

جناب والا! یہ اس معزز ایوان کے اراکین کو بے وقار کرنے کی ایک بھونڈی سازش ہے اور یہ زرد صحافت ہے بلکہ اخلاق کے دیوالیہ پن کا مظہر ہے۔ براہ کرم نوٹس لیں اور اس ایوان کے تقدس کے پیش نظر مناسب کارروائی فرمائیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر ، ازراہ کرم اگر آپ کے پاس وہ اخبار ہے تو مجھے میرے چیمبر میں کسی وقت دے دیجیے۔ میں آج پریس گیلری کے صدر صاحب اور سیکرٹری صاحب کو بلاؤں گا اور اس سلسلے میں ان سے بات کروں گا۔

سید محمد عارف حسین بخاری ، جی میں انشاء اللہ اخبار پیش کروں گا۔

کورم کا سوال

جناب منشاء اللہ بٹ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں اس بات پر تو جناب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ آپ ٹھیک ۹ بجے تشریف لے آئے اور ہمارے اجلاس بھی آج کل ٹائم پر شروع ہوتے ہیں۔ لیکن اس وقت ہاؤس میں کورم نہیں ہے اور یہ نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے کہ آپ بھی تشریف لائے ہوتے ہیں' دوست بھی آئے ہوتے ہیں لیکن جو دوست نہیں آئے اس لحاظ سے میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ اس وقت ہاؤس میں کورم نہیں ہے۔

جناب سپیکر ، گنتی کی جائے۔؟ گنتی کی گئی ہاؤس میں کورم نہیں ہے۔ پانچ منٹ کے لیے گھنٹی بجائی جائے۔

(پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی گئیں)

جناب سپیکر، پانچ منٹ گزر گئے گنتی کی جائے۔

(گنتی کی گئی)

کورم نہیں ہے لہذا اجلاس آدھ گھنٹے کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(9 بج کر 15 منٹ پر اجلاس آدھ گھنٹے کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔)

(آدھ گھنٹے کے وقفہ کے بعد 9-45 پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر ، گنتی کی جائے۔

(گنتی کی گئی)

جناب سپیکر ، کورم نہیں ہے۔ لہذا اجلاس شام 4-00 بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(ہاؤس کی کارروائی شام 4-00 بجے تک کے لیے ملتوی ہوئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکیسواں اجلاس)

بدھ 28-جون 1995ء

(چہار شنبہ 28-محرم الحرام 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں سہ پہر 4 بج کر 5 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ O

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوا ۖ
فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ أَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾
اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ
مُّعْرِضُونَ ﴿١﴾ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ
وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿٢﴾ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ۗ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ
هَلْ هٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٣﴾
قٰلَ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٤﴾

سورہ طٰہٰ آیت 135

سورۃ الانبیاء آیات 1 تا 4

تم فرماؤ سب راہ دیکھ رہے ہیں تو تم بھی راہ دیکھو تو اب جان جاؤ گے کہ کون ہیں سیدھی راہ والے اور کس نے ہدایت پائی۔

لوگوں کا حساب نزدیک اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہیں جب ان کے رب کے پاس سے انہیں کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے نہیں سنتے مگر کھیلتے ہوئے ان کے دل کھیل میں پڑے ہیں اور ظالموں نے آپس میں خفیہ سرگوشی کی کہ یہ کون ہیں ایک تمہی جیسے آدمی تو ہیں کیا جادو کے پاس جاتے ہو دیکھ بھال کر نبی نے فرمایا میرا رب جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں ہر بات کو اور وہی ہے سنتا جانتا۔

وما علینا الا البلاغ ٥

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر : اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔سیکرٹری اسمبلی۔

پیر شجاعت حسنین قریشی

سیکرٹری اسمبلی (ڈاکٹر سید ابوالحسن نجمی) : پیر شجاعت حسنین قریشی' ایم پی اے لکھتے ہیں کہ،

I could not attend the 2 previous sessions due to my personal problems I shall be grateful if the leave is granted for three days i.e lst and 2nd June and 17th May, 1995.

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

میاں ثاقب خورشید

سیکرٹری اسمبلی: میاں ثاقب خورشید' ایم پی اے نے درخواست کی ہے کہ۔

چند گھریلو مصروفیات کی وجہ سے 28 اور 29 جون کے بجٹ کے اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔براہ کرم دونوں ایام کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب انوار الحق

سیکرٹری اسمبلی: جناب انوار الحق' ایم پی اے کی طرف سے کہ

میں ایک ذاتی کام کے سلسلے میں مورخہ 27 اور 28 جون 1995ء کو اسمبلی کے اجلاس میں حاضر نہ ہو سکوں گا اس لیے رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ،

مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر : اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔

جناب ایس اے حمید : جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر ۔ مجھے آپ کے سیکرٹریٹ کی طرف سے ایک مراسلہ ملا ہے ۔ ہم نے ایک قرارداد بھجوائی تھی کہ وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کی جائے کہ وہ پنجاب پولیس کو کراچی نہ بھجوائے ۔ اس کے جواب میں جو مجھے مراسلہ ملا ہے ۔ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ اس پر بحث مفاد عامہ کے خلاف ہے اور جناب سپیکر نے قاعدہ 95 کے تحت اس کی رضامندی نہیں دی۔ جناب سپیکر! مفاد عامہ کے خلاف بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ قوم کے مفاد میں بات ہے۔

جناب سپیکر : اگر اس کی اجازت ہو سکتی تو اجازت دے دیتے آپ میرے پاس تشریف لائیں ۔ میں آپ کو عرض کر دوں گا۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! یہ قواعد کی بات تو نہیں ہے ۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ ایک بات سانحہ مشرقی پاکستان جس کی بنیاد پنجاب سے نفرت کی بنیاد پر رکھی گئی تھی۔

جناب سپیکر : حمید صاحب! اس طرح اس پر بحث نہیں ہو سکتی ۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! اس طرح تو آپ ہر چیز کو اپنے چیمبر میں kill کرتے جائیں گے ۔ پھر ہمارا ایوان میں آنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے ۔

جناب سپیکر : جی نہیں ہاؤس میں آنے کا بہت فائدہ ہے ۔ جس بات پر آپ کی خواہش پوری نہ ہو۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر ! اگر اس طریقے سے آپ ہر چیز کو ہاؤس میں kill کرتے چلے جائیں گے تو پھر یہاں ہمیں ہاؤس میں آنے کا فائدہ ہی کوئی نہیں ہے ۔

جناب سپیکر : جی نہیں ہاؤس میں آنے کا بہت فائدہ ہے ۔ اگر کسی بات پر آپ کی خواہش پوری نہ ہو تو آپ کہتے ہیں کہ ہاؤس میں آنے کا کیا فائدہ ہے ۔

جناب ایس اے حمید : اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ پنجاب پولیس کو کراچی نہ بھجوایا جائے تو آپ کہتے ہیں کہ یہ مفاد عامہ میں نہیں ہے ۔ کیا مفاد عامہ میں یہ ہے کہ ایک دوبارہ سانحہ مشرقی پاکستان پیدا کر لیا جائے؟

جناب سپیکر : آپ ایسا سمجھ سکتے ہیں میں ایسا نہیں سمجھتا۔

جناب ایس اے حمید : جناب والا ! کراچی میں خون اور آگ کی ہولی کھیلی جا رہی ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ یہ مفاد عامہ میں بات نہیں ہے۔ پورا ملک کہہ رہا ہے' پورے ملک کے دانشور کہہ رہے' اخبار نویس کہہ رہے ہیں' پوری دنیا کہہ رہی ہے' سیاست دان کہہ رہے ہیں لیکن آپ کہتے ہیں کہ مفاد عامہ میں نہیں ہے۔ جناب سپیکر ! یہاں بات کرنے سے خدانخواستہ مفاد عامہ متاثر نہیں ہوتا۔ اس پر قومی اسمبلی میں بھی بات ہوئی ہے' سینٹ میں بات ہوئی ہے' سرحد اسمبلی میں بات ہوئی ہے جب سب جگہ بات ہو سکتی ہے تو یہاں کیوں نہیں ہو سکتی؟

جناب سپیکر : یہاں بھی ہوئی ہے اور طریقے سے ہوئی ہے۔ ایک مشترکہ قرارداد آپ نے پاس کی ہے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر ! آپ مہربانی کر کے ہمیں اجازت دیں کہ ہم کراچی کے بارے میں بات کر سکیں۔ ہماری زبان بندی نہ کریں۔

جناب سپیکر : آپ ایسی زیادتی نہ فرمایئے۔ آپ اپنی بجٹ کی تقریریں دیکھیے --- میری بات سنیے۔

جناب ایس اے حمید : یہ بجٹ کی بات نہیں ہے بلکہ ہماری قومی سالمیت کا مسئلہ ہے۔ ہم یہاں بجٹ پر بحث نہیں کرنا چاہتے۔ یہ ہمارے ملک کی integrity کا مسئلہ ہے' اس کی solidarity کا مسئلہ ہے' اس کے استحکام کا مسئلہ ہے اور آپ کہتے ہیں کہ اس پر بات نہ کریں۔ تو پھر ہم کیسے بات کریں؟

جناب سپیکر : ایس اے حمید صاحب! آپ میری بات سنیے۔ آپ ایسے بات کریں کہ جب آپ بات کریں گے تو میں سنوں اور جب میں بات کروں گا تو آپ بھی سنیں گے۔ پلیز آپ میری بات سنیے۔ میں نے آپ کو بار بار گزارش کی ہے کہ آپ میری بات بھی سنیے لیکن آپ ایک سوچے سمجھے طریقے سے اپنی بات کرتے چلے جاتے ہیں۔ میں بار بار آپ کو کہتا ہوں اور آپ توجہ نہیں دیتے۔ آپ جیسے سنجیدہ دوست سے' جو کہ اسمبلی کے اندر اچھا contribution کرتا ہے' آپ دلچسپی لیتے ہیں' میں آپ کا احترام کرتا ہوں۔ جناب ایس اے حمید صاحب ! ہر بات کا ایک موقع ہوتا ہے' ہر بات ایک طریقے سے کی جاسکتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں آپ کو موقع نہیں دیتا۔ آپ اپنے سارے بجٹ کے دوران کی

تقریریں اٹھا کر دیکھ لیں کہ کس کس دوست نے اس پر بات کی ہے اور میں نے اسے موقع نہیں دیا ہے ۔ بار ہا دوسری طرف سے یہ کہا گیا کہ یہ یہاں کیسے بات ہو رہی ہے ؟ لیکن میں نے کہا کہ یہ بات امن و امان میں آتی ہے امن وامان پر خرچ اٹھتا ہے ' پولیس پر خرچ ہوتا ہے اور میں نے سب کو اس پر بات کرنے کا موقع دیا ۔ ہم موقع بھی دیتے ہیں ' آپ کو accommodate بھی کرتے ہیں اور اس کے بعد بھی آپ یہی الزام تراشی مسلسل کرتے چلے جاتے ہیں ۔ جیسے یہاں کوئی جلاد بیٹھے ہیں ۔ آپ کی زبان بندی کر دی ہے ۔ آپ کو جتنا موقع ہم دیتے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ کہیں بھی بات کرنے کا اتنا موقع کسی کو دیا جاتا ہے ۔ کل بھی آپ دیکھیے کہ کارروائی شروع ہوئی تو تقریباً 45 منٹ میں نے مختلف دوستوں سے وہ شکایات سنیں جس پر دوستوں نے کہا کہ یہ کس رول کے مطابق ہے ؟ میں نے کہا آخر اسمبلی میں بات کرنے کا موقع ہونا چاہیے ۔ کوئی بات ہو جاتی ہے ' کوئی اس کی یقین دہانی کرا دی جاتی ہے اگر اتفاق رائے سے ایسا ہوتا چلا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ میں نے آپ کو بہت موقع دیا ہے ۔ آپ ایسے نہ کیا کریں ۔ اس طرح سے تو یوں لگتا ہے کہ موقع دینا بھی برا ہے اور موقع نہ دینا بھی برا ہے ۔ آپ نے اگر آخر کار الزام ہی لگانا ہے تو پھر یہاں سے بھی لوگ سوچ سکتے ہیں ' یہاں بیٹھا ہوا آدمی بھی سوچ سکتا ہے کہ آپ نے کون سا کسی بات کا اعتراف کر لینا ہے کہ موقع دیا تھا یا نہیں ۔ آپ نے بالآخر الزام ہی لگانا ہے تو پھر وہ بھی اپنا دل کڑا کر لیں گے ۔ مہربانی سے اگر آپ کو یہ جواب دیا گیا ہے تو اس کے مطابق آپ تشریف لائیے ۔ میرے ساتھ میرے چیمبر میں بات کیجیے ۔ ہاؤس میں اگر اس پر بحث کی اجازت دی جاتی ہوتی تو پھر میں پہلے ہی دے دیتا ۔ اب ہم تحریک استحقاق لیتے ہیں ۔

میاں عمران مسعود : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر : جی میاں عمران مسعود صاحب فرمائیے ۔

میاں عمران مسعود : جناب سپیکر ' میں بہت ہی انکساری اور عاجزی سے ایک مسئلہ آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں ۔ پچھلے دو دن سے اخبارات میں بھی آ رہا ہے اور آج کے اخبار کی اشاعت میں بھی اس سانحے کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے ۔ جناب والا ! مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے ملتان شہر میں جتنے بھی وہاں کے منتخب نمائندے ہیں کسی خاص سازش کے تحت ان کے گھروں کو آگ لگا دی گئی ہے ۔ حاجی محمد بوٹا کے گھر کو آگ لگا دی گئی ' قریشی صاحب کے گھر کو آگ لگا دی گئی ----

جناب سپیکر ، عمران مسعود صاحب ! میری گزارش سنیے کہ یہ تحاریک استحقاق آ رہی ہیں ۔۔۔۔۔

میاں عمران مسعود ، جناب والا ! ہمارے معزز ممبر انصاری صاحب ہیں ان کے گھر کو بھی کل آگ لگا دی گئی ہے اور وہ اس ہاؤس میں موجود ہیں ۔

جناب سپیکر ، عمران مسعود صاحب ان کی تحریک استحقاق آ رہی ہے ۔ لہذا اس پر بحث ہو جائے گی ۔ ابھی آپ تھوڑا انتظار تو کیجیے ۔ آپ فکر نہ کیجیے میں انھیں موقع دوں گا ۔

شیخ محمد انور سعید ، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، شیخ محمد انور سعید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

شیخ محمد انور سعید ، جناب سپیکر ! میں آج آپ کی توجہ ایک ایسے اخبار کی طرف دلانا چاہتا ہوں روزنامہ "صداقت" میں ایک خبر شائع ہوئی ہے ۔۔۔۔۔

جناب سپیکر ، انور سعید صاحب اس پر بھی ایک تحریک استحقاق آئی ہوئی ہے اس پر بات ہو جائے گی ۔ آپ تسلی رکھیے ۔

میاں عبدالستار ، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، جی فرمایے ۔

میاں عبدالستار ، جناب سپیکر ! بہت شکریہ ۔ جناب والا ! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج صبح مال روڈ پر ہائی کورٹ کے قریب ہمارے کچھ مسلم لیگی کارکن جمع تھے اور وہ میاں نواز شریف کے خلاف جھوٹے مقدمات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہے تھے ، انھوں نے ایک جلوس نکالا ہوا تھا کہ اتفاق سے اس وقت سیکرٹری ہوم پنجاب کی گاڑی وہاں سے گزری ۔ ہمارے کچھ کارکن اس گاڑی کے قریب آ گئے لیکن وہاں پر جو ہمارے قائدین موجود تھے انھوں نے ان کارکنوں کو دھکے دے کر اور تھپڑ مار کر گاڑی سے دور بھگا دیا اور یہ کہا کہ ان کے ساتھ ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے اور ان کی گاڑی آرام سے گزر گئی ۔ جناب سپیکر ! جونہی سیکرٹری ہوم کی گاڑی وہاں سے گزری اس کے بعد وہاں پر جو پولیس موجود تھی اس نے کارکنوں پر اندھا دھند تشدد کیا ، لاٹھی چارج کیا ، tear gas پھینکی ، ہوائی فائرنگ کی اور ہمارے 12 کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا ۔ جناب سپیکر ! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ احتجاج کرنا ایک جمہوری ملک میں ہر شخص کا حق ہے اور اس کی آواز کو نہیں دبایا جا سکتا تاوقتیکہ وہ

کوئی غیر قانونی حرکت نہ کرے ۔ جناب سپیکر ! یہ جو آج پولیس نے وہاں پر ہمارے کارکنوں پر تشدد کیا ہے یہ نہایت ہی قابل مذمت ہے اور میں یہاں پر آپ کی وساطت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نواز شریف کے حامیوں کی آواز کو نہیں دبایا جا سکتا ۔ اور یہ وقت نے ثابت کر دیا کہ نواز شریف اس وقت ایک popular آواز بن چکے ہیں ۔ جناب سپیکر ! میں آخر میں یہ بات کہنا چاہوں گا کہ جن ہمارے 12 کارکنوں کو گرفتار کیا گیا ہے انھیں فی الفور رہا کیا جائے اور ان پر کسی قسم کا مقدمہ نہ بنایا جائے ۔۔ اس لیے کہ ان کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے ۔ شکریہ ۔

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیے ۔ وزیر قانون صاحب ! امید ہے کہ آپ نے یہ بات سنی ہو گی جس کی جانب میاں عبدالستار صاحب توجہ دلا رہے ہیں ۔ از راہ کرم اس واقعے کا مناسب نوٹس لیجیے اور اگر وہ لوگ جو گرفتار ہوئے ہیں ان کا کوئی قصور نہیں ہے تو اس سلسلے میں ان کی رہائی کے لیے آپ اپنا اثر و رسوخ استعمال کیجیے گا ۔

میاں عبدالستار : بہت شکریہ ۔

جناب سپیکر : جناب ڈاکٹر محمد شفیق چودھری کی تحریک استحقاق ہے ۔۔۔۔۔

میاں معراج دین : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر : جی بڑے میاں معراج دین صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں ۔

میاں معراج دین : جناب سپیکر ! میرا ایک پوائنٹ آف آرڈر تو میاں عمران مسعود صاحب نے explain کر دیا ہے ۔ دوسری بات میں عرض کر دیتا ہوں کہ آج کے اخبار میں ' میں نے ایک تصویر دیکھی ہے اور مجھے افسوس ہوا ہے کہ اگر کوئی تحریک پیش کرے تو وزیر قانون صاحب کہہ دیتے ہیں کہ یہ اخباری خبر ہے ' مفروضے پر مبنی ہے اس کو ہم نہیں مانتے ۔ لیکن آج تو اخبار نے تصویر شائع کر دی ہے کہ ہوسٹل میں دو شراب کی بوتلیں باہر پڑی ہیں ۔

جناب سپیکر : کون سے ہوسٹل میں ؟

میاں معراج دین : جناب والا ! ایم این اے ہوسٹل میں ۔

جناب سپیکر : تو میاں صاحب آپ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ آپ تشریف رکھیں ۔

میاں فضل حق : جناب سپیکر ! کیا ایم این اے ہوسٹل میں یہ allowed ہے اور یہاں allowed

نہیں ہے؟ آپ کے جواب سے تو یہی لگ رہا ہے۔

جناب سپیکر: جی نہیں۔ میں نے اس لیے کہا ہے کہ انشاء اللہ آج یہ کھچڑی وہاں چل رہی ہو گی۔ اس لیے اسے یہاں مت چلایئے۔ ڈاکٹر محمد شفیق چودھری صاحب! آپ کی اس تحریک استحقاق کے سلسلے میں آج میرے چیمبر میں کافی بات ہوئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ جو بات طے ہوئی تھی اس کے مطابق آپ اجازت دیں گے کہ جیسے وزیر قانون نے وعدہ کیا ہے ایسے کر لیا جائے۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب اگر یقین دہانی کراتے ہیں تو ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: میری موجودگی میں انھوں نے یقین دہانی کرائی ہے۔ اب ہاؤس میں بھی کرا دیتے ہیں۔

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق): جناب سپیکر! ڈاکٹر محمد شفیق چودھری صاحب کی تحریک استحقاق پر آپ کے چیمبر میں بیٹھ کر بھی بات ہوئی ہے۔ مجھے اس سلسلے میں مہلت دے دی جائے میں انشاء اللہ اس معاملے کو resolve کروا دوں گا۔ اور اگر یہ معاملہ resolve نہ ہوا تو اس صورت میں آپ بے شک اسے ایوان میں take up کر لیجیے گا۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ اس وقت تک کے لیے اسے pend کرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب کوئی مدت کا تعین فرما لیں کہ پندرہ دن، بیس دن میں یہ معاملہ resolve کرا دیں گے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب جلد از جلد کر دیں گے۔ میں خود اس کو take up کر رہا ہوں۔ آپ فکر نہ کریں۔ حاجی سعید احمد انصاری صاحب۔ حاجی صاحب آپ کی تحریک استحقاق ہے آپ اسے پیش فرمائیں اور اس کے بعد short statement بھی دے دیں۔

سیاسی مخالفین کا رکن اسمبلی کے گھر کو پٹرول چھڑک کر آگ لگانا

حاجی سعید احمد انصاری: شکریہ جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 25 جون 1995ء کو دوپہر کے وقت جب میرے اہل

خانہ آرام کر رہے تھے میرے سیاسی مخالفین نے اپنے آدمی بھیج کر میرے گھر کو پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی ۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس سے پہلے کہ میرا گھر پوری طرح آگ کی لپیٹ میں آ جاتا میرے اہل خانہ کی بر وقت کوششوں سے آگ پر قابو پا لیا گیا اور مزید نقصان سے بچ گیا ۔ ملتان شہر میں مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے عوامی نمائندوں پر یہ تیسرا حملہ ہے ۔ پہلے حاجی احسان الدین قریشی صاحب ایم پی اے کے گھر کو آگ لگائی گئی پھر حاجی محمد بوٹا صاحب ایم این اے کے گھر کو آگ لگائی گئی۔ اب میرے گھر کو نشانہ بنایا گیا۔ یہ سب کچھ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہو رہا ہے۔ ان واقعات کا تدارک کیا جائے۔ اس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے ۔

جناب سپیکر ، جی شارٹ سٹیٹمنٹ دیجیے ۔

حاجی سعید احمد انصاری ، جناب سپیکر ! جیسا کہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ملتان شہر پاکستان مسلم لیگ میاں نواز شریف کا قلعہ ہے اور وہاں سے منتخب نمائندے سبھی میاں نواز شریف کے سپاہی ہیں جن میں دو ایم این اے اور چار ایم پی اے ہیں ۔ ہمارے گھروں کو اسی لیے نذر آتش کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے کہ ہم زیر ہو جائیں اس جماعت سے استعفیٰ دے دیں یا کسی دوسری پارٹی میں شامل ہو جائیں۔ جناب والا! میں بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہوں لیکن پاکستان مسلم لیگ میاں نواز شریف کا پکا اور سچا ساتھی ہوں۔ اس سے پہلے حاجی احسان الدین کے گھر کو آگ لگائی گئی ابھی وہ شعلے بجھے نہیں تھے کہ حاجی محمد بوٹا صاحب جو ہمارے محترم بزرگ راہنما ہیں اور ملتان کی سیاست کے بے تاج بادشاہ ہیں ان کے گھر کو نذر آتش کر دیا گیا ۔ جناب والا! میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ میری اس تحریک استحقاق کو کمیٹی کے سپرد کیا جائے ۔

جناب سپیکر ، جناب لاء منسٹر صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں ؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق) ، جناب سپیکر! فاضل رکن اسمبلی کے گھر میں آگ لگنے پر مجھے افسوس ہے۔ یہ واقعہ جیسے بھی ہوا اس کے حوالے سے مجھے ان سے ہمدردی ہے البتہ مجھے جو information ملی ہے اس کے مطابق یہ واقعہ تقریباً دوپہر دو بجے کے قریب پیش آیا اور جیسے فاضل رکن نے بھی بتایا کہ آگ پر بر وقت کارروائی سے قابو پانے کی وجہ سے مکان محفوظ رہا ۔ البتہ اس معاملے میں اس واقعہ کا نوٹس لیتے ہوئے انتظامیہ نے

مقدمہ نمبر 126 مورخہ 25-6-95 کو زیر دفعہ 436 ت پ تھانہ دہلی گیٹ میں درج کیا ہوا ہے اور مقدمہ کی تفتیش کی نگرانی ڈی ایس پی کر رہے ہیں اور اس واقعہ کی اہمیت کے پیش نظر کسی جونیئر آفیسر کی بجائے ڈی ایس پی کے ذریعے اس واقعہ کی تفتیش کروائی جا رہی ہے۔ البتہ مجھے یہاں پر یہ عرض کرنا ہے چونکہ اس واقعہ میں کسی بھی ایسے شخص کا تحریک استحقاق میں بھی ذکر نہیں کیا گیا کہ فلاں شخص نے یہ جرم کیا کہ جس کے خلاف حکومت نے کوئی کارروائی کرنے سے انکار کیا ہو۔ میں اب بھی معزز رکن اسمبلی کو یہ یقین دہانی کراتا ہوں کہ یہ کسی ایسے شخص کی نشاندہی کریں جو اس واقعہ میں ملوث ہو اور اس کے ملوث پائے جانے کی صورت میں انتظامیہ اس کے خلاف قانونی کارروائی کرے گی اور اپنی ذمہ داری پوری کرے گی۔ البتہ رول 55 کے تحت یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ یہ قابل پذیرائی نہیں ہے اس پر قانونی کارروائی کی جا سکتی ہے اور مقدمہ پہلے ہی درج ہے اور مقدمے کی تفتیش کے ذریعے اس واقعہ میں جو بھی ملزم پکڑے گئے انھیں اپنے جرم کی سزا پانے کے لیے باقاعدہ طور پر عدالت کے سپرد کیا جائے گا۔ اس لیے میں اپنی ان معروضات کے ساتھ اور آخر میں پھر یہ بات دوبارہ کہتے ہوئے کہ انتظامی نقطہ نگاہ سے اور قانونی نقطہ نگاہ سے اس واقعہ کے جو بھی ملزمان ہیں جن کی فاضل رکن اسمبلی نشاندہی کریں گے ان کے خلاف حکومت کارروائی کرنے کو تیار ہے۔ اس لیے میں چاہوں گا کہ یہ اس پر زور نہ دیں۔

جناب سپیکر: سعید احمد انصاری صاحب

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر!

حاجی سعید احمد انصاری: جناب سپیکر! اس سے پہلے بھی دو واقعات ہوئے ہیں ----

جناب سپیکر: ایک منٹ آپ کے قائد کھڑے ہیں پہلے ان کی بات سن لیں۔ جی سردار صاحب

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر! سابقہ دو تحاریک استحقاق جو اسی طرح کے واقعات کے بارے میں تھیں ان پر بھی جناب وزیر قانون اسی طرح یقین دہانیاں دیتے رہے ہیں لیکن آپ کے بھی علم میں ہے اور وہ معزز اراکین اسمبلی اس وقت ہاؤس میں بھی موجود ہیں آپ خود طلب فرما سکتے ہیں کہ کیا ان واقعات کے بارے میں آج تک کوئی action ہوا ہے؟ تو فلور پر ایسی خالی یقین دہانیاں کرا کر اور ایک معزز رکن کا اس قدر نقصان ہو رہا ہو اور پھر اس کی تحریک استحقاق کو منظور نہ کرنا یہ انصاف کے منافی ہے براہ مہربانی آپ اس کی اجازت دیجیے گا۔

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیں ۔ میں ذرا انصاری صاحب کو بھی سن لوں ۔

حاجی سعید احمد انصاری : جناب سپیکر! جیسا کہ ہمارے محترم کھوسہ صاحب نے فرمایا ہے کہ پہلے بھی جو انکوائری ہو رہی ہے اس میں ابھی تک کوئی ملزم برآمد نہیں ہو سکا ۔ کوئی ملزم پکڑا نہیں گیا تو اسی طرح میری بھی یہ تحریک استحقاق کھوہ کھاتے میں چلی جائے گی ۔ تو آپ مہربانی فرما کر اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں ۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم : جناب سپیکر ۔

جناب سپیکر : بیرسٹر صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں اور یہ اس موضوع پر آخری بات ہو گی ۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم : جناب والا! اس سے پہلے بھی بالکل اسی نوعیت کی قریشی صاحب کی تحریک استحقاق تھی جس کا لاء منسٹر صاحب نے بیعنہ اس طرح جواب دیا تھا جس طرح آج دیا ہے لیکن جناب نے بڑی شفقت فرماتے ہوئے اسے منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا تھا اور وہ معاملہ under consideration ہے ۔ چونکہ یہ بھی اسی نوعیت کی تحریک استحقاق ہے تو میری گزارش ہو گی کہ اس کو بھی منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیں ۔

خواجہ ریاض محمود : پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر : جی فرمایئے

خواجہ ریاض محمود : جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اس سے پہلے بھی ہمارے دو فاضل اراکین نے تحریک استحقاق پیش کی تھی جس میں انھوں نے یہ شکایت کی تھی کہ ہمیں انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور ہمارے گھروں کو جلایا جا رہا ہے لیکن اس میں بھی یہ کہہ کر بات کو آگے بڑھا دیا گیا کہ پولیس انکوائری کر رہی ہے اور کیس رجسٹرڈ ہو گیا ہے ۔ لیکن آج کئی دن گزرنے کے بعد ان تفتیشی افسران نے کوئی رزلٹ نہیں نکالا اور نہ ہی کوئی ملزم پکڑا ہے ۔ یہ بات علیحدہ ہے کہ قانونی طور پر پرچہ رجسٹرڈ کرنے کے بعد قانون کا ایک منشا پورا کر دیا جاتا ہے لیکن اس ہاؤس کے ممبر ہونے کی حیثیت سے ممبر ایک خاص استحقاق رکھتا ہے کہ اس کی داد رسی کی جائے اس کے گھر کو جلایا جا رہا ہے اس کے بچے غیر محفوظ ہو گئے ہیں ۔ تو جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے کو خصوصی طور پر استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے ۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں

خواجہ ریاض محمود ، جناب والا! اس سے پہلے جب دو مرتبہ یہ واقعہ ہوا تو آپ کو چاہیے تو یہ تھا کہ یہاں پر پورے پنجاب کی انتظامیہ آئی جی پولیس ہوم سیکرٹری اور چیف سیکرٹری یہاں پر آتے اور جواب دیتے کہ ان کے جو گھر جلائے جا رہے ہیں ان کے بارے میں اب تک کیا کارروائی ہوئی ہے ۔ یہاں پر سابقہ دور میں جب غلام حیدر وائیں مرحوم وزیر اعلیٰ پنجاب تھے تو ایک معمولی پولیس آفیسر نے ایک فاضل رکن کے ساتھ بد تمیزی کی تھی اور غلام حیدر وائیں نے اس ہاؤس کے ممبران کے پریشر پر آئی جی کو چند گھنٹوں میں بدل دیا تھا اور یہاں پر یہ بات ہے کہ ممبران کے گھر جلائے جا رہے ہیں ان کو تباہ و برباد کیا جا رہا ہے ۔ ان کے لیے تحاریک استحقاق پیش کی جا رہی ہیں لیکن یہاں پر کوئی بھی کارروائی کرنے سے آپ گریز کر رہے ہیں ۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں

خواجہ ریاض محمود ، میں وزیر قانون سے کہوں گا کہ جناب لاء منسٹر صاحب جس طرح آپ ممبر ہیں اسی طرح ہمارے بھی ممبر ہیں اور پنجابی میں کسی نے کہا کہ پتا لگے جے پلو نوں اگ لگے کسے دی لگی نوں کون جانندا اے ۔

جناب سپیکر ، جناب حاجی سعید احمد انصاری صاحب جیسے کہ لاء منسٹر صاحب نے کہا اگرچہ آپ نے اس میں کوئی نشاندہی نہیں کی میں اس کے باوجود آپ کو ایک مشورہ دوں گا کہ جیسے آپ کو پتا چلے کہ اس سلسلے میں کون کون لوگ ملوث ہیں ۔ آپ ان کی نشاندہی کریں اس کے باوجود کہ آپ نے ابھی نشاندہی نہیں کی لیکن چونکہ ہماری اسمبلی کے معزز رکن کے سلسلے کا یہ معاملہ ہے اور ان کے گھر کا معاملہ ہے ' ان کے بال بچوں کا معاملہ ہے ۔ اس لیے میں آپ کی تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں اور اس کی رپورٹ ایک مہینے کے اندر آنی چاہیے ۔

حاجی سعید احمد انصاری ، جناب سپیکر شکریہ ۔

جناب سپیکر ، رانا نورالحسن صاحب ۔ آپ کی تحریک استحقاق ہے آپ اسے پیش کریں ۔

ملتان میں رکن اسمبلی کے اہل خانہ کو اسلحے کے زور پر ہراساں کرنے کی کوشش

رانا نور الحسن ، شکریہ جناب سپیکر ! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت

کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مجھے کل ہی بذریعہ ٹیلی فون اطلاع ملی کہ گذشتہ رات پانچ چھ شر پسند اور بری شہرت کے حامل افراد میری رہائش گاہ واقع قاسم پور کالونی ملتان کے ارد گرد ایک جیپ پر تقریباً دو بجے شب کلاشنکوفیں لہرا لہرا کر چکر لگاتے رہے اور میرے اہل خانہ کو ہراساں کرتے رہے جب میرے ملازم نے انہیں للکارا تو وہ راہ فرار اختیار کر گئے مگر تھوڑی ہی دیر بعد پھر آ کر میرے گھر کے ارد گرد چکر لگانے شروع کر دیے۔

جناب سپیکر ! ملتان مسلم لیگ اور میاں نواز شریف کے مجاہدین کا گڑھ ہے اور جیسا کہ سب کو علم ہے کہ ملتان مسلم لیگ کا قلعہ ہے....

جناب سپیکر : نہیں ابھی تو آپ تحریک پڑھیے ' پھر جب شارٹ سٹیٹمنٹ ہو گی تو اس میں تقریر کیجیے گا۔ تحریک کا مضمون اور ہے....

رانا نورالحسن : جناب سپیکر! عوامی نمائندوں پر یہ چوتھا یا پانچواں حملہ ہے جو ہمارے سیاسی مخالفین کروا رہے ہیں اور ہماری ضلعی انتظامیہ خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملتان میں کوئی خوفناک واقعہ رونما ہونے والا ہے ۔ اگر خدانخواستہ ایسا کوئی واقعہ ہوگیا تو اس کی تمام تر ذمہ داری حکومت کے سر ہوگی ۔ اس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر : آپ کوئی شارٹ سٹیٹمنٹ دینا چاہتے ہیں ۔

رانا نورالحسن : جی۔

جناب سپیکر : مختصر بیان کیجیے۔

رانا نورالحسن : جناب سپیکر ! ملتان میں ہمارے نمائندوں کے ساتھ سب سے پہلے حاجی احسان الدین قریشی کے گھر کو آگ لگائی گئی اور اس کے فوراً ہی بعد حاجی محمد بوٹا صاحب کے گھر کو آگ لگی اور تھوڑے ہی دن کے بعد جب طاہر رشید کے گھر کو آگ لگانے کے لیے آئے تو غلطی سے ہمسایوں کی دیوار کے ساتھ جو مکان تھا اس میں آگ لگا کر چلے گئے اور اب یہ ہمارے بھائی حاجی سعید انصاری صاحب کے ساتھ پرسوں بھی اور تین چار روز قبل بھی یہ واقعہ ہوا۔ جناب سپیکر! جو واقعات پہلے ہوئے

تھے اگر ان پر صحیح طریقے سے action لے لیا جاتا تو آج یہ حالات پیدا نہ ہوتے۔ آئے دن ہر ممبر کو ہراساں کیا جا رہا ہے ۔ میں اس معاملے میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ اس کا فوری action لیا جائے ۔ جناب سپیکر! جہاں تک ہمیں ہراساں کرنے کی بات ہے ' انشاء اللہ ہم پاکستان مسلم لیگ کے ورکر ہیں اور میاں نواز شریف کے سپاہی ہیں ۔ ہمیں پہلے بھی ہر طرح سے ڈرایا دھمکایا گیا ' انشاء اللہ ہم کسی بھی صورت میں مسلم لیگ کو نہیں چھوڑیں گے ۔ یہ گردن کٹ سکتی ہے جھک نہیں سکتی (نعرہ ہائے تحسین) ۔ انشاء اللہ ہم میاں نواز شریف کے ساتھ رہیں گے ۔ میں آپ سے پھر یہ درخواست کروں گا کہ اگر خدانخواستہ جیسے وہ لوگ وہاں پر آئے تھے اگر وہاں پر میرے گھر میں میرا کوئی لڑکا اس وقت جاگ رہا ہوتا اور mis- behave ہوتا تو ہماری گردن میں پھندا فٹ ہو جاتا۔ جناب سپیکر! اس وقت یہ کسی نے نہیں کہنا تھا کہ کسی ڈاکو کو قتل کر دیا گیا یا کسی غنڈے کو مار دیا گیا۔ اس وقت گورنمنٹ نے ہمارے گلے میں پھندا فٹ کرنا تھا۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ طاہر رشید اس کیس میں بے گناہ ہے اور ان کے فرشتوں تک کو یہ علم نہیں مگر آج وہ ۱۰۹ میں جس طرح سے جیل کاٹ رہا ہے یہ آپ سب کے سامنے ہے ڈاکٹروں کے largest board نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ اس کی ٹانگ سوکھ رہی ہے ۔ اس کو ہسپتال بھیجا جائے ۔

جناب سپیکر ، ذرا اپنے گھر کی طرف آیئے ۔ (قہقہے)

رانا نور الحسن ، جناب سپیکر! اسی طرح سے ہمارے دوسرے ایم این اے حاجی محمد بوٹا صاحب.....

رانا سہیل احمد خان نون ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر! ابھی میرے فاضل بھائی میرے دوست نے..

جناب سپیکر ، رانا صاحب تہاڈے گرائیں نیں ملتان دے نیں ۔

رانا سہیل احمد خان نون ، جناب والا! یہاں پر جو بات ہوئی ہے کہ قتل کے کیس میں طاہر رشید کو گرفتار کیا گیا ہے' جناب والا! قتل کے کیس میں جس میں دو آدمی قتل ہو جاتے ہیں اور سابق پارلیمنٹرین' سابق ایم پی اے' سابق وزیر I C U میں داخل رہتے ہیں اور زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہتے ہیں' اس وقوعہ میں وہاں پر ایسے مجرم ہیں جن کا ذریعہ آمدن' پنجاب اسمبلی میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ ایک کمیٹی بنائی جائے جو یہ تحقیقات کر کے بتائے کہ ان لوگوں کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ یہ جناب والا! ان لوگوں کے بارے میں بات کر رہے ہیں جو criminal ہیں اور جن کے خلاف

عدالتی کارروائیاں ہوتی رہتی ہیں اور عدالتوں میں ان کے خلاف مقدمات چل رہے ہیں ۔

جناب سپیکر : نہیں رانا صاحب میں نے ان کو بھی منع کیا تھا کہ وہ بھی واپس اپنے گھر کی طرف آجائیں آپ بھی دوسروں کے گھر کی طرف نہ جائیں ۔

رانا نورالحسن : جناب سپیکر! میرے فاضل دوست کو میرے بھائی کو یہ صحیح علم نہیں ہے کہ اس وقوعہ میں ایک قتل ہوا ہے یا دو قتل ہوئے ہیں ۔ یہ ابھی فرما رہے تھے کہ اس وقوعہ میں دو قتل ہوئے ہیں ۔۔

رانا سہیل احمد خان نون : جناب والا! میں اس کی وضاحت کردوں کہ جو ملزم نامزد ہوئے ہیں وہ پہلے ایک اور قتل میں نامزد تھے اور یہ انہوں نے دوسرا قتل کیا ہے۔

جناب سپیکر : ہم اس تفصیل میں نہیں جا رہے۔ آپ تشریف رکھیے۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر آوٹ آف آرڈر ہے۔ آپ بھی مہربانی فرمایے اور اس واقعہ کی طرف رہیے اور اس کو دوسری بہت سی باتوں کی طرف مت لے جایے۔

رانا نورالحسن : جناب سپیکر ! میں اس واقعہ کے سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ جہاں تک طاہر رشید کی ذات کا معاملہ ہے وہ اس میں بالکل بے گناہ ہے .....

جناب سپیکر : نہیں میں اس کی اجازت نہیں دیتا ۔ رانا صاحب آپ مہربانی فرمائیں ۔ میں نے آپ کو تحریک استحقاق پیش کرنے کی اجازت دی ہے اور اس پر بات کرنے کی اجازت دی ہے جو واقعہ ہے اس کے حوالے سے بات کیجیے۔

رانا نورالحسن : جناب سپیکر ! میں یہ عرض کروں گا کہ میرے شہر کے دوسرے ایم این اے حاجی محمد بوٹا صاحب بھی جیل میں ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ اس مقدمے میں ان کے جو دوسرے بارہ ساتھی تھے وہ تمام کے تمام bail out ہیں اور ایک ایم این اے اتنے عرصے سے جیل میں ہے ۔ میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ میری یہ تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

جناب سپیکر : بہت اچھی بات ۔ جناب وزیر قانون آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب سپیکر ! رانا نورالحسن صاحب کی تحریک استحقاق کے دو حصے ہیں' ایک حصے میں تو کوئی نا معلوم ملزمان کے بارے میں خدشات کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ

مسلح لوگ ان کے گھر کے ارد گرد رات دو بجے پھر رہے تھے' چکر لگا رہے تھے اور دوسرے حصے میں یہ کہتے ہیں کہ انہیں خدشہ ہے کہ وہاں پر کوئی واقعہ نہ ہو جائے ۔ اور اسی خدشہ کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی اظہار کرتے ہیں کہ اگر کوئی ایسی بات ہو گئی تو حکومت اس کی ذمہ دار ہو گی ۔

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب سپیکر! بحث اجلاس جاری ہے ' ہمارے محترم وزیر جناب غلام سرور خان صاحب اخبار پڑھ رہے ہیں ۔ میرے خیال میں یہ وہی اخبار ہے جس میں گونگوں اور بہروں اور اس کا ذکر ہوا ہے شاید وہ اپنا نام اس میں ڈھونڈ رہے ہیں بلکہ ان کا نام اس میں موجود ہے ۔(قہقہے)

جناب سپیکر ، جناب وزیر قانون و پارلیمانی امور

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب سپیکر! رانا نورالحسن صاحب نے اپنی جماعت والوں کو ایوان کے اندر یہ یقین دہانی کروانے کی کوشش کی اور یہ بتانے کی کوشش کی کہ ہم اپنی پارٹی اور اپنی جماعت کو نہیں چھوڑیں گے ۔ ان کے دل کو نہ جانے کیوں کوئی دھڑکا لگا رہتا ہے؟ کسی بھی شہر میں کوئی واقعہ ہوتا ہے تو کوئی نہ کوئی رکن اسمبلی ان بنچوں سے اٹھ کر کہہ دیتا ہے کہ نہیں ہم پارٹی کو نہیں چھوڑ رہے ' ہم اپنی پارٹی وابستگی برقرار رکھیں گے میں انہیں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے دل کو یہ دھڑکا نہ لگا کرے ۔ ہم ان سے ان کی پارٹی سیاسی وابستگیاں بالکل نہیں چھڑانا چاہتے ۔ہم نہیں چاہتے کہ اس طریقے سے اخباروں میں یہ خبریں آئے دن آتی رہیں اور اس طرح کے معاملات ہوتے رہیں۔

جناب سپیکر، لاء منسٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر آ گیا ہے۔

جناب احسان الدین قریشی، جناب والا! وزیر قانون فرما رہے ہیں کہ وہ سیاسی وابستگیاں چھڑانے کی بات کرتے ہیں اور ہم نہیں چھڑانا چاہتے۔ تو یہ کیا معاملہ ہے کہ آج یہ شہر میں پانچواں واقعہ رونما ہو رہا ہے۔ سب سے پہلے ابتداء تو میرے گھر سے ہوئی تھی۔ وہ گھر ایسی تنگ جگہ پر ہے کہ اگر یہ معاملہ بڑھ جاتا تو شاید یہ وہاں پر ہماری فاتحہ خوانی کے لیے بھی اوکھے ہی پہنچتے۔ جناب والا! حالت یہ ہے کہ جب یہ معاملات چل رہے ہیں اور ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے کے گھروں میں یہ واقعات رونما ہو رہے ہیں تو حکومت کیا کر رہی ہے ' ملتان کی انتظامیہ کیا کر رہی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ملتان کی انتظامیہ اور حکومت کی ملی بھگت ہے وہ مجرم جو اب تک دندناتے پھرتے ہیں اور ان کو اب تک پکڑا نہیں گیا۔ وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ ان کو حکومت کی آشیرباد حاصل ہے۔ اگر ان کو حکومت کی آشیرباد حاصل نہ ہوتی۔ تو آج یہ ایک کے بعد ایک واقعہ رونما نہ ہوتا ۔ لیکن ان کو پتہ تھا کہ میں نے

تحریک استحقاق دے دی ہے۔ اور آپ کی اس کمیٹی میں پیش بھی ہو چکی ہے۔ میں استحقاق کمیٹی کے چیئرمین کا ممنون ہوں اور ان کے اراکین کا کہ انہوں نے ایس پی اور ایس ایچ او کو بلا کر وہ لتاڑا ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ اور انہوں نے اس کمیٹی کے سامنے یہ تسلیم کیا ہے کہ ہاں جناب قریشی صاحب کے گھر جو واقعہ ہوا ہے یہ انتہائی اندوہناک ہے ۔ اور واقعی یہ بہت بڑا سانحہ ہوسکتا تھا۔ وہ تسلیم کر گئے ہیں اور پندرہ دن کی مہلت لے گئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ واقعات مسلسل ہو رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر قانون جس طرح فرما رہے ہیں کہ کیا وجہ ہے ہم آپ کو پارٹی چھوڑنے پر مجبور نہیں کر رہے۔ یہ مجبور کیا جارہا ہے۔ اگر یہ ان مجرمان کو پکڑ لیتے ان کو قابو کر لیتے تو آج یہ واقعات نہ ہوتے۔ ہم یہ محسوس کرنے میں حق بجانب ہیں۔ آج تو میں آپ کو ایک اور وارننگ دے رہا ہوں۔ کہ آج تو یہ آگ کے واقعات ہو رہے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کل خدانخواستہ ہم پر قاتلانہ حملے بھی ہوں گے۔ کیونکہ یہ واقعات رک نہیں رہے اگر یہ رک جائیں تو یہ معاملہ حکومت کا ٹھیک ہوسکتا تھا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ حکومت کی شرارت ہے اور انتظامیہ ملی ہوئی ہے جس سے یہ واقعات رونما ہو رہے ہیں۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! یہ بڑی ہی سنجیدہ بات ہے۔ اور وزیر قانون مسکرا رہے ہیں۔ وہ اس بات کو سنجیدگی سے نہیں لے رہے۔ میں انہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، بڑے لوگوں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مشکلات کے لمحات میں بھی مسکراتے رہتے ہیں۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! اس کا میں یہ جواب دینا چاہتا ہوں کہ اپوزیشن گورنمنٹ in waiting ہے اور یہ حکومت کے چل چلاؤ کے دن ہیں۔ ان کے دن گنے جاچکے ہیں۔

جناب سپیکر، آپ تسلی رکھیں۔ میں بیٹھا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔

جناب ایس اے حمید، انہیں ذرا سوچنا چاہیے اور غور و فکر کرنا چاہیے۔ یہ آگ لگانے کے واقعات کو سنجیدگی سے نہیں لے رہے۔ بلکہ یہ خوش ہو رہے ہیں کہ اپوزیشن کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر، میں سنجیدگی سے لے رہا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! آپ اس کا نوٹس لیں۔

جناب سپیکر، میں نوٹس لوں گا۔ جی ۔ جناب قریشی صاحب آپ نے بات کرلی۔ میں رانا نورالحسن

صاحب آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

وزیر قانون، جناب میں جواب دے رہا تھا۔

جناب سپیکر، جی لاء منسٹر صاحب جواب دے رہے تھے۔ جی دیجیے۔

وزیر قانون: جناب والا! رانا نورالحسن صاحب نے اپنی تحریک استحقاق میں جس واقعے کا ذکر کیا ہے۔ ان کے گھر سے چند قدم کے فاصلے پر تھانہ موجود ہے۔ اور ان کے گھر کے ارد گرد تو پولیس والے اپنے سرکاری فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں بھی آتے جاتے اور گزرتے رہتے ہیں اس لیے میں تو اپنی جگہ پر یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا گھر کافی محفوظ جگہ پر واقع ہے۔ البتہ اس واقعہ کے ہونے کے بعد فاضل رکن اسمبلی نے ابھی تک مذکورہ تھانہ میں اس واقعہ کے بارے میں کوئی رپٹ درج نہیں کروائی' نہ کوئی مقدمہ درج کروایا ہے۔ جس سے میں وہاں سے یہ معلومات لے سکتا کہ اس واقعہ کی اصل صورت حال کیا ہے' اس کی back ground کیا ہے۔ پھر انہوں نے ملزمان کے بارے میں بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ جناب والا! اب اگر مختلف واقعات کو جوڑ کر یہاں پر اس تحریک استحقاق کو بنانے کی کوشش کی جائے تو میں سمجھوں گا کہ یہ رول ۵۵ کے تحت نہیں بنتی۔ اب مفروضوں کو جوڑ کر اور ایسے واقعات کو کہ جن کی کوئی صورت حال ملتی جلتی ہے یہ اس میں ملزمان کا بتائیں گے کہ کون سے ملزم ہیں۔ جو ان کو تنگ کر رہے ہیں یہ اس قسم کے واقعات میں ملوث ہیں حکومت ان کے خلاف کارروائی کرے گی۔ اب اندھے واقعات کے بارے میں فوراً معلومات حاصل کرنا مناسب نہیں ہے اب ایوان کے فلور پر میں نے مختلف وجوہات کی بناء پر تحریک استحقاق نمبر ۷ جو تھی اس کے بارے میں بھی میں نے جان بوجھ کر کچھ باتوں کا ذکر نہیں کیا اس لیے کہ یہ تحریک استحقاق فاضل رکن اسمبلی کی طرف سے ہے۔ اب اس تحریک استحقاق کے بارے میں جناب والا! میں یہ عرض کروں گا۔ کہ یہ ساری کی ساری مفروضوں پر مبنی ہے۔ اگر کوئی واقعہ ہوا ہے تو مقامی انتظامیہ کو بھی اس سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ تو جناب والا! انتظامیہ اپنے آپ اٹھ کر کسی واقعہ کے بارے میں جس کے بارے میں اطلاع نہ دی جائے کیسے اس پر کوئی کام کرسکتی ہے یا ملزمان کو پکڑ سکتی ہے۔ ایسی کوئی بات موجود نہیں ہے حکومت قطعی طور پر ان کے خلاف کوئی political victimization نہیں کرنا چاہتی۔ ہم انہیں قطعاً ان کی سیاسی وابستگیوں سے جدا نہیں کرنا چاہتے۔ نہ الگ کرنا چاہتے ہیں نہ ہی ہم انہیں کسی انتقام کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اس پر زور نہ دیں۔

جناب سپیکر: مہربانی۔ جناب نورالحسن صاحب گزارش یہ ہے کہ آپ کی تحریک استحقاق میں نے circulate تو کروا دی۔ اب حقیقت یہ ہے کہ یہ بہت ہی vague ہے، بہت ہی مبہم ہے۔ اس میں خدشات ہیں، اس میں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے بارے میں بھی کچھ پتہ نہیں چل رہا، پولیس کے ہیں کون ہیں۔ آپ کے گھر کے آگے سے گزرے ہیں، دوبارہ گزرے ہیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ کوئی ایسی بات ہوئی ہے تو جیسے لاء منسٹر صاحب نے فرمایا کہ آپ علاقے کے تھانہ میں اس کا کوئی چالان لکھواتے آپ اس کی کوئی رپورٹ درج کرواتے۔ آپ نے ایسا بھی نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے اسمبلی کے ایوان میں اس بات کا اظہار کر دیا ہے۔ گورنمنٹ نے اسے سنا ہے۔ اپنی جگہ تو یہ کافی بات ہے۔ لاء منسٹر صاحب سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ازارہ کرم آپ کی مزید حفاظت کا انتظام کریں۔ کیا اس کے بعد بھی آپ اصرار کرتے ہیں کہ آپ کی یہ تحریک کمیٹی کو بھیج دی جائے؟

رانا نورالحسن: جناب والا! میرے محترم لاءمنسٹر صاحب فرما رہے ہیں کہ رانا صاحب نے ان آدمیوں کی نشاندہی نہیں کی، ان کا نام نہیں بتایا۔ میں آپ کو یہ بتاتا چلوں کہ اگر ان آدمیوں کا مجھے پتہ چل جائے کہ فلاں ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ میں اتنا کمزور نہیں ہوں۔

جناب سپیکر: ایک منٹ میری بات سن لیں۔ توجہ دیں ذرا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ فرض کیجیے کہ یہ آپ کی تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دی جائے۔ تو وہ سارے ملتان شہر کو کیسے بلا کر پوچھے گی کہ تم میں کون تھا۔ کیسے اس کے بارے میں تحقیق ہو سکے گی اور کس کے خلاف تحقیق کی جائے گی؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! میں تو آپ کے یہ الفاظ سن کر حیران ہو رہا ہوں پولیس کو تفتیش کرنا سکھانا یہ رانا صاحب کے بس کی بات تو نہیں ہے۔ جناب والا! پولیس تو قتل کے ملزم بھی نکال لاتی ہے۔ یہ گھر کو آگ لگی ہے۔

جناب سپیکر: یہ آپ کس کا ذکر کر رہے ہیں۔ یہ آگ کا ذکر نہیں کر رہے یہی تو میں حیران ہوں۔ یہ کہہ رہے تھے کہ میرے گھر کے آگے پیچھے کوئی چکر لگا رہا تھا۔ میں تو اس کی بات کر رہا ہوں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: اچھا۔ میں معذرت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی ہاں۔ جی رانا صاحب۔ وہ تو تحریک میں نے استحقاق کمیٹی کو دے دی ہے۔

رانا نورالحسن: میں اس ضمن میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جب کسی کے گھر میں چوری ہو جاتی ہے

تو پولیس ان چوروں کو کیسے پکڑ لیتی ہے۔

جناب سپیکر، وہاں تو چوری ہوجاتی ہے یہاں تو کچھ بھی نہیں ہوا۔

رانا نورالحسن، تو سر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میرے ہاں کوئی وقوعہ ہوجائے۔ تو اس وقت کچھ ہو۔ اگر آپ یہی چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جناب والا! میں نے آپ کو پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اگر ہمارے گھر میں اس وقت کوئی بچہ یا آدمی جاگ رہا ہوتا تو کوئی mis-hap ہوسکتا تھا۔ جناب والا! آپ یہ کہتے ہیں کہ تھانے میں اطلاع نہیں دی یا پرچہ درج نہیں کروایا۔ میرا بیٹا تھانے میں جاکر ڈیڑھ گھنٹے تک بیٹھا رہا اور وہاں پر تحریر لکھ کر دے کر آیا کہ ہمارے ہاں یہ وقوعہ ہوا۔ اور ایس ایچ او صاحب اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ کل ایس ایچ او صاحب خود میرے گھر پر آئے اور اس نے میرے بیٹے سے کہا ہے کہ بھئی یہ کیا وقوعہ ہوا مجھے تو بڑا افسوس ہوا۔ ہم تو پہلے بھی ملتان میں جب یہ واقعات ہو رہے تھے تو اکثر آپ کے گھر کے چکر لگاتے ہیں۔ اور مجھے ایس ایچ او صاحب نے اس سے قبل خود کہا تھا کہ اپنا کوئی اور بندوبست بھی کریں۔ ملتان میں آئے دن یہ واقعات ہو رہے ہیں اور ہم اپنی طرف سے بھی کوشش کریں گے۔ جناب والا! مجھے خدانخواستہ سستی شہرت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں یہ باتیں بنا کر کہ میرے ساتھ ایسا ہو رہا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے آپ سے جو کچھ باتیں کہی ہیں یہ بالکل سچ ہیں۔ اور کوئی مفروضے پر مبنی نہیں ہیں۔ میرا بیٹا وہاں پر تحریر چھوڑ کر آیا ہے۔ کہ ہمارے ساتھ یہ کچھ ہوا ہے۔ اب یہ ایس ایچ او کی مرضی ہے کہ وہ پرچہ کاٹے یا نہ کاٹے ' یہ انتظامیہ کی مرضی ہے کہ وہ وہاں پر کچھ کریں یا نہ کریں اور جو پہلے سے پرچے ہوئے ہیں ان میں آج تک کیا پیش رفت ہوئی ہے۔ اگر پہلے سے ہی اس کی روک تھام ہو جاتی تو آج یہ مزید ایسے واقعات نہ ہوتے۔ میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ میری یہ تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

جناب سپیکر، رانا نور الحسن صاحب! اگرچہ آپ کی یہ تحریک بہت مبہم ہے۔اور اس میں جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ' تھانیدار بھی آئے۔ انھوں نے کہا ہم تو خود چکر لگاتے ہیں۔ اسی طرح وہ آ کر استحقاق کمیٹی میں بھی کہہ دیں گے۔ اس کے باوجود میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری استحقاق کمیٹی میں بہت جان ہے۔ اور وہ اس معاملے کو اس کی تہ تک لے جا سکیں گے۔ اور آپ کی اگر اسی طرح تسلی ہوتی ہے اور آپ ہمارے ایوان کے ایک معزز رکن ہیں۔ اور آپ کی جان' مال' عزت' آبرو کی حفاظت ہم سب کے ذمے

ہے۔ تو میں آپ کی تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اور ایک مہینے کے اندر اس کی رپورٹ آنی چاہیے۔

تحریک استحقاق ہے' اس میں پھر آپ کا نام ہے' اس کے بارے میں نے سید محمد عارف بخاری صاحب ابتدا میں بات کی تھی۔ میں انھیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ یہ پیش کریں۔

اخبار میں اراکین اسمبلی کے خلاف توہین آمیز مضمون کی اشاعت

سید محمد عارف حسین بخاری: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ لاہور سے شائع ہونے والے اخبار "صداقت" نے اپنی اشاعت مورخہ 27 جون 1995ء میں ایک خصوصی مضمون شائع کیا ہے جس میں اراکین اسمبلی پر رکیک حملے کیے گئے ہیں اور انہیں گونگے' بہرے' گھگو گھوڑے اور مٹی کے مادھو کے ناموں سے پکارا گیا ہے۔ یہاں تک ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اراکین پر تہمت لگائی گئی ہے کہ انہوں نے عوامی نمائندگی کرنے کی بجائے اسمبلیوں کو ذاتی مفادات کی تکمیل کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ متذکرہ اخبار کے ایڈیٹر' پرنٹر' پبلیشر اور مضمون نگار رپورٹر نے اس قسم کا گھٹیا مضمون شائع کر کے نہ صرف ہمارا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: میں ابھی آپ کو بات کرنے کا موقع دیتا ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ نے یہ تحریک پیش کر کے اخبار والوں کا مقصد بہت اچھے طریقے سے پورا کر دیا ہے۔ نیا نیا اخبار نکلا ہے۔ اسمبلی میں اس پر بات ہو رہی ہے۔ جو بات صرف ایک اخبار میں چھپی ہے اب اس بحث کے بعد تمام اخبارات میں چھپے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اخبار کے پرنٹر پبلشر صاحب ہمارے بڑے اہم صحافی ہیں' عباس اطہر صاحب' انھوں نے بڑی کامیابی سے اپنا مقصد حاصل کیا ہے۔ اس کے باوجود آپ اس پر شارٹ سٹیٹمنٹ دینا چاہتے ہیں تو دیں۔ اس کے بعد سعید ظفر صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں ان سے بھی گزارش کروں گا کہ وہ اس پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ پہلے وہ شارٹ سٹیٹمنٹ دے لیں۔

وزیر اطلاعات: میں ایک اور بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی۔

وزیر اطلاعات: ایسے لگتا ہے کہ جیسے آپ بھی اپنے صحافی بھائی عباس اطہر صاحب کی اس طریقے سے favour کر رہے ہیں۔ ایک شارٹ سٹیٹمنٹ ہو۔ بات ہو اور پھر معاملات کو آگے بڑھایا جائے۔

جناب سپیکر: جناب عارف بخاری صاحب۔

سید محمد عارف حسین بخاری: جناب سپیکر! عوامی نمائندگی بہت بڑا اعزاز ہے اور قوم کے نمائندے لائق صد تکریم ہیں۔ مذکورہ اخبار نے اس بھونڈے انداز سے عوامی نمائندوں کی کردارکشی کی ہے اور جس طرح معزز اراکین کے بارے میں بازاری' ہتک آمیز اور بدبودار الفاظ استعمال کیے ہیں وہ انتہائی قابل مذمت ہیں۔ صحافتی اخلاق اور دیانت کا خون کیا گیا ہے۔ محترم! آپ فاضل اراکین کی عزت کے محافظ ہیں۔ میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد فرمائیں تاکہ ہماری حق رسی ہو سکے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب لاء منسٹر! اجازت ہے۔ میں سعید ظفر صاحب سے گزارش کر رہا ہوں کہ اس پر کچھ کہیں۔ جی' آپ بھی بات کرنا چاہتے ہیں؟ فرمائیں۔ پہلے آپ' اس کے بعد آپ۔

شیخ محمد انور سعید: جناب سپیکر! آپ نے بڑی بجا بات فرمائی تھی کہ اس اخبار کے ایڈیٹر نے شاید اپنا مقصد پورا کر لیا کہ اس طریقے سے مختلف اخبارات میں اراکین اسمبلی پر جو کیچڑ اچھالا گیا ہے وہ آ کر اس اخبار کا نام بلند ہو گا۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حقیقت کے برعکس ہے۔ اس طرح اس کا نام اس انداز میں نہیں آئے گا کہ اس نے کوئی عوامی خدمت کی ہے۔ یا اس نے جمہوریت کی کوئی صحیح خدمت کی ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ دراصل اس کے پیچھے کسی ایسی ایجنسی کا ہاتھ ہے جس نے یہ سب کچھ کرا کر اس اخبار کو ایک ایجنٹ کے طور پر اور اس اخبار کے اس رپورٹر نے خاص طور پر ایک ایسے ایجنٹ کا کردار ادا کیا ہے' جو اراکین اسمبلی جو ایک دو پانچ دس نہیں' ایک سو چھپن ممبران اسمبلی کا جس کا مقصد یہ ہے کہ پورے صوبے کی اسمبلی کا' نہ صرف ان اراکین کا بلکہ ان لوگوں کا جنھوں نے اراکین کو اسمبلیوں میں منتخب کر کے بھیجا ہے اور یہ صرف اپوزیشن اراکین کے بارے میں نہیں ہے۔ یہ ٹریژری بنچوں کے بارے میں بھی ہے۔ اس میں وزراء کی تعداد زیادہ ہے۔ ان کے بارے میں جو الفاظ استعمال کیے گئے' وہ انتہائی نازیبا الفاظ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس رپورٹر نے یا تو یہ

کوشش کی ہے کہ ان کو بلیک میل کیا جائے' یا اس نے یہ کوشش کی ہے کہ اب کچھ عرصے سے یہ اسمبلی ایک صحیح انداز میں چل رہی ہے ۔ جب اس اسمبلی کی شروعات ہوئی تھی تو ایک دوسرے پر اس طریقے سے حملے کیے گئے تھے کہ یہ اسمبلی ایک عجیب نظارہ پیش کرتی تھی۔ لیکن اس کے بعد جب اراکین اسمبلی نے یہ محسوس کیا کہ ہم اس طریقے سے جمہوریت کی صحیح معنوں میں خدمت نہیں کر سکیں گے' اسمبلیوں کو نہیں چلا سکیں گے اور یہی حالات رہے تو کہیں خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ یہ اسمبلیاں ختم ہو جائیں تو آپس میں افہام و تفہیم کے ذریعے جب ان اسمبلیوں میں بیٹھ کر ان اسمبلیوں کا بزنس شروع کیا گیا تو آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ بجٹ اجلاس بھی ہوا تو کس خوبی کے ساتھ یہ تمام کام سر انجام دیے گئے۔

جناب سپیکر: مہربانی۔

شیخ محمد انور سعید: جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ انھیں یہ بات پسند نہیں آئی اور انھوں نے ایک طرف جہاں ٹریژری بنچوں پر کیچڑ اچھالا اور ایک طرف اپوزیشن اراکین کے نام لیے اور اس طریقے سے لیے کہ اس سے اس کی کچھ affiliation بھی ظاہر ہوتی ہیں کہ وہ کس طرح بات کر رہا ہے۔ کچھ اراکین اگر اپنے آپ کو دوسری طرف لے جاتے ہیں تو ان کے نام کے آگے اس نے باقاعدہ "لوٹا" بھی لکھا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ مناسب نہیں سمجھتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ صحافی حضرات ہمارے بھائی ہیں۔ جتنی عزت ان کی سیاست دان اور اراکین اسمبلی کرتے ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ اتنی عزت اور اتنا مقام انھیں کوئی نہیں دیتا۔ لیکن اس اخبار کے اس رپورٹر نے یہ نہ تو سیاست کی خدمت کی ہے' نہ جمہوریت کی خدمت کی ہے' نہ صحافت کی خدمت کی ہے۔ بلکہ وہ صحافت کے نام پر ایک بدنما داغ ہے اور اسے یہ محسوس ہو جانا چاہیے' اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسمبلی میں بولنا' وزیر اعلیٰ کے خلاف' وزیروں کے خلاف یا اراکین اسمبلی کے خلاف' یا صرف یہاں پر شور مچانا ہی اسمبلی میں بولنا ہے ۔ جناب سپیکر! آپ مجھے تھوڑا سا اور ٹائم دیجیے۔

جناب سپیکر: انور سعید صاحب! آپ کا پوائنٹ آف آرڈر بہت لمبا ہو گیا ہے۔

شیخ محمد انور سعید: میں آپ کو چند باتیں بتانا چاہتا ہوں جو بہت ضروری ہیں۔ کیونکہ میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ اس کے پیچھے ایک سازش ہے۔

جناب سپیکر: انور سعید صاحب! میری بات سنیے۔

شیخ محمد انور سعید: اس کے خلاف باقاعدہ ایک کارروائی کی جانی چاہیے۔ جناب سپیکر! میری بات سنیے۔

جناب سپیکر: میری بات بھی تو سنیے۔

شیخ محمد انور سعید: جہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کو آپ استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں۔ وہاں ہمارا مطالبہ یہ بھی ہے کہ ایسے رپورٹر کو جس نے اراکین اسمبلی پر اس طریقے سے کیچڑ اور گند اچھال کر اپنے آپ کو نمایاں کرنے اور سستی شہرت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اس کا اسمبلی میں آنا بند کیا جائے۔ اس کا پاس منسوخ کیا جائے اور ایسے آدمی کو اسمبلی کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

میں اس کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے آپ کو اتنا دانش ور سمجھتا ہے تو کسی بھی ہمارے معزز رکن پر آ کر بول کر دیکھ لے اور بات کر کے دیکھ لے۔ اس نے جو الزامات لگائے ہیں میں وہ آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں۔ کیوں اس کو دہراتے ہیں؟ دیکھیں، جو بات غلط ہے، اس کو کیوں دہراتے ہیں۔ جتنا دہرائیں گے، گالی کو جتنی مرتبہ آپ دہرائیں گے اتنی مرتبہ اس کا ارتکاب ہو گا۔

شیخ محمد انور سعید: بہرحال جناب سپیکر! آخر میں، میں بہت سی باتیں آپ سے اس سلسلے میں کرنا چاہتا تھا۔ میں یہ بھی بتانا چاہتا تھا کہ اس غیر حاضر دماغ رپورٹر کو یہ نہیں پتا کہ ابھی دو روز قبل اسمبلی کے جن معزز اراکین کے نام لکھے ہیں، انھوں نے یہاں پر بجٹ تقاریر کی ہیں۔

جناب سپیکر: یقیناً یقیناً۔

شیخ محمد انور سعید: جناب سپیکر! میں اپنے تمام معزز دوستوں سے درخواست کروں گا کہ اس کے خلاف ہم قانونی حق رکھتے ہیں اور ہم انشاء اللہ کوشش کریں گے کہ ان کے خلاف قانونی طریقہ بھی اختیار کیا جائے۔ جناب سپیکر! میں پھر آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس رپورٹر کو خصوصی طور پر اس اسمبلی کے ایوان میں آنے کی اجازت نہیں ملنی چاہیے۔ وہ معذرت کرے اور اس اخبار میں اسی طریقے سے ان اراکین کے نام چھاپے۔ جناب سپیکر! آپ دیکھیں اور اسے پڑھیں کہ اس میں کیا لکھا ہے۔

جناب سپیکر: میں نے پڑھا ہے۔

حاجی مقصود احمد بٹ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر بٹ صاحب ! میں آپ کو موقع دیتا ہوں ۔ میرا آپ سے وعدہ ہے ۔ محترم شیخ انور سعید صاحب نے ثابت کردیا ہے کہ اور کوئی گونگا ہو تو ہو کم از کم وہ گونگے نہیں ہیں ۔ (قہقہہ) اور اتنی مرتبہ گزارش کے باوجود انھوں نے اتنا لمبا پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے ' بہرحال مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ انھوں نے اپنے جذبات کا بڑا اچھا اظہار کیا ہے اور ثابت ہوگیا ہے کہ وہ ہرگز گونگے نہیں ہیں ۔ لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ جو مضمون چھپا ہے یہ ضروری نہیں کہ اس اخبار کے اس رپورٹر نے لکھا ہو جو یہاں کارروائی cover کرتا ہے ۔ ایک فیچر ہے جو انھوں نے لکھا ہے ۔میں دیکھوں گا کہ کن صاحب نے لکھا ہے ۔ اب آگے چلتے ہیں ۔ ابھی بٹ صاحب نے بھی بات کرنی ہے ۔ تو حاجی مقصود احمد بٹ صاحب پہلے بات کریں گے ۔ وہ بڑی دیر سے کھڑے ہیں ۔ محترم حاجی مقصود احمد بٹ !

حاجی مقصود احمد بٹ : جناب سپیکر ! میں آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں جو باقی میرے فاضل ممبران کے علم میں بات نہیں ہے ۔ یہ جس رپورٹر نے مضمون لکھا ہے اس کا نام مزمل سہروردی ہے ۔ یہ پہلے خبریں اخبار میں ملازم تھا پھر اس کو خبریں اخبار سے نکال دیا گیا ۔ جب یہ خبریں اخبار میں تھا تو اس وقت بھی یہ یہی کام کیا کرتے تھے ۔ خبریں اخبار کو چلانے کے لیے شروع شروع میں انھوں نے بہت سارے لوگوں کو اسی طرح بےعزت کیا ہے ۔بہت سارے لوگوں کے بارے میں اسی طرح یہ سکینڈل چھاپتے رہے ہیں ۔ میں آپ کو ایمانداری سے کہتا ہوں کہ اسی طرح انھوں نے مجھے بھی بلیک میل کیا تھا ۔ مجھ سے دس لاکھ روپیہ انھوں مانگا تھا۔

جناب سپیکر : آپ نے کتنے دیے تھے ؟

حاجی مقصود احمد بٹ : جناب والا ! میں نے نہیں دیے تھے ۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں نے اس کے لیے کیا کیا تھا ۔ جب میں نے نہیں دیا تو میرے خلاف آج تک یہ خبریں چھاپ رہے ہیں ۔ میں نے ان پر ایک کروڑ روپے ہرجانے کا دعویٰ کیا ہوا ہے ۔ جو ابھی تک زیر سماعت ہے ۔ ابھی تک عدالت میں وہ مقدمہ چل رہا ہے ۔ شہادتیں اس کی ہو رہی ہیں تو یہ وہی آدمی ہے جس کو وہ پہلی عادت پڑی ہوئی تھی ۔ وہاں سے نکال دیا گیا ۔ اب یہ صداقت اخبار میں آیا ہے ۔ اس کو چلانے کے لیے یہ دھندا کررہے ہیں ۔ میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ خبریں اخبار نہیں چلتا تھا اگر آج وہ میرے قائد کا نام استعمال نہ کرتا ۔ تو وہ اس راستے سے ہٹ گیا ہے اور اب یہ اخبار کو چلانے کے لیے لوگوں کو بلیک میل کررہے ہیں۔ جناب والا! میری بھی یہ استدعا ہے کہ ایسے جو گندے صحافی ہیں ' بہت سارے

صحافیوں نے میری حوصلہ افزائی کی ۔ انھوں نے کہا بٹ صاحب ! ان لوگوں سے نہ گھبرائیں ۔ یہ بلیک میلر ہیں ۔ ان کا محاسبہ کریں ۔ تب میں نے ان پر ایک کروڑ روپے ہرجانے کا دعویٰ کیا تھا ۔ جناب والا! میری بھی یہ استدعا ہے کہ اس کا اسمبلی میں بائیکاٹ کرنا چاہیے ۔ تب ہی ان کا آئندہ کے لیے کوئی نہ کوئی بندوبست ہوسکتا ہے ۔ ورنہ یہ ہر ایک کو اسی طرح بلیک میل کریں گے ۔

جناب سپیکر ، ڈاکٹر شفیق صاحب ! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں ۔ کہنے سے کچھ رہ گیا ہے ؟ یہاں 156 کے 156 حضرات ثبوت دینے کے لیے بولیں گے ۔ میرا خیال ہے بات اچھی ہو گئی ہے ۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر ! میں medical point of view سے بات کرنا چاہتا ہوں ۔ کیوں کہ جہاں تک بلیک میلنگ کا ذکر ہے وہ بٹ صاحب نے احسن انداز میں بیان کر دیا ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ جو رپورٹر ہے یا اس کے ایڈیٹر یا چیف ایڈیٹر کا دماغ تو خراب نہیں ہے ۔ اگر کوئی دماغی خرابی ہے تو اس کا میڈیکل چیک اپ ہونا چاہیے ۔ یا کہیں انھوں نے نشے کی حالت میں تو نہیں لکھ دیا؟ کیوں کہ سنا گیا ہے کہ یہ جو اخبار نکالا گیا ہے یہ پیو پلاؤ گروپ کا اخبار ہے ۔

جناب سپیکر ، سنی سنائی بات پر اعتبار نہ کیا کریں ۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، جناب والا! میں تو یہ کہوں گا کہ صحافی بھائیوں کی ایک کمیٹی بنائی جائے ۔ وہ معلوم کرے کہ اس میں شرابی عناصر کتنے ہیں جو اس اخبار کو چلا رہے ہیں ۔

جناب سپیکر ، میری بات سنیے ۔ یہ ہمارے ہاؤس کو کمیٹیاں بنانے کا اتنا کیا شوق ہے؟ کوئی آدمی نہیں اٹھتا جو یہ مطالبہ نہ کرے کہ ایک کمیٹی بنا دیں ۔ میں اس صوبے کو چلاتا رہا ہوں ۔ میں اس کا وزیر خزانہ رہا ہوں ۔ وزیر اعلیٰ رہا ہوں ۔ میں نے تو اندازہ کیا کہ جس کام کو کھائی میں ڈالنا ہو اس کے متعلق ایک کمیٹی بنا دینی چاہیے اور آپ لوگ ہر معاملے پر کمیٹی بنانے کی لیے کہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، جناب والا ! میں کمیٹی بنانے کا مطالبہ واپس لیتا ہوں۔ آپ خود تفتیش اور تحقیق فرمائیں کہ کیا ایڈیٹر ، چیف ایڈیٹر یا اس کے سٹاف میں کوئی شرابی حضرات تو نہیں ہیں ؟ اگر ہیں تو حکومت کو سفارش کریں کہ حدود کے تحت اس پر مقدمہ چلایا جائے ۔

جناب سپیکر ، آفریدی صاحب! آپ کو کون گونگا کہہ سکتا ہے۔ آپ کیوں اس چکر میں پڑ گئے ہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، نہیں، جناب! نہ میں بہرہ ہوں، نہ میں گونگا ہوں اور نہ مجھے کوئی

گونگا لکھ سکتا ہے۔ میں تو یہ بات کہہ رہا تھا کہ آپ نے ابھی فرمایا کہ ہر آدمی اٹھ کر کمیٹی بنانے کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آپ نے جو ہاؤس کی سٹینڈنگ کمیٹیاں بنا رکھی ہیں ان کا دو دو سال تک کوئی اجلاس نہیں ہوتا۔ ممبران اس لیے بھی تنگ آ جاتے ہیں کہ ہم یہاں عوام کی نمائندگی کے لیے آئے ہیں ' ان کے مسائل کے حل کے لیے آئے ہیں تو جب کمیٹیاں inactive ہوں گی تو ظاہر ہے پھر ہم دوسری کمیٹیوں کا مطالبہ کریں گے ۔ اصل وجہ یہ ہے جناب ۔

جناب سپیکر ، آپ تسلی رکھیں میں اس کا تدارک کروں گا اور کمیٹیوں کی کارروائی کو بہتر بنانے کے لیے میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں جیسے ہی بجٹ اجلاس سے فارغ ہوتا ہوں' میں خود ذاتی طور پر اس میں دلچسپی لے کر دیکھوں گا کہ کمیٹیاں کیوں کام نہیں کر رہیں اور کون کونسی کمیٹی کام نہیں کر رہی۔ لیکن میں بے حد فخر کے ساتھ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہماری کچھ کمیٹیاں واقعی بہت اچھا کام بھی کر رہی ہیں' جن میں ہماری پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1۔ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 ' اور استحقاق کمیٹی اچھا کام کر رہی ہیں۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ جلد ہی ہماری Assurance Committee بھی activate ہو جائے گی اور دوسری کمیٹیاں جیسے ہاؤس کمیٹی ہے۔ فنانس کمیٹی ہے۔ یہ کمیٹیاں اچھا کام بھی کر رہی ہیں۔ جو نہیں کر رہیں ان کے بارے میں' میں جلد ہی دیکھ کر اس کا بھی تدارک کرتا ہوں کہ وہ بھی صحیح کام کریں۔ اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کو جانے دیجیے۔

جناب امان اللہ خان بابر ، جناب والا ! مجھے بھی بات کرنے کی اجازت دی جائے ۔

جناب سپیکر ، اچھی بات ہے ۔ آپ کی مرضی ہے ۔ بہت وقت ہو گیا ہے ۔ (قطع کلامیاں) ایک سیشن آپ نے صبح ضائع کر دیا۔

میاں فضل حق ، جناب والا ! ہم نے ضائع نہیں کیا بلکہ گورنمنٹ نے ضائع کیا ہے ۔

جناب سپیکر، نہیں نہیں۔ آپ نے ہی point out کیا ہے۔ آپ اتنا تو ظلم نہ کریں۔ آپ کے اپنے آدمی نے کورم point out کیا ہے۔ منشابٹ صاحب نے کورم کی نشاندہی کی ہے۔

(قطع کلامیاں)

وزیر اطلاعات ، جناب والا ! میں بھی کچھ عرض کرنی چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر ، چلیے ان کی بات بھی سنیں ۔ یہ اس موضوع پر آخری بات ہے ۔ پھر آپ سے بات

کرتے ہیں۔

وزیر اطلاعات : جناب والا! ان کا مدعا یا مشن پروان نہیں چڑھ سکے گا۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ کہنے کا موقع دیا جائے۔

جناب سپیکر : بابر صاحب! آپ نے جو چٹکلا چھوڑنا ہے وہ چھوڑ دیں۔

جناب امان اللہ خان بابر : جناب والا! میں نے چٹکلا نہیں چھوڑنا میں سنجیدگی سے بات کررہا ہوں۔ آپ کو کیسے پتا ہے کہ میں نے کوئی چٹکلا چھوڑنا ہے۔ جناب سپیکر!

مجھے یاد ہے وہ ذرا ذرا
تجھے یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مجھے آپ کی وہ پریس کانفرنس اور وہ اخبارات کی سرخیاں نہیں بھولیں جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ اسمبلیوں میں چور، ڈاکو، لٹیرے آگئے ہیں۔ جناب سپیکر! اگر آپ یہ باتیں اپنے معزز اراکین کے متعلق کہہ سکتے ہیں تو میں نے ایک تحریک استحقاق جمع کروائی تھی۔ میں نے اس لیے کہا ہے کہ شاید آپ کو یاد نہ ہو۔ میں نے تحریک استحقاق جمع کروائی تھی کہ آپ وضاحت کریں کہ اسمبلیوں میں کون چور ہے۔ کون ڈاکو ہے۔ کون لٹیرا ہے۔ جناب سپیکر! میں نے وضاحت پوچھی تھی آپ کس کیٹیگری میں آتے ہیں۔ آپ نے وہ اپنے آفس میں ہی kill کردی تھی۔ اگر وہ آفس میں kill نہ ہوتی اور یہاں discuss ہوتی، اس کا بھی کوئی رد عمل ہوتا اور اس کے خلاف بھی کچھ ہوتا تو کسی کو جرأت نہ ہوتی۔ اگر آپ مجھے چور، ڈاکو اور لٹیرا کہہ سکتے ہیں تو پریس والے کیوں نہیں کہیں گے۔ جب ہماری اپنی بات ہوتی ہے تو سب خاموش ہوجاتے ہیں۔ اس دن کسی نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ جناب سپیکر آپ نے یہ کیوں خبر لگوائی ہے۔ کیوں پریس کانفرنس میں آپ نے ہمیں ذلیل کیا ہے۔ اس نے لوٹا لکھ دیا ہے۔ میں بھی ان کے پیچھے پڑنے والوں میں سے ہوں۔ میں نے بھی کہا ہے کہ میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لیکن جناب سپیکر! ہمیں اپنے گریبان میں بھی جھانکنا چاہیے۔ جب ہم ایک دوسرے کا احترام نہیں کریں گے تو ان لوگوں سے اور پریس والوں سے کیا امید رکھیں گے۔

جناب سپیکر : جناب وزیر اطلاعات مہر سعید ظفر پڈھیار صاحب!

جناب محمد ظہیر الدین خان : جناب والا! اس سلسلے میں وضاحت ہو گئی تھی؛

جناب سپیکر ، جی ہاں وضاحت ہوئی تھی۔ اب میں اس بحث میں زیادہ نہیں جانا چاہتا۔ یہ خواہ مخواہ کی بات ہے۔ جی وزیر اطلاعات جناب سعید ظفر صاحب !

وزیر اطلاعات، جناب سپیکر ! میں مشکور ہوں کہ بڑی لمبی چوڑی بحث و تمحیص کے بعد مجھے اس کا جواب دینے کا موقع ملا۔ دراصل جب اخبار کے فیچر کو دیکھا جائے تو اس میں درحقیقت تضحیک آمیز پہلو بہت نمایاں ہے اور مجھے اس بات کے کہنے میں کوئی باک نہیں کہ واقعتاً اس طریقے سے معزز ممبران اسمبلی کے قد کو بہت کم کر کے دکھانے کی رکیک کوشش کی گئی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ ہماری حکومت کا یہ بھی ایک objective ہے کہ حکومت اور پریس کے معاملات جو ہیں وہ صحیح طور پر چلیں۔ لیکن اس کی اتنی بڑی قیمت کہ ہم سے جو بھی کوئی بات کرے جس قسم کا بھی کیچڑ اچھالے ہم ان تعلقات کو ٹھیک رکھنے کے لیے یہ ساری باتیں قربان نہیں کر سکتے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم ان تمام صحافی بھائیوں سے جن کی رپورٹنگ ماشاء اللہ بڑی معیاری ہے اور جو معاملات کو بڑی ذمہ داری سے لکھتے ہیں ، ہم انھیں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن اس طریقہ سے سستی شہرت حاصل کرنا' اس سے نہ صرف فاضل ممبران کا اور ہمارا استحقاق مجروح ہوا ہے بلکہ اس اخبار کے حوالے سے ممبران اسمبلی کے قد کاٹھ کو بہت نیچا کر کے دکھانے کی ایک سازش کی گئی ہے۔ اس میں میری تجویز یہ ہے کہ چونکہ پریس آزاد ہے لہذا ہم اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کر سکتے ہیں۔ اس بات میں بھی کوئی آڑ نہیں ہے کہ جب اتنے کھلے طور پر انھوں نے فاضل ممبران کے بارے میں رکیک قسم کے جملے استعمال کیے ہیں تو جیسے ہاؤس کا موڈ بھی مجھے محسوس ہو رہا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ نہ صرف اس اخبار کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے بلکہ اس کو تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ حکومت اس کو welcome کرے گی۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر ، بہرحال قانونی کارروائی کا معاملہ تو اس اسمبلی سے تعلق نہیں رکھتا۔ یہ آپ کا individual معاملہ ہے۔ کوئی دوست عدالت میں جانا چاہے' آپ گروپ کے طور پر جانا چاہیں تو میں اس معاملہ کو طے نہیں کر سکتا۔ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک' استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جاتی ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اس پر ایک ماہ کے اندر رپورٹ آنی چاہیے۔ اب تحریک استحقاق کا وقت ختم ہوتا ہے۔ جو کوئی تحریک رہ گئی ہے اس کو کل لے لیں گے۔

پیر سید عباس محی الدین : جناب سپیکر! میں ایک انتہائی اہم تحریک پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : نہیں، میرے پاس اور کوئی نہیں ہے۔ میری کاپی میں اور کوئی نہیں ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب سپیکر ---

جناب سپیکر : جی فرمایئے۔

پیر سید عباس محی الدین : جناب سپیکر! میں بہت اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : آپ کے لیڈر صاحب بات کر لیں۔ اس کے بعد پھر آپ کر لیجیے گا۔

معزز ممبران حزب اختلاف : یہ آپ کے ہی ہیں۔

جناب سپیکر : sorry, sorry - میں معافی چاہتا ہوں۔ (قہقہے) جی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب سپیکر! میں آپ کی اور اس ہاؤس کی توجہ اس اہم تحریک استحقاق کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : ایک سیکنڈ۔ میں اس کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ سید عباس محی الدین صاحب اور ملک محمد اسماعیل صاحب، آپ کی یہ تحریک استحقاق ابھی circulate ہو کر میرے پاس آئی ہے۔ آپ اجازت دیں تو اسے کل take up کر لیں گے۔ وقت جو ہے وہ ختم ہو گیا ہے۔

پیر سید عباس محی الدین : جناب سپیکر! میں چاہوں گا کہ آپ مجھے اس تحریک کو out of turn پیش کرنے کی اجازت دے دیں۔ کیونکہ یہ ایک فوری نوعیت کا مسئلہ ہے۔

معزز ایوان : اجازت دے دیں۔

جناب سپیکر : چلیے - چلیے۔

پیر سید عباس محی الدین : شکریہ جناب سپیکر۔

رانا محمد اقبال خان : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اگر کوئی اپوزیشن کا ممبر ہوتا تو پھر آپ کے تاثرات کیسے ہوتے؟

جناب سپیکر : رانا صاحب ' صبح سے لے کر جو کارروائی ہو رہی ہے ' جو تین تحاریک استحقاق کمیٹی کے پاس گئی ہیں وہ کس سے تعلق رکھتی تھیں؟ کبھی تو مطمئن ہوا کریں۔ نورالحسن صاحب کی تحریک' انصاری صاحب کی تحریک' آپ دوستوں کی پریس کے بارے میں تحریک' آپ کہیں بھی' کسی جگہ بھی ذرا ریزہ برابر شکر گزاری کا یا تشکر کا لہجہ اختیار نہیں کرتے۔ صرف شکایت ہی شکایت ہے۔

RANA MUHAMMAD IQBAL KHAN, sorry Sir sorry Sir

جناب سپیکر : جی ہاں۔ میرا خیال ہے کہ sorry کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جی

ایڈیشنل آئی جی پولیس پنجاب کا اراکین اسمبلی سے نامناسب رویہ

پیر سید عباس محی الدین : بسم اللہ الرحیم الرحیم۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں بذات خود ایڈیشنل آئی جی پولیس غلام اصغر ملک کے دفتر میں عوامی کام کے سلسلہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں حاجی محمد اسماعیل ایم۔ پی۔ اے بھی تشریف لے آئے تو مذکورہ ایڈیشنل آئی جی نے دونوں ممبران اسمبلی کو کہا کہ میں نے کسی کیس کی خفیہ سماعت کرنی ہے۔ آپ حضرات کمیٹی روم میں انتظار کریں۔ میں اس سماعت کے بعد آپ کو بلا لوں گا۔ ہم دونوں ممبران اسمبلی اٹھ کر کمیٹی روم میں چلے گئے۔ آدھا گھنٹا انتظار کرنے کے بعد پتا چلا کہ وہ تو اسی وقت دفتر سے تشریف لے گئے تھے۔

جناب والا! مذکورہ افسر کے اس افسوس ناک رویہ سے ہم دونوں ممبران اسمبلی کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

معزز ایوان : ضرور کیا جائے۔ ضرور کیا جائے۔

جناب سپیکر : آپ کوئی شارٹ سٹیٹمنٹ دینا چاہتے ہیں؟

پیر سید عباس محی الدین : جناب سپیکر! میں یہاں پر شارٹ سٹیٹمنٹ میں صرف یہ کہنا چاہوں گا کہ جو واقعہ پیش آیا ہے حاجی اسماعیل صاحب بھی اسے confirm کر سکتے ہیں اور آپ بیشک ان سے بھی پوچھ لیں۔

جناب سپیکر : ملک محمد اسماعیل صاحب تشریف رکھتے ہیں؟

ملک محمد اسماعیل : جی۔

جناب سپیکر : آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

ملک محمد اسماعیل : جناب سپیکر! میں اس کے بارے میں شارٹ سٹیٹمنٹ دوں گا۔ میں اس واقعہ کا عینی شاہد ہوں۔ میرے جانے سے پہلے یہ واقعی وہاں پر بیٹھے تھے اور جب میں نے ان سے سلام کیا تو مجھ سے پہلے ہی ان کا رویہ جو تھا وہ سخت تھا اور انھوں نے جب مجھے کہا کہ آپ کمیٹی روم میں بیٹھیں تو میں نے انھیں اپنے ساتھ وہاں پر لے جا کر بٹھایا اور جب ہم آدھا گھنٹا انتظار کر چکے تو میں نے دوبارہ ملازم کو بلا کر کہا کہ جائیں ان سے پتا کریں کہ کیا ہمیں ٹائم نہیں دیا جائے گا؟ جب ہمیں پتا چلا کہ وہ تو اٹھ کر چلے گئے ہیں تو پھر ہم دونوں ممبران اسمبلی نے یہ محسوس کیا کہ اگر افسران بالا کا یہی رویہ رہا تو واقعی ہم عوامی خدمت نہیں کر سکتے۔

معزز ایوان : شیم۔ شیم۔

ملک محمد اسماعیل : جناب سپیکر! خدا کے لیے ان افسران کو آپ روکیں اور سمجھائیں کہ وہ عوامی نمائندوں سے ایسا رویہ نہ رکھیں اور میری گزارش ہے کہ ہماری یہ تحریک استحقاق' استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

جناب سپیکر : جناب لاء منسٹر آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر قانون : جناب سپیکر! ایوان کا مزاج بھی میں محسوس کر رہا ہوں اور آپ کا مزاج بھی آج میں محسوس کر رہا ہوں۔ سارے ایوان کا جو مزاج مجھے لگ رہا ہے اور آپ نے جس طریقے سے آج تحاریک استحقاق پر پہلے فیصلے دیے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں اس تحریک استحقاق کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر : یہ تحریک استحقاق جو پیر سید عباس محی الدین اور ملک محمد اسماعیل صاحب نے پیش کی ہے اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے اور اس کی رپورٹ ایک ماہ کے اندر آنی چاہیے۔ تحریک استحقاق کا وقت ختم ہوتا ہے۔

پیر سید عباس محی الدین : جناب سپیکر! میں آپ کا اور سارے ممبران کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر : مہربانی۔ مہربانی۔

مجلس استحقاقات کی رپورٹوں کا پیش کیا جانا

میاں مناظر علی رانجھا، جناب سپیکر! میں تحریک استحقاق کی رپورٹ ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اجازت دیجیے۔

جناب سپیکر : کون سی رپورٹ؟

میاں مناظر علی رانجھا : میں تحریک استحقاق نمبر۱۰ پیش کردہ سید تابش الوری ' ایم۔ پی۔ اے۔

جناب سپیکر : یہ ۱۰ نمبر کی تابش الوری نے پیش کی ہے؟

(قہقہے)

میاں مناظر علی رانجھا : میں تحریک استحقاق نمبر۱۰ پیش کردہ سید تابش الوری ' ایم۔ پی۔ اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : ایوان میں رپورٹ پیش کر دی گئی ہے۔

میاں مناظر علی رانجھا : میں تحریک استحقاق نمبر۷ پیش کردہ سید ظفر علی شاہ ' ایم۔ پی۔ اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : تحریک استحقاق نمبر۷ کی رپورٹ ایوان میں پیش کر دی گئی۔

میاں مناظر علی رانجھا، میں تحریک استحقاق نمبر ۱۰ پیش کردہ ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ایم۔پی۔اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : تحریک استحقاق نمبر ۱۰ پیش کردہ ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ایم۔پی۔اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کر دی گئی۔

میاں مناظر علی رانجھا، جناب والا! میں تحریک استحقاق نمبر۷ پیش کردہ سید تابش الوری ایم۔پی۔اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : تحریک استحقاق نمبر ۷ پیش کردہ سید تابش الوری ایم۔پی۔اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کر دی گئی۔

میاں مناظر علی رانجھا، جناب سپیکر! میں تحریک استحقاق نمبر ۶ پیش کردہ حاجی محمد اسمٰعیل ایم۔پی۔اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: تحریک استحقاق نمبر ۶ پیش کردہ حاجی محمد اسمٰعیل ایم ۔ پی ۔ اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کر دی گئی ۔

میاں مناظر علی رانجھا: جناب سپیکر! اگر آپ ایک منٹ کے لیے اجازت دیں تو میں استحقاق کمیٹی کی کارکردگی جو گزشتہ سال رہی ہے آپ کے اور اپنے دوستوں کے سامنے پیش کروں گا ۔

جناب سپیکر: اجازت ہے ۔

میاں مناظر علی رانجھا: جناب سپیکر! استحقاق کمیٹی کا پہلا اجلاس ۳۰ جولائی ۱۹۹۴ء کو ہوا تھا استحقاق کمیٹی کے سپرد ہونے والی تحاریک استحقاق کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

تحریک استحقاق نمبر ۶ ۔ سید ظفر علی شاہ صاحب ۔

تحریک استحقاق نمبر ۷ ۔ سید ظفر علی شاہ صاحب ۔

تحریک استحقاق نمبر ۱۰ ۔ جناب ڈاکٹر محمد شفیق چودھری صاحب ۔

تحریک استحقاق نمبر ۱ ۔ چودھری پرویز الٰہی صاحب ۔

تحریک استحقاق نمبر ۱۰ ۔ سید تابش الوری صاحب ۔

تحریک استحقاق نمبر ۷ ۔ رانا محمد فاروق سعید خان صاحب

تحریک استحقاق نمبر ۳ ۔ جناب بادشاہ میر خان آفریدی صاحب ۔

تحریک استحقاق نمبر ۱۱ ۔ نوابزادہ سید شمس حیدر صاحب ۔

تحریک استحقاق نمبر ۵ ۔ میاں عمران مسعود صاحب ۔

تحریک استحقاق نمبر ۶ ۔ حاجی محمد اسمٰعیل صاحب ۔

تحریک استحقاق نمبر ۷ ۔ سید تابش الوری صاحب ۔

تحریک استحقاق نمبر ۳ ۔ حاجی محمد اقبال خان گھر کی صاحب ۔

تحریک استحقاق نمبر ۱۲ ۔ جناب امان اللہ خان بابر صاحب ۔

تحریک استحقاق نمبر ۱۲ ۔ سید ظفر علی شاہ صاحب ۔

تحریک استحقاق نمبر ۱ ۔ جناب احسان الدین قریشی صاحب ۔

تحریک استحقاق نمبر ۲ ۔ جناب انعام اللہ خان نیازی صاحب ۔

جناب سپیکر! اب تک سولہ تحاریک استحقاق استحقاق کمیٹی کے سپرد ہوئی تھیں جن میں گیارہ

تحاریک استحقاق کی رپورٹ ایوان میں پیش کی جا چکی ہے۔ اور پانچ تحاریک استحقاق استحقاق کمیٹی کے زیرغور ہیں ان کو بھی انشاء اللہ جلد از جلد نمٹانے کی کوشش کی جائے گی۔

جناب سپیکر، رانجھا صاحب! آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ آپ کی کارکردگی کے سلسلے میں میں نے یہاں سے سپیکر کے طور پر پہلے بھی آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے

میاں مناظر علی رانجھا، میں آپ کا ممنون ہوں۔

جناب سپیکر، میں آپ کی کمیٹی کی کار کردگی سے مطمئن ہوں۔ ہاؤس بھی مطمئن ہے ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ دوسری سٹینڈنگ کمیٹیاں بھی اپنے حصے کا کام اسی تندہی، محنت اور سلیقے کے ساتھ کریں گی۔

مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

میاں مناظر علی رانجھا، جناب سپیکر! اب کچھ تحاریک استحقاق ہیں جن کی extension درکار ہے۔

جناب سپیکر، جی۔

میاں مناظر علی رانجھا، جناب والا! میں تحریک پیش کرتا ہوں۔

کہ تحریک استحقاق نمبر ا پیش کردہ چودھری پرویز الہیٰ ایم۔پی۔اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۹۵ء تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر، تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

کہ تحریک استحقاق نمبر ا پیش کردہ چودھری پرویز الہیٰ ایم۔پی۔اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۹۵ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

میاں مناظر علی رانجھا، جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

کہ تحریک استحقاق نمبر 2 پیش کردہ جناب انعام اللہ خان نیازی ایم۔پی۔اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ

۳۱ جولائی ۱۹۹۵ء تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر: تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

کہ تحریک استحقاق نمبر 2 پیش کردہ جناب انعام اللہ خان نیازی ایم۔ پی۔ اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۹۵ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

میاں مناظر علی رانجھا: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

کہ تحریک استحقاق نمبر ۶ پیش کردہ حاجی محمد اقبال گھر کی ایم۔ پی۔ اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۹۵ء تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر: تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

کہ تحریک استحقاق نمبر ۶ پیش کردہ حاجی محمد اقبال گھر کی ایم۔ پی۔ اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۹۵ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

میاں مناظر علی رانجھا: جناب والا! میں تحریک پیش کرتا ہوں۔

کہ تحریک استحقاق نمبر ۱۲ پیش کردہ جناب امان اللہ خان بابر ایم۔ پی۔ اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۹۵ء تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر: تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

کہ تحریک استحقاق نمبر ۱۲ پیش کردہ جناب امان اللہ خان بابر ایم۔ پی۔ اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۹۵ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

میاں مناظر علی رانجھا ، شکریہ جناب ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، (پوائنٹ آف آرڈر) ۔ جناب سپیکر ! آپ نے بجا طور پر میاں رانجھا صاحب کو شاباش دی اور ان کا کام سراہا اور یقیناً" سراہا جانا چاہیے لیکن جناب سپیکر! میں یہ جاننا چاہوں گا کہ استحقاق کمیٹی کی ان رپورٹوں میں کتنے افسروں کو سزا دی گئی کتنے افسروں کی باز پرس کی گئی یا انہیں وارننگ دی گئی۔ جناب والا ! میں اس بارے میں صرف اتنی عرض کروں گا کہ اس استحقاق کمیٹی کی جتنی بھی تحاریک تھیں ان پر اس قوم کا کتنے لاکھ روپیہ خرچ ہوا اور اس کے بعد نتیجہ کیا نکلا۔ جناب سپیکر! میں نہایت سنجیدگی سے گزارش کروں گا کہ جناب وزیر قانون صاحب کو آپ حکم دیں کہ وہ اس قانون میں امنڈمنٹ کریں کہ خدا کے واسطے اس استحقاق کمیٹی کو کم از کم اتنا حق حاصل ہو یا اس کے اندر اتنے اختیارات ہوں کہ مذکورہ افسر کی گوشمالی ہو سکے۔ آج صورتحال یہاں تک پہنچی ہے کہ ہمارے نہایت ہی محترم اور شریف ترین ایم۔پی۔اے جناب عباس محی الدین پارلیمانی سیکرٹری ہیں اور یہ حکومت پنجاب کے پارلیمانی سیکرٹری ہیں اور ایک ایڈیشنل آئی ۔ جی کیا ہوتا ہے وہ ڈی۔آئی۔جی ہوتا ہے اس ڈی۔آئی۔جی نے انہیں کوئی آدھا گھنٹا بیٹھا رکھا۔ جناب والا! یہ تمام حالات کیوں بن رہے ہیں یہ صرف اس لیے بن رہے ہیں۔ میں نے ان گناہگار کانوں سے ان افسران کو یہ کہتے سنا کہ استحقاق کمیٹی کیا کرے گی الٹا ہمارا ٹی۔اے۔ڈی۔اے بنے گا۔ ایک مہینہ دو مہینے جب مختلف تاریخوں میں جب اجلاس ہونگے ان سے ہمارا ٹی۔اے' ڈی۔اے بنے گا اس کے بعد رزلٹ کیا نکلے گا یہ زیرو plus زیرو۔ جناب والا ! میں آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ یہاں وزیر قانون صاحب پورے سال مختلف قوانین میں ترامیم پیش کرتے ہیں اس قانون میں بھی ترمیم ہونی چاہیے کہ استحقاق کمیٹی کے پاس اختیار ہو۔

جناب سپیکر، استحقاق کمیٹی ہاؤس کی اپنی کمیٹی ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں جو کمیٹی Rules and Regulations and Procedure پر بحث کر رہی ہے اور اس میں ترامیم suggest کر رہی ہے وہ اس پہلو پر غور کرے اور اگر وہ مناسب سمجھتی ہے تو استحقاق کمیٹی کی پاورز میں مناسب اضافہ suggest کرے اور ہاؤس میں اس کو لائے اور ہم اس پر بات کر لیں گے ۔

چودھری محمد وصی ظفر ، (پوائنٹ آف آرڈر) ۔ جناب والا ! فاضل ممبر اور فاضل ممبران کی اطلاع کے لیے یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ ہاؤس کمیٹی ہاؤس کے تابع ہے اور اس نے اپنی رپورٹ ہاؤس کو دینی

ہوتی ہے آگے ہاؤس نے اس پر اپنا فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ اس پر جناب باقاعدہ substantive motion آسکتی ہے اور وہ within seven days کا نوٹس ہوتا ہے اس پر پھر ڈسکشن ہوتی ہے اور سزا اور جزا اس ہاؤس نے دینی ہے۔ یہ صرف facts finding کرتی ہے اور اب تک کی جو کارروائی ہے میں جناب سے عرض کروں گا کہ یہ تھوڑی سی ابھی بقایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جناب اگر آپ یہ رول 60 دیکھیں اور اس کا سب۔ رول 6 آپ ملاحظہ فرمائیں ویسے تو جناب والا یہ لمبا ہے اگر جناب کہیں تو میں دو منٹ میں اس کو عرض کر دیتا ہوں کہ رپورٹ preliminary بھی جا سکتی ہے اور final بھی دی جا سکتی ہے۔ چیئرمین اس کو sign کرے گا ---

The report of the Committee shall be presented by the Chairman, or, in his absence by any other member .

(5) After the report has been presented, any member may move that the report be taken into consideration . .

کہ ایوان اس کو consider کرے۔

whereupon the Speaker may put the question to the Assembly

Provided that any member may move an amendment that the matter be recommitted to the Committee.....

جناب والا یہ تمام ہاؤس کی property بن گئی۔

"for examination of a point or points which may have been left out of consideration by the Committee."

اگر کمیٹی سے کوئی کمی رہ گئی ہے تو وہ اس کو refer back کی جا سکتی ہے۔ اور یہ (۶) پر ابھی کارروائی بقایا ہے جو ابھی تک کسی بھی رپورٹ نہیں ہوئی ۔ اور رول (۶) یہ ہے۔

(6) The Assembly may agree with the report with or without amendments or may disagree with it and may itself decide the question of privilege.

جناب والا! یہ relevant ہے اور اس پر جناب کو ہاؤس کی رائے لینی چاہیے 'that whether the House agrees ۔ اگر جناب والا! کوئی نوٹس بھی نہیں آیا اور اگر ہاؤس unanimously کے yes we agree on the report, then it is alright اور اگر ہاؤس کہتا ہے کہ جی No We suggest such and such amendments تو پھر وہ amendments move ہو جائیں اور وہ کہے کہ We disagree with the report. ۔ جناب والا! یہ تینوں چیزیں اس میں ہیں اور ہاؤس خود decide کرے اور یہیں پر سزا دی جا سکتی ہے اور سزا کا فیصلہ ہمیشہ ہاؤس نے کرنا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر، جو بات وصی ظفر صاحب کر رہے ہیں یہ اہم ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس پر سنجیدگی سے غور ہونا چاہیے۔ تمام کمیٹیاں جو ہاؤس نے مقرر کی ہیں وہ ہاؤس کی سہولت کے لیے کارروائی کرتی ہیں فائنل اتھارٹی ہاؤس کی ہے جب رپورٹ آ جاتی ہے تو ازراہ کرم اس رپورٹ کو کہ رپورٹ پیش کر دی گئی رپورٹ آپ کو پیش کی گئی ہے اب آپ نے اس رپورٹ کو دیکھنا ہے ہاؤس نے دیکھنا ہے اور کوئی بھی ممبر اس پر یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے اس پر اعتراض ہے یا یہ اس کا سوال ہے اور اس کے بعد ہاؤس فائنل طور پر اس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ اس نے کیا کرنا ہے۔ رپورٹ جو آ گئی ہے اس میں بھی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ ہاؤس اس رپورٹ کو مانے ہاؤس نہ مانے اس رپورٹ کو ہاؤس اس میں کوئی ترمیم کرے تو کمیٹیوں نے جو کام کیا ہے وہ آپ کی سہولت کی خاطر کیا ہے اور انہوں نے ہاؤس کو رپورٹ کیا ہے کہ ہمارے خیال کے مطابق صورتحال یہ ہے اب آپ فرمایئے آپ اس میں کیا کہتے ہیں تو یہ جو کمیٹیاں ہیں یہ اس کا ایک حصہ ہیں کہ یہ کام کرتی ہیں آپ تک وہ اپنی رپورٹ پیش کرتی ہیں اور فائنل فیصلہ آپ نے کرنا ہوتا ہے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! میں صرف اتنی گزارش کرنی چاہتا تھا کہ آپ نے بجا فرمایا لیکن یہ رپورٹ ابھی پیش ہوئی ہے اور فوری طور پر ہم اس پر اپنی کیا رائے دے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں۔ فوری طور پر نہیں۔ within seven days دے سکتے ہیں۔

چودھری محمد ظہیر الدین، جیسا کہ اقبال صاحب نے فرمایا کہ یہ کرتی کیا ہیں۔ تحریک نمبر 10 جو سپرنٹنڈنٹ جیل کے بارے میں تھی۔ اس میں کمیٹی نے ہاؤس کے لیے سفارش کی ہے کہ یہ عمر کے آخری حصے میں ہے۔ ان کو تنبیہ کی جائے کہ بقیہ ملازمت کے دوران ایسا رویہ اختیار نہ کرے۔ تنبیہ کے لیے بھی اور تنزلی کے لیے بھی کمیٹی سفارش کر دیتی ہے۔

جناب تاج محمد خانزادہ: جناب سپیکر! میں اردو میں بات کرنا چاہوں گا۔ میں اس ہاؤس کو اپنی طاقت کا احساس دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ صرف ایک پولیس مین کو ٹھیک کرنے کے لیے نہیں ہیں۔ آپ سب پنجاب کو ٹھیک کرنے کے قابل ہیں۔ اس ہاؤس نے جب کہ آئی جی پولیس فیصل آباد میں تھا اور اور ڈپو کیس میں یہاں پر مال روڈ پر ہمارے ایک ساتھی کے ساتھ گستاخی ہوئی تھی اور اس کے استحقاق کو مجروح کیا گیا تھا۔ اسی ہاؤس نے آئی جی کو فیصل آباد میں ہی معطل کر کے ایک دن میں گھر بھیج دیا تھا۔ آپ لوگ اگر اپنے استحقاق کو اور اپنی عزت کو خود نہیں بچائیں گے تو آج جو کچھ ان دونوں کے ساتھ ہوا کل ہم تمام کے ساتھ ہو گا۔ میں کہتا ہوں کہ میں آج امیگریشن دفتر میں گیا۔ وہاں پر ایک ڈپٹی ڈائرکٹر امیگریشن شاہد اس کا نام رزاق ہے یا کیا بلا ہے۔ میں وہاں پر گیا۔ اتنے میں وہ باہر سے آیا اور اندر چلا گیا اور اندر سے کنڈی لگالی۔ میں نے اس کے اردلی سے کہا کہ یہ جو اندر گیا ہے یہ کون ہے۔ میں اندر جانے لگا تو اس کا اردلی کہنے لگا صاحب ٹھہر جائیں۔ صاحب اجازت دیں گے۔ میں آکھیا" او کھتری دیا پتا۔ توں پچھدا وی نئیں ایں کہ توں کیس نال گلاں کر رہیا ایں" میں نے کہا کہ تم گدھا، گھوڑا، ہاتھی سب کو ایک جیسا جانتے ہو۔ میں اس کا دروازہ کھٹکھٹا کے اندر چلا گیا۔ میں نے اس سے بولا کہ تم کیا چیز ہو۔ میں نے کہا ہم نصیر اللہ بابر کے کمرے میں داخل ہو جاتے ہیں تم کیا چیز ہو۔ تو ڈھائی پیسے کا ڈائرکٹر ایں تو کس طرح گلاں کرنا ایں" خدا دی قسم اوس دے حواس اڈ گئے۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ ہمارے ممبروں کو گستاخی کرنی چاہیے۔ لیکن اس کے رویے کو دیکھ کر دونوں کو اندر جا کر کہنا چاہیے تھا کہ آپ کیا سمجھتے ہیں۔ ہمارا سٹیٹس پروٹوکول میں ایک سیکرٹری سے اونچا ہے۔ اور آپ ایک 19 گریڈ کے افسر ہو کر آپ پہلے ہم کو بٹھاتے ہیں پھر آپ اتنا discourage کرتے ہیں کہ ہم کو بیٹھے بٹھائے چھوڑ کر آپ چلے جاتے ہیں تو میں اس ہاؤس کو کہتا ہوں کہ خدا را آپ انتظار مت کریں۔ آپ اپنی prestige کو برقرار رکھنے کے لیے فوری طور پر ایک ہو کر فوراً بیوروکریسی کو ٹھیک کریں۔ میں سب بیوروکریٹس کے خلاف نہیں ہوں۔ اس میں بہت شریف لوگ بھی ہیں۔ اور بہت کام بھی کرتے ہیں۔ لیکن جن کا دماغ خراب ہے ان کا دماغ آپ تبھی ٹھیک کر سکتے ہیں کہ آپ یہ partiality چھوڑ دیں اور کہہ دیں کہ ہم ایک ہی ہیں۔ اور ان کے دماغ ٹھیک کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ!

مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

ملک کرامت حسین کھوکھر : میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ مجلس خصوصی برائے سوالات بابت حبیب الرحمٰن وغیرہ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31-7-95 تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"مجلس خصوصی برائے سوالات بابت حبیب الرحمٰن وغیرہ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد 31-7-95 تک توسیع کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب سپیکر : سردار سکندر حیات !

سردار سکندر حیات خان : جناب سپیکر ! میں آپ کی اجازت سے جناب تاج محمد خانزادہ صاحب کو سپورٹ کرنا چاہوں گا۔ یہ میرے بزرگ بھی ہیں اور میرے چچا بھی ہیں۔ لیکن یہ بتاؤں گا کہ ہم ان کی سوچ کے ساتھ ہیں لیکن چونکہ بعض اوقات تنقید برائے تنقید ہوتی ہے اور مثبت تنقید نہیں ہوتی۔ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لیے ہوتی ہے۔ یہ اپنے ساتھی ممبران کے ساتھ مشورہ کر لیں۔ ہم بہت سارے ممبران اس پہ متفق ہیں۔ اور باقیوں کے ساتھ بات کریں گے۔ قرآن مجید پہ ہاتھ رکھ کر ہم پنجاب کے لیے کوشش کریں گے۔ اگر بیوروکریٹس غلط ہیں یا سیاستدان غلط ہیں یا کوئی اور ہے اس کا مقابلہ کریں گے۔ اور ایمان کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔ جو حرام کھاتا ہے اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا ! ایک تو میں لائیو سٹاک کے متعلق تحریک پیش کرنا چاہتا ہوں اور اس سے پہلے سردار صاحب نے اور محترم خانزادہ صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے اس کو سپورٹ کرتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ التکبر مع المتکبر صدقۃ۔ متکبر کے ساتھ تکبر کرنا بھی صدقہ ہے۔ جن لوگوں کی گردنیں اکڑی ہوئی ہیں ان کے ساتھ ضرور تکبر کرنا چاہیے۔ ان کی گردنوں کا خم نکالنا چاہیے۔ اور جو لوگ رواداری سے محبت سے پیار سے شفقت سے ارکان اسمبلی کا احترام و اکرام کرتے ہیں ان کے ساتھ ہمیں خاکساری کرنی چاہیے۔ اور اس پر میں ایک شعر آپ کی نذر کرتا ہوں۔

خاکساروں سے خاکساری ہے
سر بلندوں سے انکسار نہیں

مجلس قائمہ برائے امور حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

سید محمد عارف حسین بخاری، اس کے بعد میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں مسودہ قانون (ترمیم) انضباط ذبح مویشی پنجاب مصدرہ قانون نمبر 8 بابت 1994ء پیش کردہ سید تابش الوری ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے امور حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 جولائی 1995ء تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"مسودہ قانون (ترمیم) انضباط ذبح مویشی پنجاب مصدرہ 1994 (مسودہ قانون نمبر 8 بابت 1994ء پیش کردہ سید تابش الوری ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے امور حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔ جولائی 1995ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! جب آج میں اجلاس میں شرکت کے لیے اندر آیا ہوں تو باہر سے مجھے کچھ کاغذات دیے گئے ہیں جو کہ نقول ہیں چیف الیکشن کمشنر پنجاب کے اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلہ کی نقول ہیں۔ میں پہلے یہ وضاحت کرتا چلوں کہ نہ مجھے ڈاکٹر شیلا بی چارلس سے اختلاف ہے اور نہ قیصر افراہیم سرویا صاحب سے اختلاف ہے۔ صرف آئینی اور قانونی اور جو ہاؤس کے قواعد و ضوابط ہیں ان میں وضاحت چاہتا ہوں۔ غالباً سیکرٹری صوبائی اسمبلی نے سپریم کورٹ کے رجسٹرار کو کوئی چٹھی تحریر کی ہے جس میں سپریم کورٹ کے فیصلے کی وضاحت مانگی گئی ہے۔ سپریم کورٹ کے رجسٹرار نے جو ان کو جواب بھیجا ہے۔

جناب والا! یہاں ڈاکٹر شیلا بی چارلس صاحبہ تشریف رکھتی ہیں۔ اگر وہ ممبر ہیں تو most welcome آپ نے بھی ان کو اس دن welcome کہا اور سارے ہاؤس نے بھی کہا۔ اس آرڈر کی رو سے نہ یہ ممبر ہیں اور نہ قیصر افراہیم سرویا صاحب ممبر ہیں۔ کیس الیکشن کمشن پنجاب کو ریمانڈ کر دیا گیا

ہے۔ دو مہینے کی ان کو مہلت دی گئی ہے۔ اس میں آپ وضاحت فرما سکیں گے کہ یہاں ڈاکٹر شیلا بی چارلس صاحبہ تشریف لا سکتی ہیں یا نہیں لا سکتی۔

جناب سپیکر : سیکرٹری اسمبلی: آپ نے اس دن پوزیشن واضح کی تھی۔ آپ اس کی لیگل پوزیشن واضح کریں۔ آپ فرما سکیں گے کہ یہاں ڈاکٹر شیلا بی چارلس صاحبہ تشریف لا سکتی ہیں یا نہیں لا سکتیں؟

سیکرٹری اسمبلی : جناب سپیکر ! شکریہ۔ گزارش یہ ہے کہ الیکشن ٹریبونل نے اپنے فیصلے میں ڈاکٹر شیلا بی چارلس کو de-seat کر دیا تھا اور ان کی جگہ افراہیم سرویا صاحب کو Member notify کر دیا تھا۔ اس کے بعد جب اپیل سپریم کورٹ میں گئی تو انھوں نے اس کیس کو ریمانڈ کر دیا۔ ریمانڈ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پرانا الیکشن ٹریبونل کا فیصلہ re-open ہو گیا۔ re-open ہونے کی وجہ سے جو پرانا ممبر ہے وہ اپنی جگہ پر قائم رہا جب تک الیکشن ٹریبونل دوبارہ اس پر کوئی فیصلہ نہ دے دے یا ڈاکٹر شیلا بی چارلس کے حق میں یا افراہیم سرویا صاحب کے حق میں کوئی فیصلہ نہ ہو جائے۔ ریمانڈ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ فیصلہ ختم ہو گیا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب والا ! یہ فیصلہ پڑھنے کے بعد سیکرٹری اسمبلی نے سپریم کورٹ کے رجسٹرار کو درخواست دی تھی کہ ------

جناب سپیکر : انھوں نے کہا کہ آپ خود اس کی interpretation کر لیں۔ ہم نے یہ interpretation کی ہے کہ اب جب تک الیکشن ٹریبونل کوئی final فیصلہ نہیں کرتا تو جو پرانی position ہے اس کو بحال رکھا جائے۔ ایک طرح سے سمجھیں کہ انھیں stay order ملا ہوا ہے جب تک کہ باقاعدہ فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ تو ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ اگر پرانی position بحال ہوئی ہے تو پرانی position یہ تھی کہ یہ ممبر تھیں اس لیے ہم نے انھیں اس وقت تک اجازت دی ہے کہ آپ ہاؤس میں تشریف لائیں تاوقتیکہ final فیصلہ ہو جائے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب اگر آپ کی اجازت ہو تو میں ایک پیرا پڑھتا ہوں جو کہ فیصلے کا حصہ ہے۔

Para: In the aforesaid notification in the Table No. .

The name of Dr Shela B Charles No ..

In the entries relating thereto in column 3,4,5 shall stand deleted.

The last para is Mr Ifraheem Saroya will however not be entitled to take oath as Ml'A in terms of the order

تو ان کا بھی نام delete کر دیا گیا ہے اور ان کی oath روکی گئی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ نہ وہ ممبر ہیں اور نہ ہی ان کو oath لینے کی اجازت دی گئی ہے تاوقتیکہ الیکشن کمشن نظر ثانی کرے اور فیصلہ کرے۔

جناب سپیکر، سیکرٹری اسمبلی اس کی وضاحت کر دیں۔

سیکرٹری اسمبلی، جناب کھوسہ صاحب نے جو چیز پڑھی ہے وہ دراصل notification ہے جو الیکشن کمشن نے اس فیصلے کی بنیاد پر جاری کیا تھا جو الیکشن ٹریبونل نے دیا تھا۔ الیکشن ٹریبونل نے کہا تھا کہ یہ de-seat ہو گئی ہیں اور انھوں نے اس کو formally notify کیا تھا۔ جب سپریم کورٹ نے کیس واپس بھیجا تو یہ notification اور وہ تمام چیزیں رد ہو گئیں اور اب جب دوبارہ فیصلہ ہو گا تو اس کے مطابق re-notify کیا جائے گا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: یہ کس پر base کرتا ہے؟

سیکرٹری اسمبلی، جناب والا! اگر اس کا پہلا پیرا آپ پڑھیں گے تو اس میں لکھا ہوا ہے کہ ۔

On the basis of the judgement of Election Tribunal

یہ اس پر base کرتا ہے۔ جب وہ ٹریبونل کی judgement ختم ہو گئی تو یہ notifition بھی ختم ہو گیا۔

وزیر محنت (ملک اقبال احمد خان لنگڑیال): جناب والا! سیکرٹری اسمبلی کی بات بڑی درست ہے کہ جب تک کسی ممبر کا oath نہ ہو تو وہ ممبر تصور نہیں ہوتا۔ oath کے بعد ممبر تصور ہوتا ہے۔ چونکہ اس کا oath نہیں ہوا تھا اس لیے جب کیس ریمانڈ ہو گیا تو وہی ممبر بحال ہو گا جو اس وقت act کر رہا تھا۔

جناب سپیکر: ہم نے اس پر غور کر کے یہی interpretation کی ہے کہ سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے بعد پرانی position بحال ہو گئی ہے اور پرانی position یہ تھی کہ محترمہ ڈاکٹر شیلا بی چارلس ممبر تھیں اب جب دوبارہ اس کا فیصلہ جہاں بھی، جس کورٹ میں، جس فورم پر ہونا ہے اس کا جو

final فیصلہ ہو گا اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ وہاں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ جناب میاں عبدالستار صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ۔

"قواعد و انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1973ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 ستمبر 1995ء تک توسیع کر دی جائے"۔

جناب سپیکر، میں نے ایک مرتبہ یہ کہا تھا کہ ایک مہینے سے زیادہ توسیع نہیں کی جائے گی۔ لیکن آپ کا کام چونکہ لمبا ہے میں جانتا ہوں اس لیے as a special case اس کی اجازت دینی چاہیے۔ یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1973ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 ستمبر 1995ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! یہ بہت ہی لمبا کام ہے اور ہم نے تقریباً کافی کام مکمل کر لیا ہے۔

ضمنی میزانیہ بابت سال 95-1994ء پر بحث

جناب سپیکر، اب ہم ضمنی بجٹ پر بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ جن سپیکرز صاحبان کی لسٹ مجھے ملی ہے اس میں اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے دوستوں کے نام ہیں۔ میں وزیر قانون سے گزارش کروں گا کہ اگر آپ کی طرف سے بھی کچھ دوستوں نے حصہ لینا ہے تو آپ بھی ایک فہرست بنا کر مجھے دیجیے۔ میں بحث کا آغاز کرنے کے لیے سید تابش الوری صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! ہماری طرف سے ریاض حشمت جنجوعہ صاحب تقریر کریں گے۔ ان کے علاوہ میں چاہتا ہوں کہ باقی تقاریر ہماری طرف سے نہ ہوں تاکہ اراکین اپوزیشن زیادہ سے زیادہ بحث

میں حصہ لے سکیں۔ کیونکہ آج صبح کا اجلاس بھی نہیں ہو سکا۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ جی جناب سید تابش الوری صاحب۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر!

تاریخ سکھاتی ہے ترقی کے اصول
جتنا بھی بڑھیں بڑھنے کا حق دیتی ہے
تاریخ سے لیتی نہیں جو قوم سبق
اس قوم کو تاریخ سبق دیتی ہے

جناب سپیکر، تابش الوری صاحب! ذرا دوسرا شعر دوبارہ پڑھیے۔

سید تابش الوری،

تاریخ سے لیتی نہیں جو قوم سبق
اس قوم کو تاریخ سبق دیتی ہے

چودھری محمد شاہنواز چیمہ، جناب والا! ہمیں سمجھ نہیں آئی۔

سید تابش الوری، جناب والا! میں دس بار بھی پڑھوں گا تو چیمہ صاحب کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اگر اس کا جناب راجے پنجابی میں ترجمہ فرما سکیں تو ان کے لیے آسانی ہو جائے گی۔

جناب سپیکر! میں اس وقت سال 1994-95ء کے ضمنی بجٹ پر حزب اختلاف کی جانب سے عام بحث کا آغاز کرنے کے لیے آپ سے مخاطب ہوں۔ مگر کراچی کی آتشیں اور لرزہ خیز صورت حال کے پیش نظر بجٹ اور اس پر بحث بڑی غیر اہم، غیر متعلقہ اور بے معنی سی محسوس ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر، لیکن آپ کوشش کیجیے گا کہ ضمنی بجٹ ہی کے حوالے سے تقریر کریں۔

سید تابش الوری، جی میں یہی عرض کروں گا لیکن مجھے اجازت دیجیے کہ میں ------

چودھری گل نواز وڑائچ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر۔ جی فرمایے۔

چودھری گل نواز وڑائچ، جناب سپیکر! میں دست بستہ عرض کروں گا کہ یہ دہشت نہ پھیلائیں اور ساری قوم کو بد دل نہ کریں، تباہی اور بربادی کے لفظ اتنے زیادہ استعمال نہ کریں۔ شکریہ۔

سید تابش الوری : جناب سپیکر! بد امنی سے لہو لہان کراچی اس وقت زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ جلتی ہوئی آبادیوں میں انسانی گوشت اور بارود کی بو رچی ہوئی ہے۔ ویران سڑکوں پر روزانہ لاشیں گر رہی ہیں اور انھیں اٹھانے ' کفنانے اور دفنانے کی بھی کسی کو ہمت نہیں ہے۔ کراچی کے مہاجروں کو جو پاکستان کے قیام کے سلسلے میں بے مثال قربانیوں کی منفرد تاریخ رکھتے ہیں اور نظریہ پاکستان کے عظیم علمبردار ہیں دہشت گرد ' تخریب کار اور ملک دشمن قرار دیا جا رہا ہے۔ اور شاید انھیں پاکستان بنانے کی سزا دی جا رہی ہے۔

رانا سہیل احمد خان نون : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : رانا صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا سہیل احمد خان نون : جناب والا! جو وہاں پر actual دہشت گرد ہیں۔ دہشت گردی میں ملوث ہیں روزانہ پوری قوم کے سامنے ٹیلی ویژن پر بیان دیتے ہیں کہ ہم نے اتنے قتل کیے اور اتنے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ وہ ضرور دہشت گرد ہیں چاہے وہ مہاجر ہوں چاہے وہ مقامی ہوں اور ان کو دہشت گرد کہنا بھی جائز ہے۔

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیں۔ بہتر یہ ہے کہ ضمنی بجٹ پر بحث ہے از راہ کرم بجٹ کے حوالے سے بات شروع کریں اگر کہیں ضمنی طور پر کوئی بات آتی ہے تو وہ صحیح ہے لیکن یہ مناسب نہیں ہے کہ یہ کہہ کر کہ بجٹ غیر اہم ہے اور ہم کراچی پر بات کریں گے۔ تابش صاحب میں نہیں سمجھتا کہ یہ رویہ درست ہے۔ آپ از راہ کرم بجٹ سے بات شروع کریں اگر ضمنی طور پر کہیں کوئی ذکر آتا ہے تو اس کا حوالہ دیں۔ ہزار طریقے سے کراچی کا ذکر آ سکتا ہے۔ اکانومی سے تعلق رکھتا ہے کراچی آپ کا صنعتی دار الحکومت ہے۔ کراچی کے حالات کا ملکی صنعت پر ملکی معیشت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ آپ طریقے سے بات کریں میرے لیے بھی ممکن ہو گا کہ میں اسے سنوں لیکن اگر آپ اس طریقے سے شروع کریں گے تو میں مجبور ہوں گا۔

سید تابش الوری : جناب سپیکر ! آپ نے میری مشکل آسان فرما دی۔

وزیر اوقاف : پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر : جی فرمایئے۔

وزیر اوقاف : جناب سپیکر ! میں تابش الوری صاحب دی تصویر دیکھ کے جس وقت ہاؤس وچ آناں تے اہ ظاہر ہوندا اے کہ اہ واقعی بہت وڈے پارلیمنٹیرین سن۔ کیونکہ اڈن میں انھاں نوں دیکھیا نہیں سی اہ میرے نال ممبر نہیں رہے۔ اس واسطے اہناں نے ہن واقعی صحیح فرمایا اے کہ مینوں انھاں دی گلاں دی سمجھ نہیں آوندی کیونکہ ضمنی بجٹ تے بولنا ہوئے یا -----

جناب سپیکر : آپ سمجھ تو گئے ہیں نا۔

وزیر اوقاف : ضمنی بجٹ تے بولنا ہوئے یا کسے وی چیز تے بولنا ہوئے ۔ اہناں نوں کراچی دی گل توں سوائے کوئی گل نہیں آوندی اور ٹیپ ویکھ لو اہ ریکارڈ دیکھ لو کہ اہناں نے اک ہی تقریر رٹی ہوئی اے اور میں ہاؤس دے وچ استدعا کرناں کہ اہناں دی تصویر لہہ کے کافی پیچھے کر دتی جاوے۔ اگر اہ اج تقریر بدل کے اچھی کرن بغیر کراچی توں اچھی گل کرن اور صحیح گل کرن تاں اہناں دی تصویر اک فٹ ہور اگے کر دتی جائے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر : بادشاہ میر خان آفریدی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب والا ! ابھی تابش صاحب کی تقریر کے حوالے سے میرے فاضل دوست جناب نون صاحب نے کہا کہ ٹیلی ویژن پر آ کر دہشت گرد اقرار کر رہے ہیں ۔ جناب والا ! اگر آپ ٹیلی ویژن کو دیکھتے ہیں تو ضیاء الحق کے دور میں ٹیلی ویژن پر بہت سے لوگوں نے الذوالفقار کی طرف سے تخریب کار ہونے کے اعترافات کیے ۔ بات ٹیلی ویژن کی نہیں ہے بات تاریخ اور حقائق کی ہے ۔ یہ بات درست ہے کہ اس وقت کراچی دہشت گردی کا شکار ہے لیکن وہاں کون کون سے عوامل ہیں جناب صدر صاحب اس کی وضاحت کر چکے ہیں ۔ جناب صدر صاحب نے فرمایا کہ کراچی میں دہشت گرد ایم کیو ایم سے بھی متعلق ہیں الذوالفقار سے بھی متعلق ہیں مرتضیٰ گروپ سے بھی متعلق ہیں تو اس لیے میں گزارش کروں گا کہ تاریخ کے تناظر میں بات کی جائے ۔ آج یہ ملک اتنے crucial حالات کا شکار ہے کہ ----

جناب سپیکر : نہیں۔ میں گزارش کروں گا کہ بجٹ پر بات کی جائے اور اگر کہیں ضمناً کوئی بات آتی ہے تو آخر ملک کے اندر حالات ہوتے ہیں تو انسان طریقے سے اس کی مثال دیتا ہے۔ طریقے سے بات

کی جائے لیکن یہ نہیں کہ آپ کہیں کہ بجٹ پر تو بات غیر ضروری ہے اور میں کراچی پر بحث کروں گا۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب والا ! میں ایک گزارش کرتا ہوں کہ ہمیں biased ہو کر نہیں ہمیں پاکستانی ہو کر سوچنا چاہیے کہ کراچی میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ پاکستان میں ہی ہو رہا ہے---

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیں - ہاں ہاں ہمیں پاکستانی ہو کر بجٹ کے بارے میں سوچنا چاہیے اور اس سلسلے میں جو بات ہے وہ کر لی جائے -

حاجی مقصود احمد بٹ : پوائنٹ آف آرڈر !

رانا سہیل احمد خان نون : جناب والا ! میں نکتہ ذاتی وضاحت پہ بات کرنا چاہتا ہوں -

جناب سپیکر : جی نہیں - حاجی مقصود احمد بٹ صاحب اس کے بعد آپ -

حاجی مقصود احمد بٹ : جناب سپیکر ! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ابھی انھوں نے محترم تابش الوری صاحب کے بارے میں یہ بات بتلائی کہ وہ ان کی تصویر دیکھ کر آتے ہیں۔ یہ گھر سے دیکھ کر آتے ہیں یا یہاں کہیں سے دیکھتے ہیں -

جناب سپیکر : نہیں یہاں لگی ہوئی ہے -

حاجی مقصود احمد بٹ : جناب والا ! وہ تو ہماری لابی میں لگی ہوئی ہے - یہ ادھر تو آتے نہیں ہیں تو پھر یہ جھوٹ بول رہے ہیں یا انھوں نے گھر لگائی ہوئی ہو گی تو وہاں سے دیکھ کر آتے ہوں گے -

جناب سپیکر : وہ چپکے چپکے سے چھپ چھپ کر آتے ہیں -

وزیر اوقاف : جناب والا ! میں عرض کرناں کہ میں اہناں نوں روز منان جاندا آں تے مینوں تصویر نہیں دسدی -

جناب سپیکر : ٹھیک ہے -

وزیر اوقاف : اہناں دیاں حرکتاں کہ اہ رنج ہو جاندے نیں تے میں جاندا واں اور اہناں نوں مناندا آں اور میں ویکھدا آں کہ اتھے کوئی ایسی چیز تاں نہیں دبی ہوئی جہڑا اہ بھج کے پھر واک آوٹ کر جاندے نیں اور میں تصویراں وی چیک کردا آں -

جناب سپیکر : ٹھیک ہے - بہت اچھا۔

چودھری محمد وصی ظفر ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر ، جناب وصی ظفر صاحب !

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا ! یہ رول 112 ہے General Discussion on Budget اس میں

On the day to be appointed by the Speaker subsequent to the day on which the Budget is presented the Assembly may discuss the Budget as a whole or any question of principle involved therein.

بجٹ یا اس میں کوئی ایسا principle involve ہے صرف اس پر discussion ہو سکتی ہے اور یہی رول under rule 118 ضمنی بجٹ پر applicable ہے ۔

جناب سپیکر ، بجا ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا!

The procedure for dealing with the supplementary budget shall as far as possible be the same as prescribed for the budget.

ضمنی بجٹ کا بھی وہی طریق کار ہو گا جو بجٹ کا طریق کار ہے۔تو جناب والا! اگر انھوں نے اس میں بلا وجہ کوئی issue اٹھانا ہے کبھی کوئی مرکز کا issue اٹھانا یا دوسرے صوبوں کے معاملات کو اٹھانا ہے تو وہ کوئی motion لے کر آئیں۔ یہ نہیں ہے کہ جو مرضی ہے ہم بجٹ میں کر سکتے ہیں۔ تو ان کی بھی زبان وہی ہے ۔ ہم تو ان سے request کرتے ہیں کہ ہم سارے چندہ کر کے کرایہ دیتے ہیں اور یہ الطاف صاحب کے پاس لندن جائیں اور انھیں منا کر کوئی terms پر لائیں بجائے ادھر بحث کرنے کے ۔

جناب سپیکر ، چلیے ۔ آپ کا جو پہلا حصہ ہے وہ بڑا valid ہے یہ دوسرا حصہ تو بہر حال جیسے وہ موضوع سے ہٹ کر کر رہے ہیں اسی طرح آپ نے بھی کہہ دیا ۔ تو بجا ہے کہ بجٹ پر جو بحث ہے وہ بجٹ سے متعلق ہونی چاہیے ۔ جی رانا سہیل احمد نون صاحب !

رانا سہیل احمد خان نون : جناب والا! آفریدی صاحب نے تاریخی تناظر کے حوالے سے بات کی تھی۔ تو تاریخی تناظر کے حوالے سے ضیاء الحق سے لے کر آج تک ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جب بھی ہم کشمیر میں جہاد کی بات کرتے ہیں کشمیر issue کی بات کرتے ہیں تو کراچی میں آگ لگ جاتی ہے۔ کراچی میں دہشت گردی کی انتہا شروع ہو جاتی ہے تو کیا جب انڈیا کو تکلیف پہنچے تو ادھر پاکستان کو کراچی کے حوالے سے تکلیف پہنچائی جائے تو کیا ہم یہ سمجھنے پر مجبور نہیں ہیں کہ الطاف حسین انڈین ایجنٹ ہے را کا ایجنٹ ہے اور ہندوستان اور را کے اشارے پر یہاں گڑبڑ پھیلا رہا ہے۔

جناب سپیکر : رانا صاحب بات یہ ہے کہ آپ اس موضوع کو ایک طرف رکھیں۔ آپ اس پر بحث نہ کریں میں انھیں بھی کہہ رہا ہوں اور آپ کو بھی کہہ رہا ہوں۔ یہ نہیں ہے کہ میں انھیں منع کر رہا ہوں اور آپ یہ کریں گے۔ مہربانی سے آپ بھی اس سے گریز کریں۔ وہ بھی اس سے گریز کریں بجٹ کے حوالے سے بات کریں اگر ضمناً کہیں کوئی بات آ سکتی ہے تو اس میں دیکھیں گے کہ وہ اس میں کس حد تک relevant ہے۔ جناب تابش الوری صاحب!

سید تابش الوری : جناب سپیکر! کراچی کے حوالے سے آپ نے میری مشکل آسان کر دی۔ آپ نے اس کی اہمیت بیان فرمائی پنجاب کا حوالہ بیان فرمایا میرا بھی اس تمہیدی اظہار میں ضمناً اس کے ذکر کرنے کا مقصود ہی یہ ہے کہ میں کراچی کو صرف سندھ کا نہیں پنجاب کا مسئلہ سمجھتا ہوں۔ کراچی میں لاکھوں پنجابی رہتے ہیں۔ کراچی پنجاب کا راستہ اور دروازہ ہے۔ کراچی حساس اعصابی مرکز ہے اور جب کراچی متاثر ہوتا ہے تو پنجاب کی معیشت معاشرت اور صنعت متاثر ہونے لگتی ہے۔ جناب والا! جب ہم بجٹ پر بحث کرتے ہیں تو امن عامہ زیر بحث آتا ہے جب ہم بجٹ پر بحث کرتے ہیں جو جنرل ایڈمنسٹریشن کا ذکر ہوتا ہے۔ جب ہم ضمنی بجٹ کا ذکر کرتے ہیں تو ہماری صوبائی حکومت کی انتظامی کارکردگی کا تجزیہ کرنا لازم ہو جاتا ہے اس لیے میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ اس وقت پورا پنجاب کراچی کی بگڑتی ہوئی صورت حال سے لرزہ براندام ہے۔ پچھلے دنوں پنجاب اسمبلی نے خود اس سنگینی کا احساس کرتے ہوئے متفقہ طور پر یہ قرار داد منظور کی ہے کہ کراچی کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے تمام سیاسی گروہوں سے مذاکرات کیے جائیں۔ ہمیں تشویش ہے کہ پوری اسمبلی نے تو مذاکرات کا مطالبہ کیا ہے لیکن وفاق کی جانب سے پاکستان کے اس سب سے بڑے صوبے کی متفقہ قرار داد کو نظر انداز کر کے پولیس action اور فوجی action کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ جناب والا! ملکی اور غیر ملکی

سازشی عناصر اس وقت وہاں مشرقی پاکستان کی سی صورت حال پیدا کر کے ملکی علیحدگی اور اسے دو لخت کرنے کے منصوبے پر عمل پیرا ہیں۔ یہ معمولی واقعہ نہیں ہے' تاریخ ہمیں دیکھ رہی ہے۔ ایک آزاد قوم کی حیثیت سے اپنے ملک کی سالمیت کے لیے ہمارے احساسات کتنے بیدار ہیں۔ جناب والا! ہم کراچی میں گئے ہیں' کراچی والوں کو یہ شکوہ ہے کہ ہمیں isolation میں مارا جا رہا ہے اور پنجاب اس کا نوٹس نہیں لے رہا۔

جناب سپیکر : پنجاب نے بتایا ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر : پوائنٹ آف آرڈر۔

سید تابش الوری : ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ پنجاب کراچی کو اپنا بازو سمجھتا ہے ' اپنا ایک اہم حصہ سمجھتا ہے .....

جناب سپیکر : الوری صاحب پوائنٹ آف آرڈر بھی ہے اور یہ بات مناسب نہیں اسی ہاؤس نے کراچی کے بارے میں ایک قرارداد متفقہ طور پر پاس کی ہے۔ آپ اپنے کیے دھرے پر کیوں پانی ڈالتے ہیں؟ آپ ایک بات کرتے بھی ہیں' پنجاب کی طرف سے ایک متفقہ قرار داد پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد کہتے ہیں کہ ہم سوئے ہوئے ہیں ہم کچھ نہیں کر رہے آپ کیسی بات کرتے ہیں؟ جو کریڈٹ آپ کا ہے آپ اس کو بھی ضائع کرتے ہیں۔ وصی ظفر صاحب! فرمایئے۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! بات پھر وہیں ہے کہ یا تو آپ رولز کے مطابق discussion کروائیں اور اس طرح سے کھلی چھٹی دینا مناسب نہیں۔ میں جناب والا! قرار داد کا بھی ذکر کروں کہ یہ جو قرار داد پاس ہوئی تھی وہ بھی غیر قانونی تھی۔

جناب سپیکر : چلیے وہ پاس ہو گئی ....

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! وہ بھی غیر آئینی تھی ایک صوبائی اسمبلی دوسری صوبائی اسمبلی کو کچھ سفارش کر نہیں سکتی کیونکہ یہ صوبائی معاملہ ہے۔ اس بات کو بھی ایک طرف چھوڑیں یہ تو ضمنی بجٹ ہے اور سالانہ بجٹ بھی نہیں ہے اور عام بجٹ بھی نہیں ہے کہ یہ اس میں سب کچھ لے آئیں گے ۔ یہ تو صرف یہ بات کریں کہ پچھلے سال جو زائد اخراجات ہوئے ہیں وہ کس وجہ سے ہوئے ہیں؟ یہ پوچھیں کہ یہ زائد اخراجات ہونے چاہیں تھے یا نہیں ہونے چاہیں تھے ان کا استعمال غلط ہوا ہے

یا صحیح ہوا ہے اور بنیادی اصولوں تک خود کو confine رکھیں۔

جناب سپیکر ، درست ہے ۔ میں واضح طور پر تابش الوری صاحب کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ مہربانی سے اپنی گفتگو کو موضوع کے مطابق رکھیں اور اپنے دائرے سے باہر بھی نہ جائیں اور یہ اس بات کی بار بار تنبیہ کے بعد بھی اگر وہ اس پر اصرار کریں گے تو یہ مناسب نہیں ہے ۔

سید تابش الوری ، جناب سپیکر ! میں نے ہمیشہ آپ کی رولنگ اور آپ کی شکایت کا احترام کیا ہے۔

جناب سپیکر ، بڑی مہربانی

سید تابش الوری ، وصی ظفر صاحب! ضمنی بجٹ کے حوالے سے جو باتیں کر رہے تھے میں ان سب باتوں کا علم رکھتا ہوں ۔ مجھے اجازت تو دیجیے کہ میں اس طرف آسکوں ....

جناب سپیکر ، آجائیے ۔ آجائیے ۔

سید تابش الوری ، میرے تو پہلے ہی فقرے پر ادھر ہلچل مچ گئی اور جب میں ضمنی بجٹ پر بات کروں گا تو ادھر سے برداشت نہیں ہو گا .....

جناب سپیکر ، نہیں یہ پہلا فقرہ نہیں ہے ۔ آپ نے صفحے کے صفحے پڑھ دیے ہیں

سید تابش الوری ، جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں اور میں ضمنی بجٹ پر بات کرتا ہوں

رانا سہیل احمد نون ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

سید تابش الوری ، جناب والا! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہیں بلکہ point of disorders ہیں ۔

رانا سہیل احمد نون ، جناب والا! میرے فاضل دوست نے جب سے بات شروع کی ہے کراچی میں دہشت گردی کی ایک لفظ کی بھی مذمت نہیں کی ۔ مجھے تو لگتا ہے کہ یہ دہشت گردوں کو اپنی بات سے support کرنا چاہتے ہیں ۔

جناب سپیکر ، پہلی بات یہ ہے کہ کراچی زیر بحث نہیں ہے بجٹ زیر بحث ہے اور از راہ کرم تابش صاحب آپ موضوع پر آئیں ۔ پہلے ہی ایک صبح کا سیشن ضائع ہو گیا اور اب یہ شام کا اجلاس ہے اور آپ کو علم ہے کہ آپ کے پاس کل تین گھنٹے ہیں اس کو بھی اگر آپ ضائع کر دیں گے تو الزام بھی آپ پر آئے گا اور آپ بڑے منجھے ہوئے پارلیمنٹیرین ہیں براہ کرم اپنے دائرہ موضوع میں رہیں ۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

سید تابش الوری: جناب سپیکر! ترقی یافتہ ممالک میں بجٹ قوم کے ماضی حال اور مستقبل کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور قومی عزم وعمل کے عکاس ہوتے ہیں۔ مگر ہمارے ہاں بجٹ اعداد وشمار کی عیاری اور وزارت خزانہ کی اداکاری بن کر رہ گئے ہیں۔ مشہور مزاح نگار مشتاق یوسفی نے لکھا ہے .....(قطع کلامیاں)

MR. DEPUTY SPEAKER: No cross talk please

سید تابش الوری: مشتاق احمد یوسفی نے لکھا ہے کہ جھوٹ کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک جھوٹ دوسرا سفید جھوٹ، اور تیسرا اعداد وشمار کا جھوٹ۔ ان تینوں قسموں کو اگر کہیں یکجا دیکھنا چاہیں تو وہ ہمارا ۹۵۔۱۹۹۴ء کا ضمنی بجٹ ہے۔

جناب والا! دستور کے مطابق ضمنی بجٹ عمومی طور پر ان اخراجات کا گوشوارہ ہوتا ہے ان سکیموں اور ہنگامی پروگراموں کا شمارہ ہوتا ہے جو سالانہ بجٹ کی حدود و قیود سے بالا تر ہوتی ہیں۔ جدید عہد میں ضمنی بجٹ کو انتہائی معیوب اور حکومت کی نا اہلی سے منسوب سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعے یہ الزام حقیقت بن جاتا ہے کہ یا تو سالانہ بجٹ صحیح طور پر تیار نہیں ہوا یا منظور شدہ تخمینوں کے مطابق حکومت اس بجٹ پر عمل درآمد کرنے میں ناکام رہی ہے۔ مگر جناب والا! ہمیں حیرت ہو رہی ہے کہ وزیر خزانہ نے معذرت اور اعتذار کی بجائے مسرت و افتخار کے ساتھ یہ ضمنی بجٹ پیش فرمایا۔ جو ۲ ارب ۵۶ کروڑ ۷۳ لاکھ ۸ ہزار ایک سو روپے کے اضافی اخراجات پر مشتمل ہے۔ جناب والا! وزیر خزانہ کا یہ دعویٰ تو درست ہے کہ اس ضمنی بجٹ کا حجم پچھلے سال کے ضمنی بجٹ سے کم ہے مگر یہ دعویٰ درست نہیں کہ انہوں نے مالی نظم وضبط برقرار رکھ کر اخراجات کو منظور شدہ سالانہ تخمینوں تک محدود رکھا ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اڑھائی ارب سے زائد ضمنی بجٹ کے سرفے کے پاؤں منظور شدہ سالانہ بجٹ کی چادر سے باہر نکلے ہوئے نظر آ رہے ہیں اور وزیر خزانہ کے دعوے کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ جناب سپیکر وزیر خزانہ نے تسلیم کیا ہے کہ موجودہ سال میں ٹیکس ریونیو کی آمدنی ایک ارب روپے کم ہو گئی ہے جو انتظامیہ کی نا اہلی کا بدترین ثبوت ہے۔ سرکاری محکموں میں سرخ فیتے رشوت نا اہلی اور سست روی کا راج ہے۔ صوبے میں امن وامان کی ابتری، عدم تحفظ کا احساس، قتل، ڈاکہ زنی، اور عصمت دری کی وارداتوں میں اضافہ، جعلی پولیس مقابلے، سیاسی مخالفین کے خلاف انتقامی کارروائیاں تشویش ناک بلکہ شرمناک ہو گئی ہیں۔ جیلیں منشیات اور بد عنوانیوں کے خفیہ اڈے بنی ہوئی ہیں جہاں

قیدیوں سے غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے۔ عام قیدیوں کی تو بات ہی چھوڑیئے ۔ شیخ رشید ' شیخ طاہر رشید اور حاجی بوٹا جیسے قومی رہنماؤں کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔ اور میڈیکل بورڈوں کی سفارشات کے باوجود انہیں علاج معالجے تک کی ہسپتال میں سہولت نہیں دی جا رہی۔عدلیہ کا عالم یہ ہے کہ لاکھوں مقدمات زیر التواء ہیں۔ دادا مقدمہ کرے اور پوتا فیصلہ سنے کے فارمولے پر عمل ہو رہا ہے۔ ان اعمال میں انتظامیہ ' پولیس ' جیل خانہ جات ' عدلیہ اور دوسری مدات کے لیے اڑھائی ارب روپے کی ڈیمانڈ اس ہاؤس میں پیش کی گئی۔ آئین کے مطابق صوبائی اسمبلی کی منظوری کے بغیر ' صوبائی خزانے کا ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا جاسکتا۔ صرف نا گزیر حالات میں بہ امید منظوری نئی سکیموں ' نئے منصوبوں ' ہنگامی پروگرام یا اضافی اخراجات کا حکومت کو جزوی طور پر اختیار حاصل ہے مگر معقول جواز کے بغیر اربوں روپوں کا اضافی خرچہ آئین کی صریح خلاف ورزی اور صوبائی مقننہ کے سابقہ فیصلوں سے کھلے انحراف کے مترادف ہے۔ میں آپ کے توسط سے اراکین اسمبلی کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ موجودہ مالی سال کے لیے صوبائی اسمبلی نے جو سالانہ ترقیاتی پروگرام اے ڈی پی منظور کیا تھا وہ وزیر اعلیٰ اور انتظامیہ کی ملی بھگت سے یکسر طور پر تبدیل کردیا گیا ہے۔ ضمنی بجٹ میں جگہ جگہ ان بدلی ہوئی سکیموں کی شکلیں آپ دیکھ سکتے ہیں اور ترقیاتی پروگرام کی ساری راہیں ' سارے راستے ' صدر پاکستان اور وزیر اعلیٰ پنجاب کے انتخابی حلقوں کی طرف موڑ دیئے گئے ہیں۔ پنجاب میں سیاسی و انتظامی بیت المقدس اور بغداد بنائے جا رہے ہیں۔ راجن پور اور دیپال پور کو مقدس علاقوں کی حیثیت دی جارہی ہے۔ صوبے کا ستر (70) فیصد ترقیاتی پروگرام متذکرہ دو علاقوں کے لیے مخصوص کرکے باقی پنجاب کو ترقی و تعمیر سے محروم کردیا گیا ہے۔ صوبائی اسمبلی سے بالا بالا----

جناب زاہد مزاری، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، زاہد مزاری! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب زاہد مزاری، جناب والا! تابش صاحب نے فرمایا ہے کہ راجن پور اور اوکاڑہ۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ ہماری طرف کسی قسم کی کوئی ڈویلپمنٹ نہیں ہو رہی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرا خیال ہے کہ وہ ڈی جی خان کہنا چاہتے تھے۔

سید تابش الوری، میں ان کا شکر گزار ہوں۔ راجن پور کی جگہ ڈی جی خان ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ایک منٹ ۔ اس میں یہ ہے ۔ یہ تو آپ نے اچھا کیا کہ تصحیح ہو گئی۔ لیکن جب مقرر تقریر کرتا ہے تو ان کی اپنی سوچ و فکر ہوتی ہے جو ہاؤس میں وہ بیان کرتا ہے۔ اس سے اگر کوئی دوست اتفاق نہ بھی کرے تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ جی' تابش صاحب!

سید تابش الوری، جناب والا! صوبائی اسمبلی سے بالا بالا کروڑوں روپے کے منظور شدہ ترقیاتی منصوبوں کو ترک کرکے غیرمنظور شدہ منصوبوں پر عمل درآمد کروا دیا گیا ہے۔ یہ دستور کی کھلی خلاف ورزی' صوبائی مقننہ کی خود مختاری سے ظالمانہ مذاق اور اسمبلی اور منتخب نمائندوں کی صریحاً توہین ہے۔ مزید ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اب اراکین اسمبلی کے اپنے فیصلوں اور مفادات کے خلاف' اسمبلی کے مفاد اور فیصلوں کے خلاف' اراکین کے علاقوں کی اجتماعی ترقی کے خلاف' ضمنی بجٹ کے ذریعے خود انہی سے انگوٹھا لگوایا جا رہا ہے۔ اور پوری اسمبلی کو ربڑ سٹیمپ بنا کر استعمال کیا جا رہا ہے۔ اراکین اسمبلی جہاں اپنی تقریروں میں یہ شکوہ کرتے ہیں کہ انہیں بجٹ کے موقع پر اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ ان سے مشاورت نہیں کی گئی۔ ان کے حقوق سلب کیے جا رہے ہیں لیکن آج جب ان کے سامنے یہ بجٹ پیش کر دیا گیا ہے اور انھیں خود جج بنا دیا گیا ہے کہ آپ اپنا فیصلہ خود کریں تو کون سی ایسی رکاوٹ ہے جس کے پیش نظر دستور کی اس خلاف ورزی اور صوبائی اسمبلی کی خود مختاری کے اس ظالمانہ مذاق کو خود ختم نہیں کرسکتے۔ اراکین اسمبلی کو آنکھیں کھولنی ہوں گی کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ وہ عوام کا استحصال ختم کروانے نکلے ہیں لیکن وہ خود استحصال کی زد میں ہیں ۔ موجودہ مالی سال کے لیے 82 کروڑ روپے کا priority programme وزیر اعلیٰ کی صوابدید پر تھا۔ جس نے مغل شہنشاہ کی طرح "مانگ کیا مانگتا ہے" کے مصداق پر بانٹا گیا' تقسیم کیا گیا اور ہارس ٹریڈنگ اور دوست نوازی کے لیے استعمال کیا گیا۔ مگر یہ تو صوابدیدی اختیار تھا۔ وزیر اعلیٰ نے تو یہ اختیار استعمال کرنا ہی تھا کہ خود اسمبلی نے سالانہ بجٹ کے ذریعے انہیں یہ اختیار بخش دیا تھا لیکن وزیر اعلیٰ نے تو وہ اختیارات بھی استعمال کر لیے ہیں جو انہیں نہیں دیئے گئے۔ 12 ارب روپے کے پورے ترقیاتی پروگرام کو وزیر اعلیٰ کی صوابدید کے مطابق استعمال کیا گیا ہے۔ اور جائز و ناجائز عمل درآمد کروائے گئے ہیں۔ ہر علاقے کی ضرورت کی بجائے ذاتی پسند کی بنیاد پر منظوری کا معیار مقرر کیا گیا ہے۔ جس کے نتیجے میں مخصوص علاقے امیر سے امیرتر ہو رہے ہیں۔ اور دوسرے اضلاع غریب سے غریب تر ہو رہے ہیں۔ اس امتیازی پالیسی سے خود پنجاب کے اندر بہاولپور' سرائیکی خطے اور پسماندہ اضلاع میں احساس محرومی کا جذبہ تیزی سے پروان چڑھ

رہا ہے جو مختلف تحریکوں کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ آپ کے توسط سے میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں۔ اور حکمران پارٹی کے ارکان کو تعاون کی پیشکش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ شکوے نہ کریں' فیصلے کریں۔ محض اعتراض نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تابش صاحب! آپ کتنا وقت لیں گے۔

سید تابش الوری: چند پوائنٹ اہم رہ گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔

سید تابش الوری: جناب والا! میں اراکین اسمبلی سے کہہ رہا تھا کہ یہ شکوے کرنے کا وقت نہیں ہے بلکہ فیصلے کرنے کا وقت ہے۔ آئیے آج ہی حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے نمائندوں پر مشتمل ہاؤس ایک کمیٹی بنائے جو بجٹ کی block allocation اور وزیر اعلیٰ کے صوابدیدی اختیار کے خاتمے اور تمام علاقوں کے لیے ضرورت اور انصاف کی بنیاد پر تعمیر و ترقی کی سفارشات مرتب کر کے فوری طور پر عمل درآمد کرائے۔ اگر حزب اقتدار کے ارکان اس کے لیے تیار ہوں تو حزب اختلاف کے ارکان بھی غیر مشروط طور پر پنجاب کے اجتماعی مفاد کی خاطر مل بیٹھنے کو تیار ہیں۔ اس کمیٹی کو یہ بھی اختیار دیا جائے کہ وہ قومی اقتصادی کونسل' باہمی مفادات کی کونسل اور قومی مالیاتی کمشن کے لیے پنجاب کے حقوق اور مفادات سے متعلق مطالبات مرتب کرے۔ اور پھر ان کی منظوری کے لیے موثر تدابیر بروئے کار لائے۔ جناب سپیکر! پنجاب کو بڑے بھائی کی شفقت یا چھوٹے صوبوں کے غاصب کے حوالے سے بے بس کر کے تعمیر و ترقی کے میدانوں میں پیچھے دھکیلا جا رہا ہے اور اسے ہمہ جہتی پس ماندگی کا شکار بنایا جا رہا ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ تعمیر و ترقی کے میدان میں پنجاب اب سندھ' سرحد بلکہ بلوچستان سے بھی پیچھے چلا گیا ہے۔ گزشتہ سالوں میں تمام صنعتی ترغیبات دوسرے صوبوں کے لیے وقف رہی ہیں۔ تمام بڑی بڑی صنعتیں دوسرے علاقوں میں لگ رہی ہیں۔ دوسرے صوبوں کے لوگ صنعت کار اور پنجاب کے لوگ محض صارفین کا درجہ اختیار کر رہے ہیں۔ اس لیے پنجاب کا مجرم ضمیری یا معذرت خواہانہ انداز ترک کر کے اب اپنے حقوق کے لیے سینہ سپر ہو۔ وزیر خزانہ نے اپنی افتتاحی اور اختتامی تقریر میں وفاق کی خوشامد میں غلط بیانی کرتے ہوئے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ وفاق نے پنجاب کو اس کے حصے سے زیادہ 6۔ ارب 81۔ کروڑ کی رقم دی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں ہمارے حصے سے زیادہ رقم نہیں ملی۔ کیونکہ وفاقی سطح پر چند محصولات میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا' اس لیے آبادی کے تناسب سے

ہمارے حصے کی رقم بھی بڑھ گئی۔ اس لیے یہ کوئی عنایت نہیں ہوئی۔ یہ ہمارا حق تھا۔ ہمارا حصہ تھا جو ہمیں نہیں ملا ہے۔ ہمارا تو الزام یہ ہے کہ حکمران گروہ اپنے باہمی خلفشار اور انتشار کے سبب پنجاب کا مقدمہ وفاقی حکومت کے سامنے صحیح طور پر، موثر طور پر پیش کرنے میں ناکام رہا ہے۔ حکومت گونگی اور بہری بن کر وفاق کے ہاتھوں صوبے کا استحصال کروا رہی ہے۔ موجودہ حکومت نے وفاق سے پنجاب کے حقوق اور مالی گرانٹ کے سلسلے میں اپنا دستوری استحقاق استعمال نہیں کیا۔ مثال کے طور پر 1994-95ء میں تعمیر پنجاب پروگرام کے لیے وفاقی امداد 625 کروڑ 59 لاکھ تھی جو نئے سال کے لیے 359 کروڑ 92 لاکھ کر دی گئی ہے۔ یعنی 266۔ کروڑ روپے ہمیں کم ملا ہے۔ پنجاب کو ایک ارب روپے کی سالانہ گرانٹ مالی حالات کی خرابی کی بناء پر مل رہی تھی جو بند کر دی گئی ہے۔ حالانکہ پنجاب کے مالی حالات اور زیادہ خراب ہو گئے ہیں۔ وفاق نے پنجاب کو دستور کے مطابق اور نیشنل فنانس کمشن کے ایوارڈ کے مطابق بجلی کے منافع کا 9 فی صد حصہ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارا حصہ دینے سے ہمیں انکار کر دیا گیا ہے۔ جس کے نتیجے میں پنجاب اپنے حصے کی کروڑوں روپے کی رقم سے محروم ہو گیا ہے۔ اور یہ باتیں میں زبانی نہیں کر رہا۔ یہ وائٹ پیپر میں اس کا ذکر موجود ہے۔ خود حکومت نے اعتراف کیا ہے کہ ہمیں ہمارا یہ حق نہیں مل رہا۔ اس کے برعکس وفاق نے واپڈا کے دو ارب کے واجبات ہمارے source سے، وفاقی source سے وضع کر لیے ہیں۔ حالانکہ وفاقی حکومت یہ کہتی ہے کہ واپڈا ایک خود مختار ادارہ ہے۔ اسی لیے اس کو بجٹ میں شامل نہیں کیا گیا۔ بلکہ اسے بجلی کے اخراجات اور نرخ بڑھانے کا علیحدہ اختیار دیا گیا ہے اور وہ عنقریب یہ اختیار استعمال کر کے بجلی کے نرخ بڑھانے والا ہے۔ لیکن یہاں دو رخی پالیسی ہے۔ اسے وہاں خود مختار قرار دیا جا رہا ہے۔ لیکن ہمارے 2۔ ارب روپے کاٹنے کے لیے واپڈا کو وفاق کا حصہ بنا لیا گیا ہے۔ وفاق نے گندم کی اضافی قیمت سے متعلق پنجاب کا تقریباً 192۔ کروڑ روپے کا کلیم دو سال پہلے فیصلہ ہونے کے باوجود ابھی تک ادا نہیں کیا۔ 192۔ کروڑ روپے کا کلیم ابھی تک پنجاب کو وفاق نے ادا نہیں کیا۔ وفاق نے سندھ کو موجودہ سال کے لیے بھی پس ماندہ علاقوں کی خاطر اڑھائی ارب روپے کی خصوصی گرانٹ دی ہے۔ لیکن پنجاب کو ایک پیسے کی بھی خصوصی گرانٹ نہیں دی گئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ تابش صاحب!

سید تابش الوری: بس جناب! آخری جملہ ہے۔ جناب والا! بلوچستان نے اڑھائی ارب روپے کی رائلٹی کا

مطالبہ آنکھیں دکھا کر منوا لیا ہے۔ لیکن پنجاب کا گندم' کپاس' چاول اور ٹیکسٹائل پر مصنوعات پر رائلٹی اور منافع کا مطالبہ ابھی تک نہیں مانا گیا۔ کیونکہ ہم جب بات کرتے ہیں تو آنکھ جھکا کر بات کرتے ہیں۔ اور دوسرے صوبے بات کرتے ہیں تو آنکھ دکھا کر بات کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی۔

سید تابش الوری: جناب والا! پنجاب کی ان حق تلفیوں پر حکمرانوں کی خاموشی مجرمانہ غفلت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ فیشنل فنانس کمشن کی از سر نو تشکیل کی جائے اور فوج کی نگرانی میں نئی مردم شماری کرانے کے بعد آبادی کی بنیاد پر پنجاب کے حقوق کا فیصلہ کیا جائے۔ اور جو اس کی حق تلفیاں ہو رہی ہیں ان کی تلافی کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی' شکریہ۔ جناب ریاض حشمت جنجوعہ!

میاں ریاض حشمت جنجوعہ (مشیر برائے وزیر اعلیٰ): اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم () بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ()

ذی جاہ و ذی وقار جناب سپیکر! پنجاب کے قابل احترام وزیر خزانہ نے رواں مالی سال کا ضمنی میزانیہ اس ایوان کے روبرو پیش کیا اور آج اس پر عام بحث برپا ہو رہی ہے۔ جناب سپیکر! آپ کی ذرہ نوازی کا شکریہ کہ آپ نے مجھے ضمنی میزانیہ پر اظہار خیال کی اجازت دی۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے' ضمنی میزانیہ ان اشد ضروری' ناگزیر اور ہنگامی اخراجات کا مجموعہ ہوتا ہے جنھیں حکومت رواں مالی سال کے دوران اس امید پر خرچ کر لیتی ہے کہ ان اخراجات کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر اسمبلی ان کی منظوری عطا کر دے گی۔

جناب والا! موجودہ ضمنی میزانیہ ۲ ارب ۵۶ کروڑ ۷۳ لاکھ ۸ ہزار ایک سو روپے پر مشتمل ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ زیر بحث ضمنی میزانیہ کا حجم گزشتہ کئی برسوں میں پیش کیے جانے والے میزانیوں کے مقابلہ میں کم ہے۔ وزارت خزانہ میں مالیاتی نظم وضبط' کفایت شعاری اور فراست کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس لیے حقیقت پسندی کا تقاضا ہے کہ پنجاب کے وزیر خزانہ کو اس کامیابی پر ہدیہ داد و تحسین پیش کی جائے۔ زیر بحث میزانیہ ۳۹ مطالبات زر پر مشتمل ہے۔ جس میں سے ۱۶ مطالبات زر محض علامتی ہیں۔ علامتی مطالبات زر پر خرچ ہونے والے اخراجات کو جو کہ تعلیم' صحت' مواصلات اور ٹاؤن پلاننگ وغیرہ کے شعبوں میں کیے گئے سال رواں کی منظور شدہ گرانٹس کی بچت سے

پورا کیا گیا ہے ۔ اور باقی ۲۳ مطالبات زر پر اخراجات کی تفصیل کچھ اس طرح ہے ۔ کہ صوبہ میں پولیس فورس کو منظم اور فعال بنانے کے لیے ۵۰ کروڑ ۶۹ لاکھ روپے کی اضافی رقم خرچ کی گئی ہے ۔ صوبہ کی ترقیاتی سکیموں کو پایہ تکمیل پر پہنچانے کے لیے ۴۲ کروڑ اور ۹۱ لاکھ روپے کی زائد رقم خرچ ہوئی ہے۔ محکمہ آبپاشی کی سکیموں کو مکمل کرنے کے لیے ۵۷ کروڑ اور ۹۲لاکھ روپے کے زائد اخراجات ہوئے۔ گوجرانوالہ ' ملتان اور فیصل آباد کے ترقیاتی اداروں صحت ' ٹرانسپورٹ کی خود مختار کارپوریشنوں کو دیے جانے والے قرضوں میں ۲۰ کروڑ اور ۹۴ لاکھ روپے کا اضافہ کیا گیا ہے ۔ ۹ کروڑ اور ۶۲ لاکھ اور ۷۸ ہزار روپے کی رقم صوبہ میں قائم نظام عدل کی اضافی ضرورتوں کی نذر ہوئی ہے ۔ اس طرح حکومت کو محکمہ جنگلات کے لیے ۱۲ کروڑ ۱۲ لاکھ روپے ۔ محکمہ جیل خانہ جات کے لیے ۵ کروڑ ۹۳ لاکھ روپے اور محکمہ زراعت کے لیے ۱۰ کروڑ اور ۷۵ لاکھ روپے کے اضافی اخراجات برداشت کرنے پڑے ہیں۔ ۳۱ کروڑ اور ۴۳ لاکھ روپے کی خطیر رقم گندم اور چینی کی خریداری کے لیے قرض پر حاصل کی گئی رقم پر سود کی ادائیگی پر خرچ کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ وفاقی حکومت کے قرضوں کی ادائیگی' زرعی تحقیق' سول ڈیفنس' کوآپریشن' ریلیف اور حیوانات فشریز اور دیگر متفرق محکمہ جات کے اضافی اخراجات کو پورا کرنے کے لیے تقریباً ۱۲ کروڑ اور ۳۷ لاکھ روپے کی رقم خرچ ہوئی ہے ۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارے ملک میں جو بجٹ تیار ہوتے ہیں ان کی تیاری میں عالمی بینک کا کردار ہوتا ہے۔ آئی ایم ایف کی اپنی شرائط ہوتی ہیں۔ بہت سے کٹھن مراحل سے گزرنے کے بعد بجٹ جب عوام کے منتخب نمائندوں کی عدالت میں پیش ہوتا ہے تو عوام کے نمائندے جنھیں عوام کے مسائل اور مقامی ضرورتوں کا فہم و ادراک ہوتا ہے وہ بجٹ کے محاصل اور قباحتوں کو عوام کے نکتہ نظر سے دیکھتے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ بجٹ کی منظوری کے مراحل میں حکومت تختہ احتساب پر کھڑی رہتی ہے ۔ اور عوام کے منتخب نمائندے اس سے پائی پائی کا حساب طلب کرتے ہیں ۔

جناب سپیکر ! ہمارا صوبہ پنجاب قدرتی وسائل سے مالا مال ہے ۔ اور قدرت نے اس خطہ ارضی کو اپنی نعمتوں سے بڑی فیاضی کے ساتھ نوازا ہے ۔ پنجاب کی آبادی کا کل 72.04 فیصد دیہاتوں میں رہائش رکھتا ہے۔ دیہاتوں میں بسنے والے کھیت مزدور ہوں یا کاشت کار ہوں۔ دیہی دستکار ہوں یا عام محنت کش ہوں سب کے وسائل رزق زراعت کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں اور اس معزز ایوان میں تشریف رکھنے والے ارکان اسمبلی کی اکثریت کو بھی دیہی علاقوں کے حق نمائندگی کا اعزاز حاصل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم سب اس بات پر متفق ہیں کہ آج زراعت پر جو بحرانی کیفیت طاری ہے اس کی وجہ سے زراعت کوئی نفع بخش پیشہ نہیں رہی۔ ہمارے صوبے کے محنت کش زمین سے مٹی سونا پیدا کرتے ہیں۔ ان کے پسینے کی خوشبو گندم اور چاول کے خوشوں سے اٹھتی ہے۔ یہ آگ پیتے ہیں۔ پھول اگاتے ہیں۔لیکن ان پھولوں کی خوشبو کوئی اور لوٹ کر لے جاتا ہے۔ ہماری حکومتیں آئی ایم ایف اور دوسرے سامراج کے ذیلی اداروں کے دباؤ میں آ کر زرعی مداخلت پر سبسڈی سے دستبردار ہو چکی ہیں۔ جس کی وجہ سے ان اشیاء کی قیمتوں میں ہوش ربا اضافہ ہوا ہے۔ اور زرعی اجناس پر اخراجات ناقابل برداشت ہو چکے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے کاشت کار کو زرعی مداخل تو بین الاقوامی نرخوں پر دستیاب ہیں۔ لیکن جب ان کی اجناس بین الاقوامی نرخوں پر خریدنے کی بجائے من چاہے نرخوں پر خریدی جاتی ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ منڈی میں کھاد اور زرعی ادویات کی بلیک مارکیٹنگ کے ساتھ ساتھ ان کو چور بازاری کے ذریعے زیادہ قیمتوں پر فروخت کیا جاتا ہے اور ان میں ملاوٹ کی جاتی ہے۔ اور اس طرح ملاوٹ شدہ کھادیں اور جعلی زرعی ادویات فروخت کر کے کاشت کاروں کو سرِ بازار لوٹا جاتا ہے۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی۔ ہمارے دیہاتوں کا دامن تمدنی سہولتوں سے بھی یکسر خالی ہے۔ کچی متعفن گلیاں، دھول اور مٹی سے اٹے ہوئے راستے روشنی سے محروم خس و خاشاک کے گھر۔ دواؤں اور ڈاکٹروں سے محروم بی ایچ یو اور ڈسپنسریاں چھت اور سایہ سے محروم درس گاہیں ہماری دیہی زندگی کی کربیل منزل تصویریں ہیں۔ ہمارے دیہات کے کاشت کار اپنی سادہ لوحی کی بنا پر سب سے زیادہ پولیس کے مظالم، محکمہ مال کی لوٹ مار اور دوسرے سرکاری محکموں کی بلیک میلنگ کا شکار ہوتے ہیں۔ بلکہ میں تو بغیر کسی ذہنی تحفظ کے برملا یہ بات کہہ دینا چاہتا ہوں کہ تحصیل کا تحصیل دار ہو یا تھانے کا تھانے دار ہو۔ کسی دفتر کا افسر ہو یا واپڈا کا انجینئر ہو۔ محکمہ خوراک کا انسپکٹر ہو یا ہسپتال کا ڈاکٹر ہو۔ شوگر مل کا سیٹھ ہو یا ٹیکسٹائل کا مالک ہو یہ سب ایسے parasites ہیں جو میرے ملک کے کاشت کار کے خون پر پل رہے ہیں۔ موجودہ حکومت جسے دیہی علاقوں میں پذیرائی کے سبب یہ اقتدار ملا ہے۔ وہ ترقی کا رخ شہروں سے دیہاتوں کی طرف موڑنے کا عزم صمیم رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترقیاتی فنڈز میں زیادہ تر رقوم دیہاتوں کی ترقی کے لیے مختص کی گئی ہیں۔ اور فارم سے لے کر مارکیٹ تک سڑکوں کی تعمیر کو تعمیراتی پروگرام میں اولین حیثیت دی گئی ہے۔ اسی طرح رورل واٹر سپلائی سکیموں اور ڈرینیج سکیموں کے لیے گرانقدر رقوم مختص کی گئی ہیں۔ اور دیہاتیوں کو طبی

سہولتیں مہیا کرنے کے لیے خصوصی توجہ دی جا رہی ہے ۔ لازمی تعلیم کا قانون منظور کر کے خاص کر دیہات کے ان بچوں کے اندر قدرت کے عطا کردہ جوہر تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ جو حصول تعلیم کے مواقع نہ ہونے کی وجہ سے اپنی شناخت کھو بیٹھے تھے ۔ ہماری وفاقی حکومت دیہاتیوں کا معیار زندگی بلند کرنے کے لیے صوبائی حکومت کا ہاتھ بٹا رہی ہے ۔ village electrification سکیم ہو یا سوشل ایکشن بورڈوں کی ترقیاتی سرگرمیاں اسی سلسلہ کی کڑی ہیں ۔ پیپلز ٹریکٹر سکیم شروع کر کے کسانوں کو سستے ٹریکٹر مہیا کیے جا رہے ہیں ۔ درآمد شدہ ڈی اے پی کھاد پر پچاس روپیہ فی بوری سبسڈی دی جا رہی ہے ۔ اور پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ کاشت کاروں کی طرف واجب الادا قرضوں پر سود کی معافی دی گئی ہے ۔ اسی طرح ہماری صوبائی حکومت پرائیویٹ سیکٹر کی چیرہ دستیوں سے نجات دلانے کے لیے one window operation کے ذریعہ سے کھاد بیج اور زرعی ادویات کاشت کاروں کے دروازے تک پہنچانے کا اہتمام کر رہی ہے ۔ زرعی ادویات میں ملاوٹ کے جرم کو قابل دست اندازی پولیس قرار دے دیا گیا ہے ۔ اور اس کی سزا میں سات سال قید بامشقت اور دس لاکھ روپیہ جرمانہ مقرر کر دیا گیا ہے ۔ سیم اور تھور کا شکار زمینوں کی اصلاح کے لیے ادارہ اشتمال اراضی کو از سر نو بحال کر دیا گیا ہے ۔ زرعی آلات ' ٹیوب ویلوں کی تنصیب اور جپسم کی خریداری پر سبسڈی دی جا رہی ہے ۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہماری حکومت محدود وسائل کے باوجود کاشت کاروں کی فلاح و بہبود کے لیے کوشاں ہے اور یہی وجہ ہے کہ رواں سال کے ضمنی میزانیہ میں 10 کروڑ اور 75 لاکھ روپے کی رقم زراعت کی مد میں اضافی طور پر خرچ کی گئی ہے ۔

جناب والا ! الارض للہ ۔ قرآنی فلسفہ ہے۔ زمین اللہ کی ہے اور جو چیز اللہ کی ہو اس پر ہر انسان کا حق ہوتا ہے۔ حکومت پنجاب نے انسانوں کے اس حق کو تسلیم کرتے ہوئے کالونی ایریاء کے 60 ہزار چکوک میں عہد غلامی سے لے کر آج تک آباد کھیت مزدوروں ' دیہی دستکاروں اور کسانوں کو دس دس مرلہ کے رہائشی پلاٹ الاٹ کر دیے ہیں اور 18 ہزار قدیم مواضعات میں لال لکیر کے اندر شاملات دیہہ کی اراضی پر رہائش پذیر بے زمین خاندانوں کو ان کے زیر قبضہ رہائشی احاطوں کی الاٹمنٹ کر کے ان کے انتقالات درج کر دیے گئے ہیں۔ ہماری دیہی زندگی کا ایک المیہ تھا کہ جب کوئی غریب آدمی کسی بڑے آدمی کا حکم نہیں مانتا تھا ' اسے بیگار دینے سے انکار کر دیتا تھا یا اس کی کوئی ناجائز فرمائش پوری کرنے سے قاصر ہوتا تھا تو اسے بیک جنبش ابرو یہ حکم ملتا تھا کہ وہ مکان خالی کر کے چلا جائے اور وہ

بے بس انسان اپنے سر پہ سامان اٹھائے ' اپنے بچوں کی انگلی پکڑے در بدر ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ اللہ کی اس وسیع و عریض دنیا میں کوئی زمین کا ٹکڑا ایسا نہیں تھا کہ جسے وہ اپنا گھر ' اپنا گاؤں ' اپنی گلی کہہ سکے۔ لیکن پنجاب حکومت نے ان بے خانماں گھرانوں کو پلاٹوں کی الاٹمنٹ کر کے ان کے شرف انسانیت کو اور ان کی عزت نفس کو بحال کر دیا ہے۔ اب جس وقت محکمہ مال کے افسران اور عوامی نمائندے ان کی الاٹمنٹ کی سندات لے کر ان کے دروازے پر پہنچتے ہیں تو ان کے چہرے ایک محفوظ مستقبل کے نور سے چمک اٹھتے ہیں۔ یہ پنجاب حکومت کا ایک قابل فخر کارنامہ ہے جس پر آئندہ نسلیں بھی فخر کریں گی۔

جناب والا! صوبہ میں شاہراہوں پر اور بازاروں میں ناجائز تجاوزات ' پبلک پارکوں اور سرکاری املاک پر ناجائز قبضوں کا سلسلہ نہ جانے کب سے جاری تھا۔ ہر حکومت نے ناجائز تجاوزات ہٹانے کے بارے میں سوچا ہو گا لیکن اس نے وقت کی مصلحتوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ موجودہ حکومت نے یہ ناجائز تجاوزات ہٹانے اور ناجائز قبضے ختم کرانے کا بیڑہ اٹھایا اور انتظامیہ کو یہ ہدایات جاری کیں کہ اس مہم کے دوران کسی کی حق تلفی نہیں ہونی چاہیے۔ کسی کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں ہونا چاہیے۔ یہ حکومت کے شفاف عمل اور نیک نیتی کا نتیجہ ہے کہ آج پنجاب کے بازاروں ' شاہراہوں اور پبلک پارکوں سے ناجائز قبضے ختم کر دیے گئے ہیں اور یہ عمل مسلسل جاری ہے۔ یہ بھی ایک ایسا کارنامہ ہے کہ جسے پنجاب کی عوام تحسین کی نگاہ سے دیکھ سکیں۔

جناب والا! اسی طرح لاؤڈ سپیکر کے بے دریغ استعمال کو کسی بھی دور میں پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا گیا۔ لیکن آج تک کسی حکومت کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اس پر پابندی کا اعلان کر دے۔ موجودہ حکومت نے جب یہ محسوس کیا کہ لاؤڈ سپیکر کے اندھا دھند استعمال کی وجہ سے معاشرہ میں ہیجان اور اضطراب پایا جاتا ہے اور بعض شعلہ بیان مقرر ایک دوسرے کے عقائد کو بے آبرو کر کے منافرت پھیلا رہے ہیں تو حکومت نے لاؤڈ سپیکر کے لامحدود استعمال پر پابندی لگا دی اور اس کے ساتھ ہی انتظامیہ کو ہدایت کی کہ اس فیصلہ پر عملدرآمد کرتے ہوئے کسی عالم دین کو ہتک اور اہانت کا پہلو سامنے نہیں آنا چاہیے اور ان کی عزت و وقار کو پوری طرح ملحوظ خاطر رکھا جانا چاہیے کہ ہمارے صوبہ کے عوام اور حکومت علمائے دین کی شکر گزار ہے کہ انھوں نے اس اہم قومی فیصلہ پر حکومت کے ساتھ تعاون کیا ہے۔

جناب والا! ہمارے صوبہ میں آبپاشی کا ایک قابل رشک نظام موجود ہے۔ ہماری نہریں آبپاشی کا ایک سستا ترین ذریعہ ہیں۔ لیکن حکومتوں کی بے اعتنائی کے سبب یہ نظام روبہ زوال ہوتا چلا گیا۔ نہریں سلٹ اپ ہو چکی ہیں۔ ان کے کنارے اس قدر کمزور اور نحیف ہو چکے ہیں کہ وہ پانی کی مقررہ مقدار ٹیلوں تک پہنچانے سے قاصر ہیں۔ اس وجہ سے وہ کاشتکار جو ٹیلوں پر آباد ہیں وہ پانی کی بوند بوند کو ترس جاتے ہیں۔ خاص کر ان علاقوں میں جہاں پر زیر زمین پانی ناقابل استعمال ہے وہاں پر نہروں میں وارہ بندی ایک عذاب سے کم نہیں ہے۔ موجودہ حکومت کاشتکاروں کے اس مسئلہ کو حل کرنے پر خصوصی توجہ دے رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رواں سال کے ضمنی میزانیہ میں 57 کروڑ 92 لاکھ روپے کی اضافی رقم محکمہ آبپاشی کی مد میں خرچ کی گئی ہے۔

جناب والا! فضائی آلودگی نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں، نباتات، حیوانات اور عمارات کے لیے بھی زہر قاتل ہے۔ ہمارے صنعت کاروں کی بے حسی کے سبب جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر، دھواں اگلتی گاڑیاں وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے نہ صرف خوراک بلکہ ہوا اور پانی جو کہ قدرت کا بغیر کسی طبقہ کی تفریق کے ہر ذی روح کے لیے گرانقدر عطیہ ہیں وہ آلودگی کا شکار ہو گئے ہیں۔ یہ حکومت فضائی آلودگی کے خاتمہ کے لیے کوشاں ہے۔ درخت اور جنگل فضائی آلودگی کو ختم کرنے کے لیے مد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت نے محکمہ جنگلات کی مد میں 12 کروڑ 12 لاکھ روپے کی زائد رقم زیر بحث ضمنی میزانیہ میں خرچ کی ہے۔

جناب والا! ہماری حکومت جیلوں کو عقوبت خانوں کی بجائے اصلاح گھر بنانا چاہتی ہے۔ قیدیوں کی ذہنی تربیت کر کے ان کو ذمہ دار شہری بنانا چاہتی ہے۔ منشیات کے عادی افراد کو معاشرہ میں بحال کرنے کے لیے ان کا علاج کیا جا رہا ہے۔ جرائم پیشہ لوگوں کی ماہیت قلب کے لیے انھیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جا رہا ہے۔ قیدیوں کو ہنرمند بنایا جا رہا ہے۔ تاکہ وہ رہائی کے بعد جرائم کی طرف راغب ہونے کی بجائے ذمہ دار شہری بن سکیں۔ یہ صحت مند سرگرمیاں جاری رکھنے کے لیے محکمہ جیل خانہ جات کے لیے وسائل کی ضرورت تھی۔ چنانچہ حکومت پنجاب نے رواں مالی سال کے ضمنی میزانیہ میں جیل کی مد میں 5 کروڑ 95 لاکھ روپے کی رقم خرچ کی ہے۔

جناب والا! کالا باغ کے نام پر 42 برس سے ہماری قوم کو سبز باغ دکھائے جا رہے ہیں۔ کالا باغ کا منصوبہ صرف پنجاب کا منصوبہ نہیں بلکہ جس طرح پاکستان کے چاروں صوبوں کی معیشت

inter-linked ہے اور ہمارے معاشی منصوبے مشترک ہیں ' اسی طرح کالا باغ بھی ایک بین الصوبائی منصوبہ ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر چاروں صوبوں کی زراعت اور صنعت میں انقلاب لایا جا سکتا ہے۔ اس عظیم منصوبہ پر 1952ء میں ابتدائی کام کا آغاز ہوا۔ اب تک کروڑوں روپے اس منصوبے کی نذر ہو چکے ہیں۔ کالا باغ کے قصبہ سے 12 میل اوپر کی طرف تجویز کردہ پاکستان کا یہ واحد ڈیم ہے کہ جو پنجاب کی سرزمین پر تعمیر ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض عناصر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کی خاطر چھوٹے صوبوں میں اس ڈیم کے خلاف رائے عامہ ہموار کرتے رہے ہیں۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ ڈیم اگر تعمیر ہوا تو وادی نوشہرہ غرق آب ہو جائے گی ' کوئی کہتا ہے کہ اگر یہ ڈیم تعمیر ہوا تو سندھ کی زمینیں بنجر ہو جائیں گی' کوئی کہتا ہے کہ اگر یہ ڈیم تعمیر ہوا تو ہم اسے بم سے اڑا دیں گے۔ حالانکہ دنیا بھر کی تعمیراتی کمپنیاں اپنی تحقیقی رپورٹوں میں یہ ثابت کر چکی ہیں کہ کالا باغ کا منصوبہ پاکستان کی معیشت کے لیے ناگزیر ہے۔ ہمیں اپنی صنعتوں کو چالو رکھنے کے لیے اور اپنے زرعی ٹیوب ویلوں کے بجلی آن رکھنے کے لیے انرجی کی ضرورت ہے۔ اس وقت پنجاب میں صرف 21 لاکھ ایکڑ ایسی اراضی موجود ہے جسے آباد کر کے قابل کاشت بنانے کے لیے پانی کی ضرورت ہے۔ ہمارے بعض ماہرین کا خیال ہے کہ پاکستان میں ایک وقت وہ بھی آنے والا ہے جب زیر زمین پانی کے ذخائر خشک ہو جائیں گے اور ہمارے ٹیوب ویل پانی کی جگہ مٹی اور کیچڑ اگلنے لگیں گے۔ اس وقت ارض وطن کو سرسبز و شاداب رکھنے کے لیے کالا باغ جیسے کثیر المقاصد صوبہ کی ضرورت ہو گی جو تولید برق کے ساتھ ساتھ آبپاشی کے لیے پانی بھی مہیا کرے گا۔ مشترکہ مفادات کی کونسل کو رائے عامہ اور چاروں صوبوں میں اتفاق رائے پیدا کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ پنجاب کے وہ عوام جو اب تک اپنی زبان ثقافت اور سیاسی مفادات کی قربانی حب الوطنی کے نشے میں دیتے آ رہے ہیں وہ اس کالا باغ کے منصوبہ سے دستبردار ہو کر معاشی مفادات کی قربانی دینے کے لیے تیار نہیں ہیں میں یہ بات کسی تعصب کی بنیاد پر نہیں کہہ رہا بلکہ یہ ایک محب الوطن پنجابی کے دل کی آواز ہے کہ مشترکہ مفادات کی کونسل نے ہمارا احساس نہ کیا کیونکہ پنجاب کے سات کروڑ عوام کالا باغ کے مسئلہ پر ایک متفقہ موقف رکھتے ہیں اس لیے دوسرے صوبوں کی قیادتوں پر لازم ہے کہ وہ پنجاب کے عوام کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے اس منصوبہ پر تعمیر فوری شروع کروائیں۔

جناب والا۔ مہنگائی کی جان لیوا لہر نے انسانوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے وہ دفتروں میں کام

کرنے والے کلرک ہوں یا صنعتی مزدور ہوں یا شہروں کا پرولتاری ان لوگوں کے لیے جسم و جان کا رشتہ استوار کرنا محال ہو گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے الکاسب حبیب اللہ ہونے کی نوید دی تھی اور حکم دیا تھا کہ ان کی محنتوں کا معاوضہ ان کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کیا جائے لیکن آج یہ لوگ اس طرح ہیجان کا شکار ہیں جس کی وجہ سے نہ صرف ہمارے دفتروں کا نظام بلکہ صنعتی پیداوار بھی متاثر ہو رہی ہے۔ اس صورتحال نے ہمارے سیاسی معاشی اور معاشرتی ڈھانچوں کو تہہ و بالا کر دیا ہے۔ میری درخواست ہے کہ ان لوگوں کی تنخواہوں اور wages کو Index of prices کے ساتھ منسلک کر دیا جائے جس نسبت سے مہنگائی میں اضافہ ہو اسی نسبت سے ان کی تنخواہوں میں اضافہ ہونا چاہیے ورنہ ہمیں یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ جن لوگوں کے پاس اختیارات ہوں گے لیکن تنخواہیں کم ہوں گی وہ اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے اپنے اختیارات کا سودا کریں گے۔

جناب والا اسی طرح وہ لوگ جنہیں کوآپریٹو اداروں نے لوٹا ان لوگوں کو آج اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ ان کو لوٹنے والے کون تھے وہ کہاں چلے گئے وہ موجودہ حکومت سے اپنی لوٹی ہوئی رقم کی واپسی کی توقع رکھتے ہیں جو پوری ہونی چاہیے۔

جناب والا عوام کے منتخب نمائندے جو الیکشن مہم کے دوران door to door اور الیکشن کے بعد آفس تو آفس سر گرداں نظر آتے ہیں جب دفتروں میں بیٹھے ہوئے لوگ عوامی مسائل کے حل میں ان کی خواہشات کا احترام نہیں کرتے تو پھر وہ ان مقدس ایوانوں میں تلخ نوائی پر مجبور ہو جاتے ہیں ۔ہماری سول بیوروکریسی کو اس لحاظ سے دوام حاصل ہے کہ مارشل لاء ہو یا جمہوریت ہو یہ اپنی جگہ موجود رہتی ہے اور اس صورتحال نے اسے اس ملک کا اصل حاکم بنا دیا ہے۔ یہ نوکر شاہی نہیں ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ نوکر نہیں ہیں یہ تو شاہ ہیں ان پر طعن و تشنیع کرنے کے باوجود بھی ہم سارا دن ان کے تبادلے ان کی پسندیدہ جگہوں پر کروانے اور رکوانے کے لیے وزیر اعلیٰ ہاؤس اور وزراء کے دفاتر میں چکر لگاتے نظر آتے ہیں۔ اگر ہم اس نظام سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اپنے طرز عمل پر غور کرنا ہو گا جب جمہوریت مستحکم ہو گی، جب جمہوری ادارے مستحکم ہوں گے اور ان اداروں میں ہمیں باہم دست و گریبان ہوتے ہوئے جو لوگ محظوظ ہوتے ہیں ان کے مفادات کو زد پہنچے گی، جب جمہوریت بحال ہو گی تو یہ ادارے خود بخود عوام کے تابع ہو جائیں گے۔

جناب والا! بجٹ ضمنی ہو یا سالانہ بجٹ وفاقی ہو یا صوبائی ہم اس کی تعریف کریں گے یا تنقید کریں گے بجٹ میں ترقیاتی منصوبوں کے لیے جو اربوں روپے مختص کیے جاتے ہیں اس وقت تک انقلابی نتائج حاصل نہیں کیے جا سکتے جب تک یہ اربوں روپے کے فنڈز ان ہاتھوں میں نہیں ہونگے جو امین کہلاتے ہیں جناب والا مقام ماتم ہے کہ ہمارے تعمیراتی اداروں میں انجینئر اور ٹھیکیدار کے درمیان بقائے باہمی کا ایک معاہدہ بقائے باہمی کا ایک رشتہ قائم ہے جس کی وجہ سے ہمارے اربوں روپے کے فنڈز خورد برد ہو جاتے ہیں اور ہمارے تعمیراتی منصوبے آغاز ہی میں توڑ پھوڑ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جناب والا کمیشن کی لعنت ---

جناب ارشد عمران سلہری: (پوائنٹ آف آرڈر)۔ جناب والا۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آج ضمنی بجٹ پر تقاریر ہو رہی ہیں اس میں ہر مقرر کے لیے آپ نے کتنا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔ جناب والا میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ جنجوعہ صاحب حکومت کی اور حکومت کی پالیسیوں کی بہت تعریف کر چکے ہیں اور جب سے وہ شروع ہیں شاید ایک یا دو دفعہ آپ کی آنکھ نہ لگ گئی ہو وہ آدھ گھنٹے سے زیادہ وقت تو لے چکے ہیں تو جناب والا میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس کے لیے وقت مقرر کریں کیونکہ ہم نے بھی اس میں حصہ لینا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس میں مسئلہ یہ ہے پہلی بات میں آپ کو بتا دوں کہ ہر بات سپیکر سے نہیں پوچھنی چاہیے کیونکہ سپیکر یہاں انصاف کرنے کے لیے بیٹھا ہے اور یہ جوابدہی کے لیے نہیں۔ میرے آنے سے پہلے تابش الوری صاحب نے جو تقریر شروع کی تھی وہ انہوں نے ۵ بجکر ۴۷ منٹ پر شروع کی تھی اور میں یہاں پر ۶ بجکر ۵ منٹ پر حاضر ہوا تھا اور انہوں نے ۶ بجکر ۲۷ منٹ پر اپنی تقریر بند کی تھی تو یہ چالیس منٹ کا کل وقفہ بن جاتا ہے لیکن ان کی تقریر میں interruption بھی ہوئی تھی اور میں اس میں سے دس منٹ کاٹ دیتا ہوں اس کا مطلب ہے کہ یہ حزب اختلاف کی طرف سے تیس منٹ بولے ہیں اور opening بھی ادھر سے کی ہے۔ اب میں ان کو بھی تیس منٹ دینا چاہتا ہوں۔ آپ ۶ بجکر ۲۷ منٹ پر شروع ہوتے ہیں اور اب تین چار منٹ رہ گئے ہیں اور اس طرح سے ان کا آدھا گھنٹہ ہو جائے گا۔ آگے آپ کے مشورے سے کریں گے۔

میں نے آپ کو یہ بات وضاحت سے بتا دی ہے یہاں جب سپیکر بیٹھتا ہے اور میں یہ آپ کو یقین سے کہتا ہوں آپ کو جب یہاں بٹھا دیا جائے یا پینل کے چیئرمین کو بھی تو وہ بھی

انصاف کرتے ہیں یہ کرسی ایسی ہوتی ہے جب کوئی آدمی یہاں بیٹھتا ہے تو وہ انصاف ضرور کرتا ہے۔

جناب تاج محمد خانزادہ : (پوائنٹ آف آرڈر) ۔ جناب والا۔ جنجوعہ صاحب اتنی سنڈی کی تھی اور میں ان کو disturb نہیں کرنا چاہتا تھا ---

جناب ڈپٹی سپیکر : اب آپ کی باری آنے والی ہے -----

جناب تاج محمد خانزادہ : لیکن انہوں نے کالا باغ کی جو factual position بیان کی ہے میں ان کو interrupt نہیں کرنا چاہتا تھا But let us be correct

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں۔ آپ کی تقریر آئے گی۔ خانزادہ صاحب ابھی اس کے بعد آپ اپنی تقریر کریں گے۔

جناب تاج محمد خانزادہ : جناب والا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں۔ آپ کو اجازت نہیں دینا۔ Please have a seat آپ نے تقریر کرنی ہے آپ کا نام آنے والا ہے آپ اس میں چاہے کتنی بات کریں۔ شکریہ۔

جناب تاج محمد خانزادہ : آپ میری بات تو سنیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں This is not point of order میں نے آپ کو بتا دیا کہ میں ایسے نہیں کرتا ۔ آپ میرے سینئر ہیں آپ میرے بزرگ ہیں آپ تشریف رکھیں۔

جنجوعہ صاحب ۔ آپ اب وائنڈ اپ کریں

جناب ریاض حشمت جنجوعہ : جناب والا ہمارے ڈاکٹروں نے جن کی تربیت پر اس قوم کے لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں وہ سرکاری ملازمتوں کے ساتھ ساتھ پرائیویٹ پریکٹس اور پرائیویٹ کلینک چلانے میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں اور ہسپتالوں میں مریضوں کو attend کرنے کی بجائے اپنے کلینکس کا راستہ دکھاتے ہیں اور اس طرح مریضوں کا خون چوس کر بنگلے تعمیر ہو رہے ہیں جناب والا ہمارے اساتذہ اور پروفیسر کالجوں اور سکولوں میں دلجمعی کے ساتھ تدریسی فرائض انجام دینے کی بجائے پرائیویٹ سکولوں اور ٹیوشن سنٹروں میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں اور کرپشن ہمارے سب سے مقدس ادارے میں بھی سرایت کر چکی ہے اور آج انصاف جنس بازار بن چکا ہے۔ جناب والا ہمارے ملک کا تاجر ناجائز

منافع کمانے کے لیے اشیائے ضرورت کی ناجائز ذخیرہ اندوزی کر کے ان کی مصنوعی قلت پیدا کرتا ہے ہمارے ملک کا آجر نہ صرف محنت کش کا استحصال کرتا ہے بلکہ ایکسائز ڈیوٹی اور حکومتی ٹیکسوں میں بھی ہیر پھیر کرتا ہے۔ جناب والا شاہنشاہوں کے دور میں نو رتن ہوا کرتے تھے جو ظل الٰہی کا قرب حاصل کر کے اس کے حواس پر سوار ہو جایا کرتے تھے اور بادشاہ کا دست عطا کسی کو جاگیر بخش دیتا تھا کسی کو سرکاری اعزاز سے نواز دیتا تھا اور کسی کا منہ ہیروں اور جواہرات سے بھر دیتا تھا ہمارے ملک میں بھی ایک وقت ایسا آیا کہ اقتدار کے ایوانوں پر سیاسی نو رتنوں نے ڈیرے ڈال لیے اور انہوں نے قومی مفادات سے ہاتھ رنگنے شروع کیے جناب والا کسی کے حصے میں بینک آیا کوئی کارخانوں اور پلاٹ کا مالک بنا کسی نے کروڑوں روپے کے قرضے حاصل کیے اور کسی نے کروڑوں روپوں کے قرض معاف کروائے۔۔

کوئی کارخانوں اور پلاٹوں کا مالک بنا۔ کسی نے کروڑوں روپے کے قرضے حاصل کیے۔ اور کسی نے کروڑوں روپے کے قرضے معاف کروائے۔ جناب والا' ہوس زر کی بدولت ہمارے دور کا ہر انسان خواہ وہ معلم ہے یا مبلغ ' مصنف ہے یا مورخ ' وہ معالج ہے یا منصف ' وہ آجر ہے یا تاجر' وہ فنکار ہے یا معمار جائز ناجائز ذرائع سے دولت کمانے کی اس دوڑ میں شامل ہو چکا ہے۔ جناب والا ' جمہوریت اور کسی بھی جمہوری معاشرہ میں اپوزیشن کا وجود اتنا ہی لازم ہوتا ہے جتنا کہ بذات خود حکومت کا۔ لیکن ہمارے ملک میں جو سیاسی کلچر پروان چڑھا ہے اس کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ جب ہم اقتدار میں ہوں تو اپنے جس ایکشن کو احتساب کہتے ہیں جب اقتدار سے بے دخل ہوں تو اس کو انتقام کہتے ہیں۔ جب ہم اقتدار میں ہوں تو جو حرکتیں اور افعال عین جمہوری اور آئینی دکھائی دیتے ہیں لیکن جب اقتدار سے محروم ہو جائیں تو وہ ہمیں غیر آئینی ہتھکنڈے اور غیر جمہوری حربے نظر آتے ہیں۔ جناب والا ہم حکومت میں ہوں تو ہمیں ہر طرف امن نظر آتا ہے۔ جب حکومت سے محروم ہو جائیں تو ----------

جناب ڈپٹی سپیکر : میاں عبدالستار پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں عبدالستار : جناب والا ' ریاض حشمت صاحب کو interrupt تو نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن میں مجبور ہو کر یہ بات کر رہا ہوں کہ تقریباً آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے فاضل مقرر کو بات کرتے ہوئے۔ لیکن یہ ضمنی بجٹ کے بارے میں انھوں نے کوئی بات نہیں کی کہ جو اخراجات یہاں پر پیش کیے گئے ہیں

ان کو justify نہیں کیا جا رہا ۔ اور کبھی گندم کی بات ، کبھی چاول کی بات ، کبھی کھیتوں کی بات ، کبھی دھویں کی بات اور کبھی گاڑیوں کی بات کی جا رہی ہے ۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کم از کم بجٹ پر بھی تو بات کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ وائنڈ اپ کیجیے ۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ ، جناب سپیکر میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب ہم سرکاری بنچوں پہ ہوں تو ہمیں جو بجٹ عوامی حقیقت پسندانہ اور فلاحی دکھائی دیتا ہے تو اپوزیشن کے بنچوں پر وہی بجٹ ہمیں غیر حقیقت پسندانہ اور عوام دشمن دکھائی دینے لگتا ہے۔ جناب والا ، ہماری قومی زندگی کے لیے وہ المناک رویے ہیں جن کی وجہ سے آج ہم روح قائد کے سامنے شرمندہ ہیں۔ اور آزادی کے پچاس برس گزر جانے کے باوجود ہم اس ملک کی تعمیر قائد اعظم کے خوابوں کے مطابق نہیں کر سکے ۔ جس کی وجہ سے ان لاکھوں انسانوں کا لہو رائیگاں جا رہا ہے ۔ جنھوں نے تخلیق وطن کی جدو جہد میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے تھے ۔ اسی لیے تو حضرت فیض کو کہنا پڑا تھا کہ

یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر
کہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

شکریہ !

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ !

سید عارف حسین شاہ بخاری، جناب والا ، مجھے ریاض حشمت جنجوعہ صاحب سے نہایت ہمدردی ہے ۔ کہ ان سے حکومت کے وکیل صفائی کی حیثیت سے جبری مشقت لی جاتی ہے ۔ ان کا تعلق جس جماعت سے ہے اس کے قائدین آج کل قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں ۔ میں تو یہی عرض کر سکتا ہوں کہ

گھر سے آیا ہے خط ہو گیا چہلم ان کا
ان کا یہ کہنا کہ بیمار کا حال اچھا ہے

شکریہ !

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کے پاس تابش صاحب اچھے مقرر ہیں تو ادھر جنجوعہ صاحب اچھے مقرر ہیں۔ شاہزادہ تاج محمد صاحب !

جناب تاج محمد خانزادہ: جناب والا، آپ کا بڑا شکریہ کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ میں اردو میں بات کروں گا۔ میں اپنی تقریر کرنے سے پہلے چند ایک چیزیں درست کرنا چاہتا ہوں جو کہ میرے بھائی جنجوعہ صاحب نے کالا باغ کی بابت کی ہیں۔ جناب والا! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پاکستان کے واسطے کالا باغ کا وجود بہت ضروری ہے لیکن کالا باغ کی بابت بات کرنے سے پہلے ہر ایک انسان کو چاہیے کہ اس کی reality کو appreciate کرے۔ اور اس کی مشکلات اور اعتراضات جو کہ دوسرے صوبے اٹھا رہے ہیں ان کو سامنے رکھ کر اس پر بات کرے۔ صرف یہ کہنا کہ کالا باغ بناؤ خواہ کالا باغ کا نتیجہ کچھ بھی ہو۔ یہ لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ جہاں تک الیکٹرک پاور کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب سے پاکستان بنا ہے حکومت پاکستان کی نالائقی کا ثبوت ہے چاہے حکومت کسی کی بھی رہی ہو۔ تو جب ہم باتیں کرتے ہیں تو دو لیڈروں کو لیتے ہیں اور ان کی ہی باتیں کرتے ہیں۔ پاکستان کے یہ جو پچاس سال گزرے ہیں اس سب عرصے میں میاں نواز شریف اور بھٹو نہیں تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لیڈر ہیں کہ جن کے ہاتھ میں اس حکومت کی باگ ڈور تھی۔ اور جو ان کے کارنامے ہیں وہ بھی ہمارے سامنے ہیں۔

آپ نے کہا کہ نوشہرہ کو کیا خطرہ ہے کہ وہ ڈوب جائے گا۔ خدارا! جو آپ نے کالا باغ کی سکیم بنائی اس میں آپ نے کہا کہ دریائے کابل کے کنارے پر دس دس پندرہ پندرہ فٹ سیمنٹ کی دیواریں کریں گے جو کہ نوشہرہ کے علاقے کو پانی سے بچائیں گی۔ خدارا! آپ جو مثال دے رہے ہیں وہ ہالینڈ میں ایک جگہ ہے جس کو Zouder Zee کہتے ہیں۔ Zouder Zee کے لیے وہ dike کھڑی کرتے ہیں۔ ان کو embankment dike کہتے ہیں۔ اور وہ dike اس لیے کھڑی کی جاتی ہیں کہ tidal water جب چلتا ہے تو اس کو روکتی ہیں اور جب tide نیچے چلی جاتی ہے تو پانی وہاں مستقل طور پر نہیں رہتا بلکہ پیچھے چلا جاتا ہے۔ کالا باغ اور Zouder Zee میں یہ فرق ہے کہ کالا باغ کا ڈیم اگر بن گیا اور جیسے کہ آپ نے تربیلا ڈیم بنایا تو آپ کا پانی ساٹھ میل پیچھے چلا گیا۔ کالا باغ ڈیم original position میں بنتا جس سے آپ زیادہ سے زیادہ بجلی حاصل کر سکتے تھے تو اٹک کے پاس دریائے کابل ڈھیر ہو جائے گا اور اس کا بیڈ rash چلا جائے گا اور دریائے کابل سارے علاقے کو marshy بنا دے گا۔ جہاں تک کالا باغ کا اریگیشن کے ساتھ تعلق ہے تو میرا خیال ہے کہ دوسرے صوبے اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ اور پنجاب کی زیادہ ضرورت اریگیشن واٹر کی بھی ہے۔ کیونکہ

آپ کے پاس لاکھوں ایکڑ بنجر زمین پڑی ہے ۔ جس طرح ہماری آبادی بڑھ رہی ہے جو کہ تین کروڑ تھی اب سات کروڑ ہوگئی ہے ۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ روزی دینے والا خدا ہے لیکن خدا کا یہ بھی حکم ہے کہ اونٹ کی ٹانگ باندھو تو وہ نہیں بھاگے گا۔ آج اس سکیم پر تھوڑا غور کریں۔ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے ۔ جہاں تک بجلی کا تعلق ہے ابھی میں آپ سے بروتھا غازی کی بابت بات کروں گا بروتھا غازی آپ کو 1450 کلوواٹ بجلی فراہم کرے گا۔ جو کہ تقریباً تقریباً تربیلہ کے برابر ہے ۔ اور اس کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ یہاں پر ڈیم نہیں بنے گا ۔ جب باقی جگہوں پر ڈیم بنے ہیں تو وہاں پر silting ہو گی ۔ جب silting ہو گی تو اس سے ڈیم کی لائف کم ہو جاتی ہے ۔ ان کو چاہیے تھا کہ غازی بروتھا ڈیم بیس سال پہلے بناتے ۔ آپ کہیں گے کیوں؟ آپ نے غازی بروتھا ڈیم بنانے میں ابھی تک اس لیے تاخیر کی کہ آپ کو ڈر تھا کہ بروتھا کے بننے سے کالا باغ ڈیم کو نقصان نہ ہو جائے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ساڑھے چودہ سو کلو واٹ کو ابھی sanction کیا ہے۔ شکر ہے خدا کا کہ ابھی بھی کر دیا ہے۔ آپ کو میں بتلاؤں کہ Ghazi Brotha کی جو flow ہے وہ flow ایسی ہے کہ وہاں پر silting نہیں ہوگی۔ وہاں پر آپ کا جو slope ہے وہ A-109 آتا ہے۔ انڈس کا پانی لے کر ہرو میں ڈالا جائے گا اور ہرو کا جو پانی ہے اٹک سے نیچے پھر سندھ میں مل جاتا ہے۔ اور Ghazi Brotha کی جو لائٹ ہے وہ اس کے لیے limit نہیں ہے ۔ کیونکہ silting کبھی نہیں ہو گا۔ میں آپ کو detail بتلاؤں گا لیکن پہلے آپ کو salient point بتلاتا ہوں ۔

جناب محمد خلیل الرحمٰن چشتی : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : خلیل الرحمٰن چشتی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

جناب محمد خلیل الرحمٰن چشتی : جناب والا ! گزارش یہ ہے کہ تاج خان زادہ صاحب ہمارے بڑے محترم بزرگ ہیں ۔ انھیں یہ تو بالکل اعتراض نہیں ہے کہ کالا باغ ڈیم بننا چاہیے ۔ یہ جو تجاویز دے رہے ہیں یہ ماہرین کا کام ہے ۔ اگر انھیں یہ سمجھائیں گے تو انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ چشتی صاحب ۔ جی خان زادہ صاحب ۔

جناب تاج محمد خان زادہ : آپ کیا باتیں کرتے ہیں ؟ میں ignorance بتلاتا ہوں ۔ کیا آپ کو علم ہے کہ کالا باغ کی capacity کیا ہے ؟ آپ کو علم ہے کہ کالا باغ کی implication کیا ہے ؟ آپ کو علم ہے کہ کالا باغ کا slope کتنا ہے ؟ آپ کو علم ہے کہ کالاباغ کی لائف کتنی ہے ؟ آپ

کو علم ہے کہ کالا باغ کتنا irrigation کرے گا؟ چشتی صاحب ! یہ ایسی باتیں نہیں ہیں ۔ آپ facts and figures لائیے ------

جناب ڈپٹی سپیکر : خان زادہ صاحب ! آپ اپنی تقریر جاری رکھیے ۔

جناب تاج محمد خان زادہ : کالا باغ کے برابر کا بھاشا بھی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : خان زادہ صاحب ! آپ میری طرف مخاطب ہوں ۔ اب خواجہ ریاض محمود صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔ ان کی بات بھی سن لیں ۔ خواجہ صاحب ! آپ پھر اپنی سیٹ پر نہیں ہیں ۔ مہربانی کریں اور اپنی سیٹ پر آئیں ۔

خواجہ ریاض محمود : جناب میں پاس ہی تو ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں رولز ہمیں اجازت نہیں دیتے ۔ میں تو اس کو observe کروں گا ۔ لہٰذا پہلے آپ اپنی سیٹ پر تشریف لائیں ۔

خواجہ ریاض محمود : جناب والا ! میں آپ سے اور اپنے بھائی سے یہ درخواست کروں گا کہ نماز کا وقت ہو رہا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ٹھیک ہے آپ تشریف رکھیں ۔ ابھی کچھ وقت ہے جب نماز کا وقت ہوا تو میں اس وقت ہاؤس adjourn کروں گا ۔ جی خان زادہ صاحب !

جناب تاج محمد خان زادہ : جناب والا Ghazi Brotha کوئی issue controversial نہیں ہے ۔ یہ ایسا issue ہے جس میں، میں چاہتا تھا کہ پنجاب اسمبلی کو اتنی detail بتلاؤں کہ جن لوگوں کو اس کی اہمیت کا علم نہیں انھیں اس کی اہمیت کا علم ہو جائے ۔ اگر آپ گیس پر چلائیں گے یا oil پر چلائیں گے تو Brotha میں آپ کی daily saving 9 کروڑ روپے ہے ۔ اور آپ کا اس پراجیکٹ پر جو oil کا yearly expenditure ہے وہ 42 ملین ہے ۔ آپ کو 42 ملین کی saving ہو گی ۔ اس پراجیکٹ پر جو total cost ہے وہ 370 دن میں واپس آ جائے گی لیکن یہاں میں پنجاب کی اسمبلی کو یہ important بات بتلانا چاہتا ہوں کہ ہم پنجابیوں کے ساتھ خاص کر اٹک ضلع کے غریب زمینداروں کے ساتھ بہت جگہ زیادتی ہو رہی ہے ۔ فرنٹیئر اور پنجاب میں اس کی جو length ہے وہ 52 کلو میٹر ہے ' اس کی جو چوڑائی ہے وہ 58 میٹر ہے اور اس کا جو depth ہے وہ 9 میٹر ہے ۔ جو

زمین acquire ہو رہی ہے Ghazi کے درمیان اور غوثستی ایک بہت بڑا گاؤں ہے حضرو کے پاس ان کے درمیان جو تربیلا کی سڑک ہے------- اس میں صرف فرق اتنا ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان ایک سڑک ہے بائیں طرف فرنٹیئر ہے اور دائیں طرف پنجاب ہے۔ وہاں پر ایک عیسیٰ گاؤں ہے جس کی 12 ہزار average price آئی تھی اور گوہر ایوب -------

جناب ڈپٹی سپیکر : خان زادہ صاحب اگر آپ نے صرف ایک منٹ لینا ہے پھر جاری رکھیں اور اگر آپ نے زیادہ وقت تقریر کرنی ہے تو پھر آپ اپنی بقیہ تقریر نماز مغرب کے وقفہ کے بعد کیجیے گا۔

جناب تاج محمد خان زادہ : جناب والا میں ابھی کچھ مزید details بتلاؤں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ٹھیک ہے۔ اب میں نماز کے لیے 20 منٹ کا وقفہ کرتا ہوں اور 20 منٹ کے بعد ہم یہاں پھر آئیں گے۔ اور تاج محمد خان زادہ صاحب ہی اپنی تقریر جاری رکھیں گے۔ اب 20 منٹ کے لیے ہاؤس adjourn کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلے پر نماز مغرب کے لیے ہاؤس 20 منٹ کے لیے adjourn کر دیا گیا)

(وقفہ نماز کے بعد کی کارروائی)

(جناب ڈپٹی سپیکر، بج ۳۵ منٹ پر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر : جناب خان زادہ تاج محمد :

جناب تاج محمد خان زادہ : Thank you very much for calling me to continue my speech. جناب والا میں نے کچھ sailent feature جو ہائیڈل پاور اور پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے کہ لوڈ شیڈنگ اور بجلی کی کمی کو کس طرح سے پورا کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : طاہر احمد شاہ صاحب یہ تو بہت بری بات ہو گی اگر آپ کی طرف سے ایک آدمی بھی نہ بیٹھا ہو۔ ایسے نہ کریں اسمبلی کا جو وقار ہے وہ مجروح ہوتا ہے۔ خانزادہ صاحب

جناب تاج محمد خان زادہ: جناب والا مجھے اس بات کا پورا احساس ہے اور صرف آج نہیں بلکہ ہمیشہ سے میں جو تقریر کرتا ہوں وہ میرے دل اور ضمیر کی آواز ہوتی ہے۔ مجھے اس بات کا بھی پورا احساس ہے کہ میری تقریر کا اثر کسی پر ہو یا نہ ہو لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں اپنے فرائض منصبی کو خدا اور اس کی درگاہ کے سامنے جس وقت میری پیشی ہو گی میں یہ سمجھتا ہوں کہ کم ازکم میری پوزیشن اس

وقت یہ ہو کہ میں کہوں کہ اللہ میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ کرنے والا اور نہ کرنے والا وہ تیری ذات ہے جو سب چیزوں پر قادر ہے اور سب چیزوں کا مالک ہے۔ جناب والا میں ایک بہت گناہ گار ہوں اور یہ بھی دعویٰ نہیں کرتا ہوں کہ مجھے قران اور اسلام کے متعلق بڑا علم ہے۔ کیونکہ وہ ایک ایسی خدائی کتاب ہے کہ اسے جتنا پڑھو اور جتنا علماء دین سے سیکھ سکتے ہو سیکھو اتنا ہی آپ کا علم بڑھتا رہتا ہے۔ لیکن ایک چیز جب میں بولتا ہوں تو وہ میرے سامنے کھڑی ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ جو کہ انہوں نے حجۃ الوداع دیا تھا۔ اس وقت انہوں نے، اپنی انگلی اوپر پکڑ کر کہا تھا کہ اے اللہ تو دیکھتا ہے تو سنتا ہے تجھے سب کچھ معلوم ہے لیکن میں پھر بھی سنانا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنا فرض جو تو نے مجھ پر عائد کیا تھا میں نے وہ اپنی قوم تک پہنچا دیا ہے۔ اور پھر جو حاجی تھے ان کی طرف دیکھ کر کہا کہ میری امت روز محشر آپ میری گواہی دیں گے کہ میں نے اپنا فرض جو تھا وہ آپ تک پہنچا دیا تھا۔ آپ logic دیکھیں کہ روز محشر وہ ہمارا saviour ہوگا۔ خدا کی درگاہ میں ہماری salvation کے لیے ہمارے بچاؤ کے لیے ہمارے لیے معافی مانگے گا اور حوض کوثر پر ہم اس کے ارد گرد کھڑے ہونگے۔ لیکن اس کو بھی اس چیز کی ضرورت پڑی کہ اس ذات لازوال کے سامنے جس کو سب چیزوں کا علم ہے۔ دل کا بھی علم ہے۔ اس کو سنائے کہ میں نے آپ کے حکم کی بجا آوری کی۔ تو بھائیو!

my comrades I know کہ میری voice کو میرے جو چند دوست ہیں وہی اس وقت سن رہے ہیں۔ باقی تو میں ان بنچوں کو سنا رہا ہوں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان بنچوں میں بھی جان ہے۔ ایک ایسی جان ہے جو سن کر اس کو ایسی جگہ پہنچائے گی جہاں اس کو پہنچنا چاہیے۔ بھائیو! میں ہائیڈل پاور پر آتا ہوں۔ جو کہ پاکستان کی سب سے بڑی problem ہے۔ اس کو پورا کرنے میں ہم پورے نہیں اترے۔ باوجود اس کے کہ میں اس وقت جو حکومت ہے ان کے مخالف بنچوں پر بیٹھا ہوں۔ لیکن میرے ضمیر کی آواز مخالفت برائے مخالفت نہیں ہے۔ میری آواز میرے ضمیر کے مطابق ٹھیک ہو خواہ وہ کہیں سے آئے میں نے اس کو حق کہنا ہے۔ جو نہیں بنتی تو چاہے خوف بھی ہو میں نہیں کہتا۔ (نعرہ ہائے تحسین) میں آپ کو بتلاؤں گا۔ میرے خیال میں ہم جو قیمت دے رہے ہیں اس سے میری agreement نہیں ہے۔ لیکن میں ایک agreement سے میں انکار نہیں کرسکتا کہ اس حکومت نے جو ہائیڈرل پاور کی کمی کو پورا کرنے کے لیے جو قدم اٹھائے ہیں جو میں نے پڑھا ہے اگر وہ سب

کامیاب ہوگیا اور جو کچھ ہو رہا ہے اگر یہ کامیاب ہوگا تو یہ ہماری لوڈشیڈنگ کی بدقسمتی سے ہمیں نجات مل جائے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین) بات یہ ہے کہ لوڈشیڈنگ toward ہوسکتی ہے۔ لیکن کیونکہ ہمارے جو دو reservoir ہیں تربیلا اور ہمارے والا۔ اس میں پانی کی کمی ہوجاتی ہے تو storage میں پانی کی کمی کی وجہ سے ہم اپنی ہائیڈرل پاور کی مشینوں کو فل سپیڈ پر نہیں چلا سکتے اور ان سے پورا کام نہیں لے سکتے۔ اور یہاں جو پانی ہے وہ ہم دو چیزوں کے لیے استعمال کرتے ہیں صرف بجلی کے لیے نہیں۔ بلکہ ہم اس پانی کو اپنے ایریگیشن purpose کے لیے بھی کنٹرول کرتے ہیں۔ اس لیے ہم اپنے ایگریکلچرل produce کو اس حد تک نقصان نہیں دینا چاہتے کہ ہم بجلی بنائیں اور گندم پیدا نہ کریں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بغیر بجلی کے گزارا ہوسکتا ہے ہمارے باپ دادا نے بھی کیا تھا جبکہ بجلی نہیں تھی پنکھے بھی نہیں تھے تو ململ کی چادریں نیچے سونت کر سویا کرتے تھے لیکن ہماری قوم کے لیے گندم، گنا، چاول جو کہ ہمارا پیٹ بھرتی ہیں وہ زیادہ ضروری ہیں۔ اس لیے ہم یہ پانی اس واسطے preserve کرتے ہیں اور اپنے عوام کو کہتے ہیں کہ یہ تکلیف برداشت کرلو۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وائنڈ اپ کریجئے۔

جناب تاج محمد خانزادہ، سر ابھی تو میں شروع ہوا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نماز سے پہلے پندرہ منٹ بھی آپ تقریر کر گئے ہیں۔

جناب تاج محمد خانزادہ، اچھا سر بات یہ ہے آپ مجھے اجازت دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کو پانچ منٹ اور دیے۔

جناب تاج محمد خانزادہ، میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں Colorado میں گیا۔ جو کہ امریکہ کا ایک بہت بڑا صوبہ ہے۔ Denvor ان کا علاقہ ہے وہاں پر انہوں نے بجلی کے ایک channel کے اوپر 9 اسٹیشن منگوائے ہیں۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: continue.

جناب تاج محمد خانزادہ، اگر آپ ہمیں یہ بھی موقع نہ دیں کہ ہم آپ کو ایجوکیٹ نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ابھی سات معزز اراکین اور ہیں۔ نو بجے تک ٹائم ہے پھر ادھر گورنمنٹ کی طرف سے بھی کسی منسٹر نے جانا ہے۔ اس لیے میرے ذہن میں یہ بات بھی ہے کہ ادھر سے بھی کوئی رہ

نہ جائے۔

جناب تاج محمد خانزادہ، او کل سن موہل صاحب! دو تے دو چار روپیاں او وی سن لواں گے اسے دی سن لو۔ کدے غریباں دی وی سن لیا کرو۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ جاری رکھیں۔

رانا محمد اقبال خان، میرا ٹائم بھی ان کو دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اچھا جب تک آپ تقریر کرنا چاہتے ہیں کریں۔

جناب تاج محمد خانزادہ، میں تھوڑا سا عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ شکریہ۔

جناب تاج محمد خانزادہ، میں نہیں چاہتا کہ میں آپ کا زیادہ ٹائم لوں۔ لیکن چند نمایاں بے انصافیاں جو پنجاب کے لینڈ آنرز کے ساتھ ہو رہی ہیں۔ وہ میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ اس ناچیز کی آواز کا پنجاب گورنمنٹ اور چیف منسٹر نوٹس لے گی۔ جناب ہم پاکستان فرنٹیئر کی زمین اور پنجاب کی زمین جس کے درمیان صرف ایک سڑک ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو پنجاب کی زمین ہے، جو ہم بروٹھا کے لیے دے رہے ہیں وہ فرنٹیئر کی زمین سے بہت زیادہ زرخیز ہے اور productive بھی ہے۔ لیکن اس کا جو تھوڑا سا حصہ غازی سے گرغشتی تک آتا ہے اس میں عیسیٰ ایک گاؤں ہے۔ جس کی average price بارہ ہزار روپے آئی ہے۔ اور نوٹیفکیشن کے بعد ان کو جو قیمت ملی ہے وہ 78 ہزار روپے ہے۔ 12 ہزار سے 78 ہزار روپے قیمت ہوگئی ہے۔ اور اس کو منسٹر گورنمنٹ اور واپڈہ نے منظور کر لیا۔ ہماری قسمت کہ دیکھئے، ہماری بروٹھا کی جو زمین ہے اس کی averag price جو تھی وہ 42 ہزار روپے نکالی گئی۔ اور غیر ملکیوں کے لیے 35 ہزار روپے نکالی گئی۔ اور وہ جو کہ سیکشن فور کے اندر جو کہ بارہ مہینے کا average لیتے ہیں اس کے مطابق حکومت نے خود نکالی۔ سر! شومئی قسمت! جب ہماری قیمت اوپر گئی تو ہمارے جو بیورو کریٹس تھے وہ کہتے تھے کہ ان غریبوں کو کیوں کچھ ملے۔ انہوں نے اس کو رد کر دیا اور کہا کہ نہیں۔ یہ realistic price نہیں ہے آپ realistic price نکالیں۔ فیڈرل گورنمنٹ کا حکم ہے کہ آپ جن کی زمینیں لیں گے آپ ان کو بلائیں گے ان سے پوچھیں گے ان کو راضی کریں گے اور ان کی transparent قیمت ان کو دیں

گے۔ یہ ورلڈ بنک کا آرڈر ہے۔ یہ ایشین بنک کا آرڈر ہے۔ یہ فیڈرل گورنمنٹ کا آرڈر ہے۔ اور یہ جو financing organization ہے ان کا آرڈر ہے۔ ہماری قیمت واپس آئی تو ان کی تو 12 ہزار سے 78 ہزار ہوگئی۔ اور ہماری 42 ہزار سے 16 ہزار ہوگئی۔ کہ ان کو 16 ہزار دو۔ اور جناب مالک کون ہیں؟ کوئی دو کنال کا مالک ہے، کوئی پانچ کنال کا مالک ہے، کوئی چار مرلے کا مالک ہے، کوئی دس مرلے کا مالک ہے۔ تو ان کے ساتھ یہ انصاف ہو رہا ہے۔ ہم جب کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ زیادتی کیوں ہوتی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ پنجاب کے رولز اینڈ ریگولیشن فرنٹیر سے علیحدہ ہیں۔ خدارا! کیوں ہم کیا پاکستان کے بندے نہیں ہیں؟ کیونکہ ہمارے جو مکان ہیں وہ سڑک کے اس طرف ہیں ان کے سڑک کے پرلی طرف ہیں۔ تو ہم 16 ہزار روپے لیں اور وہ 78 ہزار روپے لیں۔جناب والا! میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کو آپ صرف اسمبلی کی کارروائی کا حصہ نہ سمجھیں۔ اس کو آپ اپنا بھی ایک اخلاقی فرض سمجھیں کہ اس چیز کو چیف منسٹر کے کان تک پہنچائیں کہ آپ کے پنجاب کے لوگوں کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر اعلیٰ صاحب اپنے چیمبر میں موجود ہیں۔ اور ان تک یہ آواز پہنچ رہی ہے۔

جناب تاج محمد خانزادہ، مجھے بڑی خوشی ہے اگر وہ سن رہے ہوں گے تو۔ مجھے پورا یقین ہے کہ جیسے انہوں نے پنجاب میں جن لوگوں کے مکان نہیں تھے۔ جن لوگوں کی زمینیں نہیں تھیں، ان کی مدد کے لیے جو step انہوں نے اٹھایا ہے۔ خواہ میری ان کے ساتھ سیاسی مخالفت ہو، لیکن میں ان کے اس اقدام کو appreciate کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے جو ان کو ملکیت دی ہے۔ قسمت کی بات ہوتی ہے کہ کس کے ہاتھ سے کسی کو فائدہ پہنچتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ سن رہے ہیں تو یہ اٹک کے لوگوں کی خوش قسمتی ہے کہ وہ اس پر ضرور کچھ اقدام اٹھائیں گے۔ سر! ہم بھیک مانگنے والے نہیں ہیں۔ ہم غریب ضرور ہیں، فقیر ضرور ہیں۔ لیکن محتاج صرف اس ذات کے ہیں۔ ابھی تک ہمیں پانی نہیں ملتا۔ ہماری نوجوان بچیاں اس گرمی میں تین تین چار چار میل جا کر گھڑوں میں پانی لاتی ہیں۔ اور پانی وہ لاتی ہیں جہاں پر گدھے بھی پیشاب کرتے ہیں اور گھوڑے بھی۔ اور ہم اس پانی کو پیتے ہیں۔ تو للہ کیا ہم کفرستان سے آتے ہیں، یا ہم بھی پاکستان کے باشندے ہیں؟ اگر آپ کہیں تو ہماری بدقسمتی یہی تھی کہ ہم لوگ جو تھے، ہم کو انگریزی میں کہتے تھے۔ The sword of British Empire۔ ہم نے انگریز کی فوج میں نوکریاں کر کے ان کے ایمپائر بنائے۔ ہانگ کانگ لیا، پیکنگ لیا، مالٹا لیا۔ عربوں کے

اوپر حملے کر کے ان کی بادشاہی کی۔ اس واسطے ہمیں وہ غریب رکھنا چاہتے تھے تاکہ ہم ان کی فوج کی نوکری پر مجبور ہوں اور ہمارے پاس پیسے ویسے نہیں ہیں۔ نہ ہم گائیں ہیں کہ پانی پیتے ہیں۔ جیسے فیصل آباد والے دودھ پیتے ہیں۔ جہاں یہ دودھ پیتے ہیں ہمیں وہاں پر پانی بھی نہیں ملتا۔ سر! میں یہ کہتا ہوں کہ ایک تو ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے۔ دوسرے اللہ' پچاس سال ہو گئے ہیں۔ ہمارے غریب لوگ کیوں کربلا جیسی زندگی بسر کر رہے ہیں؟ آپ swimming bath لیتے ہیں۔ شام کو جناب' آج کل ایڈوانس age ہو گیا ہے۔ اسلام آ رہا ہے۔ مستورات کو بھی ساتھ swimming costume جا کر جم خانہ کلب میں نہاتے ہیں۔ سمجھ گئے؟ اسلام' جس واسطے یہ ملک بنا تھا' یہ اس کا ایک نمونہ ہے۔ سر پر کوئی چادر نہیں رکھتا۔ فیشن بن گیا ہے کہ کندھوں پر چادر رسی بنا کر لگاؤ۔ فیشن بن گیا ہے کہ گھر میں تو کچھ مت ڈالو لیکن بازار میں جاتے ہو تو لپ سٹک بھی لگاؤ' بہترین کپڑے بھی لگاؤ' عطر بھی لگاؤ تاکہ میل سے پتا لگے کہ کوئی ایسی ہستی آ رہی ہے کہ بہت قیمت ہے۔ یہ بات میں کسی کی ذات پر نہیں کرتا۔ آج کل اسلام جس دور سے گزر رہا ہے۔ جس طریقے سے بوسنیا میں ہمارے ساتھ ہو رہا ہے' افغانستان میں جو ہمارے ساتھ ہو رہا ہے' فلسطین میں جو ہمارے ساتھ ہو رہا ہے' کشمیر میں جو ہمارے ساتھ ہو رہا ہے' یروشلم میں جو ہمارے ساتھ ہو رہا ہے۔ آج ہم اس حد کو پہنچ گئے ہیں کہ ہندوستان میں' آپ میرا یقین کریں' کہ ہماری لڑکیاں کافروں کے ساتھ نکاح کر رہی ہیں۔ یہ پاکستان کا ملک ہے۔ نہیں پتا آپ کو پاکستان کی کیا قیمت ہے۔ پاکستان کی قیمت ان لوگوں کو پتا ہے جنھوں نے انگریزوں کے ساتھ نوکری کی' اور غلامی کی نوکری کی۔ خواہ ان کے برابر تھے لیکن وہ غلامی کی جو بو تھی وہ ہر وقت ان کے سامنے تھی۔ آج آپ اس ملک کے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟ اپنے ہاتھوں سے اپنا بنایا ہوا ملک آپ بگاڑ رہے ہیں۔ اللہ نہ کرے' اللہ نہ کرے کہ اس ملک کو کچھ نقصان پہنچے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کی بقاء جو ہے' اللہ نے جیسے لوح محفوظ پر قرآن کو کہا کہ میں آپ کی حفاظت کرنے والا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ابھی بھی اللہ کی قدرت ہے اور اللہ کی نعمت ہے کہ ہم اس ملک میں زندہ اور اپنے ملک میں آزاد ہیں۔ لیکن اگر ہم نے یہ وارننگ نہ دیکھی تو یہ انگریزی میں کہتے ہیں، The writing on the wall is very evident. لکھا ہوا جو دیوار پر ہے وہ دکھائی دے رہا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ ہمارے عوام بیدار ہو جائیں۔ میں ان لوگوں کو سنا رہا ہوں۔ اپنوں کو نہیں سنا رہا۔ ہم تو جو کر رہے ہیں' وہ کر ہی رہے ہیں۔ لیکن بھیجنے والے ہمارے یہ ہیں۔ اور ہم کہتے ہیں کہ دیکھتے رہو بیٹا' ایک ایک آدمی کو دیکھو۔ وہ کرتا کیا

ہے' وہ بولتا کیا ہے۔ اور وہ کہتا کیا ہے اور کرتا کیا ہے۔ خدارا' جب تک یہ قوم تعلیم یافتہ نہ ہو اور ان کو یہ نہ پتا لگے کہ نمائندے کی خصوصیات کیا ہوتی ہیں' ہماری ڈیموکریسی جیسے چل رہی ہے وہ آپ کو پتا لگ رہا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ حق گوئی جناب۔ ڈر رہے ہیں کہ حق گوئی کریں گے تو فلاں خفا ہو جائے گا۔ میرا ناطقہ نہ تنگ ہو جائے' میری فلاں چیز نہ تنگ ہو جائے۔ سر! یہ ہمارے موٹروں کا حساب نہیں ہے۔ رسول خدا کے خلیفوں کو دیکھو۔ حضرت عمر یروشلم جاتا ہے' غلام اونٹ پر بیٹھا ہے' خلیفہ پھٹے ہوئے کپڑے لے کر مہار پکڑ کر اونٹ کو لے جاتا ہے۔ اور فخر کرتا ہے کہ دیکھو' اسلام برابری دیتا ہے۔ دیکھو' میں اس کو اپنا حق دے رہا ہوں۔ ہماری شان کیا ہے؟ بڑی موٹر' بڑا بنگلہ And shortest cut to become a milhonaire یہ ہمارا معاشرہ بن گیا ہے۔ سمجھ گئے؟ میں نے آپ کو دیکھا۔ میں نے جاپان میں ہیرو ہیٹو کو دیکھا جسکو جاپانی خدا مانتے ہیں۔ میں نے بکنگھم پیلس کو دیکھا۔ میں نے وائٹ ہاؤس امریکہ میں دیکھا۔ میں نے جرمنی میں دیکھا۔ believe me کہ جو آپ کے لیے یہاں پر ایک عام منسٹر کے لیے سڑکیں بند ہوتی ہیں' پیچھے موٹریں ہوتی ہیں ٹواں ٹواں' آگے ٹواں ٹواں۔ غریب دھوپ میں کھڑے ہیں کہ یہ نواب صاحب ابھی گزریں گے۔ جب نواب صاحب کی موٹر گزرے گی تو تب تم نکلنا۔ ان کے لیے یہ نہیں ہوتا۔ جو کہ دو دو تین تین ہزار سال سے بادشاہ ہیں وہ بھی اپنے عوام کے ساتھ یہ نہیں کرتے جو ہمارے اس ملک میں ہو رہا ہے۔ سر! آپ اور دیکھ لیں۔ میں ۱۹۵۵ء میں امریکہ گیا۔ وہاں سے میں اوٹاوا' جو کینیڈا کا دار الخلافہ ہے' وہاں پر گیا۔ وہاں پر مفتی عباس سفیر تھا۔ میں اس کے پاس مہمان ٹھہرا ہوا تھا۔ شام کو وہ کینیڈا کے وزیر اعظم کے پاس جا رہا تھا۔ مجھے کہا کہ میرے ساتھ تم آتے ہو تو آؤ۔ میں نے کہا' بھئی میرا تو کچھ کام نہیں ہے۔ آپ کا آفیشل کام ہوگا۔ اس نے کہا' کہ نہیں نہیں۔ خان زادہ صاحب' میں ایسے ہی کال کرنے جا رہا ہوں۔ میں اس کے ساتھ گیا۔ جناب سپیکر' یقین کیجیے' جب ہم گئے۔ ہم نے بیل ring کی وہ خود باہر نکلا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اندر گیا۔ اور کہنے لگا' انگریزی میں' میں اردو میں ترجمہ کر رہا ہوں،

Gentlemen, you don't mind My maid servant is away.I will make coffee for you myself.

اس نے کہا کہ آج میری نوکرانی جو ہے وہ باہر چھٹی پر گئی ہوئی ہے میں آپ کے لیے خود کافی بناؤں گا۔ تین پیالے کافی کے لے آیا۔ ایک اس نے پیا اور ایک ایک ہم نے پیا۔ آدھا گھنٹہ بیٹھ کے' گپ شپ لگا کے واپس آ گئے۔ یہ وزیر اعظم کینیڈا۔ اور یہاں پر کیا کہوں؟ آج کا جو معاملہ ہے کہ جناب'

ایڈیشنل آئی جی ۱۹ گریڈ کا۔ دو ایم پی اے جو کہ تین تین لاکھ آدمیوں کے نمائندے ہیں' وہ جاتا ہے۔ پہلے تو ان کو وہ باہر بٹھاتا ہے کہ میں ایک انکوائری کر رہا ہوں۔ آپ انتظار کریں۔ اور پھر آدھے گھنٹے کے بعد' یہ بھی پروا نہیں کی کہ ان کو کہتے کہ آپ مجھے ذرا معاف کریں' مجھے شاید بہت ضروری بات کرنی ہے۔ آپ اگر خفا نہ ہوں تو پھر آپ سے مل لوں گا۔ وہ وہاں پر بیٹھے رہے اور یہ چلا گیا۔ اور پھر ہم کہتے ہیں' تحریک استحقاق کر لو۔ تحریک استحقاق کے ساتھ لاتوں کے بھوت باتوں سے قابو نہیں آتے۔ تحریک استحقاق کر لو۔ اس اسمبلی کے پاس کون سی طاقت نہیں ہے؟ اس اسمبلی کے پاس طاقت ہے کہ اگر وہ چیف منسٹر کو نکالنا چاہے تو کل نکال دے گی۔ جو کہ سب نمائندوں کا نمائندہ ہے۔ سرکاری ملازم کیا چیز ہے؟ ہم ان کی عزت کرتے ہیں۔ وہ ہمارے اس ملک کے نظام کو چلا رہے ہیں۔ لیکن ان کو یہ اجازت نہیں ہے کہ عوامی نمائندے کو یہ سمجھے کہ یہ تمھارے باپ کا نوکر ہے۔ اور تمھارے سے مانگنے آیا ہے۔ ہر ایک ممبر مانگنے نہیں جاتا۔ اس کے کچھ فرائض ہیں جو کرسی پر بیٹھے ہیں انھیں وہ فرائض بتلائے اور کہے کہ یہ تمھاری ڈیوٹی ہے۔ یہ کام غلط ہو رہا ہے۔ اس کو ٹھیک کرو۔ لیکن اگر ان کی یہی عزت ہے کہ جو چیف آف دی لاء اینڈ آرڈر شاید ان کو کہتے کہ بھئی' فلاں جگہ بم پڑے ہیں' فلاں جگہ حملہ ہو رہا ہے' فلاں جگہ فتنہ کالمسٹ پڑے ہوئے ہیں۔ شاید اس کو ایک بہت اہم مشن دیئے گئے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ بات ہی کوئی نہیں کرتا' یہ ملک ایسے چلائیں گے؟ یہ ملک ایسے نہیں چلتا۔ کوئی ملک ایسے نہیں چلتا۔ انسانوں کے ملک ڈسپلن کے ساتھ چلتے ہیں۔ نظم اخلاق کے ساتھ چلتے ہیں۔ جسٹس کے ساتھ چلتے ہیں۔ میرٹ کے ساتھ چلتے ہیں۔ یہ نہیں کہ صاحب' یہ مسلم لیگ کا ہے تو یہ تھرڈ ڈویژن کا ہے اور فرسٹ ڈویژن کو نکالو۔ اس کو ماسٹر بناؤ' کیونکہ کل اس سے ووٹ لوں گا۔اور یہ پی پی کا جیالا ہے جی ایس دے چاچے دی دھی جیہڑی اے تھرڈ کلاس پاس ہے تے ایہنوں ماسٹرانی بنا دیو ۔تے جیہڑی فرسٹ ڈویژن اے ایہنوں باہر کڈھو ' ایہنیں سانوں ووٹ نئیں دتے ۔ ایسے کبھی حکومت چلتی ہیں؟ آپ ڈیموکریسی کا دعویٰ کرتے ہیں ؟ کیا جن لوگوں سے آپ یہ سلوک کرتے ہیں وہ آپ کے بھائیوں میں سے نہیں ہیں؟ مسٹر سپیکر ! believe me میں آپ کو قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ میں کسی دشمنی سے نہیں کہتا ہوں ۔ میں اپنے اس دل کی جلن اور اپنے دل کی آواز آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں ۔ کہ للہ میرے جیسے آدمی تو بونس پر ہیں۔ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ۶۳ سال کی عمر میں خالق حقیقی کے پاس تشریف لے گئے تو میرے جیسے اسی سال والے کو کوئی حق

نہیں ہے کہ یہاں پر بیٹھ کر آپ کو نصیحت کرے۔ لیکن نہیں، جب تک زندہ ہیں یہ آواز حق اٹھتی رہے گی۔ اور بولتی رہے گی جب تک قبر میں نہیں پہنچ جاتے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر : مہربانی۔ میرے خیال میں خانزادہ صاحب! سات بجے آپ کی تقریر شروع ہوئی تھی اب آٹھ بج گئے ہیں۔ بیس منٹ میں نماز کا وقفہ ہے۔ چالیس منٹ ہیں۔ اگر باقی دوست کہتے ہیں کہ اپنا ٹائم دے دیں تو پھر سب دے دیں۔

رانا محمد اقبال خان : جناب والا! میرا ٹائم دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں۔ آپ تو ہر ایک کو ٹائم دے رہے ہیں۔ پہلے ان کو ٹائم دیتے رہے اب ان کو دیتے ہیں۔

رانا محمد اقبال خان : جناب والا! میرا ٹائم خانزادہ صاحب کو دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں۔ پہلے تو آپ نے تابش الوری صاحب کو وقت دے دیا۔

رانا محمد اقبال خان : جناب والا! انھوں نے تو اپنی تقریر کا وقت لیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں نہیں۔ اب ان کا بھی چالیس منٹ ہو گیا ہے۔ یہ ہر مقرر کو کہتے ہیں۔ جی خانزادہ صاحب! آپ کتنا وقت اور لیں گے؟ آپ کی تقریر بڑی اچھی ہے۔ ٹھیک ہے۔ مجھے بھی بڑی اچھی لگ رہی ہے۔ باقی ساتھیوں کو بھی اچھی لگ رہی ہے۔ لیکن کیا کریں۔ آپ کے سات فاضل اراکین اور رہتے ہیں۔ اور ایک گھنٹہ وقت رہ گیا ہے۔

جناب تاج محمد خانزادہ : جناب والا! اگر آپ مجھے کہیں کہ تقریر بند کرو تو میں تقریر کرنا بند کردوں گا۔ اگر آپ کہیں کہ اسمبلی چھوڑ دو تو میں اسمبلی بھی چھوڑ دوں گا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ان کو تقریر کرنے کا اور موقع دیں؟

آوازیں : جی ہاں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی بولیں۔ ہاؤس کی sense یہ ہے کہ آپ تقریر کریں۔ جی!

جناب تاج محمد خانزادہ : جناب سپیکر! شاید میری عمر اتنی ہے کہ میں جذبات کی رو میں آ کر یہ باتیں کہہ گیا ہوں لیکن میں facts کو چھوڑ کر اور کہیں چلا جاتا ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ میری عمر

کا تقاضا ہے کہ آپ مجھے اتنی ضرور concession دیں گے کہ جب میرے جذبات ابھرتے ہیں تو اس پر عمل نہیں کرتے کم از کم سن تو لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں تو اجازت نہیں دے رہا تھا کیوں کہ مجھے سب کا خیال تھا۔ لیکن ہاؤس نے اجازت دے دی ہے۔ اس لیے میں بھی اجازت دے رہا ہوں۔

جناب تاج محمد خانزادہ، جناب والا! Thank you , Sir میں یہ باقی جذبات کی باتیں چھوڑ دوں گا۔ میں صرف بروتھا پر بات کروں گا۔ جناب! جہاں تک Brotha land acquisition کا تعلق ہے اور جیسا کہ آپ نے مجھے بلایا تو مجھے خوشی ہے کہ مسٹر وٹو وہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ اٹک والوں کی خوش قسمتی ہے کہ وہ سن رہے ہیں۔ اور مجھے پتا ہے کہ یہ سن کر کل ہی وہ آرڈر بھیج دیں گے کہ نا انصافی مت کرو۔ جناب یہ دنیا کی سب سے hydel power unique ہے۔ دنیا میں Flow scheme کا اتنا بڑا، اتنا چوڑا اور اتنا economical کوئی project نہیں ہے۔ یہاں پر آپ نو کروڑ روپیہ بچائیں گے۔ نو کروڑ فارن ایکسچینج صاحب! کیوں کہ آپ کا سب تیل باہر سے آتا ہے۔ اور اس کا discharge ۵۶ ہزار ۵ سو کیوسک ہو گا۔ اور world bank نے یہ کہا ہے کہ ہم اس نالے سے جو مٹی نکلے گی اس کو spread out کرکے ، اس کو irrigation کے لیے fit کرکے اور پھر اس کے بعد ہم ٹیوب ویل لگا کر ان لوگوں کو جن کی زمینیں چھینی گئی ہیں ان کو وہاں rehabilitate کریں گے جو کہ بہت بڑی اچھی چیز ہے۔ جناب! اس کے اوپر ۳۲ پل ہوں گے۔ اس کی length ۵۸ میٹر ہے۔ اور یہ جب مئی اور جون میں power shedding ہو گی تو اس کے بننے سے آپ کی power shedding بند ہو جائے گی۔ کیوں کہ اس کا پانی continue کرے گا اور اس میں کوئی economy نہیں کرنی پڑے گی۔ اس سکیم کے بننے سے اس کی total cost ۲۷۰ دنوں میں واپس آ جائے گی۔ جناب! آپ کہتے ہیں کہ وٹو صاحب سن رہے ہیں، میں کہتا ہوں کہ وٹو صاحب! یہ بھی سن لو۔ کہ باقی hydel power projects بنے ہیں ان کے displaced persons کو آپ نے exchange میں زمین دی ہے۔ fertile زمین دی ہے۔ ہمیں تو کون زمین دے گا۔ ہماری جو زمین کی قیمت ہے وہ بھی ابھی نہیں مل رہی ہے۔ خدا را ہمارے ساتھ انصاف کریں۔ ہمیں زمین کی قیمت بھی دیں اور جیسے کہ آپ نے باقی hydel power projects میں لوگوں کے exchange میں زمین دی ہے ان کو زمین بھی دیں۔ اور اس وقت آپ تعجب کریں گے کہ پنجاب میں illegal occupants چار لاکھ ایکڑ زمین پر

قابض ہیں۔ پنجاب کی population میں چار لاکھ ایکڑ زمین illegal occupation میں ہے۔ خواہ وہ وڈیروں کے پاس ہے' غریبوں کے پاس تو ہو نہیں سکتی۔ کیوں کہ ان کے پاس ہو تو آپ انھیں کہیں کہ نکل جاؤ تو وہ نکل جاتے ہیں۔ وہ تو بڑوں کے پاس ہی ہوگی۔ خواہ گھوڑوں کی ہے' خواہ جس کی بھی ہے۔ but it is all illegal occupations۔ جناب! آپ نے جو امریکہ کے ساتھ وعدہ کیا ہے' آپ ایک یونٹ کا چھ پینس ان کو دیں گے۔ اور Dollar rated at 30 rupees پر آپ ان سے چھ پینس فی یونٹ پر یہ سب پاور لیں گے۔ جب آپ 5 سو کلو وات لائن کو نیشنل گرڈ کے ساتھ ملائیں گے تو آپ کی-----

جناب ایس اے حمید : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ایس اے حمید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! آج ٹائم کی پابندی تو کسی پر نہیں ہے؟ ہاؤس کا ٹائم کتنے بجے تک ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر : اصل میں پہلے دو مقررین کے لیے پابندی نہیں تھی۔ I call the House to order لیکن خانزادہ صاحب جب تقریر کرنے لگے تو اس وقت سات بجے تھے۔ سات بج کر پندرہ منٹ پر ہم نے ہاؤس کو نماز کے لیے ملتوی کیا۔ سات بج کر پینتیس منٹ پر حاضر ہوئے۔ تو اب ٹائم آٹھ سے بھی اوپر ہو گیا ہے اور ان کے پینتالیس منٹ ہو گئے ہیں۔ لیکن ہاؤس بھی چاہ رہا تھا کہ یہ تقریر کریں۔ نو بجے کا ٹائم ہے۔ تو میرے خیال میں اب دوسرے ساتھی فاضل اراکین تقریر نہیں کر سکیں گے۔ لیکن خانزادہ سینیٹر بزرگ ہیں اگر یہ چاہتے ہیں کہ میں ہی تقریر کرتا رہوں دوسروں کا لحاظ نہ کریں تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

جناب تاج محمد خانزادہ : جناب والا! میں بالکل wind up کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : مہربانی۔ شکریہ!

جناب تاج محمد خانزادہ : جناب! بروتھا کی cost of production per unit چالیس پائی آئے گی۔ It is for your knowledge کیا آپ سے حکومت ساڑھے چار روپے لیتی ہے؟ ان کو پتا ہونا چاہیے کہ اس کی قیمت چالیس پیسے ہے۔ اور یہ جو اڑھائی روپے لیتے ہیں' یہ اپنی موٹروں کے لیے لیتے

ہیں کہ یہ مرسڈیز اور رولز رائیس ایئر کنڈیشنڈ میں بیٹھ کر سڑکوں پر پھریں۔ ان کو کوئی بتلاتا نہیں ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ جناب والا! جب آپ اس ۵ سو کلوواٹ کو نیشنل گرڈ کے ساتھ ملائیں گے تو total cost اڑھائی روپے فی یونٹ آئے گی ۔ اور آپ کو ان لوگوں سے ساڑھے چار روپے اور آپ نے World Bank کے ساتھ معاہدہ کیا ہے کہ ہم بجلی کی قیمت میں ہر سال ۲۰ فیصد increase کریں گے۔ تو آخر میں آپ کو ساڑھے چھ روپے فی یونٹ ملے گی۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ کونسا آدمی ہے جب کہ میرے جیسا آدمی ساڑھے چھ روپے فی یونٹ نہیں لے سکتا کہ لاکھوں کا مالک ہوں' تو یہ کیا لیں گے؟ یہ تو بجلیاں بند کردیں گے ۔یہ کہیں گے کہ خدا را ہمیں روٹی نہیں ملتی تو اب ساڑھے چھ روپے فی یونٹ کہاں سے دیں۔

Sir, this is for your knowledge . I know you want me to stop and I will stop because I do not think you want me to enlighten these people and tell them all that I know . However, in obedience to your order I bow before you and I finish my speech with the prayer that may God look after this country through His own resources.

MR. DEPUTY SPEAKER Thank you very much

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی : پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : حافظ محمد اقبال خاں خاکوانی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی : جناب سپیکر! آج سے پچیس تیس سال پہلے ہمارے دیہاتوں میں ایک رواج تھا کہ شام کو گاؤں کے چوپال پر ایک داستاں گو ہیر لے کر بیٹھتا تھا اور جس کی سریلی آواز ہوتی تھی وہ اس ہیر کو پڑھتا تھا۔ ایک دفعہ ایک شوقین جس کی آواز اچھی نہیں تھی وہ بھی ہیر لے کر بیٹھ گیا۔ تو لوگ محظوظ نہ ہوئے۔ دو تین گھنٹے کے بعد سب لوگوں کو نیند آ گئی۔ تو آخر ایک بزرگ نے اس کے کان میں آ کر کہا' اس وقت بجلی نہیں تھی دیا جل رہا تھا' کہ ہم تو سونے کے لیے جا رہے ہیں جب تم یہ ہیر ختم کر لو تو یہ دیا بجھا دینا' مہربانی کرنا۔

جناب سپیکر! میرے اور آپ کے ' ہم سب کے سانجھے بزرگ جناب تاج محمد خانزادہ صاحب کو ہاؤس کی چابیاں دے دیں۔ ہم تو چلتے ہیں۔ یہ اپنی تقریر کرتے رہیں۔ بعد میں تالا لگا کر باہر آ

جائیں۔

جناب تاج محمد خانزادہ: میں غا کوانیوں کے محلوں میں ملتان چلا جاؤں گا۔ غا کوانی صاحب کو اپنے محل کا غم ہو گیا ہے۔ میں محل میں نہیں جاتا۔ وہ ملتان والے آپ سے کہیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سید سجاد حیدر کرمانی۔

ایک منٹ۔ ایک اور بات بھی بتا دوں۔ رانا محمد اقبال صاحب نے پہلے تو تابش الوری صاحب کو وقت دیا۔ پھر انھوں نے خانزادہ صاحب کو وقت دیا۔ اب وہ کہتے ہیں کہ میری بجائے ایس۔ اے۔ حمید صاحب تقریر کر لیں۔

رانا محمد اقبال خان: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ آپ نے نہ تو خانزادہ صاحب کو میرا نام دیا ہے۔ نہ آپ نے ان کو نام دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی۔جی کرمانی صاحب۔

سید سجاد حیدر کرمانی: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کسی کے وقت کا محتاج نہیں ہوں گا۔ میں اختصار سے کام لوں گا۔

(شور و غل)

جناب ڈپٹی سپیکر: فاضل اراکین ذرا متوجہ ہوں۔ توجہ در کار ہے۔ کرمانی صاحب میرے خیال میں تیاری کر کے آئے ہیں۔ مجھے معلوم ہے۔

سید سجاد حیدر کرمانی: نہیں جی نہیں۔ تیاری میری نہیں ہے۔ میں تو بڑی مختصر اور سلیس زبان میں اپنی گزارشات پیش کروں گا اور اپنے آپ کو ضمنی میزانیہ کی حد تک محدود رکھوں گا۔

جناب والا! میں اپنے خیالات کا اظہار حضرت علامہ اقبال کے ان کلمات سے ابتدا کرتا ہوں، جہاں حضرت علامہ نے فرمایا تھا کہ۔

مے خانہ یورپ کے انداز نرالے ہیں
لاتے ہیں سرور اول دیتے ہیں شراب آخر

جناب والا! میں آپ کی اجازت سے اس میں تھوڑی سی ترمیم کر کے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ۔

میں محترم وزیر خزانہ سے مخاطب ہوں کہ۔

مے خانہ مخدوم کے انداز نرالے ہیں
لاتے ہیں سرور اول دیتے ہیں شراب آخر

یہ الفاظ آج کے اس ضمنی میزانیہ پر صادق آتے ہیں۔

جناب والا! میں اپنے محترم بزرگ خانزادہ تاج محمد صاحب کی بات کو انتہائی اختصار سے بیان کرنا چاہتا ہوں اور استدعا کرتا ہوں کہ کالا باغ ڈیم کی جو بات چل رہی تھی اس کے حتمی فیصلے کا تقاضا کرتا ہوں اور میرا تقاضا یہ ہے کہ آج جیسے کہ کچھ ناقد یہ کہتے ہیں کہ اگر مرحوم ضیاء الحق چاہتے تو وہ اس وقت کالا باغ ڈیم کا فیصلہ کروا سکتے تھے۔ میں آج یہ کہتا ہوں اور پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ آج محترمہ وزیر اعظم صاحبہ جبکہ ان کی حکومت مرکز میں بھی ہے۔ صوبہ سندھ کے اندر بھی ہے اور ان کی حکومت میں سمجھتا ہوں کہ آج پنجاب میں بھی موجود ہے۔ صوبہ سرحد کے اندر بھی موجود ہے۔ تو میں نہیں سمجھتا کہ اس کا ایک حتمی فیصلہ آج نہ ہو سکے۔ اگر اسے تعمیر کرنا ہے تو اس کا فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ اگر اس کو فنی اعتبار سے ترک کرنا ہے تو ترک کر دیجیے۔ تاکہ ہم کسی متبادل سائیڈ پر جا سکیں۔

جناب والا! میں اب اس میزانیہ کی طرف لوٹتا ہوں۔ میں اپنی بات کو مطالبات زر آبپاشی، جنگلات، ونرنری سروسز، جوڈیشل ایڈمنسٹریشن اور جیل کے تقاضوں پر محدود رکھوں گا۔ پیشتر اس کے کہ میں اس تفصیل میں جاؤں میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ میں یہ سمجھنے سے خود قاصر ہوں کہ یہ جو ضمنی میزانیہ آپ پیش کر رہے ہیں، یہ رقم تو صرف ہو چکی، اب اس کا مقصد جو ہے وہ تو صرف یہ ہے کہ آپ ہم سے ایک باضابطہ طور پر اس کی approval یا sanction یا اجازت طلب کر رہے ہیں۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کیا یہ ہمارے سالانہ بجٹ کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت نہیں ہے کہ اس پر جو مجموعی طور پر ضمنی رقم صرف ہو رہی ہے یا اس وقت ہم سے جو تقاضا کیا جا رہا ہے، اس کی approval لی جا رہی ہے اس ضمنی بجٹ کا مجموعی حجم جو ہے وہ 2 ارب 56 کروڑ، 73 لاکھ روپے ہے۔ اس میں سے 2 ارب 18 کروڑ 81 لاکھ روپے مالیت کے 39 مطالبات زر پیش کیے گئے ہیں۔ تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صوبہ پر کون سی ایسی آفت آ پڑی تھی، کوئی سیلاب آیا، کیا صوبہ زلزلے سے متاثر ہوا، کیا اس ملک کے اندر کوئی ایسی ہنگامی حالت پیدا ہوئی، کیا ہمارے اوپر جنگ مسلط کر دی گئی کہ ہمیں اس قدر خطیر رقم جو ہے وہ بطور ضمنی میزانیہ کے پیش کرنے کے لیے آج ہم اس ایوان میں حاضر ہیں۔

یہ روایت سراسر غلط ہے۔ میں اس سے ذاتی طور پر اتفاق نہیں کرتا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری غلط منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے کہ over-spending ہوتی ہے۔ financial irregularities کا نتیجہ ہے کہ یہ ضمنی بجٹ آج ہمارے سامنے پیش ہے۔

جناب والا! اب موجودہ وقت میں جو صورتحال ہے اس میں اگر آپ دیکھیں تو سب سے پہلے میں آبپاشی کے نظام کی طرف آتا ہوں۔ آپ حیران ہوں گے کہ آج صوبہ پنجاب کے اندر ایک منظم سازش کے تحت ورلڈ بنک اور غیر ملکی ایجنسیوں کے احکامات کے تابع نظام آبپاشی کو تبدیل کیا جا رہا ہے۔ ہم سے یہ بات پوشیدہ رکھی جا رہی ہے۔ کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ جو دستورالعمل ہے ' اس کے تابع ہمارا نظام آبپاشی چل رہا ہے اور کامیابی سے چل رہا ہے۔ اس کو تبدیل کیا جا رہا ہے اور ہم سے یہ بات پوشیدہ رکھی جا رہی ہے۔ افسوس کہ آج وزیر آبپاشی موجود نہیں ہیں اور میں بلاخوف تردید کہتا ہوں کہ یہ نظام جو ہے اس کا جو انھوں نے بنیادی مرکز قائم کیا ہے' جو تبدیلی لا رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اس آبپاشی کو ایک سروس تصور کیا جا رہا ہے اور نظام آبپاشی کے اندر جو موجودہ نظام ہے اس کو یکسر تبدیل کیا جا رہا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری زراعت کے ساتھ ایک بہت بڑی سازش ہے۔ جب کبھی آبپاشی کے نظام پر اس ایوان میں بحث ہو گی تو میں پھر تفصیل کے ساتھ اس پر اپنا اظہار خیال کروں گا۔

جناب والا! جنگلات کی مد میں ایک خطیر رقم رکھی گئی ہے۔ آپ کے علم میں ہے کہ آج کل درختوں کی کٹائی ہو رہی ہے۔ اگر آپ پنجاب کے جنگلوں کی ' ان کے ذخیروں کی حالت دیکھیں یا کینال سائیڈ پلانٹیشنز کی حالت دیکھیں ' محترم وزیر اعلیٰ کی اپنی 1993ء میں جو constituency تھی اور اس سے قبل جب بھی وہ منتخب ہوتے چلے آئے ہیں' اس کے اندر ایک بہت پرانی نہر ہے' میں وزیر آبپاشی اور وزیر خزانہ کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس نہر کو جس کا نام سہاگ ہے اس کو دیکھ لیں کہ اس کا سہاگ لوٹ لیا گیا ہے۔ میں یہ جسارت کرتا ہوں کہ شجرکاری کی طرف توجہ دینی چاہیے اور آئندہ کے لیے ان جنگلات سے کٹائی بالکل ممنوع قرار دے دینی چاہیے۔ اگر تو یہ کیفیت اسی طرح رہے گی تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارا جو نظام آبپاشی ہے وہ بھی متاثر ہو گا۔ یہ صورتحال ماحولیات پر بھی اثر انداز ہو گی اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہماری آئندہ نسل جو ہے وہ ان درختوں سے بھی محروم رہے گی۔ میں شکایتاً یہ نہیں کہہ رہا۔ یہ میں حقیقت بیان کر رہا ہوں کہ ہمارے ضلع میں اور ہمارے سابقہ ضلع کے

اندر اور ملتان ڈویژن کے اندر معروف جنگلات ہیں۔ چھانگا مانگا کے مقام پر ہیں۔ چیچہ وطنی ہے۔ پھر پیرو وال ہے۔ ڈھل وریام ہے۔ پبلی پہاڑ ہے۔ آپ ذرا ان جنگلات کی کیفیت اور حالت تو دیکھیں۔ ان کی حالت ناگفتہ بہ ہے وہ برائے نام جنگلات ہیں اور ان کی سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ ان کا نظام آبپاشی صحیح نہیں ہے۔ ان کے پاس پانی کی شدید قلت ہے۔

جناب والا اس کے بعد میں Veterinary کی طرف آتا ہوں۔ میں محترم وزیر اعلیٰ کو اس بات کی تو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ حیوانات کا لائیو سٹاک کا اور ڈیری ڈویلپمنٹ کا جو قلمدان ہے وہ جسامت کے لحاظ سے انتہائی موزوں آدمی کو دیا گیا ہے مگر مجھے انتہائی دکھ سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ جن مقاصد کے لیے محترم وزیر لائیو سٹاک جدوجہد کر رہے ہیں وہ مقاصد حاصل نہیں ہو رہے۔ جناب والا جس ضلع سے میرا تعلق ہے اس کے اندر صوبائی حکومت کے دو بڑے معروف فارم موجود ہیں اور محترم وزیر صاحب آج تک ہمیں ایک prized bull بھی پیدا کر کے نہیں دے سکے۔ آپ کا تعلق بہاولنگر ضلع سے ہے اور آپ کے علم میں ہے اور آپ بخوبی جانتے ہیں کہ ہمارے اضلاع کے اندر لاتعداد ایسے رقبے ہیں جو سانڈ پال سکیم کے تابع دیے گئے ہیں اور یہ سانڈ ہمیں اصولی طور پر محکمہ لائیو سٹاک کو فراہم کرنے چاہییں اور یہ اپنا اس فرض منصبی کو ادا کرنے میں صریحاً" ناکام رہے ہیں۔ جناب والا جب ہم ان کا مطالبہ زر دیکھتے ہیں تو انتہائی دکھ کے ساتھ ہم نے اس پر ہاں یا نہ کرنی ہے۔ ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے ان فارموں کے اندر تحقیق ہو ہی نہیں رہی۔ آپ یقین کیجیے گا کہ ان کے مطالبات پر ہمیں یہ رقوم approve کرنے کے لیے مجبوراً" ہاں کرنی پڑے گی

اس کے علاوہ جناب والا ایک انتہائی اہم پہلو کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں اور وہ ان کا مطالبہ زر Judicial Administration کے متعلق ہے۔ جوڈیشل ایڈمنسٹریشن کے جو واقعات اور حالات ہیں --------

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر، جی کرمانی صاحب۔

سید سجاد حیدر کرمانی، جناب والا۔ میں اس کو مختصر کرتا ہوں میں اپنے رفقاء کی patience کو test نہیں کرنا چاہتا۔ جناب والا جوڈیشل ایڈمنسٹریشن پر جو مطالبہ زر ہے میں اس پر بات کر رہا تھا۔ جناب صورتحال یہ ہے کہ میں Judiciary کا احترام کرتا ہوں۔ میں اس کی افادیت اور آج کے جمہوری

نظام میں اور ایک ماڈرن سٹیٹ کے اندر اس کا جو تصور ہے یہ میرے ذہن پر نقش ہے مگر مجھے انتہائی دکھ کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ باوجود اس بات کے کہ ہم اس مد میں دو کروڑ روپے کی تیس کاریں فراہم کر رہے ہیں۔ Advocate General صاحب کا ساڑھے ۳۸ لاکھ کے ٹیلیفون کے بل کا تقاضا پورا کر رہے ہیں ۱۳ نئے ایڈیشنل ججز کے لیے یہ رقم فراہم کر رہے ہیں مگر صورتحال یہ ہے اور جناب مجھ سے اتفاق کریں گے کہ ہماری جوڈیشری کی performance یہ ہے کہ گزشتہ دس دس بارہ بارہ برس سے لوگ death cells کے اندر مقید ہیں ان کے murder references دائر ہوئے ہوئے ہیں اور ان کی سماعت نہیں ہو رہی اور یہ ایک axiom of law ہے کہ "Justice delayed is justice denied." ۔ جناب والا کیا ہم حق بجانب نہیں ہیں کہ ہم اپنی جوڈیشری سے یہ توقع کریں کہ جسٹس کو expedite کریں اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ آج مجھے جب Judicial Administration کا یہ مطالبہ زر پڑھنے کا اتفاق ہوا تو مجھے انتہائی دکھ کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اگلے روز ہمارے وزیرصحت یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ ہم نے اپنے ہسپتالوں کے اندر تمام سہولتیں فراہم کر دیں اور یہاں اگر آپ بغور مطالعہ کریں تو ہمارے دو محترم جج صاحبان کی بیگمات کو بیرون ملک علاج کے لیے بھیجا گیا۔ جناب والا میں اس پر معترض نہیں ہوں بلکہ مجھے اس واقعے سے ایک تاریخی واقعہ یاد آتا ہے جس کا میں ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ محترم مرحوم و مغفور چودھری محمد علی جب وزیراعظم تھے جناب والا یہ تاریخی واقعہ ہے۔ ایک ایجنڈا آئٹم تھا جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ وزیر اعظم اور اہلیہ محترمہ کو ملکہ معظمہ برطانیہ نے دعوت دی ہوئی ہے اور جب وہ پرائم منسٹرز کانفرنس میں شرکت کرنے آئیں گے تو وہ ان کے ذاتی مہمان ہونگے۔ تو اس میں انہوں نے مطالبہ کیا کہ میری بیوی کو یہ privilege حاصل ہے کہ وہ غیر ملک میں اپنا میڈیکل چیک ۔ اپ اور اپنا علاج کروا سکیں لہٰذا مجھے اس کے لیے اتنے pounds allocate کیے جائیں۔ تو جناب والا اس کا decision یہ ہے۔ That the Cabinet unanimously refused. ۔ پھر اس کے بعد چودھری محمد علی جو اس اجلاس کی صدارت فرما رہے تھے انہوں نے کہا کہ مجھے اگر کابینہ تین advance salaries دیدے تو میں شکر گزار ہوں گا میں خود اہتمام کر لوں گا۔ اس وقت کے وزیر خزانہ نے کہا کہ کیا وزیر اعظم یہ بیان فرمائیں گے کہ یہ تین advance salaries کیسے adjust کریں گے۔ تو انہوں نے کہا کہ میں اپنی نصف salary ہر ماہ ادا کرتا رہوں گا۔ اس کے بعد فیصلہ یہ آیا That the Finance Minister

refused and he allowed only one advance salary to the Prime Minister. Sir, it is said that the Prime Minister very graciously accepted it. جناب والا ۔ ہمارے آباؤ اجداد کے اعمال تو کچھ اور تھے اور ہماری جو فضول خرچیاں ہیں وہ ہمارے سامنے ہیں۔ جناب میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اگر ہم نے judicial system کو strengthen کرنا ہے بلکہ جناب والا اس معاملے میں خدشات ہیں ہم تو فوجی آمریت کا ذکر کرتے ہیں۔ میں آج کے موجودہ حالات میں یہ سنجیدگی سے سمجھتا ہوں کہ judicial despotism اس ملک کے اندر رائج اور قائم ہو رہا ہے اور دنیا میں اس سے بدترین کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور جناب سپیکر آپ مجھ سے اتفاق کریں کہ judicial despotism کی موجودگی میں کسی فوجی آمر کی بھی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ آج ہم نے اپنی جوڈیشری کو تختہ test پر لے گئے ہیں۔ ہماری جو بھی سیاسی اختلافات ہوتے ہیں ان کو ہم جوڈیشری کے سامنے لے جاتے ہیں سیاسی معاملات کا حل اور فیصلہ بھی ہم جوڈیشری سے طلب کر رہے ہیں۔ جناب والا ہمیں اس معاملے میں احتیاط کی ضرورت ہے اور میں محترم وزیر قانون سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ہمیں کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا ہے کہ جوڈیشری کی performance بڑھائیں اور بروقت فیصلے ان سے ہم حاصل کریں ہم اس کے لیے ایک خطیر رقم فراہم کر رہے ہیں ہم اس معاملے میں تنگدستی کا مظاہرہ نہیں کر رہے ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک کے اندر جوڈیشری اپنا کردار ادا کرے اور ہم اپنی حیثیت میں رہتے ہوئے اس کی ضروریات اور اس کے تقاضے پورے کرنے کے لیے تیار ہیں ہمیں اس پر اعتراض نہیں۔

جناب والا۔ میں آخر میں جیل کے حالات کے متعلق بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ جیل کی ایک بڑی طویل داستان ہے جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں وہ مجھ سے اس بات پر اتفاق کریں گے کہ جیل کے اندر اگر reforms آئیں تو ان reforms کے اصل محرک غیر مسلم تھے اور میں آج اس ایوان میں بھگت سنگھ اور دت جیسے لوگوں کا نام لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے انگریز کو مجبور کر دیا کہ جیل کے اندر reforms لائیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ Jail Manual کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اس میں ہم جب تک ترامیم نہیں لاتے اور اس کو update نہیں کرتے تو یہ عقوبت خانے اسی طرح رہیں گے۔

میں ان الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر ، مجھے سجاد حیدر کرمانی صاحب کی تقریر سننے کا بہت ہی کم اتفاق ہوا ہے میں اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے بڑی اچھی مدلل اور خوبصورت اور سمجھے ہوئے اور سلجھے ہوئے انداز سے تقریر کی ہے۔ میں انہیں داد دینا چاہتا ہوں ---- جناب افضل ساہی صاحب ۔

جناب محمد افضل ساہی ، شکریہ جناب سپیکر ' آج ضمنی بجٹ 95-1994ء کے حوالے سے بات ہو رہی ہے۔ مجھ سے پہلے میرے کافی دوستوں نے تقاریر فرمائی ہیں۔ اور کافی حد تک اس میں جو خامیاں تھیں ان کی نشاندہی کر چکے ہیں۔ جناب سپیکر ' میں نے اس بجٹ کو پڑھا اور جہاں تک میں اس کے بارے میں ذہن رکھتا ہوں اور جو میں نے اس بجٹ سے سمجھا ہے تو مجھے تو ایک ہی چیز نظر آئی ہے کہ اس بجٹ کی تیاری میں وہی ذہن ہے اور وہی سوچ ہے جنھوں نے سالانہ بجٹ 96-1995ء تیار کیا۔ اس بجٹ میں جتنے بھی اپوزیشن کے ارکان اسمبلی ہیں اور ان کے حلقہ کے عوام کو نظر انداز کیا گیا۔ اور جس طریقے سے ان پر ظلم اور ستم ڈھائے گئے وہ اپنی مثال آپ ہیں ۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ حکومتی پارٹی میں بیٹھے ہوئے 90 فیصد ارکان کے حلقوں کو بھی اس بجٹ میں نظر انداز کیا گیا ہے۔ جناب والا' اس صوبہ پنجاب کا گلا گھونٹ کر چند حلقوں میں اس پورے بجٹ کی تقسیم کر دی گئی ہے۔ اور وہ حلقے کن حضرات کے ہیں۔ وہ وزیر اعلیٰ پنجاب کا حلقہ اور ان کے خاص منظور نظر وزراء کے حلقے ہیں۔ میں ان تمام حلقوں کے بارے میں معلومات رکھتاہوں اور اعداد و شمار پر بات کر سکتا ہوں ۔ لیکن جناب سپیکر ' اس طرح بات بہت لمبی ہو جائے گی ۔ میں ایک حلقے کے بارے میں بات کروں گا۔ جو حلقہ اس صوبے کے چیف ایگزیکٹو کا ' جو اس صوبہ کے وزیر اعلیٰ کا اور جو حلقہ ہے اس صوبے کے امین کا ۔ آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس بجٹ میں جو حشر نشر کیا گیا ہے فنڈز کا تو دوسرے حلقوں کا آپ خود ہی اندازہ کر لیں گے ۔

جناب سپیکر ، افضل ساہی صاحب ' آپ بجٹ کے حوالے سے بات کر رہے ہیں یا ضمنی بجٹ کے حوالے سے بات کر رہے ہیں۔

جناب محمد افضل ساہی ، جناب والا ' میں ضمنی بجٹ کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ جناب سپیکر ' ضمنی بجٹ کی کتاب کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ اس میں صفحہ 112 آپ ملاحظہ فرمائیں ۔ اس میں ایک مد کینال ارگیشن کی ہے ۔ اس مد کے لیے کل رقم 6,60,64,370 روپے رکھے گئے ہیں۔ اور مد میں جو اوکاڑہ کے لیے خرچ کیا گیا ہے وہ 2,94,00,000 روپے ۔ اس کا مقصد یہ ہوا کہ اس مد میں جو

کل رقم رکھی گئی ہے اس کا پچاس فیصد وزیر اعلیٰ پنجاب کے ضلع میں خرچ ہوا ہے۔ بلکہ جیسے شاہ صاحب سالانہ بجٹ پر فرما رہے تھے اور ہمارے اقلیتی رکن جن کا تعلق وزیر اعلیٰ کے ضلع سے ہے انہوں نے بھی یہ فرمایا کہ ہمارے حلقہ کو کچھ نہیں دیا گیا۔ اس کا مقصد یہ ہوا کہ پورے پنجاب کو اس مد میں پچاس فیصد دیا گیا اور پچاس فیصد صرف اس صوبہ کے منصف کے حلقہ میں دیا گیا ہے۔

اس کے بعد اگلی مد فارسٹری کی ہے۔ پورا فارسٹ ڈیپارٹمنٹ نہیں بلکہ اس میں ایک مد فارسٹری کی ہے۔ جس کے لیے -/10400000 کی رقم رکھی گئی ہے اور اس میں جو وزیر اعلیٰ پنجاب کے حلقہ کو دیا گیا ہے وہ -/70,00000 روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ اس کا 75 فیصد حصہ ضلع اوکاڑہ کو دیا گیا ہے۔ اگلی مد Village Electification کی۔ اس میں -/32,52,000 روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ اس میں سے جو وزیر اعلیٰ صاحب کے حلقہ میں خرچ کیا گیا ہے وہ -/24,40,000 روپے کی ہے جو کل رقم کا 70 فیصد بنتا ہے۔ آگے 114 پر Tubewel کی مد دی گئی ہے۔ اس میں یہ رقم 5,94,00000 روپے ہے اور جو اوکاڑہ میں خرچ ہوا ہے وہ -/85,00000 روپے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس مد میں کل رکھی گئی رقم کا ساتواں حصہ پنجاب کے منصف کہ جنہوں نے ہمیں انصاف مہیا کرنا ہے۔ ان کے حلقہ میں خرچ ہو چکا ہے۔

اس کے بعد صفحہ نمبر 232-219 پر سڑکوں کی مد ہے۔ اس کے لیے جو پیسہ رکھا گیا ہے وہ -/82,09,41,950 اور اس میں سے وزیر اعلیٰ کے حلقہ میں جو خرچ ہوا ہے وہ -/9,96,00000 روپے خرچ کیے گئے۔ یعنی تقریباً دس کروڑ روپیہ خرچ کیا گیا۔ 82 کروڑ روپے میں سے 10 کروڑ روپے یعنی تقریباً آٹھواں حصہ ضلع اوکاڑہ میں خرچ کیا گیا۔

اس کے بعد صفحہ 237 پر آئیں۔ Other Buildings میں کل رقم -/5,27,00000 روپے رکھی گئی ہے اور جو وزیر اعلیٰ صاحب کے حلقے میں خرچ ہو چکے ہیں وہ -/1,07,00000 روپے ہیں۔ یہ کل رقم کا چھٹا حصہ بنتا ہے۔ پھر جو اس بجٹ میں اور مزیدار بات ہے کہ جو رقم ہم خرچ کر چکے ہیں اس کی منظوری ہاؤس سے لے رہے ہیں۔ لیکن اس میں مزے والی بات یہ ہے اور جو میں ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ وہ سکیمیں جن کے لیے ڈیمانڈز کی گئی ہے کہ اتنا پیسہ ہم خرچ کر چکے ہیں سالانہ بجٹ میں وہی سکیمیں New Schemes میں ان کا اندراج ہے۔ کہ ان کے لیے اتنا پیسہ رکھ دیا گیا ہے۔ صفحہ نمبر 88 پر ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ سے متعلقہ سکیمیں ہیں سیریل نمبر 84 پر چک نمبر 217 R B

فیصل آباد کی ڈرینج کی سکیم ہے۔ اس سکیم کا نام drainage/soling لکھا ہوا ہے۔ اور اس سکیم کے لیے اس ضمنی بجٹ میں پانچ لاکھ روپے کی demand کی گئی ہے کہ ہم پانچ لاکھ روپے خرچ کر چکے ہیں اور اس کی ہاؤس سے منظوری لینا چاہتے ہیں اور پھر یہی سکیم annual بجٹ میں صفحہ نمبر 307 سیریل نمبر 37 پر 25 لاکھ روپے کی ظاہر کی گئی ہے۔ اس کے لیے اس سال کے سالانہ بجٹ میں 2 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب سپیکر ! ایک طرف تو یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس سکیم پر ہم رقم خرچ کر چکے ہیں اور پھر سالانہ بجٹ میں کہتے ہیں کہ یہ ایک نئی سکیم ہے۔ اس کے لیے 25 لاکھ میں سے 2 لاکھ روپے دیے گئے ہیں۔ اور پھر دوسری بات یہ ہے کہ یہ سکیم un-approved ہے۔ جناب سپیکر ! طریقہ کار یہ ہے کہ کوئی بھی سکیم ہو، جس محکمے سے متعلقہ ہو پہلے وہ محکمہ سکیم بناتا ہے اس کے بعد محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ اس سکیم کو approve کرتا ہے۔ اس کی منظوری کے بعد یہ منظوری کا خط محکمہ خزانہ کو جاتا ہے۔ اور محکمہ خزانہ اس کے لیے فنڈز release کرتا ہے۔ اس کے بعد جس متعلقہ محکمے نے وہ سکیم implement کروانی ہوتی ہے وہ اس کے ٹینڈر کال کرتے ہیں۔ اور ٹینڈر کال کرنے کے بعد جس ٹھیکے دار کو ٹینڈر الاٹ کیا جاتا اس کو work order دیا جاتا ہے کہ وہ site پر جا کر کام شروع کر دے۔ جناب والا ! جب ٹھیکے دار کام کرتا ہے تو پھر اس کو اس کے کام کی payment ہوتی ہے۔ جناب سپیکر ! میں آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ایسی سکیم جو un-approved ہو، اس کے لیے فنڈز بھی release کر دیے گئے ہوں، اس کا محکمے نے ٹینڈر بھی کال کر دیا ہو، ٹھیکے دار نے side پر کام بھی کر دیا ہو اور اس نے رقم بھی وصول کر لی ہو تو پھر اس کی منظوری کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ اگر کام کرنے میں، فنڈز release ہونے میں، ٹھیکے دار کو payment ہونے میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے تو پھر یہ کاغذ اور سیاہی کیوں ضائع کیے گئے ہیں؟ ہر سکیم کے آگے سالانہ بجٹ میں اور اس ضمنی بجٹ میں بھی لکھا گیا کہ یہ approved ہے، یہ un-approved ہے۔

جناب سپیکر۔ افضل ساہی صاحب ! پلیز اب آپ wind up کیجیے۔

جناب محمد افضل ساہی۔ جناب سپیکر ! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ مجھ سے پہلے معزز اراکین نے ایک ایک گھنٹہ بھی تقریریں فرمائی ہیں۔ اور میں یہ بات بھی ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ میں جب سے اس ایوان میں آیا ہوں میں نے اس ایوان کا ایک منٹ بھی بلاوجہ ضائع نہیں کیا۔ اگر آپ ثابت

کر دیں تو میں آج ہی استعفٰے دے دوں گا لیکن مجھے آپ facts & figures پر بات کرنے دیں۔ ایک دو منٹ میں میں wind up کرنے کی کوشش کروں گا۔

جناب سپیکر: افضل ساہی صاحب آپ کو علم ہی ہے کہ 9 بجنے میں 15 منٹ باقی ہے۔ جہاں تک آپ دوستوں کا تعلق ہے شاید آپ محسوس کرتے ہوں کہ آپ کو پورا وقت نہیں مل رہا لیکن جہاں تک اسمبلی کے عملے کا تعلق ہے میرے سمیت یہ صبح سے پہلے اجلاس کے وقت سے بیٹھے ہیں۔ اس صورت میں آپ اندازہ کیجیے کہ صبح 9 بجے سے یہ عملہ مصروف کار ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ اب 9 بجے سے آگے اجلاس کو نہیں لے جانا چاہیے۔ اگر کوئی اور دوست بولنا چاہتے ہیں تو یہی صورت ہوسکتی ہے کہ ان کو بھی درمیان میں موقع دے دیا جائے اور اگر کسی اور ساتھی نے بات نہیں کرنی تو آپ بڑی خوشی سے 9 بجے تک بات کریں۔

جناب محمد افضل ساہی: بہتر ہے جناب میں wind up کرتا ہوں۔ میں بحث میں نہیں جانا چاہتا۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جیسے شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ یہ جو ضمنی بجٹ ہے یہ جو پیسہ ہم خرچ کر چکے ہیں قانونی طور پر خدانخواستہ ملک پر کوئی ایسی آفت برپا ہو جائے، کوئی جنگ کی صورت ہو، کوئی طوفان آ جائے، کوئی زلزلہ آ جائے تو ہم پھر اس مد میں پیسہ خرچ کر سکتے ہیں لیکن جناب والا! یہ مدیں جو میں نے آپ کے گوش گزار کی ہیں کیا اگر پنجاب میں یا ضلع اوکاڑہ میں سڑک چار ماہ بعد تیار ہو جاتی تو خدانخواستہ ملک کو کوئی خطرہ تھا؟ کیا یہ فارسٹری میں جو پیسہ رکھا گیا ہے یہ اگر چار ماہ تاخیر سے خرچ ہو جاتا تو ملک کو کیا نقصان ہونے والا تھا؟ جناب سپیکر! یہ پیسہ فضول ضائع کیا گیا ہے۔ اور اس سالانہ بجٹ اور ضمنی بجٹ میں میرے حلقے کو بالکل نظر انداز کیا گیا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے اس ایوان کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ کیا میرے حلقے کے عوام اس صوبے یا اس ملک کے باسی نہیں ہیں؟ کیا وہ ٹیکس گزار نہیں ہیں؟ وہ اس صوبے کو یا اس ملک کو ٹیکس نہیں دیتے؟ کیا اس بجٹ میں ان کا کوئی حق نہیں ہے؟ اور جو بندر بانٹ اس بجٹ کی کی گئی ہے وہ آپ کے سامنے ہے میں wind up کرتے ہوئے ایک پنجابی کی مثال عرض کرتا ہوں اس کے بعد آپ سے اجازت چاہوں گا۔

جناب والا! اج توں پندرہ بیس سال پہلے ساڈے دیہاتی علاقیاں وچ جدوں ایہہ کاراں موٹراں، موٹر سائیکل نئیں ہوندے سن تے سواری واسطے زمینداراں نیں گھوڑیاں، گھوڑے رکھے ہوندے

سن۔ اور اوہ وی اوہناں زمینداراں دے کول ہوندے سن جیہڑے کوئی تگڑے زمیندار سن۔ غریب زمیندار اس ویلے گھوڑی، گھوڑا وی نئیں رکھ سکدا سی۔ اور جدوں کسے غریب زمیندار نیں کسے جگہ تے مہمان جاناں ہوندا سی، کوئی کم پے جاندا سی تے اوہ کسے دوسرے بھرا کولوں منگ لیندا سی۔ جناب والا! ایسے طرح کسی نوں ضرورت پے گئی اوہنے کسے دوسرے بھرا دا، چودھری دا، کسے وڈے چودھری دا ترلا کتا۔ چودھری صاحب کول گیا کہ ایہدے کولوں گھوڑا منگنے آں کیونکہ اوہنے کدھرے سفر تے جاناں سی۔ تے جدوں اوہ چودھری صاحب دے ڈیرے تے گیا تے چودھری صاحب دی وڈی ساری حویلی سی جدے اگے اوہنے وڈے وڈے منجے ڈاہنے ہوئے سن، اوتھے بکے پئے ہوئے سن تے چودھری صاحب دی کابینہ وی اوتے بیٹھی ہوئی سی۔ اٹھ دس پندرہ بندے جیہڑے خوشامدی سن۔ جیہڑا بندہ گھوڑا منگن گیا سی، جیڑا سائل سی اوہدا ناں رمضان سی۔ چودھری نیں پچھیا کہ آکھنی رمضان پتر کدھر آیا ایں۔ اوہنے آکھیا چودھری جی مینوں کم پئے گیا اے، فلانے پنڈ جانا اے تے میں گھوڑا لئن آیا آں۔ اوہنے آکھیا پتر گھوڑا تے ایتھے ہے کوئی نئیں۔ جتنے ہوندا تے کوئی گھوڑا تیرے نالوں چنگا سی۔ اپنی گل سن کے رمضان وی اوتھے بہہ گیا۔ تھوڑی دیر بعد حویلی وچوں گھوڑا ہنکیا۔ رمضان نے آکھیا چودھری صاحب تسیں تے آکھدے سو کہ گھوڑا کوئی نئیں اے، تے گھوڑا تے ہنکدا پیا اے۔ چودھری نیں آکھیا واہ جہانیا توں وی بھولا بادشاہ ایں۔ میں اک ذمہ دار آدمی آں، ایس پنڈ دا میں چودھری تے نمبردار آں۔ میں گل ذمہ داری نال کرناں واں میری گل تے تینوں کوئی یقین نئیں آیا تے اک بے زبان دی گل تے توں اعتبار کر لیا اے۔

(قہقہے)

جناب والا! ایس بجٹ دا گھوڑا وزیر اعلیٰ نے اپنی حویلی لکھا وچ جا کے بن دتا اے۔ اوہدے ہنکن دی آواز حکومتی پارٹی دے ارکان وی سندے نیں لیکن جدوں اوہ اعتراض کردے نیں تے وزیراعلیٰ صاحب کہندے نیں میں ایس صوبے دا چیف ایگزیکٹیو آں، اس صوبے دا میں وزیر اعلیٰ واں تے میں کدی غلط بیانی نئیں کیتی۔ میں ہمیشہ ذمہ داری نال گل کرناں تے میں تہانوں ایہہ دسناں چاہناں کہ میں جونیجو لیگ اور پیپلز پارٹی وچ کوئی تفریق نئیں کردا۔ لیکن تہانوں اپوزیشن ورغلاندی اے۔ جناب والا! اوہ تے گھوڑے دیاں آپ آوازاں سندے نیں۔ اپوزیشن نیں اوہناں نوں کی کہناں اے۔ اہدے نال ای میں اجازت چاہواں گا۔ مہربانی۔

جناب سپیکر ، ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب ۔ آج کے اجلاس کے آپ آخری مقرر ہیں ۔

ڈاکٹر پروفیسر نور محمد غفاری ، جناب سپیکر ! شکریہ ۔ جناب والا ! مجھے اس چیز کا احساس ہے کہ گھڑی کی سوئی 9 پر پہنچ رہی ہے ——

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر ! اگر آپ مناسب سمجھیں تو پانچ پانچ منٹ ہمیں بھی دے دیں۔

جناب سپیکر ، گزارش یہ تھی کہ کل بھی اجلاس ہے اور انشاء اللہ بہت موقع ملے گا۔

جناب ایس اے حمید ، کل تو ہمیں موقع نہیں ملے گا۔

جناب سپیکر ، بہت موقع ملے گا۔ کل بھی انشاء اللہ بات ہو جائے گی ۔ جناب نور محمد غفاری صاحب

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری ، جناب سپیکر ' میں نے ضمنی بجٹ کے بارے میں جو بات کرنا تھی وقت کی کمی اور آپ کا احساس کہ یہ لوگ 9 بجے کے آئے ہوئے ہیں ۔ میں اپنی بات کو صرف ایک ہی پوائنٹ پر confine کروں گا اور وہ ہے زراعت ۔ جناب والا ' میں زراعت کے متعلق اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ میں اس کی اہمیت کو سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی 74 فی صد آبادی کا تعلق زراعت سے ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ ہماری economy کے متعلق دعویٰ ہے کہ یہ agro economy ہے۔ ہمیں اس کے متعلق کچھ کرنا ہو گا اور اس کے متعلق کچھ سوچنا ہو گا ۔ بجٹ میں جو رقم رکھی گئی ہے میں اس کے مطابق عرض کروں گا کہ 10 کروڑ ' 75 لاکھ ' 53 ہزار ' 390 زراعت کی ڈیمانڈ میں رکھے گئے ہیں۔ میری جو تقریر ہو گی وہ میں اسی کے بارے میں عرض کروں گا ۔ جناب والا ' میرا سب سے پہلا پوائنٹ یہ ہے کہ اس وقت زراعت کی حالت یہ ہے کہ اس وقت 60 لاکھ ایکڑ اراضی بنجر پڑی ہے۔ 95-1994ء کے بجٹ میں جو رقم لی گئی تھی کیا اس میں اس پر کتنی آبادی کو آباد کیا گیا ہے کتنی کو پانی دیا گیا ہے اور کتنی کو کسانوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ اس کا بجٹ میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے ۔ جناب والا ' میں عرض کرتا ہوں کہ پنجاب کی زمین کا جو دوسرا چور ہے جو اس کا ڈاکو بن گیا ہے وہ سیم اور تھور ہے۔ سیم اور تھور کے متعلق جو ریسرچ کی گئی ہے اس کے مطابق پاکستان کی ایک منٹ کے بعد ایک ایکڑ اراضی ضائع ہو رہی ۔ اس کے متعلق کچھ نہیں سوچا گیا اور نہ ہی کچھ کیا گیا ہے ۔ایک ویسٹرن ایکانومسٹ مامش مکرے نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے The world in 2020. میں کہتے ہیں کہ اگر پاکستان کی یہی حالت رہی تو 2020ء میں پنجاب کی زمین کا 20 فی صد حصہ ضائع ہو چکا ہو گا۔

خدا کرے کہ وہ دن نہ آئے لیکن ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم اس کو کیسے بچائیں کہ پاکستان کی زمین ہے پنجاب کی زمین ہے جس پر ہم رہ رہے ہیں جس سے کھا رہے ہیں۔ جو ہمارے لیے مادر گیتی کا درجہ رکھتی ہے اگر وہ 20 فی صد ضائع ہوتی ہے تو where will you stand ہمیں اس کے مطابق سوچنا ہو گا۔ زراعت میں جو بھی خرابی پیدا ہو رہی اس کا main factor آبپاشی کی کمزوری ہے۔ جیسے ہمارے محترم شاہ صاحب نے اس بارے میں فرمایا ہے اب میں اس پر لمبی چوڑی بات نہیں کروں گا لیکن آپ کے علم میں اضافہ کے لیے ایک بات عرض کروں گا کہ اس وقت جو آبپاشی کا سسٹم ہے اس میں پانی کو کھیت تک پہنچنے کے لیے اس میں 40 فی صد پانی ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے پختہ نالوں کی تعمیر کا کوئی سسٹم نہیں بنایا گیا اور دکھ کی بات ہے کہ پنجاب کی زمین جو پانچ دریاؤں کی زمین ہے اس کی زمین تو بنجر اور ویران پڑی ہے لیکن سارا پانی سمندر میں گرتا ہے کیا ہم اس کا کوئی علاج نہیں کریں گے اس کے بارے میں کچھ نہیں سوچیں گے۔ جناب سپیکر صاحب اگلی بات جو میں نے پہلے بھی اپنی بجٹ تقریر میں کی تھی میں اس کو repeat نہیں کرنا چاہتا لیکن ایک بات کو repeat کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ سکارپ کے ٹیوب ویل کے بارے میں میں نے ایک بات بتائی تھی کہ یہ ہمارے لیے سفید ہاتھی ہیں۔ حکومت نے سکارپ ٹیوب ویل سارے کے سارے بند کر دیے ہیں لیکن پنجاب کے غریب زمیندار سے اس کا آبیانہ وصول کیا جا رہا ہے۔ آپ کے علم میں اضافے کے لیے اس میں تھوڑی سی بات کہوں گا کہ اس کا فائدہ تھا کہ سکارپ ٹیوب ویل کے ذریعے سے آپ 150 ایکڑ کو 100 کیوسک پانی دیتے تھے جبکہ ہمارا جو آبپاشی سسٹم ہے اس کے تحت آج کل 350 ایکڑ کو 100 کیوسک دیتے ہیں اگر آپ نے میری بات سمجھی ہو کہ اس کا فائدہ تھا لیکن ہم لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا ہے اس کا ٹھیکہ لیا جا رہا ہے حالانکہ اس کا پانی کہیں بھی نہیں جا رہا۔ جناب سپیکر، میں نے اپنی پہلی تقریر میں ایک اور بات بھی کہی تھی کہ غریب کسان پر 19 ٹیکس ہیں۔ مجھے صرف ایک ٹیکس کو repeat کرنے کی اجازت دیجئے کیونکہ میں نے پہلے تقریر میں آپ سے commitment کی تھی کہ جو بات کہوں گا اس کو repeat نہیں کروں گا اور موضوع سے ہٹ کر بات نہیں کروں گا۔ جناب والا، ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صرف پنجاب میں آبیانہ ہے کیوں؟ 1958ء کے مارشل لاء سے لے کر آج تک اس ظالمانہ آبیانہ میں 700 گنا اضافہ ہوا ہے۔

جناب سپیکر: 700 گنا یا 700 percent?۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری : 700 گنا۔

جناب سپیکر : اچھا۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری : جناب والا! 700 گنا اضافہ ہوا ہے اور کسان جس کی کمائی ہم کھاتے ہیں۔

جناب سپیکر : دیکھیں ایک گنا 100 percent ہوتا ہے دو گنا 200 percent ہوتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری : جناب والا! 700 گنا اضافہ ہوا ہے not percent for gunna یہ آپ خود estimate کر لیں گے۔ جناب والا جب ہم اچھی بات کہیں گے تو کسان کے گناہ معاف ہوں گے۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ ہم جس کسان کی کمائی کھاتے ہیں۔ جس کے خون پسینے کی کمائی سے ہماری ملیں چل رہی ہیں ہمارے کارخانے چل رہے ہیں۔ میں اور آپ اسمبلی میں بیٹھ کر کھا رہے ہیں اور اسی کے دیے ہوئے ٹیکسوں سے ہماری تنخواہیں بنتی ہیں۔ اسی کے ووٹ سے میں ایم پی اے بنا ہوں اور اس غریب کی حالت یہ ہے کہ ایک تو وہ غریب ہے جس وجہ سے نہ وہ ادویات خرید سکتا ہے نہ اچھے آلات خرید سکتا ہے اور نہ ہی اپنی زمین کو اچھی طرح آباد کر سکتا ہے نہ اس کو سیراب کر سکتا ہے۔ نمبر دو وہ ان پڑھ ہے جو ماڈرن ہیں وہ ان کے مطابق بالکل نہیں جان سکتا۔ وہ بالکل نہیں جانتا کہ کیسے cultivate کرنا ہے۔ نئی ٹیکنالوجی میں کتنا اضافہ ہوا ہے اس کو کیسے استعمال کرنا ہے اس کا اس بے چارے کو کوئی علم نہیں ہے اور تیسری بات یہ ہے کہ وہ منظم نہیں ہے غیر منظم ہے اور جو قومیں اور جو فرد غیر منظم ہوتے ہیں وہ کبھی بھی اپنے حقوق نہیں لے سکتے۔ پنجاب کا غریب کسان آپ اپنے حقوق کو لے بھی نہیں سکتا۔ جناب سپیکر، ضمنی بجٹ کے اندر جو اتنی رقم لی گئی تھی اس کے اندر کسان کے لیے کیا کچھ کیا گیا ہے؟ کیا اس کو کوئی ٹریننگ دی گئی ہے اس کو کوئی سمجھایا گیا ہے یا ریڈیو، ٹیلی ویژن پر اس کے لیے کیا اہتمام کیا گیا ہے۔ اگر یہ کچھ بھی نہیں کیا گیا تو میری التجا ہو گی کہ اس کے اندر جو یہ ڈیمانڈ ہے اس کو منظور نہ کیا جائے اس بجٹ کو پاس نہ کیا جائے۔ میں اسی پر اپنی بات ختم کرتا ہوں اس لیے کہ میرے عملے کے یہ ساتھی یہ نہ کہیں کہ میں لمبی بات کر رہا ہوں آپ کا شکریہ اور عملے کا بھی شکریہ۔

جناب سپیکر : مہربانی۔ رانا محمد اقبال صاحب نے بات کر لی۔

رانا محمد اقبال خان : جناب والا، ہم نے آپس میں ٹائم تقسیم کر لیا تھا۔

جناب سپیکر : اچھا آپ نے ٹائم تقسیم کر لیا تھا۔ اچھی بات ہے تو پھر میرا خیال ہے کہ ہاؤس کو کل صبح 10:00 بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکیسواں اجلاس)

جمعرات، 29 - جون 1995ء

(پنج شنبہ، 29 محرم الحرام 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس، اسمبلی چیمبر، لاہور میں 10:00 بجے صبح زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى
الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ
فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۹
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُوْنَ ۝۱۰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ
يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاۗءٌ مِّنْ نِّسَاۗءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا
مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ
الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۱۱

سورۃ الحجرات، آیات 9 تا 11

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں صلح کرا دو اور عدل کرو بے شک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔ اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

وما علینا الا البلاغ ٥

سید خلیل الرحمٰن چشتی ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی فرمایئے۔

سید خلیل الرحمٰن چشتی ، جناب سپیکر! حکومت پاکستان مختلف شعبوں میں کھلاڑیوں کو ایوارڈ دیتی ہے ۔ جناب والا ' وزیر قانون نے تسلی دلا دی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں خود take up کرتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ پوائنٹ آف آرڈر نہیں کرنا چاہتے ؟

سید خلیل الرحمٰن چشتی ، نہیں جناب والا !

جناب ایس اے حمید ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جناب ایس اے حمید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں ۔

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر! آج کے اخبار روزنامہ "خبریں" میں ایک بیان چھپا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے فرمایا ہے کہ اسمبلی نہیں ٹوٹے گی ۔ جناب سپیکر! آج سے تقریباً دو سال قبل بھی وزیر اعلیٰ صاحب نے یہ بات فرمائی تھی کہ میں اسمبلی کو بچانا چاہتا ہوں تمام ممبران اسمبلی میرا ساتھ دیں۔ جناب سپیکر! آپ بھی اس بات کے شاہد ہیں کہ کس طور پر انہوں نے اسمبلی کو بچایا۔ اسمبلی کو پہلے توڑا پھر ہائی کورٹ نے بحال کیا اور انہوں نے اسے پھر توڑا۔ جناب سپیکر! یہ عوام کے نمائندوں کا قتل ہم نہیں ہونے دیں گے .....

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ میری بات سنیں ۔

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر! مجھے بات کرنے دیں کیونکہ یہ صرف میری بات نہیں ہے یہ تمام لوگوں کی بات ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، پلیز ایک منٹ ۔

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر! میں جو بات کرنا چاہتا ہوں آپ میری وہ بات سنیں ....

جناب ڈپٹی سپیکر ، پلیز ۔ آپ پہلے میری بات سنیں آپ ایک اخبار کا حوالہ دے کر اس پر پوائنٹ آف آرڈر شروع کر دیتے ہیں۔ اخبارات میں جو بیان آتے ہیں اس پر پوائنٹ آف آرڈر make out نہیں ہو سکتا۔ اخبارات پر کوئی پابندی نہیں۔ اس کا جو دل چاہے وہ لکھ سکتا ہے اور آپ دو سال پہلے کا واقعہ بیان کر رہے ہیں۔ I disallow it and I rule it out. ۔

جناب ایس اے حمید : جناب والا! آپ ہوش کے ناخن لیں .....

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں میں اس پر بات کرنے کی اجازت نہیں دیتا آپ relevant بات کریں۔ (قطع کلامیاں) نہیں نہیں . This is not میں اس بات کی اجازت نہیں دیتا .....

جناب ایس اے حمید : وزیر اعلیٰ نے پہلے بھی کہا تھا کہ میں اسمبلی نہیں توڑوں گا.....

وزیر اطلاعات و ثقافت : جناب والا! ایس اے حمید صاحب کو میں اس کا جواب دے دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ بات relevant نہیں ہے (قطع کلامیاں)۔ دیکھیں مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے اس ہاؤس کو رولز اور ریگولیشن کے تابع چلانا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ آدمی کھڑا ہو کر پوائنٹ آف آرڈر کہے' اجازت ملنے پر وہ بات کرے سپیکر کا پھر یہ اپنا استحقاق ہے کہ وہ کب سمجھتا ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے یا نہیں' وہ آدھی بات سنے وہ ساری بات سنے اور پھر اس کی بات کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا' اسے قطعاً چیلنج نہیں کیا جا سکتا اس سے تکرار بھی نہیں کی جا سکتی۔ اس لیے اب ہم کارروائی کو آگے بڑھاتے ہیں ۔ جناب وصی ظفر!

مسئلہ استحقاق

چودھری محمد وصی ظفر : جناب میری ایک تحریک استحقاق ہے واقعہ آج صبح سوا نو بجے کا ہے .....

جناب ڈپٹی سپیکر : ہم ابھی لے لیتے ہیں۔ ایک تحریک استحقاق مؤخر ہے اس کو ٹیک اپ کر کے پھر ہم اسے لے لیں گے۔

سید خلیل الرحمٰن چشتی : پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! میری عرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گوجرانوالہ کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ وہاں بڑے بڑے ہیرے پیدا ہوئے ہیں انہیں میں' میں سمجھتا تھا کہ ایک ہیرا ایس اے حمید بھی ہے .....

جناب ڈپٹی سپیکر : چشتی صاحب This is no point of order اب ہم تحریک استحقاق نمبر ۳ لیتے ہیں جناب شاہد ریاض ستی ۔ (تشریف نہیں رکھتے) تو ابھی ہم اس تحریک استحقاق کو مؤخر کرتے ہیں شاید وہ آجائیں۔ تحریک استحقاق نمبر ۶ جناب ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا! یہ تحریک اگلے اجلاس تک کے لیے pending ہو گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ٹھیک ہے جیسا کہ وزیر قانون صاحب فرما رہے ہیں یہ تحریک pending ہے۔ لہٰذا اب وصی ظفر کی تحریک لیتے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! وہ فوٹو کاپی کے لیے گئی ہے ۔ میں جناب کی اجازت سے زبانی عرض کر دیتا ہوں مجھے یاد ہے .....

جناب ڈپٹی سپیکر ، ہاں زبانی کر دیں ۔

چیف سیکرٹری کی آمد پر مال روڈ پر ٹریفک کی بندش

چودھری محمد وصی ظفر ، اتنی دیر میں لکھی ہوئی تحریر جناب کے پاس لے آتے ہیں۔ جناب والا! مسئلہ یوں ہے کہ آج صبح سوا نو بجے کے قریب گھر سے اسمبلی کے اجلاس میں آنے کے لیے جب میں ریگل چوک پہنچا ۔ ریگل چوک میں تینوں طرف سے ٹریفک بند کی ہوئی تھی اور الفلاح کی طرف سے ٹریفک کو آنے دیا جا رہا تھا جو کہ unusual ہے ۔ کیونکہ مال روڈ پر دونوں طرف سے ٹریفک کھلی ہوتی ہے۔ جب پانچ منٹ گزر گئے لوگوں نے بے شمار ہارن بجانا شروع کر دیے لیکن ٹریفک والے ٹریفک نہیں کھول رہے تھے ۔ ایک اے ایس آئی وائرلیس پر پیغام دے رہا تھا ۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک شاہی سواری آ رہی ہے آگے ایک سکواڈ آ رہی ہے اور دیکھا کہ وہ چیف سیکرٹری پنجاب تھے جن کو نہ تو سکواڈ کا استحقاق ہے اور نہ ہی ان کا یہ استحقاق ہے کہ جب وہ آئیں تو چوک پر ٹریفک روک دی جائے ۔ اس کی وجہ سے نہ صرف میں اسمبلی سے لیٹ ہوا بلکہ بے شمار لوگ پریشان ہوئے .....

جناب ڈپٹی سپیکر ، افضل سندھو صاحب! اس سلسلے میں آپ سے مجھے رائے لینی پڑے گی یہ بڑی اہم تحریک استحقاق ہے۔ اس لیے میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں ۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! بے شمار لوگ اس وجہ سے پریشان ہوئے پانچ منٹ تک اس گرمی میں صرف اس لیے کھڑے رہے کہ وہ شاہی سواری کو جو غیر قانونی طور پر سکواڈ کے ساتھ وائرلیسوں پر پیغام نشر کر کے اور ٹریفک روک کر چلی آ رہی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر ،وزیر قانون صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں ؟

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! ابھی تو میں نے شارٹ سٹیٹمنٹ دینی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ابھی تو وہ آئی نہیں ، میں نے تو آپ سے بات پوچھی تھی وزیر قانون صاحب

کو اجازت دے دیتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب سپیکر ! میں معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ تحریک استحقاق کے لیے ایک ضابطہ کار موجود ہے۔ تحریری شکل میں تحریک استحقاق آتی ہے آپ اسے allow کرتے ہیں اس کے بعد سیکرٹریٹ اسے ایوان میں بھیجتا ہے۔ ایوان میں پرنٹڈ شکل میں آنے سے پہلے اور تحریک استحقاق کا مسودہ باضابطہ طور پر آپ کی اجازت حاصل کیے بغیر ' اگر زبانی طور پر اس طرح سے تحاریک استحقاق پیش کر دی جائیں اور ان پر شارٹ سٹیٹمنٹ بھی آنا شروع ہو جائے تو پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ قواعد انضباط کار کا کوئی فائدہ نہیں رہ جاتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : چونکہ ہمارے پاس تمام تحاریک استحقاق ختم ہو گئی تھیں ' اگر تو کوئی تحریک استحقاق pending ہوتی تو میں اس کی اجازت نہ دیتا ۔ ہمارے پاس تمام تحاریک استحقاق ختم ہو گئی ہیں تو فاضل رکن نے استدعا کی کہ ایک واقعہ ہوا ہے تو میں ان سے پوچھ رہا تھا ۔ جب سپیکر چاہے یعنی یہ سپیکر کا استحقاق ہے ۔ مجھے ۷۲-۱۹۷۲ء کا وہ واقعہ بھی یاد ہے جب ہمارے ایک ایم پی اے خالد صاحب جو فیصل آباد سے تعلق رکھتے تھے ' ہاؤس اس وقت فل ہوا کرتا تھا ۔ مجھے یاد ہے کہ یہاں پر جہاں مشتاق ڈوگر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں یہاں آ کر ' اس وقت اسمبلی کی کارروائی جاری تھی انہوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں ایک تحریک استحقاق پیش کرنا چاہتا ہوں میرے ساتھ یہ ہوگیا وہ ہو گیا۔ اس وقت شیخ رفیق صاحب سپیکر تھے اسی وقت انہوں نے اس کی اجازت دی اور تحریک استحقاق کا وقت بھی گزر گیا تھا اور کارروائی بھی جاری تھی تو انہوں نے اس وقت اسے پیش کرنے کی اجازت دی۔ اس میں یہ سپیکر کے پاس پاور ہے وزیر قانون صاحب اس سلسلے میں رول ۵۳ دیکھ سکتے ہیں اور دوسری پروویژن جو ہیں وہ بھی دیکھ سکتے ہیں۔ اس میں لکھا ہوا ہے کہ Speaker is competent اور تحریک استحقاق ایک ایسی چیز ہے جو سب کو over rule کرتی ہے ۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! وزیر قانون صاحب کا نکتہ غلط ہے ۔ جناب یہ دیکھیں رول ۵۳

Question of privilege

A member may, with the consent of the speaker, raise a question involving a breach of privilege either of a member or of the Assembly or of a Committee.

اس کے بعد جناب والا! رول ۵۴ ہے اور وہ بڑا واضح ہے۔ اور میں نے جناب کی consent پہلے حاصل کی

54. A member wishing to raise a question of privilege shall give notice in writing to the Secretary not less than one hour before the commencement of the sitting on the day the question is proposed to be raised. If the question raised is based on a document, the notice shall be accompanied by the document, unless the member satisfies the Speaker that the document is not readily available:

Provided that the Speaker may, if he is satisfied about the urgency of the matter, dispense with the requirement of notice and allow a question of privilege to be raised at any time during the course of sitting after the disposal of the questions.

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ مجھے علم ہے کہ اس میں ہاؤس کی منظوری بھی ضروری نہیں ہے۔ سپیکر جب چاہے۔

چودھری محمد وصی ظفر، میں نے جناب کی اجازت لی جناب نے کہا کہ تحاریک استحقاق تھوڑی ہیں میں تحریک استحقاق لوں گا اور اس سے پہلے میں اپنی تحریک بھی سیکرٹری صاحب کو دے چکا تھا انہوں نے کہا کہ آپ وہاں جا کر question raise کریں۔ اور یہ تحریک میں نے سیکرٹریٹ کو دے دی ہے اور وہ فوٹو کاپی کے لیے گئی ہوئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ وزیر قانون

وزیر قانون وپارلیمانی امور، جناب سپیکر! میں نے آپ کے اختیارات کو چیلنج نہیں کیا ہے اور نہ ہی میں نے یہ کہا ہے کہ آپ consent نہیں دے سکتے۔ جناب سپیکر! روایات کے تحت اور اس صورت حال میں کہ جب ایک تحریک استحقاق زیر بحث ہے۔ تحریک تحریری شکل میں ضرور آنی چاہیے کیونکہ اس کا ایک مسودہ ہوگا تو اس صورت میں اس مسودے کو آپ admit کریں گے۔ اور اس کے

متن کے حوالے سے discussion ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی بات درست ہے۔ وصی ظفر صاحب آپ اپنی تحریک استحقاق پڑھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! اگر زبانی تحاریک استحقاق پیش ہونا شروع ہو گئیں تو آئندہ ایوان اسی طریقے سے چلے گا اور chair کے لیے بھی پریشانی پیدا ہو گی۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میں ایک انتہائی اہم نوعیت کے مسئلے پر ایوان کی توجہ دلانا چاہتا ہوں' معاملہ یہ ہے کہ آج مورخہ ۹۵-۶-۲۹ کو بوقت تقریباً سوا نو بجے صبح میں گھر سے اسمبلی ہال آ رہا تھا ریگل چوک شاہراہ قائد اعظم پر پہنچا تو ٹریفک پولیس نے ماسوائے الفلاح کی طرف سے آنے والی ہر تین اطراف کی ٹریفک روک دی اور اس گرمی میں پانچ منٹ گزر جانے کے بعد بھی ٹریفک نہ کھولی لوگوں نے ہارن بجانا شروع کر دیے لیکن ٹریفک والوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ میں نے اسمبلی ہال 9.00 بجے پہنچنا تھا جو کہ اس وجہ سے لیٹ ہو گیا۔ اس اثناء میں دیکھا کہ چیف سیکرٹری پنجاب گاڑی پر آ رہے ہیں ان کے آگے سفید موٹر سائیکل پر ٹریفک سارجنٹ escort کر رہا تھا اور چوک میں کھڑا اسے ایس آئی وائرلیس پر چیف سیکرٹری کی آمد کی اطلاع وصول کر رہا تھا۔ میں اسمبلی کے کام سے اس وجہ سے لیٹ ہوا۔ عوام کو ذلیل کیا گیا۔ چیف سیکرٹری کو نہ تو escort کی entitlement ہے اور نہ ہی اس کے گزرنے پر ٹریفک روکی جاسکتی ہے۔ اس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا' اور تمام صوبہ کے عوام کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا معاملہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کرکے کارروائی کی جائے۔

جناب والا! اس میں گزارش یہ ہے کہ جناب نے بھی دیکھا ہو گا کہ ادھر جتنے فاضل ممبران ہمہ وزیروں کے بیٹھے ہیں میں جو بات کروں گا اگر وہ اس سے انکار کردیں تو میں یہ تحریک استحقاق withdraw کر لوں گا۔ انتظامیہ کا رویہ بشمول نیچے سے لے کر اوپر تک عوام کے ساتھ اور منتخب نمائندوں کے ساتھ اتنا گھناؤنا ہو چکا ہے کہ وہ اس ملک کا' اس صوبے کا خود کو بے تاج بادشاہ تصور کر رہے ہیں۔ گریڈ 21 اور گریڈ 22 کی entitlement ہے کہ وہ دفتر میں اے سی رکھیں۔ آپ ادھر جاکر دیکھیں کہ تحصیل داروں' اسسٹنٹ کمشنروں کے دفاتر میں اے سی لگے ہوئے ہیں۔ مجھے کوئی ایک دفتر ڈی ایس پی کا' ایس ایچ او کا تحصیل دار کا' اے سی کا ڈی سی کا بتادیں یہ سب گریڈ 18 سے نیچے ہیں۔ لیکن ان میں ایئر کنڈیشن چل رہے ہیں۔ جو نہ صرف قومی خزانے پر بھی بوجھ ہے بلکہ خوامخواہ کی عیاشی ہے جس سے وہ سہل بھی ہوئے ہیں۔ اس کے بعد جناب ان کا رویہ دیکھیں کہ اگر چھوٹے

شہروں میں ' ادھر وزراء بیٹھے ہیں آپ ان سے پوچھیں وہ اپنے گھر سے نکلیں تو کوئی پوچھتا ہی نہیں ہے۔ ڈی سی اپنے گھر سے نکلے تو ایسے ہوتا ہے جیسے کوئی بڑی خوفناک بلا آ گئی ہے۔ تمام شہر کی ٹریفک بند ہے اور سنسان کرکے وہاں سے اس کو گزارا جاتا ہے۔ یہ فون کریں وہ جواب نہیں دیتے۔ ان کو کمشنروں کو سرسر کرنا پڑ رہا ہے۔ کوئی ان کی طرف توجہ نہیں دے رہا' کوئی عوامی مسائل کی طرف توجہ نہیں دے رہا۔ منتخب نمائندے کو اس وقت گھٹیا ترین سمجھا جا رہا ہے۔ یہ بیورو کریسی کا رویہ ہو چکا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین۔) جس کا نوٹس اس اسمبلی کو لینا ہو گا۔ اس ایوان کو لینا ہو گا۔ لاء منسٹر صاحب کی میں نے خود کئی دفعہ تذلیل ہوتے دیکھی ہے۔ ان کی تمام باتیں غلط ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) اگر آج آپ نوٹس نہیں لیں گے تو پھر ان کی آج یہ بات تسلیم کرلیں کہ اس ایوان کو توڑ دیں ختم کردیں پھر ضرورت نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اس طرح گھس پٹ کے بیوروکریسی کے نیچے لگ کر ہم سے نہیں چلا جاتا۔ مجھ سے تو اپنے وزیروں کی تذلیل برداشت نہیں ہوتی۔ میں روز دیکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ یہ ساری اسی رویے کی وجہ ہے۔ ان کے سروں میں کیا گھسا ہوا ہے۔ یہ خود کو ملازم کیوں نہیں سمجھتے ؟ ٹیکس ہم دیتے ہیں تنخواہیں یہ لیتے ہیں' ہم ٹیکس دیتے ہیں ' عوام ٹیکس دیتے ہیں ' یہ ہمارے عوام کے ' صوبہ کے عوام کے ملازم ہیں اور یہ خود کو ملازم ہی سمجھیں۔ افسر نہیں ہیں' انگریز کا دور ختم ہو گیا۔ یہ عوام کو شکنجے میں رکھنا چھوڑ دیں۔ یہ پنجرے میں بند کرنا چھوڑ دیں۔ وہ ذہن چھوڑ دیں' وہ پرانی روایات اب چھوڑ دیں۔ ان کی جو بنیادی ٹریننگ ہے وہیں سے یہ ساری غلطی شروع ہوجاتی ہے۔ علیحدہ گیاں' دوری' ملنا ہے تو کیسے ملنا ہے۔ پی اے بیٹھا ہے' سٹینو بیٹھا ہے۔ کس کے باپ کے وہ نوکر ہیں۔ سرکاری تنخواہیں لیتے ہیں۔ یہ کیا تماشا بنا ہوا ہے۔ یہ کب تک ایسے چلے گا۔ اس ملک کو کب تک لوٹا جائے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین) ذرا یہ ہمیں بتایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی عبیداللہ شیخ۔

جناب عبیداللہ شیخ: جناب والا! میں انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تشریف رکھیے یہ مبارک باد کا مسئلہ نہیں ہے۔

جناب عبیداللہ شیخ: جناب والا! ایک منٹ بات تو کرنے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں میں ایسے بات کرنے نہیں دیتا۔ میں تو رولز کے مطابق چلوں گا۔ جی۔ لاء منسٹر۔ میں کسی کو رولز کے بغیر بولنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ مجھے لاء منسٹر کی بات سننے دیں۔

مجھے آپ کے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔ جی لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب والا! فاضل رکن اسمبلی نے جو تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ریگل چوک شارع قائداعظم پر پانچ منٹ تک ٹریفک نہ کھولی گئی اور لوگوں نے ہارن بجانا شروع کردیے۔ اور انھیں لوگوں میں انھیں گاڑیوں میں یہ بھی موجود تھے۔ اور اس وجہ سے انہیں بھی اسمبلی پہنچنے میں دیر ہوئی۔ جناب والا! لاہور اور خصوصاً مال روڈ پر ٹریفک کا انتہائی رش ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اکثر اوقات کسی بھی چوک پر پانچ سے زیادہ منٹ تک ٹریفک بند رہتی ہے اور اس کی محض یہ وجہ نہیں بتائی جاسکتی کہ چیف سیکرٹری صاحب اس وقت وہاں سے گزر رہے تھے۔(مداخلتیں----)

راجہ ریاض احمد، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، راجہ ریاض صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر۔

راجہ ریاض احمد، جناب والا! وزیر قانون صاحب فرما رہے ہیں ٹریفک کا رش تھا اس وجہ سے ٹریفک بلاک تھی۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ چیف سیکرٹری صاحب جب سیکرٹریٹ سے نکل رہے تھے تو میں وہاں پر موجود تھا ٹریفک روکی گئی تھی۔ وصی ظفر صاحب بالکل ٹھیک بات کر رہے ہیں کہ ٹریفک روک کر ان کو گزارا جا رہا تھا۔ جناب والا! میں ایک بات اور یہاں پر عرض کردوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خاکوانی صاحب ایک منٹ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب والا! خود یہاں پر آپ کی رولنگ کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں۔ آپ نے رولنگ دی تھی کہ کسی افسر کو "صاحب" نہیں کہنا۔ جب یہ صاحب کہیں گے کہ "چیف سیکرٹری صاحب" تو صاحب کے لیے ٹریفک تو رُکے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اصل میں آپ کی یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن ابھی عادت ہے چونکہ یہ ہماری زبان پر چڑھا ہوا ہے۔ غیر ارادی طور پر بھی کہہ جاتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، میں ان کی خوشی کے لیے چیف سیکرٹری کہہ دیتا ہوں۔

سلسلہ کب تک چلے گا؟ آپ فاضل اراکین کے وقار اور عزت کے محافظ ہیں۔ براہ کرم ان اراکین اسمبلی کے لیے حکومت پنجاب واضح طور پر اپنے افسروں کے کان کھینچے۔ جب تک اکڑی ہوئی گردنوں اور تنی ہوئی بھنوؤں کا علاج نہیں ہوتا اس وقت تک یہاں ہمارے بیٹھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا قدر! یہ جلال خسروی ہم جوتی کی ٹھوکر پر رکھنا جانتے ہیں۔ براہ کرم آپ انتظامیہ کے خود سر افسران کو وارننگ دیں اور انھیں کہیں کہ عوامی نمائندگی بہت بڑا اعزاز ہے۔ اور جب تک یہ عوامی نمائندے اپنا جائز مقام نہیں پائیں گے اس اسمبلی کا کوئی فائدہ نہیں۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عظمت حیات صاحب۔

جناب سلطان عظمت حیات: جناب والا! یہاں تو بات ہو رہی تھی کہ چیف سیکرٹری کے لیے سڑک روک دی گئی اور ٹریفک روک دی گئی۔ جناب' گزارش یہ ہے کہ شہروں اور دیہاتوں میں ایک مجسٹریٹ اور ڈی ایس پی کے لیے جب وہ گزرتے ہیں تو سڑک روک دی جاتی ہے۔ تو آپ چیف سیکرٹری کی بات کر رہے ہیں یہاں تو اے سی' مجسٹریٹ اور ڈپٹی کمشنر کے لیے سڑکیں بلاک ہو جاتی ہیں۔ جناب والا! ایک اور چیز کی میں وضاحت چاہوں گا کہ یہ جو انتظامیہ کی گاڑیوں پر وارننگ لائٹ ہے' پولیس پر وارننگ لائٹ کی تو سمجھ آتی ہے کہ وہ پولیس کی گاڑی ہے۔ یہ مجسٹریٹ اور اے سی اور ڈپٹی کمشنر کی گاڑیوں پر وارننگ لائٹ کی کیا ضرورت ہے' اس کی میں وضاحت چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب وصی ظفر! اب آپ کا کیا خیال ہے؟

چودھری محمد وصی ظفر: میری اس میں گزارش یہ ہے جناب' چیف سیکرٹری صوبے میں انتظامیہ کے ایگزیکٹو ہیڈ ہیں۔ میں نے جو عرض کی ہے کہ آپ جناب' ملاحظہ فرمائیں کہ جو چھوٹے چھوٹے یا درمیانے افسران ہیں ان کے دفتروں میں جو اے سی چل رہے ہیں' جو ہیٹر جل رہے ہیں' جو پانچ پانچ گاڑیاں چل رہی ہیں' یہ معاملہ ختم نہیں ہو گا جب تک آپ کسی چیز کا نوٹس نہ لیں گے' اور یہ ایوان نوٹس نہ لے گا۔ یہ میں کہتا ہوں' گورنمنٹ نے allow کیا ہوا ہے تب ہے؟ وہ کہاں سے دیتے ہیں اتنے بڑے بڑے بل؟ جناب' آپ ان کے ٹیلی فونوں کے بل دیکھیں۔ یہ مسئلہ کہیں تو ختم ہونا ہے۔ آپ نہیں کرنا چاہتے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں نے ایک مسئلہ ایوان کے سامنے لانا تھا۔ اس کا طریقہ ایک ہی ہے۔ تمام ایوان سوچ لے کہ آپ اس چیز کو استحقاق کمیٹی میں لائیں اور ensure کرائیں کہ اسی ذریعے

اپوزیشن کی طرف سے ------

جناب عبدالرشید بھٹی ، جناب والا ! کم از کم دس ممبر صاحبان کمیٹی میں ہونے چاہییں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، دس ممبران ؟ اس طرح کمیٹی بڑی ہوجائے گی۔ اور دوست پھر آتے نہیں ہیں۔ میرے خیال میں مخدوم صاحب نے جو بات کی ہے وہ بڑی معقول کی ہے۔ میں ان پر ہی یہ چھوڑتا ہوں کہ وہ کمیٹی بھی خود بنائیں۔ تو جو کمیٹی مخدوم الطاف احمد صاحب بنائیں گے کیا ہاؤس اس کی منظوری دیتا ہے ؟

آوازیں، اجازت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی۔ ہاؤس کی طرف سے اجازت ہے۔ شکریہ ! اب ہم آگے چلتے ہیں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا ! یہ حسن اتفاق ہے کہ آج یہاں پر ارکان اسمبلی کے استحقاق کی بات چلی (قطع کلامیاں)

جناب والا ! ہاؤس کو in order کریں۔ میں ایک انتہائی اہم مسئلہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی۔ مسئلہ میں سمجھ نہیں سکا۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، جناب والا ! ہاؤس کو in order فرمائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ہاں۔ I call the House to order, please.

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، جناب والا ! یہاں پر ارکان اسمبلی کے استحقاق کی بات ہورہی ہے۔ آپ نے بھی اور مخدوم الطاف احمد صاحب نے بھی فرمایا کہ حاکمیت اعلیٰ کا تصور اللہ کی ذات مقدسہ کا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن میں حیران ہوں کہ گزشتہ کئی ماہ سے آئین کے آرٹیکل نمبر 1 کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہورہی ہے۔ اور حکومت کی تمام خفیہ ایجنسیاں خاموش تماشائی ہیں۔ پاکستان کے بازاروں میں اس وقت ایسا کپڑا فروخت ہورہا ہے کہ جس پر اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام کھلم کھلا لکھا ہے۔ جس کی ایک بین مثال میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کروں کہ یہ ہیں وہ مسلمان جنھیں دیکھ کر شرمائیں گے یہود۔ یہ کپڑا ہے جس پر لکھا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ کپڑا ہے جس پر لکھا ہے اللہ۔ اب آپ مجھے فرمائیں کہ یہ آئین کی غداری ہوئی یا نہیں ؟ صوبائی وزیر قانون صاحب کا

جناب عبیداللہ شیخ ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو وقت دوں گا۔ آپ نے پوائنٹ آف آرڈر نہیں کہا تھا۔ آپ نے کہا تھا کہ میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ (قطع کلامیاں) I call the House to order یہ دیکھیں کہ اتنا اہم مسئلہ ہے۔ اس لیے آپ بات کو ذرا توجہ سے سنیے۔ I call the House to order ۔ یہ ایک مسئلہ ہے جو ایک فاضل رکن نے یہاں بیان کیا۔ لاجسٹر صاحب اس پر جواب دے رہے ہیں آپ توجہ سے سنیں تاکہ پتا چلے کہ کیا بات ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جہاں تک چیف سیکرٹری کے شہر کے اندر سے گزرتے ہوئے مختلف چوکوں پر ٹریفک بند کرنے اور روکنے کا تعلق ہے تاکہ چیف سیکرٹری سڑک پر سے گزر سکے اور باقی ساری ٹریفک انتظار میں کھڑی ہوجائے۔ اس کے لیے کہیں بھی حکومت کی طرف سے کوئی ایسی instructions موجود نہیں ہیں۔ اور میں اس بات کو ضرور تسلیم کرتا ہوں کہ چیف سیکرٹری یا کوئی بھی دوسرا صوبائی سطح کا آفیسر اگر وہ شارع قائد اعظم سے گزر رہا ہو یا لاہور کے اندر کسی دوسری سڑک سے گزر رہا ہو۔ تو اس کے گزرنے کے لیے اور اس کے دفتر جانے کے لیے یا گھر جانے کے لیے ان شاہراہوں کے اوپر جو چوک بنے ہوئے ہیں ان کے اوپر ٹریفک کا روکنا غلط ہے۔ اس سلسلے میں حکومت کی طرف سے کوئی instructions موجود ہیں نہ ہی کوئی رولز ہیں۔ البتہ جناب والا! محض کسی پولیس آفیسر نے ایسی کوئی بات کی ہے جس کی وجہ سے کوئی ٹریفک روکی گئی ہے یا فاضل رکن اسمبلی کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ وہ ٹریفک صرف چیف سیکرٹری کے لیے روکی گئی تھی۔ اس کے لیے میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں چیف منسٹر صاحب سے بھی ذاتی طور پر کہوں گا ' اور چیف سیکرٹری کو ہم یہ ہدایات دے دیں گے کہ وہ اپنے سفر اور گزرنے کے لیے آئندہ اس بات کو ensure کریں کہ شارع قائداعظم یا دیگر کسی سڑک پر لاہور کے اوپر ان کے گزرنے کے لیے ٹریفک نہیں روکی جائے گی۔

اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں کہ جس کا حکومتی سطح پر نوٹس نہیں لیا جا سکتا۔ اس لیے یہ privilege کے حوالے سے اس کو استحقاق کمیٹی میں بھیجے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسمبلی کا اجلاس دس بجے شروع ہونا تھا۔ اور فاضل رکن اسمبلی یہاں اسمبلی کے اندر ساڑھے نو بجے موجود تھے۔ میری خود ان سے ساڑھے نو بجے یہاں پر نیچے کیفے ٹیریا میں ملاقات ہوئی ہے۔ البتہ میں ان

معروضات کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ ہم حکومتی سطح پر اس بات کا نوٹس لے سکتے ہیں اور یہ رول 55 کے زمرے میں بھی نہیں آتی اس لیے اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عبید اللہ شیخ صاحب۔

جناب عبید اللہ شیخ: میں اس وقت یہ بات کرنی چاہ رہا تھا کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بڑی عقل مندی کی باتیں ہاؤس میں دونوں طرف سے ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ وزیر قانون ابھی یہ کہہ رہے تھے کہ میں request کروں گا۔ یہ request کریں گے یا ہدایت کریں گے؟

وزیر قانون: میں نے چیف منسٹر صاحب سے request کرنے کی بات کی ہے' اور چیف سیکرٹری کو ہدایات دینے کی بات کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب محمد عارف چٹھہ۔

چودھری محمد عارف چٹھہ: جو نکتہ جناب وصی ظفر صاحب نے اٹھایا ہے' ساری اسمبلی اس کو سپورٹ کرتی ہے۔ وزیر قانون صاحب کی وضاحت درست نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اور وزیر قانون صاحب کی وضاحت رولز کے مطابق درست نہیں ہے۔ وصی ظفر صاحب کا پوائنٹ valid ہے۔ ہم سب وہاں سے آ رہے تھے۔ چیف سیکرٹری صاحب کی وجہ سے اسمبلی میں وقت پر ہم نہیں پہنچ سکے۔ جس طرح انھوں نے فرمایا' استحقاق بھی مجروح ہوتا ہے۔ اور ایک ایسے افسر کو اس طرح سکواڈ سے ٹریفک روکنے کا ہرگز استحقاق حاصل نہیں۔ اگر اسمبلی اس معاملے میں intervene نہیں کر سکتی تو حکومت پنجاب تو یہ بیٹھی ہے۔ یہ سارے لیجسلیٹرز ہیں۔ لیجسلیٹر اس معاملے میں intervene کرنے کے مجاز ہیں۔ لہٰذا اس کو آپ استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ سید محمد عارف حسین بخاری۔

سید محمد عارف حسین بخاری: جناب سپیکر! روزانہ یہ پریکٹس ہو چکی ہے' کبھی کوئی ممبر اسمبلی کہتے ہیں کہ فلاں ایس پی نے میری بات نہیں سنی' فلاں اے آئی جی نے میری بات نہیں سنی' فلاں افسر نے مجھے اتنا عرصہ ملاقات کے لیے بٹھانے کے بعد وہ خود دفتر سے غائب ہو گئے ہیں۔ جناب والا یہ

قانون کہاں ہے ؟ آئی جی صاحب خاموش تماشائی کیوں ہیں ؟ ہوم ڈیپارٹمنٹ لیڈر آف دی اپوزیشن پر غداری کا مقدمہ کرسکتا ہے تو اس ٹیکسٹائل کے میجر پر غداری کا مقدمہ اب تک کیوں نہیں کیا گیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ !

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، جناب والا ! شکریہ نہیں' آپ میری بات سنیں ۔ میں قاعدہ نمبر ۲۰۲ کو آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ رول کو معطل کرکے مجھے تحریک التوائے کار پیش کرنے کی اجازت عطا کی جائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ایک منٹ ۔ میری بات تو سنیں ۔ آپ نے پوائنٹ آف آرڈر raise کیا ۔ میں نے آپ کی بات کھل کر سن لی ہے تو پھر آپ سپیکر کو اس طرح سے مخاطب نہ کیا کریں ۔ میں آپ سے یہی کہہ سکتا ہوں ۔ جی لاہنسٹر صاحب ! انھوں نے جو بات کی ہے اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں ۔ شکریہ !

وزیر قانون ، جناب سپیکر ! اتنا بتا دیا جائے کہ تحریک استحقاق یا تحریک التوائے کار ہو تو آپ اس معاملے کو ــــــــــ

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ ان کا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ مجھے نہیں پتا کہ یہ پاکستان میں کپڑا آ گیا ہے' کیسے ہے' کیا نہیں ہے؟ تو اس بارے میں آپ کو اگر کچھ پتا ہو تو بتائیں۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر! میں نے بھی اخبارات میں پڑھا ہے کہ کسی ٹیکسٹائل مل نے ایسا کپڑا بنایا ہے جس پر حضور اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بھی پرنٹ ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی بھی پرنٹ ہیں۔ یہ واقعہ میں سمجھتا ہوں کہ تشویشناک ہے اور اس قسم کا ہے کہ جس کا نوٹس لیا جانا چاہیے۔ فاضل رکن اسمبلی ایوان کے اندر اسے اگر تحریک استحقاق یا تحریک التوائے کار جس شکل میں بھی لانا چاہتے ہیں لے آئیں' انھوں نے تحریک بھیجی ہے۔ اگر اس تحریک کو آؤٹ آف ٹرن لیا جائے گا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ نے کوئی تحریک دی ہے؟

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، جی ' میں نے تحریک التوائے کار جمع کروا دی ہے اور وزیر قانون صاحب بے خبر ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ٹھیک ہے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، جناب ! مجھے بات کرنے کی اجازت دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، بات تو سن لیں۔ صاحبزادہ صاحب ' یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ دیکھیں! میں آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ آپ کی تحریک التوائے کار آ گئی ہے؟ اور سیکرٹری صاحب بتا رہے ہیں کہ آپ کی تحریک التوائے کار آ گئی ہے۔ اب ہم اس پہ پہنچتے ہیں۔ آپ کی بات کو لیتے ہیں۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر! میں نے صرف یہ عرض کیا تھا کہ ان کی تحریک التوائے کار چونکہ آ چکی ہے۔ ابھی آپ تحاریک استحقاقات پر بحث کر رہے تھے۔ اگر یہ اسے تحریک استحقاق کی شکل میں بھی لانا چاہیں تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں۔ ٹھیک ہے۔

وزیر قانون ، اور اگر تحریک التوائے کار کا وقفہ شروع ہو گیا ہے تو اس صورت میں اسے آؤٹ آف ٹرن لے آئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ہم اسے تحریک التوائے کار میں لیتے ہیں۔ اب ہم شروع کرتے ہیں ناں۔

میاں فضل حق ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ایک منٹ۔

میاں فضل حق ، جناب سپیکر! بڑا اہم مسئلہ ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر ، ایک منٹ۔ اب ہم تحریک التوائے کار لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق کا وقت ختم ہو گیا۔ تحریک التوائے کار کا آدھ گھنٹہ ٹائم ہے۔ صاحبزادہ صاحب کا بھی مسئلہ اس میں ہے۔ اب ہم اس میں treat کریں گے۔

میاں فضل حق ، جناب ! میں آپ سے وقت پوچھ رہا ہوں کہ گھڑی میں وقت کیا ہوا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ مجھ سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں؟

میاں فضل حق ، جی جناب۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، کیا میں آپ کے سامنے جواب دہ ہوں؟

میاں فضل حق ، جناب ! وہ دیکھیں سامنے گھڑی۔ (ہاؤس کی گھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر ، میرے پاس تو ہے ناں گھڑی۔

میاں فضل حق ، نہیں جناب! وہ بند پڑی ہوئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، تو اس میں کیا بات ہو گئی ؟

میاں فضل حق ، جناب ! اس کو تو ٹھیک کروائیں ناں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ایک تو چل رہی ہے۔ پھر میرے پاس بھی ہے۔ آپ کے پاس بھی ہے۔

میاں فضل حق ، جناب! مطلب یہ ہے کہ ایک گھڑی بند رہنی چاہیے۔

Mr. Deputy Speaker: This is not the way, behave like a learned M.P.A

میاں فضل حق ، وہ دیکھیں آپ کے سامنے جو گھڑی ہے وہ بند پڑی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وہ بند ہو گی۔ پھر اس سے ہمارا کیا تعلق ہے؟ This is not the way

میاں فضل حق ، جناب سپیکر ! میری بات کیسے غلط ہے؟

Mr. Deputy Speaker: This is not the way.

میاں فضل حق ، آپ کا کیا مطلب ہے کہ یہ غلط طریقہ ہے۔ میں نے آپ کو ایک بات کہی ہے کہ وہ گھڑی بندی پڑی ہے اور آپ اس پر ناراض ہو رہے ہیں۔ آپ اگر غصہ کر سکتے ہیں تو ہم بھی غصہ کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ بات نہ کریں۔ میں یہی کہہ رہا ہوں کہ This is not the way ۔ اب آپ ہر بات کو کہیں کہ وہاں پر کرسی ٹھیک نہیں ہے' یہ ٹھیک نہیں ہے' وہ گھڑی نہیں چل رہی' اب گھڑی خراب بھی ہو سکتی ہے۔ یہ ہاؤس کے نوٹس میں یا میرے نوٹس میں لانے کی کیا بات ہے۔ میرے اپنے ہاتھ میں بھی گھڑی ہے۔

اب تحریک التوائے کار نمبر ۵ صاحبزادہ فضل کریم صاحب کی طرف سے ہے جسے وہ آؤٹ آف ٹرن پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہاؤس کی sense ہو تو ہم اس کو لے لیتے ہیں۔ اگر ہاؤس کی sense نہ ہو تو پھر ہم نمبروار چلتے ہیں۔ تمام ہاؤس اس کی اجازت دیتا ہے کہ ہم اس کو لے لیں۔

معزز ایوان ، اجازت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی اجازت ہے۔ اب آپ اپنی تحریک التوائے کار کو پڑھیں۔ صاحبزادہ صاحب یہ طریقہ ہے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، حضور والا! یہ طریقہ میرے علم میں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی۔ کون سا نمبر ہے؟

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، 5' آپ نے ابھی فرمایا 5۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، اچھا۔

لباس کے لیے تیار کردہ کپڑے پر مقدس ناموں کی پرنٹنگ

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پنجاب کے مختلف کارخانوں میں ایسا کپڑا پرنٹ کیا گیا جس میں لفظ اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمایاں طور پر تحریر کیا گیا جس سے شعائر اسلام کی توہین ہوتی ہے اور مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ جس کا ثبوت میں اسمبلی کے فلور پر آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ یہ مسئلہ چونکہ خالصتاً دینی نوعیت کا ہے۔ جس سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی' اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ جی لاء منسٹر۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر! فاضل رکن اسمبلی نے جو تحریک التوائے کار پیش کی ہے۔ میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہ ایک دینی نوعیت کا مسئلہ ہے۔ صرف صوبہ بھر کے نہیں' پاکستان بھر اور پوری دنیا کے اندر بسنے والے مسلمان جو ہیں' ان کے جذبات اس سے مجروح ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر! یہ کپڑا جس کے اوپر پینٹنگ کی گئی ہے اس کے بارے میں اس وقت جو اخبارات اور دوسرے ذرائع سے خبریں ملی ہیں اس کے مطابق یہ مختلف دکانوں اور بازاروں میں جس انداز میں رکھا اور پھینکا جاتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی کی اور شعائر اسلام کی توہین ہوتی ہے۔

جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کار کے معاملے میں آپ بیشک اگر روز کو معطل کر کے جس طرح اسے آج ایوان میں آپ نے پیش کرنے کی اور پڑھنے کی اجازت دی ہے چونکہ آج اسمبلی کے موجودہ سیشن کی آخری سیٹنگ ہے بیشک آج ہی کے روز اس پر بحث کے لیے اور دیگر اراکین اسمبلی کے جذبات کے اظہار کے لیے آپ وقت مقرر کریں۔ مجھے قطعی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن میں یہاں یہ ضرور عرض کرنا چاہوں گا کہ جس کسی ٹیکسٹائل ملز نے بھی یہ گھناؤنا جرم کیا ہے حکومتی سطح پر بھی اس کا نوٹس لیا جائے گا اور ان کے خلاف کارروائی کے لیے واضح ہدایات دی جائیں گی اور ان پر عملدرآمد بھی کروایا جائے گا۔ صاحبزادہ فضل کریم صاحب اور دوسرے کئی اراکین جنھوں نے ایوان کے اندر اس وقت اظہار خیال نہیں کیا لیکن اس بارے میں جو اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں' میں ان کے جذبات کو محسوس کرتا ہوں اور ان کے جذبات میں غصہ اور اس بارے میں اظہار میں سمجھتا ہوں جائز ہے اور یہ حرکت ٹیکسٹائل ملز کے مالک نے صرف اپنے کاروبار یا آمدنی کے لیے نہیں کی۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے تمام مسلمانوں کے جذبات کی توہین کے لیے کی ہے۔

جناب سپیکر! جس طرح صاحبزادہ فضل کریم صاحب نے ریفرنس دیا۔ آئین میں یہ بات موجود ہو یا نہ موجود ہو' اس کے باوجود مسلمانوں کے لیے اس انداز میں اپنے رب اور اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ناقابل برداشت ہے۔ اس ٹیکسٹائل ملز کے خلاف قانونی طور پر بھی نوٹس لیا جائے گا اور اس کے علاوہ آپ بحث کے لیے جس طرح مناسب خیال فرمائیں آپ اس بارے میں فیصلہ کریں۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، صاحبزادہ صاحب۔ آپ کی جو تحریک التوائے کار تھی وہ تو لاء منسٹر صاحب نے کہہ دیا ہے کہ ٹھیک ہے' جائز ہے۔ اب ہم اگر روز کے مطابق چلیں تو اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ تحریک کی admission کے بعد دو دن کے اندر اندر کوئی دو گھنٹے اسمبلی کا باقی ماندہ کام چھوڑ کر اس پر بحث کی جاتی ہے۔ آج چونکہ آخری دن ہے۔ اسمبلی کا اجلاس آج ختم ہو جائے گا۔ تو لاء منسٹر صاحب نے جس طرح کہا ہے۔ میں لاءمنسٹر' چیف سیکرٹری' آئی۔ جی' صاحبزادہ فضل کریم اور سید عارف حسین بخاری پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دیتا ہوں۔ اس اجلاس کے بعد آپ بیٹھ کر اس میں جو بھی قانونی طور پر بات ہو اس کو پورا کریں۔ ہم نے اپنے اسلام کی بالادستی کو بہرحال قائم رکھنا ہے۔ اس میں میرے خیال میں یہ کمیٹی فیصلہ کر دے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

سید تابش الوری ، جناب سپیکر! آپ نے موجودہ حالات میں ایک صحیح فیصلہ فرمایا ہے لیکن چونکہ یہ مسئلہ بہت اہم اور سنگین ہے اور فوری اقدام کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لیے میں چاہوں گا کہ آپ کے توسط سے ہوم سیکرٹری اور چیف سیکرٹری کو ہدایت کی جائے کہ ایسا کپڑا جہاں فروخت کیا جا رہا ہے اسے فوری طور پر ضبط کیا جائے اور جو اس کے ذمہ دار ہیں ان کے خلاف تحقیقات کا آغاز کیا جائے۔ یہ فوری حکم دینا ضروری ہے۔ اس لیے کہ اس کپڑے کی فروخت فوری طور پر بند ہو اور آئندہ اس کے لیے کیا اقدامات کیے جا سکتے ہیں ، کمیٹی تفصیلی طور پر اس کی سفارش کر سکتی ہے۔

وزیر قانون ، جناب والا۔ میں نے پہلے ہی عرض کر دیا ہے کہ حکومت پنجاب اپنی jurisdictions کے اندر آج ہی سے یہ ہدایات جاری کر دے گی اور میں نے پہلے ہی اپنے جواب میں یہ عرض کیا ہے کہ ہم اس کا نوٹس لیں گے اور اس بارے میں باقاعدہ کارروائی کریں گے کیونکہ اس کپڑے کو اس طریقے سے بازاروں میں فروخت کر کے ہم اسمائے گرامی کی توہین نہیں ہونے دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ جناب وزیر قانون۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، جناب والا۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور صوبائی وزیر قانون صاحب کا بھی مشکور ہوں ساتھ ہی ساتھ میں ان فاضل ممبران کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے out of turn یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت دی چونکہ مسئلہ انتہائی دینی نوعیت کا تھا اور اس پر آپ نے چار رکنی کمیٹی بنائی ہے۔ جناب والا! یہ بات توہین کے زمرے میں آتی ہے اور آئین میں یہ تمام چیزیں موجود ہیں جو آئین کی آرٹیکل ضابطہ فوجداری تعزیرات پاکستان کی دفعات کے زمرے میں آتی ہیں اس کے مطابق انشاء اللہ یہ کمیٹی آپ کو سزا تجویز کر کے بتائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، چونکہ وزیر قانون صاحب اس میں convener ہیں اس لیے یہ کمیٹی چار رکنی نہیں یہ پانچ رکنی ہے۔ آپ ہیں وزیر قانون صاحب کنوینر ہیں چیف سیکرٹری صاحب ہیں آئی جی پنجاب ہیں یہ سب بیٹھ کر تمام قانونی مراحل کو دیکھ کر اس کا سب کچھ کر لیں گے۔ جی شکریہ۔

مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو پتا ہے ہماری کٹ موشنز ہیں اس پر آپ کی تقاریر بھی ہیں پھر اس پر گیلوٹین بھی استعمال ہو گا تو میرے خیال میں اگر تحاریک التوائے کار کو چھوڑ کر اس پر ہم چلے جائیں تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے یا پھر آپ چاہتے ہیں کہ آدھ گھنٹہ ان کو دے لیں۔ یہ بات میں اپوزیشن سے پوچھتا ہوں۔

میاں عبدالستار ۔ اگر تحاریک التوائے کار کو چھوڑ دیا جائے تو ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ میرے خیال میں یہی بہتر رہے گا۔

مطالبات زر بابت ضمنی میزانیہ 95-1994ء پر بحث اور رائے شماری

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ ضمنی میزانیہ بابت 95-1994ء کے مطالبات کی تعداد 39 ہے جن میں سے بارہ مطالبات زر میں تخفیف کی تحریکیں موصول ہوئی ہیں ان میں سے مندرجہ ذیل پانچ مطالبات زر میں تخفیف کی تحریک پر حزب اقتدار اور حزب اختلاف میں اتفاق ہوا ہے۔

۱۔ مطالبہ زر نمبر 1 ---- مالیہ اراضی

۲۔ مطالبہ زر نمبر 21 --- تعمیرات آبپاشی

۳۔ مطالبہ زر نمبر 8 ---- عدل گستری

۴۔ مطالبہ زر نمبر 4 ----- جنگلات

۵۔ مطالبہ زر نمبر 12 ----- زراعت

ان پر ہمیں کٹ موشنز موصول ہوئی ہیں اور ان پر بات ہوگی۔ اب ہم ضمنی میزانیہ بابت سال 95-1994ء پر موصول شدہ تخفیف کی تحاریک پر کارروائی کا آغاز کرتے ہیں یہ کارروائی ایک بجے تک جاری رہے گی بعد ازاں قاعدہ نمبر 113 کے تحت گیلوٹین apply کرکے ہم مطالبات زر پر رائے شماری شروع کردیں گے

جناب ایس۔اے حمید ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر! میں ایک بہت ہی اہم محاذ عامہ کا مسئلہ آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔ آپ نے پچھلے اجلاس میں ایک رولنگ دی تھی کہ انٹی کرپشن کمیٹیوں کے نام پر جو ممبران جگہ جگہ کرپشن کے مرتکب ہو رہے ہیں ان کی تختیوں کے بارے میں آپ نے ہوم سیکرٹری اور آئی۔جی پنجاب کو یہ ڈائریکٹو دیا تھا کہ وہ تمام کی تمام اتار دی جائیں اس کے علاوہ اور بھی غیر ضروری تختیوں کو اتارا جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج تک اس بارے میں کسی قسم کا کوئی عمل نہیں ہوا بلکہ اب تو موٹر سائیکلوں سکوٹروں پر اور ویگنوں پر بھی یہ تختیاں لگ چکی ہیں اور جناب والا! یہاں پر انٹی کرپشن کے ہمارے مشیر غلام عباس صاحب ہیں ان کا اپنا notification نہیں ہوا وہ بھی غیر قانونی طور پر یہ یول استعمال کر رہے ہیں اور پورے پنجاب میں جگہ جگہ یہ تختیاں پولیس کو دھوکہ دینے کے لیے فراڈ کرنے کے لیے وارداتیں کرنے کے لیے اور بلیک میل کرنے

کے لیے استعمال ہو رہی ہیں اور انٹی کرپشن کے یہ ممبر پورے پنجاب میں دہشت گردی پھیلا رہے ہیں اس لیے میں یہ چاہوں گا کہ آپ کی جو اپنی رولنگ ہے اس پر عملدرآمد کرنے کے لیے آپ فوری طور پر احکامات صادر فرمائیں اور اس ایوان کے استحقاق کے پیش نظر اور قانون کی بالادستی کے لیے آپ ضروری اقدامات کریں۔ شکریہ جناب۔

جناب عبدالرشید بھٹی: جناب والا! کنے افسوس دی گل اے کہ حالی دس پندرہ منٹ پہلے عوام دی حاکمیت تے عوام دا پتا نہیں کیہ کیہ ذکر ہو رہیا سی تے سارا ہاؤس ایس گل تے متفق سی کہ اصل عوام ای حاکم نیں۔ اگر کسے دوست نوں یا ورکر نوں انتظامیہ دی طرفوں تھوڑی بہتی سہولت دتی گئی اے کہ اگر کوئی سرکاری ملازم کرپشن کردا اے تے اوہدے وچ مداخلت کرے۔ میرے کسے دوست نوں اوہدے اتے اعتراض نئیں کرنا چاہی دا۔ ایہہ وی عوام دی حاکمیت والے زمرے وچ ای آؤندا اے۔ انٹی کرپشن کمیٹیاں ملک نوں نئیں لٹ رہیاں۔ لٹن والے ہور لوگ نیں۔ میں جناب ایس اے حمید صاحب نوں عرض کراں گا کہ جیہڑے اصل معاملات نیں اوہناں اتے غور کریئے۔ ایہناں چھوٹے چھوٹے مسئلیاں وچ نہ الجھو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مسئلہ یہ ہے کہ جب ہم قانون کی عملداری چاہتے ہیں تو وہ ہر طرف یکساں لاگو ہو گی اس میں یہ نہیں ہو گا کہ ہم بیورو کریسی کو تو اس کی لپیٹ میں لیں اور ہم سیاستدان یا عوام کو کہیں کہ یہ مبرا ہے ان پر عملداری نہیں ہو گی۔ قانون سب کے لیے بالا ہے برابر ہے چاہے کوئی بھی ہو۔ میرے خیال میں حنیف رامے صاحب نے یہ رولنگ دی تھی۔ انہوں نے بھی یہ کہا تھا کہ یہ جو بھی غیر قانونی کام ہے وہ نہیں ہونا چاہیے لہذا میں بھی ان ہی رولوں کی مزید support کرتے ہوئے انتظامیہ کو یہ ہدایت کرتا ہوں کہ جہاں بھی ان کو ایسی بات نظر آئے کسی نے بھی تختی لگائی ہو چاہے وہ کوئی سیاستدان ہو چاہے وہ عوام سے تعلق رکھتا ہو چاہے وہ کسی انتظامیہ کا رکن ہو دو دن کے اندر فوری طور پر کارروائی کر کے وہ تختیاں اتار دی جائیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! پہلے بھی جب یہ اسمبلی تھی تو اس وقت بھی میں نے ایک نکتہ اٹھایا تھا۔ آج بھی جناب کی گوش گزار کرتا ہوں کہ تمام ایوان بشمول جناب کے مجھے یہ بتایا جائے کہ کس قانون کے ذریعے ایم۔این۔اے اور ایم۔پی۔اے صاحبان پلیٹیں لگاتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیے۔ میری observation آ گئی ہے میں نے یہی کہا ہے کہ قانون کے

مطابق چاہے کسی کے بھی لگی ہو چاہے ہماری لگی ہو -----

چودھری محمد وصی ظفر ، یہ جو ہمارے بھائی ایم-پی-اے' ایم-این-اے اور سینیٹر پلیٹیں لگاتے ہیں وہ بھی غلط ہے جناب -----

جناب ڈپٹی سپیکر ، سب کچھ ہو گا اگر قانون کے مطابق نہیں ہے -----

چودھری محمد وصی ظفر ، آپ ہدایت دیں کہ یہ غیر قانونی ہیں یہ اتار دی جائیں۔ یہی تو میں نے کہا ہے کہ اتار دی جائیں اور وہ خود اتارلیں اگر نہیں اتارتے تو پھر انتظامیہ اتارے گی کیونکہ ہم کوئی قانون سے بالا تر نہیں ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے۔

جناب عبدالرشید بھٹی ، جناب ایہہ دسے وچ کہڑا قانون involve ہے گا ایہہ تے ذرا سانوں دسو تا کہ سانوں پتا لگے۔

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر اگر اجازت ہو تو میں عرض کروں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ اب تو میں نے رولنگ دے دی ہے۔

جناب ایس اے حمید ، جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ تختی لگانے کا ایم-پی-اے کو بھی اختیار نہیں ہے اور اس بارے میں میں نے تحریک دی تھی -----

جناب ڈپٹی سپیکر، اس کی بھی اترنی چاہیے۔

جناب ایس اے حمید ، اور تمام تختیاں اتاری جائیں۔ کسی جج کو کسی ایم-پی-اے کو کسی ایم-این-اے کو اور کسی سینیٹر کو اختیار نہیں ہے قانون اس کی اجازت نہیں دیتا اس لیے یہ جو رسم و رواج ہے اسے آج سے ختم کیا جائے۔

چودھری محمود اختر گھمن ، Sir, there is notification to this effect کہ ایم - پی - اے اور ایم - این - اے اپنی گاڑی پر پلیٹ لگا سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ وہ تو علیحدہ notification ہو گا۔ اس وقت تو قانون کی بات ہے۔

چودھری محمود اختر گھمن ، نہیں جناب There is a notification.

جناب ڈپٹی سپیکر ، وہ ایک علیحدہ بات ہے۔ وہ ہم علیحدہ کرا لیں گے لیکن اس وقت جو قانون ہے اس کو موثر بنانے کے لیے یہ کارروائی ہونی چاہیے۔

جناب محمود اختر گھمن ، جناب notification کی کاپی موجود ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، چلیں جی ۔ اب ہم آگے چلتے ہیں ۔

جناب امان اللہ خان بابر، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ابھی آپ ہمیں آگے چلنے دیں ۔

جناب امان اللہ خان بابر ، جناب سپیکر! میں ایک اہم نکتے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، تو مجھے کیا۔ اگر آپ نے یہ دن اسی طرح پوائنٹس آف آرڈر پر رکھنا ہے تو میں تو حاضر ہوں۔ جی امان اللہ خان صاحب۔

جناب امان اللہ خان بابر، جناب سپیکر! یہ جو پنجاب میں پل ہیں اور جن پر ٹول ٹیکس وصول کیا جاتا ہے اس پر واضح حکم نامہ لکھا ہوا ہے کہ ایم۔پی۔ایز' ایم۔این۔ایز اور ممبران سینٹ مستثنیٰ ہیں وہ ایک notification کے تحت وہاں پیسے نہیں دیتے وہ وہاں سے گزر جاتے ہیں یہ ایک باقاعدہ notification ہے وہ ایسے نہیں ہے کہ un-elected ممبر ممبر انٹی کرپشن کی پلیٹ لگا کر کرپشن کرتے پھریں ۔ ان کا ایک الگ notification ہے جس کی ایک تختی آپ جناب راوی کے پل پر دیکھ سکتے ہیں۔

چودھری خادم حسین، جناب والا! میں آپ کا شکرگزار ہوں۔ میں بھی یہی بات کرنے والا تھا۔ 1985ء میں ہمیں یہ notification ملا تھا کہ آپ ایم ۔ پی ۔ اے کی بیضوی شکل کی پلیٹ اپنی گاڑی پر لگا سکتے ہیں ۔ مگر آپ نے ابھی جو حکم فرمایا ہے کہ سب کی پلیٹیں انتظامیہ اتروائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہی تو بات ہے ۔ میں نے کہا ہے کہ قانون کے مطابق جو ہیں ان کو رہنے دیا جائے اور جو غیر قانونی ہیں وہ اتار دی جائیں ۔ میں نے یہ لفظ کہا ہے اب میں یہاں سارا قانون تو بیان نہیں کر سکتا۔ مجاز اتھارٹی دیکھے گی کہ یہ قانون کے مطابق ہے یا نہیں ہے ۔

چودھری محمد وصی ظفر، میری گزارش یہ ہے کہ بات نوٹیفکیشن کی نہیں ہے ۔ بات یہ ہے کہ نوٹیفکیشن کس قانون کے تحت ہے ۔ میں نے قانون کی بات کی ہے ۔ نوٹیفکیشن کسی قانون کے تحت ہو ۔ یہ نہ ہو کہ کسی وقت کے ہوم سیکرٹری ہیں تو جنگل کے بادشاہ ہیں کہ جو مرضی نوٹیفکیشن جاری

کر دیں۔ یہ کس قانون اور کس استحقاق کے تحت کیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں یہاں قانون کی interpretation کے لیے نہیں ہوں۔ میں نے ایک observation دی ہے۔ اس کے مطابق وہ اس کا فیصلہ کریں گے۔

چودھری محمود اختر گھمن، جناب والا! اس کو عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! میرے فاضل دوست نے جو بات کی ہے کہ ہمیں قانونی طور پر تختیاں لگانے کی اجازت ہے۔ میں اس کی وضاحت کرنا چاہوں گا۔ --------

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات سنیں۔ میں نے ایک بات کر دی ہے اور بات ایک دو فقروں میں ہی ہو جاتی ہے۔ اب اس پہ قانون کی توضیح، تشریح اور یہ کہ یہ قانون کے مطابق ہے یا نہیں ہے اس کے لیے مجھے استحقاق نہیں ہے کہ میں قانون کی توضیح کروں۔ اس کے لیے مختلف لوگ ہیں جنھوں نے اس پر عمل کرانا ہے۔ وہ دیکھیں گے کہ قانون کے مطابق کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔

جناب ایس اے حمید، آپ نے جو کچھ فرمایا وہ اپنی جگہ پر بالکل جامع ہے۔ میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ 1985ء میں ایک ڈائریکٹو تھا جس کے تحت ایم پی اے ایم این اے صاحبان تختی لگا سکتے ہیں۔ صرف State Function پر ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ قانون کوئی نہیں اور قانون کے نہ ہونے کی وجہ سے اس تمام سسٹم کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے۔ میں اپنے بھائیوں کے لیے یہ وضاحت کرنی چاہتا ہوں کہ اس کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ قانون اس کی اجازت دیتا ہے۔

مطالبہ زر نمبر 1

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر 1 پیش کریں۔ لاء منسٹر صاحب، آپ پیش کریں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر،

> میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک ضمنی رقم جو 37 لاکھ 63 ہزار 3 سو سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1995ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ

ایک ضمنی رقم جو 37 لاکھ 63 ہزار 3 سو سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1995ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔

Mr Taj Muhammad Khanzada: I oppose it.

جناب ڈپٹی سپیکر، مطالبہ زر نمبر 1 تخفیف زر کی تحریک جناب تاج محمد خانزادہ کی طرف سے ہے۔

جناب تاج محمد خانزادہ، میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ

37 لاکھ 63 ہزار 3 سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 1 مالیہ اراضی کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ

37 لاکھ 63 ہزار 3 سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 1 مالیہ اراضی کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب والا! I oppose it.

جناب ڈپٹی سپیکر، خانزادہ صاحب اس پر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

جناب تاج محمد خانزادہ، میں کافی دیر تک غازی بروتھا سکیم ہائیڈل پاور کے اوپر بات کرتا رہا اور آج بھی خیال یہی تھا کہ اس کے salient points جو کہ بڑے اہم ہیں۔ یہاں سے آپ کو بجلی 1450 Kw 45 پیسے فی یونٹ کے حساب سے پیدا ہو گی۔ اس کی تفصیلات بھی میں نے بیان کیں لیکن افسوس ہے کہ میرے بہت سے دوست حاضر نہیں تھے۔ اس واسطے اگر میں اس کو دہراؤں گا تو آپ کا وقت زیادہ لگے گا۔ اس لیے میں دو تین چھوٹے چھوٹے پوائنٹس آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ ساری دنیا میں یہ ایک پہلی سکیم ہے کہ جس کا The longest channel and the biggest volume of water will be produced for 1450 KW of electricity at almost negligible price i.e.

at the price of 40 paisa per unit. آپ کی بائیڈل پاورز ہیں۔ ان کے مقابلے میں یہ سکیم feasible اور viable ہے اور کاش کہ یہ سکیم بیس سال پہلے مکمل ہوئی ہوتی۔ اس سکیم کے بننے سے مئی اور جون میں جو لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے جب کہ آپ اریگیشن کے لیے water reservoir میں پانی preserve کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے لیے خوراک کی قلت کو پورا کرنے کے لیے آبپاشی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اس سکیم کے بننے سے مئی اور جون کی لوڈ شیڈنگ کی بدبختی سے ہمیں نجات مل جائے گی۔ اس سکیم پر جو لاگت کا تخمینہ ہے کہ 46 بلین لگایا گیا ہے یہ ساری قیمت 370 دن میں پوری ہو جائے گی۔ اور اس سکیم کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں silting نہیں ہو گی۔ تربیلا ڈیم اور منگلا ڈیم کا تو ڈر ہے کہ اگر silting ہو جائے تو آپ کی سکیم اور بجلی کی پیداوار میں بہت کمی ہو سکتی ہے۔ یہ ایسی سکیم ہے کہ جس کے بارے میں دنیا کے ماہرین نے یہ کہا ہے کہ اس کی زندگی لامحدود ہو گی۔ جناب والا! یہ تو سب ہوتا رہے گا لیکن جو چیز میں اس ایوان کے سامنے لانا چاہتا ہوں جس کے بارے میں میں نے کل بھی کہا تھا وہ یہ ہے کہ اس سکیم سے انیس ہزار لوگ متاثر ہوں گے۔ جن غریبوں کی زمین لی جاتی ہے اس میں بڑے لینڈ لارڈ کوئی نہیں ہے۔ کوئی دس کنال کا مالک ہے، کوئی پانچ کنال کا مالک ہے، کوئی بیس کنال کا مالک ہے۔ اس میں تھوڑی زمین ہے جو کہ بہت زرخیز ہے جو کہ علاقہ چھچ اور حضرو میں ہے۔ اس کے بعد ساری بنجر زمین ہے۔ یہ چینل 52 کلو میٹر لمبی ہو گی۔ اور سب سے اچھی بات جو ہے وہ یہ ہے کہ اس کے لیے جو پانی دریائے سندھ سے آئے گا وہ حضرو پر آکر دریائے سندھ میں مل جائے گا۔ اس واسطے جہاں پر ڈاؤن سٹریم پانی کی ضرورت ہے وہاں پر ان کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جس کا apprehension دوسرے صوبے سرحد اور سندھ ظاہر کر رہے ہیں کہ اگر کالا باغ ڈیم بن گیا تو ہمیں یہ نقصان پہنچے گا۔ اس بات سے میں اتفاق نہیں کرتا کہ نقصان پہنچے گا۔ نقصان کوئی نہیں پہنچے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ کل میں نے کالا باغ کے بارے میں چند باتیں کہیں جس میں نے خاص طور پر صوبہ سرحد کے لوگوں کا نقطہ نظر آپ کے سامنے پیش کیا۔ صوبہ سرحد کی حکومت ابھی تک اس کی کیوں مخالفت کر رہی ہے۔ آج مجھے بہت افسوس ہوا کہ ایک غیر ذمہ دار صحافی نے لکھ دیا ہے کہ خانزادہ صاحب نے کالا باغ ڈیم کی مخالفت کی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ کالا باغ ڈیم کی مخالفت کرنا اپنے ملک سے زیادتی کرنی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کالا باغ ڈیم بنے۔ اور جتنا جلدی بنے اچھا ہے۔ لیکن میں نے یہ بھی کہا تھا کہ جب تک کالا باغ کا جھگڑا ختم نہیں ہوتا بھاشا

سکیم جس کے بارے میں ورلڈ کنسلٹنٹ عرصہ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ بھاشا کی تحقیق کریں۔ خدا را کالا باغ کے ساتھ ساتھ بھاشا ڈیم کی feasibility بھی بنائیں۔تا کہ اگر ایسے واقعات پیدا ہوں کہ جہاں آ کر کالا باغ کا بننا ممکن نہ ہو تو کم از کم پنجاب کے عوام کو بجلی اور irrigation کے لیے پانی مہیا کیا جا سکے۔ جناب والا! پنجاب وہ صوبہ ہے 'جو کہ which was called the granary of India. We were exporting foodgrain. کتنے افسوس کی بات ہے کہ پنجاب کا وہ خطہ جو کہ deficit تھا جو آج ہندوستان کا حصہ ہے 'جہاں پر آج سکھ ہیں وہ تو surplus ہو گیا اور جو ہمارا surplus علاقہ تھا وہ آج deficit ہو گیا اور ہم لاکھوں ٹن گندم باہر سے منگوا رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ کہتا ہوں کہ میانوالی اور down-stream کے جو arid areas ہیں' ان backward areas کو fertile بنانے کے لیے ہم وفاقی حکومت کو کہتے ہیں کہ آپ بھاشا کی بھی investigation کریں' للہ آپ پنجاب 'سرحد اور سندھ والوں کے ساتھ بھی negotiate کریں تا کہ ان کی خوشنودی کے ساتھ ہم کالا باغ کی execution کر سکیں ۔ جناب والا ! ہم نے یہ کہا تھا کہ کالا باغ کی جو original height تھی جس کے واسطے نوشہرہ میں dykes بنانے پڑے تھے اس کو اتنا reduce کریں کہ پٹھانوں کی جو heritage ہے 'یہاں پر ان کا جو culture ہے وہ محفوظ ہے۔ جب سب سے پہلے افغانستان سے یہ لوگ آئے تو یہ سب اسنگر کے علاقے میں پہلے آباد ہوئے ۔ اس کو اتنا reduce کریں کہ backlash کی وجہ سے ان کا جو cultural heritage ہے وہ destroy نہ ہو ۔ یہ ایک منٹ کے لیے بھی ہم نہیں سوچ سکتے ہیں کہ ہم کالا باغ کی مخالفت کریں گے اور میرے خیال میں جس نے یہ لکھا ہے یہ صحافت میں cheap شہرت کی ایک typical مثال ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ قوم کو جو salient factores ہوتے ہیں وہ نہیں دکھائے جاتے' قوم کو دکھانا چاہیے ' اور ہمارے وہ ساتھی جن کو fact & figures کا علم نہیں ہے انھیں educate کرنا چاہیے لیکن یہ چیزیں اخبار میں نہیں آتیں۔ کراچی میں اگر کسی لڑکی کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے تو پھر بڑی بڑی سرخیاں لگ جاتی ہیں' یہاں پر دو آدمیوں کو کوئی پولیس والے ڈنڈے مارتے ہیں تو اس پر بڑے بڑے تراشے چھپ جاتے ہیں' اگر کسی ایم۔پی۔اے کے ساتھ کچھ ہو جاتا ہے' کسی بیورو کریٹس کے ساتھ کچھ ہو جاتا ہے تو بڑی بڑی خبریں لگ جاتی ہیں۔ خدارا آزاد صحافت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ جو جی میں آئے لکھ دیں--- ٹھیک ہے آپ جو مرضی لکھ سکتے ہیں' مجھے یہ بھی علم ہے کہ پریس کے لوگ ذمہ دار ہیں' یہ

intellectual لوگ ہیں، اس قوم کے وفادار ہیں، محب وطن ہیں لیکن للہ آپ اپنے propaganda میں ان چیزوں کو encourage کیجیے جہاں پر قوم کے اتفاق، اس کی بہبودی اور اس کی اصلاح ہو اور آپس میں اتفاق ہو۔ اگر کہیں مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے دو آدمی لڑ پڑتے ہیں تو بڑے بڑے تراشے نکل آتے ہیں کہ اوہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کا آپس میں جھگڑا ہو گیا ہے، لوگ مر گئے ہیں، تباہی ہو گئی ہے، پاکستان ٹوٹنے والا ہے۔ جناب والا! یہ کیا باتیں کرتے ہیں؟ ہم سب پاکستان کو توڑنے والے نہیں ہیں۔ ہم سب پاکستان کے لیے جان دینے کے لیے تیار ہیں۔ آپ یہ باتیں کیوں کرتے ہیں؟ جناب سپیکر! میں اپنی بات ختم کرنے سے پہلے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو زمین آپ Brotha کے لیے لے رہے ہیں اس میں زیادہ حصہ، 5/6 حصہ اٹک کے غریب لوگوں کا ہے اور تھوڑا سا حصہ غازی کے پاس فرنٹیئر کا ہے۔ مجھے افسوس یہ ہے کہ غازی کے پاس فرنٹیئر اور پنجاب کے درمیان صرف ایک سڑک ہے۔ بائیں طرف فرنٹیئر ہے اور دائیں طرف پنجاب ہے۔ فرنٹیئر کی arid زمین کے لیے جس کا average 12 ہزار آیا وہاں پر گوہر ایوب، صابر شاہ کی حکومتوں نے ان لوگوں کو 78 ہزار روپے کنال زمین کی sanction کر کے notification بھی کر دیا ہے جبکہ ہماری بدقسمتی دیکھیے کہ ہمارے غریبوں کا average 42 ہزار نکلا۔ لیکن ہمارے ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر اور دوسرے صاحبان نے اس کو واپس کر کے 42 ہزار کو 16 ہزار کر دیا۔ میں مشکور ہوں بورڈ آف ریونیو کا، میں مشکور ہوں راولپنڈی کے کمشنر کا..... خوشامد نہیں کرتا۔ مجھے بورڈ آف ریونیو، یا کمشنر کی خوشامد کی ضرورت نہیں ہے - that is the last thing that will ever allow me to do لیکن factual position کو بتلانا میرا فرض ہے اور کل میں نے اسی واسطے کہا تھا کہ امید ہے کہ اس صوبے کے وزیراعلیٰ اپنے دفتر میں بیٹھ کر وہ سب کچھ سن رہے ہوں گے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ اور لوگوں کی خاطر وہ یہ ensure کریں گے کہ پنجاب کے لوگوں کے ساتھ انصاف ہو، ہمارے ساتھ اتنی بے انصافی نہ ہو۔ Brotha میں جو saving ہے وہ 9 کروڑ روپے روزانہ کی ہے۔ اگر یہ ہائیڈل پاور اور تھرمل پاور کا مقابلہ کریں اور اگر یہ تھرمل پاور ہوتا تو آپ کو 9 کروڑ روپے کا روزانہ صرف تیل خرچ کرنا پڑتا لیکن یہاں پر آپ کا ایک ٹیڈی پیسہ بھی خرچ نہیں ہوتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تاج محمد خان زادہ صاحب! آپ نے جو یہ cut motion دی ہے یہ مطالبہ مالیہ اراضی سے متعلق ہے۔ کیا اس مد میں کہیں Ghazi Brotha یا بھاشا وغیرہ کا ذکر ہے یا اس مد میں

اس کے لیے کوئی پیسے مختص کیے گئے ہیں؟ آپ نے جو کٹوتی کی تحریک دی ہے یہ صرف 37 لاکھ 63 ہزار کی کی ایک مد مالیہ اراضی کی ہے۔ اسی پر آپ نے اپنی کٹوتی کی تحریک دی ہے---

جناب تاج محمد خان زادہ، جناب والا! یہ ریونیو اور irrigation سے متعلق ہے۔ They both go hand in hand. They go together

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں ایسے نہیں ہے۔ اور میرے خیال میں اب ہم آگے چلتے ہیں۔

جناب تاج محمد خان زادہ، موہل صاحب میں نے وکالت پاس نہیں کی ہے۔ میں تو ایک سادہ مسلمان ہو۔ اور میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ زمین کی acquisition میں ہمارے اور فرنٹیئر کے لوگوں میں تفریق مت کریں۔ جو کچھ آپ ان کو دیتے ہیں، جن اصولوں پر آپ ان کو دیتے ہیں خدارا ہم بھی پاکستان کے باشندے ہیں اور اس علاقے کے رہنے والے ہیں جن کو دو وقت کا کھانا بھی میسر نہیں ہوتا۔ ہم آپ لاہور والوں جیسے نہیں ہیں جیسے آپ مرغے کھاتے رہتے ہیں۔ اور آپ اگر یہ نہیں چاہتے تو میں اپنی بات ختم کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ میرے بھائیوں نے سن لیا ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب متعلقہ وزیر اس کا جواب دیں گے۔ جی جناب نواب زادہ منصور علی خان!

وزیر مال (نواب زادہ منصور احمد خان)، شکریہ جناب سپیکر! پہلے تو میں یہ عرض کر دوں کہ میرا نام منصور احمد خان ہے۔ جبکہ مجھے بار بار منصور علی لکھا جاتا ہے اور پکارا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی بہتر ہے۔ اصل میں آپ کے کارڈ پر بھی منصور علی خان تھا۔

وزیر مال (نواب زادہ منصور احمد خان)، جناب یہ بادشاہ لوگ بیٹھے ہیں جس طرح چاہیں لکھ دیتے ہیں۔ جناب والا! اپوزیشن کے فاضل ممبر محترم تاج محمد خان زادہ نے جو تحریک تخفیف ضمنی تخمینہ جات برائے سال 95-1994ء بابت لینڈ ریونیو پیش کی ہے۔ یعنی 37 لاکھ 63 ہزار 3 سو روپے کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے، یہ ان کی تحریک ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک ناقابل پذیرائی اور بلا جواز ہے۔ اس کی تفصیل میں ایوان کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ اس رقم کی ہمیں کیوں ضرورت پڑی؟ جناب والا، اس میں چار مدیں ہیں۔ colonization میں ہمیں 28 لاکھ 37 ہزار ایک سو روپے کی اس لیے ضرورت پیش آئی کہ ملازمین کی تنخواہوں میں 35 فی صد اضافہ کر دیا گیا تھا لہٰذا ان اضافی

اخراجات کی ہمیں ضرورت پڑی ۔ لینڈ ریکارڈ ریونیو اکیڈمی کے لیے پانچ ہزار روپے ۔ یہ ایک پرانی گاڑی کی مرمت کرانے کے لیے ہمیں درکار تھے ۔ لینڈ ریکارڈ ڈسٹرکٹ چارجز اور اشتمال اراضی ڈسٹرکٹ چارجز میں 60 ہزار 9 9 سو پچاس اور 8 لاکھ 60 ہزار 2 سو پچاس روپے ۔ اس میں ' میں یہ عرض کر دوں کہ consolidation کے لیے ہم نے دو نئی گاڑیاں خریدیں اور کچھ پرانی گاڑیوں کی مرمت کروائی ٹیلی فون بجلی اور پٹرول ' ڈیزل کے اخراجات تھے اور اس کے علاوہ ڈسٹرکٹ کورٹس ' ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں جو litigation کے معاملات تھے وہاں سرکاری ملازمین کو بھیجنے کے لیے یہ اخراجات برداشت کرنے پڑے ۔ تو یہ کل 37 لاکھ '63 ہزار ' 300 روپے کے نہایت ضروری اخراجات ہیں ۔ جناب سپیکر! ان میں کسی قسم کی کٹوتی کی گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی ان میں کوئی ترقیاتی اخراجات شامل کیے گئے ہیں۔ جناب والا! میں خاص طور پر ایک بات ایوان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ریکوری کی مد میں ہم نے اس سال نمایاں کارکردگی دکھائی ہے اور اس مد میں ہماری ریکوری کی پوزیشن 94 فی صد ہے یہ پچھلے سال 84 فی صد تھی اس سال یہ 94 فی صد کی figure پہلے سے بہت بہتر ہے۔ جناب والا! میں اس میں تھوڑی سی تفصیل عرض کرنا چاہتا ہوں کہ محترم خانزادہ صاحب نے غازی بروتھا کا ذکر کیا ہے ۔ جناب والا! اس کٹ موشن سے غازی بروتھا کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ اریگیشن ڈیپارٹمنٹ کا تو ہو سکتا ہے لیکن لینڈ ریونیو کا نہیں ہو سکتا۔ جناب والا! جس تحریک کی میں اس وقت مخالفت کر رہا ہوں اس میں کسی قسم کے ترقیاتی اخراجات شامل نہیں ہیں اور جو ہماری ریکوری پوزیشن ہے میں وہ بھی ایم پی ایز صاحبان کی خدمت میں عرض کروں کہ ٹوٹل 34 کروڑ ' 38 لاکھ ' 37ہزار ' 900 روپے کی رقم arrear تھی اور ہم نے یعنی موجودہ حکومت نے اس کی جو وصولی کی ہے یہ 72 کروڑ اور 90 لاکھ سے کچھ اوپر ہے اس طرح یہ ریکوری تقریباً 94 فی صد بنتی ہے ۔ جناب والا! اس کے علاوہ ہمارے پاس لینڈ ریونیو میں کل 11 مدیں ہیں جن میں

forest reserve and grazing land, charges of administration superintendent, land reclamation, land protection, survey and settlement and record operation, colonization, land record superintendent. land record revenue academy, land record basic charges, assignment and compensation, consolidation of land holdings superintendents, consolidation of land holdings district charges.

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر : جی، نوابزادہ صاحب! جاری رکھیے۔

وزیر مال : جناب سپیکر! میں اکاؤنٹس کے کچھ ہیڈز بتا رہا تھا کہ لینڈ ریونیو ریکوری کے حوالے سے ہمارے پاس کل 12 مدیں ہیں - جن میں land revenue development cess, fee for consolidation of holdings, rent of agricultural state land for a single year or for a fixed number of years' leases

Mr. Speaker: I call the House to order

Minister for Revenue: grazing dues, rent of shops or other sites, nazool buildings and land, revenue talbana mutation fee, copying and inspection fee of patwari record, copying fee for preparation of produce statement, examination fee from Naib Tehsildar Qanoongo and Patwari, collection fee at the rate of 2% of the amount recovered as arrears of land revenue under section 115(a)of the Punjab Land Revenue Act, 1967.

جناب والا! تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس مقدس ایوان کو تمام تفصیلات سے آگاہ کیا ہے اور میری یہ استدعا ہے کہ لینڈ ریونیو کی اس ضروری رقم کو یہ ایوان منظوری بخشے - شکریہ

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے کہ

37 لاکھ ' 63 ہزار ' 300 روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 1 مالیہ اراضی کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے کہ

ایک ضمنی رقم جو 37 لاکھ ' 63 ہزار ' 300 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1995ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مالیہ

اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر 21

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب مطالبہ زر نمبر 21 پیش کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ

ایک ضمنی رقم جو 57 کروڑ، 92 لاکھ، 63 ہزار 370 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1995ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیرات آبپاشی برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

ایک ضمنی رقم جو 57 کروڑ، 92 لاکھ، 63 ہزار، 370 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1995ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیرات آبپاشی برداشت کرنا پڑیں گے۔

جناب ایس اے حمید اور سید تابش الوری: ہم oppose کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: مطالبہ زر نمبر 21 میں تخفیف کی ایک تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ سردار حسن اختر موکل، جناب انعام اللہ خان نیازی، سید تابش الوری، رانا محمد اقبال خان۔ رانا محمد اقبال خان اپنی تخفیف کی تحریک پیش کریں گے۔

رانا محمد اقبال خان: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

57 کروڑ، 92 لاکھ، 63 ہزار 370 روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 21 تعمیرات آبپاشی کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

۵۷ کروڑ ۹۲ لاکھ ۶۳ ہزار ۳۷۰ روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر ۲۱ تعمیرات و آبپاشی کو کم

کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : اب میں اس تحریک کے محرک کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔ جناب رانا محمد اقبال

رانا محمد اقبال خان : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

جناب سپیکر! محکمہ آب پاشی جو کہ پنجاب کی معیشت اور پنجاب کے کاشت کاران کی حالت کو بدلنے کے لیے انتہائی اہم کردار ادا کرتا تھا لیکن ہمیں افسوس ہے کہ یہ محکمہ اب پنجاب کے کاشت کاروں کو ان کی اراضی کو سیراب کرنے میں ناکام رہا ہے۔ جناب سپیکر! میں اس کی مثال اس طرح سے دیتا ہوں کہ ضلع قصور میں tail کے کسی بھی دیہات میں تشریف لے جائیں یقین جانیے کہ وہاں کی فصلات کو پانی دینا تو در کنار اس علاقے کے بسنے والے کاشتکاروں کے مویشیوں کو بھی پانی نہیں مل رہا۔ جناب سپیکر! ہمیں اعتراض نہیں کہ محکمہ آبپاشی ان رقوم کو خرچ نہ کرے لیکن ہم نے دیکھنا یہ بھی ہے کہ ہمارے اس محکمے نے پنجاب کے کاشت کاران کو جن کو ملکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کا نام دیا جاتا ہے اس کے لیے کیا کیا ہے؟ جناب والا! بنیادی طور پر ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے اور میں جناب وزیر اعلیٰ صاحب کی توجہ بھی اس طرف مبذول کرواؤں گا کہ ہاؤس میں جب پہلی مرتبہ انہوں نے تقریر فرمائی تو اسی دوران میں کاشتکاران کے لیے انہوں نے فرمایا تھا کہ موجودہ آبیانہ کی شرح جو کاشت کاران پر بھاری بھرکم بوجھ ہے ہم اس کو ختم کریں گے۔ لیکن مجھے اس کا افسوس ہے کہ ختم ہونے کی بجائے اس میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ جناب سپیکر! دیہات کی ۵۳ فیصد آبادی جو کہ زراعت سے منسلک ہے اور ہمارے اس راجباہ نیاز بیگ پر ۲۶ ٹیوب ویل Grow More Food سکیم کے تحت نصب کیے گئے لیکن افسوس کی بات ہے کہ ان میں سے ایک بھی چالو حالت میں نہیں ہے اور ستم ظریفی یہ دیکھیے کہ ان کاشت کاران پر اسی طرح سے واٹر ٹیکس بھی لگایا جا رہا ہے اور وصولی بھی کی جا رہی ہے جب کہ اس سہولت سے قطعی طور پر ایک بوند بھی میسر نہیں۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں نئی ہونے والی سازش کی بھی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے پیشتر بھی اپنے ایک اخباری بیان میں عرض کی تھی اور اس وقت وزیر اعلیٰ صاحب اتفاق سے تشریف فرما ہیں۔ وزیر آب پاشی تو شاید اس وقت نظر نہیں آ رہے۔

جناب سپیکر! نہری پانی کو ' اب آئی ایم ایف کی طرف سے ایک تجویز پیش کی گئی ہے جو

کہ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان اور پنجاب کے کاشت کاران کے خلاف زیادتی اور ملک کے خلاف ایک بہت بڑی سازش ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس ملک کے نہری نظام کو بھی پرائیوٹائز کر دیا جائے۔ اگر یہ پرائیوٹائز کر دیا گیا تو یہ انتظام چند ہاتھوں میں چلا جائے گا۔ جس سے میں نہیں سمجھتا کہ ہم ملک کی خدمت کر پائیں گے بلکہ اس سے اس ملک کے کاشت کاران کو انتہائی نقصان پہنچے گا۔ چھوٹے کاشتکاران کا حال آپ کے سامنے ہے۔ جناب سپیکر! tail پر بسنے والے دیہاتیوں کا میں ذکر کروں گا کہ راجباہ نیاز بیگ پر بلوکی کے مقام پر لفٹ پمپ لگائے گئے ہیں۔ یقین جانیے دو سال سے وہ بند پڑے ہیں اور میں نے بارہا محکمے کو گزارش کی ہے کہ آپ خدا را ان کاشت کاران کی حالت کو دیکھیے ان پر رحم کیجیے اور ان کو چالو کیجیے۔ آج تک محکمے کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ کاشت کاران کی اراضی بنجر ہو رہی ہے۔ جناب والا! وزیر اعلیٰ صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ محکمے کو ہدایت فرمائیں کہ جو دو سال پہلے وہاں پر لفٹ پمپ لگائے گئے تھے' کبھی محکمہ کہتا ہے کہ ہمارے کنٹرول میں نہیں' کبھی وہ کہتے ہیں کہ کسی کے کنٹرول میں ہیں' کبھی کہتے ہیں کہ واپڈا والوں نے اس کا بل دینا ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ کاشت کاران سے تمام رقم وصول کی جاتی ہے۔ واٹر ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ محکموں کی آپس کی چپقلش کی وجہ سے کاشت کاران کو نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہوگی کہ ان حالات میں میری اس تحریک کو منظور فرمایا جائے اور کٹوتی کی اس تحریک کو منظور فرما کر اس رقم کو کم کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب سید تابش الوری۔ آج ذرا دریا کو کوزے میں بند کیجیے گا۔

سید تابش الوری:

اگرچہ ہے ہمارا اپنا انداز سفر تاریخ میں کرتے رہے ہم
جہاں چلنا تھا بے ہنگام دوڑے جہاں رُکنا تھا اکثر گر گئے

جناب سپیکر! تاریخ کا سفر ہو یا ہمارے سفر کی تاریخ .....

جناب سپیکر: تابش صاحب آپ احتیاط سے چلا کریں ناں۔

سید تابش الوری: میں خود بھی احتیاط سے چلنا چاہتا ہوں۔ جناب سپیکر تاریخ کا سفر ہو یا ہمارے سفر کی تاریخ .....

جناب انعام اللہ خان نیازی: شعر دوبارہ سنائیں۔

جناب سپیکر : نہیں نہیں ۔ آپ بعد میں ان سے مطلب سمجھ لیجیے گا۔

سید تابش الوری : یا ہمارے سفر کی تاریخ ہمارا قومی رویہ یہی رہا ہے کہ ہم تاریخ میں یا دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں یا گرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آج بھی غیر ملکی امداد ہو' قرضوں کا مسئلہ ہو' غیر ملکی حمایت مطلوب ہو ہم بغیر سوچے سمجھے دوڑ پڑتے ہیں اور جہاں قومی تقاضوں کے مطابق ہمیں ٹھہرنا ہو ہمیں رکنا ہو وہاں ہم گر پڑتے ہیں۔ جناب سپیکر بیرونی قرضوں اورمشوروں کے حوالے سے اس وقت ہمارا نہری نظام نج کاری کے عظیم خطرے سے دو چار ہے۔ آپ سے بہتر کون جانتا ہے کہ پنجاب بنیادی طور پر ایک زرعی صوبہ ہے اور اس کی معیشت کا بیشتر انحصار زراعت پر ہے۔ زراعت کے لیے آبپاشی خون کی سی حیثیت رکھتی ہے مگر ہم زراعت اور آبپاشی کو مسلسل نظر انداز کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر پاکستان میں دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام موجود ہے اور پاکستان میں نہری نظام کا بڑا حصہ پنجاب کے طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے۔

مجموعی طور پر صوبے میں چودہ بیراج اور ہیڈ ورکس اور ۲۳ ہزار میل نہریں ہیں۔ مگر دنیا کا یہ عظیم نہری نظام تباہی و بربادی کے خطرے سے دوچار ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ غیر ملکی قوتیں اور ماہرین اپنے قرضوں کی وصولی کے لیے ملک میں نئے نئے مالی وسائل پیدا کرنے کے شوق میں سالہا سال سے مروج ہمارے اقتصادی' مالی' زرعی اور معاشی نظاموں کو تہس نہس کرنے پر تل گئے ہیں۔ جناب والا! تباہی کے اس سلسلے کی تازہ کڑی آئی ایم ایف کی یہ ہدایت ہے کہ ہمارے نہری نظام کو سرکاری نگرانی سے نکال کر پرائیویٹائز کردیا جائے تاکہ اپنی امداد آپ کے تحت نہریں بہتر بنائی جاسکیں اور پانی کی فروخت سے حکومت کی آمدنی میں اتنا اضافہ ہوجائے کہ بیرونی قرضے ادا کرنے کی پوزیشن ملک کو میسر آ سکے۔ جناب والا! پنجاب کے آبپاشی کے ماہرین نے اس مشورے اور ہدایت کی پوری قوت سے مخالفت کی ہے۔ لیکن وفاق نے آئی ایم ایف کے اصرار پر سرتسلیم خم کردیا ہے اور پنجاب کے نہری نظام کو نجکاری کے سپرد کرنے کا حکم جاری فرما دیا ہے۔ تاہم ابھی تجربے کے طور پر اس مقصد کے لیے پنجاب کی ایک بڑی نہر منتخب کی گئی ہے۔ یہ آغاز ہو رہا ہے پنجاب کے نہری نظام کو نیلامی پر چڑھانے کا۔ منصوبے کے تحت تمام نہروں کو نیلام کرکے ٹھیکے داروں کے حوالے کیا جائے گا۔ جو نہروں کی دیکھ بھال بھی کریں گے اور ضرورت مند کاشت کاروں کو گھنٹے اور منٹ کے حساب سے پانی فراہم کیا کریں گے۔ جناب والا! وفاقی اور صوبائی حکومتیں مالی منفعت کے لیے زندگی اور ملک کے تمام وسائل پر تقریباً

taxation یا دوسرے طریقوں سے مکمل کنٹرول حاصل کرچکی ہیں۔ صرف ہوا اور پانی تو ایسی نعمتیں ہیں جو قدرت نے ہمیں وافر عطا کی ہیں۔ پانی تو بیچا جاچکا اب ہوا کی فروخت باقی ہے۔ جناب والا! اگر ایسا ہو گیا تو پی پی کے منشور کے مطابق ملک میں واقعی کوئی غریب نہیں رہے گا۔ پانی مادر وطن کے دودھ کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیا آپ ماں کا دودھ بیچنا چاہتے ہیں' کیا آپ پنجاب کی لہلہاتی ہوئی کھیتیوں کو ویران اور بنجر کرنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ پنجاب کی غذائی اور زرعی برتری کے خاتمے کی سازش میں شامل ہو رہے ہیں۔ جناب والا! پنجاب اور اس کے عوام کو خبردار ہونا ہوگا۔ کہ وہ اپنے حال اور مستقبل کو محفوظ کرنے کے لیے آگے بڑھیں کیونکہ موجودہ حکمران اپنے داخلی خلفشار اور انتشار کے سبب پنجاب کے حقوق کا تحفظ کرنے میں ناکام ہوگئے ہیں۔ جناب والا! نہری نظام کی نجکاری پنجاب کی زرعی و معاشی شاہ رگ کاٹنے کے مترادف ہوگی۔ ٹھیکیداروں اور نجکاروں نے پہلے ہی بلدیاتی نظام میں ٹھیکوں کے ذریعے لوٹ کھسوٹ اور من مانی کارروائیوں سے عوام کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ لیکن اگر انہیں آبپاشی کے شعبے میں بھی مطلق العنان اختیار دے دیا گیا تو پانی کے نرخ اتنے مہنگے ہو جائیں گے کہ پنجاب میں کاشت کاری غیر منافع بخش ہو کر رہ جائے۔ اور زراعت اور نہری نظام تباہ ہوکر رہ جائے گا۔ جناب والا! میں ایک اور خطرے کی طرف بھی آپ کو بروقت باخبر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ تربیلا اور منگلا ڈیم تیزی سے silt up ہو رہے ہیں۔ ان میں ریت بھرتی جارہی ہے' تربیلا ڈیم میں پانی کے ذخیرہ کرنے کی گنجائش 5 5 million ایکڑ فٹ تھی۔ اور منگلا ڈیم میں 6.5 million ایکڑ فٹ تھی۔ مگر مجموعی طور پر 11.10 million ایکڑ فٹ کی یہ گنجائش اب بتدریج کم ہوتے ہوتے 8 million ایکڑ فٹ رہ گئی ہے۔ منگلا ڈیم تعمیر ہوا تھا تو اصل منصوبے کے مطابق ہر سال اس میں پانچ فٹ دیوار اونچی ہوتی تھی اور اس دیوار کو پندرہ فٹ تک جانا تھا۔ لیکن اس کا مقصد یہ تھا کہ silt up ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی ذخیرہ آب کی گنجائش برقرار رکھی جا سکے۔ مگر آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ حکومت کی نااہلی اور مجرمانہ غفلت کے باعث اب تک منگلا ڈیم میں اب تک ایک فٹ دیوار بھی نہیں اٹھائی جاسکی۔ اور اب غالباً یہ دیوار اٹھانے یا تعمیر کرنے کی گنجائش بھی نہیں رہی۔ جناب والا! تربیلا اور منگلا ڈیم کے silt up ہونے سے ہمارے آبپاشی کے ذرائع محدود ہو رہے ہیں۔ اور اگر متبادل انتظامات نہ کیے گئے تو پنجاب مستقبل میں ایک بنجر بیابان میں تبدیل ہو جائے گا۔ اس لیے وقت آگیا ہے کہ تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا فیصلہ کیا جائے۔ جو آبپاشی کے لیے ہی نہیں بجلی کی

پیداوار کے لیے بھی ایک ناگزیر قومی منصوبے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ عرض کروں گا کہ کالا باغ ڈیم کی متوقع ذخیرہ آب کی گنجائش محض 6.5 million ایکڑ فٹ ہے۔ ہم پہلے ہی 4.00 million ایکڑ فٹ ضائع کر چکے ہیں۔ اگر کالا باغ ڈیم بن گیا تو گنجائش میں کوئی مزید اضافہ نہیں ہوگا۔ صرف جو original capacity ہے ہم اسے برقرار رکھ سکیں گے۔

جناب سپیکر، تابش صاحب! اب آپ وائنڈ اپ کیجئے۔

سید تابش الوری: میں صرف دو جملے کہہ کر اپنی بات کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، جی ہاں۔

سید تابش الوری، جناب والا! پیپلز پارٹی اس وقت وفاق اور پنجاب میں حکمران ہے۔ اور پنجاب اسمبلی نے کالا باغ ڈیم کے مسئلے پر حزب اختلاف اور حزب اقتدار دونوں نے متفقہ طور پر یہ قرار داد منظور کی ہے کہ کالا باغ ڈیم فوری طور پر تعمیر کیا جانا چاہئے۔ جناب والا! وقت آگیا ہے کہ پنجاب کی حکومت اور پنجاب کی انتظامیہ وفاق کو کالا باغ ڈیم کے سلسلے میں ایک ٹارگٹ اور ultimatum دے۔ کیونکہ ہم اپنی خود کشی پر کسی قیمت پر تیار نہیں ہوسکتے۔ اور یہ ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ اس لیے پنجاب کو اس معاملے میں سخت اور مضبوط موقف اختیار کرکے اپنے مطالبات منوانے ہوں گے۔

جناب سپیکر، آپ کا بہت بہت شکریہ۔

سید تابش الوری، جناب والا! اس کے ساتھ ہی میری تجویز یہ ہے کہ صوبے بھر میں سمال ڈیم اور پن بجلی کے یونٹ تعمیر کرنے کے منصوبوں پر ترجیحی بنیاد پر عمل کیا جائے۔ سیلابی پانی کو ذخیرہ کرکے استعمال میں لانے کی تدابیر سوچی جائیں۔ اور پانی کی تقسیم کا جو ایوارڈ دیا گیا تھا اس پر عمل درآمد کیا جائے۔ چولستان اور تھل اور دوسرے غیر آباد علاقوں کو نہری پانی مہیا کرکے ملک کی غذائی کفالت کے لیے اور پنجاب کی زرعی ترقی کے خواب کی تعبیر کو آشنا کرنے کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔ جب تک یہ نہیں ہوگا اس وقت تک محکمہ آبپاشی کے لیے 57 کروڑ روپے کے نئے اخراجات کا جواز قابل قبول نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر! وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں پنجاب میں بہار کے جھونکوں کا ذکر کیا تھا۔ اور یہ کہا تھا کہ اب پنجاب ترقی کی ایک نئی بہار سے آشنا ہو رہا ہے۔ لیکن میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ پنجاب

بہار نہیں، خزاں کی طرف مائل ہے۔ اور آباد نہیں برباد ہونے کے اندیشوں سے دوچار ہے۔

کیا بہاروں کے یہی روپ ہوا کرتے ہیں؟
یہ بہاراں ہے تو پھر دورِ خزاں کیا ہو گا؟
یہ مسرت ہے تو پھر رنج کسے کہتے ہیں؟
سود یہ ہے تو خدا جانے زیاں کیا ہو گا؟
رخصت اے صبر کہ اب صبر نہیں ہو سکتا
غم کی پُر ہول سیاہی نہیں دیکھی جاتی
ہم ہمیشہ کے لیے چپ تو نہیں رہ سکتے
اپنے گلشن کی تباہی نہیں دیکھی جاتی

شکریہ۔

جناب سپیکر، مہربانی، مہربانی۔ جناب لاء منسٹر۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمایئے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! میں نے آپ کے حضور ایک قرارداد پرسوں کی تاریخ میں پیش کی تھی جس کو میرے خیال میں آپ نے شاید ابھی تک نہیں دیکھا۔ اور میرا خیال ہے کہ قرارداد اتنی genume ہے کہ جس کا یہاں پیش ہونا انتہائی ضروری ہے۔

جناب سپیکر، اگر انتہائی ضروری ہوتا تو میں منظور کر لیتا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب! آپ نے غالباً ابھی تک دیکھی نہیں ہے۔

جناب سپیکر، نہیں، میں دیکھ کر ہی بات کر رہا ہوں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، کہ قاعدہ ۲۰۲۔ کو معطل کر کے مجھے قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر، نہیں، اجازت دی جاتی تو پھر آپ پیش کرتے ناں۔ اجازت نہیں دی گئی۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! میں تو ابھی request کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر، میں اس کو نہیں مان رہا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، صرف دو لائن کی ہے۔

جناب سپیکر، نہیں، نہیں۔ میں consent نہیں دیتا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی اسمبلی کو کسی صورت میں نہ توڑا جائے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیے۔ کوئی نہیں توڑ رہا اس کو۔ آپ تشریف رکھیں۔ اس کی consent نہیں دی گئی۔ جناب لاء منسٹر۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، مجھے تھوڑا سا موقع دیں تاکہ میں اس پر بات کر سکوں۔

جناب سپیکر، نہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ آپ کی بات لوگوں نے سن لی اور آپ کے خدشات ایسے بے بنیاد ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ جناب لاء منسٹر۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! یہاں پر سازشیں ہو رہی ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں، کوئی نہیں۔ آپ ہر چیز میں سازش نہ دیکھا کریں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب، یہاں پر جوڑ توڑ کی کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ یہاں ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب خود جا کر ایک ایک بنچ پر لوگوں کو قائل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ ہمارے بھولے جیالے پیپلز پارٹی کے رکن حضرات جتنے بھی ہیں یہ حکومت توڑنے کی باتیں کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر، کوئی نہیں کر رہا۔صرف آپ کر رہے ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، حالانکہ میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، صرف آپ کر رہے ہیں یہ بات۔

(قطع کلامیاں، شور)

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! میں تاریخی پس منظر کے تحت پنجاب میں جتنے رفقاء حضرات بیٹھے ہوئے ہیں ــــ(قطع کلامیاں، شور) اچھا، پھر تقریر کروا لو ہن وزیر قنون کولوں۔ اگر یہ بات ہے تو وزیر قانون تقریر کر کے دیکھ لیں۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! اگر اس ایوان میں ــــ

(قطع کلامیاں، شور)

****

جناب سپیکر، I rule it out. یہ فقرہ جو انھوں نے بھینس والا کہا ہے، اسے کارروائی سے حذف کر دیا جائے۔ آپ آرام سے بیٹھیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں محترم قائد حزب اختلاف سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اپنے رکن کو روکیں۔نیازی صاحب! آپ آرام سے تشریف رکھیں۔ میں نے آپ کی بات سن لی ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، یہ قرارداد کسی حساب سے بھی ایسی نہیں ہے کہ جسے آپ نظر انداز کر سکیں جناب والا!

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، ٹھیک ہے، میں آپ کی بات مانتا ہوں۔ میں ان دوستوں کی بات مانتا ہوں کہ حکومت تبدیل ہونے کی باتیں نہیں ہو رہیں۔ تو جناب والا! قرارداد پیش کرنے میں کیا اعتراض ہے؟

جناب سپیکر، اعتراض ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، کیا اعتراض ہے؟

وزیر محنت، جناب سپیکر! یہ کون ہوتے ہیں پیش کرنے والے؟

جناب سپیکر، بے بنیاد خدشات پر مبنی قراردادوں سے خواہ مخواہ غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔

وزیر محنت، یہ جو بات کر رہے ہیں، بالکل بے بنیاد ہے اور بالکل جھوٹی ہے اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ یہ ہاؤس میں انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جناب سپیکر! اس کا سخت نوٹس لینا چاہیے۔ اگر اس طرح آپ کے حکم کی تعمیل نہ ہو تو پھر یہ ہاؤس کیا چلے گا؟ براہ کرم انھیں ہاؤس سے نکالیں اگر یہ آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کرتے۔ اور ہاؤس کی کارروائی چلنی چاہیے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، وزیر اعلیٰ clarifications دے رہے ہیں کہ میں اسمبلی نہیں توڑ رہا۔

***(بحکم جناب سپیکر کارروائی سے حذف کیا گیا)

جناب سپیکر: آپ خواہ مخواہ یہ بات کر رہے ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے اخباروں میں آج بیان لگے ہوئے ہیں ــــ

(قطع کلامیاں، شور)

ایسے پیچھے اٹھ کھڑے ہے۔

Mr. Speaker: I call the House to order

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب سپیکر! جب آپ اس کو protect کریں گے تو پیچھے کیا رہ جائے گا؟

جناب سپیکر: آپ فکر نہ کریں، میں کروں گا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: یہ جو دو ایک بندے اٹھ کے پیچھے سے پیچھ گیری کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، ان کا باقاعدہ طور پر حساب کتاب برابر کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ میں نے فلور لنگڑیال صاحب کو دیا ہے۔

وزیر محنت: جناب سپیکر! یہاں ہاؤس میں ایک قائد حزب اختلاف ہیں اور ایک قائد ایوان ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ قائد ایوان کا احترام نہیں کریں گے تو ہم قائد حزب اختلاف کا بھی احترام نہیں کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اور اگر یہ چوری کے الزام لگائیں گے تو ہم ان پر سب سے بڑے غنڈوں کا الزام لگائیں گے۔

جناب سپیکر: نہیں، بہتر یہ ہے کہ کوئی الزام نہ لگائے۔

وزیر محنت: جناب سپیکر! ہاؤس کا تقدس یہاں ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ جناب سپیکر! جو آپ کے حکم کی تعمیل نہ کرے اور آپ کا حکم نہ مانے، انھیں نکال کر باہر پھینکنا چاہیے۔ اور یہ سب سے بڑا پیچھ ہے نواز شریف کا۔ اور افسوس کی بات ہے جناب سپیکر، کہ قائد حزب اختلاف ایسی باتوں پر مسکراتے ہیں۔

جناب سپیکر: لنگڑیال صاحب! آپ تو میرا حکم مانیں۔ ــــ

جناب انعام اللہ خان نیازی: **********

***(بحکم جناب سپیکر کارروائی سے حذف کیا گیا)

جناب سپیکر، دیکھیں' نیازی صاحب! آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں' غلط کہہ رہے ہیں' غلط انداز سے کہہ رہے ہیں۔ میں نے بار بار آپ کو تنبیہ کی ہے۔ آپ مجھے مجبور نہ کریں کہ میں اس آخری حربے کی طرف آؤں جس کے لیے آپ مجھے بار بار مجبور کر رہے ہیں۔ دیکھیں' ایک حد ہوتی ہے ہر چیز کی۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب انعام اللہ خان نیازی، آپ باہر نکالنے کی دھمکی مجھے نہ دیں۔

جناب سپیکر، نہیں' میں دھمکی نہیں دیتا۔ میں تو آپ کو اپنی مجبوری بتا رہا ہوں کہ مجھے ہاؤس چلانا ہے۔ اور مجھے ہاؤس چلانے کے لیے اگر وہ کچھ کرنا پڑے گا تو میں کروں گا۔ جناب لاء منسٹر۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، میں اپنے لیڈر کے حکم سے بیٹھ رہا ہوں'

جناب سپیکر، اچھی بات ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: آپ کے حکم پر نہیں بیٹھا۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر! آپ نے انعام اللہ نیازی صاحب کے جن فقروں کو غیر پارلیمانی اور غلط قرار دیا ہے' ان کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔

جناب سپیکر، اسے حذف کیا جائے گا۔ میں نے انھیں آرڈر کیا ہے' حذف کیا جائے گا۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! فاضل اراکین اپوزیشن نے مطالبہ زر نمبر ۲۱ میں ضمنی رقم ــــ

(قطع کلامیاں' شور)

جناب سپیکر ، میری بات سنیے۔ یقیناً جو کوئی جو کچھ کر رہا ہے' یہ ایوان بھی اسے دیکھ رہا ہے' تاریخ بھی اسے دیکھ رہی ہے۔ اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ غیر پارلیمانی انداز سے' غیر قانونی انداز سے' قواعد و ضوابط کو تباہ و برباد کر کے یہاں کوئی ایسی بات کرے گا اور اس سے اس کا درجہ بلند ہو گا تو میں اسے نہایت عاجزی سے' تاریخ کے ایک ناچیز سے طالب علم کے طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ ان باتوں سے درجات بلند نہیں ہوا کرتے۔ (مداخلت) یہ احترام کر رہے ہیں نیازی صاحب اپنے قائد حزب اختلاف کا۔ جن کے کہنے پر وہ تشریف رکھ رہے تھے۔ جناب لاء منسٹر !

وزیر قانون ، جناب سپیکر ! مطالبہ زر نمبر ۲۱ میں ضمنی رقم ۵۷ کروڑ ۹۲ لاکھ ۶۳ ہزار ۳ سو ۷۰ روپے

کے مطالبہ زر کو کم کر کے ایک روپیہ کیے جانے کی اپوزیشن کی طرف سے کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے۔ اور اس کے لیے جو دلائل دیے گئے ہیں میں سمجھتا ہوں ان میں کوئی وزن نہیں ہے۔ اس لیے یہ کٹوتی کی تحریک منظور نہیں کی جانی چاہیے۔ جناب سپیکر! میری عرض یہ ہے کہ ڈیمانڈ ۲۱ کے مطابق جو مطالبہ زر ضمنی رقم کی شکل میں ایوان میں منظوری کے لیے رکھا گیا ہے اس کے اخراجات کی مختصر تفصیل اس طرح ہے۔ کہ آبپاشی سے متعلقہ مختلف سکیموں کے لیے جن میں نہروں کی بحالی' سیم نالہ جات کی بحالی' ٹیوب ویلز اور اس کے علاوہ وفاقی گرانٹ کے ذریعے سیلاب کے لیے دی رقوم ان سب کو ملا کر ۴۵ کروڑ ۹۶ لاکھ ۲۹ ہزار ۳ سو ۷۰ کے اخراجات ہوئے۔ جو کہ مفاد عامہ میں اخراجات کیے گئے۔ جبکہ بجلی سے متعلقہ خصوصی پروگرام برائے دیہی ترقی و ترجیحی پروگرام پنجاب کے لیے ۵۹ کروڑ ۲۲ لاکھ ۲ ہزار ۳ سو ۷۰ روپے کے اخراجات اس مد میں خرچ ہوئے۔ جبکہ مجھے یہاں یہ بھی عرض کرنا ہے کہ مذکورہ رقوم میں سے ۱ کروڑ ۲۱ لاکھ روپے کی رقم گرانٹ کر بچت سے adjust کی گئی۔ اس طرح ضمنی بجٹ ۹۵-۱۹۹۴ء میں net amount ۵۷ کروڑ ۹۲ لاکھ ۶۲ ہزار ۳ سو ۷۰ روپے مختص کی گئی ہے۔ جو میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ محکمے نے پنجاب کے اندر عوام کے مفادات کے لیے آبپاشی کی سکیموں کو بہتر بنانے اور زرعی ضروریات پوری کرنے کے لیے تندہی سے کام کرتے ہوئے حکومت کی ترجیحات پر عمل کیا۔ اس لیے اس مطالبہ زر کا منظور کیا جانا ضروری ہے۔ مزید وضاحت جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ جہاں فاضل اراکین نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ نہروں میں پانی ٹیلوں پر نہیں پہنچتا۔ قبل ازیں ایسی صورت حال تھی۔ بہرحال موجودہ حکومت نے اس مالی سال کے دوران ٹیلوں پر پانی پہنچانے کے لیے خاطرخواہ اقدامات کیے۔ اور مختلف علاقوں میں پانی چوری کے بہت سارے مقدمات پانی چوری کرنے والے لوگوں کے خلاف درج کیے گئے۔ تاکہ پانی کی چوری کو روک کر پانی کی سپلائی ٹیلوں پر بہتر بنائی جا سکے۔ جناب سپیکر! محکمے کی کارکردگی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ commandable cultivated land میں اس سے قبل آبپاشی کی اوسطاً شرح ساٹھ سے ستر فیصد تھی۔ جبکہ اس مالی سال کے دوران ۱۲۰ فیصد تک جا پہنچی ہے۔ جو میں سمجھتا ہوں کہ محکمے کی اچھی کارکردگی کی نشانی ہے۔ اس کے علاوہ ۹۴-۱۹۹۳ء میں کل زیر کاشت رقبہ ۲۷.۹ ملین ایکڑ تھا۔ جبکہ موجودہ سال کے دوران یہ رقبہ بڑھ کر ۲۸.۶ ملین ایکڑ ہوگیا ہے۔ یہ بھی محکمے کی کارکردگی کا اظہار ہے۔ جناب سپیکر! اس کے علاوہ حکومت پنجاب نے وفاقی حکومت کے پرائیویٹ سیکٹر میں بجلی پیدا کرنے

کی پالیسی کی روشنی میں ایک پروگرام کے تحت اخبارات میں اشتہار دیا جس کے ذریعے پرائیویٹ سیکٹر کو بجلی پیدا کرنے کے لیے مدعو کیا گیا۔ اور اس سلسلے میں پبلک کی طرف سے انتہائی مثبت response ملا۔ اور کئی فرموں نے اس سلسلے میں تجاویز بھیجی ہیں۔ اور حکومت مئی ۱۹۹۵ء میں پرائیویٹ سیکٹر میں پن بجلی پیدا کرنے کے منصوبہ جات کے لیے ایک علیحدہ پالیسی جاری کی ہے اور اس کی روشنی میں پنجاب میں پنجاب پاور ڈویلپمنٹ بورڈ عنقریب مزید منصوبہ جات کے لیے کام شروع کردے گا۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ محکمہ آبپاشی نے اس سال کے دوران اپنی کار کردگی جہاں بہتر بنائی وہاں آبپاشی اور بجلی کے مختلف منصوبہ جات کو عوامی مفاد میں پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ تابش الوری صاحب کی ایک بات مجھے بڑی پسند آئی جناب سپیکر! ان کی کچھ مثبت تجاویز پر محکمہ ضرور غور کرے گا۔ اور قابل عمل تجاویز کو محکمہ خوش آمدید کہتا ہے۔ البتہ انھوں نے جو کہا کہ منگلا ڈیم اور کالا باغ ڈیم silt up ہونے کی وجہ سے اس کی آئندہ کار کردگی متاثر ہو گی۔

جناب سپیکر، منگلا ڈیم اور تربیلا ڈیم۔

وزیر قانون، منگلا ڈیم اور تربیلا ڈیم جناب سپیکر! یہ silt up ہونے کی وجہ سے اس کی کار کردگی آئندہ متاثر ہو گی۔ جناب سپیکر! انھوں نے کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے مطالبہ کی حمایت کی ہے۔ اس ایوان میں ان کی یہ بات سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پنجاب حکومت کالا باغ ڈیم کی تعمیر چاہتی ہے۔ پنجاب کے عوام کی ترقی اور خوشحالی کے لیے، اقتصادی اور زرعی خوشحالی کے لیے کالا باغ ڈیم کی تعمیر ضروری ہے۔ لیکن ایوان کے اندر تو کالا باغ ڈیم کی تعمیر کی حمایت کی جائے۔ اور پولیٹیکل فضا میں جناب سپیکر! پورے ملک کے اندر ایسی قوتوں کا سیاسی طور پر ساتھ دیا جائے۔ جو کالاباغ ڈیم کے مخالف ہیں اور کالا باغ ڈیم بنانے کی شکل میں ملک کے اندر جو تخریب کاری کرنے کے نعرے بلند کرتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ انھیں آج کی اپنی اس تقریر کی روشنی میں ایسی سیاسی قوتوں کی حمایت بھی چھوڑ دینی چاہیے۔ اور جو لوگ کالا باغ ڈیم کے مخالف ہیں وہ پنجاب کی ترقی کے مخالف ہیں۔ اور پنجاب کی ترقی کے مخالف لوگوں کی انھیں حمایت نہیں کرنی چاہیے۔ اور جب ہم پنجاب کے اندر مزید اس قسم کے منصوبے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے چاہتے ہیں تو سابقہ کارکردگی کو مدنظر رکھتے ہوئے جناب سپیکر! ضمنی مطالبہ زر نمبر ۲۱ منظور کیا جانا ضروری ہے۔ اور کٹوتی کی اس تحریک کو رد کیا جانا ضروری ہے۔

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے :

کہ ۵۷ کروڑ ۹۲ لاکھ ۶۳ ہزار ۳ سو ۷۰ روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر ۲۱ تعمیرات آبپاشی کو کم کر کے ایک روپیہ کردیا جائے۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ :

ایک ضمنی رقم جو ۵۷ کروڑ ۹۲ لاکھ ۶۳ ہزار ۳ سو ۷۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیرات آبپاشی برداشت کرنے پڑیں گے۔

(تحریک منظور ہوئی)

مطالبہ زر نمبر 8

جناب سپیکر : وزیر قانون مطالبہ زر نمبر ۸ پیش کریں۔

وزیر قانون : جناب سپیکر ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ :

ایک ضمنی رقم جو ۴ کروڑ ۵۰ لاکھ ۸۰ ہزار ۶ سو ۵۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخرجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عدل گستری برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ :

ایک ضمنی رقم جو ۴ کروڑ ۵۰ لاکھ ۸۰ ہزار ۶ سو ۵۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عدل گستری برداشت کرنے پڑیں گے۔

میاں عبدالستار : جناب والا ! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر ، مطالبہ زر نمبر ۸ میں تخفیف کی تین تحریکیں پیش کی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے ہے۔

سید ظفر علی شاہ

چودھری تنویر خان

جناب محمد بشارت راجہ

جناب انعام اللہ خان نیازی

سید تابش الوری

سردار حسن اختر موکل

میاں عبدالستار

میاں عمران مسعود

حاجی مقصود احمد بٹ

میاں شیخ محمد

یہ کون صاحب پیش کر رہے ہیں؟

میاں عبدالستار : جناب سپیکر ---

جناب سپیکر : میاں عبدالستار صاحب ' اپنی تخفیف کی تحریک پیش کریں گے۔

Mian Abdul Sattar:- Sir. I move.

That the total amount of Rs.4,50,80,650/- on account of demand No.8 Administration of Justice be reduced to Re.1/-

جناب سپیکر ، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ

4 کروڑ 50 لاکھ 80 ہزار 6 سو 50 روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 8 عدل گستری کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

Minister for Law:- I oppose it sir

جناب سپیکر : اب اس تحریک کے محرک میاں عبدالستار صاحب کو میں دعوت خطاب دیتا ہوں۔

میاں عبدالستار ، جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اسی ڈیمانڈ میں دو اور بھی کٹ موشنز ہیں ان کو بھی اس کے ساتھ ہی لے لیا جائے۔ میں ان کو بھی پیش کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر ، (سیکرٹری اسمبلی سے مشورہ کے بعد) سیکرٹریٹ کا خیال ہے کہ یہ سب الگ الگ آئیں گی۔

میاں عبدالستار ، جناب سپیکر! اسی ڈیمانڈ میں اس کی sub-headings میں دو مدیں اور ہیں۔ اس میں میری یہ گزارش ہو گی کہ ان کو بھی لے لیا جائے۔

جناب سپیکر ، اس میں میاں عمران مسعود ہیں اور انعام اللہ نیازی ہیں۔

میاں عبدالستار ، اس میں میرا بھی نام ہے۔

جناب سپیکر ، جی ۔ آپ کا نام ہے۔ آپ تقریر کریں۔

میاں عبدالستار ، میں وہ بھی پڑھے دیتا ہوں تاکہ پھر اکٹھے اس پر میرے خیالات کا اظہار ہو جائے۔

جناب سپیکر ، چلیے۔ آپ بات کیجیے۔

میاں عبدالستار ، جناب سپیکر! یہ کٹ موشن نمبر 6 ہے

That the item of Rs 4,20,000/- on account of Payment of Professional Fee to Advocate General, Punjab and Mr Arif Iqbal Bhatti---Demand No 8---Admministration of Justice---be reduced by Rs 100/-

جناب سپیکر ، دیکھیے! یہ الگ الگ موشنز ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ یہ الگ الگ پیش ہوں۔ اب اگر تینوں میں ایک ہی چیز کہی ہے تو پھر تینوں کو اکٹھے موو ہونے کی کیوں نہ اجازت دے دی جائے؟

میاں عبدالستار ، جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ موشنز ایک ہی مد میں آتی ہیں اور ایک ہی ڈیمانڈ میں ہیں۔ تو وہ میں نے پڑھ دی ہے۔

جناب سپیکر ، ٹھیک ہے آپ نے پڑھ دی ہے۔ تو آپ نے oppose کر دی ہے؟

وزیر قانون ، جناب سپیکر! میں نے اسے oppose کر لیا ہے۔

جناب سپیکر ، یہ 100 روپے والی آپ نے پڑھی ہے ناں۔

میاں عبدالستار ، جی 100 روپے والی۔

جناب سپیکر ، 4 لاکھ 82 ہزار والی۔

میاں عبدالستار : 4 لاکھ 20 ہزار۔

جناب سپیکر ، 20 نہیں' 82 ہے۔ دیکھیے ذرا۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر! مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ اِنھیں 5 نمبر کٹوتی کی تحریک پڑھنی تھی۔ انھوں نے 5 کی بجائے 6 والی پڑھی ہے۔

میاں عبدالستار ، نہیں۔ میں نے پہلے 5 پڑھی ہے اور اس کے بعد جناب سپیکر کی اجازت سے میں نے پھر 6 پڑھی ہے اور میری یہ submission ہے کہ یہ تینوں کی تینوں جو موشنز ہیں ان سب کا تعلق ایک ڈیمانڈ سے ہے۔ اس لیے ان تینوں کو اکٹھا لیے جانے میں کوئی حرج نہیں۔

جناب سپیکر ، اگر تینوں ایک دفعہ پڑھ دی جائیں اور تینوں کو آپ oppose کر دیں تو اس میں اکٹھے بحث ہو جائے' ایسا ہو سکتا ہے؟

وزیر قانون ، جناب سپیکر! ہونے کو تو ہو سکتا ہے لیکن مجھے اس سلسلے میں عرض ضرور کرنا ہے کہ آپ اگر رول 116 کے حوالے سے دیکھیں تو کٹ موشنز جو ہیں انھیں دیتے ہوئے اِنھیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ---

116 (a). A member giving notice of such a motion shall indicate in precise terms the particulars of the policy which he proposes to discuss.

تو میں نے تو محض ان تینوں تحریکوں کو اس لیے اس انداز میں take up کرنے پر اعتراض نہیں کیا تھا کہ اگر اپوزیشن کو یہاں غلطی ہوئی ہے تو بجٹ سیشن میں انھوں نے ہم سے کئی جگہوں پر تعاون بھی کیا ہے۔ تو میں اس بات کو سامنے ضرور لانا چاہتا ہوں کہ یہ بات کہنے کے بعد میاں عبدالستار صاحب نے ابھی جو بات کی ہے کہ یہ تینوں ایک جیسی ہیں۔ پھر انھیں یہ الگ الگ نہیں دینی چاہیے تھیں۔ پہلے انھوں نے الگ الگ دیں۔ اب مشترکہ discuss کرنا چاہتے ہیں تو اس صورت میں یہ ایسے سمجھا جائے۔ اگر یہ اس بات سے اتفاق کریں کہ 6 اور 7 نمبر جو ہے ان کو یہ واپس لے لیں۔ نمبر 5 چونکہ مجموعی مطالبہ زر ہے۔ اسی 5 کے اندر یہ تینوں تحریکوں کے حوالے سے جو بات discuss کرنا چاہتے ہیں کر لیں میں اسے legally oppose نہیں کروں گا۔ میں صرف ایک تحریک کو oppose کر لیتا

ہوں۔

جناب سپیکر ، ٹھیک ہے۔

حاجی احسان الدین قریشی : پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر : جی فرمایئے۔

حاجی احسان الدین قریشی : جناب سپیکر! قائد ایوان پہلے ہی سازشوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ مزید یہ ہے کہ اوپر سے شیشہ ٹوٹ گیا ہے۔ اس کا اہتمام کریں۔ اس کو بدلوائیں۔

وزیر قانون : اتنی بڑی غلط بیانی دن دیہاڑے۔

جناب سپیکر ، آپ کی اتنی ہمدردی کا بہت بہت شکریہ ۔ شیشہ دل توڑتے بھی آپ ہی ہیں۔ پھر خبر بھی آپ ہی دیتے ہیں۔

حاجی احسان الدین قریشی : جناب سپیکر! میں یہ کہوں گا کہ یہ شیشہ میں نے نہیں توڑا۔

جناب سپیکر : میں نے تو شیشہ دل کی بات کی ہے۔

(قہقہے)

جناب ایس۔ اے۔ حمید : جناب والا! کہیں کوئی اور چیز نہ ٹوٹ جائے۔ جب سے انھوں نے اسمبلی توڑنے والی بات کی ہے اس وقت سے وہ خطرے میں ہیں۔

جناب سپیکر : اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید : اگر وہ اسمبلی توڑنے والی بات نہ کرتے تو شاید محفوظ رہتے۔

جناب سپیکر ، وہ نہیں بات کر رہے۔ اسمبلی توڑنے کی بات تو آپ لوگ کر رہے ہیں۔ وہ کب کر رہے ہیں؟ جی۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! یہ 6 اور 7 تحریک کٹوتی واپس لے لیں اور 5 پر discuss کر لیں۔

جناب سپیکر ، میرا خیال ہے کہ 6 اور 7 تحریک کٹوتی واپس لے لی جائے اور 5 پر discuss کر لیں۔

میاں عبدالستار ، جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ تحریک کٹوتی نمبر 6 اور 7 جو ہیں یہ دونوں کی دونوں نمبر 5 میں شامل ہیں۔ تو ان دونوں کو جو نمبر 6 اور 7 ہیں میں واپس لیتا ہوں اور نمبر 5 پر اپنے

خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : بالکل ٹھیک ہے۔ اب آپ نے نمبر 5 پیش کی ہے۔ ایک منٹ میں ذرا اسے دیکھ لوں۔

میاں عبدالستار : میں نے پیش کر دی ہے۔

جناب سپیکر : اچھا جی۔ ٹھیک ہے اب آپ اس پر بات کریں۔ میں آپ کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔ میاں عبدالستار۔

میاں عبدالستار : جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ ایڈمنسٹریشن آف جسٹس پر سپلیمنٹری بجٹ میں منظوری کے لیے جو رقم رکھی گئی ہے وہ 9 کروڑ 62 لاکھ 78 ہزار 320 روپے ہے اور میری طرف سے جو کٹوتی کی تحریک آئی ہے وہ 4 کروڑ 50 لاکھ 30 ہزار 650 روپے کی ہے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت کوئی بھی ہو' مالی سال کے شروع میں اپنی receipt اور expenditure کا گوشوارہ بناتی ہے اور اگر حکومت محسوس کرے کہ proposed expenditure اور ترقیاتی کام کو ملا کر receipt سے زیادہ رقم بنتی ہے تو پھر حکومت ٹیکس لگاتی ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ 1994-95ء کا بجٹ اسی حکومت نے پیش کیا تھا اور اس وقت یہ جو ڈیمانڈز اب سپلیمنٹری بجٹ کی صورت میں کی گئی ہیں اس میں اس وقت یہ بات نہیں رکھی گئی۔ اس وقت یہ مطالبہ نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! سپلیمنٹری بجٹ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سالانہ بجٹ کے بعد رواں مالی سال کے دوران اگر کوئی accidental بات ہو جائے' اگر کوئی ہنگامی حالات ہو جائیں اور حکومت کے پاس کسی مد میں پیسے نہ ہوں تو ایسی صورت میں سپلیمنٹری ڈیمانڈ کی صورت میں حکومت مطالبہ پیش کرتی ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ پورے سال کے دوران آپ واقعات و حالات کو اٹھا کر دیکھ لیں' موجودہ حکومت کو کسی بھی accident کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ خدانخواستہ اس ملک میں کوئی زلزلہ نہیں آیا۔ کوئی بارشیں زیادہ نہیں ہوئیں کوئی سیلاب نہیں آیا کوئی ایسی بات نہیں ہوئی کہ administration of Justice کے لیے انہیں ہنگامی طور پر کوئی اور کام ہو لیکن جب ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تو جناب سپیکر سپلیمنٹری بجٹ کا پیش کیا جانا پنجاب کے عوام کے ساتھ صریحاً" زیادتی ہے اور میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ یہ عجیب صورتحال بن چکی ہے کہ کئی سالوں سے سپلیمنٹری بجٹ ہر سال پیش کیا جاتا ہے اور میں یہ گزارش کروں گا کہ حکومت کوئی بھی ہوئی لیکن سپلیمنٹری بجٹ کو پیش کرنے سے احتراز کرنا چاہیے اور یہ حکومت کی ناکامی کا ثبوت ہوتا ہے کہ اگر وہ سالانہ بجٹ کے بعد ضمنی

بجٹ پیش کرے۔ حکومت سالانہ بجٹ پیش کرنے کے بعد دو ارب روپے کا یہ ضمنی بجٹ لے کر آئی ہے حکومت کے اخراجات میں یہ جو imbalance ہوا ہے جناب سپیکر اس سے حکومت کے بجٹ میں غیر متوازن صورتحال ہوئی ہے اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ حکومت ناکام ہو چکی ہے۔ جناب سپیکر حکومت اگر ذرا سی بھی بہتر سوچ کی حامل ہے اسے فوری طور پر مستعفی ہو جانا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر میں administration of Justice کے حوالے سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جو چار کروڑ اور پچاس لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے اور جیسے کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ اس ملک میں کوئی ہنگامی صورتحال پیدا نہیں ہوئی اور جناب ۲۸ لاکھ ۵۲ ہزار دو سو روپے کی یہ رقم تیرہ ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی کی appointments کے لیے رکھی گئی ہے اور یہ تیرہ ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی appoint کیے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی جناب سپیکر مد 002 مفصل Establishment میں دو لاکھ روپے کی رقم Purchase of durable goods کے لیے علیحدہ رکھی گئی ہے جناب سپیکر میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ان تیرہ ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی کی appointments کی کوئی ایسی ہنگامی صورتحال نہیں تھی کہ ان کو فوری طور پر appoint کیا جاتا اور اس مد میں جو رقم خرچ کی گئی ہے یہ صریحاً" زیادتی ہے اور میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دو لاکھ روپے کی رقم جو durable goods کے لیے رکھی گئی ہے اس کی کہیں بھی description نہیں ہے اس کی کہیں بھی تفصیل نہیں ہے اس کی کہیں بھی details نہیں بتائی گئیں کہ کیا چیزیں خریدی گئی ہیں۔ اس کے بعد ۲۸ لاکھ ۴۹ ہزار روپے کا pending bill کا بتایا گیا ہے۔ جناب والا یہ ۲۸ لاکھ ۴۹ ہزار روپے ٹیلیفون کے بلز کے لیے مانگ رہے ہیں جو pending ہیں جناب سپیکر یہ کس عرصے سے pending ہیں اور یہ ٹیلیفون کس نے استعمال کیا اس کا کوئی ذکر نہیں ہے اور مجھے یاد ہے کہ انڈین پارلیمنٹ پریکٹس میں جو مسٹر Kohl نے یہ کتاب لکھی ہے اس میں صاف طور پر یہ لکھا گیا ہے کہ حکومت جب بھی منی بل کی صورت میں یا بجٹ میں کوئی ڈیمانڈ کرے تو اسے اپنی پوری کی پوری تفصیلات ممبران کو بتانی چاہییں اور وہ بحث سے پہلے ان کو دی جانی چاہییں تاکہ وہ اس پر study کر سکیں اور حکومت اس کا جواب دے سکیں اور حکومت اپنے آپ کو justify کرے کہ یہ رقم ہمیں ان مقاصد کے لیے درکار تھی۔ جناب سپیکر یہاں پر جو ۲۸ لاکھ ۴۹ ہزار روپے کے ٹیلیفون کے بلز کی جو بات کی گئی ہے کوئی پتہ نہیں کہ یہ administration of justice کے کس ڈیپارٹمنٹ

کو یہ بلز ادا کرتے تھے کس نے یہ استعمال کیا اور میں یہاں پر یہ بات کہنی چاہتا ہوں کہ ٹیلیفون کا یہ سلسلہ اتنی گھناؤنی صورتحال اختیار کر چکا ہے کہ وزیروں کے ٹیلیفونز کے بلز ڈیڑھ ڈیڑھ۔ دو دو لاکھ روپے کے آتے ہیں اسی طریقے سے ایڈوائزرز کے جو بلز ہیں اور چیف منسٹر کے جو بلز ہیں وہ بھی اسی طرح سے آتے ہیں اس لیے جناب سپیکر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان بلز کی کوئی حد مقرر ہونی چاہیے یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے افسران سارا سارا دن ٹیلیفون کرتے رہتے ہیں اور انہیں کام کی ذرا بھی ہوش نہیں آتی۔ مجھے یاد ہے میں ایک دفعہ ایک افسر کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ اپنی بیگم کے ساتھ کراچی بات کر رہا تھا جناب سپیکر یقین کیجیے کہ پونہ گھنٹہ اس افسر نے کراچی اپنی بیگم کے ساتھ بات کی اور سوائے پکانے کے کھانے کے کوئی بات نہیں کی ۔ جناب سپیکر یہ پیسہ یہ رقم عوام کے گاڑھے خون پسینے کی کمائی ہے اور یہاں پر میں حکومت سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اس کے لیے کوئی قانون سازی ہونی چاہیے اپنے بزنس آف رولز میں یہ بات لانی چاہیے کہ کس گریڈ کا افسر کس حد تک ٹیلیفون استعمال کر سکتا ہے اور وزراء صاحبان کے ٹیلیفون کے بلز کی حد مقرر ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر : میاں صاحب ۔ بہت بہت شکریہ۔

میاں عبدالستار : جناب سپیکر ۔ ابھی تو میں نے سٹارٹ کیا ہے ۔

جناب سپیکر : نہیں ۔ نہیں ۔ میاں صاحب وہ گھڑی چل رہی ہے ۔

میاں عبدالستار : ابھی بہت وقت ہے ۔

جناب سپیکر : ایک بجے لازمی طور پر گلوٹین apply ہونا ہے ۔

میاں عبدالستار : اچھا جی ۔ میں دو منٹ میں ختم کرتا ہوں ۔

تو جناب سپیکر! یہ ان کے ٹیلیفون کے بلز کا حال ہے ۔

اس کے علاوہ انہوں نے تیرہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ ججز appoint کئے ہیں۔ اس کے علاوہ دو کروڑ ۸ لاکھ ۶۵ ہزار روپے کاروں کی purchase پر استعمال ہوا ہے۔ جناب سپیکر کیا مصیبت پڑ گئی تھی کہ ہمیں فوری طور پر دو کروڑ کی کاریں لینی پڑ گئیں۔ جناب سپیکر ! جہاں تک administration of justice کا تعلق ہے اس میں رقم خرچ کرنے میں کوئی عار نہیں اگر عوام کو پتہ چلے کہ ہمارے ساتھ انصاف ہو رہا ہے اگر عوام کو پتہ چلے کہ عدالتیں بہتر کام کر رہی ہیں اگر عوام

کو پتہ چلے کہ اگر کوئی شخص ظلم کرتا ہے تو اسے ظلم کی سزا ملے گی۔ جناب سپیکر! بڑے افسوس کی بات ہے کہ حکومت بار بار کئی سالوں سے یہ کہتی چلی آ رہی ہے کہ judiciary میں magistracy کا شعبہ علیحدہ ہو گا اور judiciary کا علیحدہ ہو گا لیکن جناب والا کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم ہمیشہ یہ وعدہ کرتے ہیں ہمیشہ ہم commitment کرتے ہیں کہ فلاں سال تک magistracy اور judiciary علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے لیکن جناب سپیکر! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ میجسٹریسی میں نو ماہ تک حبیب اللہ، پیر بنیامین اور سہیل ضیاء بٹ جیل سے کینٹ کی عدالتوں میں چکر کاٹتے رہے لیکن جناب سپیکر! نو مہینے تک کوئی چالان پیش نہیں کیا گیا عدالت عالیہ کے جج صاحبان نے بار بار یہ کہا کہ آپ یہ چالان پیش کریں لیکن جناب سپیکر نو مہینے تک وہ بیچارے جو بے قصور ہیں جو معصوم ہیں جیل کی کوٹھڑیوں میں بند رہے جناب والا! میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے وہ جو نو مہینے کوٹھڑیوں میں گزارے اس کے بارے میں کس پر یہ جرم عائد کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

میاں عبدالستار: جناب سپیکر! صرف آخری منٹ۔ جناب والا قانون میں مشہور ہے کہ ----

وزیر صنعت: جناب سپیکر! ہمارے ایک ساتھی لک صاحب جو شدید مجروح ہو گئے تھے یہ صحت یاب ہونے کے بعد آج پہلی بار ایوان میں تشریف لائے ہیں میں آپ کی وساطت سے ان کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ہم سب لک صاحب کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ کہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔

وزیر صنعت: جناب وہ پیچھے بیٹھے ہیں۔

جناب سپیکر: لک صاحب! آپ آگے آ کر بیٹھیے۔ آپ اتنے دنوں کے بعد تشریف لائے ہیں۔ سارا ہاؤس آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔

میاں عبدالستار: جناب سپیکر! آخر میں میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ قانون میں یہ axiom ہے کہ Justice delayed is justice denied. شیخ رشید کو ایک جھوٹے مقدمے میں جیل میں ڈال دیا گیا اور ان کو سات سال کی سزا دے دی گئی۔ حبیب اللہ کیس میں ہمارے سترہ آدمیوں کے خلاف بغاوت کا مقدمہ بنا دیا گیا جن میں ہمارے سابقہ ایم۔پی۔اے سابقہ وزراء سابقہ مشیران اور موجودہ ایم۔

پی۔اے صاحبان ہیں۔ جناب والا۔ میں آپ کی وساطت سے پیپلز پارٹی کے اپنے دوستوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج یہ جو عدم اعتماد لانے کی باتیں کر رہے ہیں یہ بھی سوچ لیں کہ حبیب اللہ کیس ہمارے سترہ آدمیوں کے خلاف بغاوت کا مقدمہ بن گیا ہے جو آج تک عدالتوں میں pending ہے تو جناب والا کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے بھی سترہ اور سترہ ۳۴ کے خلاف بغاوت کا مقدمہ بنا دیا جائے اس حکومت سے ڈرنا چاہیے اور جناب سپیکر میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت کو پیش کیا گیا جس پر چوری کا الزام تھا آپ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا حضرت اسامہ بن زید جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز تھے انہوں نے سفارش کی کہ یہ بڑے قبیلے کی خاتون ہے اسے معاف کر دیا جائے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آ گئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی ہوتی اور اس نے یہ چوری کی ہوتی تو میں اس پر بھی حد جاری کر دیتا ۔ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے بڑے خلیفہ تھے ۔ ان کا عدل ایک مثال بن چکا ہے ۔ انھوں نے بھی شراب کے الزام میں اپنے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن پر کوڑوں کی سزا نافذ کی اور خود کوڑے لگائے۔ حضرت عبدالرحمٰن چند روز کے بعد فوت ہو گئے۔ جناب سپیکر ، جسٹس میں رشتہ داریاں نہیں دیکھی جاتیں۔ جسٹس میں یہ رعب داب نہیں دیکھا جاتا ۔ انصاف نظر آنا چاہیے ۔ صرف کہہ دینا کافی نہیں ہے ۔ انصاف وہ ہے کہ جسے پبلک کہے کہ انصاف ہو رہا ہے ۔ ان گزارشات کے ساتھ میں یہ عرض کروں گا کہ میری کٹوتی کی تحریک منظور کی جانی چاہیے ۔

جناب سپیکر، میاں عمران مسعود صاحب آپ بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

میاں عمران مسعود ، جناب سپیکر ، یہ جو 9 کروڑ 62 لاکھ 78 ہزار 320 روپے کی ضمنی ڈیمانڈ پیش کی گئی ہے اور 4 کروڑ 50 لاکھ 80 ہزار 650 روپے کی جو کٹوتی کی تحریک ہم نے پیش کی ہے ۔ میں یہ کہوں گا کہ عام طور پر تو یہ ہوتا ہے کہ جب بھی بجٹ بنایا جاتا ہے اور جب بھی سکیمز دی جاتی ہیں اور ایک خاص طریقے کے تحت ڈالی جاتی ہے اور ڈسپلن کا خاص خیال رکھا جاتا ہے ۔ اور جو منظور شدہ سکیمز ہوں اور ان کے لیے جو مختص شدہ رقم ہو وہ اسی مد میں خرچ کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ جو 9 کروڑ 62 لاکھ روپے کی اتنی بھاری رقم ہے اس کے خرچ کرنے کی نہ تو کوئی اجازت لی گئی اور نہ ہی یہ رقم پہلے مختص کی گئی تھی اور نہ ہی اسے منظور کروایا گیا تھا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ financial management کا indiscipline ہے ۔ جو کہ صرف ایک ڈیمانڈ میں ہی تقریباً 9 کروڑ ہے اور کل تو

میرا خیال ہے یہ دو تین ارب روپے کا ضمنی بجٹ ہم سے منظور کروایا جا رہا ہے۔ میرے نزدیک یہ بالکل indiscipline ہے۔ جناب والا! اگر اس میں آپ دیکھیں تو اس میں دو تین ایسے ہیڈز ہیں جو بالکل چونکا دینے والے ہیں۔ اگر آپ اس میں دیکھیں payment of pending telephone bill for the Advocate General's office جو کہ 38 لاکھ 48 ہزار روپیہ ہے۔ جناب والا' پتہ نہیں یہ کونسے outstanding bills ہیں۔ آیا یہ کوئی ٹیلیفون سیٹ خریدا گیا ہے۔ آیا یہ وہی ٹیلیفون سیٹ تو نہیں خریدا گیا جس پر 1990ء کی اسمبلی فون پر توڑ دی گئی تھی۔ مجھے تو یہ لگتا ہے کہ یہ وہی موبائیل ٹیلیفون ہے۔ اتنا زیادہ پیسہ جو کہ 38 لاکھ روپیہ ہے۔ جناب والا' مجھے تو اس کی سمجھ نہیں آ رہی۔ creation of thirteen posts جس طرح میرے بھائی میاں عبدالستار صاحب نے کہا ہے۔ میں اس کو repeat نہیں کروں گا۔ اس میں جو عجیب قسم کی رقم payment of professional fee to Advocate General Punjab and Mr. Arif Iqbal Hussain Bhatti ہیں فنانس ڈیپارٹمنٹ کا مشکور ہوں کہ انھوں نے یہ ساری چیزیں کھل کر اس میں بیان کی ہیں۔ جناب والا' یہ مسٹر عارف اقبال حسین بھٹی صاحب کون ہیں' کہاں کے ہیں اور آج کل یہ کیا کر رہے ہیں؟ اس کا بالکل کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ 4 لاکھ 20 ہزار روپے دیا گیا ہے۔ جناب والا! یہ تو 420 ہے۔ سمجھ نہیں آ رہی کہ کس مد میں سے دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: یہ آپ شرارتیں نہ کریں۔

میاں عمران مسعود: جناب والا! میں figures کی بات کر رہا ہوں کہ جن کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد دیکھیں Treatment abroad of Mrs. Khalida Nazeer Akhtar w/o Mr. Justice

جناب سپیکر: یہ سب ہائیکورٹ کے جج صاحبان ہیں۔

میاں عمران مسعود: جناب والا! میں ہائیکورٹ کا بڑا احترام کرتا ہوں۔ لیکن اس میں بڑی variation ہے۔ ایک صاحبہ کو تو آٹھ لاکھ دیا گیا دوسرے کو 29 لاکھ دیا گیا۔ یہ variation نہیں ہونی چاہیے تھی بلکہ دونوں کو برابر دینا چاہیے تھا۔

اس کے بعد Additional funds for payment of outstanding bills for Sui gas and the water charges for Lahore High Court

جناب والا! یہ 9 لاکھ 70 ہزار روپیہ یوٹیلٹی بل ہیں جو کہ میرے نزدیک بہت ہی زیادہ بل ہیں۔ کوشش

یہ کرنی چاہیے اگر ٹیلیفون یا دوسری یوٹیلٹی کے استعمال کی ceilings بیورو کریٹس پر ہیں تو میرے خیال میں بجز صاحبان کو بھی گزارش کرنی چاہیے کہ وہ ان کا صحیح استعمال کریں۔جناب سپیکر! اس کے بعد payment of outstanding bills for law officers/pleader's fee. جس میں میاں عبدالستار نجم صاحب کو 3 لاکھ 25 ہزار، رانا محمد ارشد صاحب 14 لاکھ 90 ہزار روپے، مسٹر تصدق حسین جیلانی 1 لاکھ 82 ہزار، مسٹر فاروق بیدار 15 لاکھ روپیہ سید نیاز علی شاہ 1 لاکھ 74 ہزار روپیہ۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! فاضل رکن ابھی اخراجات پر اعتراض کرتے ہوئے تفصیلات بتا رہے ہیں یہ تحریک کٹوتی نمبر 6 کے زمرے میں آتی تھی جو کہ انھوں نے واپس لے لی ہے۔ لہٰذا اب رول 116 کے تحت شامل ہے ان کو زیر بحث نہیں لا سکتے۔

میاں عبدالستار: جناب والا، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری جو کٹوتی کی تحریک نمبر 5 میں یہ شامل ہے۔

جناب سپیکر: آپ فکر نہ کریں۔ کارروائی کو چلنے دیں۔ لیکن بات کو مہربانی کر کے مختصر کریں۔ یہ تفصیلات تو چھپی ہوئی ہیں۔

میاں عمران مسعود: جناب والا! یہ رقوم جو ایڈووکیٹ جنرل کو دی جا رہی ہیں کیا اس لیے دی جا رہی ہیں کہ جو اپوزیشن کے ممبر تھے۔ میں بھی ان میں شامل ہوں، مجھ پر بھی کیس ہوا۔ I was tried for this case میں جیل میں ڈیڑھ مہینہ رہا۔ کیا یہ جو فیسیں دی گئی تھیں کیا یہ اسی لیے دی گئی تھیں کہ اپوزیشن کے ممبران کو خوفزدہ کیا جائے یا ان کو pressurise کیا جائے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ جو لاکھوں روپے کی ایڈووکیٹ جنرل کو فیسیں دی جا رہی ہیں آیا یہ ان کا یہی کام ہے کہ وہ اپنے دفتروں میں بیٹھ کے اپوزیشن کے خلاف مقدمات کی پیروی کریں۔ جناب والا! مجھ پر جو بغاوت کا کیس کر دیا گیا ہے۔ اگر حکومت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ہم لوگوں کو انصاف ان کے گھر کے قریب دیں گے، ان کو سستا انصاف مہیا کریں گے۔ جناب والا، یہ وہ لوگ ہیں جن کا انصاف سے بہت زیادہ تعلق ہے۔ کورٹس سے ان کا بہت زیادہ تعلق ہے۔ ہم جوڈیشری کا بہت احترام کرتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کو یہ فیسیں دی گئی ہیں یہ تو حکومت کے بندے ہیں۔ ان کے allies ہیں۔ اگر ان کو bonafide اور اچھے طریقے سے استعمال کیا جائے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ we would be the last person کہ ہم اس پر اعتراض کریں۔ لیکن اگر اس کا استعمال ہمارے ہی خلاف

کیا جائے گا اور صرف اپوزیشن کے ممبران کو دبانے کے لیے اور ان کو خراب کرنے کے لیے کیا جائے گا پھر تو ہم اس پر ضرور اعتراض کریں گے۔

جناب والا! میری یہی گزارش ہے کہ یہ جو انھوں نے ساڑھے نو کروڑ روپیہ مانگا ہے۔ اگر ہمیں کوئی ایسی ایمرجنسی ہو تو ضرور پیسہ دینا چاہیے۔ لیکن ہمیشہ وہی پیسہ دینا چاہیے جو کہ مختص ہو۔ یا جو approved schemes ہوں۔ میرے نزدیک یہ ایک سیاسی رشوت دی گئی ہے اور پتہ نہیں ان لوگوں سے کون سا کام لیا گیا ہے۔ اور کونسا انھوں نے آئندہ کرنا ہے۔ لہٰذا میں اس کی مخالفت کرتا ہوں اور آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ میری کٹوتی کی یہ تحریک منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر، کسی اور دوست نے تو اس پر بات نہیں کرنی؟ لسٹ میں انعام اللہ نیازی صاحب کا نام لکھا ہوا ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ جی لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر، ضمنی مطالبہ زر نمبر 8 کے بارے میں کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے۔ میں اس کی مخالفت کرتا ہوں اور مطالبہ زر کی حمایت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ عوام کی مشکلات کا ازالہ ہماری حکومت کا نصب العین رہا ہے۔ اور اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور احمد وٹو صاحب کی خصوصی ہدایات کے پیش نظر عام آدمی کو اس کے گھر کے نزدیک سستا انصاف مہیا کرنے کے لیے گزشتہ مالی سال کے دوران حکومت پنجاب نے اپنا ترجیحی پروگرام بنایا۔ اور اس کے تحت یہ فیصلہ کیا گیا کہ عوام کو سفری صعوبتوں سے بچانے کے لیے اور انصاف مہیا کرنے کے لیے ضلعی ہیڈ کوارٹرز کے ساتھ ساتھ ایسی سب ڈویژن تحصیل سطح پر جہاں پر پانچ سو یونٹ سے زائد سیشن مقدمات موجود ہیں وہاں ایڈیشنل سیشن جج تعینات کیے جائیں۔ اور اس مقصد کے لیے محکمہ امور داخلہ نے وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت کی روشنی میں لاہور ہائیکورٹ سے درخواست کی کہ ایسی تحصیل اور سب ڈویژن پر سیشن جج تعینات کیے جائیں۔ اس ضمن میں 13 سب ڈویژنز جن میں پتوکی، کھاریاں، گوجر خاں، تلہ گنگ، کلورکوٹ، شورکوٹ، میلسی، چیچہ وطنی، کہروڑ، جام پور، رجھان، کوٹ ادو اور علی پور شامل ہیں ان میں سیشن جج کی کورٹس قائم کر دی گئی ہیں۔ اور یکم جولائی سے وزیر آباد، تونسہ شریف، شکر گڑھ اور شجاع آباد گوجرہ، فیروز والا، حاصل پور اور عارف والا میں بھی ایڈیشنل جج کی کورٹس قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اور اس سلسلے میں جو اخراجات کی تفصیل پوچھی گئی ہے وہ بھی میں عرض کرتا ہوں کہ ان ایڈیشنل سیشن ججوں کی عدالتوں پر تنخواہ اور الاؤنسز کے ضمن میں 46 لاکھ 80 ہزار

روپے کے اخراجات آئے جبکہ فرنیچر اور ٹائپ رائٹر مشینوں وغیرہ کی خریداری پر 13 لاکھ 52 ہزار روپے کے اخراجات آئے۔ اسی طرح بجلی، ٹیلیفون اور گیس وغیرہ کے سلسلے میں 10 لاکھ 92 ہزار روپے کے اخراجات شامل تھے۔ اس طریقے سے ایک عدالت کے قیام پر تقریباً 5 لاکھ 48 ہزار روپے کا خرچ آتا ہے۔ جناب سپیکر! اس ضمنی مطالبہ زر میں جو رقم رکھی گئی ہے یہ عوام کو سستا انصاف فراہم کرنے کے لیے رکھی گئی ہے اس لیے یہ کٹوتی کی تحریک نامنظور کی جانی چاہیے اور عوام کے انصاف کے معاملے میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کو ہمیں مسترد کرنا چاہیے۔ لہذا مطالبہ زر کی منظوری ضروری ہے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ:

4 کروڑ 50 لاکھ 80 ہزار 6 سو 50 روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 8 عدل گستری کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

وزیر قانون، جناب سپیکر! چونکہ دوسری تحاریک کٹوتی واپس لے لی گئی ہیں اس لیے اب اس پر آپ مطالبہ زر کی منظوری کے لیے question put کریں گے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ:

ایک ضمنی رقم جو 4 کروڑ 50 لاکھ 80 ہزار 6 سو 50 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1995ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عدل گستری برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 12

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر 12 وزیر قانون پیش کریں گے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

ایک ضمنی رقم جو 10 کروڑ 75 لاکھ 53 ہزار 3 سو 90 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1995ء کے

دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زراعت برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

ایک ضمنی رقم جو 10 کروڑ 75 لاکھ 53 ہزار 3 سو 90 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1995ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زراعت برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب ایس اے حمید: جناب والا! I oppose.

جناب سپیکر: مطالبہ زر نمبر 12 میں تخفیف کی ایک تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔

سید تابش الوری، سردار حسن اختر موکل، میاں عبدالستار، حاجی مقصود احمد بٹ، جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب محمد بشارت راجہ، رانا نورالحسن، سردار امجد حمید خان دستی، جناب شیخ محمد، جناب غلام احمد خان، ملک محمد عباس کھوکھر، رانا محمد اقبال خان، سید ظفر علی شاہ، جناب ایس اے حمید، میاں عثمان ابراہیم، میاں عمران مسعود، چودھری تنویر خان، خواجہ محمد اسلام، جناب عبدالرؤف مغل، جناب امتیاز احمد، چودھری اعجاز احمد آف میانہ چک، خواجہ ریاض محمود، چودھری محمد افضل ساہی اور ملک غلام شبیر جوئیہ۔

ایس اے حمید صاحب اب آپ اپنی تخفیف کی تحریک پیش کریں۔

Mr. S.A.Hameed: Sir, I move-

That the total of Rs 10,75,53,390/- an account of Demand No 12-Agriculture be reduced to Rs 1/-

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

10 کروڑ 75 لاکھ 53 ہزار 3 سو 90 روپے بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 12، زراعت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

جناب وزیر قانون: جناب والا! I oppose

جناب سپیکر: اب میں ایس اے حمید صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

میاں عمران مسعود: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی فرمائیے۔

میاں عمران مسعود: جناب سپیکر! مجھے ایک combined application ملی ہے۔ جناب والا! محکمہ بلڈنگ کے تحت جو کام کرنے والے ملازمین ہیں انھوں نے درخواست کی ہے اور میں بھی یہ چاہوں گا کہ انھیں اور ٹائم اور اضافی تنخواہ دلوائی جائے۔ بجٹ اجلاس میں یہ روایت ہے کہ آپ اسمبلی کے تمام ملازمین کو اعزازیہ دیتے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ وہ لوگ جو ایئر کنڈیشننگ کو دیکھتے ہیں انھیں بھی یہ اضافی تنخواہ دی جائے۔

جناب سپیکر: آپ اپنی طرف سے recommend کر کے سیکرٹری صاحب کو دے دیجیے میں اس پر غور کر لوں گا۔

میاں عمران مسعود: بہت مہربانی۔

جناب سپیکر: جی جناب ایس اے حمید صاحب!

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! زراعت پاکستان کی 60 فی صدی آبادی کا ایک باوقار پیشہ ہے اور پورے ملک کی economy میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جناب سپیکر! یہ ایک المیہ ہے کہ پاکستان میں اس سیکٹر کو صحیح معنوں میں priority نہیں دی گئی بلکہ اسے نظر انداز کیا گیا ہے۔ اور آج تک پاکستان کا کاشت کار اور کسان بہت سی محرومیوں کا شکار ہے۔ یہ بات ایک المیے سے کم نہیں کہ پچھلے 30 سال میں جب پاکستان میں زراعت کو mechanize کیا گیا تو اس کی فی ایکڑ پیداوار بڑھنے کی بجائے کم ہو گئی ہے۔ جناب سپیکر! یہ حیران کن بات ہے کہ 60'S کے اوائل میں جب ایوب خان کا دور حکومت تھا تو اس وقت زراعت کو mechanize کرنے کے نتیجے میں ہماری فی ایکڑ پیداوار 40 من تک پہنچ چکی تھی لیکن آج 30 سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود یہ پیداوار مزید بڑھنے کی بجائے کم ہو کر اس وقت 18 من فی ایکڑ تک پہنچ چکی ہے۔ research اور دوسرے محکموں پر جو محکمہ زراعت بڑی بڑی رقمیں اٹھا رہا ہے اس کے مثبت کی بجائے منفی اثرات مل رہے ہیں۔ پنجاب کا یہ صوبہ جو کہ

پورے ملک کی گندم ' کپاس اور چاول کی ضروریات پوری کرتا ہے آج اس کے کسان اور کاشت کار محرومی کا شکار ہیں ۔ جناب والا ! یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ہماری پیداوار بھارت سے بھی کم ہے ۔ اور پھر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پنجاب کے صوبے کی فی ایکڑ پیداوار پاکستان کے دوسرے صوبوں سے کم ہے ۔ ----

جناب سپیکر: ایس اے حمید صاحب ! وقت بہت کم ہے آپ بھی ذرا مختصر کیجیے ۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر ! ابھی تو ایک بجا ہے ۔ ڈیڑھ بجے تک چلنا ہے ۔

جناب سپیکر: آپ جلدی کیجیے ۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر ! چونکہ یہ ایک بہت ہی اہم موضوع ہے اور اس کے بارے میں ' میں کچھ تجاویز دینا چاہتا ہوں ۔ میں عرض کر رہا تھا کہ آج ہم گندم ' دالیں اور مرچیں تک درآمد کرنے پر مجبور ہیں ۔ اور اربوں روپے ہم نے اس مد میں ضائع کر دیے ہیں ۔ کیا وجہ ہے کہ ہم زراعت میں مطلوبہ حدف پورے نہیں کر سکے ہیں؟ جناب والا ! پنجاب کا صوبہ جو اجناس پیدا کرتا ہے اس میں سے گندم ' چاول اور دوسری اجناس دوسرے صوبے لے کر سمگل کرتے ہیں ۔ اس کے مقابلے میں جو درآمد شدہ گندم ہے جس کی قیمت پاکستان اور پنجاب کی produce سے کم از کم double ہے ۔ پنجاب کی عوام اسے لے کر اسی کو استعمال کر کے یہ تمام اخراجات اپنے سر لے رہے ہیں اور پھر پنجاب کو گندم کپاس اور چاول کی پیداوار کے لیے کسی طور پر کوئی رائلٹی نہیں مل رہی جبکہ سرحد بجلی کی رائلٹی لے رہا بلوچستان سوئی گیس کی رائلٹی لے رہا ہے اور سندھ تیل کی رائلٹی لے رہا ہے لیکن پنجاب کو کسی قسم کی کوئی رائلٹی نہ دے کر میں سمجھتا ہوں کہ اس کے حقوق کا استحصال کیا جا رہا ہے۔ جناب والا ! وزیر اعلیٰ پنجاب صحیح طور پر پنجاب کا مقدمہ نہیں لڑ سکے اور اور مرکزی حکومت نے واپڈا کی مد میں پنجاب کے 2 ارب روپے کاٹ لیے ہیں۔ جناب والا ! یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ صرف پنجاب کی عوام بجلی کے بل دیتی ہے ۔ سرحد اور بلوچستان کے جو لوگ بجلی استعمال کرتے ہیں وہاں سے بجلی کی وصولیاں نہ ہونے کے برابر ہیں ۔ جناب سپیکر ! ان حالات میں ہمیں کسی طور پر بھی مرکزی حکومت سے کوئی سہارا نہیں مل رہا۔ آج یہاں 10 کروڑ' 75 لاکھ 53 ہزار'390 روپے کا جو ضمنی بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ اگر آپ ضمنی بجٹ دیکھیں کہ جن مدات میں یہ رقم خرچ کی گئی ہے میں یہ بات آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ ان کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ جناب والا! صفحہ نمبر 38 پر

Gujranwala Agriculture Development Project کے ہیڈ 50000 میں Commodities and Services کے لیے 5 لاکھ' 33 ہزار 200 روپے رکھے گئے ہیں اس طرح Punjab Agriculture Extension کے لیے Commodities and Services کے نام پر 58 لاکھ' 42 ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ پھر اسی طرح Commodities and Services کے نام پر Strengthening of research on new hybirds of fodder alfalfa crops پر ایک لاکھ 75 ہزار روپے رکھے گئے ہیں اور پھر اسی طرح Agriculture bio-technology research institue کے لیے 2 لاکھ' 78 ہزار' 200 روپے رکھے گئے ہیں۔ پھر soil and water conservation research institute Chakwal کے لیے 92 ہزار روپے رکھے گئے ہیں اور پھر بہاولپور میں Commodities and Services کے نام پر 18 لاکھ' 87 ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب سپیکر' یہ رقمیں ایسی ہیں جن کا ضمنی بجٹ میں رکھنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ یہ رقمیں A.D.P کے تحت رکھی جا سکتی تھیں۔ لیکن پیسے کو misappropriate کرنے کے لیے پیسے کو خورد برد کرنے کے لیے یہ لاکھوں روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ جناب والا' اس کے بعد اگر آپ صفحہ 41 پر آئیں Punjab Agriculture extension and adaptive research project phase-II کے لیے 3 کروڑ' 43 لاکھ' 45 ہزار' 750 روپے اس کے بعد hybirds alfalfa crops کا جو ریسرچ سنٹر ہے اس کے لیے 20 لاکھ' 70 ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد Agriculture bio-technology research کے لیے 27 لاکھ' 40 ہزار رکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد fruits and vegetable area Faisalabad کے لیے 20 لاکھ' 91 ہزار روپے رکھے گئے ہیں اور اس کے بعد چکوال کے لیے 11 لاکھ' 54 ہزار روپے رکھے گئے ہیں ----

جناب سپیکر ، آپ مہربانی سے wind up کیجیے۔

جناب ایس اے حمید ، جناب والا' میں wind up کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر ، حمید صاحب Please wind up

جناب ایس اے حمید ، جناب والا! ڈیڑھ بجے تک ٹائم ہے اور صرف ایک سپیکر اور ہے۔ میں پانچ سات منٹ میں wind up کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر ، نہیں نہیں۔ میرے پاس تین اور سپیکر لکھے ہوئے ہیں خواجہ محمد اسلام' افضل ساہی اور سید تابش الوری۔

جناب ایس اے حمید : جناب والا ' صرف دو ہی سپیکر ہیں ۔ جناب والا ! 4 کروڑ ' 70 لاکھ روپے کی رقم ریسرچ کے لیے رکھی ۔ یہاں پر میرا نکتہ استدلال یہ ہے کہ یہ ایک سالانہ پروگرام کا حصہ ہے ۔ ضمنی بجٹ میں یہ رقمیں رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے ۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے

جناب ایس اے حمید : جناب والا ! یہاں پر میں دوسری بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تمام رقوم محکمہ نے ریسرچ کے لیے رکھی ہیں کیا محکمہ کی کارکردگی یہی ہے کہ 1964ء میں ہم فی ایکڑ پیداوار 40 من لے رہے تھے آج تیس سال کے بعد یہ پیداوار 18 من رہ گئی ہے۔ جناب والا ! محکمہ نے جو اپنی efficiency دکھائی ہے۔ زراعت کا محکمہ ریسرچ کے معاملے میں کسان اور کاشتکار کی حالت بہتر بنانے میں بری طرح ناکام ہو چکا ہے ۔ جناب والا! سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہ پیداوار کم کیوں ہوئی؟ یہ اس لیے کم ہوئی کہ جب میکسی پاک کا بیج پہلی دفعہ پاکستان میں استعمال کیا گیا تو اس کی پیداوار چالیس من تھی لیکن آج جو بیج ہے اس کی کوالٹی انتہائی ناقص ہے اور محکمہ جس کی یہ ڈیوٹی تھی کہ وہ بیج کو improve کرنے کے لیے جو ریسرچ سنٹرز بنائے ہیں جن کی مد میں 4 کروڑ ' 70 لاکھ کی رقم سنائی ہے یہ اس بیج کی improvement کے لیے کچھ نہیں کر سکا ۔جو کیڑے مار ادویات ناقص استعمال ہوتی ہیں یہ ان کو بہتر بنانے کے لیے کچھ نہیں کر سکا۔ جناب والا! کھادوں کے معیار کو برقرار رکھنے کے لیے یا ان کے بارے میں ریسرچ کے جو نتائج ہیں وہ اس پنجاب کے کاشتکار اور کسان کو کسی قسم کی مدد دینے میں ناکام رہے ہیں ۔ ----

جناب سپیکر : جناب ایس اے حمید صاحب۔

جناب ایس اے حمید : جناب والا ! میں ختم کر رہا ہوں۔ جناب والا ! یہ ایسی allocation ہے جو کسی نہ کسی طرح بھی محکمہ زراعت کی efficiency کو بہتر کرنے میں ناکام ثابت ہوئی ہیں۔ جناب والا ' کارخانہ ----

جناب سپیکر : نہیں نہیں

جناب ایس اے حمید : جناب والا ' میں صرف ایک بات کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر : آپ تفصیلات میں جا رہے ہیں ۔ لہٰذا آپ اصل نکتہ پر آئیں ۔

جناب ایس اے حمید : جناب والا! میں آخری بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر : جی

جناب ایس اے حمید : جناب والا! میں آخری بات کر رہا ہوں کہ جو 48 لاکھ ' 52 ہزار 500 روپے کی رقم جو کارخانہ آلات زراعت کے لیے استعمال کی گئی ہے اس کا بھی کوئی جواز نہیں بنتا لہٰذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں نے یہاں پر جو کٹ موشن دی ہے اس کے مطابق یہ رقم ایک روپیہ کر دی جائے۔ کیونکہ محکمہ اپنی efficiency کو برقرار رکھنے میں ناکام رہا ہے۔

جناب سپیکر : بہت بہت شکریہ۔ جناب رانا اقبال خان صاحب!

رانا محمد اقبال خان : جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ زراعت ہمارے اس ملک کی انتہائی اہم اور ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ جناب والا! زراعت کے شعبہ کے لیے اور اس کو ترقی دینے کے لیے اس کو بہتر بنانے کے لیے پانچ اجزا کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جس میں سب سے پہلے اولیت یا فوقیت یا اہمیت پانی کو دی جاتی ہے اس کے بعد بیج کو دی جاتی ہے اس کے بعد کھاد کو دی جاتی ہے اس کے بعد ٹریکٹر اور تیل کو دی جاتی ہے اس کے بعد کیڑے مار ادویات کو دی جاتی ہے۔ جناب سپیکر! ہمارے پیداواری اہداف اسی لیے مکمل نہیں ہو پاتے کہ ہم ان چیزوں پر شروع سے غور نہیں کرتے۔ اب تو ماشاء اللہ مجھے امید ہے کہ ہمارے وزیر زراعت جو کہ بنیادی طور پر اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کو احساس بھی ہے۔ یہاں پر باتیں ہوتی ہیں کہ پنجاب کے کاشتکار یا ان کو کچھ اور نام بھی دیا جاتا ہے ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ پنجاب کے کچھ افراد جن کی زمین کی holding ہے ان کے کہنے کے مطابق اسے جاگیردار کہتے ہیں۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے اور میں ان کے علم میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ کم از کم پنجاب میں کوئی جاگیردار نہیں ہے اور یہ جو میرے سفید پوش دوست احباب ادھر بھی اور ادھر بھی تشریف فرما ہیں جن کا تعلق کاشت کاری سے ہے آپ ان سے پوچھ سکتے ہیں۔ میری آپ کی وساطت سے احباب سے یہ گزارش ہے کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ پنجاب کے جاگیردار اس ملک کو کھا گئے ہیں میں کہتا ہوں کہ وہ بالکل غلط کہتے ہیں بلکہ پنجاب میں تو سرے سے کوئی جاگیردار ہے ہی نہیں (نعرہ ہائے تحسین)

یہ کاشت کاران جو سفید کپڑے پہن کر آپ کے سامنے آجاتے ہیں میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ان میں سے 99 فیصد ایسے ہیں جو کہ بنکوں کے مقروض ہیں اور اپنے بنکوں کے قرضوں کی وجہ

سے ان کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں لیکن اپنی اس انا کو برقرار رکھے ہوئے ہیں کہ پنجاب کا تشخص بحال رکھا جائے چاہے ہمیں قرضہ ہی کیوں نہ لینا پڑے ۔

جناب والا! یہ بات بھی ہو رہی ہے کہ آئی ایم ایف کے کہنے پر ہمیں زرعی ٹیکس بھی لگایا جائے۔ ہمارے دوست یہاں ثابت کر چکے ہیں کہ پنجاب کے کاشت کاروں پر ایک ٹیکس نہیں بلکہ بے شمار ٹیکس ہیں اور انہوں نے 19 ٹیکسوں کا ذکر کیا ہے بیسویں ٹیکس کا میں اضافہ کرتا ہوں ' اور وہ واٹر ٹیکس ہے جو ان اشخاص سے لیا جا رہا ہے' جن کو ٹیوب ویلوں کی سہولت دے کر اس کو واپس لے لیا گیا ہے لیکن ان پر وہ ٹیکس اسی طرح سے برقرار ہے۔ میں اپنے بھائی سے وزیر زراعت ہونے کے ناتے سے یہ گزارش کروں گا کہ کاشت کاروں کو مراعات دیجیے اور اپنے ملک کو گندم کے معاملے میں خود کفیل بنایے جس طرح ایک دفعہ پہلے بھی خود کفیل ہو گیا تھا۔ اگر آپ مراعات دیں گے تو یقیناً گندم کے معاملے میں ملک خود کفیل ہو جائے گا۔ جب یہ ملک خود کفیل ہو جائے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ اسلام میں بھی اور دنیا میں بھی اس کا نام روشن ہو گا۔

جناب سپیکر ، بہت بہت شکریہ۔

رانا محمد اقبال خان ، جناب والا میں نے تو ابھی اپنی بات شروع کی ہے ۔

جناب سپیکر ، رانا صاحب! ذرا لحاظ کیجیے کا وقت کم ہے ۔ آج آپ مہربانی کیجیے۔

رانا محمد اقبال خان ، جناب والا آپ کو تھوڑا سا تحمل سے سننا پڑے گا ۔

جناب سپیکر ، میں تو سنتا ہی ہوں ۔ دیکھیں کتنے اطمینان سے میں نے آپ کی ساری باتیں سنی ہیں۔

رانا محمد اقبال خان ، جناب والا! اس وقت پنجاب میں 4 کروڑ 32 لاکھ 68 ہزار 961۔

لالہ مہر لال بھیل ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا رانا صاحب نے فرمایا ہے کہ پنجاب میں کوئی جاگیر دار نہیں ہے ' پنجاب میں کوئی بڑا زمیندار نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پنجاب میں سب سے بڑا جاگیردار اور زمیندار میں خود ہوں کہ میری جائیداد سات مرلے اپنی ملکیت ہے .....

جناب سپیکر ، ماشاء اللہ ۔

لالہ مہر لال بھیل ، تو میں اپنے آپ کو بہت بڑا جاگیر دار اور بہت بڑا زمیندار سمجھتا ہوں کہ میرے پاس بھی سات مرلے زمین تو ہے ۔

رانا محمد اقبال خان ، جناب سپیکر ! میں پنجاب کے رقبے کی بات کر رہا تھا .....

جناب سپیکر ، آخر میں آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں ؟

رانا محمد اقبال خان ، ہمارے اس پنجاب کا کافی رقبہ ایسا ہے جو بنجر اور بے آباد پڑا ہے۔ اس پر ہمیں توجہ دینا ہوگی۔ بنجر زمین کو زیر کاشت لا کر ہم پیداوار کے اس میدان میں خود کفیل ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ کھادوں کیڑے مار ادویات پر اور پانی پر خصوصی طور پر نظر رکھنا ہوگی۔ لیکن میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے اس طرف توجہ بہت کم دی ہے۔ زرعی زمین کو ہموار کرنے کے لیے بلڈوزر کا حصول آسان کر دیا جائے اور اس پر سبسڈی بھی دے دی جائے تو پنجاب کے کاشت کار اس ملک کی پیداوار میں زیادہ اہم رول ادا کر سکیں گے۔

جناب سپیکر ، بڑی مہربانی۔ اب میں جناب افضل ساہی صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

چودھری محمد افضل ساہی، شکریہ۔ جناب سپیکر ! وقت کی کمی کی وجہ سے میں رانا صاحب کی بات کو آگے لے کر چلتا ہوں۔ رانا صاحب نے اپنی تقریر میں جاگیرداروں کا بھی ذکر کیا اور انہوں نے دعوے سے کہا کہ اس صوبے میں اس وقت کوئی جاگیردار نہیں ہے۔ انہوں نے انہیں نام دیا کاشت کار کا' کسان کا جو کاشت کاری کرتے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس صوبہ میں 80 فیصد لوگ ایسے ہیں جن کو زمیندار یا کسان کا نام دینا ان کے ساتھ مذاق کرنے کے مترادف ہے۔ دو چار یا بارہ ایکڑ تک کا جو زمیندار ہے اس کو کسان یا کاشت کار آپ نہیں کہہ سکتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو اگر زرعی مزدور کہا جائے تو وہ نام ان کے لیے بہتر ہوگا۔ اس صوبہ کے اندر مزدور کوئی بھی ہو' خواہ وہ صنعتی مزدور ہو یا زرعی مزدور ہو حالت سب کی خراب ہے۔ لیکن زرعی مزدور کے متعلق میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس صوبہ یا اس ملک کے اندر زرعی مزدور ایک ایسا مزدور ہے جو چوبیس گھنٹے میں سے بیس گھنٹے کام کرتا ہے اور جو چار گھنٹے اس کے آرام کے ہوتے ہیں اس میں بھی اس کو مکمل آرام نہیں ملتا وہ اس دوران کھلے آسمان تلے اپنے مویشیوں کے پاس سوتا ہے اور ہر وقت اس کے ذہن میں یہ خدشہ لگا رہتا ہے کہ کہیں کوئی چور میرا مویشی نہ لے جائے۔ یہ زرعی مزدور وہ مزدور ہے جو سردیوں کی اندھیری راتوں میں جب برف پڑ رہی ہوتی ہے کھلے آسمان تلے ننگے پاؤں اپنے کھیتوں کو پانی لگاتا ہے۔ یہ زرعی مزدور وہ مزدور ہے کہ جس کا اپنے کھیتوں میں کام کرتے ہوئے ہاتھ کٹ جائے۔' ٹانگ کٹ جائے یا سانپ ڈسنے سے اس کی موت بھی واقع ہو جائے تو نہ ہی

پنجاب حکومت اور نہ ہی پاکستان حکومت اور نہ ہی پاکستان کے اندر کوئی رفاہی ادارہ ایسا ہے کہ جو اس کی مالی امداد کرے۔ لیکن اس کے مقابلے میں صنعتی مزدور کی اگر ایک انگلی بھی کٹ جائے تو اس کو اس کا معاوضہ دیا جاتا ہے۔ زرعی مزدور وہ مزدور ہے جو ایک دفعہ کپڑا پہنتا ہے تو وہ اس وقت اتارتا ہے جب وہ پھٹ جاتا ہے۔ اس کے پاس اتنی گنجائش نہیں ہوتی کہ وہ دھوبی سے اپنے کپڑے بھی دھلوا سکے۔

جناب سپیکر وقت چونکہ تھوڑا ہے میں چند ایک گزارشات اس بجٹ کے حوالے سے بھی کرنا چاہتا ہوں جیسا کہ رانا صاحب نے فرمایا ہے کہ جو چند ایک بنیادی ضروریات ہیں' جن کے بغیر زراعت ہو نہیں سکتی۔ جن کے بغیر زراعت کے پیشے کو اپنانا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ جیسے انہوں نے پانی کھاد بیج اور کیڑے مار ادویات کا حوالہ دیا جن کو ہم فصلوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس حکومت نے یہ جو 10 کروڑ 75 لاکھ 53ہزار 390 روپے اس مد کے لیے رکھے ہیں اور یہ ضمنی بجٹ ہے۔ اس مد کے لیے اتنی رقم رکھی گئی ہے لیکن اس ایوان میں جن بنیادی چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے لیے کیا کیا گیا ہے؟ بیج کا ذکر آیا' بیج کی ریسرچ کے لیے ۸ لاکھ ۲۲ ہزار ۵۸۰ روپے رکھے گئے ہیں اور بیج کی ریسرچ کیا ہوئی ہے' ریسرچ والوں کا تو کام ہے کہ ہمیں ہر سال ایسے بیج introduce کروائیں جو پچھلے سالوں کی نسبت بہتر پیداوار دے سکیں۔ لیکن حال یہ ہے آج ۱۹۹۵ء کی میں بات کر رہا ہوں آپ آج سے تیس سال پیچھے چلے جائیں جب ایوب خان کا دور تھا ہم اس پر بھی تنقید کرتے ہیں۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ اس دور میں جب ایوب خان نے میکسی پاک اور یکورا کا بیج امپورٹ کیا تھا تو ہم اس وقت گندم میں خود کفیل ہو گئے تھے۔ یہ ۳۲ سال پہلے کی بات ہے لیکن آج عالم یہ ہے کہ ہم ریسرچ پر اتنا پیسہ بھی خرچ کر رہے ہیں لیکن ہم نے جو بیج introduce کروائے ہیں' اس وقت بھی میرے سب زمیندار بھائی بیٹھے ہوئے ہیں وہ آپ کو بتا سکتے ہیں کہ گندم کا ایک بیج پاک ۸۱ ہے۔ جو آج سے پندرہ سال پہلے متعارف کروایا گیا۔ اس کے بعد جتنے بھی بیج متعارف ہوئے ہیں اس کے جتنی کوئی بھی بیج پیداوار نہیں دے رہا۔ تو یہ حال ہے ہماری ریسرچ کا کہ دن بدن یہ سلسلہ ڈاؤن ہی ہوتا جا رہا ہے۔ آگے ایک مد ہے sugercane development کی ہے اس میں 6 لاکھ 56 ہزار 910 روپے رکھے گئے ہیں۔ اس میں ہم نے ڈویلپمنٹ کیا کی ہے۔ آج سے پندرہ سال پہلے گنے کے جو بیج متعارف کروائے گئے وہ بی ایل nine۔ بی ایل four اور ایک بیج

ہے اس کو انڈیا کا بیج بھی کہتے ہیں اس کا نام ایل 48-11 ہے۔ ایل 48-11 جو ہے اس کے بارے میں، میں نے ایک ذمہ دار زراعت افسر سے پوچھا۔ کہ آپ ایل 48-11 کے ساتھ انڈیا کیوں کہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ کچھ زمیندار انڈیا گئے تھے وہ یہ بیج لے کر آئے ہیں۔ اس سے آگے یہ بیج چلا۔ میں نے کہا کہ آپ ریسرچ کس کام کی کرتے ہیں؟ کیوں اتنا پیسہ ضائع کرتے ہیں؟ پنجاب کے اندر جو آب و ہوا ہمیں میسر ہے وہی مشرقی پنجاب میں ہے تو وہ ریسرچ میں کیوں آگے نکل گئے ہیں وہ ایل 48-11 ہمارے تمام بیجوں سے زیادہ پیداوار دے رہا ہے۔ اور ہمارے بیج جو آج سے پندرہ سال پہلے ریسرچ والوں نے خود متعارف کروائے اس کے بعد کوئی ایسا بیج اس صوبے کو متعارف نہیں کروایا گیا جو پہلے کی نسبت زیادہ پیداوار دے سکے۔ آگے اس محکمے میں یہ جو فوج ظفر موج رکھی گئی ہے اس کی سنیں کہ میں ضلع فیصل آباد تھانہ چک جھمرہ کا رہنے والا ہوں۔ تھانہ لیول یا مرکز لیول کہہ لیں۔ ایک زراعت افسر ہوتا ہے، ایک زراعت انسپکٹر ہوتا ہے۔ اس کے نیچے کوئی پانچ چھ فیلڈ اسسٹنٹ ہوتے ہیں۔ آگے بیلداروں کا عملہ ہوتا ہے۔ تو میں اپنے ڈیرے پر بیٹھا ہوا تھا اور بھی کافی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک زمیندار آیا اور اس نے کہا کہ کماد کو کیڑی لگ گئی تھی۔ یہ جناب ایسی بیماری ہے جو کماد اگنے کے بعد ڈیڑھ دو ماہ کے اندر اندر ابھی پودا چھوٹا ہی ہوتا ہے تو اس کو یہ بیماری لگتی ہے۔ کیڑی لگ گئی تھی تو مجھے فیلڈ اسسٹنٹ نے کہا تھا کہ آپ اس میں مٹی کا تیل ڈالیں۔ تو میں نے مٹی کا تیل ڈالا تو وہ بیماری ختم تو نہیں ہوئی۔ ایک زمیندار بولا اور اس نے پنجابی میں بات کی۔ اور اسی کی زبان میں میں بات کروں گا۔" اونے کہیا کہ بھوے بادشاہ تو پورا عمل نہیں کیتا۔ نئی تے کیڑی دا اوتھے نا نہیں سی رہنا۔ اونے کیا کہ کی۔ اونے کہیا کہ تو ادھا نسخہ استعمال کیتا اے ادھا نہیں کیتا۔ اونے کیا تو مٹی دا تیل چھڑک کے اگ لا دینی سی۔ کیڑی دا اوتھے نا نشان نہیں سی رہنا۔ اے جناب والا حال اے جہڑی اسی فوج ظفر موج رکھی اے۔ میں on the floor of the House پورے ایوان دے گوش گزار کرنا چاہناں اور commitment کرناں۔ کہ میرے حلقے وچ پی پی 54 زراعت دا جہناں عملہ اے اونوں کسے ہور حلقے وچ بھیج دیو۔ اور اک ٹرائل کرکے ویکھو کہ جے اوتھے عملہ نہیں ہوندا تے ایدے نال پیداوار وچ کوئی فرق آندا۔ اس عملے دی کوئی ضرورت نہیں۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔

جناب محمد افضل ساہی: جناب والا! چند ایک گزارشات ہیں۔ بس دو منٹ میں بات ختم کرتا ہوں۔

آگے ایک مد 4 کروڑ 28 لاکھ 23 ہزار 320 روپے کی ہے۔ وہ کیا ہے plant protection and locust control ۔ پلانٹ پروٹیکشن کیا ہو رہی ہے کہ کپاس کے وائرس کا پچھلے دو سال سے ہم کچھ نہیں کر سکے۔ یہ ہم اپنی فصلوں کی اور اپنے پودوں کی پلانٹ پروٹیکشن کر رہے ہیں کہ اس کا کوئی علاج نہیں۔ گنے کا پہلے آپ نے سن لیا۔ یہاں سب زمیندار بھائی بیٹھے ہیں آپ سب دیکھ لیں کہ ان ریسرچ والوں نے اور زراعت والوں نے کوئی حل نہیں کیا۔ یہ اس کے آگے بے بس ہیں۔ اور locust میں 4 کروڑ کی رقم ہے۔ میں جناب آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان اور متعلقہ منسٹر سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ جو locust ہے میری زندگی میں ۔ میں نے تو اپنے علاقے میں locust کا عمد صرف ایک بار دیکھا ہے۔ لیکن یہ چار کروڑ کیا locust میں کہیں کیا محل بنے ہوئے ہیں۔ جن کے اندر بند کی ہوئی ہے۔ اور ان محلوں کی maintenance پر ہر سال خرچہ آتا ہے۔ یہ ضمنی بجٹ ہے ۔ ہنگامی طور پر تو خرچہ کیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سال تو locust کا کسی نے ایک دانہ بھی نہیں دیکھا۔ تو اس مد میں کیا ضرورت پڑی کہ اتنی بڑی چار کروڑ روپے کی رقم رکھ دی گئی۔

جناب سپیکر، بہت بہت مہربانی جناب افضل ساہی صاحب۔

جناب محمد افضل ساہی، جناب والا! آخر میں میری یہ گزارش ہے کہ اس مد پر کٹ لگا کر ایک روپے کی رقم کم کر دی جائے۔

جناب سپیکر ، آپ کا شکریہ۔ اس سلسلے میں آخری نام سید تابش الوری صاحب کا تھا۔ ان کا پیغام مجھے ملا ہے کہ آپ کی حسن سماعت کا شکریہ میں آپ کا مزاج دیکھ رہا ہوں۔ اس لیے آپ کو سماعت کی مزید آزمائش سے دوچار نہیں کرنا چاہتا لہذا زراعت پر اپنی تقریر قربان کر رہا ہوں۔ میں ان کا شکر گزار ہوں۔ آپ سب بھی شکریہ ادا کیجئے۔ اور اب میں دعوت خطاب دیتا ہوں جناب وزیر زراعت کو۔

وزیر زراعت (جناب طارق بشیر چیمہ)، جناب والا! مطالبہ زر نمبر 12 کے تحت۔۔۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جانے دیجئے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! کسی وزیر کی تقریر کے دوران پوائنٹ آف آرڈر اٹھانا ممنوع تو نہیں ہے۔ مجھے یہ وزیر زراعت threat کر رہے تھے کہ میری speech کے دوران اگر

interfere کیا تو اچھا نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر، آپ نے اچھا کیا کہ اس سے پہلے ہی interfere کر لیا۔ تقریر کے درمیان نہیں کیا۔ آپ پر بڑا اثر ہوا ہے۔

وزیر زراعت، جناب والا! میں اپنے بھائی سے گزارش کروں گا کہ ایک دفعہ پوائنٹس آف آرڈر اٹھالیں جتنے انہوں نے اٹھانے ہیں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ کون سی زبان سمجھتے ہیں اور میں اسی زبان میں احسن طریقے سے انہیں سمجھا بھی دوں گا۔ یہ جتنے بھی پوائنٹس آف آرڈر کرنا چاہتے ہیں ایک ہی دفعہ کر لیں۔ He is more than wlecome.

جناب انعام اللہ خان نیازی، میں تو یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ اپنی اوقات ایوان میں ظاہر ہی کر دیں۔

جناب سپیکر، جناب نورالحسن صاحب!

رانا نورالحسن، جناب والا! میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے۔

جناب سپیکر، کون سے موقع سے؟

رانا نورالحسن، کہ اس وقت وزیر اعلیٰ صاحب ' آئی جی پنجاب ' چیف سیکرٹری صاحب اور جناب ہوم سیکرٹری بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے ابھی ابھی ملتان بات کی تھی۔ شیخ عبدالسلام صاحب جو شیخ طاہر رشید ایم این اے کے ماموں ہیں۔ کل ہی ان کے گھر کو آگ لگا دی گئی۔ یہ کب تک ایسا ہوتا رہے گا؟ یہ تماشا کب تک چلتا رہے گا؟ پنجاب کی حکومت نے اور ملتان کی انتظامیہ نے ملتان کی طرف سے کیوں آنکھیں پھیری ہوئی ہیں؟ کیوں آنکھیں بند کی ہوئی ہیں؟ کیا یہ ملتان کو ----

جناب سپیکر، مہربانی۔ نورالحسن صاحب! آپ کو میں نے کل بھی موقع دیا۔ آپ کی تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا۔ اب آپ مہربانی فرمایئے۔ اور موقع دیجئے۔ سب کا وقت ہے۔ جناب وزیر زراعت!

وزیر زراعت ، جناب والا! مطالبہ زر نمبر 12 کے تحت 95-1994ء کے ضمنی بجٹ میں ایک رقم مبلغ 10 کروڑ 75 لاکھ 53 ہزار 390 روپے محکمہ زراعت کی سرگرمیوں کے تسلسل کے لیے خرچ کی گئی۔ اس مد سے محکمہ زراعت حکومت پنجاب کے جملہ امور یعنی افسران اور ماتحت عملہ کی تنخواہیں' الاؤنسز' ٹرانسپورٹیشن' کمیونیکیشن' سٹیشنری اور دیگر اخراجات پورے کئے جاتے ہیں۔ اس سے پہلے میرے فاضل دوستوں نے جو ارشاد فرمایا ہے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا ' ایس اے حمید صاحب نے بھی ' رانا اقبال

صاحب نے بھی اور چودھری افضل ساہی صاحب نے بھی کٹوتی کی اس تحریک کے حوالے سے حکومت کی زرعی پالیسی پر جو تنقید کرنا چاہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ حقائق پر مبنی نہیں ہے۔ موجودہ حکومت نے زرعی پالیسی کے حوالے سے شعبہ زراعت کی ترقی کے لیے نہ صرف یہ کہ کئی اہم اقدامات کیے ہیں جن پر میں آگے چل کر مختصراً گزارش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم نے اس سال مختلف فصلوں میں ریکارڈ پیداوار حاصل کی ہے۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں مختصراً تجزیہ پیش کروں۔

جناب والا! چاول جو ہمارا زرمبادلہ کمانے کا ایک اہم ذریعہ ہے اس سال ہم نے 16.86 لاکھ میٹرک ٹن کی پیداوار حاصل کی جو گزشتہ سال کی نسبت 6 فی صد زیادہ ہے۔ اسی طریقے سے اگر ہم گنے کو لیں تو اس کی ۲۸۲.۶۸ لاکھ ٹن پیداوار ہوئی جو کہ نہ صرف ریکارڈ پیداوار ہے بلکہ گزشتہ سال کی پیداوار ۲۴۵.۱۱ لاکھ ٹن سے ۱۵.۲ فیصد زائد ہے۔ اسی طریقے سے کپاس کا اگر میں ذکر کروں تو یقیناً اس میں میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ ہم نے ریکارڈ پیداوار کی ہے۔ لیکن پچھلے سال کی نسبت اس میں بھی ہم نے ۱۳.۶ فی صد زیادہ پیداوار حاصل کی ہے۔ پچھلے سال 65 لاکھ کچھ گانٹھیں پیداوار حاصل کی تھیں اس سال چوہتر اعشاریہ کچھ لاکھ حاصل کی ہیں۔ بحیثیت ایک زمیندار، ایک کاشت کار، میرے بھائی رانا اقبال صاحب اور چودھری افضل ساہی کے ارشادات کے مطابق میں بڑی دیانت داری سے یہ سمجھتا ہوں کہ محکمہ زراعت کی پالیسیوں کے حوالے سے اور اس ایوان میں چونکہ 75 یا 80 فی صد ارکان آج بھی یقیناً وہ لوگ ہیں جن کا زرعی پس منظر ہے۔ اور یہ بات کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے کہ ان حالات میں بھی زرعی سیکٹر ہماری جی ڈی پی میں almost ۲۴ فی صد contribute کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ جو foreign exchange ہم earn کر رہے ہیں اس میں بھی ۶۵ فی صد سے زیادہ حصہ زرعی سیکٹر کا ہے۔ بے روزگاری کے حوالے سے بھی میں یہ گزارش کروں گا کہ almost 50 percent of the people کے لیے یہ روزگار مہیا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے اور ہمارے ملک میں جتنی انڈسٹریز ہیں ان کے لیے خام مال پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ یہ ہماری کاوش رہی ہے، کاوش رہے گی کہ زرعی سیکٹر کی ترقی کے لیے جتنے بھی اقدامات کریں، جتنی بھی اچھی سے اچھی پالیسی ہم بنا سکیں وہ ہم بنائیں۔ ہم نے بنائی بھی ہیں اور مختصراً اس میں یہ گزارش کرتا چلوں کہ جو اہم اقدامات ہم نے کیے ہیں وہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر بلکہ خود وزیر اعلیٰ پنجاب نے پنجاب زرعی کمشن قائم کیا ہے۔ اور یہ زرعی کمشن تین سال کے

عرصے کے لیے ہم نے بنایا ہے۔ اور اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ محکمہ زراعت' شعبہ زراعت کے حوالے سے صحیح نشان دہی کی جا سکے۔ اور زرعی کمشن نے مسائل کی نشان دہی کے حوالے سے اپنی سفارشات بھی مرتب کی ہیں اور یہ بھی اسی ایگریکچر کمشن کے ذمے لگا ہے کہ ان سفارشات پر عمل درآمد بھی یقینی بنایا جائے۔ جناب سپیکر! مجھے پتا ہے کہ وقت کم ہے ــــ

جناب سپیکر، وقت کا احساس تو مجھے بھی ہے' آپ کو بھی ہے۔ ایک بات کی جانب میں بھی خاص طور پر اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو یہاں باتیں کی گئی ہیں ان میں بیجوں کا خاص طور پر تذکرہ آیا ہے اور مشرقی پنجاب بھارتی پنجاب کے حوالے سے یہ ذکر ہے کہ وہاں per acre yield ہمارے مقابلے میں باوجود اس کے کہ ہماری زمین بھی زرخیز ہے' پانی بھی ہے' وہاں فی ایکڑ پیداوار زیادہ ہے جس میں ایک بڑا عنصر بیجوں کا ہے۔ انھوں نے یہ کہا ہے کہ پندرہ سال سے ہمارا محکمہ زراعت کوئی ایسے ترقی دادہ بیج نہیں پیش کر سکا جن سے گندم کی پیداوار زیادہ بڑھتی۔ تو میں بھی آپ سے خاص طور پر یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس جانب خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! میں بیجوں کے حوالے سے یہ گزارش کروں گا کہ جہاں تک نئے بیجوں کی introduction ہے وہ بھی محکمہ زراعت کرتا رہتا ہے۔ اس سال بھی ہم نے گندم کے حوالے سے بھی اور کپاس کے حوالے سے بھی نئے بیج introduce کروائے ہیں۔ اس کے علاوہ بیجوں کے حوالے سے میں یہ گزارش کرنا ضروری سمجھوں گا کہ کوئی بھی شخص اس ایوان میں بیٹھا ہوا جس کا زراعت کے پیشے سے واسطہ ہے' بے شمار ایسے فاضل اراکین جن کا حزب اختلاف سے تعلق ہے' جو مجھے گاہے بگاہے بیجوں کی فراہمی کے حوالے سے حکم فرماتے رہتے ہیں' پنجاب سیڈ کارپوریشن نے اس عوامی حکومت نے پچھلے سال ایک پوائنٹ بنایا تھا کہ پورے پنجاب میں fertilizer اور بیج کی کمی کہیں پہ محسوس نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے' میں بڑے چیلنج کے ساتھ یہ بات کر رہا ہوں کہ پورے پنجاب کے کسی کونے سے نہ fertilizer کی کمی کی شکایت آئی ہے اور نہ بیج کی کمی کی شکایت آئی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اس سال بھی ہم نے ایگریکچر کمشن کے حکم کے تابع' اس کے فیصلے کے تابع ستر فی صد اضافی بیج کی کوشش کی ہے کہ ہم کاشت کاروں تک' زمینداروں تک پہنچائیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ جس طرح آپ نے فرمایا ہے' جس طرح باقی دوستوں نے فرمایا ہے' ہم مزید کوشش کریں گے اور مزید اپنے محکمے

کو یہ ہدایات دیں گے کہ وہ جو کچھ بھی ممکن ہو سکے اس حوالے سے کریں۔

جناب سپیکر، آپ نے یقیناً بیج مہیا کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا وہ بیج ایسا ترقی دادہ ہے کہ اس سے پیداوار میں اضافہ ہو۔

وزیر زراعت ، جی بالکل۔ انشاء اللہ ۔ بیج کے جو results ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ اس پوزیشن میں ہیں' as per research, as per results of the research —

جناب سپیکر، میں ایک خطرناک بات کہنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کو یہ پتا چلے کہ ہماری زمین کے مطابق' ہماری آب و ہوا کے مطابق وہ بیج جو بھارت میں انھوں نے develop کیا ہے وہی سب سے اچھا ہے تو اسے بھی امپورٹ کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور اس کی امپورٹ بھی کر لینی چاہیے۔

وزیر زراعت، میں اس میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ جس بیج کا یہ ذکر کر رہے ہیں وہ بیج یہاں پر ٹیسٹ کیا گیا ہے۔ اس بیج کی پیداوار یقیناً زیادہ ہے۔ لیکن ایک بات جو بہت حد تک خطرناک ہے جس کی وجہ سے ہم اس طرف جانا نہیں چاہتے' اس کو implement نہیں کرنا چاہتے' وہ یہ ہے کہ اس کی پیداوار per acre تو یقیناً ہے۔ لیکن اس کے ساتھ جو بیماری ہے' جو rust ہے یہ پاکستان کی گندم کے ساتھ ایک plus point ہے کہ ہمارے ہاں دوسری فصلوں کی نسبت rust بہت کم ہے۔ہماری گندم آج بھی بچی ہوئی ہے اس level کی بیماری سے' یقیناً ہے' لیکن اس حد تک نہیں ہے۔ جس چیز کا یہ ذکر کر رہے ہیں وہ بہت زیادہ اس میں rust پایا جاتا ہے۔ اس کو ہم نے ٹیسٹ کیا ہے۔ مزید اس کو ٹیسٹ کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو وہ جس طریقے سے جو بھی میرے دوستوں کے پاس ہے —

جناب سپیکر، مہربانی' مہربانی۔

چودھری محمد افضل ساہی، پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں ایک منٹ اور لوں گا۔ اس کے بعد یہ جو کچھ فرمانا چاہیں۔

جناب سپیکر، جی' پوائنٹ آف آرڈر۔

چودھری محمد افضل ساہی، جناب سپیکر! میں نے جو گزارش کی ہے' میں نے صرف انڈیا کے بیج

کے حوالے سے نہیں کہا۔ انڈیا کے بیج کا حوالہ ضرور دیا گیا ہے جو میرے دوست میرے بھائی نے فرمایا ہے کہ اس سے بیماری زیادہ حملہ کرتی ہے۔ میں نے تو اپنے بیج کا' جو ہماری ریسرچ نے آج سے پندرہ سال پہلے گندم کا بیج تھا، پاک۔۸۱۔ میں نے اس معزز ایوان میں یہ عرض کیا کہ ہمارا اپنا تیار کردہ بیج جو آج سے پندرہ سال پہلے تیار ہوا تھا' ہماری ریسرچ کے مطابق' اس کے بعد کوئی ایسی ورائٹی نہیں آئی' ورائٹی تو ہر سال زمینداروں کو متعارف کرواتے ہیں۔ لیکن کوئی ایسی ورائٹی نہیں آ سکی جو اس سے بہتر ثابت ہو یا بہتر پیداوار دے سکے۔ اور جتنی فصل پرانی ہو' بیج جتنا پرانا ہو' اس پر بیماری زیادہ حملہ آور ہوتی ہے۔ لیکن پرانی کی نسبت نئی جو ورائٹیاں ہیں وہ پرانی کی نسبت کم پیداوار دے رہی ہیں۔ جناب سپیکر! میرا یہ پوائنٹ تھا۔

جناب سپیکر: آپ کا شکریہ۔ جناب وزیر زراعت! آپ نے مزید کچھ کہنا ہے؟

وزیر زراعت: جناب والا! میں صرف یہ گزارش کروں گا کہ مالی سال ۹۵۔۱۹۹۴ء کے پیش کردہ بجٹ میں ملازمین کے لیے ۳۵ فی صد تنخواہوں کے اضافے کا اعلان کیا گیا تھا۔ جب کہ افسران کے لیے ۲۰ فی صد اضافہ کیا گیا۔ یہ اضافہ ماہ جون ۱۹۹۴ء میں کیا گیا جس وقت بجٹ تیار ہو چکا تھا۔ اور محکمہ اضافی تنخواہوں کے اخراجات تجویز نہ کر سکا۔ اس لیے محکمے کو مجبوراً مارچ ۱۹۹۵ء میں دس کروڑ پچھتر لاکھ ترپن ہزار تین سو نوے روپے کا اضافی خرچہ کرنا پڑا جو کہ ترمیم شدہ بجٹ برائے سال ۹۵۔۱۹۹۴ء کی گرانٹ نمبر ۱۸ کا صرف ۹ فی صد ہے۔ میں اس ایوان سے گزارش کروں گا کہ اس کٹوتی کی تحریک کو نامنظور کیا جائے اور اس رقم کو منظور کیا جائے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ،

> ۱۰ کروڑ ۷۵ لاکھ ۵۳ ہزار ۳ سو ۹۰ روپے بسلسلہ مطالبہ نمبر ۱۲ کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ،

> ایک ضمنی رقم جو ۱۰ کروڑ ۷۵ لاکھ ۵۳ ہزار ۳ سو ۹۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو ۳۰۔جون ۱۹۹۵ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا

دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زراعت برداشت کرنے پڑیں گے۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب سپیکر ، اب ہم ضمنی میزانیہ بابت سال ۹۵-۱۹۹۴ء پر موصول شدہ تخفیف کی تحریکوں پر کارروائی ختم کرتے ہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر ، نہیں۔ جب میں بات کررہا ہوں آپ بات نہیں کرسکتے۔ آپ تشریف رکھیں۔(قطع کلامیاں) پھر گلوٹین لگ جائے گی۔ اب ہم ضمنی میزانیہ بابت سال ۹۵-۱۹۹۴ء پر موصول شدہ تخفیف کی تحریکوں پر کارروائی ختم کرتے ہیں۔ اور قاعدہ نمبر ۱۱۲ کے تحت گلوٹین apply کرکے باقی ماندہ مطالبات زر پر رائے شماری شروع کرتے ہیں۔ (قطع کلامی) میں معافی چاہتا ہوں۔ اب گلوٹین apply ہوچکی ہے۔ اب اس پر بحث نہیں ہوسکتی۔

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب والا ! اس میں کسی محکمے کا نام نہیں لکھا۔ آج عوام ہم سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے پیسے کو کہاں خرچ کیا جارہا ہے۔ ۱۷ مدات ایسی ہیں جن میں کسی محکمے کا نام نہیں ہے۔اور اس میں ۴ کروڑ ۲۵ لاکھ ۷۸ ہزار روپے کی رقم ہے۔

جناب سپیکر ، اگر clerical mistake ہے تو دور کردی جائے گی۔

مطالبہ زر نمبر 2

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۲ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک ضمنی رقم جو ۲۹ لاکھ ۱۰ ہزار ۶ سو ۷۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صوبائی آبکاری برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 3

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۳ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک ضمنی رقم جو ۱ لاکھ ۳۳ ہزار ۹ سو ۹۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اسٹامپ برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 4

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۴ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

ایک ضمنی رقم جو ۱۲ کروڑ ۱۲ لاکھ ۵۴ ہزار ۷ سو ۳۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جنگلات برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 5

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۵ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

ایک ضمنی رقم جو ۹ لاکھ ۱۱ ہزار ۹ سو ۹۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد رجسٹریشن برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 6

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۶ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

ایک ضمنی رقم جو ۲۰ لاکھ ۶۶ ہزار ۳ سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے

مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد موٹر گاڑیوں کے قوانین برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 7

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۷ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک ضمنی رقم جو ۶۱ لاکھ ۸۸ ہزار ۹ سو ۶۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد دیگر ٹیکس و محصولات برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 9

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۹ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک ضمنی رقم جو ۵ کروڑ ۹۳ لاکھ ۲۳ ہزار ۵ سو ۸۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 10

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۱۰ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک ضمنی رقم جو ۵۰ کروڑ ۶۹ لاکھ ۵۱ ہزار ۴ سو ۹۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے

ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 11

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۱۱ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

ایک ضمنی رقم جو ۱۹ لاکھ ۵۹ ہزار ۲ سو ۶۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عجائب خانہ جات برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 13

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۱۳ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

ایک ضمنی رقم جو ۵۲ لاکھ ۴۶ ہزار ۸ سو ۳۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ماہی پروری برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 14

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۱۴ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

ایک ضمنی رقم جو ۵ کروڑ ۷۳ لاکھ ۵۶ ہزار ۴۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ویٹرنری برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 15

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۱۵ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

ایک ضمنی رقم جو ایک کروڑ ۲۵ لاکھ ۵۷ ہزار ۳ سو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد امداد باہمی برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 16

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۱۶ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

ایک ضمنی رقم جو ایک کروڑ ۴۵ لاکھ ۲۰ ہزار ۹ سو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے۔ جو ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد متفرق برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 17

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۱۷ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

ایک ضمنی رقم جو ایک کروڑ ۳ لاکھ ۴۸ ہزار ۲ سو ۲۰ روپے سے متجاوز نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون، ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ریلیف برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 18

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۱۸ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک ضمنی رقم جو ۱۲ لاکھ ۳۲ ہزار ۸ سو ۶۰ روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری دفاع برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 19

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۱۹ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک ضمنی رقم جو ۸۴ لاکھ ۶۷ ہزار ۵ سو ۸۰ روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد میڈیکل سٹورز اور پتھر کے کوئلہ کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 20

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۲۰ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک ضمنی رقم جو ۴۲ کروڑ ۹۱ لاکھ ۵۸ ہزار ۶۰ روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 22

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۲۲ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

ایک ضمنی رقم جو ۲۴ لاکھ ۵۲ ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زرعی ترقی و تحقیق برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 23

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۲۳ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

ایک ضمنی رقم جو ۲۰ کروڑ ۹۴ لاکھ ۴۶ ہزار ۵ سو ۳۰ روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے بلدیات / خودمختار ادارے وغیرہ برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 24

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۲۴ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

ایک علامتی رقم جو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی

مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد افیون برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 25

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۲۵ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک علامتی رقم جو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد آبپاشی و بحالی اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 26

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۲۶ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک علامتی رقم جو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد انتظام عمومی برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 27

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۲۷ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک علامتی رقم جو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی

کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعلیم برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 28

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۲۸ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

ایک علامتی رقم جو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات صحت برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 29

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۲۹ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

ایک علامتی رقم جو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صحت عامہ برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 30

جناب سپیکر: اب مطالبہ زر نمبر ۳۰ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ:

ایک علامتی رقم جو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صنعتیں برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 31

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر۳۱ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک علامتی رقم جو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری تعمیرات برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 32

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر۳۲ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک علامتی رقم جو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مواصلات برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 33

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۳۳ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک علامتی رقم جو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیر مکانات و عملی منصوبہ بندی برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 34

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۳۴ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک علامتی رقم جو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سامان تحریر و طباعت برداشت کرنے پڑیں گے

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر 35

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۳۵ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک علامتی رقم جو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد متفرقات برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 36

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۳۶ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک علامتی رقم جو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلے و چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 37

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۳۷ زیر غور ہے اور سوال ہے کہ،

ایک علامتی رقم جو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری ترقی برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 38

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۳۸ زیر غور ہے اور سوال ہے کہ،

ایک علامتی رقم جو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شاہرات و پل برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 39

جناب سپیکر، اب مطالبہ زر نمبر ۳۹ زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ،

ایک علامتی رقم جو ۱۰ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت

کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرکاری عمارات برداشت کرنے پڑیں گے

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

منظور شدہ اخراجات کا ضمنی گوشوارہ بابت سال 95-1994ء (جو ایوان کی میز پر رکھا گیا)

Minister For Law: Mr Speaker, Sir, I lay on the table the Supplementary Schedule of Authorised Expenditure for the year 1994-95.

جناب سپیکر : سال ۹۵-۱۹۹۴ء کے لیے منظور شدہ اخراجات کا ضمنی گوشوارہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے

وزیر قانون : جناب سپیکر ! جناب وزیر اعلیٰ پنجاب قائد ایوان ایوان میں تشریف رکھتے ہیں اور وہ اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب سپیکر ! ----

جناب سپیکر : یہ طے ہوا تھا کہ ۲۹ تاریخ کو جناب قائد ایوان خطاب کریں گے ---- اس سے پہلے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا ! آج صبح ذکر ہوا تھا کہ ایک کمیٹی بنے گی اور اس کے حوالے کچھ بزنس ہو گا اور مخدوم صاحب نے اس کا اعلان کرنا ہے۔ اگر مخدوم صاحب نے وہ کمیٹی بنا لی ہے تو وہ اس بارے میں اعلان کریں۔

جناب سپیکر: مخدوم صاحب ! کیا آپ آج اعلان کریں گے یا کسی اور وقت اعلان کریں گے

وزیر خزانہ: جناب والا ! میں یہ گزارش کروں گا کہ میں اپنے وعدے کے خلاف بالکل کوئی کام نہیں کروں گا میں اپنے وعدے پر بالکل قائم ہوں آپ آج کے بعد مجھے کوئی تاریخ دے دیں میں وہ کمیٹی بنا دوں گا ویسے مجھے اکیلے کو یہ اختیار نہیں ہونا چاہیے تھا یا تو یہ آپ کرتے یا سرکاری بنچوں سے اور اپوزیشن کے بنچوں سے مل کر اس کی تشکیل ہوتی تو بہتر تھا۔۔

جناب سپیکر : اگر آپ ایسا مناسب سمجھتے ہیں تو چودھری پرویز الٰہی صاحب اور آپ بیٹھ کر اس کو دیکھ لیں۔

وزیر خزانہ : جناب والا! میں حاضر ہوں۔ چودھری پرویز الٰہی صاحب میرے بھائی ہیں اگر وہ اس کو تشکیل دیدیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر : میرا خیال ہے آپ دونوں دوست مل کر اور باہم طے کر کے کمیٹی تجویز کر کے مجھے بھیج دیں میں اس کی announcement کر دوں گا۔

چودھری پرویز الٰہی (قائد حزب اختلاف) : جناب ہم اس پر سوچ لیں گے۔

جناب سپیکر : جی۔ بہت اچھا۔ اس پر باہم مشورہ کر لیں۔

وزیر خزانہ : پانچ نام یہ دیدیں پانچ نام میں آپ کو پیش کر دیتا ہوں

چودھری اصغر علی گجر : جناب والا! پانچ پانچ کی بندر بانٹ ہو رہی ہے اصل گروپ ادھر قائم ہے اس کے متعلق بھی سوچا جائے۔

جناب سپیکر : قائد حزب اختلاف بات کرنا چاہ رہے ہیں

چودھری پرویز الٰہی : جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ آپ وزیر اعلیٰ صاحب کو فلور دیں میں ایک گزارش کرنا چاہوں گا کہ on the floor of the House جو commitments ہوتی رہی ہیں ایک تو ان پر کوئی عملدرآمد نہیں کیا جاتا رہا اور یہاں پر کراچی کے بارے میں ایک متفقہ قرارداد پاس ہوئی اور اس کا دور تک بھی کوئی عملدرآمد نظر نہیں آیا۔ اس کے بعد اگر اس میں کوئی sincerity ہوتی تو وزیر اعلیٰ صاحب کسی وقت کوئی ایسا بیان نہ دیتے جس سے کراچی کی صورتحال کی مزید خرابی کا اشارہ نہ ملتا لیکن مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ پنجاب پولیس کو پھر کراچی بھیجنے کی سازش ہو رہی ہے بلکہ وزیر اعلیٰ صاحب اس سازش میں برابر کے شریک ہیں اور یہ پولیس کو وہاں بھیجنا چاہتے ہیں لہٰذا ہم پنجاب پولیس کو وہاں بھیجنے پر ان کی تقریر کا ابھی واک آؤٹ کر رہے ہیں۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن ایوان سے باہر چلی گئی)

جناب سپیکر : میں محترم قائد ایوان میاں منظور احمد وٹو صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

وزیر اعلیٰ (میاں منظور احمد وٹو) : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! آپ نے مجھے اظہار خیال

کا موقع دیا اور بجٹ کے پاس ہونے کے موقع پر میں بات کرنا چاہتا تھا لیکن قائد حزب اختلاف کی عدم موجودگی کی وجہ سے معزز اراکین حزب اختلاف کی عدم موجودگی کی وجہ سے میں نے اپنی بات کو مؤخر کر دیا کہ آج ۲۹ کو سپلیمنٹری بجٹ کے موقع پر میں یہاں اپنی معروضات پیش کروں گا۔ میری انتہائی خواہش تھی کہ معزز اراکین حزب اختلاف یہاں ہوتے انھوں نے بجٹ 96-1995ء اور ضمنی بجٹ پر جو اظہار خیال فرمایا ہے، جو تجاویز دی ہیں اور جو انھوں نے تنقید کی ہے۔ میری یہ خواہش تھی کہ میں اس کا جواب ان کی خدمت میں پیش کرتا۔ لیکن انھوں نے مناسب خیال نہیں فرمایا کہ وہ میری بات سنتے اور میں نے تو جناب سپیکر! ان کے سامنے، اس معزز ایوان میں جوابدہی کے تصور کو آگے لاتے ہوئے ان کے اعتراضات کا جواب دینا تھا۔ اور میں نے پنجاب کے عوام کے سامنے اور اس ایوان کے سامنے اپنی حکومت کی ترجیحات بیان کرنا تھیں۔ انھوں نے میرے جواب دینے کے اس انداز کو بھی سننا مناسب نہیں سمجھا۔ مجھے اس کا افسوس ہے لیکن یہ ان کی ادا ہے، یہ ان کا ایک انداز ہے۔ ہمیں حزب اختلاف کے دوستوں کی ہر ادا اور ہر حالت میں ناز برداری کرنی ہے۔ ہم نے ان کی ہر ادا کو اچھا سمجھنا ہے۔ ان کی تنقید کو اصلاح کے لیے اور اپنی ذات کے لیے استعمال کرنا ہے۔ اور اس ایوان کے فلور پر ان میں سے کچھ دوستوں کی طرف سے تند و تیز جملوں کو بھی برداشت کرنا ہے۔ بعض دفعہ غیر مہذب اور غیر پارلیمانی گفتگو کو بھی برداشت کرنا ہے۔ اس لیے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ برداشت سے جمہوریت پنپے گی۔ برداشت اور تحمل اور بردباری ایک ایسا زینہ ہے کہ جس پہ ہم سوار ہو کے جمہوریت کی منزل کو پا سکتے ہیں۔ اور ان اعلیٰ جمہوری اقدار کا فروغ کر سکتے ہیں جو مہذب ملکوں میں پائی جاتی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! جس انداز میں آپ نے اس معزز ایوان کو کنڈکٹ کیا ہے، مجھے آپ کا تحمل، آپ کی بردباری، آپ کا حوصلہ اور آپ کا وقار میرے لیے قابل ستائش ہے۔ آپ نے اس ایوان کا بھرم رکھا ہے اور آپ نے اپنے تجربے سے اور اپنی بصیرت سے اس ایوان کے ماحول کو بھی خوشگوار رکھا ہے اور اس کو غیر جانبداری سے کنڈکٹ کیا ہے۔ میری طرف سے مبارکباد قبول فرمایئے! (نعرہ ہائے تحسین)۔

میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کو سال 96-1995ء کا بجٹ پاس کرنے پہ مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین) جس فرض شناسی سے، جس پارٹی ڈسپلن سے اور جن اعلیٰ اقدار کا

خیال کرتے ہوئے اس معزز ایوان کے معزز اراکین نے جس میں ہمارے پی ڈی ایف کے اراکین شامل ہیں، جس میں ہمارے معزز allies شامل ہیں، جس میں ہمارے آزاد معزز اراکین شامل ہیں۔ جس مہربانی کے ساتھ اور محبت کے ساتھ انھوں نے بجٹ اجلاس میں شرکت کی اور جس بھرپور انداز میں شرکت کر کے اس بجٹ کو پاس کیا۔ انھوں نے اپنی انتہائی فرض شناسی کا ثبوت فراہم کیا اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہ جمہوری اقدار پہ اور جمہوری اداروں پہ یقین رکھنے والے لوگ ہیں۔ اپنے commitment کے لوگ ہیں۔ اور اپنی بات کو نبھانے والے لوگ ہیں۔ ہمارے ساتھی جمہوریت کے اس انداز کو اور اس طور طریقے کو نبھانے والے لوگ ہیں کہ جو right of vote دیتی ہے جو عددی اکثریت کی حکومت کو تسلیم کرتی ہے۔ اور جو اپنی فرض شناسی سے اور اپنے اس انداز سے کہ جس میں جمہوریت پسندی کی جھلک ہو اس سے وہ اپنے فرائض کی بجاآوری کرتی ہے۔ جناب سپیکر! میں پھر اپنے ساتھیوں کو، اپنے رفقائے کار کو کہ جنھوں نے یہ بجٹ پاس کیا۔ میں ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین) معزز اراکین اسمبلی نے کہ جن میں ہمارے حزب اختلاف کے قائدین اور معزز اراکین اسمبلی شامل ہیں، انھوں نے بجٹ پر تنقید کی ہے۔ اور مختلف حوالوں سے اس کو زیر بحث لائے ہیں۔ جناب سپیکر! میں ان کا شکرگزار ہوں کہ انھوں نے مہربانی فرمائی اور انھوں نے اپنا حق ادا کیا۔ انھوں نے بجٹ کی مختلف ڈیمانڈز پر تنقید کی۔ اور حکومت کی رہنمائی کی۔ جناب سپیکر! ہم حزب اختلاف کی مثبت تنقید کو اپنے لیے رہنمائی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور اپنی بہتری کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اس سے ہم اپنی اصلاح کرتے ہیں۔ حزب اختلاف جمہوریت کا ایک مضبوط ستون ہے۔ اور حزب اختلاف کے بغیر جمہوریت اور جمہوری ادارے مکمل نہیں ہوتے۔ ہم ان کی اس حیثیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس لیے میں نے اور میرے رفقائے کار نے بڑے صبر اور سکون کے ساتھ حزب اختلاف کی تنقید سنی ہے۔ ان کی باتیں سنی ہیں۔ ان کے تند و تیز جملے سنے ہیں۔ اور ان کے سوالات سنے ہیں اور ہم اس کا جواب دینے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن اس میں ہماری رہنمائی کرنے کی بجائے ہماری اصلاح کرنے کی بجائے، تجاویز دینے کی بجائے، ہماری غلطیوں کی نشاندہی کر کے اس میں اصلاح کا پہلو لانے کی بجائے انھوں نے تنقید برائے تنقید کی ہے اور تنقید برائے تنقید میں وہ اتنا آگے بڑھے ہیں کہ اس میں ذاتیات کے پہلو لے آئے ہیں۔ جس کا جمہوریت میں کوئی تصور نہیں ہے۔ اتنے معزز ایوان میں جس کا کوئی تصور نہیں ہونا چاہیے۔ ہم ان کی ایک ایک بات کا جواب

دینا چاہتے ہیں لیکن میں اس موقع پر کہہ سکتا ہوں کہ

کسی کو اپنے عمل کا حساب کیا دیتے
سوال سارے غلط تھے جواب کیا دیتے

پچھلے کچھ دنوں سے یہاں پنجاب کے دارالحکومت میں اور خاص طور پر پنجاب اسمبلی کے اردگرد اور ہمارے اخبارات میں بڑی افواہیں گردش کرتی رہیں ہیں۔ اور اس میں حکومت کی تبدیلی کی افواہیں' بجٹ نہ پاس ہونے کی افواہیں' ضمنی بجٹ نہ پاس ہونے کی افواہیں' اسمبلی suspend کرنے کی افواہیں' اسمبلی توڑنے کی افواہیں اور ہمارے کرم فرماؤں کی طرف سے اس قدر confusion create کیا گیا کہ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ جیسے یہ سب اس بات پر لگے ہوئے ہیں کہ PDF میں کسی طریقے سے پھوٹ پڑے' PDF ٹوٹے تاکہ ہمارا کام بنے اور جناب سپیکر! یہ کام ہمارے کرم فرما پونے دو سال کے عرصے سے مسلسل کر رہے ہیں۔ ان کی جس ایک بات میں تسلسل ہے' جس ایک بات میں وہ ذرا بھی تذبذب کا شکار نہیں ہیں اور جس کام کو مسلسل اور زور سے وہ کیے جا رہے ہیں وہ ہمارے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنا' PDF کی بنیاد کو کمزور کرنا' PDF کو توڑنے کے خواب دیکھنا اور ان سہانے سپنوں میں اپنی حکومت کا تصور دیکھنا شامل ہے۔ اس بارے میں انھوں نے بہت سی باتیں کی ہیں' بہت سے سبز باغ دکھائے ہیں' بہت سی افواہیں گھڑی ہیں اور افواہوں کے کارخانے لگا کر انھوں نے افواہوں کو اس طریقے سے پھیلایا ہے کہ سارا جہان یہ محسوس کرے کہ یہ جو سلسلہ ہے یہ اب آگے نہیں بڑھ سکتا لیکن میں یہاں اس مقام پر جناب سپیکر! کہنا چاہوں گا کہ PDF کا alliance اکتوبر 1993ء کے انتخابات سے پہلے معرض وجود میں آیا تھا اور اس alliance کا فیصلہ پاکستان پیپلز پارٹی کی سربراہ محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ اور مسلم لیگ کے سربراہ حامد ناصر چٹھہ صاحب نے مل کر کیا تھا۔ اور ہمارے دونوں سیکرٹریز جنرل نے پریس کانفرنس کر کے' ٹیلیویژن اور ریڈیو پر اس کو announce کیا تھا۔ جناب سپیکر! اسی PDF کے alliance کے تحت ہم نے الیکشن contest کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم نے کامیابی حاصل کی۔ اس کے تحت ہم نے مرکز میں حکومت قائم کی' اس کے تحت ہم نے پنجاب میں حکومت قائم کی اور اسی کے تحت ہم نے صوبہ سرحد میں بھی حکومت قائم کی۔ جناب والا! اسی PDF کے alliance کے تحت ہم نے صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کا الیکشن contest کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محترم سردار فاروق احمد خان لغاری صاحب صدر پاکستان منتخب ہوئے۔ میں اس موقع پر

جس وقت ہمارے مخالفین کی طرف سے ان کی wishful thingking کے نتیجے میں یہ افواہیں پھیلائی جا رہی ہیں اپنے رفقاء کار ' اپنے ساتھیوں ' اپنے بھائیوں اور اپنے دوستوں جن کے ساتھ مل کر ہم چل رہے ہیں ان کے ذمہ دارانہ طرز عمل کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور میں ان کو مبارک باد دیتا ہوں کہ یہ ثابت قدم رہے

(نعرہ ہائے تحسین)

اور باوجود اس بات کے کہ ہمارے محترم قائد حزب اختلاف جناب چودھری پرویز الٰہی صاحب ہمیں لڑانے کی آرزو میں اس قدر آگے بڑھے کہ انھوں نے اپنی ایک statetnent کے ذریعے کہا کہ ہمیں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت منظور ہے اور اگر کوئی ضرورت ہوئی تو ہم وٹو صاحب کا ساتھ نہیں دیں گے۔ تو حضور وٹو صاحب کب ساتھ لینے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں یا انھوں نے آپ کو پیغام بھیجا ہے؟

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر ! میں اس موقع پر اپنے colleagues ' اپنے ساتھیوں کو آفرین کہوں گا کہ جنھوں نے اس قسم کی آفرز کو بھی نظر انداز کیا اور انھوں نے محسوس کیا کہ یہ ایک سیاسی چال ہے جو کہ PDF میں دراڑیں ڈالنے کے لیے اور پھر اس سے خود فائدہ اٹھانے کے لیے یہ چلی جا رہی ہے۔ میں ان کی maturity ' ان کے تدبر ' اپنے بھائیوں کی فراست اور ان کی سیاسی سوجھ بوجھ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

تمہارے ہر قدم پہ تاج سکندر کروں نچھاور
اس دور بے وفا میں میرے ساتھ چلنے والو !
(اس مرحلے پر مکرر مکرر کی آوازیں آئیں)
تمہارے ہر قدم پہ تاج سکندر کروں نچھاور
اس دور بے وفا میں میرے ساتھ چلنے والو !

(نعرہ ہائے تحسین)

اور جناب سپیکر ! میں یہاں محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کو ' ان کے تدبر ' ان کی فراست اور ان کی

leadership کو خراج تحسین پیش کروں گا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اور جس طریقے سے انھوں نے اس coalition حکومت کی قیادت کی ہے، جس فہم و فراست کے ساتھ انھوں نے اس coalition حکومت کو چلایا ہے، اس کی گتھیوں کو سلجھایا ہے اور اس کے معاملات کو سنبھالا ہے وہ انہی کا کام ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ اگرچہ ہماری دو تہائی اکثریت نہیں ہے۔ ہم ایک coalition حکومت ہیں اور یہاں ہمارے ہاں دو تہائی اکثریت کی حکومتیں نہیں چلی ہیں۔ ہمارا سیاسی سسٹم اتنا مضبوط نہیں ہے۔ ہوا کا ایک جھونکا ہمارے سیاسی سسٹم کو disturb کر سکتا ہے اور یہ اس لیے کہ اس ملک میں آمریت کا دور رہا ہے، اس ملک میں مارشل لاء آتے رہے ہیں اور اس ملک میں جمہوریت کو پھلنے پھولنے کا موقع کم ملا ہے۔ اس لیے تھوڑے سے ہوا کے جھونکے جو جمہوری زندگی میں اور جو منتخب نمائندوں کی زندگی میں ایک معمول کی بات ہوا کرتے ہیں۔ اگر تھوڑا سا بھی ارتعاش پیدا ہوتا ہے تو لوگ پریشان ہو جاتے ہیں لیکن جناب سپیکر! ہم نے تہیہ کیا ہے کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ اعتدال کا راستہ اپنائیں گے، ہم برداشت کا راستہ اپنائیں گے، ہم تحمل کا راستہ اپنائیں گے، ہم بردباری کا راستہ اپنائیں گے، ہم اپنے ساتھیوں کی باتیں سہیں گے، ہم ان کے غصے کو بھی سہیں گے اور ہم اپنے ساتھیوں کی باتوں کو، ان کی ناراضگی کو اپنی اصلاح کا ذریعہ جانتے ہوئے ان کو اہمیت دیں گے کیونکہ جناب سپیکر! ہم جمہوریت پر یقین رکھنے والے لوگ ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ جمہوریت کا راستہ یہی ہے کہ دوسرے ساتھیوں کی بات کو برداشت کرنے کا اپنے اندر حوصلہ پیدا کریں۔ جناب والا، ہم اور حوصلہ پیدا کریں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ دکھا دیں گے کہ جو لوگ یہ سوچ رہے ہیں کہ یہ اسمبلی ٹوٹے گی اور اسمبلی ٹوٹنے کی باتیں کرتے ہیں۔ جو اب یہ سوچتے ہیں کہ اسمبلی ٹوٹنے سے ہمارا کام بن سکتا ہے وہ خاطر جمع رکھیں اسمبلی ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (نعرہ ہائے تحسین)۔ انشاء اللہ یہ اسمبلی قائم رہے گی اور ہم سنبھل سنبھل کے قدم اٹھائیں گے دھیرے دھیرے چلیں گے اور اپنی منزل کو پائیں گے اور اس اسمبلی کی مدت پوری کریں گے۔ اللہ کی مہربانی سے اور عوام کی تائید سے اس اسمبلی کی مدت پوری کریں گے (نعرہ ہائے تحسین)۔ جناب سپیکر! میں پانچ دس منٹ میں بات ختم کر دیتا ہوں اگرچہ ایک ہی موضوع پر طوالت ہو گئی ہے لیکن اب میں اور زیادہ بات نہیں کروں گا۔ جناب والا! یہاں پر بیورو کریسی کے اخراجات پر

بات ہوئی ہے۔ انتظامیہ پر اٹھنے والے اخراجات کی بات ہوئی ہے اور لاء اینڈ آرڈر پر بات ہوئی ہے۔ جناب سپیکر! اگر میں یہ کہوں کہ گلی کوچوں میں بہتا ہوا لہو اور بھائی کے ہاتھوں بھائی کا خون اور اسلام کے نام پر مسلمانوں کا خون اور در و دیوار سے اٹھتی ہوئی آہیں۔ جناب والا! جب ہم نے حکومت سنبھالی ہے تو یہ داغ ہمیں ورثے میں ملے ہیں۔ مسجدوں میں بم بلاسٹ ہمیں ورثے میں ملے ہیں جب ہم نے حکومت سنبھالی۔ ڈکیتیاں اور وارداتیں اور لوگوں کی اجیرن زندگی ہمیں ورثے میں ملی ہے جب ہم نے حکومت سنبھالی ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ اپنے بھائیوں کے تعاون کے ساتھ پنجاب کی عوام کے تعاون کے ساتھ ہم نے مختلف اقدامات کیے۔ ہم نے انسانوں کی عزت نفس بحال کرنے کے لیے فری رجسٹریشن کا قانون نکالا کہ پرچے درج ہوں گے اور پرچوں کی رجسٹریشن کو کوئی پولیس آفیسر نہیں روکے گا۔ ہم نے اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ کیسز کی رجسٹریشن میں کیسز کے نمبر کتنے بڑھتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ پرچہ درج ہونا چاہیے کہ یہ بڑا ظلم ہے کہ غریب آدمی لٹ جائے اور پولیس کے پاس جائے تو اس کی شنوائی نہ ہو اور اس شکایت کو رجسٹرڈ نہ کیا جائے۔ اس لیے ہم نے عام ڈگر سے ہٹ کر پرچوں کی فری رجسٹریشن کے آرڈرز کیے اور اس پر عمل در آمد کیا۔ جناب سپیکر! ہم نے اسلحہ کی نمائش پر پابندی لگائی اور اس میں اپنے پرائے کی تمیز نہیں کی۔ یہ باتیں کہنی آسان ہیں لیکن کرنی بڑی مشکل ہیں کہ آپ کے اپنے لوگ آپ کی پارٹی کے لوگ آپ کے alliance آپ کے ساتھی اگر وہ کسی جرم میں ملوث ہوں اور آپ ان کو ہتھ کڑیاں لگا کر جیل کی کوٹھڑیوں میں بھیج دیں یہ بات کرنی آسان ہے لیکن اسے نبھانا بہت مشکل بات ہے۔ لیکن ہم نے اس کو نبھایا ہے ہم نے اپنے اور پرائے کی تمیز کیے بغیر اس کو نبھایا ہے اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پنجاب کی سڑکیں پنجاب کے شہر اور پنجاب کے دیہات اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ پنجاب حکومت نے 11(B) کا جو قانون بنایا ہے۔ آج کوئی بھی باہر سڑک کے اوپر کلاشنکوف لے کر بارہ بور لے کر پستول لے کر پورے پنجاب میں چلتا ہوا نظر نہیں آئے گا۔ یہ آپ کی کامیابی ہے اور آپ کی حکومت کی کامیابی ہے۔ جناب سپیکر! لاؤڈ سپیکر پر پابندی لگائی اور اس کو effectively لگایا اور اس میں اپنے پرائے کی تمیز نہیں کی آج لاؤڈ سپیکر کے استعمال کی وہ پوزیشن نہیں ہے جو اس سے پہلے تھی اس کی وجہ سے جذبات میں جو اشتعال ہوتا تھا اس کو روکا گیا جس کے نتیجے میں ایک اچھا ماحول پیدا کیا گیا۔ جناب والا! ہم نے محرم کے ایام کو امن سے گزارنے کے لیے امن کمیٹیوں کا قیام کیا اور میں

نے ان کو سارا سال کام کرنے کے لیے depute کیا۔ جناب والا ! آج میں یہ کہنا چاہوں گا کہ پنجاب کی ضلعی امن کمیٹیوں نے بھی خوش اسلوبی سے اپنا کام کیا ہے لیکن پنجاب کی صوبائی امن کمیٹی جس کی سربراہی رانا اکرام ربانی صاحب نے کی اس امن کمیٹی نے ان کی سربراہی میں نہایت ذمہ داری کے ساتھ اپنا کام سر انجام دیا ہے (نعرہ ہائے تحسین) اور اس سے اللہ کی مہربانی ہوئی ہے کہ اس دفعہ محرم مکمل امن و امان کے ساتھ گزرا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پنجاب کی پی ڈی ایف کی حکومت کے لیے بہت ہی نیک نامی کا جو سبب بنا ہے اور پنجاب کی پی ڈی ایف کی حکومت کو خدا تعالیٰ کی طرف سے جو خاص مہربانی ہوئی ہے جس میں میں کہوں گا کہ ہمارے سارے رفقائے کار شامل ہیں۔ جس میں انتظامیہ کی کاوشیں شامل ہیں جس میں ہمارے ساتھیوں کی کاوشیں شامل ہیں۔ جس میں پاکستان کے علمائے کرام کی کاوشیں شامل ہیں جس میں وفاقی حکومت کی راہنمائی ہمارے شامل حال ہے۔ اس میں ہماری ان کوششوں کے نتیجے میں جو فرقہ وارانہ کشیدگی اور تشدد ختم ہوا ہے یہ تاریخ میں سنہری الفاظ کے ساتھ آپ کی حکومت کے لیے آپ کے سنہری کارناموں میں لکھا جائے گا (نعرہ ہائے تحسین) کہ وہ طاقتیں وہ قوتیں وہ متحارب گروپ جو ایک دوسرے کی شکل دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے تھے جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے وہ مل بیٹھے اور مل بیٹھ کے ایک court of conduct بنایا اور اس پر دستخط کر کے یہ فیصلہ کیا کہ اب ہم نے یہاں بھائیوں کی طرح زندگی گزارنی ہے ۔ ایک دوسرے کو کافر نہیں کہنا ایک دوسرے کا خون نہیں بہانا اور ہم نے مل جل کر زندگی گزارنی ہے اخوت و محبت کے ساتھ اور اسلامی بھائی چارے کے ساتھ زندگی گزارنی ہے۔ جناب سپیکر ! ہم نے ایک صاف ستھری انتظامیہ دینے کی کوشش کی ہے ہماری حکومت آنے سے پہلے یہ concept تھا کہ انتظامیہ کے افسران ارباب اختیار کے ذاتی غلام ہوتے تھے وہ سٹیٹ کے ملازم نہیں ہوتے تھے اور ذاتی غلام بنانے کے لیے ان کو out of turn promotion دی جاتی تھی ۔ جو ڈی ایس پی تھا اس کو ایس پی لگایا جاتا تھا ۔ جو ڈپٹی کمشنر تھا اس کو کمشنر لگایا جاتا تھا جو اسسٹنٹ کمشنر تھا اس کو ڈپٹی کمشنر لگایا جاتا تھا اور یہ اس لیے کیا جاتا تھا کہ ان کو پتا چلے کہ تمھیں عزت دینے والے ہم لوگ ہیں۔ لیکن جناب والا ! ہم سمجھتے ہیں کہ عزت دینے والی خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ کوئی انسان کسی کو عزت دینے والا نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔ لیکن یہاں سرکاری ملازموں کو ذاتی ملازم بنانے کی کوشش کی گئی اور اس طریقے سے out of turn promotions دی گئیں۔ ان کو extensions دی گئیں۔ نئے لوگ آنے کے لیے تیار بیٹھے

ہیں لیکن ان کے لیے ملازمتوں پہ پابندیاں ہیں۔ کئی سالوں سے ملازمتوں پر ban لگا ہوا ہے اور جو لوگ ریٹائر ہو رہے ہیں ان کو ملازمت میں extension دی جا رہی ہے۔ جناب سپیکر! ہم نے اپنی limitations کے باوجود اس پونے دو سال کے عرصہ میں ایک بھی extension کسی ملازم کو نہیں دی اور اس پونے دو سال کے عرصے میں ایک بھی سرکاری ملازم کو out of turn promotion نہیں دی باوجود اس کے کہ ہم پر بڑے پریشرز رہے ہیں اور ہمیں کہا گیا ہے کہ یہ out of turn promotion دی جاتی ہے لیکن ہم نے پونے دو سال کے عرصے میں ایک بھی out of turn promotion نہیں دی (نعرہ ہائے تحسین)۔ جناب سپیکر! میں یہ کہوں گا کہ چیف سیکرٹری صاحب، انسپکٹر جنرل پولیس صاحب ہم عزت دار لوگ ہیں ہمارے اراکین عزت دار معزز اراکین ہیں۔ یہ اپنی عزت کروانا جانتے ہیں اور دوسروں کی عزت کرنا جانتے ہیں۔ اس لیے میں یہ کہوں گا کہ آپ کی حکومت، یہ میری حکومت نہیں آپ کی حکومت ہے اور اس آپ کی حکومت میں اس حکومت کا تصور نہیں کر سکتا جس میں میرے معزز اراکین، میرے بھائیوں اور میرے ساتھیوں کی عزت نہ ہو۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اس حکومت کو میں اپنی حکومت تسلیم نہیں کرتا اور میں آج یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمیں ایک بات کا ضرور خیال کرنا ہوگا کہ جو لوگ ان گیلریوں میں بیٹھتے ہیں جن کو میں پابند کرتا ہوں، جن کو آپ پابند کرتے ہیں کہ یہاں گیلری میں بیٹھ کر وہ کارروائی سنیں اور کارروائی سن کر ہماری چیزوں کو وہ نوٹ کریں ہمارے نوٹس بنا کر لے جائیں تاکہ اپنی اصلاح کا پہلو نکالیں ان کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ ہماری کسی بات کا جواب ہاؤس کے اندر آ کر دیں یا وہاں گیلری میں بیٹھ کر جواب دیں۔ ان کو اس ہاؤس کے رولز اس بات کی اجازت نہیں دیتے۔ اس ایوان کی روایات اس بات کی اجازت نہیں دیتیں کہ وہ ہماری کسی بات کا جواب دیں۔ اس لیے گیلری میں بیٹھا جو شخص میری بات کا جواب نہیں دے سکتا اس لیے اس کے بارے میں مجھے احتیاط کے ساتھ بات کرنی چاہیے۔ آپ نہایت ذمہ دار لوگ ہیں، ہم جہاں دیدہ لوگ ہیں، ہم عزت دار لوگ ہیں اور ہم لوگوں کی عزت کرتے ہیں اور اپنی عزت کرواتے ہیں۔ ہم اپنے ایک ایک حلقے میں تین تین لاکھ انسانوں کے نمائندے ہیں، ہم تین تین لاکھ انسانوں کی بیک وقت عزت کرتے ہیں اور وہ ہماری عزت کرتے ہیں۔ میں آج اس موقع پر یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ میرے علم میں کچھ باتیں آئی ہیں کہ ضلعی انتظامیہ میں کچھ لوگ کچھ آفیسرز اس انداز

میں ہمارے معزز اراکین کے ساتھ پیش نہیں آتے' اس عزت اور احترام کے ساتھ وہ وقار ان کو نہیں دیتے جو ان کو دینا چاہیے اور میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں پنجاب کی انتظامیہ کو کہ ایک منتخب حیثیت کا مالک ایک شخص جو ہے اس سے بڑا اعزاز کسی اور شخص کو حاصل نہیں ہوتا کہ جو انسانوں کا نمائندہ ہو' جو انسان ہو کر انسانوں کا نمائندہ ہو اور انسان جس انسان پر اپنے اعتماد کا یقین کریں اور اپنے confidence کا یقین کریں اور اس کو اپنے معاملات کو سلجھانے کے لیے depute کریں اس کو منتخب کر کے اپنی نیا کا کھیون ہار بنائیں اپنے علاقے کی تعمیر وترقی کا مالک بنائیں' اپنی اولادوں کے روشن مستقبل کا مالک بنائیں اور پنجاب میں وہ پنجاب کے سات کروڑ انسانوں کی فلاح وبہبود کے لیے ان کی بھلائی کے لیے اس شخص پر بھروسہ کریں وہ شخص انتہائی عزت دار شخص ہے۔ وہ انتہائی باوقار شخص ہے اور انتظامیہ کا کوئی شخص اس کو باوقار شخص سمجھ کر عزت نہیں کرتا' جو ان کی عزت ان کو چاہیے وہ نہیں کرتا وہ میری ٹیم میں سے نہیں ہے اور میری ٹیم میں نہیں رہے گا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اس بات کے لیے یہ بات واضح کر دی جائے کہ میں یہ بات آئندہ نہیں سننا چاہوں گا کہ جو لوگ عوامی نمائندے ہیں' جو عزت دار ہیں ان کی عزت نہیں کی گئی۔

جناب سپیکر! فروغ تعلیم کے لیے ہم نے پچھلے سال ۱۶ سو ۷۰ کروڑ مختص کیے تھے اس سال ۲۰ سو ۷۲ کروڑ روپے اس مد میں رکھے ہیں جس کے لیے لازمی تعلیم کا ایکٹ پاس ہو چکا ہے' طبقاتی نظام تعلیم کے خاتمے کے لیے ہم آگے بڑھ رہے ہیں اور ایک عمدہ اور quality education ہم پنجاب کے لوگوں کو دینا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے ہم نے گریجویٹ ٹیچرز کا بھی تقرر کیا ہے۔ ہم نے جناب سپیکر! پنجاب میں لٹریسی کونسل قائم کی ہے اور ہر ضلع لیول پر لٹریسی کونسل ہم نے قائم کی ہے۔ اور اس کے لیے ہم نے ہر ضلع میں ایک ADC literacy کا تقرر بھی کیا ہے اور اس کے تحت ہر پرائمری سکول میں ہر مڈل سکول میں اور ہر ہائی سکول میں فروغ تعلیم کی کمیٹیاں ہم نے بنائی ہیں جس میں والدین کو جس میں ٹیچرز کو اور جس میں سٹوڈنٹس کو شامل کیا گیا ہے۔ اور پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کو بتانا چاہتا ہوں کہ فروغ تعلیم کی یہ کمیٹیاں جو پرائمری سکولوں میں ہیں' جو مڈل سکولوں میں ہیں' جو ہائی سکولوں میں ہیں ان کے ذمے ہم نے صرف یہ نہیں لگایا کہ وہ نصیحت کریں وہ لوگوں کو motivate کریں گے کہ وہ بچے

سکولوں میں لے کر آئیں' وہ استادوں کو motivate کریں گی کہ وہ اپنے فرائض اس ملک کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہو کر ادا کریں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم نے ان کو یہ ذمہ داری دی ہے یعنی جناب سپیکر! ۳۲ کروڑ روپے کی رقم جو پنجاب میں ان تعلیمی اداروں کی مرمت کے لیے خرچ ہوتی تھی' جو ان تعلیمی اداروں میں پچھلے سالوں میں ۳۲ کروڑ روپے کی رقم خرچ ہوتی تھی اور اگر آپ کہیں تلاش کریں تو نہیں ملے گا کہ کسی ادارے کی کہیں پر کوئی مرمت ہوئی ہو۔ وہ ۳۲ کروڑ روپیہ ہم نے ہر سکول کی اس فروغ تعلیم کی کمیٹی کو دینے کا فیصلہ کیا ہے وہ خود خرچ کرے گی اور اس سکول کی مرمت کروائے گی۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ۳۲ کروڑ روپے کی رقم آپ کے ان سکولوں میں ٹاٹوں پر اور فرنیچر پر خرچ ہوتی ہے' جو فرنیچر اور جو ٹاٹ آپ کو کہیں ملیں گے نہیں۔ آپ جائیں گے اور آپ کو کہیں ٹاٹ نظر نہیں آئیں گے۔ ہر سال ۳۲ کروڑ روپے کی رقم ٹاٹوں اور فرنیچر پر خرچ ہو جاتی ہے۔ کسی سکول میں فرنیچر نہیں کسی سکول میں ٹاٹ نہیں ہیں۔ ہم یہ رقم بھی ان فروغ تعلیم کی کمیٹیوں کے ذریعے خرچ کرنا چاہتے ہیں کہ مقامی طور پر وہ اگر نل کی ٹوٹی خراب ہے تو اس پر پیسہ خرچ کریں' مقامی طور پر اگر کوئی بلب لگانا ہے تو بلب لگائیں' ٹاٹ خریدنا ہے تو وہ خریدیں' اور بچوں کے لیے دیگر سہولتیں مہیا کریں اور مقامی طور پر اس کی ذمہ داری قبول کریں۔ جناب سپیکر! یہ پنجاب کی اسمبلی نے اور پنجاب کی حکومت نے ایک ایسا انقلابی اقدام کیا ہے جس کے ذریعے سے جو فیسوں میں اضافہ ہوا ہے وہ حکومت وصول نہیں کرے گی بلکہ فروغ تعلیم کی مقامی کمیٹیاں' ہائی سکول کی کمیٹیاں' مڈل سکول کی کمیٹیاں اور پرائمری سکول کی کمیٹیاں جو تشکیل دی گئی ہیں ان کے پاس جائے گی تاکہ وہ مقامی طور پر اپنے سکول کی حالت بہتر کریں۔ وہاں پر مقابلے کروائیں' تعلیم کو فروغ دیں' اور کھیلوں کے میدان میں بھی مقابلے کروائیں اور اس کو فروغ دیں۔

جناب سپیکر! حقوق ملکیت کے بارے میں میرے بھائی مخدوم الطاف احمد صاحب نے یہ ساری باتیں اپنی بجٹ تقریر میں کہیں ہیں جس میں حقوق ملکیت کے بارے میں بھی انہوں نے ذکر کیا۔ پنجاب میں ۲۵ ہزار دیہاتوں میں ان بے گھر لوگوں کو کہ جن کا کوئی گھر نہیں ہے۔ جو قیام پاکستان سے لے کر آج تک دیہاتوں میں آباد ہیں لیکن وہ گھر جس میں وہ رہتے ہیں وہ کسی اور کی

ملکیت ہے۔ جب ان کا دل چاہے ان کو اٹھا دے اور ان کا بوریا بستر اٹھا کر سڑک پر پھینک دے۔ وہ لوگ گھر میں بیٹھے ہیں لیکن ایک باوقار پاکستانی شہری کی حیثیت سے نہیں بلکہ غلامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ جناب سپیکر! پنجاب کی حکومت نے ان لوگوں کو قانون سازی کے ذریعے ان کو اپنے گھروں کے مالکانہ حقوق دینے کا فیصلہ کیا اور میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس سے لاکھوں انسان متاثر ہوں گے۔ وہ لاکھوں انسان کہ جو پاکستان کے قیام کے پچاس سال بعد تک وہ برابر کی زندگی گزارنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں ان کو عزت و آبرو کی زندگی پہلی دفعہ میسر آئے گی۔ ان کو ایک چھت میسر آئے گی' ایسی چھت جس کے وہ مالک ہوں گے' جن کی اولادیں اس گھر کی اور اس چھت کی مالک ہونگی۔ اور ان کو کوئی نہیں اٹھا سکے گا۔ یہ پہلی دفعہ آپ کی حکومت نے اور پنجاب اسمبلی نے یہ کارنامہ سر انجام دیا ہے۔ جو تاریخ میں سنہری الفاظ کے ساتھ لکھا جائے گا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

میں اپنے ساتھیوں سے کہوں گا کہ مہربانی کر کے یہ حقوق ملکیت جو ہیں یہ اگلے دنوں میں اپنے اپنے علاقوں میں تقسیم کریں اور آپ یہ دیکھیں کہ ان حقوق ملکیت کی سندات تقسیم کرنے سے لوگوں کے چہروں پر ایک تازگی آپ کو نظر آئے گی۔ ان کے چہروں پر رونق نظر آئے گی۔ ایک عزت اور وقار کی تازگی اور رونق نظر آئے گی۔

جناب سپیکر! پچاس ہزار ملازمتیں تھیں ہم نے نوجوانوں کو مہیا کی ہیں اور جو نوجوان بھرتی پر ban کی آواز سالہا سال سے سنتے آ رہے تھے۔ ہم نے ban کو lift کیا ہے۔ اور ایک سسٹم کے تحت ہمارے سینئر منسٹر مخدوم الطاف صاحب کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کر کے ہم نے ایک ریکروٹمنٹ پالیسی بنائی ہے۔ اور ریکروٹمنٹ پالیسی کے مطابق ہم نے میرٹ پر بھرتیاں کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جس کے تحت پچاس ہزار ملازمتیں بے روزگار نوجوانوں کو دی جا رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگلے چار پانچ روز میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ بھرتی کا کام سارے صوبہ پنجاب میں مکمل ہو جائے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ۱۰ ہزار ۵ سو نئی اسامیاں ہم نے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں اگلے سال کے لیے پیدا کی ہیں۔ جو پچھلے سالہا سال سے ہمارے سکولوں میں نہیں تھیں۔ (نعرہ ہائے تحسین۔) ان اسامیوں کی منظوری ہو چکی ہے۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ کسی پرائمری سکول میں' کسی مڈل سکول میں' کسی ہائی سکول میں یہ نہیں ہو گا کہ اسامیاں وہاں منظور ہوں اور وہاں تقرری نہ ہو رہی ہو اس لیے کہ اس کی این او سی منظور نہیں۔ حکومت

نے وہ ایس این ای تمام سکولوں کی منظور کردی ہے اور تمام اسامیوں پر ٹیچرز اگلے سال بھرتی ہو جائیں گے۔

جناب والا! میں زراعت پر بات کروں کہ کئی باتیں ہیں جو یہاں کی جاسکتی ہیں' ڈویلپمنٹ کی باتیں ' لاہور کی سڑکوں کی تعمیر ' دیہاتی علاقوں کی سڑکوں کی تعمیر ۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ لیکن جناب والا! یہاں پوزیشن یہ ہے کہ صرف دو ہزار کلومیٹر لاہور شہر کی سڑکیں ہیں۔ اور دو ہزار کلومیٹر لاہور کی سڑکیں جن پر سے آپ کسی طرف سے گزر جائیں تو وہ آپ کو نوحہ کناں نظر آئیں گی کہ ان کو دیکھنے والا پچھلے دس سال کے عرصے میں کوئی نہیں تھا۔ دیہاتوں کی سڑکوں پر آپ نکل جائیں آپ کو کہیں بیل دار نظر نہیں آئے گا۔ آپ کو کوئی مٹی ڈالتا ہوا نظر نہیں آئے گا۔ پچھلے کچھ سالوں میں سڑکیں بنی ہیں لیکن اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں۔ کیونکہ 1985ء سے حکومت پنجاب نے ایک بھی بیل دار بھرتی نہیں کیا۔ جناب والا! یہاں یہ منصوبہ بندی کا عالم تھا۔ پنجاب میں 1985ء سے لے کر 1995ء تک ایک بھی بیل دار پنجاب کی حکومت نے بھرتی نہیں کیا۔ نہ کسی نے مٹی ڈالی نہ کسی نے پنجاب کی سڑکوں کا خیال کیا۔ پنجاب کی حکومت نے اب ۵ ہزار بیل داروں کی اسامیاں منظور کی ہیں۔ اور ان تمام سڑکوں پر انشاء اللہ تعالیٰ بھرتیاں بھی ہوں گی اور آپ کو بیل دار کام کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ اور لاہور کی سڑکیں ' آپ کو پنڈی کی سڑکیں' آپ کو ملتان کی سڑکیں' آپ کو فیصل آباد کی سڑکیں جو پچھلے دس سالہ دور کی ٹوٹی ہوئی سڑکیں ہیں۔ جس کے بارے میں ہمارے بھائیوں نے باتیں کی ہیں۔ جن کا رونا رویا ہے اور جس کے بارے میں انہوں نے اظہار خیال کیا ہے کہ اس پر کام نہیں ہو رہا۔ وہ سڑکیں ' وہ راستے وہ bridges نوحہ کناں ہیں کہ ہماری طرف کسی نے دس سال سے توجہ نہیں کی۔ اور وہ پکار پکار کر یہ کہہ رہے ہیں کہ۔

میرے پاس ہی سے گزرے میرا حال تک نہ پوچھا
میں یہ کیسے مان جاؤں کہ وہ دور جا کے روئے

(نعرہ ہائے تحسین-------)

جناب والا! ہم انشاء اللہ تعالیٰ لاہور کی دو ہزار کلو میٹر سڑکیں جو ہیں ان کی مرمت کریں گے' ان کو نیا بنائیں گے ۔ اور آپ چل کر ' نکل کر دیکھیں کہ لاہور آپ کا حلقہ ہے اللہ کی مہربانی سے آپ کو ڈویلپمنٹ کی ایک فیز نظر آئے گی ' سڑکوں پر کام ہوتا نظر آئے گا' bridges بنتے نظر آئیں گے۔

آپ کو نظر آئے گا کہ کوئی ڈویلپمنٹ actuvities ہو رہی ہیں۔ اسی طریقے سے تمام شہروں میں ڈویلپمنٹ activities ہو رہی ہیں۔ دیہاتوں میں ڈویلپمنٹ activities ہو رہی ہیں۔ اور تعمیر پنجاب کے بورڈ میرے بھائیوں کے نام سے میرے ساتھیوں کے نام سے آپ کو ہر سڑک پر نظر آئیں گے' ہر سڑک پر کام ہو رہا ہے ' ہر دیہات میں کام ہو رہا ہے ہر شہر میں کام ہو رہا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! پنجاب زراعت کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اور میں یہاں اس سلسلے میں سب سے پہلے زراعت کے میدان میں وفاقی حکومت کو خراج تحسین پیش کرنا چاہوں گا۔ اور محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی کاشتکاروں کے لیے ٹریکٹر سکیم کی پالیسی کو (نعرہ ہائے تحسین) کہ ہزاروں ٹریکٹرز منگوا کر آدھی سے کم قیمت پر ٹریکٹرز مہیا کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ آسان قسطوں پر ٹریکٹرز مہیا کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اور یہ پہلی دفعہ اتنا بڑا incentive کاشت کار برادری کو کسی حکومت نے دیا ہے۔ ہم جناب والا! آپ کے توسط سے شکریہ ادا کرتے ہیں وفاقی حکومت کا کہ پنجاب کے کاشت کاروں کا انہوں نے خیال کیا ہے۔ اور انہوں نے اپنی ٹریکٹر سکیم کے ذریعے ان کے لیے سہولتیں پیدا کی ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین---) میں آپ کو یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ پنجاب کی حکومت نے بھی اپنے کاشت کار بھائیوں کا اور اپنی ایگریکلچر production کو بڑھانے کے لیے کچھ اقدامات کیے ہیں۔ جناب والا! ہم نے one window operation کے ذریعے فیصلہ کیا ہے کہ کھاد ' بیج ' اور pesticides ہر مرکز ہیڈ کوارٹر level پہ اس کا ایک بڑا ڈپو مقرر کیا جائے۔ اور اس بڑے ڈپو میں ایک ہی جگہ پر ہمارے کاشت کار بھائیوں کو کھاد ' بیج اور pesticide میسر آئے۔ جناب والا! میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ one window operation جو ہم نے مرکز ہیڈ کوارٹر سے شروع کیا ہے اس کو ہر یونین کونسل ہیڈ کوارٹر میں لے جانا چاہتے ہیں۔ کہ کاشت کاروں کے گھر کے نزدیک ان کو بیج میسر ہو (نعرہ ہائے تحسین---) ان کو کھاد میسر ہو اور ان کو pesticides کی سہولتیں میسر ہوں۔ اور ہم اس میں ایگریکلچر مشینری کو شامل کرنا چاہتے ہیں کہ ایگریکلچر مشینری ہمارے کاشت کار بھائیوں کو ان کے دروازے کے ساتھ میسر آسکے۔ ہم نے بارانی علاقے میں جہاں پانی کی کمی ہے۔ جناب والا! پہلی دفعہ بارانی علاقے میں ٹیوب ویل لگانے کے لیے پنجاب کی حکومت نے ایک میچنگ گرانٹ سکیم اناؤنس کی ہے۔ اور میں اپنے بھائیوں کو دعوت دیتا ہوں جو بارانی علاقے کے نمائندے ہیں۔ کہ وہ آئیں اور آگے بڑھیں۔ جتنے پیسے ٹیوب ویل ڈالنے کے لیے وہ بارانی علاقے میں پیش کریں گے پنجاب کی حکومت آپ کو

اتنے ہی پیسے پیش کرے گی تاکہ بارانی علاقے میں ٹیوب ویل لگائے جاسکیں۔ اور ہماری اس زمین کی پیاس بجھے۔ اور وہاں پیداوار میں اضافہ ہو۔ جناب والا! آبی کھالوں کو بہتر بنانے کے لیے ایک ورلڈ بینک کا پروگرام پنجاب میں پہلے ہی چل رہا ہے لیکن پنجاب کی حکومت نے پہلی دفعہ اپنے بجٹ میں دو کروڑ روپے کی گرانٹ اس کے لیے مخصوص کی ہے کہ جو کاشت کار اور جو زمیندار اور جو عوامی نمائندے اپنے کھالوں کی اصلاح کرنے کے لیے اس کو پکا کرنے کے لیے جتنی رقم اس میں ڈالیں گے پنجاب کی حکومت اتنی رقم اس میں ڈالے گی۔ اور ان کے حلقوں میں ہم کھالے پکے کریں گے۔ اور پانی کی جو دقت ہے اس کو حل کریں گے۔ پہلی دفعہ جناب والا! پی ڈی ایف کی حکومت نے ملاوٹ کو ختم کرنے کی اقدامات کیے ہیں اور pesticides کی ملاوٹ ' کھاد کی ملاوٹ جو ایک عذاب بن چکی تھی جس کی وجہ سے ہماری قومی پیداوار بہت متاثر ہو رہی تھی پی ڈی ایف کی حکومت نے پہلی دفعہ اس ملاوٹ کے خاتمے کے لیے قانون پاس کیا ہے۔ اور قانون میں اب اس کی سات سال سزا ہے جو ملاوٹ کرے۔ اور دس لاکھ روپے جرمانہ ہے۔ اب اس قانون کو انشاء اللہ تعالیٰ پنجاب کی انتظامیہ نافذ کرے گی۔ اور ملاوٹ کرنے والے لوگوں کو مجال نہیں ہو گی کہ وہ کھاد میں یا pesticides میں ملاوٹ کرسکیں۔ (نعرہ ہائے تحسین---) اور ہمارے کاشت کار بھائیوں کی روزی سے کھیلیں۔ اور جو لوگ پاکستان کی پیداوار متاثر کر رہے ہیں ان کے عزائم کو ناکام بنا دیا جائے گا۔

جناب سپیکر، اجلاس کے وقت میں دس منٹ کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

وزیر اعلیٰ : بس میں پانچ سات منٹ میں ختم کرتا ہوں۔ جناب والا! محکمہ آبپاشی میں ایک بڑی محرومی جس کا ذکر میرے سارے بھائیوں نے اکثر کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ village electrification ان کی نہیں ہو رہی۔ اس کے لیے ہمیں ایک problem ہے جس کے لیے واپڈا اتھارٹی سے ہم نے بات چیت کی ہے۔ کہ village electrification میں وہ پنجاب اسمبلی کے معزز اراکین کی ترجیحات کا بھی خیال کریں اور village electrification کے کام کو بڑھائیں۔ لیکن جناب سپیکر! ہم نے پنجاب کی حکومت نے پہلی دفعہ village electrification scheme کو اپنے طور پر کرنے کے لیے ہم نے اپنے اریگیشن ڈیپارٹمنٹ میں ایک پاور سیل قائم کر دیا ہے۔ اس کے لیے ملازمتیں sanction کر دی ہیں۔ اس سیل کو activate کر دیا ہے۔اور بجٹ میں اس سیل کے لیے پانچ کروڑ روپیہ مخصوص کیا گیا ہے کہ ہمارے ایم پی ایز اپنے حلقوں میں جو village electrification کروانا چاہتے ہیں وہ جتنا اپنی گرانٹ

سے اس میں ڈالیں گے پنجاب کی حکومت اتنا پیسہ ان کو اپنی village electrification کی طرف سے دے گی اور village electrification بھی خود کرے گی۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اس لیے جو یہ محرومی ہے اس کو ہم ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہمارا اپنا جو اریگیشن کا سیل ہے، وہ village electrification کا تاریں کھینچنے کا کام، ٹرانسفارمر لگانے کا کام اور باقی سارا کام مکمل کر کے واپڈا کے ساتھ، واپڈا اتھارٹیز کے ساتھ ایک settlement کر کے یہ سارا کام مکمل کرے گا اور اس میں انشاء اللہ کوئی کمی محسوس نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر! میں یہاں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ پنجاب حکومت کی کاوشوں کی وجہ سے اس دفعہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے گندم کی ریکارڈ پیداوار ہوئی ہے۔ اور ایک کروڑ بارہ لاکھ ٹن سے اس سال ایک کروڑ پچیس لاکھ ٹن کی ریکارڈ پیداوار پنجاب میں گندم کی ہوئی ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

گندم کی پیداوار میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور ہمارے کاشت کاروں کی ہمت سے اور ان کی محنت سے تقریباً تیرہ لاکھ ٹن کا اضافہ ہے۔ جناب سپیکر! ہم اس کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں کہ پانی کی چوری کا سدباب کیا جائے۔ اس کے لیے ہم سختی کر رہے ہیں اور سخت قوانین نافذ کیے ہیں۔ ہم سکارپ کے لیے بندوبست کرنا چاہتے ہیں اور سکارپ کے مسئلے کو حل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے میں نے ایک dead line دی ہے کہ اس سے آگے ہم نہیں بڑھیں گے اور اس سے پہلے سکارپ کے مسائل کو حل کریں گے۔ ہائیڈل پاور جنریشن کے متعلق ہمارے ہاں وفاقی حکومت کی مہربانی سے ایک پالیسی بنی ہے جس کی یہاں ہائیڈل پاور جنریشن پنجاب میں شروع کر دی گئی ہے اور مجھے امید ہے کہ ہائیڈل پاور جنریشن سے ہماری electricity بھی پیدا ہو گی جس کی آمدنی سے ہم اپنے نہری نظام کی اصلاح کر سکیں گے۔ اور اس سے بہت مدد ملے گی۔ جناب سپیکر! سال ڈیم کے منصوبے ہمارے زیر غور ہیں۔ اور ہم 100 سال ڈیم بارانی علاقوں میں بنانا چاہتے ہیں جس سے ہمارے بارانی علاقوں کی تقدیر سنور جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہاں آب پاشی کی نج کاری کے لیے ہمارے بھائیوں نے تشویش کا اظہار کیا ہے۔ میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں اس معزز ایوان میں کہ پنجاب حکومت کا کوئی پروگرام نہیں ہے کہ ہم آب پاشی کے نظام کو نج کاری میں دیں۔ ہم اسی سسٹم کو بحال رکھیں گے۔ اور یہ تشویش ان کی نہیں ہونی

چاہیے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! پنجاب کی حکومت یہ سوچ رہی ہے کہ اگلے این ایف سی کے ایوارڈ کے لیے ہم اپنا کیس تیار کریں۔ اور اس کے لیے جہاں ہمارے بھائیوں کو بجلی کے لیے رائلٹی ملتی ہے فرنٹیئر پراونس کو۔ اس میں سارا خرچ وفاقی حکومت نے کیا ہے۔ اور بجلی کی رائلٹی ہمارے ان بھائیوں کو سابقہ این ایف سی ایوارڈ کی روشنی میں ملتی ہے۔ سوئی گیس کی رائلٹی ہمارے بلوچستان کے بھائیوں کو ملتی ہے۔ سوئی سے گیس نکالنے پر تمام خرچ وفاقی حکومت کا ہے اور پنجاب میں جناب سپیکر! گندم اگانے پہ ہماری حکومت کا کوئی خرچ نہیں ہوتا جو دوسرے صوبوں پر بوجھ پڑتا ہو۔ چاول اگانے پہ کوئی خرچ نہیں ہوتا جو دوسرے صوبوں پہ بوجھ پڑتا ہو۔ اور کپاس کی پیداوار بڑھانے میں کوئی خرچ نہیں ہوتا جو دوسرے صوبوں کے حصے میں آتا ہو۔ ہمارا غریب کسان کپاس پیدا کرتا ہے۔ اور پاکستان زر مبادلہ کماتا ہے۔ پنجاب کا غریب کاشت کار چاول پیدا کرتا ہے اور پاکستان زر مبادلہ کماتا ہے۔ اور پاکستان کے وسائل میں اضافہ ہوتا ہے۔ جناب سپیکر! ہم اس بارے میں سنجیدگی سے کام کر رہے ہیں کہ ہم اگلے این ایف سی ایوارڈ میں پچھلے این ایف سی ایوارڈ میں جو پنجاب کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے ہم اس کا ازالہ کرانے کے لیے آگے بڑھیں۔ اور ہم اس کے لیے منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ اپنا حق لینے کے لیے پوری کوشش کریں گے۔ اور ہمیں اپنے بھائیوں کی اور پنجاب کے عوام کی تائید و حمایت حاصل ہو گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔

اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ وفاقی حکومت ہمارے اس حق کو تسلیم کرتے ہوئے ہمارا کھویا ہوا حق ہمیں دلانے میں ہمارا ساتھ دے گی۔

جناب سپیکر! کالا باغ ڈیم ایک صوبائی مسئلہ یا پنجاب کا مسئلہ نہیں ہے' یہ ایک قومی مسئلہ ہے۔ اور یہ پاکستان کی معیشت کا مسئلہ ہے اور پاکستان کے عوام کی بھلائی کا اور ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کی بھلائی کا مسئلہ ہے۔ اس کو بننا ہو گا جناب سپیکر! ہمیں اپنی ذات کے خول سے اوپر نکلنا ہو گا۔ ہمیں اپنے سیاسی مفادات سے اوپر سوچنا ہو گا قومی مفادات کی طرف' اور جو لوگ قومی مفادات کی بات کرنے والے لوگ ہیں انھیں سوچنا ہو گا کہ کالا باغ ڈیم نہیں بنے گا تو وہ کون سے قومی مفادات کی بات کرتے ہیں اگر کالا باغ ڈیم کی مخالفت کرتے ہیں؟ جناب سپیکر! کالا باغ ڈیم کی مخالفت پاکستان کے مفادات کی مخالفت ہے۔ قومی مفادات کی مخالفت ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ کالا باغ ڈیم کی

تعمیر کی جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔

اور مجھے امید ہے کہ صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان جس طریقے سے، جس متانت سے، جس منصوبہ بندی سے اور جس سنجیدگی سے کوشش کر رہے ہیں ہماری وہ منزل انشاء اللہ مجھے قریب آتی ہوئی نظر آتی ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ میں جناب سپیکر! اب اپنی بات کو ختم کرتا ہوں، اس بات کے ساتھ کہ یہاں بہت سے الزامات لگائے گئے۔ میرے لیے ہمارے دوستوں نے ہمارے کرم فرماؤں نے بہت سے الزامات لگانے مناسب خیال کیے۔ میرے رفقائے کار کے لیے بہت سے الزامات انھوں نے لگانے مناسب خیال کیے۔ ہماری حکومت کو بدنام کرنے کے لیے انھوں نے بہت سی باتیں کیں۔ میں سوچتا تھا کہ ہمارے بھائی مثبت باتیں کریں گے، تعمیری باتیں کریں گے۔ لیکن جناب سپیکر! میں اور میرے رفقائے کار تو دن رات عوام کی بھلائی کے لیے کام کرنا چاہتے ہیں اور کر رہے ہیں۔ ہم جس طریقے سے ہر بچے کو تعلیم دینا چاہتے ہیں، جس طریقے سے ہم نے ہر بچے کو تعلیم دینے کا فیصلہ کیا ہے اور ہم نے ہر غریب کو گھر دینے کا فیصلہ کیا ہے، اسی طریقے سے جناب سپیکر! ہم نے ہر کھیت کو پانی دینے کا فیصلہ کیا ہے اور ہم نے بنیادی فیصلے کیے ہیں اور ان بنیادی فیصلوں پر عمل درآمد کر کے ہم اپنے کسانوں کی، ہم اپنے غریبوں کی، ہم اپنے مزدوروں کی، ہم اپنے تاجروں کی قسمت سنوارنا چاہتے ہیں۔ ہم ان کی اولادوں کے روشن مستقبل کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ہم جہالت کے اندھیروں کے خلاف لڑ رہے ہیں جناب سپیکر! اور ہمارے خلاف جو باتیں ہوتی ہیں اس کے بارے میں میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ،

ان کو کیا خاک سزا دیں گے زمانے والے
جن کو احساس نے سولی پہ چڑھا رکھا ہے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے جناب ڈپٹی سپیکر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: موبل صاحب! آپ کو مسکرانا چاہیے۔ آپ مسکرا نہیں رہے۔

وزیر اعلیٰ: اور جناب سپیکر! جناب ڈپٹی سپیکر صاحب نے حکومت کی اصلاح کے لیے وقتاً فوقتاً جو ہدایات جاری کی ہیں ہم اس سے اپنی اصلاح کا پہلو نکالتے ہیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ ہم ان کی روشنی

میں اپنی اصلاح کریں ۔ اور ہم اپنے ڈپٹی سپیکر صاحب کی توقعات پر پورے اتریں ۔ (نعرہ ہائے تحسین) وہ ہمارے بھائی ہیں ۔ ہمارے دوست ہیں ۔ ہمارے رفیق کار ہیں ۔ جناب سپیکر ! اختلاف رائے کو ہم سیاست کا حسن سمجھتے ہیں ۔

جناب سپیکر ، وقت پانچ منٹ اور بڑھایا جاتا ہے ۔

وزیر اعلیٰ ، جناب سپیکر ! میں آپ کے توسط سے شکریہ ادا کرتا ہوں صوبائی اسمبلی میں بیٹھنے والے ہمارے پریس گیلری کے معزز دوستوں کا کہ انھوں نے مہربانی فرمائی اور مسلسل یہاں ٹائم دیا۔ اور انھوں نے سارا سارا وقت اسمبلی میں بیٹھ کر گزارا۔ اور اسمبلی کی کارروائی کو خوب سے خوب تر بنانے میں انھوں نے اپنا رول ادا کیا۔ میں جناب سپیکر ! آپ کے توسط سے ان کی مساعی جمیلہ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔(نعرہ ہائے تحسین) جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے یہاں انتظامی مشینری کے ان اہلکاروں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنھوں نے دن رات محنت کی اور پنجاب اسمبلی کی کارروائی کو مفید اور بامقصد بنانے کے لیے کام کیا۔ دن رات محنت کی اور پھر یہاں آفیشل گیلری میں بیٹھ کر ہماری کارروائی کو سنا ۔ اور اس سے مجھے امید ہے کہ وہ اپنی اصلاح کا پہلو نکالیں گے۔ اور اس سے زیادہ سے زیادہ بہتری کی گنجائش پیدا کریں گے۔ جناب سپیکر! میں اسمبلی سٹاف کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے دن رات محنت کی اور آپ کا ساتھ دیا اور ڈپٹی سپیکر صاحب کا ساتھ دیا۔ اور انھوں نے یہاں ہمارے معزز اراکین کی خدمت کی۔ یہاں ہاؤس کے اندر بھی خدمت کی' باہر بھی خدمت کی' تو میں آپ کے توسط سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور اسمبلی کے ملازمین کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کے لیے ایک مہینے کی فالتو تنخواہ کا اعلان کرتا ہوں ۔(نعرہ ہائے تحسین) آخر میں جناب سپیکر ! میں مخدوم الطاف صاحب کا ------

جناب سپیکر ، وزیر خزانہ صاحب شاید اس پہ سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کی تنخواہ کا بھی اعلان کرنے لگے ہیں۔

وزیر خزانہ ، جناب سپیکر ! ہاؤس کے قواعد کے مطابق ایوان کے لیڈر کی تقریر نہیں روکی جاتی۔ لیکن ایک خصوصی اور سپیشل مسئلہ کی خاطر میں نے یہ تکلیف برداشت کی ہے۔ وہ یہ کہ جہاں وزیر اعلیٰ صاحب نے پوری اسمبلی کے سٹاف کی تنخواہ کا اعلان کیا ہے میں ان سے درخواست کروں گا کہ یہ سپیکر اور ڈپٹی سپیکر صاحب کی تنخواہ کا بھی اعلان کریں ۔ (قہقہہ)

جناب سپیکر ، مہربانی ۔

وزیر اعلیٰ ، جناب سپیکر ! میں اسمبلی سٹاف کے لیے ایک ماہ کی تنخواہ کا اعلان کر چکا ہوں تو باقی سپیکر اور ڈپٹی سپیکرصاحب کی تنخواہ کےلیے تو میں سمجھتا ہوں کہ مخدوم صاحب نے از راہ تفنن ہی یہ بات کی ہے ۔ (قہقہہ)

وزیر خزانہ ، جناب والا! میں نے انتہائی سنجیدگی کے ساتھ یہ تجویز پیش کی ہے ۔ (قہقہہ)

جناب سپیکر ، آپ کا بہت بہت شکریہ ۔ اور شکریے کے ساتھ میرا خیال ہے کہ میں اور ڈپٹی سپیکر صاحب دونوں آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں، لیکن اسے قبول نہیں کرتے ۔

وزیر اعلیٰ ، معذرت کرتے ہیں ۔

جناب سپیکر ، جی ہاں ۔

وزیر اعلیٰ ، جناب سپیکر ! میں آخر میں پھر اس معزز ایوان کو سال ۹۶-۱۹۹۵ء کا تاریخی بجٹ پاس کرنے پر ان کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ میں اپنے بھائی مخدوم الطاف احمد صاحب کو اس خوبصورت بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ اور جناب سپیکر ! آخر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر ، مہربانی ۔ اب میں گورنر پنجاب کا آرڈر پڑھنے لگا ہوں ۔

" In exercise of the powers conferred on me under Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I, Lt Gen (retd) Raja Saroop Khan, Governor of the Punjab, hereby prorogue the Provincial Assembly of the Punjab with effect from Thursday, the 29th June, 1995 on the termination of the sitting on that day."